فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۲

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ



اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ثانی

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ________ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ________ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوھاری دروازہ، لاھور، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد دوم

تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ________ مفتی سید شجاعت علی قادری، دار العلوم نعیمیہ، کراچی

پیش لفظ ________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

تخریج و تصحیح ________ ۱_ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲_ مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ

ترتیب فہرست ________ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی

کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پروف ریڈنگ ________ مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت اوّل ________ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ/نومبر ۱۹۹۱ء

تعداد ________ ایک ہزار

صفحات ________ ۷۱۰

مطبع ________ زاہد بشیر پرنٹر، لاہور

ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ________

ملنے کے پتے

*رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰

*مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

*ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

*شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس بات پر تمام ارباب علم وفقاہت کا اتفاق ہے کہ متاخرین میں اعلیٰحضرت عظیم المرتبت، سیّاح بادیہ شریعت، سباح بحرِ معرفت امام احمد رضاخان فاضل بریلوی جیسا ماہر فقیہ، مجتہد اور متکلم پورے عالمِ اسلام میں دکھائی نہیں دیتا جبکہ کثرتِ تصنیفات کے اعتبار سے تو متقدمین میں بھی شاید آپ کی نظر نہ مل سکے۔ آپ کے دور اور مابعد کے علما عرب وعجم نے آپ کے تبحرِ علمی اور تعمقِ نظری کا تہِ دل سے اعتراف کیا اور آپ کی تجدیدی، فقہی وکلامی اور تصنیفی و تحقیقی صلاحیتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو ابوحنیفہ ثانی، شامی وغیرہ فقہاء کا استاد، چودھویں صدی کا مجدد اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "**من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھه فی الدین**" کا مظہر قرار دیا۔ یوں تو آپ کی پچاس سے زائد علوم وفنون میں تقریبًا گیارہ سو تصانیف موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک تصنیف تحقیقی اور دلائل سے بھرپور ہے۔ مگر "**العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ**" المعروف "**فتاوٰی رضویہ**" آپ کے علمی تبحر اور تفقّہ کا خصوصی شاہکار ہے جو لاکھوں مسائل وجزئیاتِ فقہیہ کا عظیم الشان خزانہ وذخیرہ ہے جن میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا کسی دوسری کتاب میں یا توسرے سے وجود ہی نہیں یا پھر اس مضبوط ومربوط انداز سے کہیں اور بیان نہیں ہوئے، ہزارہا صفحات پر مشتمل فتاوٰی رضویہ کے عمدہ ومنفرد اسلوب بیان اور دلائل وبراہین کے تلاطم وتموّج کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ **ذٰلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء**۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشت خدائے بخشندہ

ہمہ خوبی وکمال کے باوجود یہ عظیم الشان فقہی شاہکار اب تک محض اس لئے متداول ومعروف نہ ہوسکا کہ اس کی سابقہ تمام اشاعتیں کتاب اور طباعت کے قدیم انداز پر تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ سینکڑوں صفحات عربی وفارسی زبان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے عوام تودرکنار خواص وعلماء بھی مشکل ہی سے استفادہ کرپاتے تھے لہٰذا بڑی شدّت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ادارہ اس کو ایسے انداز میں پیش کرے کہ

اس کی افادیت سے عوام وخواص سب ہی بہرور ہوسکیں۔ چنانچہ مخدوم اہل سنت رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ وعمت فیوضہم الکاملہ نے اس جلیل القدر کام کا بیڑا اٹھایا اور "رضافاؤنڈیشن" کے نام سے ایک ادارہ قائم فرماکر اللہ تعالٰی کے فضل وکرم اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وعنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کار خیر کاآغاز فرمایا آپ کی اور آپ کے رفقاء کار کی شبانہ روز کی محنت وکاوش بالآخر رنگ لائی اور فتاوٰی رضویہ کی جلد اول نئے انداز، معیاری طباعت اور دور حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق حسنِ صوری ومعنوی سے مزیّن وآراستہ ہوکر منصّہ شہود پر جلوہ گر ہوئی، جس میں عبارات کی پیرابندی، حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج بقیدِ جلد وصفحہ اور عربی وفارسی عبارات کے اردو ترجمے کے ساتھ ساتھ مآخذومراجع کی فہرست بھی دے دی گئی۔ جلد اوّل کے شائع ہوتے ہی جس برق رفتاری کے ساتھ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا یہ ہماری توقعات سے کہیں بڑھ کر ہے، گیارہ سونسخے دیکھتے ہی دیکھتے علمی ذوق رکھنے والوں کے ہاتھوں میں جاپہنچے۔ اس سے جہاں اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا احساس ہوتا ہے وہاں عوام خواص کی تشنگی کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ فوری طور پر جلد اول کا دوسرا ایڈیشن بھی منظرِ عام پر لایا جاچکا ہے۔

فتاوٰی رضویہ جلددوم

بحمداللہ تعالٰی فتاوٰی رضویہ کی جلد دوم نہایت عمدہ معیار وانداز اور دیدہ زیب طباعت سے محلّٰی ہوکر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو باغ باغ کررہی ہے۔ یہ جلد پرانی جلد اول کے صفحہ ۲۳۴، باب المیاہ سے صفحہ ۴۸۴ رسالہ ضمنیہ "**الدقة والتبیان**" تک ہے جس میں سے رسالہ جلیلہ "**اجلی الاعلام**" جو پرانی جلد کے صفحہ ۳۸۱ سے صفحہ ۴۰۷ تک تھا جلد اول کے شروع میں لگادیا گیا۔ پیش نظر جلد ۳۳ سوالوں کے جوابات، اقول کے عنوان سے ۹۳۳ فوائد نفیسہ اور ۵۰۲ تطفلات ومعروضات پر مشتمل ہے۔

اس جلد میں مندرجہ ذیل سات ۷ رسائل ہیں:

(۱) اَلطِّرْسُ الْمِیْعَدَلُ فِیْ حَدِّ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلُ — مستعمل پانی کی تعریف وتحقیق

(۲) اَلنَّمِیْقَةُ الْاَنْقٰی فِیْ فَرْقِ الْمُلَاقِیْ وَالْمُلْقٰی۔ — ماءِ قلیل میں بے وضو یا جنبی کے ہاتھ ڈالنے کا حکم۔

(۳) اَلْهَنِیْئُ النَّمِیْرُ فِی الْمَآءِ الْمُسْتَدِیْر۔ — متدیر پانی کی مساحتِ دَہ در دَہ کا بیان۔

(۴) رَحْبُ السَّاحَةِ فِیْ مِیَاهٍ لَایَسْتَوِیْ وَجْهُهَا وَجَوْفُهَا فِی الْمَسَاحَةِ

ان پانیوں کا بیان جن کی مساحت اوپر سے کم اور نیچے سے دَہ در دَہ ہے یا اس کے برعکس۔

(۵) هِبَةُ الْحَبِيْرِ فِيْ عُمْقِ مَاءٍ كَثِيْرٍ۔ آب کثیر کی گہرائی کا بیان۔

(۶) اَلنُّوْرُ وَالنُّوْرَقُ لِاِسْفَارِ الْمَآءِ الْمُطْلِقِ مطلق پانی کی تحقیق۔

(۷) عَطَاءُ النَّبِيّ لِاِفَاضَةِ اَحْكَامِ مَآءِ الصَّبِيِّ بچّہ کے حاصل کئے ہوئے پانی کا بیان۔

یہاں حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد عبدالدائم صاحب زید مجدہ، مدیر اعلیٰ "جامِ عرفان" سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کرنا نہایت ضروری ہے جنہوں نے اس جلد کی نظرثانی، تصحیح، بعض مقامات پر ترجمہ کی اصلاح اور عبارات وجمل کی ترتیب وتزئین میں انتہائی عرق ریزی اور محنتِ شاقہ کا مظاہرہ فرمایا اور خلوص وللّٰہیّت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی خداداد ادبی وفکری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے حسن وزیبائش میں نکھار پیدا کیا۔ اس پر رضا فاؤنڈیشن کے اراکین تہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں۔

اہل علم حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ ترجمہ وکتابت کی جو اغلاط ان کی نظر میں آئیں ان سے مطلع فرمائیں نیز اس عظیم وقیع منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی قیمتی تجاویز سے نوازیں۔ اللہ تعالٰی مفتی صاحب کا سایہ اہلسنت کے سروں پر قائم ودائم رکھے اور جس عظیم منصوبے کا آپ نے آغاز فرمایا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے غیب سے وسائل واسباب مہیا فرمائے، آمین بجاہ حبیب اللہ العٰلمین۔

O حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ، لاہور


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

فہرست جلد دوم

ابواب و مسائل

فہرست ضمنی مسائل

کسی ظرف کے اندر پانی کی حرکت بہنا نہیں جب تک نہ اُبلے مگر اس کے اندر چھوٹا ظرف ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہہ کر اُبل جائے تو اس کے حق میں بہنا ہو گیا۔	۳۶۴	دودھ، گھی، تیل وغیرہ بہتی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۳۷۸
نجاست غیر مرئیہ ہے تو بہتے ہی مطلقًا پاک ہوجائے گا اور نجاست مرئیہ اگر باقی ہے تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے تھمتے ہی ناپاک ہوجائے گا۔	۳۶۴	اس کا دوسرا طریقہ۔	۳۷۸
نجاست دھونے کے تینوں پانی ناپاک ہیں۔	۳۷۳	بہتا پانی نجاستوں پر گزرا اور وہ اس میں مل کر نامعلوم ہوگئیں یہ پانی ٹھہرنے پر بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۳۷۸
نجاست دھونے میں پانی بدن یا کپڑے سے جب جُدا ہوگا اس وقت ناپاک ہوگا۔	۳۷۳	قلیل پانی میں نجاست غیر مرئیہ پڑ کر مٹی ہو گئی پھر اس پانی کو بہایا پاک ہو گیا۔	۳۷۸
کپڑا دھونے کے لیے طشت میں ڈالیں تو بہتر یہ ہے کہ پہلے کپڑا رکھ کر اوپر سے پانی ڈالیں۔	۳۷۴	بہتے شیرہ میں خون کی چھینٹ پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہوا پاک رہے گا۔	۳۹۶
بدن بھی طشت کے تینوں پانیوں میں ڈالنے سے پاک ہوجائے گا۔	۳۷۴	بہتی ہوئی چیز ناپاک ہو کر جم گئی اگر اس کا پگھلانا دشوار ہے اوپر سے دھوڈالے پاک ہوجائے گی۔	۴۱۴
ناپاک کپڑا طشت کے پانی میں دھونے کو ڈالا جب تک اُس سے جدا نہ ہوگا پاک رہے گا مگر ظاہرًا دوسرے کپڑے کو ناپاک کردے گا۔	۳۷۴	بکری کا بچہ مرگیا اس کے پیٹ میں جو دودھ ہے پاک ہے۔	۴۱۴
لوٹے وغیرہ کی دھار جب تک ہوا میں ہے کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگی۔	۳۷۵	نجاست کے دھونے میں ضرور ہے کہ وہ پانی نکل جائے اور نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہوجائے۔	۴۱۴
مصنّف کی تحقیق جلیل ملاقات آب و نجس کے ثمرے اور پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر اس کے فرق احکام۔	۳۷۶	ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔	۴۶۳
جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہو کر فنا نہیں ہوتی لاالکہ اثر نہیں کرتی۔	۳۷۷	نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے۔	۴۶۳
جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے فنا کردے گا۔	۳۷۷	ہندو وغیرہ کافروں کے پانی اور کپڑے کا حکم۔	۴۷۴
زمین پر نجاست تھی اس پر پانی بہایا اس کے احکام۔	۳۷۷		

تحقیق ان بین سقوط الفرض مفاد قولهم الوضوء فی الحوض	۱۹۴	السراج الوهاج من الکتب الضعیفة ومختصره الجوهرة النیرة من الکتب المعتمدة۔	۴۷۰
للشیوع ثلثة معان۔	۲۲۹	عادة الهندیة نقل عبارة الکتب التی تذکر الاقوال رامزة لقائلیها بالحروف بحذف الرموز فیصیر القولان کقول واحد فربما یحصل بذٰلک عند من لایعرف خبط فی فهم الامر علی ماهو علیه۔	۵۰۶
ذراع کرباس کی مقدار۔	۲۶۰	لایقال لقول المشائخ روایة	۵۴۹
ذراع مساحت کی مقدار۔	۲۶۰	فرق بین تقیید حکم بضرورة واسقاطه رأسا لضرورة۔	۵۵۱
امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دیئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں۔	۴۸۷	چلپی محشی صدرالشریعة لیس من اهل الترجیح۔	۵۵۴
مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔	۴۹۳	**مسائل کلامیہ**	
جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہوجاتا ہے۔	۵۳۷	تألف الاجسام من جواهر فردة و شبه الفلاسفة علیها کلها مردودة۔	۱۷۳
ایک ہی چیز میں اختلاف سوال سے مفتی کا فتوٰی مختلف ہوجاتا ہے۔	۶۹۰ (حاشیہ)	بیان انه کیف یری الجسم مع ان الجزء لایری۔	۱۷۳ (حاشیہ)
رسم المفتی		**فوائد حدیثیه**	
ماقدم قاضیخان هوالاظهر الاشهر فیکون هو المعتمد۔	۱۰۲	سنن النسائی الکبری لیست من الصحاح بخلاف مختصرها المتداول۔	۴۷۰
المفتی انما یفتی بما یقع عنده من المصلحة۔	۳۱۷	**اسماء الرجال**	
صاحب البحر لیس من اصحاب الترجیح۔	۴۳۴	یحیٰی بن هاشم متروک	۹۳
لایعتمد علی فتاوٰی ابن نجیم ولا علی فتاوی الطوری۔	۴۳۸	والقربة عموما من وجه	۷۱
مطلق الکراهة للتحریم۔	۴۵۳		



مجمل فہرست مضامین رسائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

باب المیاہ

(پانیوں کا بیان)

مسئلہ ۲۳ : ۲۷صفر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بقیہ آبِ وضو سے کہ برتن میں رہ جائے وضو جائز ہے یا نہیں اور اگر پہلا وضو کرنے میں کچھ پانی ہاتھ سے اُس میں گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

بقیہ (۱) آبِ وضو کہ برتن میں رہ جاتا ہے مائے مستعمل نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اُس سے وضو میں کوئی حرج نہیں اور مائے مستعمل (۲) اگر غیر مستعمل میں مل جائے تو مذہب صحیح میں اُس سے وضو جائز ہے جب تک مائے مستعمل غیر مستعمل سے زائد نہ ہو جائے اگرچہ مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو، اور بعض نے کہا اس صورت میں بھی مستعمل فاسد کردے گا اور وضو جائز نہ ہوگا اگرچہ غیر مستعمل زائد ہو مگر ترجیح مذہبِ اول کو ہے۔

فی فتاوی الخلاصۃ جنب اغتسل فانتقض من غسلہ شیئ فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل منہ سیلانا افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وعلی قول محمّد لایفسدہ مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ من الطھوریۃ[1] وفی الدر المختار یرفع الحدث بماء مطلق لابماء مغلوب بمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر بالکل والالا علی ما حققہ فی البحر والنھر والمنح[2] اھ ملتقطا واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔	فتاوٰی خلاصہ میں ہے اگر جُنبی شخص کے جسم سے بوقتِ غسل کچھ چھینٹے برتن میں گر گئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر باقاعدہ بَہہ کر پانی گرا تو ناپاک ہوگا اور حمام کے حوض کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمد کا قول ہے کہ صرف اُسی وقت ناپاک ہوگا جب وہ پاک پانی پر غالب ہو جائے اور دُرِّ مختار میں ہے کہ مطلق پانی سے حَدَث کو زائل کرے نہ کہ اُس پانی سے جس پر مستعمل پانی غالب ہو اگر مطلق پانی آدھے سے زائد ہو تو کل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، بحر، نہر اور منح میں یہی تحقیق ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارت ۱/۸)

[2] الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴)

مسئلہ ۲۴ : از غازی آباد و ضلع میرٹھ محلّہ باغ مرسلہ حامد حسن صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

استنجا(۱) یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اس وجہ سے کچھ فرق تو نہیں آتا یا کیا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جائز ہے اور اس میں حرمتِ وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا **کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ ۲۵ : ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پانی بارش کا جو خاص شہر میں برستا ہے اور نالی وغیرہ دھو کر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں، اُس سے وضو درست ہے یا نہیں، اُس پانی کو جاریہ کہیں گے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۲) جس وقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہہ رہا ہے ضرور مائے جاری ہے اور وہ ہر گز ناپاک نہیں ہو سکتا جب تک نجاست کی کوئی صفت مثلاً بُو یا رنگ اُس میں ظاہر نہ ہو صرف نجاستوں پر اس کا گزرتا ہوا جانا اُس کی نجاست کا موجب نہیں **فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا** (جاری پانی کا ایک حصّہ دوسرے کو پاک کردیتا ہے۔ت) رہا اُس سے وضو، اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزا اُس میں ایسے بہتے جارہے ہیں کہ جو حصہ پانی کا اُس سے لیا جائے ایک آدھ ذرّہ اس میں بھی آئے گا جب تو یقیناً حرام وناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائے گا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چُلّو میں لیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرّہ موجود ہے اب پانی نجس ہوگیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اُس سے احتراز چاہئے کہ نالیوں کا پانی غالباً اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع میں اُس کا استقذار یعنی اُس سے تنفّر اُس سے گھن کرنا اُسے ناپسند رکھنا ہے اور ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب، احادیث میں ہے :

ایاك ومایسوء الاذن[1]۔ **ایاك ومایعتذر منہ**[2] **بشروا ولاتنفروا**[3]۔	بُری بات سننے سے بچو۔ اور اس بات سے کہ بعد میں عذر کی ضرورت ہو، خوشخبری سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ (ت)

اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اُس میں اجزائے نجاست ظاہر ہیں یا نالی کے پیٹ میں نجاست کی

---

[1] مسند امام احمد عن ابی الغادیۃ مطبوعہ بیروت ۴/۷۶

[2] جامع الصغیر مع فیض القدیر مطبوعہ بیروت ۳/۱۱۷

[3] جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

رنگت یا بُو تھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اُسے بالکل صاف کردیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بُو ہنوز باقی ہے تو اب یہ پانی ناپاک ہے اور اگر نالی صاف تھی یا مینہ نے بالکل صاف کردی اور پانی میں بھی کوئی جزء نجاست محسوس نہیں تو پاک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ : ۱۱صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! ایک حوض ساڑھے سات گز لمبا اور ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اُس میں چار برس کا بچّہ موت دے تو ناپاک ہوگیا یا پاک رہا۔ خاکسار عزیز اللہ

الجواب:

(۱) پاک رہا کہ اس کی مساحت (قطر) دہ در دہ یعنی سَو ہاتھ کے دونے سے بھی پچیس ۲۵ ہاتھ زائد ہے والعبرۃ بذراع الکرباس تیسیرا والسلام واللہ تعالٰی اعلم (اور اعتبار عام استعمال ہونے والے گز کا ہے لوگوں کی آسانی کیلئے۔ ت)

مسئلہ ۲۷: ۲۹رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک حوض دَہ در دَہ ہے سنّیوں میں یا شیعوں میں اور اُس میں کُتّا یا سُوئر پانی پی گیا ہو آیا اس سے وضو یا پینا چاہئے یا نہیں یا پیشاب یا پاخانہ پھر گیا ہو، پاک رہا یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۲) امر آب میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط کا ہے آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے یا ایک قول پر اُس کا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہو کر گزرے اور غیر جاری میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر یہاں نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہو کہ اس جگہ وضو کیجئے تواُتنی دور کا پانی فوراً زیروزبر نہ ہونے لگے گا تو وہاں کا پانی ناپاک نہ ہوا اُس سے وضو وغیرہ سب جائز ہے۔

فی ردالمحتار قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریك وھو ان یرتفع وینخفض من ساعته لابعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکة وفی التتار خانیة انه المروی عن ائمتنا الثلثة فی الکتب المشھورۃ اھ وھل المعتبر حرکة الغسل	ردالمحتار میں ہے کہ بدائع اور محیط میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب متقدمین سے یہ روایت متفق ہے کہ ہلانے کا اعتبار ہوگا، یعنی اُسی وقت پانی میں نشیب وفراز پیدا ہو نہ یہ کہ تھوڑی دیر بعد، اور اصل حرکت کا اعتبار نہ ہوگا تاتارخانیہ میں ہے کہ یہی ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے کتب مشہورہ میں منقول ہے اھ اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا

اوالوضوء اوالید روایات ثانیها اصح لانه الوسط کما فی المحیط والحاوی القدسی وتمامه فی الحلیة وغیرھا [1] الخ وفی الدرالمختار والمعتبر اکبر رأی المبتلی به فان غلب علی ظنه عدم خلوص النجاسة الی الجانب الاخر جاز والا لاھذہ ظاهر الروایة وھو الاصح کما فی الخانیة وغیرھا وحقق فی البحر انه المذھب [2] اھ ملخصا فی الدرالمختار لکن فی النھر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لارأی له من العوام فلذا افتی به المتاخرون الاعلام الخ [3] وفی ردالمحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انه حقق فیھا مااختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشرو ردفیھا علی من قال بخلافه رداً بلیغا واورد نحو مائة نقل ناطقة بالصواب ولا یخفی ان المتاخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الھدایة وقاضی خان وغیرھما من اھل الترجیح

غسل کی حرکت مراد ہے یا وضو کی یا ہاتھ کی۔ دوسری روایت اصح ہے کیونکہ وہ درمیانی ہے، جیسا کہ المحیط والحاوی القدسی میں ہے،اور مکمل بحث حلیہ وغیرہ میں ہے الخ
اور دُرمختار میں ہے کہ جو پانی استعمال کر رہا ہے اسی کا ظن غالب معتبر ہے،اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہے کہ پانی کے دوسرے حصے تک نجاست نہیں پہنچی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں،یہی ظاہر روایت ہے اور یہی اصح ہے کما فی الخانیۃ وغیرہا اور بحر میں تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اھ ملخصا پھر ائمہ متاخرین نے اسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسیراً آب جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضو وغیرہ رواجب تک پانی نجاست کا اثر نہ لے لے۔اور درمختار میں یہ ہے کہ "لیکن نہر میں ہے کہ دس ہاتھ کا اعتبار مسئلہ کو زیادہ منضبط کردیتا ہے،خاص طور پر عوام کیلئے جو ذاتی رائے نہیں رکھتے ہیں اس لئے متاخرین علماء نے اسی پر فتوی دیا ہے،اور ردالمحتار میں بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین الدیری سے ان کے رسالہ "القول الراقی" سے نقل کیا ہے کہ ان کی تحقیق وہی ہے جو اصحاب متون نے لکھا ہے یعنی دس ہاتھ کا اعتبار کیا جائے گا،اور جن حضرات نے اس کے برعکس لکھا ہے ان پر آپ نے ردِّ بلیغ کیا ہے،اس پر انہوں نے ایک سو نقول صحیحہ پیش کی ہیں،اور یہ ظاہر ہے کہ وہ متاخرین جنھوں نے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱
[2] الدرالمختار باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[3] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم ویؤیده ماقدمه الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع مارجحوه وصححوه کمالو افتونا فی حیاتهم[1] اھ

وفیه قال فی الفتح وعن ابی یوسف انه کالجاری لا یتنجس الا بالتغیر وهو الذی ینبغی تصحیحه فینبغی عدم الفرق بین المرئیة وغیرها لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرة عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل[2] اھ

وفی حاشیته للعلامة الطحطاوی لافرق بین موضع الوقوع وغیره وبین نجاسة ونجاسة وینبغی تصحیحه کما فی الفتح وهو المختار کما قاله العلامة قاسم وعلیه الفتوی کمافی النصاب[3] اھ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

دس "ہاتھ پر فتوی دیا ہے، جیسے صاحبِ ہدایہ اور قاضی خان وغیرہما اہلِ ترجیح سے ہیں، وہ ہم سے زائد مذہب کے جاننے والے ہیں، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی پیروی کریں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو شارح نے رسم المفتی میں کہا ہے کہ " ہم لوگوں پر اس کی اتباع لازم ہے جس کو انہوں نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں فتوی دیتے تو ہم پر اتباع لازم تھا۔ اور اسی میں ہے کہ فتح میں فرمایا" اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے، بغیر تغیر کے ناپاک نہ ہوگا اور اس کی تصحیح کی جانی چاہئے تو نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق نہ ہونا چاہئے کیونکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ کثیر پانی سوائے تغیر کے ناپاک نہ ہو۔ اھ اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اسی پر ہمارے مشائخ بلخ نے لوگوں پر فراخی کیلئے فتوی دیا ہے اور دس ہاتھوں کا قول ہی مفتٰی بہ ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی نے لکھا کہ نجاست کے گرنے کی جگہ اور دوسری جگہ میں فرق نہیں، اسی طرح ایک نجاست اور دوسری نجاست میں فرق نہیں، اور اس کی تصحیح کی جانی چاہئے کما فی الفتح، اور یہی مختار ہے، جیسا کہ علامہ قاسم نے فرمایا وعلیه الفتوٰی کما فی النصاب (اسی پر فتوی ہے جیسا کہ نصاب میں ہے) اھ واللّٰه سبحانه و تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

[3] مراقی الفلاح الطہارۃ نور محمد کراچی ص۱۶


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

رسالہ
فتوی مسمّٰی بہ
الطرس المعدل فی حدالماء المستعمل ۱۳۲۰ھ

استعمال شدہ پانی کی تعریف میں منصف صحیفہ (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۸: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ مستعمل کی کیاتعریف ہے **بینوا توجروا**۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدالمن جعل الطھور غاسل اٰثامنا فطھر ارواحنا باسالۃ الماء علی اجسامنا فیاله من منۃ وافضل الصلاۃ وازکی السلام علی من طھرنا من الانجاس وادام دیم نعمہ علینا حتی نقانا من الادناس وعلی اٰلہ وصحبہ واھل السنۃ اٰمین۔

اقول: وباللہ التوفیق (۱) مائے مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اُس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنے والے نے اپنے بدن پر اُسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کرکے عضو سے جُدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت وحصول استقرار کی بھی شرط لگائی۔ یہ بعونہ تعالٰی دونوں مذہب پر حد جامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ اب فوائد قیود سنیے:

(۱) آب کثیر یعنی دَہ در دَہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہٰذا قلیل کی قید ضرور ہے۔

(۲) محدث (۲) نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جُدا کرنے کیلئے یا اُس نے اصلا کوئی فعل نہ کیا نہ اُس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اُس پر پانی ڈال دیا جو اُس کے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اس پر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جُنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہوگیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کرکے اُتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ

مکلّف سے ساقط کردیا اگرچہ پچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھو لے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اُتر گیا۔

تنبیہ: (۱) پانی کولی یا بڑے مٹکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلاً کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچّہ یا باوضو آدمی ایسا نہیں جس سے کہہ کر نکلوائے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈال کر نکالے گا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چُلّو لے لے کر ہاتھ دھوئے گا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول اعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی یہ ضرورۃً معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کرے گا تو پانی کُل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ (۲) بیان اس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علماء کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور قابل وضو و غسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اتنا مستعمل ہوا جس قدر اُس پارہ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اُس عضو کی محاذات میں ہے اور اُس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یوں ہی وہ تمام پانی کہ اُس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہے اُس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا کولی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہے گا کہ ظاہر ہے جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اُس سے نیچے رہا وہ اس حصے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب (۳) غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابلِ وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابلِ وضو ہے کہ مستعمل نا مستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کرکے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اُتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ رہا اُس پر غالب ہے اور فریقِ اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اس کے بعض سے ملنا کُل سے ملنا ہے لہٰذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کُل مٹکا مستعمل ہو جائے گا۔ یہ دو قول ہیں اور فریقِ اول ہی کا قول احتیاط ہے بہر حال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے۔

(۳) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا۔

(۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصدِ وضو کیا۔

(۵) حائض و نفساء کو جب تک حیض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر انہیں (۴) مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کرکے کچھ دیر یادِ الٰہی کرلیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ انہوں نے یہ وضو کیا۔

(۶) پاک آدمی نے ادائے سنّت کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اوراوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا۔

(۷) باوضو(۱) نے کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنّت ہاتھ دھوئے یا کُلّی کی۔

(۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کُلّی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا۔

(۹) کچھ اعضا دھو لئے تھے خشک ہوگئے سنت موالات کی نیت سے انہیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہوجائے گا اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی(۲) میت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہے **کما فی الدر وغیرہ۔**

(۱۰) میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلابلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اُس نے بھی اسقاط واجب کیا۔

اقول ولہٰذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہا نہ مکلّف کا کہ میت مکلّف نہیں۔ اور تطہیر لازم تھی کہا نہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمّے پر نہیں احیا پر لازم ہے۔

(۱۱) یوں ہی غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آبِ مستعمل ہوگا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہوگیا مگر غسلِ میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے۔

اقول ولہٰذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا۔

(۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرادے اُس نے بے نیت ثواب اُس کے اعضائے وضو دھو دیئے پانی مستعمل ہوگیا کہ جب اس کے امر سے ہے اور اس کی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائے گا **الا تری انہ لوفعل ذلك محدث ونوی فقد اتی بالمامور بہ مع ان امر فاغسلوا وامسحوا انما کان علیہ** (جیسا کہ اگر بے وضو ایسا کرے اور نیت کرے تو مامور بہ کو بجالانے والا ہوگا جو فاغسلوا وامسحوا سے اس پر لازم تھا۔ ت)

(۱۳) باوضو(۳) آدمی نے اعضاء ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضوبے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت۔

(۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین [۳] بار دھو چکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلاوجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلافِ ادب ہے۔

(۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو[۲] بار دھویا یا تین[۳] باریوں تیقن تثلیث کیلئے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہوجائے گا

اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو۔

(۱۶) جسے حاجتِ غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی۔

(۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنّت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث وقربت نہیں۔

(۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن وللہذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصودا لغیرہ کالوضوء (فعل فی نفسہ مطلوب فے الشرع ہے اگرچہ مقصود لغیرہ ہو جیسے وضو ہے۔ت)

(۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا۔

(۲۰ و۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچّے کو نہلایا اور ان کے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کُتّا بھی جبکہ پانی اُن کے لعاب سے جُدا رہا اگرچہ نہلانا ان کے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا۔

اقول: کپڑا بر تن جانور اور ان کے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچّوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں انہیں بلکہ ہر مسلمان وجاندار کو نفع وآرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اُس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہو سکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذاتِ خود قربت ومطلوب شرع ہو۔

(۲۲) حائض ونُفساء نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جس کی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا۔ اقول وللہذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی۔

(۲۳) ناسمجھ بچّے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھ کر بطور نقل وحکایت افعال وضو نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث۔

(۲۴) وضو کرنے میں پانی کو جب تک اُسی عضو پر بہہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائے گا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اُس عضو سے جُدا ہوگا اس وقت مستعمل کہا جائے گا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً (۱) منہ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کے مُنہ سے جُدا ہو کر آیا کلائی پر بہا لیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مُنہ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہوگیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اُن کے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائے گا۔

(۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائے گانہ کہ مستعمل۔

(۲۶) اقول: ہم نے پانی کو مطلق رکھااور خود رفع نجاست حکمیہ واقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے مائے مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسّی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل نہ ہونگے ان سے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہوں۔

(۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کردیا کہ اُن سے وضو کرے تو مستعمل نہ ہوں گے اگرچہ بے وضو ہو اگرچہ جُنب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ (۱) غیر آب نجاست حکمیہ سے اصلا تطہیر نہیں کرسکتا۔

تنبیہ: اگر کہیے ۲۶ و ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہیں ہوجاتی صرف نجاست حکمیہ دور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیاء میں پہلے بھی نہ تھی تو ان کو مستعمل نہ ماننے کا کیا فائدہ ہوا۔ اقول اول تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے ان کی طہارت متفق علیہ رہے گی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے۔

ثانیاً: مستعمل (۲) اگرچہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد میں اُس کا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیاء کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس (۳) گلاب سے کسی نے وضو کیا اُسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا۔

بالجملہ یہ وہ نفیس و جلیل جامع ومانع وشافی ونافع تعریف مائے مستعمل ہے کہ بفضلِ الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئے **وللہ الحمد**۔ سہولتِ حفظ کیلئے فقیر اسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو وعافیت کی طمع رکھتا ہے ؎

[1]مائے مستعمل کہ طاہر نامطہر وصف اوست	جامع ومانع حد او از رضا دو حرف شد
مطلقے کو واجب شستن زحدثے کاست یا	بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد
راکدے عـــہ کاینسان جدا شد از بدن مستعمل ست	لیک نزد بعض چوں قائم بجا یا ظرف شد

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفاصیل آگئیں جو یہاں تک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائے گا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علماء اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں **وباللہ التوفیق**۔ تنویر الابصار ودُرمختار و ردالمحتار میں ہے:

لایجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو	وضو اُس پانی سے جائز نہیں جس کو بطور ثواب استعمال کیا گیا ہو۔

[1] ترجمہ: مستعمل پانی جو کہ خود پاک ہوتا ہے اور دوسرے کو پاک نہیں کرتا رضا سے اس کی جامع مانع تعریف دو باتوں میں ہوئی * جس سے مطلقاً حدث زائل ہوا ہو یا قربت مقصودہ کی نیت سے بدن پر استعمال ہوا ہو قلیل پانی جب بدن سے جُدا ہوا تو مستعمل ہو جائیگا لیکن بعض کے نزدیک بدن سے جُدا ہو کر کسی جگہ یا ظرف میں اس کا قرار ضروری ہے۔

عـــہ: راکد بمعنے غیر جاری یعنی آبِ قلیل کہ دَہ در دَہ نباشد ۱۲ (م)

من ممیز[1] (اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة وظاهره انه لولم یرد به ذلك لم یصر مستعملا[2]) اوحائض لعادة عبادة[3] (قال فی النهر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملا لانه یستحب لها الوضوء لکل فریضة وان تجلس فی مصلاها قدرها کیلا تنسی عادتها وینبغی ان لو توضأت لتهجد عادی اوصلاة ضحی ان یصیر مستعملا اھ واقره الرملی وغیره ووجهه ظاهر فلذا جزم به الشارح فاطلق العبادة تبعا لجامع الفتاوٰی[4]) اوغسل میت[5] وکون غسالته مستعملة هو الاصح بحر **اقول**: قول العامة واعتمده البدائع ان نجاسة المیت نجاسة خبث لانه حیوان دموی ویجوز عطفه علی ممیز ای ولو من اجل غسل میت لانه یندب الوضوء من غسل المیت[6] اوید لاکل اومنه بنیة السنة[7] قید به فی البحر اخذا من قول المحیط لانه اقام به قربة لانه سنة اھ فی النهر وعلیه ینبغی اشتراطه فی کل

اگرچہ اس بچّے نے استعمال کیا ہے جس میں شعور پیدا ہوچکا ہو۔ (جبکہ وضو کیا کہ اس سے اس کا ارادہ پاکی حاصل کرنے کا تھا کما فی الخانیہ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر اس سے طہارت کا ارادہ نہ کیا تو مستعمل نہ ہوگا) یا حائض عبادت کی عادت کی وجہ سے، (نہر میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا حائض کے وضو سے مستعمل ہوجائے گا کہ اس کیلئے ہر فرض کیلئے وضو مستحب ہے اور یہ کہ نماز کی مقدار میں اپنے مصلّی پر بیٹھے تاکہ نماز کی عادت نہ ختم ہوجائے اور اگر تہجد یا نماز چاشت کیلئے اُس نے وضو کیا تو چاہئے کہ وہ پانی مستعمل ہوجائے اھ رَملی وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا، اور اس کی وجہ ظاہر ہے، اس لئے اس پر شارح نے جزم کیا اور عبادت کو مطلق رکھا، جامع الفتاوٰی کی متابعت میں) یا میت کو غسل دیا اور اس غسل کے مستعمل پانی کا مستعمل ہونا ہی اصح ہے بحر،
میں کہتا ہوں عام فقہاء کا قول یہی ہے، اس پر بدائع نے اعتماد کیا کہ میت کی نجاست خُبث کی نجاست ہے، کیونکہ میت خون والا جانور ہے، اور اس کا

[1] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۵
[3] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[4] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۵
[5] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[6] ردالمحتار باب المیاہ مصر ۱/۱۴۵
[7] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

سنة کغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فیه حتی لولم یکن جنباً وقصد بغسل الفم و الانف مجرد التنظیف لااقامة القربة لایصیر مستعملا[1]) اولرفع حدث کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبردا وتعلیم اولطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا[2](اورد ان تعلیم الوضوء قربة واجاب البحر وتبعه النهر وغیرہ ان التوضی نفسه لیس قربة بل التعلیم وهو خارج عنه ولذا یحصل بالقول[3])کزیادة علی الثلث بلانیة قربة[4](ان اراد الزیادة علی الوضوء الاول وفیه اختلاف المشائخ اما لواراد بها ابتداء الوضوء صار مستعملا بدائع ای اذا کان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لکان بدعة کما مر فلا یصیر مستعملا وهذا ایضاً اذا اختلف المجلس والا فلا لانه مکروہ بحر لکن قدمنا ان المکروہ تکرارہ فی مجلس مرارا عـــه[5]) وکغسل نحو فخذ[6](مما لیس من اعضاء الوضوء وهو

عطف ممیّز پر جائز ہے یعنی "اگرچہ میت کے غسل کی وجہ سے ہو کیونکہ میت کو نہلانے کے بعد وضو کرلینا مندوب ہے، یا ہاتھ دھونا کھانے کیلئے یااس سے بہ نیت سنت (بحر میں یہ قید محیط کے قول سے لے کر لگائی ہے کیونکہ اُس نے اس سے عبادت ادا کی ہےاس لئے کہ وہ سنت ہے اھاور نہر میں ہے کہ اس بناپر یہ شرط لگانی چاہئے ہر سنّت میں جیسے منہ کا دھونا یا ناک میں پانی ڈالنا،اھ رملی نے کہاکہ اس میں کوئی تردد نہیں حتی کہ اگر وہ جُنب نہ ہو اور منہ اور ناک کے دھونے سے محض صفائی کاارادہ کرے نہ کہ قربت کی ادائیگی کا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یاحدث کو رفع کرنے کیلئے جیسے بے وضو کا وضو کرنا خواہ ٹھنڈک کے حصول کیلئے ہو، تو اگر کسی باوضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، سکھانے کیلئے، یا ہاتھوں کی مٹی چھڑانے کیلئے وضو کیا تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، بالاتفاق (اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ وضو کرنے کی تعلیم دینا بجائے خود عبادت ہے؟ بحر نے اس کا جواب دیا جس کو نہروغیرہ نے بھی پسند

عـــه قد قدمنا التحقیق فی کل ذلك فی بارق النور فتذکرہ اھ منه قدس سرہ۔

ہم نے اس کی تحقیق بارق النور میں پہلے بیان کردی ہے اس کو یاد کرلے اھ (ت)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[2] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷)

[3] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[4] الدرالمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[5] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[6] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

محدث لاجنب[1])او ثوب طاھر[2](ونحوہ من الجامدات کقدور وثمار قھستانی[3])اودابۃ تؤکل [4] (بحر عن المبتغی قال سیدی عبدالغنی وغیرھا کذلك لاتنجس الماء ولا تسلب طھوریتہ کحمار و فارۃ وسباع بھائم لم یصل الماء الی فمھا اھ وذکر الرحمتی نحوہ[5])اولا سقاط فرض بان یغسل بعض اعضائہ [6]التی یجب غسلھا احترازا عن غسل المحدث نحوا لفخذ [7]اویدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ[8](بل لتبرد اوغسل ید من طین اوعجین فلو قصد الاغتراف ونحوہ کاستخراج کوزلم یصر مستعملا للضرورۃ[9])فانہ یصیر مستعملا اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر فی شیئ علی المذھب وقیل اذا استقر [10](فی مکان من ارض اوکف اوثوب ویسکن عن التحرك وھذا قول طائفۃ من مشائخ بلخ واختارہ فخر الاسلام وغیرہ،وفی الخلاصۃ وغیرھا انہ المختار الا ان العامۃ علی الاول وھو الاصح واثر الخلاف یظھر

کیا کہ وضو خود قربت نہیں ہے،ہاں تعلیم قربت ہے اور تعلیم وضو سے الگ شے ہے اس لئے تعلیم صرف قول سے بھی ہو جاتی ہے) جیسے تین مرتبہ سے زائد اعضاء وضو کا بلانیت قربت دھونا،(یہ اُس وقت ہے جب اُس کا ارادہ یہ ہو کہ پہلے وضو پر زیادتی کی جائے اوراس میں مشائخ کا اختلاف ہے،اور اگراس سے وضو کی ابتداء مراد ہو تو اس طرح پانی مستعمل ہوجائے گا،بدائع،یعنی جبکہ پہلے وضو سے فراغت کے بعد ہو ورنہ بدعت ہوگا جیسا کہ گزرا تو مستعمل نہ ہوگا،اور یہ بھی اس وقت ہے جبکہ مجلس مختلف ہو ورنہ نہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے،بحر۔لیکن ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مکروہ اس کا ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ تکرار ہے)اور جیسے ران کا دھونا(جو اعضائے وضو سے نہیں ہے حالانکہ وہ بے وضو ہو نہ کہ جنب ہو) یا پاک کپڑا(اور اسی کی مثل خشک اشیاء جیسے ہانڈیاں اور پھل،قہستانی) یا وہ چوپایہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہو،(بحر نے اس کو مبتغی سے روایت کیا،سیدی عبدالغنی وغیرہ نے کہا اور اسکے علاوہ بھی پانی ناپاک نہیں کرتے ہیں اور اُس کے پاک کرنے کی صفت کو اُس سے

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[2] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[4] در مختار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[5] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[6] در مختار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[7] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷
[8] در مختار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶)
[9] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[10] در مختار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

فیما لو انفصل فسقط علی انسان فأجراہ علیه صح علی الثانی لاالاول نهر وقدمران اعضاء الغسل کعضو واحد فلو انفصل منه فسقط علی عضو اٰخر من اعضاء الغسل فأجراہ علیه صح علی القولین[1] اھ ملتقطاوفی الهندیة عن التاتارخانیة لوتوضاء بالخل اوماء الورد لایصیر مستعملا عندالکل[2] اھ	سلب نہیں کرتے ہیں، جیسا گدھا، چوہا، اور چوپایوں میں سے درندے جبکہ پانی ان کے منہ تک نہ پہنچے اھ اور رحمتی نے ایسا ہی ذکر کیا) (یا کسی فرض کو ساقط کرنے کیلئے مثلاً یہ کہ کسی عضو کو دھوئے) (اُن اعضاء میں سے جن کا دھونا لازم ہے، یہ بے وضو شخص کے اپنی ران وغیرہ کو دھونے سے احتراز ہے) یا اپنا ہاتھ یا پیر کسی گڑھے میں ڈالے، اُس سے چُلّو وغیرہ نہ بھرے،

(بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے یا ہاتھوں کو مٹی سے یا آٹے سے صاف کرنا مقصود، تو اگر چلّو بھرنے کا ارادہ کیا جیسے پانی سے لوٹا نکالنے کیلئے ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورتاً ہے) کیونکہ پانی مستعمل اُس وقت ہوگا جبکہ عضو سے جُدا ہو، اگرچہ کسی چیز پر نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جبکہ کسی جگہ پر ٹھہرے، (زمین پر یا ہاتھ پر یا کپڑے پر، اور حرکت کے بعد اس میں سکون پیدا ہوچکا ہو، یہ بلخ کے مشائخ میں سے بعض کا قول ہے اس کو فخر الاسلام وغیرہ نے پسند کیا ہے، اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، مگر عام علماء پہلے قول پر ہی ہیں اور وہی اصح ہے، اس اختلاف کا اثر اُس صورت میں ہوگا جبکہ پانی جدا ہو کر کسی انسان پر گرے اور وہ اس کو اپنے اوپر جاری کرے تو دوسرے قول پر صحیح ہے نہ کہ پہلے پر، نہر۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اعضاء غسل ایک عضو کی طرح ہیں، تو اگر اُس سے پانی جُدا ہو کر اعضاءِ غسل پر گرا اور اُس نے وہ اُن پر جاری کرلیا تو دونوں اقوال کے مطابق صحیح ہوگا اھ ملتقطا، اور ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر سرکہ سے یا گلاب کے عرق سے وضو کیا تو سب کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت

تنبیه: قال(۱) فی المنیة بعدما عرف المستعمل بماء ازیل به حدث اواستعمل فی البدن علی وجه القربة مانصه امرأة غسلت القدر او القصاع لایصیر الماء مستعملا[3] اھ۔	**تنبیہ:** مُنیہ میں ماءِ مستعمل کی تعریف میں کہا کہ "وہ پانی جس سے کوئی حَدَث زائل کیا گیا ہو یا بدن پر قُربت کے طور پر استعمال کیا گیا ہو، پھر فرمایا کہ اگر کسی عورت نے ہانڈی یا بڑا پیالہ دھویا تو پانی مستعمل نہ ہوگا اھ۔ ت

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷
[2] ہندیۃ فیمالایجوزبہ الوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳
[3] منیۃ المصلی فی النجاسۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص۱۰۸

اقول: وھو کما تری مطلق یشمل ماذا نوت به اقامة سنة لاجرم ان قال فی الغنیة قوله فی البدن احتراز عما اذا استعمل فی غیرہ من ثوب ونحوہ بنیة القربة فانه لایصیر مستعملا ویتفرع علی ماذکرنا امرأة غسلت القدر اوالقصاع [1]الخ لکن قال فی الحلیة اما القدر والقصاع ونحوھما من الاعیان الطاھرات کالبقول والثمار والثیاب والاحجار فلان الجمادات لا یلحقھا حکم العبادة امالو نوت بذلك قربة بان غسلتھما من الطعام بقصد اقامة السنة کان ذلك الماء مستعملا [2] اھ **اقول اولا:** فیه (۱)بعد ولم یعزہ لاحد وقد قید فی مختصر القدوری والھدایة والمنیة وغیرھا الاستعمال لقربة بکونه فی البدن واقر علیه ھذا المحقق ومفاھیم الکتب حجة ولذا جعله فی الغنیة احترازاً ومثله فی الجوھرة النیرة حیث قال قوله فی البدن قید به لانه ماکان من غسالة الجمادات کالقدور والقصاع والحجارة لایکون مستعملا [3]الخ**وثانیا:**(۲)تراھم عن اخرھم یرسلون مسائل الاستعمال فی غیر

میں کہتا ہوں یہ مطلق ہے اس میں یہ صورت بھی شامل ہے جبکہ اُس عورت نے اس دھونے سے سنّت کی ادائیگی کا ارادہ کیا ہو،غنیہ میں کہا کہ اُن کا قول"فی البدن"اس صورت سے احتراز ہے جب کپڑے وغیرہ میں استعمال کیا ہو بہ نیت"**قُربة**"تو وہ مستعمل نہ ہوگا،اور جو ہم نے ذکر کیا اُس پر یہ تفریع ہوگی کہ کسی عورت نے ہانڈی یا پیالے دھوئے الخ مگر حلیہ میں فرمایا"بہرحال ہانڈی پیالے وغیرہ یعنی پاک اشیا جیسے سبزیاں، پھل، کپڑے، پتھّر،تو اس لئے کہ جمادات پر عبادات کا حکم جاری نہیں ہوتا ہے،اگر ان کے ساتھ قربت کاارادہ کیا یعنی کھانا لگ جانے کے بعد ان کو بطور سنّت دھویا تو یہ پانی مستعمل ہوجائے گااھ(ت)

میں کہتا ہوں اوّلاً: اس میں بُعد ہے اس کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے ہدایہ، مختصر قدوری اور منیہ وغیرہ میں قُربت کے استعمال کو بدن میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے،اور اس محقق نے اسے برقرار رکھا ہے اور کتابوں کے مفاہیم ہمارے لئے حجت ہیں،اور اس لئے غنیہ میں اس کو قید احترازی قرار دیا ہے،اسی کی مثل جوہرہ نیرہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ان کا قول"فی البدن"کیونکہ جمادات کا دھوون جیسے ہانڈیاں،پیالے، پتھر کا دھوون، مستعمل نہ ہوگا الخ

[1] غنیۃالمستملی فی النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۳
[2] حلیہ
[3] الجوہرۃالنیرۃ الطہارت امدادیہ ملتان ۱۶/۱

بدن الانسان ارسالا تاما غیر جانحین الی تقییدها بعدم نیة القربة(۱) کمسألة غسل الدابة المذکورة فی المبتغی والفتح والبحر والدر و التتارخانیة وغیرها ومسألة القدور والقصاع هذه وغیرها فاطباقهم علی اطلاقها یؤذن باتفاقهم علی تقییدها ببدن الانسان فان کل ذلك یحتمل نیة القربة کغسل ثوب ابویه من الوسخ والثمار من الغبار لاکلهما واحجار فرش المسجد للتنظیف الی غیر ذلك فما من مباح الا ویمکن جعله قربة بنیة محمودة کم لایخفی علی عالم علم النیات

وثالثًا: (۲) هذاالتقیید هو القضیة للدلیل (۳) الذی جعل به اقامة القربة مغیر الماء عن وصف الطهوریة اعنی حمله الأثام من البدن المستعمل فیه فی الهدایة قال محمد رحمه الله تعالٰی لایصیر مستعملا الاباقامة القربة لان الاستعمال بانتقال نجاسة الأثام الیه وانها تزول بالقرب وابو یوسف رحمه الله تعالٰی یقول اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین [1] اھ وفی العنایة التغیر عندهما (ای تغیر الماء وتدنسه عندالشیخین رضی الله تعالٰی عنهما) انما یکون بزوال نجاسة حکمیة عن المحل

ثانیًا: فقہاء سب کے سب غیر انسان کے بدن میں استعمال کے مسائل کو مطلق رکھتے ہیں عدمِ نیتِ قربت کی قید نہیں لگا تے ہیں، جیسے گھوڑے کو غسل دینے کا مسئلہ جس کا ذکر مبتغی، فتح، بحر، دُرّ اور تتارخانیہ وغیرہ میں ہے اور کپڑے اور پتھروں کا مسئلہ ـــــــ پھلوں کا مسئلہ، ہانڈیوں اور پیالوں کا مسئلہ وغیرہا تو اُن تمام فقہا کا ان کو مطلق رکھنے پر اتفاق کرلینا اس امر کی علامت ہے کہ وہ سب کے سب اس کو بدنِ انسانی کے ساتھ مقید کرنے پر متفق ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نیتِ قربت کا احتمال رکھتا ہے، جیسے اپنے والدین کے میلے کپڑوں کا دھونا، اور والدین کے کھلانے کیلئے پھلوں کا دھونا، اور مسجد کے فرش کا صفائی کیلئے دھونا وغیرہ تو ہر مباح کا نیت محمودہ سے قربت کرلینا ممکن ہے، اور نیتوں کا جاننے والا اِسے خوب جانتا ہے۔

ثالثًا: یہ قید لگانا ہی دلیل کا تقاضا ہے جس کی وجہ سے قربت کی ادائیگی کو پانی کے وصف کو طہوریت سے متغیر کردینے والا قرار دیا تھا، یعنی اُس کا بدن سے گناہوں کا دُور کردینا۔ ہدایہ میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا پانی قربت کی ادائیگی سے ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ استعمال کی وجہ گناہوں کا اُس کی طرف منتقل ہونا ہے، اور یہ چیز قُربت کی ادائیگی سے ہی ہوتی ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اسقاطِ فرض بھی اس میں مؤثّر ہے تو

وانتقالها الی الماء وقد انتقلت الی الماء فی الحالین (ای حال اقامة القربة وحال اسقاط الواجب (کما تقدم من

دونوں صورتوں میں فساد ثابت ہوجائے گا اھ اور عنایہ میں ہے کہ تغیر اُن دونوں کے نزدیک (یعنی پانی کا بدلنا اور اُس کا

[1] الهدایة باب الماء الذی یجوزبه الوضوء المکتبة العربیة کراچی ۱/۲۲)

اعتبارھا بالنجاسة الحقیقیة فیثبت فساد الماء بالامرین جمیعا [1] اھ موضحا. ومثلہ فی البحر عن المحیط حیث قال تغیر الماء عند محمد باعتبار اقامة القربة بہ وعندھما باعتبار انہ تحول الیہ نجاسة حکمیة وفی الحالین تحول الی الماء نجاسة حکمیة فاوجب تغیرہ [2] اھ وفی التبیین سببہ اقامة القربة اوازالة الحدث بہ عند ابی حنیفة وابی یوسف وعند محمد رضی اللہ تعالٰی عنھم اقامة القربة لاغیر والاول اصح لان الاستعمال بانتقال نجاسة الحدث اونجاسة الاٰثام الیہ [3] اھ وقال فی الکافی سؤر الکلب نجس لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغسل الاناء من ولوغ الکلب ثلثا لایقال جاز ان یؤمر بالغسل تعبدا کما امر المحدث بالوضوء لان الغسل تعبدالم یشرع الا فی طھارة الصلاة فانہ یقع للہ تعالٰی عبادة والجمادات لایلحقھا حکم العبادات لانھا باعتبار نجاسة الاٰثام والجمادات لیست باھل لھا لایقال (۱) الحجر

میلا ہونا شیخین رضی اللہ عنہما کے نزدیک (نجاست حکمیہ کا محل سے زائل ہو کر پانی کی طرف منتقل ہونے کے باعث ہوگا، اور یہ نجاست دونوں صورتوں میں ہی پانی کی طرف منتقل ہوئی ہے) قربۃ کی ادائیگی اور اسقاط فرض دونوں صورتوں میں) جیسا کہ گزرا کہ اس کو نجاست حقیقیہ پر قیاس کیا گیا ہے، تو پانی کا فساد دونوں صورتوں میں ثابت ہوجائے گا اھ اسی قسم کی بات بحر میں محیط سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں پانی کا تغیر امام محمد کے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ قُربت اُس سے ادا کی گئی ہے، اور شیخین کے نزدیک اس لئے ہے کہ پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوئی ہے اور دونوں حالتوں ہی میں پانی کی طرف نجاست حکمیہ منتقل ہوئی ہے اس لئے پانی متغیر ہوجائے گا اھ اور تبیین میں ہے اس کا سبب قُربۃ کا قائم کرنا ہے اور اُس سے حَدَث کا زائل کرنا ہے یہ شیخین کے نزدیک ہے، اور امام محمد کے نزدیک صرف قُربت کا ادا کرنا ہے، اور اول اصحّ ہے کیونکہ استعمال کا باعث یہ ہے کہ حَدَث کی نجاست اُس کی طرف منتقل ہوئی ہے یا گناہوں کی نجاست اس کی طرف منتقل ہوئی ہے اھ اور کافی میں ہے کہ کُتّے کا جھُوٹا نجس ہے کیونکہ

[1] العنایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۷۸/۱
[2] بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۱/۱)
[3] تبیین الحقائق الماء المستعمل بولاق مصر ۲۴/۱)

الذی استعمل فی رمی الجمار یغسل ویرمی ثانیا لاقامة القربة به لان الحجر الة الرمی وقد تتغیر الالة بنقل نجاسة الاٰثام الیها کمال الزکٰوة والماء المستعمل [1] اھ باختصار۔	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس برتن کو کُتّا لے اس چاٹ کو تین مرتبہ دھویا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بھی تو جائز ہے کہ غسل کا حکم تعبّداً دیا جائے جیسے بے وضو کو وضو کا حکم دیا گیا، **تو اس کا جواب** یہ ہے کہ غسل تعبّداً صرف نماز کی طہارت کیلئے مشروع ہوا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت ہے، اور جمادات کو عبادات کا حکم نہیں ہے، کیونکہ وہ گناہوں کی نجاست کی وجہ سے ہے، اور جمادات گناہوں کے اہل نہیں ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ پتھر جو رمی جمرات میں استعمال ہوا ہو اس کو دھو کر دوبارہ اُسی سے قربت کی ادائیگی کیلئے رمی کی جائے تو کیا حکم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پتھر آلہ رمی ہے اور آلہ اس کی طرف گناہوں کے منتقل ہونے کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے جیسے زکوۃ کا مال اور مستعمل پانی اھ باختصار۔

اقول: وبما حثنا هذه ظهر وللّٰه الحمد ان مطلق الوقایة والنقایة والکنز والغرر والاصلاح والملتقی والتنویر محمول علی مقید الکتاب والهدایة والمنیة ومما یؤیده اطباقهم علی اشتراط الانفصال عن العضو للحکم بالاستعمال وانما(۱) وقع المقال فی اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطه بعض المشائخ وبه جزم فی الکنز مخالفا لکا فیه واختاره الامام فخرالاسلام وغیره فی شروح الجامع الصغیر وهو مذهب الامام ابی حفص الکبیر والامام ظهیر الدین المرغینانی وقال فی الخلاصة هو المختار ورجحه الاتقانی فی غایة البیان زاعماان فی عدم اشتراطه حرجا کما بینه مع جوابه فی البحر والمذهب	**الحمدللہ** ہماری ان بحثوں سے معلوم ہوا کہ وقایہ، نقایہ، کنز، غُرر، اصلاح، ملتقی اور تنویر کا اطلاق کتاب (قدوری) ہدایہ اور منیہ کے مقید پر محمول ہے، اور اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ان کا اتفاق ہے کہ پانی کا عضو سے جُدا ہونا اس کے مستعمل ہونے کیلئے شرط ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ انفصال کے بعد قرار کی شرط ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ نے اس کی شرط رکھی ہے اور اسی پر کنز میں جزم کیا ہے جو اسکی اپنی کافی کے خلاف ہے، اور اس کو امام فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شروح میں مختار قرار دیا ہے، اور یہی ابو حفص کبیر اور امام ظہیر الدین مرغینانی کا مذہب ہے، اور خلاصہ میں اسی کو مختار قرار دیا ہے، اور غایۃ البیان میں علامہ اتقانی نے اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کو شرط نہ کرنے میں حرج ہے

[1] کافی

عندنا هو حكم الاستعمال بمجرد الانفصال و صححه فی الهداية وكثير من الكتب واعتمده فی الكافی وضعف خلافه وعليه المحققون كما فی الفتح والعامة كما فی البحر بل فی المحيط ان القائل باشتراط الاستقرار الامام سفيٰن الثوری رحمه الله تعالٰی دون اهل المذهب وقد تكفل فی الفتح والبحر برد ماتعلقوا به واشار اليه فی الدر وبالجملة المذكور فی كلام الفريقين هو الانفصال عن العضو المؤذن بان المراداستعماله فی البدن لاغير والله تعالٰی اعلم.

جیسا کہ انہوں نے اس کو بیان کیا اور اس کا جواب بھی بحر میں دیا، اور ہمارے نزدیک پانی عضو سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جاتا ہے، اسی کو ہدایہ میں صحیح کہا ہے، اور کافی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے خلاف کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اسی پر محققین ہیں جیسا کہ فتح میں اور عام کتب میں ہے کما فی البحر، بلکہ محیط میں ہے کہ استقرار کی شرط کے قائل امام سفیان ثوری ہیں، اہل مذہب نہیں ہیں اور فتح اور بحر میں اِن کے دلائل کا رد کیا ہے اور دُر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ فریقین کے کلام میں مذکور عضو سے منفصل ہونا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مراد اس کا بدن ہی میں استعمال ہے فقط نہ کہ اسکے غیر میں واللہ تعالٰی اعلم

ورابعا:(۱)محل نظر كون غسل الاوانی بالماء لمجرد اثر الطعام قربة مطلوب بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق و(۲)الاول اقرب الی التواضع والتأدب بأداب السنة.فاخرج عـه الامام مسلم فی صحيحه عن جابر رضی الله تعالٰی عنه

رابعًا: محلِ نظر یہ امر ہے کہ برتنوں کو محض اس لئے دھونا کہ اُن پر کھانے کا اثر ہے یہی قُربت مطلوبہ ہے بلکہ مطلوب صفائی ہے جو کبھی چاٹ کر بھی کپڑے سے

عـــه: ترجمہ واحادیث(۱) صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انگلیاں اور رکابی چاٹنے کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے تمہیں کیا معلوم کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے یعنی شاید اسی حصے میں ہو جو انگلیوں یا برتن میں لگا رہ گیا ہے۔ امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ نقل کئے "اور وہ برتن اس کے لئے دعا کرے گا" (۲) مسلم واحمد وابوداؤد وترمذی ونسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھا کر پیالہ خوب صاف کر دینے کا حکم فرمایا کہ تم کیا جانو کہ تمھارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔(۳) احمد وترمذی وابن ماجہ نے نبیشۃ الخیر الہذلی سے روای کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی پیالے میں کھانا کھا کر زبان سے اسے صاف کر دے وہ پیالہ اس کیلئے دعائے مغفرت کرے گا۔(۴) امام حکیم ترمذی اسی مضمون میں حضرت انس سے راوی کہ فرمایا اور وہ برتن اس پر درود (باقی اگلے صفحہ پر)

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة وقال انکم لاتدرون فی ایہ البرکة[1] ولہ کاحمد وابی داؤد والترمذی والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصعة قال فانکم لاتدرون فی ای طعامکم البرکة[2] و للامام احمد والترمذی وابن ماجة عن نبیشة الخیر الھذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اکل فی قصعة ثم لحسھا استغفرت لھا	اور کبھی ماء مطلق کے غیر سے حاصل ہوجاتی ہے اور پہلا اقرب الی التواضع ہے اور اس میں اتباع سنت بھی ہے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلیاں چاٹنے اور برتن چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ کس چیز میں برکت ہوگی! اور امام مسلم، احمد، ابوداود، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس سے مرفوعا روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برتن صاف کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا تم کو پتا نہیں کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ امام احمد، ترمذی اور

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) بھیجے دیلمی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ پیالہ یوں کہے الٰہی! اسے آتش دوزخ سے بچا جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے بچایا یعنی برتن سنا ہوا چھوڑ دیں تو شیطان اسے چاٹتا ہے۔

(۵) حاکم اور ابن حبّان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے شعب میں جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت کیا، آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو نہ اٹھائے تاوقتیکہ اس کو خود چاٹ لے یا دوسرے کو چاٹنے دے کیونکہ کھانے کے آخر میں برکت ہے۔

(۶) مسند حسن بن سفیان میں والد رائطہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس پیالے بھر کھانا تصدق کروں یعنی چاٹنے میں جو تواضع ہے اس کا ثواب اس تصدق کے ثواب سے زیادہ ہے۔

(۷) معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالٰی دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھرے۔ یعنی دنیا میں فقر وفاقہ سے بچے قیامت کی بھُوک سے محفوظ رہے دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا اُس میں وہ کھانا ہے کہ لایسمن ولا یغنی من جوع نہ فربہی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے والعیاذ باللہ۔)

[1] صحیح لمسلم استحباب لعق الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۷۵

[2] صحیح لمسلم استحباب لعق الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۶

القصعة [1]زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی الله تعالٰی عنه وصلت علیه [2]د الدیلمی عنه فتقول اللهم اعتقه من النار کما اعتقنی من الشیطان [3]والحاکم وابن حبان فی صحیحیهما والبیهقی فی الشعب عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما فی حدیث یرفعه الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایرفع القصعة حتی یلعقها اویلعقها فان فی اٰخر الطعام البرکة [4]۔وللحسن بن سفیٰن عن رائطة عن ابیها رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لان العق القصعة احب الی من ان اتصدق بمثلها طعاما [5]وللطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من لعق الصحفة ولعق اصابعه اشبعه الله تعالٰی فی الدنیا والاخرة [6]وخصوص الغسل بالماء من الامور العادیة الشائعة بین المؤمنین والکفار فاذا نوی شرط "سنة التنظیف؏ ای التنظیف لانه سنة

ابن ماجہ نے نبیشۃ الخیر الہذلی سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اس کو چاٹا تو وہ پیالہ اس کیلئے استغفار کرے گا۔امام حکیم ترمذی نے حضرت انس سے یہ لفظ نقل کئے"اور وہ برتن اس کے لئے دعا کرے گا"اور دیلمی نے اُن سے روایت کی کہ وہ پیالہ کہے گا یا اللہ اس کو نارِ جہنم سے آزاد فرما جس طرح اس نے مجھ کو شیطان سے چھٹکارا دلایا ہے،حاکم وابن حبّان و بیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رواں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر برتن نہ اٹھائے جب تک اسے خود چاٹ نہ لے یا(مثلاً کسی بچے یا خادم کو)چٹادے کہ کھانے کے پچھلے حصہ میں برکت ہے۔اور حسن بن سفیان رائطہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے نزدیک پیالہ کا چاٹ لینا اس کی مقدار میں کھانے کے صدقہ کرنے سے افضل ہے،اور طبرانی نے کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جس نے پلیٹ کو چاٹا اور انگلیوں کو چاٹا اللہ اس کو دینا اور آخرت میں شکم سیر فرمائے گا۔اور پانی کی

؏ یرید ان الاضافة بیانیة لالامیة لیصیر الغسل سنة فی هذا التنظیف بل المعنی نوی سنة هو التنظیف ای نوی التنظیف لکونه سنة اهمنه(م)

اضافت بیانیہ مراد ہے لامیہ نہیں تاکہ اس تنظیف میں دھونا سنّت بن جائے بلکہ معنی یہ ہے کہ سنّت کی نیت کی اور وہ تنظیف ہے یعنی تنظیف کی نیت کی کیونکہ وہ سنّت ہے اھ(ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن نبیشۃ بیروت ۷۶/۵

[2] کنزالعمال اداب الاکل مکتبہ التراث حلب ۲۵۳/۱۵

[3] کنزالعمال،اداب الاکل،مکتبہ التراث حلب ۲۵۳/۱۵

[4] صحیح ابن حبان اداب الاکل،مکتبہ التراث حلب اثریہ سانگلہ ہل ۳۳۵/۸

[5] کنزالعمال اداب الاکل،مکتبہ التراث حلب ۲۷/۵

[6] مجمع الزوائد باب العق الصحفہ والاصابع بیروت ۲۷/۵

ادخله بنيته تحت عام محمود فكان كمتوضيئ توضأ للتعليم۔

ثم **اقول** تحقيق(۱) المقام على ما علمنى الملك العلام ان(۲) ليس كل ما جُعل قربة مغيرا للماء عن الطهورية بل يجب ان يكون الفعل المخصوص الذى يحصل بالماء اولا وبالذات قربة مطلوبة فى الشرع بخصوصه ومرجعه الى ان تكون القربة المطلوبة عينا لاتقوم الا بالماء اذلو جاز ان تحصل بدونه لكان لتحققها موارد منها مايحصل بالماء ومنها غيره فما يحصل بالماء اولا وبالذات لايكون مطلوبا بعينه بل محصلا لمطلوب بعينه فيتحصل ان يكون نفس انفاق الماء فى ذلك الفعل مطلوبا فى الشرع عينا اذ المطلوب عينا لم يحصل الا به كان ايضا مطلوبا عينا كالمضمضة والاستنشاق فى الوضوء والتثليث فيه وفى الغسل ولو للميت ولعلك تظن ان هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامة صاحب البحر وتبعه عليه اخوه فى النهر۔

اقول: كلا بل المسألة اعنى وضوء المتوضيئ للتعليم منصوص عليها فى المبتغى والفتح وغيرهما من كتب المذهب وقد نص فى الدّر انها متفق عليها ولا شك انها صريحة

ساتھ دھونے کی خصوصیت ایک عادی امر ہے اس میں مومن وکافر کا بھی فرق نہیں، اب اگر اس نے تنظیف سے سنّت کی نیت کی تو اس نے اس کو اپنی نیت سے ایک محمود عام کے تحت داخل کیا تو یہ اس شخص کی طرح ہوگا جس نے تعلیم کے لئے وضو کیا۔

اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے اس مقام کی جو تحقیق میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو قُربۃ ہے وہ پانی کو طہوریۃ سے بدلنے والی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ مخصوص فعل جو پانی سے ادا کیا جارہا ہے وہ اوّلا وبالذات شریعت کی نگاہ میں قُربۃ مطلوبہ ہو، اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربۃ مطلوبہ ایک ایسا عین ہو جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ اگر اُس کے بغیر وہ قربۃ حاصل ہوجائے تو اُس کے وجود کے کئی موارد ہوں گے کچھ تو پانی سے حاصل ہوں گے اور کچھ بغیر پانی کے حاصل ہوں گے تو جو چیز پانی سے اوّلًا وبالذات حاصل ہو تو وہ بعینہٖ مطلوب نہ ہوگی بلکہ بعینہٖ مطلوب کو حاصل کرنے والی ہوگی اس کا حاصل یہ ہوگا کہ محض پانی کا اس فعل میں صرف کرنا شرعاً مطلوب بعینہٖ ہو کیونکہ مطلوب بعینہٖ جب اس پر موقوف ہے تو یہ بھی مطلوب بعینہٖ ہوجائے گا جیسے کُلّی، ناک میں پانی ڈالنا وضو میں، اور تثلیث وضو وغُسل میں اگرچہ میت کے غسل میں ہو، اور شاید ہمارے قارئین کو یہ خیال گزرے کہ یہ فائدہ تو صاحب بحر اور ان کے بھائی صاحب نہر کے کلام ہی سے معلوم ہوا ہے، **تو میں کہتا ہوں** یہ بات نہیں ہے بلکہ تعلیم کیلئے وضو کرنے کا مسئلہ مبتغی اور فتح وغیرہ کتب مذہب میں منصوص ہے اور دُرّ میں تصریح

فی تلک الافادۃ فان التعلیم قربۃ مطلوبۃ قطعا وقد نواہ بھذا التوضی وھو فی ھذا الخصوص ایضا متبع للسنۃ الماضیۃ ان البیان بالفعل اقوی من البیان بالقول ومع ذلک اجمعوا انہ لایصیر مستعملا فکان اجماعا ان لیس کل قربۃ تغیر الماء بل التی لاتقوم الا بالماء اذلا فارق فی التوضی بنیۃ التعلیم وبنیۃ الوضوء علی الوضوء الا ھذا ثم لابدان تکون التی تتوقف علی الماء قربۃ مطلوبۃ بعینھا والا لعاد الفرق ضائعا اذلا شک ان الوضوء للتعلیم محصل لقربۃ مطلوبۃ شرعا فیکون قربۃ وھولایقوم الابالماء لکن الشرع لم یطلبہ عینا انما طلب التعلیم وھو لایتوقف علی انفاق الماء فاستقر عرش التحقیق علی ماافاد البحر وظھر ان الصواب فی فرع القدور والقصاع مع الغنیۃ فلذا عولنا علیہ۔

کی ہے کہ یہ متفق علیہا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس فائدہ میں صریح ہے، کیونکہ تعلیم قطعی طور پر قُربۃ ہے اور اس وضو سے اُس نے اُسی کی نیت کی ہے اور وہ اس خصوص میں گزشتہ سنت کی پیروی کرنے والا ہے کہ فعل کے ذریعہ بیان قول کے ذریعہ بیان سے اقوی ہوتا ہے، باوجود اس کے اُن کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، تو یہ اجماع ہوگیا اس امر پر کہ ہر قربۃ پانی کو متغیر نہیں کرتی ہے بلکہ صرف وہ قربت کرتی ہے جو پانی کے ساتھ ہی قائم ہو کیونکہ بہ نیت تعلیم وضو کرنے اور وضو بر وضو کی نیت میں فرق کرنے والی یہی چیز ہے۔ پھر جس قربت کا پانی پر موقوف ہونا لازم ہے وہ بعینہا مطلوب ہو ورنہ فرق ضائع ہوجائے گا کیونکہ تعلیم کیلئے کیا جانے والا وضو شرعی قربت کو حاصل کرنے والا ہے تو یہ قربت ہوگا، اور وضو صرف پانی سے ہی ہوتا ہے لیکن شریعت میں وہ بعینہٖ مطلوب نہیں ہے وہ تعلیم کیلئے مطلوب ہے اور تعلیم پانی خرچ کرنے پر موقوف نہیں ہے تو تحقیق وہی درست ہے جو بحر میں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہانڈیاں اور پیالوں کے مسائل متفرقہ میں حق وہ ہے جو غنیہ میں ہے لہٰذا ہم نے اسی پر اعتماد کیا۔ ت

اقول: (۱) ومما یؤیدہ اطلاقھم قاطبۃ مسألۃ التوضی والاغتسال للتبرد (۲) مع ان التبرد ربما یکون لجمع الخاطر للعبادۃ والتقوی علی مطالعۃ کتب العلم وھو لاشک اذن من القرب فکل مباح فعلہ العبد المؤمن بنیۃ خیر خیر غیر انہ لم یطلب عینا فی الشرع

پھر اس کی تائید تمام فقہاء کے اس اطلاق سے ملتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے کرنا، حالانکہ ٹھنڈک حاصل کرنا کبھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے کہ انسان عبادت میں پر سکون رہے یا مطالعہ اطمینان سے کرسکے اور بلا شبہ اس صورت میں یہ عبادت ہوگا کیونکہ

وان ساغ ان یصیرو سیلة الی مطلوب **واعظم**(۱)منه مسألة الاغتسال لازالة الدرن(۲)**فهو مطلوب عینا** فی الشرع فانما بنی الدین علی النظافة وقد کانت هذه حکمة الامر بالاغتسال یوم الجمعة کما افصحت به الاحادیث بیدان ازالة الوسخ لایتوقف علی الماء فلم یکن مما طلب فیه الشرع انفاق الماء عینا بخلاف(۳)غسل الجمعة والعیدین وعرفة والاحرام فان من اغتسل فیها بماء ثمر او نبیذ تمر مثلا لم یکن اٰتیا بالسنة قطعا وان ازال به الوسخ و(۴)بالدرن وذلك ان الحکم یکون لحکمة ولکن العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمة کما قدعرف فی موضعه وهنا لك تم الرد علی مسألة القصعة والقدر،**وتبین** ولله الحمد ان المراد بالقربة ههنا هی المتعلقة بظاهر بدن الانسان مما ادار الشرع فیه اقامة نفس القربة المطلوبة ولو ندبا علی امساس الماء عینا ولو مسحا بشرة بشر ولو میتا فزال الابهام واتضح المرام وظهرت فی الفروع کلها الاحکام والحمدلله ولی الانعام،**والاٰن** عسی ان تقوم تقول اٰل الامر الی ان الماء انما یصیر مستعملا اذا انفق فیما کان انفاقه فیه مطلوبا فی الشرع عینا فما الفارق فیه وفیما اذا انفق فی قربة مطلوبة شرعا من دون توقف علی الماء خصوصا کیف

ہر مباح جو انسان خیر کی نیت سے کرے خیر ہے، البتہ وہ بعینہٖ مطلوب شرع نہیں، اگرچہ مطلوب کا وسیلہ بن سکتا ہے اس سے بڑی بات غسل کا مسئلہ ہے میل دور کرنے کیلئے یہ بعینہٖ مطلوب شرع ہے دین کی بنیاد ہی نظافت پر ہے اور جمعہ کے دن غسل کے حکم کی حکمت یہی ہے، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ البتہ میل کا زائل کرنا پانی پر ہی موقوف نہیں، لہٰذا پانی کا خرچ کرنا بعینہٖ مطلوب شرع نہ ہوا، اور جمعہ، عیدین، وقوف بعرفہ، اور احرام کا غسل شرعاً مطلوب ہے، ان غسلوں کو اگر کسی نے پھلوں کے عرق یا شیرہ کھجور سے کیا تو قطعی طور پر سنّت کی اتباع نہ ہوگی، خواہ اس سے میل کچیل زائل ہوجائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، لیکن بندوں پر حکم کی پابندی ہے نہ کہ حکمت کی۔ یہ بات اپنے مقام پر مذکور ہے یہاں تک پیالہ اور ہانڈی کے مسئلہ پر رد مکمل ہوا،

اور **الحمدللہ** یہ بات واضح ہوگئی کہ قربت سے مراد اس مقام پر وہ قربۃ ہے جس کا تعلق ظاہر بدن سے ہو جس میں شریعت نے قربت مطلوب، خواہ ندباً ہی ہو، کا دارومدار اس پر کیا ہے کہ انسان، خواہ مردہ ہی ہو، کی جلد پر بعینہٖ پانی لگے، خواہ بطور مسح ہی ہو، اس سے ہمارا مقصود واضح ہوا اور مسئلہ کے فروع واحکام ظاہر ہوئے **الحمدللہ ولی الانعام**۔

اب اس مقام پر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ مستعمل پانی وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے عمل میں خرچ

و انما المغیر تحول نجاسۃ حکمیۃ ومنھا نجاسۃ الاثام وھی تزول کلا او بعضا بکل قربۃ لعموم قولہ تعالٰی اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ[1]

ہوا ہو کہ جس میں اس کا خرچ کیا جانا بعینہٖ مطلوب شرع ہو تو اِس صورت میں اور جب پانی ایسی قربۃ میں خرچ کیا گیا ہو جو شرعاً مطلوب تو ہو مگر پانی پر موقوف نہ ہو کیا فرق ہوگا؟ جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز اس کی طرف نجاست حکمیہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکمیہ ہی ہے، جو کُلّاً یا بعضاً ہر قربت سے دُھل جاتی ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" (نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ ذاکرین کیلئے نصیحت ہے (کہ عموم کا تقاضا ہے۔ (ت)

اقول: (۱) نعم ولوجہ اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربۃ رحمۃ منہ جلت اٰلاؤہ بھذہ الامۃ المبارکۃ المرحومۃ دنیا واخری بنبیھا الکریم الرؤوف الرحیم المرسل رحمۃ والمبعوث نعمۃ افضل صلوات ربہ واجمل تسلیماتہ وازکی برکاتہ وادوم تحیاتہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وامتہ ابدا ولکن الزوال بقربۃ لایوجب التحول الی اٰلتھا التی اقیمت بھا وما علمنا ذلك الافی اٰلۃ عینھا الشرع کالمال فی الزکوۃ والماء فی الطھر لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصدقات انما ھی اوسخ الناس[2] رواہ احمد ومسلم عن عبدالمطلب بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ،

وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ[3] رواہ الشیخان

میں کہتا ہوں ہاں یہ درست ہے گناہ ہر عبادت سے اللہ کی رحمت سے زائل ہوجاتے ہیں....... مگر گناہوں کا کسی قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا متقاضی نہیں کہ وہ آلہ تطہیر کی طرف منتقل ہوجائیں، یہ بات صرف اُسی آلہ میں ہے جس کو شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوۃ میں مال اور طہارت میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوۃ لوگوں کا میل کچیل ہے، اس کو احمد ومسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا تو گناہ اُس کے جسم سے نکلیں گے یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے نکلیں گے، اس کو شیخین نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا تو اُس کے چہرہ سے ہر گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے اپنی دونوں

[1] القرآن ۱۱/۱۱۴
[2] صحیح للمسلم تحریم الزکوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۵)
[3] صحیح للمسلم خروج الخطایا مع ماء الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۵

عن امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم اوالمؤمن فغسل وجھہ خرج من وجہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء اومع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء اومع اٰخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرج کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء اومع اٰخر قطر الماء حتی یخرج نقیامن الذنوب [1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ،والاحادیث کثیر شھیر فی ھذا المعنی و(ا) اصحاب المشاھدۃ الحقۃ اعاد اللہ علینا من برکاتھم فی الدنیا والاٰخرۃ یشاھدون ماء الوضوء یخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاٰثام متلونا بالوانھا البشعۃ وعن ھذا حکم امام اھل الشھود ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الماء المستعمل نجاسۃ مغلظۃ لانہ کان یراہ متلطخا بتلك القاذورات فما کان یسعہ الا الحکم بھذاوکیف یردالانسان امرا یراہ بالعیان قالا الامام العارف باللہ سیدی عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی وکان من کبار العلماء الشافعیۃ فی میزان الشریعۃ الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ(وکان ایضا شافعیا کما سیأتی)(۲) یقول مدارك الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دقیقۃ لایکاد یطلع علیھا الا	آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو اُس کے پیروں کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ اس کو مسلم نے ابوھریرہ سے روایت کیا۔ اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور ومعروف ہیں،اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں،اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوّث دیکھتے تھے،تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے،اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبری میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سُنا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبانِ کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہوسکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر وکبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے،اس لئے جس پانی کو مکلّف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے: **اوّل:** وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلّف نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

اھل الکشف من اکابر الاولیاء قال وکان الامام ابو حنیفۃ اذ رأی ماء المیضأۃ یعرف سائر الذنوب	**دوم:** نجاست متوسط اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلّف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

[1] صحیح للمسلم خروج الخطاء مع ماء الوضوء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۵

التی خرت فیہ من کبائر وصغائر ومکروہات فلھذا جعل ماء الطھارۃ اذا تطھر بہ المکلف لہ ثلثۃ احوال احدھا انہ کالنجاسۃ المغلظۃ لاحتمال ان یکون المکلف ارتکب کبیرۃ الثانی کالنجاسۃ المتوسطۃ لاحتمال ان یکون ارتکب صغیرۃ الثالث طاھر غیر مطھر لاحتمال ان یکون ارتکب مکروھا [1]وفھم جماعۃ من مقلدیہ ان ھذہ الثلثۃ اقوال فی حال واحد والحال انھا فی احوال بحسب حصر الذنوب فی ثلثۃ اقسام کما ذکرنا اھ وفیہ ایضا رضی اللہ عن الامام ابی حنیفۃ ورحم اصحابہ حیث قسموا النجاسۃ الی مغلظۃ ومخففۃ لان المعاصی لا تخرج عن کونھا کبائر اوصغائر [2]وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی لوکشف للعبد لرأی الماء الذی یتطھر منہ الناس فی غایۃ القذارۃ والنتن فکانت نفسہ لاتطیب باستعمالہ کمالا تطیب باستعمال ماء قلیل مات فیہ کلب اوھرۃ قلت لہ فاذن(۱)کان الامام ابو حنیفۃ وابو یوسف من اھل الکشف حیث قالا بنجاسۃ الماء المستعمل قال نعم کان ابو حنیفۃ وصاحبہ

سوم: طاہر غیر مطہّر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو، ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابو حنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کرسکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتّا بلّی مر گئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ابو حنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ

[1] المیزان الکبرٰی کتاب الطھارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹
[2] المیزان الکبرٰی کتاب الطھارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۸

من اعظم اھل الکشف فکان اذا رأی الماء الذی یتوضأ منه الناس یعرف اعیان تلك الخطایا التی خرت فی الماء ویمیز غسالة الکبائر عن الصغائر والصغائر عن المکروھات والمکروھات عن خلاف الاولی کالامور المجسدۃ حسا علی حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطھرۃ جامع الکوفة فرأی شابا یتوضأ فنظر فی الماء المتقاطر منه فقال یاولدی تب عن عقوق الوالدین فقال تبت الی الله عن ذلك ورأی غسالة شخص اخر فقال له یااخی تب من الزنا فقال تبت ورأی غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسماع اٰلات اللھو فقال تبت[1] اھ وفیه ایضا رحمه الله تعالٰی مقلدی الامام ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه حیث منعوا الطھارۃ من ماء المطاھر التی لم تستجر لما یخر فیھا من خطایا المتوضئین وامروا اتباعھم بالوضوء من الانھار والاٰبار او البرك الکبیرۃ وکان سیدی علی الخواص رحمه الله تعالٰی مع کونه شافعیا لایتوضأ من مطاھر المساجد فی اکثر اوقاته ویقول ان ماء ھذه المطاھر لاینعش جسدا مثالنا لتقذرھا بالخطایا التی خرت فیھا وکان یمیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالة الحرام من المکروہ من خلاف الاولی

ممتاز کرسکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلافِ اولٰی سے ممتاز کرسکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کررہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ اسی میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضو خانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں

[1] المیزان الکبرٰی الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۹

ودخلت معه مرة ميضأة المدرسة الازهرية فاراد ان يستنجي من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رايت فيه غسالة ذنب كبير غيرته في هذا الوقت وكنت انارأيت الذى دخل قبل الشيخ وخرج فتبعته فاخبرته الخبر فقال صدق الشيخ قد وقعت فى زنا ثم جاء الى الشيخ وتاب هذا امر شاهد ته من الشيخ[1] اھ كله ملتقطا وسقته ههنا لجميل فائدته وجليل عائدته وليس ماعينته انت اٰلة لقربة فى معنى ماعينه الشارع فلا يلتحق۔

اقول: بل الدليل ناهض على عدم الالتحاق الاترى ان ارواء الظمأن قربة مطلوبة قطعا وقد (۱)ورد فيه خصوصا انه محاء للذنوب اخرج الخطيب عن انس بن مالك رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا كثرت ذنوبك فاسق الماء على الماء تتناثر كما يتناثر الورق من الشجر فى الريح العاصف[2] اھ فاذا استقيت له الماء من بئر اوسكبت من اناء واعطيته اياه فقد اقمت به قربة

یہ فرق بھی کرلیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلاف اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضو خانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کردیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضو خانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

میں کہتا ہوں بلکہ دلیل عدم التحاق پر قائم ہے کیا یہ نہیں کہ پیاسے کو سیراب کرنا قربۃ مطلوبہ ہے، اور اس بارے میں بطور خاص وارد ہوا کہ یہ گناہوں کا مٹانے والا ہے۔ خطیب انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو تُو پانی پر پانی پلا تو تیرے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح تیز ہوا سے پیڑ کے پتّے جھڑ جاتے ہیں اھ تو جب تُو نے اس کو

[1] المیزان الکبرٰی کتاب الطہارۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۱۰)

[2] تاریخ بغداد عن انس بیروت ۶/۴۰۳)

فلو تحولت نجاسة الأثام الیه لصار نجسا حراما شربه عند الامام وقذرا بالاجماع مکروه الشرب فیعود الاحسان اساءة والقربة علی نفسها بالنقض وهو باطل اجماعا فما ذلك الالان الشرع انما طلب منك ان تهیئ له مایرویه ولم یعین له الماء بخصوصه بحیث لا یجزیئ غیره بل لوسقیته لبنا خالصا او ممزوجا بماء اوماء الورد اوجلابا بثلج ولو زوماء الکاذی وامثال ذلك لکان اجداواجود واقمت القربة و ازید والله یحب المحسنین وقد(۱)اشتد تشییدا بهذا ارکان مانحونا الیه فی مسألة القدور والقصاع هذا کله ماظهر لی وارجو ان قد زهر الامر و زال القناع والحمدلله رب العلمین۔

تنبیه:(۲)عامة الکتب فی بیان الشق الاول من الماء المستعمل علی التعبیر بماء استعمل فی رفع حدث وعلیه المتون کالقدوری والهدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والغرر والملتقی واعترضهم المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الحدث لایتجزء ثبوتا[1] اھ علی(۳) القول الصحیح المعتمد فما

کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا یا کسی برتن سے انڈیلا اور اس کو دیا تو تونے اس کے ساتھ قربت کو قائم کیا، تو اگر گناہوں کی نجاست اس کی طرف منتقل ہوجائے تو وہ نجس ہوگا اور امام کے نزدیک اس کا پینا حرام ہوگا، اور بالاجماع گندا ہوگا اور اس کا پینا مکروہ ہوگا تو احسان گناہ ہوجائے گا اور قربت اپنے نفس پر نقض ہوگی یہ بالاجماع باطل ہے، یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شریعت نے تم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اُس کے لئے وہ تیار کرو جو اس کو سیراب کردے، اور اس کیلئے کسی پانی کو مخصوص نہیں کیا ہے کہ اُس کے بغیر کفایت نہ ہو، بلکہ اگر تم اس کو خالص دودھ، پانی ملا دودھ، عرق گلاب یا برف والا شربت خواہ وہ کیوڑے والا ہو تو زیادہ بہتر ہوگا تمہاری قربت ادا ہوگئی اور کچھ زیادہ بھی اور اللہ محسنین کو پسند کرتا ہے، اور ہماری اس تقریر سے ہانڈیوں اور پیالوں والے مسئلہ کی مزید تائید ہوئی ہے۔ یہ میرے لئے ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے معاملہ واضح ہوگیا ہے والحمدللہ رب العالمین۔ت

تنبیہ: مستعمل پانی کی پہلی شق کے بیان میں عام کتب میں یہی ہے کہ یہ وہ پانی ہے جو حَدَث دُور کرنے میں مستعمل ہوا ہو، متونِ کتب میں یہی ہے، مثلًا قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، غُرر اور ملتقی وغیرہ، اور محقق علی الاطلاق نے فتح میں اِن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حَدَث کے ثبوت میں تجزّی نہیں ہوتی ہے اھ یعنی قول صحیح معتمد پر، تو جب تک بدن کا

[1] فتح القدیر ماء مستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۷۹/۱

بقیت ذرة مما لحقه حکم الحدث بقی الحدث فی کل ماکان لحقه حتی لوان محدثا اوجنبا تطهر وبقیت لمعة خفیفة فی رجله مثلا لم یحل له مس المصحف بیده ولا بکمه ولا للجنب التلاوة کل ذلك علی ماهو المختار للفتوی فهذا الماء لم یرفع الحدث ولو لم ینو لم تکن قربة ایضامع انه مستعمل قطعا بفروع کثیرة منصوصة عن صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه فی ادخال المحدث بعض اعضائه فی الماء لغیرضرورة الاعتراف علی مافصلت فی الفتح والحلیة والبحر غیرها وللتفصی عن هذا قرر المحقق ان صیر ورة الماء مستعملا باحدی ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو قال وعلیه تجری فروع ادخال الید والرجل الماء القلیل لالحاجة ولا تلازم بین سقوط الفرض وار تفاع الحدث فسقوط الفرض عن الید مثلا یقتضی ان لایجب اعادة غسلها مع بقیة الاعضاء ویکون ارتفاع الحدث موقوفا علی غسل الباقی وسقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال لما عرف ان اصله مال الزکوٰة والثابت فیه لیس الاسقوط الفرض حیث جعل به دنسا شرعا علی ماذکرناه [1] وتبعه تلمیذه المحقق فی الحلیة ثم البحر

کوئی ذرہ جس سے حکمِ تطہیر لاحق ہوتا ہے باقی بچا رہے گا حدث بھی اُس حصہ میں باقی رہے گا، یہاں تک کہ کوئی بے وضو یا ناپاک شخص غسل کرتا ہے اور مثلاً اُس کے پیر میں خشکی کی معمولی سی چمک باقی رہ جاتی ہے تو وہ مصحف کو اپنے ہاتھ سے یا اپنی آستین سے نہیں چھو سکتا ہے اور جُنب ہونے کی صورت میں تلاوت نہیں کرسکتا ہے یہ سب فتوٰی کیلئے مختار ہے، تو اس پانی نے حدث کو رفع نہیں کیا، اور اگر اُس نے نیت نہ کی تو قربت بھی نہ ہوگی حالانکہ وہ قطعاً مستعمل ہے، اس میں بہت سی فروع ہیں جو صاحبِ مذہب سے منقول ہیں، ان کا تعلق اِس امر سے ہے کہ بے وضو اپنے کسی عضو کو بلا ضرورت چُلّو بھرنے کیلئے پانی میں ڈالے، جیسا کہ فتح، حلیہ اور بحر میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، اس اعتراض سے رہائی حاصل کرنے کیلئے محقق نے یہ تقریر کی ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں رفعِ حدث، تقرب اور فرض کا عضو سے ساقط ہونا، فرمایا کہ اسی پر یہ فروع متفرع ہوں گی کہ ہاتھ یا پیر تھوڑے پانی میں بلا ضرورت ڈالا، اور سقوط فرض اور ارتفاع حَدَث میں کوئی تلازم نہیں ہے اب ہاتھ سے سقوط فرض مثلاً چاہتا ہے کہ ہاتھ کے دھونے کا بقیہ اعضاء کے ساتھ اعادہ نہ ہو، اور حَدَث کا مرتفع ہونا باقی اعضاء کے دھونے پر موقوف ہو اور پانی کے استعمال میں سقوط فرض ہی اصل ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ اس کی اصل مال زکوۃ ہے اور

[1] فتح القدیر ماء مستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹

فی البحر ثم تلمیذہ العلامة الغزی حتی جعله متناً واقرہ علیه المدقق فی الدر و اعتمدہ العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرح ھدیة ابن العماد زعم العلامة ش ان ھذا السبب الثالث زادہ فی الفتح[1]۔

اس میں یہی ثابت ہے کہ سقوطِ فرض ہو، کیونکہ اس میں شرعا میل کچیل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اھ اور ان کے محقق شاگرد نے ان کی پیروی کی حلیہ میں، پھر صاحب بحر نے بحر میں۔ پھر ان کے شاگرد علّامہ غزّی نے، یہاں تک کہ اس کو متن قرار دیا، اور دُر میں اس کو مدقق نے برقرار رکھا، اور عبدالغنی نابلسی نے شرح ہدیۃ ابن العماد میں اس پر اعتماد کیا، اور علّامہ ش نے فرمایا کہ اس تیسرے سبب کو فتح میں زیادہ کیا گیا۔ ت

اقول: (۱) ولیس کذا بل ھو منصوص علیه من صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنه ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ان غمس جنب اوغیر متوضیئ یدیه الی المرفقین اواحدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه[2] اھ وقدمنا عن الھدایة فی تعلیل قول ابی یوسف ای والامام رضی اللہ تعالٰی عنھما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین[3] اھ نعم المزید من المحقق ھو تثلیث السبب ولیس بذاک فان سقوط الفرض اعم مطلقا من رفع الحدث ففیه غنیة عنه اما ما فی منحة الخالق انه قدیرفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورة ماءہ

میں کہتا ہوں یہ بات درست نہیں بلابلکہ یہ صاحب مذہب رحمہ اللہ سے ہی منصوص ہے، فتح میں حسن کی کتب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر ناپاک شخص یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کہنیوں تک پانی میں ڈبوئے یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈبویا تو اُس سے وضو جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس کا فرض اُس سے ساقط ہو چکا ہے اھ اور ہم نے ہدایہ سے ابو یوسف کے قول یعنی امام کے قول کی بھی علّت بیان کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا ہے کہ اسقاط فرض بھی موثر ہے تو فساد دونوں امروں سے ثابت ہوگا اھ ہاں محقق نے جو اضافہ کیا ہے وہ سبب کی تثلیث ہے، اور وہ درست نہیں کیونکہ سقوطِ فرض اعم مطلق ہے رفعِ حدث سے، لہٰذا یہ اس سے بے نیاز کرنے والا ہے، اور منحۃ الخالق میں ہے کہ کبھی حدث

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
[2] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶
[3] ہدایۃ الماء الذی یجوزبہ الوضوء العربیہ کراچی ۱/۲۲

مستعملامع انہ لافرض علیہ[1] اھ

فاقول:(۱)لیس بشیئ فان(۲)حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراھقا جامع او مراھقۃ جومعت انما یؤمر ان بالغسل تخلقا واعتیادا[2] کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما

وفی الدر یؤمر بہ ابن عشر تادیبا[3] فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم بہ اما صیرورتہ مستعملا فلیس لرفعہ حدثا والاصار مستعملا من کل صبی ولولم یعقل وھو خلاف المنصوص بل لکونہ قربۃ معتبرۃ اذا نواھا ولذا قیدوہ بالعاقل لان غیرہ لانیۃ لہ(۳)والذی مران ارادبہ امر فی البحر فھو قولہ فی الخلاصۃ اذا توضأ الصبی فی طست ھل یصیر الماء مستعملا المختار انہ یصیر اذا کان عاقلا[4] اھ فھذا التقیید یفید ماقلنا وقد قال(۴)فی الغنیۃ ان ادخل الصبی یدہ فی الماء وعلم ان لیس بھا نجس یجوز التوضؤ بہ وان شك فی طھارتھا یستحب ان لایتوضأ بہ وان توضأ جاز ھذا اذا لم یتوضأ الصبی بہ فان

ختم ہو جاتا ہے اور فرض ساقط نہیں ہوتا جیسے عاقل بچّے کا وضو کیونکہ ابھی گزرا ہے کہ اُس کا پانی مستعمل ہو جاتا ہے حالانکہ وضو اُس پر فرض نہیں۔

میں کہتا ہوں یہ ٹھیک نہیں کیونکہ حدث کا حکم مکلّف کو لاحق ہوتا ہے، علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی مراہق نے جماع کیا یا کسی مراہقہ سے جماع کیا گیا تو ان کو اخلاق وآداب سکھانے کی غرض سے غسل کا حکم دیا جائے گا، خانیہ اور غنیہ وغیرہ میں یہی ہے۔ اور دُر میں یہ ہے کہ دس سالہ لڑکے کو تادیباً غسل کا حکم دیا جائیگا جب فرض ساقط نہ ہوگا کیونکہ فرضیت منعدم ہے تو حدث بھی مرتفع نہ ہوگا کیونکہ اس کا حکم منعدم ہے، اور رہا اس کا مستعمل ہونا تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس نے حدث کو رفع کیا ہے ورنہ تو ہر بچّہ کا مستعمل پانی مستعمل ہو جاتا اگرچہ وہ عاقل نہ ہو، اور یہ خلاف منصوص ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ یہ قربت اُسی وقت معتبر ہوگی جبکہ وہ اُس کی نیت کرے، اور اسی لئے انہوں نے بچّہ کو عاقل سے مقید کیا ہے کیونکہ غیر عاقل کی نیت نہیں ہوتی ہے، اور جو گزرا اگر اُس سے ان کا ارادہ وہ ہے جو گزرا بحر میں تو ان کا وہ قول خلاصہ میں ہے کہ جب بچّہ طشت میں وضو کرے تو آیا پانی مستعمل ہوگا؟ تو مختار یہ ہے کہ اس وقت مستعمل ہوگا جب بچّہ عاقل ہو اھ تو یہ تقیید اُسی چیز کا فائدہ دے رہی ہے

[1] منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱
[2] قاضی خان فیمایوجب الغسل نولکشور لکھنؤ ۲۱/۱
[3] درمختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۳۱/۱
[4] خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/

توضأ به ناویااختلف فیه المتأخرون والمختار انه یصیر مستعملا اذا کان عاقلا لانه نوی قربة معتبرة[1] اھ وان اراد به مامر فی نفس المنحة قبیل ھذا بسطور فھو اصرح وابین حیث قال نقلا عن الخانیة الصبی العاقل اذا توضأ یرید به التطھیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانه نوی قربة معتبرة[2] ثم (۱) افاد بنفسه ان قوله یرید به التطھیر یشیر الی انه ان لم یرد به التطھیر لایصیر مستعملا[3] اھ ولکن سبحن من لاینسی ثم (۲) قال فی المنحة بقی ھل بین سقوط الفرض والقربة تلازم ام لا[4] الخ

اقول: (۳) مرادہ ھل القربة تلزم سقوط الفرض ام لافان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوھم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربة فان الاستنشاق فی الوضوء والمضمضة فیه وللطعام ومنه والوضوء علی الوضوء وامثالھا

جو ہم نے کہی ہے، اور غنیہ میں فرمایا کہ اگر بچہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور یہ علم تھا کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست موجود نہیں ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے، جو ہم نے کہی ہے، اور اس کی طہارت میں شک ہے تو مستحب یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو نہ کرے اور اگر وضو کیا تو جائز ہے، یہ اُس صورت میں ہے جب کہ بچہ نے اُس سے وضو نہ کیا ہو اور اگر نیت کے ساتھ وضو کیا ہو تو متاخرین کا اس میں اختلاف ہے، اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ اگر وہ عاقل ہو تو مستعمل قرار پائے گا کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی ہے اھ اور اگر وہ ارادہ کیا جو نفسِ منحہ میں گزرا ہے اس سے چند سطور قبل تو وہ اور زیادہ واضح اور روشن ہے وہ خانیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاقل بچّہ جب وضو کرے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ پانی مستعمل ہو جائے، کیونکہ اُس نے معتبر قربت کی نیت کی اھ پھر خود ہی فرمایا کہ اس کا قول "یرید به التطھیر" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے نیت تطہیر نہ کی تو پانی مستعمل نہ ہوگا اھ لیکن بے عیب ہے وہ خدا جو بھولتا نہیں۔ پھر منحہ میں فرمایا اب یہ امر باقی رہ گیا ہے کہ آیا سقوطِ فرض اور قربت میں تلازم ہے یا نہیں الخ۔ ت **اقول:** انکی مراد یہ ہے کیا قربت سقوطِ فرض کو مستلزم ہے یا نہیں؟ کہ تلازم جانبین سے ہی ہوتا ہے اور کوئی عقلمند آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ سقوط فرض مستلزم قربت ہے، کیونکہ وضو میں ناک میں پانی ڈالنا اور کُلّی کرنا اور کھانے کیلئے کُلی کرنا اور اس کے

[1] غنیۃ المستملی الماء المستعمل سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۵۳
[2] منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۱
[3] منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲
[4] منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

كل ذلك قرب ولا سقوط لفرض ولكن تسامح فی العبارة وظن انه تبع فيه الفتح والبحر حيث قال تلازم بين سقوط الفرض وارتفاع الحدث قال فی المنحة المراد نفی التلازم من احد الجانبين وهو جانب سقوط الفرض الخ[1] **اقول:**(۱)ليس كذلك بل التلازم هو اللزوم من الجانبين فسلبه يصدق بانتفاء اللزوم من احد الجانبين وهو المراد لفاضلين العلامتين وتفسيره باللزوم من احد الجانبين مفسد للمعنى اذ بورود السلب عليه يكون الحاصل نفی اللزوم من كلا الجانبين وليس صحيحا ولا مرادا وعلى كل فهذا السؤال مما يهمنا النظر فيه اذلو ظهر لزوم القربة لسقوط الفرض سقط سقوط الفرض ايضا كما ارتفع رفع الحدث ودار حكم الاستعمال على القربة وحدها كما نسبوه الى الامام محمد وان كان التحقيق انه لم يخالف شيخيه فی ذلك كما بينه فی الفتح والبحر فرأينا العلامة صاحب المنحة فاذا هو اجاب عما سأل فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض لاثواب فيه فلا وان قلنا فيه ثواب فنعم قال العلامة المحقق نوح افندی والذی يقتضيه النظر الصحيح

میں کہتا ہوں بات یہ نہیں ہے بلکہ تلازم کا مطلب یہ ہے کہ لزوم دونوں جانب سے ہو، تو اس کا سلب احد الجانبین سے لزوم کے انتفاء کی صورت میں صادق آئے گا اور یہی مراد ہے دونوں فاضل علماء کی، اور اس کی تفسیر احد الجانبین کے لزوم کے ساتھ معنی کو فاسد کرنے والی ہے، کیونکہ جب اس پر سلب وارد ہوگا تو حاصل نفی لزوم ہوگا دونوں جانبوں سے اور یہ نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی مراد ہے، اور بہرنوع ہمیں اِس سوال پر غور کرنا ہے کیونکہ اگر قربت اور سقوطِ فرض کا لزوم ظاہر ہوجائے تو سقوطِ فرض بھی ساقط ہوجائے گا جیسے کہ رفعِ حَدَث مرتفع ہُوا اور حکمِ استعمال کا دارومدار محض قربت پر ہوجائیگا جیسا کہ فقہاء نے اُس کو امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اگرچہ تحقیق یہی ہے کہ انہوں نے شیخین کی مخالفت نہیں کی جیسا کہ بحر اور فتح میں ہے، علامہ صاحبِ منحہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر اسقاطِ فرض میں کوئی ثواب نہ مانا جائے تو یہ درست بعد کُلی کرنا اور وضو پر وضو اور اسی جیسی دوسری چیزیں سب کی سب عبادتیں ہیں لیکن اِن سے کوئی فرض ساقط نہیں ہوتا ہے، لیکن انہوں نے عبارت میں تسامح سے کام لیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ اس میں انہوں نے فتح اور بحر کی متابعت کی ہے وہ دونوں فرماتے ہیں سقوطِ فرض اور ارتفاع حدث میں تلازم نہیں۔ منحہ میں فرمایا ایک جانب سے تلازم کی نفی ہے اور وہ سقوطِ فرض کی جانب ہے الخ (ت)

[1] منحۃ الخالق علی البحر الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

ان الراجح هو الاول لان الثواب فی الوضوء المقصود وھو شرعا عبارۃ عن غسل الاعضاء الثلثة ومسح الراس فغسل عضو منها لیس بوضوء شرعی فکیف یثاب علیه اللھم الا ان یقال ان یثاب علی غسل کل عضو منها ثوابا موقوفا علی الاتمام فان اتمه اثیب علی غسل کل عضو منها والا فلا ویدل علیه ما اخرجه مسلم عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا توضأ العبد المسلم اوالمؤمن الی اخر الحدیث الذی قدمنا[1] اھ۔

اقول اولا: (۱) لامعنی للزوم القربة سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فی اسقاط الفرض اذلا ثواب الا بالنیة وسقوط الفرض لایتوقف علیها فالحق ان بینهما عموما من وجه مطلقا ولو (۲) نظر رحمه الله تعالٰی الی فرق مابین تعبیریه بالسقوط والاسقاط لتنبه لان الثواب ان کان لم یکن الا بالقصد المدلول علیه بالاسقاط والسقوط لایتوقف علیه۔

وثانیا: (۳) للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطهارۃ علی الاتمام بل الثواب منوط بنیة الامتثال کما قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انما الاعمال بالنیات

نہیں، اور اگر کہیں کہ اس میں ثواب ہے تو یہ درست ہے، علامہ نوح آفندی فرماتے ہیں نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ راجح پہلا قول ہی ہے کیونکہ ثواب مقصود وضو میں ہے اور وہ شرعاً اعضاء ثلٰثہ کے دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں، تو ایک عضو کا دھونا شرعی وضو نہیں ہے تو اس پر ثواب کیسے ہوگا! ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثواب کسی ایک عضو کے دھونے کا ثواب موقوف رہے گا مکمل وضو کرنے پر، اب اگر مکمل کرلے گا تو ہر ہر عضو کے دھونے پر ثواب پائے گا ورنہ نہیں۔ اس کی دلیل مسلم کی روایت ابو ھریرہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے الحدیث الذی قدمناہ اھ (جو حدیث ہم پہلے بیان کرچکے (ت) **میں کہتا ہوں** اوّلاً قربت کے سقوطِ فرض کو لازم ہونے کے کوئی معنی نہیں، خواہ ہم یہ کہیں کہ ثواب ثابت ہوگا اسقاطِ فرض میں، کیونکہ ثواب بلانیت کے نہیں ہوتا اور فرض کا سقوط نیت پر موقوف نہیں ہے، تو حق یہ ہے کہ اُن دونوں میں عموم من وجہ مطلقاً ہے، اور اگر وہ رحمہ اللہ دونوں تعبیروں کے فرق کو دیکھتے، یعنی سقوط اور اسقاط تو ان کو معلوم ہوتا کہ ثواب نیت سے ہوتا ہے جو اسقاط سے مفہوم ہوتی ہے اور سقوط اس پر موقوف نہیں۔ ثانیاً عبد ضعیف کو اس امر میں کلام ہے کہ ثواب موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے حکم ماننے کی نیت پر، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

وانما لکل امرئ مانوی[1] (۱) فمن جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربه ثم عرض له فی اثنائه مامنعه عن اتمامه فکیف یقال لایثاب علی مافعل والله لایضیع اجر المحسنین[2] نعم (۲) من نوی من بدء الامر انه لایأتی الا بالبعض فهذا الذی یرد علیه انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث بقصد مالا یعتبر شرعا والعابث لایثاب بخلاف من قدمنا وصفه ویترا (۳) ای لی ان مثل ذلك العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال ثم قطع من دون عذر فان الله تعالٰی سمی القطع ابطالا اذیقول عزمن قائل ولا تبطلوا اعمالکم[3] والباطل لاحکم له والله تعالٰی اعلم **وثالثا**: محو (۴) الخطایا لم یکن ثوابا فلا ذکر له فی الحدیث اصلا وان کان فالحدیث حاکم بترتب ثواب کل فعل فعل عند وقوعه ولا دلالة فیه علی توقف الاثابة الی ان یتم وبالجملة فلا اغناء لاحد من القربة والسقوط عن الاخر بخلاف الرفع والسقوط فلا وجه للتثلیث ثم رأیت العلامة ش اشار الی هذا فی ردالمحتار حیث قال رفع الحدث لایتحقق الا فی ضمن القربة اواسقاط الفرض اوفی ضمنهما فیستغنی بهما عنه[4] اھ

نے فرمایا" بیشک: اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی نیت کرے، تو جو شخص اپنے رب کے حکم کو ماننے کیلئے وضو کرنے بیٹھا پھر درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وضو مکمل نہ کرسکا تو اب یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ وہ کرچکا ہے اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا اجر برباد نہیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی یہ نیت کی کہ وہ بعض اعضاء کو دھوئے گا، تو یہ ہے جس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اُس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ایک ایسا کام کرکے جو شرعاً غیر معتبر عبث کررہا ہے اور جو عبث کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بخلاف اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا، اور مجھے لگتا ہے کہ اسی عبث کرنے والے کی طرح ہے وہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا کیونکہ اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے" تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

ثالثا: یہ کہ خطاؤں کا مٹ جانا اگر ثواب نہیں ہے تو اس کا ذکر حدیث میں بالکل نہیں ہے اور اگر ثواب ہے تو حدیث کا حکم یہ ہے کہ ہر فعل کا ثواب اس فعل کے واقع ہوجانے کے وقت مرتب ہوگا، اور اس میں اس

[1] جامع للبخاری باب کیف بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

[2] القرآن ۱۲۰/۹

[3] القرآن ۳۳/۴۷

[4] ردالمحتار الماء المستعمل مصطفی البابی مصر ۱۴۶/۱

اقول: لم یظهر لی کیف یتحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط الفرض حتی یصح هذا التثلیث الاٰخر الذی ذکر هذا العلامة بل کلما رفع الحدث لزم منه سقوط الفرض کما اعترف به فی المنحة فان جنح الی ماقدمنا عنه من مسألة وضوء الصبی العاقل ای اذا توضأ ناویا فقد تحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط فرض۔

فاقول اوّلا: قد علمت بطلانه **وثانیًا** ان(۱)سلم هذا یلزم ان یتحقق رفع الحدث من دون قربة ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبی غیرنا ولان رفع الحدث لایفتقر الی النیة والقربة لاتوجد بدونها فحینئذ ینهدم اصل المرام ویعود التثلیث الذی ذکر المحقق فالصواب ماذکرت ان رفع الحدث یلزمه سقوط الفرض ففیه غنیة عنه۔

ثم اقول لو()ان المحقق علی الاطلاق حانت منه التفاته هنا الی کلام مشروحه الهدایة لما جنح الی تثلیث السبب ولظهر

امر پر دلیل نہیں کہ ثواب تمام پر موقوف ہوگا،اور خلاصہ یہ کہ قربت اور سقوط میں سے کسی ایک کو دوسرے سے بے نیازی نہیں بخلاف رفع اور سقوط کے،تو تثلیث کی کوئی وجہ نہیں،پھر میں نے علامہ ش کو دیکھا کہ انہوں نے ردالمحتار میں اس طرف اشارہ کیا،فرمایا رفع حدث قربۃ کے ضمن ہی میں متحقق ہوتا ہے یا اسقاط فرض کے یا دونوں کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے،تو اِن دونوں سے اس میں بے نیازی حاصل کی جائے گی اھ (ت)

میں کہتا ہوں مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ رفع حدث قربۃ کے ضمن میں کیسے متحقق ہوگا بغیر فرض کے سقوط کے یہاں تک کہ یہ دوسری تثلیث جس کی طرف اس علامہ نے اشارہ کیا ہے صحیح قرار پائے،بلکہ جب بھی حدث مرتفع ہوگا اس سے فرض ساقط ہوگا،جیسا کہ منحہ میں اس کا اعتراف کیا ہے،تو اگر اس کی طرف مائل ہوں جو ہم نے پہلے ان سے نقل کیا ہے یعنی عاقل بچّہ کا وضو،جب عاقل بچہ نیت کے ساتھ وضو کرے تو حدث قربت کے ضمن میں مرتفع ہوجائے گا مگر فرض ساقط نہ ہوگا۔(ت)

میں کہتا ہوں اولاً تم اس کا بطلان جان چکے ہو۔ثانیا اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رفعِ حدث متحقق ہو بلا قربت کے،اور نہ فرض کا سقوط ہو جب بچّہ بلانیت وضو کرے،کیونکہ رفعِ حَدث محتاج نیت نہیں ہوتا جبکہ قربت بلانیت نہیں پائی جاتی ہے،اس صورت میں اصلِ مقصود ہی ختم ہوجائے گا اور وہ تثلیث عَود کر آئے گی جس کو محقق نے ذکر کیا ہے،تو صحیح وہی ہے جس کو میں نے ذکر کیا کہ رفع حَدَث کو سقوط فرض لازم ہے،پس یہ اُس سے بے نیاز کرنے والا ہے۔(ت) پھر **میں کہتا ہوں** اگر محقق علی الاطلاق صاحبِ ہدایہ کے کلام پر توجہ دیتے تو تثلیث سبب کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور جو عام کتب اور متون سے

له الجواب ایضاعما اعترض به کلام العامة والمتون وذلك ان الامام صاحب الهدایة قدس سره عبر فی المسألة بما ازیل به حدث اواستعمل قربة وقال فی الدلیل اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین [1] فافادان المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض وان مؤداهما ههنا واحد ولا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم یترتب علیه احکام ارتفاع الحدث وهو کماقدمت الاشارة الیه فی بیان الفروع لیشمل مااذاتطهر کاملا اوغسل شیئا من اعضائه بل عضوه فلا تثلیث ولا اعتراض بعدم التجزی و()تحقیقهماافاده فی المنحة نقلا عن العلامة نوح افندی فی حواشی الدررناقلا عن الشیخ قاسم فی حواشی المجمع ان الحدیث یقال بمعنیین المانعیة الشرعیة عما لایحل بدون الطهارة وهذا لایتجزئ بلا خلاف عند ابی حنیفة وصاحبیه وبمعنی النجاسة الحکمیة وهذا یتجزئ ثبوتا وارتفاعا بلا خلاف عند ابی حنیفة وعــه اصحابه

اعتراض ہوتا تھااُس کاجواب بھی ظاہر ہو جاتا،اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے مسئلہ میں یہ تعبیر کی ہے کہ وہ پانی جس سے حدث زائل کیا گیا ہو یا بطور قربت استعمال کیا گیا ہو،اور دلیل میں فرمایا کہ اسقاط فرض بھی مؤثر ہے تو فساد دونوں امروں سے ظاہر ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ حدث سے مراد سقوط فرض ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ فرض کا سقوط ایک عضو سے نہ کہ دوسرے عضو سے،بلکہ بعض عضو سے نہ کہ دوسرے بعض سے ثابت متحقق ہے اگرچہ اس پر ارتفاع حدث کے احکام مترتب نہیں ہوتے ہیں اور یہ جیسا کہ میں اشارہ کرچکا ہوں بیان فروع میں اُس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ پوری طرح طہارت کی یا کچھ اعضاء دھوئے بلکہ اپنے ایک عضو کا حصّہ دھویاتو نہ تثلیث ہوگی اور نہ عدم تجزی کا اعتراض ہوگا،اس کی تحقیق منحہ میں علامہ نوح آفندی کی اُس تحقیق سے منقول ہے جو درر کے حواشی میں منقول ہے اور جو حواشی مجمع میں شیخ قاسم سے منقول ہے کہ حَدَث کااطلاق دو معنی میں ہوتا ہے،ایک تو یہ کہ جو چیز بلا طہارت جائز نہ ہو اُس کی شرعی ممانعت،اور یہ چیز ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کے درمیان بالاتفاق

عــه:اقول قال فی الاول عند ابی حنیفة وصاحبیه لان من المشائخ من قال بتجزیه

اقول: پہلے کے متعلق امام ابو حنیفہ کے ساتھ صاحبیہ تثنیہ کا صیغہ ذکر کیا ہے کیونکہ بعض مشائخ نے کہا جنبی کو قرأت کیلئے کُلّی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] الہدایۃ باب الماء الذی لایجوزبہ الوضوء المکتبۃ العربیۃ ۱/۲۲

وصیرورۃ الماء مستعملا بازالۃ الثانیۃ ففی مسألۃ البئر سقط الفرض عن الرجلین بلا خلاف والماء الذی اسقط الفرض صار مستعملا بلا خلاف علی الصحیح اھ قال العلامۃ نوح ھذا ھو التحقیق فخذہ فانہ بالاخذ حقیق[1]

اقول: (۱) بل اختار فی غایۃ البیان ثم النھر ثم الدران حقیقۃ الحدث ھو المعنی الثانی قال فی البحر تبعا للفتح الحدث مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل[2] اھ قال فی النھر وتبعہ الدر ھذا تعریف بالحکم وعرفہ فی غایۃ البیان بانہ وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطھارۃ[3] قال وحکمہ المانعیۃ لما جعلت الطھارۃ شرطا لہ الخ ونظر فیہ ش نقلا عن حاشیۃ الشیخ خلیل الفتال عازیا لبعض الفضلاء بان حکم الشیئ ماکان اثرالہ خارجا

غیر متجزی ہے، اور دوسرا بمعنی نجاست حکمیہ، اور یہ چیز ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے درمیان بالاتفاق متجزی ہے ثبوتاً بھی اور ارتفاعاً بھی، اور پانی جو مستعمل ہوتا ہے تو دوسرے معنی کے ازالہ سے ہوتا ہے، تو کنوئیں کے مسئلہ میں دونوں پیروں کا فرض ساقط ہوگیا اور وہ پانی جو اسقاط فرض میں استعمال ہوا مستعمل ہوگیا، صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں، اھ علامہ نوح آفندی نے فرمایا تحقیق یہی ہے اور اسی کو اختیار کرنا چاہئے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں غایۃ البیان، نہر اور دُر نے دوسرے معنی کو مختار قرار دیا ہے، بحر میں فتح کی متابعت کرتے ہوئے فرمایا حدث شرعی مانعیت ہے جو اعضاء کے ساتھ اس وقت تک قائم رہتی ہے یہاں تک کہ زائل کرنے والی چیز استعمال کی جائے، نہر اور دُر میں ہے کہ یہ حکم کے ساتھ تعریف ہے، اور غایۃ البیان میں اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا وصف ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور طہارت کو زائل کرتا ہے فرمایا کہ اس کا حکم مانعیت ہے اس چیز کی جس کیلئے طہارت شرط ہے الخ اور "ش" نے اس میں حاشیہ شیخ خلیل فتال سے نقل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حتی اجاز للجنب القراءۃ بعد المضمضۃ للمحدث المس بعد غسل الید وقال ھھنا واصحابہ لان تجزی ھذا لاخلاف فیہ عند مشائخنا اھ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کافی ہے اور محدث کو مسِ مصحف کیلئے ہاتھ دھونا کافی ہے اور یہاں دوسرے معنی میں اصحاب جمع کا صیغہ ذکر کیا ہے کیونکہ اس کو سب نے کافی کہا ہمارے مشائخ کا اس میں اختلاف نہیں اھ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] بحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۷

[3] درمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/۱۶

عنه مترتبا عليه والمانعية المذكورليست كذلك وانما حكم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة مس المصحف ونحو ذلك فالتعريف بالحكم كأن يقال الحدث مالا تصح الصلاة معه تأمل[1]اھ قال ش(۱)على ان التعريف بالحكم مستعمل عند الفقهاء لان الاحكام محل مواقع انظارهم [2]اھ وقد اشار اليه ط وقال على قوله مانعية اى كونه مانعا من الصلاة ومس المصحف والاظهر ان يقال مانع شرعی [3]اھ

اقول: وبالله التوفيق(۲)كلام المعترضين على البحر كله بمعزل عن غوص القعرفان مبناه طرا على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحال فضلا عن كونه ممالا قيام له بموضوع لعدم كونه من الصفات المنضمة لاقيام لها بالاعضاء اصلا فانهاغير مانعة حتى تكون لهامانعية وبمعنى النسبة اى شيئ له انتساب الى مانع شرعی صادق قطعا على ذلك الوصف

کرتے ہوئے نظر کی ہے،اور اس کو بعض فضلاء کی طرف منسوب کیا ہے کہ ہر چیز کا حکم اس کے اثر کو کہتے ہیں جو اس سے خارج ہو اور اس پر مرتب ہو اور مذکورہ مانعیت اس قسم کی نہیں ہے،اور حدث کا حکم تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی اور مصحف کو نہیں چُھوا جاسکتا ہے اور اسی قسم کے دوسرے احکام، تو تعریف بالحکم اس طرح ہوسکتی ہے کہ حدث وہ چیز ہے جس کے ساتھ نماز درست نہ ہو، تامل اھ "ش" نے فرمایا کہ علاوہ ازیں تعریف بالحکم فقہاء کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ احکام ہی سے وہ بحث کرتے ہیں اھ اور "ط" نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور "مانعیت" پر فرمایا کہ اس کا نماز سے مانع ہونا اور مصحف کے چُھونے سے مانع ہونا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کہا جائے کہ یہ مانع شرعی ہے اھ (ت)

میں بتوفیقِ الٰہی **کہتا ہوں** معترضین کے بحر پر اعتراضات گہرائی سے خالی ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ بحر کی تعریف غایہ کی تعریف سے مختلف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ مانعیت بمعنی حال ہے اس سے قطع نظر کہ وہ صفات منضمہ میں سے نہ ہونے کی بناپر اپنے موضوع کے ساتھ قائم نہیں ہوتی، اس کا اعضاء کے ساتھ قیام بالکل ہوتا ہی نہیں کیونکہ اعضاء مانع نہیں تاکہ انکے ساتھ مانعیت قائم ہو اور بمعنی نسبت کے یعنی وہ شے جس کا کسی مانع شرعی کی طرف انتساب ہو

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت مصطفی البابی مصر ۱/۶۳

[2] ردالمحتار کتاب الطہارت مصطفی البابی مصر ۱/۶۳

[3] طحطاوی علی الدر کتاب الطہارت مصطفی البابی بیروت ۱/۵۶

الشرعی الذی یحل بالاعضاء فیزیل طھرھا لان المانع ھو الخطاب الشرعی والمنتسب الیہ مالاجلہ ورد الخطاب وھی النجاسۃ الحکمیۃ وھی بعینھا ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعریف الی تعریف الغایۃ فلا خلاف ولا خلف الا تری ان تلمیذ المحقق علی الاطلاق اعنی المحقق الحلبی عرف الحدث فی الحلیۃ بانہ الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامہ بالاعضاء مسببا عن الجنابۃ و الحیض والنفاس والبول والغائط وغیرھما من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصّلاۃ ومافی معناھا معہ حال قیامہ بمن قام بہ الی غایۃ استعمال مایعتبر بہ زائلا[1] اھ وھو کما تری لیس الا بسطا لما اجملہ شیخہ المحقق وما ھو الاعین ماعرف بہ فی الغایۃ ولو قال مانع شرعی کما استظھرہ العلامۃ ط لکان ایضا مرجعہ الی ذلك لان ذلك الوصف الشرعی وھی النجاسۃ مانع شرعی بمعنی مالاجلہ المنع واستعمال المانع بھذا المعنی شائع ذائع (۱) غیر ان المحقق ابقاہ علی حقیقتہ فاتی بالنسبۃ فلا وجہ وجیھا للاستظھار ثم من (۲) اوضح دلیل علیہ ان البحر مغترف فی ھذا الحد من مناھل فتح القدیر کما ذکرہ فی ردالمحتار وقد قال المحقق فی

یہ قطعاً اس وصف شرعی پر صادق آتی ہے جو اعضاء میں حلول کرتا ہے اور ان کی طہارت کو زائل کرتا ہے اس لئے کہ مانع وہ خطاب شرعی ہے، اور اس کی طرف منسوب وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خطاب وارد ہوا، اور وہی نجاستِ حکمیہ ہے، اور وہ بعینہٖ وہ وصف ہے جو اعضاء کے ساتھ قائم ہے تو تعریف، غایہ والی تعریف کی طرف لوٹ آئی تو کوئی خلاف نہیں اور نہ خلف ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محقق علی الاطلاق کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں حدث کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک وصف حکمی ہے کہ شارع نے اعضاء کے ساتھ اس کے قیام کا اعتبار کیا ہے، اور یہ جنابۃ، حیض، نفاس، پیشاب اور پاخانہ وغیرہما نواقض وضو کے باعث ہوتا ہے، اور یہ چیز نماز کے قریب جانے سے مانع ہوتی ہے، یا جو چیز نماز کے حکم میں ہو، یہ مانعیت اس وقت تک رہتی ہے جب تک یہ وصف اُسی شخص کے ساتھ قائم رہے، یہاں تک کہ وہ اس چیز کو استعمال کرے جو اس کو زائل کرنے والی ہے اھ یہ تعریف جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اُسی چیز کا بسط ہے جس کا اجمال ان کے شیخ محقق نے کیا ہے اور یہ بعینہٖ وہی تعریف ہے جو غایہ میں ہے، اور مانع شرعی کہتے جیسا کہ علامہ "ط" نے فرمایا اس کا بھی ماحصل یہی ہے کیونکہ وہ وصف شرعی، جو نجاست ہے مانع شرعی ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے منع ہے، اور

[1] حلیہ

الفتح مستدلالرواية الحسن وابی یوسف عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل نجسا مغلظا اومخففا مانصه[1] وجه رواية النجاسة قياس اصله الماء المستعمل فی النجاسة الحقيقية والفرع المستعمل فی الحكمية بجامع الاستعمال فی النجاسة بناء علی الغاء وصف الحقيقی فی ثبوت النجاسة و(ا)ذلك لان معنی الحقيقی ليس الاكون النجاسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لاان وصف النجاسة حقيقة لاتقوم الابجسم كذلك وفی غيره مجازبل معناه الحقيقی واحد فی ذلك الجسم وفی الحدث لانه ليس المتحقق لنا من معناها سوی انها اعتبار شرعی منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قيامه لمن قام به الی غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا اومحسوسا فلا ومن ادعاه لايقدر فی اثباته علی غيرالدعوی ويدل علی انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الاتری ان الخمر محكوم بنجاسة فی شريعتنا وبطهارته فی غيرها فعلم انها ليست سوی اعتبار شرعی الزم معه كذا الی غاية كذا ابتلاء وفی هذا لاتفاوت بين الدم

مانع کا استعمال اس معنی میں شائع وذائع ہے، البتہ محقق نے اس کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا ہے، تو نسبت کو لائے ہیں تو استظہار کی کوئی معقول وجہ نہیں، پھر اُس پر واضح ترین دلیل یہ ہے کہ بحر نے بھی اس تعریف میں فتح القدیر سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ اس کو ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اور محقق نے فتح میں ابو یوسف اور حسن کی ابو حنیفہ سے روایت پر استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے یا نجاست خفیفہ ہے، جس روایت میں اس کو نجاست قرار دیا گیا ہے وہ قیاس کی بنیاد پر ہے اس قیاس کی اصل وہ پانی ہے جو نجاست حقیقیہ میں مستعمل ہو، اور اس کی فرع وہ پانی ہے جو نجاست حکمیہ میں مستعمل ہو، اور علّت جامعہ، نجاست میں استعمال ہے، بناء کرتے ہوئے کہ وصف حقیقی ثبوت نجاست میں لغو ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی کا مفہوم یہ ہے کہ اس نجاست سے ایسا جسم متصف ہو جو بنفسہٖ مکلّف سے مستقل ہو یہ نہیں کہ وصف نجاست حقیقۃً ایسے ہی جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس کے غیر میں مجاز ہے، بلکہ اس کے حقیقی معنی ایک ہیں اس جسم میں اور حَدَث میں، اس لئے کہ ہمیں تحقیقی طور پر جو معنی معلوم ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ ایک شرعی اعتبار ہے کہ جب تک وہ موجود ہو تو شارع نے اس کو جو اس کے ساتھ متصف ہو نماز وغیرہ کے قریب جانے سے منع کیا ہے تاوقتیکہ وہ اس میں پانی کو استعمال

[1] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۴

والحدث فانه ایضا لیس الانفس ذلك الاعتبار[1] اھ فهذا نص صریح فی ان تلك المانعیة الشرعیة المغیاة الی استعمال المزیل لیست الا النجاسة الحکمیة فاتحد التعریفان۔

ثم اقول: (۱) التعریف (۲) بالحکم ان ارید به ان یجعل الحکم نفس المعرّف بحیث یحمل هو علی المعرَّف فنعم یسقط ایراد النهر والدر فان المانعیة بالمعنی المذکور وهی النجاسة الحکمیة لیست اثرا مترتبا علی الحدث بمعنی الوصف الشرعی بل هی هو کما عرفت وح لایستقیم ایضا قول المجیب ان التعریف بالحکم کأن یقال هو مالا تصح الصلاة معه فان مالا تصح لیس حکما بل الحکم کما اعترف عدم الصحة ولم یعرف به وانما یکون تعریفاً بالحکم لوقیل الحدث عدم صحة الصلاة ویتکدر ایضا جواب ط وش بانه مستعمل عند الفقهاء فان المستعمل عندهم ذکر الحکم فی التعریف لاحمل الاثر علی المؤثر وان ارید به ان

استعمال نہ کرے، جب وہ پانی استعمال کرلے گا تو وہ اعتبار ختم ہوجائے گا، یہ سب طاعت کی ابتلا ہے، رہی یہ بات کہ یہاں کوئی وصف عقلی حقیقی یا محسوسی ہے، تو ایسی کوئی بات نہیں، اور جو اس کا دعوی کرتا ہے تو محض دعوی ہی ہے، اور اس کے اعتباری ہونے کی دلیل ہے کہ یہ شریعتوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا رہتا ہے، مثلاً شراب ہماری شریعت میں ناپاک ہے اور دوسری شریعتوں میں پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نجاست محض شرعی اعتبار سے یہ اتنی سے اتنی مدّت تک کیلئے لازم کیا گیا ہے ابتلاءً اور اس میں خون اور حَدَث میں کوئی تفاوت نہیں کیونکہ یہ بھی ویسا ہی اعتبار ہے اھ تو یہ اس امر میں نص صریح ہے کہ یہ مانعیت شرعیہ جس کی انتہا مُزیل کا استعمال ہے، نجاست حکمیہ ہی ہے تو دونوں تعریفیں متحد ہوگئیں۔ ت) پھر **میں کہتا ہوں** تعریف بالحکم سے مراد اگر یہ ہے کہ حکم کو معرِّف بنادیا جائے کہ وہ معرَّف پر محمول ہو تو نہر اور دُر کا اعتراض رفع ہوجائے گا، کیونکہ مانعیت بالمعنی المذکور یعنی نجاست حکمیہ کے معنی میں، حَدَث پر مترتب ہونے والا اثر نہیں ہے، یعنی وصف شرعی کے معنی میں بلکہ یہ وہی ہے جیسا کہ تم نے پہچانا۔ اور اس صورت میں مجیب کا یہ قول درست نہ ہوگا کہ تعریف بالحکم مثلاً یہ کہا جائے کہ حَدَث وہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہ ہو، کیونکہ "وہ جس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح نہ ہو" یہ جملہ حکم نہیں ہے بلکہ حکم جیسا کہ انہوں نے اعتراف کیا، عدمِ صحت ہے، اور اس سے انہوں نے تعریف نہیں کی ہے، اور تعریف بالحکم اس صورت میں ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ حَدَث نماز کا صحیح نہ ہونا ہے، اور ط و ش کا جواب بھی اس صورت میں مکدّر ہوجائے گا کہ اس قسم کی تعریف فقہاء کے

[1] فتح القدیر بحث الماء المستعمل نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

یمیز المحدود بذریعة الحکم بان یعطی انه الذی یؤثر هذا الاثرفنعم یستقیم تمثیل المجیب التعریف بالحکم بماذکر لکن یسقط اصل جوابه بان المانعیة لیست حکما فان التعریف بالحکم لیس اذن ان یکون المحمول عین الحکم بل ماذکر فیه الحکم وهو حاصل فی التعریف المذکور قطعا لاشتماله علی منع المکلف من اشیاء مخصوصة مادام ذلك الوصف قائما به اتینا علی الایراد وهو علی هذا اشد سقوطا وابین غلطا فان الذی اختاره الموردون لایخ ایضا عن التعریف بالحکم لذکرهم فیه زوال الطهارة وما هو الا الاثر المترتب علی ذلك الوصف الشرعی واذن یکفی جوابا عن کلا الحدین ماذکر ط و ش **وبالجملة** فایقاع التغایر بین الحدین لاداعی له و ایراد النهر والدر لاصحة له وجواب الفتال عن بعض الفضلاء لایخلوعن خلط وغلط بقی الکلام علی المعنی الاول الذی ذکره العلامة قاسم وکیف تباینه للمعنی الثانی۔

فاقول:(۱)المانع الشرعی ای ما لاجله المنع هی النجاسة الحکمیة والمنتسب الیها تلبس المکلف بها والفرق بینهما ان النجاسة

یہاں مستعمل ہے، کیونکہ ان کے یہاں مستعمل تعریف میں حکم کا تذکرہ ہے نہ یہ کہ اثر کو مؤثر پر محمول کرلیا جائے، اور اگر اس سے یہ ارادہ کیا جائے کہ محدود کو بذریعہ حکم ممیّز کیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ یہی ہے جو یہ اثر کررہا ہے تو اس صورت میں مجیب کی یہ مثال جو انہوں نے تعریف بالحکم کیلئے پیش کی ہے درست قرار پائے گی، مگر اس وقت ان کا اصل جواب ختم ہوجائے گا، یعنی یہ کہ مانعیت حکم نہیں ہے کیونکہ تعریف بالحکم اس صورت میں یہ نہیں ہے کہ محمول عین حکم ہو، بلکہ یہ ہے کہ جس میں حکم مذکور ہو، اور یہ تعریف مذکور میں قطعاً موجود ہے، کیونکہ یہ تعریف اس پر مشتمل ہے کہ مکلّف کو مخصوص اشیاء سے روکنا جب تک کہ یہ وصف اس کے ساتھ قائم رہے۔ اب ہم اعتراض کی طرف آتے ہیں اور اس کی صورت اور بھی زیادہ غلط اور ساقط ہے کیونکہ معترضین نے جو تعریف اختیار کی ہے وہ تعریف بھی تعریف بالحکم سے خالی نہیں ہے، کیونکہ وہ بھی اس میں زوال طہارت کا استعمال کرتے ہیں، اور وہ اُس وصفِ شرعی پر مرتّب ہونے والا اثر ہے، ایسی صورت میں دونوں تعریفوں پر جو اعتراض ہے اُس کے جواب میں "ط" اور "ش" نے جو تقریر کی ہے وہ کافی ہے، اور خلاصہ یہ کہ دونوں تعریفوں میں تغایر کا قول کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، اور نہر اور دُر کا اعتراض درست نہیں ہے اور فتال نے جو جواب بعض فضلاء کی طرف سے دیا ہے وہ غلط اور خلط سے خالی نہیں ہے۔ اب اُس پہلے معنی پر گفتگو باقی رہ گئی جو علّامہ قاسم نے ذکر کئے ہیں، اور یہ معنی دوسرے معنی سے کس طرح مختلف ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** مانع شرعی یعنی جس کی وجہ سے منع ہے وہ نجاست حکمیہ ہے، اور جو اس کی طرف منسوب ہے وہ مکلّف کا اُس کے ساتھ ملتبس ہونا ہے، اور

وصف شرعی یحل بسطوح الاعضاء الظاھرۃ حلول سریان والسطح ممتد منقسم فتنقسم النجاسۃ بانقسامھا فتقبل التجزی ثبوتا ورفعا امارفعا فظاھر فانہ اذا غسل الید مثلا زالت النجاسۃ عنھا ولذا سقط عنھا فرض التطھیر مع بقاء النجاسۃ فی سائر الاعضاء التی حلتھا واما ثبوتا فلان الحدث الاصغر انما ینجس اربعۃ اعضاء والاکبر البدن کلہ وسنعود الی الکلام فی ھذا عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اما تلبس المکلف بھا ای اصطحابہ لھا فوصف للمکلف یحدث بحلول النجاسۃ فی ای جزء من اجزاء بدنہ ویبقی ببقائھا فی شیئ منھا فان زادت النجاسۃ لم یزدوان نقصت لم ینتقص بل اذا حدثت حدث ومھما بقیت ولوکاقل قلیل بقی کملا واذا زالت بالکلیۃ زال وکان نظیرھما الحرکۃ بمعنی القطع وبمعنی التوسط فالاول متجزئۃ لانطباقھا علی المسافۃ المتجزئۃ والثانیۃ لاجزء لھا بل تحدث بحدوث اول جزء من اجزاء الاولی وتبقی بحالھا مادام المتحرک بین الغایتین فاذ اسکن زالت دفعا **فانقلت** لم لایحمل کلام البحر علی ھذا کی یثبت التغایر بین الحدین کمافھم النھر والدر ویوافق لمااعترض بہ تبعا للفتح کلام العامۃ والمتون ان الحدث لایتجزی۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ نجاست شرعی وصف ہے جو اعضاء ظاہرہ کی سطحوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور یہ حلول سریانی ہوتا ہے اور سطح ممتد اور منقسم ہے تو اس کی تقسیم کی وجہ سے نجاست بھی منقسم ہوجائے گی، تو یہ رفعاً اور ثبوتاً تجزی کو قبول کرے گا، رفعاً تو ظاہر ہے، کیونکہ مثلاً اس نے ہاتھ تین بار دھویا تو اس سے نجاست زائل ہوجائے گی، اور اسی لئے اس سے فرض تطہیر ساقط ہوگیا جبکہ باقی اعضاء میں نجاست باقی ہے اور ثبوتاً اس طرح کہ حَدَث اصغر چار اعضاء کو ناپاک کرتا ہے اور اکبر تمام بدن کو، ہم عنقریب اس پر کلام کریں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔
رہا نجاست کے ساتھ مکلّف کا متلبس ہونا، تو یہ مکلّف کا وصف ہے جو نجاست کے حلول سے پیدا ہوتا ہے، خواہ اس کے بدن کے کسی جزء میں بھی ہو، اور حدث اس وقت تک باقی رہے گا جب تک نجاست کسی بھی عضو میں باقی رہے، تو اگر نجاست زیادہ ہوجائے تو حدث زیادہ نہ ہوگا، اور نجاست اگر کم ہو تو حدث کم نہ ہوگا، بلکہ جب بھی نجاست وجود میں آئے گی حدث وجود میں آئے گا اور جب تک باقی رہے گی خواہ کم سے کم ہو تو حدث بھی مکمل طور پر باقی رہے گا اور جب نجاست بالکلیہ زائل ہوجائے گی تو حدث بھی زائل ہوجائے گا، ان دونوں کی نظیر حرکۃ بمعنی قطع ہے اور حرکۃ بمعنی توسط کے ہے، تو پہلی منقسم ہے کیونکہ وہ مسافتِ منقسمہ پر منطبق ہوتی ہے اور دوسری کا کوئی جزء نہیں بلکہ پہلی حرکۃ کے پہلے جزء کے پیدا ہونے پر پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح باقی رہتی ہے جب تک دونوں غایتوں کے درمیان

قلت: یاباہ قولہ قائمۃ بالاعضاء فان التلبس الذی لاتجزی لہ انما یقوم بالمکلف نفسہ لابالاعضاء و الذی یقوم بھا یتجزی بتجزیھا کما عرفت امامخالفتہ لماذکرمن عدم التجزی **فاقول**:(ا)لا غروفھو القائل فی باب شروط الصلاۃ متصلا بھذا التعریف بلا فصل مانصہ والخبث عین مستقذرۃ شرعا وقدم الحدث لقوتہ لان قلیلہ مانع بخلاف قلیل الخبث [1]اھ فقد افصح بتجزی الحدث وقال متبوعہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح کلمتھم متفقۃ علی ان الخف اعتبر شرعامانعا سرایۃ الحدث الی القدم فتبقی القدم علی طھارتھا ویحل الحدث بالخف فیزال بالمسح [2]اھ فھذا نص صریح علی تجزی الحدث واعتراف باطباق کلمتھم علیہ وھو کذلك فمن نظر کلامھم فی مسائل مسح الخفین وغیرھا ایقن بانھم جمیعا قائلون بتجزیہ وانما الذی لایتجزی ھو تلبس المکلف بالمنع الشرعی فظھر ظھور النھار ان الایراد علی

متحرک رہے اور جب پُر سکون ہوگا تو حرکت یک دم ختم ہو جائے گی۔ اگر تو کہے کہ بحر کے کلام کو اس پر کیوں محمول نہ کر لیا جائے تاکہ دونوں تعریفوں میں تغایر ظاہر ہو جائے جیسا کہ نہر اور دُر نے سمجھا ہے اور موافق ہو جائے اس اعتراض کے ساتھ جو انہوں نے فتح کی متابعت میں عام کتب اور متون پر کیا ہے کہ حَدَث منقسم نہیں ہوتا۔(ت)

میں کہتا ہوں اس تاویل سے ان کا قول "قائمۃ بالاعضاء" انکار کرتا ہے، کیونکہ تلبس جو ایک غیر متجزی شیئ ہے، وہ بذاتِ خود مکلّف کے ساتھ قائم ہوتا ہے نہ کہ اُس کے اعضاء کے ساتھ، اور جو چیز اعضاء کے ساتھ قائم ہے وہ اعضاء کی تجزی کے باعث متجزی ہوتی ہے جیسا کہ آپ نے پہچانا اور اس کی مخالفت عدم تجزی سے، تو **میں کہتا ہوں** کہ اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ خود ہی اس تعریف کے متصلا بعد "باب شروط الصّلوٰۃ" میں فرماتے ہیں "اور خُبث وہ چیز ہے جو شرعاً گندی ہو، اور حدث کو اس کی قوت کے باعث مقدم کیا کیونکہ اس کا قلیل بھی مانع ہے بخلاف قلیل خبث کے اھ یہاں انہوں نے بوضاحت حدث کے منقسم ہونے کا قول کیا ہے، اور اُن کے مقتدا محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ موزہ شرعا قدم کی طرف حدث کی سرایۃ کو قدم تک روکنے والا ہے، تو قدم بدستور پاک رہے گا اور حدث موزہ میں داخل ہو جائے گا، لہذا مسح سے اس کو زائل کر دیا جائے گا اھ یہ نص صریح ہے حدث کے متجزی ہونے پر اور اس امر کا اعتراف ہے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں، اور بات

[1] بحر الرائق شروط الصلوٰۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۶
[2] فتح القدیر مسح الخفین سکھر ۱/۱۲۸

المتون والعامة وتثلیث السبب کلا کان فی غیر محله ولا حاجة الی ما()تجشم البحر جوابا عن المتون بقوله الا ان یقال ان الحدث زال عن العضو زوالا موقوفا ثم ضعفه بقوله لکن المعلل به فی کتاب الحسن عن ابی حنیفة اسقاط الفرض لاازالة الحدث[1]۔

اقول: بل(۲)لاوجه له لان الحدث بالمعنی الذی لایتجزی اعنی تلبس المکلف بالمانع الشرعی لاقیام له بعضو حتی یزول عنه منجزا اوموقوفا ثم()تعلیل الامام فی هذا الکلام باسقاط الفرض لاینافی تعلیله فی کلام اخر برفع الحدث علی ماقررنا لك بارشاد الهدایة ان مؤداهما واحد وقد قال فی الخلاصة والتبیین والفتح وغیرها الماء بماذا یصیر مستعملا قال ابو حنیفة وابو یوسف اذا ازیل به حدث اوتقرب[2] به الخ وبالله التوفیق

ثم()جنوح المحقق فی آخر کلامه الذی اثرنا عنه الی ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال اعتمده فی البحر ثم الدر واشار الی الرد علیه

ایسی ہے کیونکہ جو بھی مسح علی الخفین کی بابت فقہاء کے کلام کو دیکھے گا اس کو یقین آجائے گا کہ سب فقہاء حَدَث کے متجزی ہونے کے قائل ہیں، اور جو چیز متجزی نہیں ہوتی ہے وہ مکلّف کا منع شرعی سے متصف ہونا ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ متون اور عام کتب پر اعتراض اور سبب کی تثلیث سب بے محل ہیں اور جو تکلف بحر نے متون کے جواب میں کیا ہے اس کی چنداں حاجت نہیں، جواب یہ ہے کہ "مگر یہ کہ کہا جائے کہ حدث عضو سے زوالِ موقوف کے طور پر زائل ہوا ہے، پھر خود ہی اس کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے اسقاط فرض کی علّت بنانا مروی ہے نہ کہ ازالہ حدث کو۔(ت)

میں کہتا ہوں دراصل اس کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے، کیونکہ حَدَث اُس معنی کے اعتبار سے جس میں وہ منقسم نہیں ہوتا ہے یعنی مکلّف کا مانع شرعی کے ساتھ متلبس ہونا، اس کا قیام کسی عضو کے ساتھ نہیں، تاکہ وہ اس سے فوری طور پر یا موقوفاً زائل ہوجائے، پھر امام کا اس کلام میں اسقاط فرض کے ساتھ تعلیل کرنا، ان کے دوسرے کلام میں رفع حدث کی علّت بتانے سے متضاد نہیں، جیسا کہ ہم نے ہدایہ کی عبارت سے واضح کردیا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے، اور خلاصہ، تبیین، فتح وغیرہا میں ہے کہ پانی کا مستعمل ہونا ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہوگا جب اس سے کوئی حدث زائل کیا جائے یا کوئی تقرب کیا جائے الخ وباللہ التوفیق پھر محقق کا جو کلام ہم نے نقل کیا ہے

[1] بحر الرائق بحث الماء المستعمل سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۷

العلامۃ ش بان نقل اولا عن الفتح نفسہ ان المعلوم من جھۃ الشارع ان الاٰلۃ التی تسقط الفرض وتقام بھا القربۃ تتدنس الخ وایضا عنہ مانصہ والذی نعقلہ ان کلا من التقرب والاسقاط مؤثر فی التغیر الا تری انہ انفرد وصف التقرب فی صدقۃ التطوع واثّر التغیر حتی حرمت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعرفنا ان کلا اثر تغیرا شرعیا اھ ثم قال بعد نقلھما مقتضاہ ان القربۃ اصل ایضا فالمؤثر فی الاستعمال[1] اصلان اھ۔

اقول: (۱) کلام المحقق من اولہ الی اخرہ طافح باثبات الاصالۃ بھذا المعنی ای مایبتنی علیہ الحکم بتدنس الماء للقربۃ والاسقاط جمیعا بل ھو الذی ثلث واقام اصولا ثلثۃ وما کان لیقرر ھذا کلہ ثم فی طی نفس الکلام یحصر الاصالۃ فی شیئ واحد وانما منشأ کلامہ انہ رحمہ اللہ تعالٰی نقل عنھم ان الاستعمال عند الشیخین باحد شیئین رفع الحدث والتقرب وعند محمد بالتقرب وحدہ وحمل رفع الحدث علی المعنی الذی لایتجزی فتطرق

اس میں ان کا میلان اس طرف ہے کہ پانی کے استعمال سے سقوط فرض ہی اصل ہے بحر اور دُر نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور علامہ "ش" نے اس پر رد کی طرف اشارہ کیا ہے، پہلے تو انہوں نے خود ہی فتح سے نقل کیا کہ شارع سے معلوم ہے کہ وہ آلہ جس سے فرض ساقط ہو اور قربۃ ادا ہو میلا ہو جاتا ہے الخ انہوں نے مزید فرمایا کہ جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ تقرب اور اسقاط فرض دونوں ہی تغیر میں مؤثر ہیں، مثلاً وصف تقرب صدقہ تطوع میں منفرد ہے اور تغیر نے اثر کیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہوگئی، تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہر ایک نے شرعی تغیر کا اثر چھوڑا ہے اھ پھر دونوں کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ قربۃ بھی اصل ہے تو استعمال میں مؤثر دو اصلیں ہیں اھ ت

میں کہتا ہوں محقق کا کلام از اوّل تا آخر سطحی ہے کہ اس میں اصالت اس معنی کے اعتبار سے ثابت کی ہے، یعنی وہ چیز جس پر حکم کی بنا ہو، پانی کے ادائے قربت کی وجہ سے میلا ہو جانے کے باعث اور اسقاطِ فرض کے باعث، بلکہ وہی ہیں جنہوں نے تثلیث کی اور تین اصول مقرر کئے، اور وہ یہ تقریر کرکے پھر ان میں سے ایک چیز پر اصالت کو منحصر نہیں کر رہے، اُن کے کلام کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اُن (رحمہم اللہ) سے یہ نقل کر رہے ہیں کہ شیخین کے نزدیک استعمال دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶
فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

الایراد بالفروع التی حکم فیھا باستعمال الماء مع بقاء الحدث فقرر ان اسقاط الفرض ایضا مؤثر واستدل علیہ بکلام الامام فی کتاب الحسن وبان الاصل الذی عرفنا بہ ھذا الحکم ھو مال الزکاۃ والثابت فیہ لیس الاسقوط الفرض ای وان اثبتناہ ایضا بالتقریب بدلیل آخر فالاصل الذی ارشدنا اولا الی ھذا الحکم ھو سقوط الفرض فکیف یعزل النظر عنہ بل یجب القول بہ وھذا لاینافی ان الاصول اثنان بل ثلثۃ ینقدح ھذا المعنی فی ذھن من جمع اول کلامہ باٰخرہ حیث یقول المعلوم من جھۃ الشارع ان الۃ تسقط الفرض وتقام بھا القربۃ تتدنس اصلہ مال الزکاۃ تدنس باسقاط الفرض حتی جعل من الاوساخ فی لفظہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ[1] فافصح ان کلا الامرین مغیر واقتصر فی الزکوٰۃ علی الاسقاط ثم قال فی بیان سبب ثبوت الاستعمال انہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف کل من رفع الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند زفر الرافع لایقال ماذکر لاینتھض علی زفر اذیقول مجرد القربۃ لایدنس بل الاسقاط فان المال لم یتدنس بمجرد التقرب بہ ولذا جاز للھاشمی صدقۃ التطوع بل مقتضاہ ان لا

ہوتا ہے، رفعِ حدث اور تقرب، اور محمد کے نزدیک صرف تقرب سے اور رفعِ حدث کو اس معنی پر محمول کیا کہ اس میں تجزّی نہیں ہوتی، اِس بنا پر اُن فروع کی وجہ سے اعتراض وارد ہوا جن میں پانی کے استعمال کا حکم ہوا حدث کے باقی ہوتے ہوئے، انہوں نے اس امر کو ثابت کیا اسقاط فرض بھی مؤثر ہے، اور اس پر انہوں نے امام کے کلام سے استدلال کیا ہے جو کتاب حسن میں مذکور ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وہ اصل جس کی وجہ سے ہم نے یہ حکم جانا ہے وہ زکوٰۃ کا مال ہے اور اس میں صرف فرض کا سقوط ہے، یعنی اگرچہ ہم اس کو کسی اور دلیل کی وجہ سے تقرب سے ثابت کریں تو وہ اصل جو ہم نے پہلے سے بتائی ہے اور جس سے یہ حکم ثابت ہوا ہے وہ سقوط فرض ہے تو اُس سے صرفِ نظر کیونکر ممکن ہے بلکہ اس کو ماننا لازم ہے، اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اصول دو ہیں بلکہ تین ہیں یہ معنی اس کے دل میں ضرور خلجان پیدا کریں گے جو اُن کے اول کلام اور آخر کلام کو یکجا کرکے پڑھے گا، وہ کہتے ہیں کہ وہ آلہ جس سے فرض ساقط ہوتا ہے اور قربت ادا ہوتی ہے میلا ہوجاتا ہے اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے کہ وہ اسقاط فرض سے میلا ہوجاتا ہے اس لئے اس کو حدیث میں "اوساخ" قرار دیا گیا ہے الخ اس سے واضح ہوا کہ دونوں امور تبدیلی کرنے والے ہیں، اور زکوٰۃ میں اسقاط پر اکتفاء کیا گیا ہے، پھر ثبوت استعمال کے سبب کے بیان میں فرمایا کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک سبب رفعِ حدث اور تقرب ہے

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

یصیر مستعملا الا بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعنی مال الزکاۃ لاینفرد فیه الاسقاط عنه اذ لا تجوزالزکاۃ الا بنیة ولیس ھو قول واحد من الثلثة(یرید اصحاب الاقوال الثلثة الشیخین و محمد او زفر)لانانقول غایة الامر ثبوت الحکم فی الاصل مع المجموع وھو لایستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلك دائر مع عقلیة المناسب للحکم فان عقل استقلال کل حکم به اوالمجموع حکم به والذی نعقله ان کلامؤثر[1] الی اخرماتقدم ثم قال قال فی الخلاصة ان الماء بماذا یصیر مستعملا (فذکر المذھبین کما نقلنا ثم قال)ھذا یشکل علی قول المشائخ ان الحدث لایتجزأ والمخلص ان صیرورۃ الماء مستعملا باحد ثلثة رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وھوالاصل لما عرف ان اصله مال الزکاۃوالثابت فیه لیس الاسقوط الفرض۔ **اقول:** ای وان کان الموجود فیه الامران لکن ھذا اقوی وفیه المقنع فلا یثبت به الا	اور محمد کے نزدیک وہ تقرب ہے اور زفر کے نزدیک رفع ہے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ دلیل زفر کے خلاف نہیں چل سکتی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ صرف قُربت پانی کو مستعمل نہیں کرتی ہے بلکہ اسقاط بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ مال زکوٰۃ محض تقرب کی وجہ سے میلا نہیں ہوا ہے، اور اسی لئے ہاشمی نفلی صدقہ لے سکتا ہے بلکہ اس کا مقتضی یہ ہے کہ اسقاط مع تقرب سے اسقاط منفرد نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بلانیت جائز نہیں اور یہ تینوں میں سے کسی ایک کا قول نہیں (اس سے ان کی مراد تینوں اقوال کے قائلین یعنی ابو حنیفہ وابو یوسف، محمد یازفر رحمہم اللہ ہیں) کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حکم کا اصل مجموع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ موثر مجموع ہے بلابلکہ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ مناسب حکم کو سمجھا جائے، اگرہر حکم کا استقلال اس کے ساتھ سمجھا جائے یا مجموع کا تو اس کے ساتھ حکم کیا جائے گا اور جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک موثر ہے الی آخر ماتقدم، پھر کہا کہ انہوں نے خلاصہ میں فرمایا کہ پانی کس چیز کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے (توانہوں نے دونوں مذاہب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا پھر فرمایا (یہ مشائخ کے قول کی روشنی میں مشکل ہے کہ حدث متجزی نہیں ہوتا، اور اس اشکال سے نجات کی صورت تین امور میں سے ایک امر ہے رفع حدث، تقرب اور سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور اس میں جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہی اصل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اس کی اصل مال زکوٰۃ ہے اور اس میں جو ثابت ہے وہ سقوط فرض ہے۔ ت) **میں کہتا ہوں** اگرچہ اس میں موجود دونوں امر ہیں لیکن یہ اقوی ہے اور اس میں کفایت ہے، تو

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

سببية هذا وان استفيد سببية الاخر بدليل حرمة صدقة التطوع عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كما قدم فتاثير اسقاط الغرض هواول ماثبت بالاصل الاعظم فلا مساغ لاسقاطه قال والمفيد لاعتبار الاسقاط مؤثرا صريح تعليل ابی حنيفة انه سقط فرضه عنه [1] اه ملتقطا وعليك بتلطيف القريحة هذا وقرره العلامة ط تبعاللبحر بوجه اخر حيث قال تحت قول الدر اسقاط فرض هوالاصل فی الاستعمال كما نبه عليه الكمال مانصه وهو موجود فی رفع الحدث حقيقة وفی القربة حكما لكونها بمنزلة الاسقاط ثانيا وقدمر [2] اھ وما مر هو قوله انما استعمل الماء بالقربة كالوضوء على الوضوء لانه لما نوی القربة فقد ازداد طهارة على طهارة فلا تكون طهارة جديدة الا بازالة النجاسة الحكمية حكما فصارت الطهارة على الطهارة وعلى الحدث سواء [3] افاده صاحب البحر اھ۔

اقول: نقله عن معراج الدراية واقرو فيه (۱) بعدلا يخفی فما النجاسة لاسيما الحكمية

اس سے اس کی سببیت ثابت ہوگی اگرچہ دوسرے کی سببیت بھی ثابت ہوگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نفلی صدقہ حرام ہے جیسا کہ گزرا، تو اسقاط فرض کی تاثیر پہلی چیز ہے جو اصل اعظم سے ثابت ہے تو اس کے ساقط کرنے کا کوئی جواز نہیں فرمایا) اور اسقاط کو مؤثر اعتبار کرنے کیلئے مفید امام ابو حنیفہ کی صریح تعلیل ہے کہ اسکا فرض اس سے ساقط ہوگیا اھ ملتقطاء اور تم اپنی طبیعت کو خوشگوار کرو، ہذا، اور علامہ "ط" نے بحر کی متابعت کرتے ہوئے اس کی تقریر دوسرے انداز میں کی ہے، انہوں نے "دُر" کے قول اسقاط فرض ہی استعمال میں اصل ہے کے تحت فرمایا، جیسا کہ کمال نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ حدث کو رفع کرنے میں حقیقۃً موجود ہے اور قربت میں حکما ہے، کیونکہ یہ بمنزلہ اسقاط ثانیا ہے اور یہ گزرا اھ اور جو گزرا وہ ان کا قول ہے، بیشک پانی قربت کی وجہ سے مستعمل ہوتا ہے، جیسے وضو پر وضو کرنا اس لئے جب قربت کا ارادہ کیا تو وہ طہارت کے اعتبار سے زیادہ ہوگیا، تو نئی طہارت نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہی ہوگی حکما، تو طہارت پر طہارت، اور حدث پر طہارت برابر ہوگئی، اس کا افادہ صاحبِ بحر نے کیا اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس کو معراج الدرایہ سے نقل کیا اور برقرار رکھا، اس میں بُعد ہے جو مخفی نہیں ہے کیونکہ

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۱۰

[3] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۲

الا اعتبار شرعی والاعتبار الصحیح لایکون الاعن منشأ صحیح وبدونه اختراع یجل شان الشرع عنه وقد زال ذلك بالطهر فلا یعود الا بحدث جدید وبعبارة اخری هل اعتبر الشرع هنا شیأ ینافی الطهر یزول بالماء الثانی فیحصل طهر جدید ام لا علی الثانی عاد السؤال اذلا نجاسة حقیقة ولا اعتبار او علی الاول ما حقیقة النجاسة الحکمیة الا ذلك الاعتبار الشرعی فلا معنی لتحقق الحکمیة حکما لاحقیقة وبعبارة اخصر ماالحکمیة الا اعتبارالشرع فالحکمیة حکما اعتبار الشرع انه اعتبر وما اعتبر اذ لواعتبرلتحققت وبالجملة مامآل الجواب الا فرضها هنالك فرضا باطلا ولا مساغ له وانا انبئك ان ما (۱)افاده انما هو تجشم مستغنی عنه وذلك لان المعراج انما احتاج الیه جوابا عن سؤال نصبه بقوله فان قیل المتوضیئ لیس علی اعضائه نجاسة لا حقیقة ولا حکمیة فکیف یصیر الماء مستعملا بنیة القربة فاجاب بقوله لمانوی القربة فقدازداد[1] الخ

نجاست، خاص طور پر حکمیہ اعتبار شرعی ہے اور اعتبار صحیح اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا منشاء صحیح ہو، اور اس کے بغیر اختراع ہے، شریعت کی شان اس سے بڑی ہے، اور یہ طُہر سے زائل ہوگیا تو صرف نئے حدث سے ہی یہ عود کرے گا، بالفاظ دیگر کیا یہاں شریعت نے کوئی ایسی چیز معتبر مانی ہے جو منافی طہر ہو اور دوسرے پانی سے زائل ہوجائے، تو نئی پاکی حاصل ہو یا معتبر نہیں مانی ہے، دوسری تقدیر پر سوال لوٹ کر آئیگا کیونکہ کوئی حقیقی نجاست نہیں اور نہ ہی اعتباری ہے اور پہلی تقدیر پر نجاست حکمیہ کی حقیقت شرعی اعتبار کے علاوہ اور کیا ہے تو یہ کہنا بے معنی ہے کہ نجاست حکمیہ حقیقۃً نہیں حکماً پائی جاتی ہے اور مختصر عبارت میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ نجاست حکمیہ صرف شرعی اعتبار سے عبارت ہے تو حکمیہ حکما شرع کا یہ اعتبار ہے کہ اس کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اعتبار کیا نہیں گیا کیونکہ اگر اعتبار کیا جاتا تو وہ متحقق ہوجاتی۔ خلاصہ یہ کہ جواب کا مآل یہ ہے کہ حکمیہ کو وہاں اعتبار کیا جائے بفرض باطل جس کی گنجائش نہیں، اور میں تجھ کو خبردار کرتا ہوں کہ جس کا افادہ انہوں نے کیا ہے وہ محض تکلّف ہے جس کی ضرورت نہیں، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معراج کو اس کی ضرورت اس لئے پڑی کہ انہیں اس سوال کا جواب دینا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وضو کرنے والے کے اعضاء پر نہ حقیقی نجاست ہے اور نہ حکمی ہے تو پانی بہ نیت تقرب کیسے مستعمل ہوجائے گا، تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس نے نیت کی تو زیادتی کی الخ۔ (ت)

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

اقول اولا یعود السائل یمنع ازدیاد الطھارۃ وانما ازداد نظافۃ لانھا تقبل التشکیک دون الطھارۃ ولذا قلنا بعدم تجزی الحدث والی ازدیاد النظافۃ یشیر الحدیث المشھور الوضوء علی الوضوء نور علی نور اخرجہ رزین وان قال العراق والمنذری لم نقف علیہ کما فی التیسیر۔

وثانیا: (۱) لامساغ للسؤال رأسا فان مبناہ علی حصر النجاسۃ الحکمیۃ فی الحدث ولیس کذا بل منھا المعاصی کما تقدمت النصوص علیہ والماء الاول وان کان کما یزیل الحدث یغسل من اثر المعاصی ایضا بشرط النیۃ ولکن لایجب ان یزیلھا کلًّا والا لکفی الوضوء عن التوبۃ وصار کل من توضأ مرۃ ولو بعد الف کبیرۃ کمن لاذنب لہ وھو باطل قطعا فھذہ نجاسۃ حکمیۃ باقیۃ بعد التطھیر فی عامۃ المکلفین فاین مثار السؤال بل قدمنا (۲) ان المکروھات ایضا تغیر الماء فھذا اطم واعم اما المعصومون صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیھم

فاقول: لانسلم فی مائھم (۳) الاول ایضا انہ مستعمل فی حقنا بل طاھر طھور مطھر لنا فضلا عن الثانی واذا اعتقدنا الطھارۃ فی فضلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما ظنک بوضوئہ فالاستدلال (۴) علی طھارۃ الماء المستعمل بان اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بادروا الی وضوئہ فمسحوا بہ وجوھم

میں کہتا ہوں اولًا کہ سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم طہارت کی زیادتی کو تسلیم نہیں کرتے اس میں نظافت کا اضافہ تو اس لئے ہے کہ نظافت کمی بیشی کو قبول کرتی ہے، مگر طہارت ایسی نہیں اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ حدث میں تجزّی نہیں ہے، اور نظافت میں اضافہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وضو پر وضو نور علٰی نور ہے، اس کی تخریج رزین نے کی ہے اگرچہ عراقی اور منذری نے کہا ہے کہ ہم اس پر مطلع نہیں ہوئے ہیں کما فی التیسیر۔

ثانیًا: سوال کی گنجائش ہی نہیں، کیونکہ اس سوال کا دارومدار اس پر ہے کہ نجاستِ حکمیہ کو حدث میں منحصر کردیا گیا ہے اور حالانکہ بات یہ نہیں ہے، بلکہ نجاست حکمیہ میں معاصی بھی شامل ہیں، اس پر نصوص گزر چکے ہیں، اور پہلا پانی جس طرح حَدَث کو زائل کرتا ہے بشرطِ نیت گناہوں کو بھی دھو ڈالتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ گناہوں کو کلیۃً دھو ڈالے ورنہ تو وضو ہی کافی ہوجاتا توبہ کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہزار ہا گناہوں کے بعد ایک ہی مرتبہ وضو کرلیتا تو تمام گناہ معاف ہوجاتے، اور وہ اس طرح ہوجاتا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے، اور یہ چیز قطعًا باطل ہے تو یہ وہ نجاست حکمیہ ہے جو مکلفین میں طہارت حاصل کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، تو اب سوال کیسے پیدا ہوسکتا ہے، بلکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مکروہات بھی پانی کو متغیر کردیتے ہیں تو یہ بلند اور اعم ہے۔ رہے انبیاء علیہم السلام جو معصوم ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے

كما فی العناية [1] وغيرها مع ضعفه بوجوه ذكرها فی البحر عن العلامة الهندی ليس فی محله عندی نعم يعتبر مستعملا فی حقهم شرعا فلا يرد على الحد نقضا كما اعتبرت فضلا تهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالٰی وسلامه عليهم۔

تنبیه:(۱)اختلفوا فی الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعا له تخفيفا ام لاالابالاعضاء الاربعة ويبتنى عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذه فيصير الماء مستعملا على الاول دون الثانی وبالعدم جزم فی كثير من المتد اولات ونص فی الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحا للقول الثانی ولذا عولنا عليه وفی المنحة عن النهر وكان الراجح هو الثانی ولذا لم يصر الماء مستعملا بخلافه على الاول [2] اھوالظاهر ان كان مشددة فيعطی ترددافی ترجيحه۔

کہ ان کا پہلا پانی ہمارے حق میں مائے مستعمل ہے، بلکہ وہ ہمارے حق میں پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور جب پہلے پانی کا یہ حال ہے تو دوسرے پانی کا بطریق اولیٰ یہ حال ہوگا، اور ہم تو انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کے قائل، تو وضو کے پانی کا کیا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کی طہارت پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ آپ کے اصحاب نے اُس پانی کی طرف سبقت کی اور اس کو اپنے چہروں پر ملا، جیسا کہ عنایہ وغیرہ میں ہے، بوجوہ ضعیف ہے، یہ وجوہ بحر میں علامہ ہندی سے نقل کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ برمحل نہیں، ہاں ان کے حق میں شرعاً مستعمل ہوگا، تو اس سے ماء مستعمل کی حد پر نقض وارد نہ ہوگا، اسی طرح ان کے فضلات کو نواقضِ وضو میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ ان کی شان بہت عظیم ہے اور ان کا مقام بہت ستھرا ہے صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم۔ (ت)

تنبیہ: حدثِ اصغر کی بابت اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی تمام بدن میں حدثِ اکبر کی طرح حلول کرتا ہے، اور شارع نے وضو کو اس کیلئے رافع تخفیفاً قرار دیا ہے یا نہیں؟ ہاں اعضاء اربعہ میں ایسا ہے اور اسی پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ بے وضو شخص نے اگر اپنی ران کے مثل کو دھویا تو پہلے قول پر پانی مستعمل ہوجائے گا دوسرے قول پر نہ ہوگا، اور مستعمل نہ ہونے پر بہت سی متداول کتب میں اعتماد کیا گیا ہے اور خلاصہ میں تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے تو یہ قول ثانی کی ترجیح ہے، اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور منحہ میں نہر سے ہے کہ راجح دوسرا ہے اور اسی لئے پانی مستعمل نہ ہوگا، اس کے برعکس ہے پہلی صورت میں اھ اور ظاہر یہ ہے کہ کَانَّ مشدّدہ ہے۔

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] منحۃ الخالق مع البحر کتاب الطہارت ۱/۹۲

اقول: وقد یجوز ان یقول قائل ربما یشھد للاول **اوّلا** (۱)حدیث اذا تطھرا حدکم فذکر اسم اللہ علیہ فانہ یطھر جسدہ کلہ فان لم یذکر اسم اللہ تعالٰی علی طھورہ لم یطھر الامامر علیہ الماء [1] رواہ الدار قطنی والبیھقی فی سننہ والشیرازی فی الالقاب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال البیھقی بعد ماساقہ بطریق یحیی بن ھاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقیق بن سلمۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فذکرہ ھذا ضعیف لااعلم رواہ عن الاعمش غیر(۲)یحیی بن ھاشم وھو متروک الحدیث [2] ورواہ ابن عدی بالوضع اھوکذبہ ابن معین وصالح جزرۃ وقال النسائی متروک وبہ اعلہ المحقق فی الفتح حین کلامہ علی وجوب التسمیۃ فی الوضوء تبعاللبیھقی۔

اقول:(۳)بل لہ طرق ترفعہ عن الوھن فقد رواہ الدار قطنی والبیھقی ایضاعن ابن عمر وھماوابو الشیخ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ولفظہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی

تو اس سے اس کی ترجیح میں تردّد پیدا ہوگا،

میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ کوئی کہنے والا کہے کہ پہلے قول کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جب تم میں سے کوئی پاکی حاصل کرے اور اللہ کا نام لے تو اس کا پورا جسم پاک ہوجائے گا اور اگر اللہ کا نام نہ لے تو صرف وہی عضو پاک ہوگا جس پر پانی گزرا ہو، روایت کیا دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور شیرازی نے القاب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیہقی نے یہ حدیث بسند یحیٰی بن ہاشم السمسار ذکر کی ہے، ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، پھر پوری حدیث ذکر کی، یہ ضعیف ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کو اعمش سے یحیٰی بن ہاشم کے غیر نے روایت کیا، اور وہ متروک الحدیث ہے، اور اس کو ابن عدی نے وضاع قرار دیا اھ ابن معین اور صالح نے اس کی تکذیب کی اور نسائی نے اس کو متروک کہا اور یہی علّت محقق نے فتح میں بیان کی، یہ اُس موقعہ پر ہے جہاں انہوں نے وضو میں بسم اللہ کے وجوب کا ذکر کیا بیہقی کی متابعت میں۔ ت) **میں کہتا ہوں** اس حدیث کے بعض طرق ایسے ہیں جو اس کی کمزوری کو رفع کرتے ہیں، دار قطنی اور بیہقی نے بھی اس کو ابن عمر سے روایت کیا، اور انہی دونوں نے اور ابو الشیخ نے ابو ھریرہ سے روایت

---
[1] دار قطنی باب التسمیۃ علی الوضوء مطبع القاہرہ ۱/۷۳
[2] سنن الکبریٰ للبیہقی تسمیۃ علی الوضوء بیروت ۱/۴۴

علیه وسلم من توضأ وذکر اسم الله علی وضوئه تطهر جسده کله ومن توضأ ولم یذکر اسم الله علی وضوئه لم یتطهر الاموضع الوضوء [1] ورواه عبدالرزاق فی مصنّفه عن الحسن الضبی الکوفی مرسلا ینمیه الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من ذکر الله عندالوضوء طهر جسده کله فان لم یذکر اسم الله لم یطهر منه الاما اصاب الماء [2] واخرج ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه عن ابی بکر الصدیق رضی الله تعالٰی عنه انه قال اذا توضأ العبد فذکر اسم الله تعالٰی طهر جسده کله وان لم یذکر لم یطهر الاما اصابه به الماء [3] وروی سعید بن منصور فی سننه عن مکحول قال اذا تطهر الرجل وذکر اسم الله طهر جسده کله واذالم یذکر اسم الله حین یتوضأ لم یطهر منه الامکان الوضوء [4] ومع هذه الطرق یستحیل الحکم بالسقوط بل ربما یرتقی عن الضعف لاجرم ان صرح فی المرقاة لحدیث الدار قطنی ان سنده حسن وثانیا نقل العلامة الزیلعی المحدث جمال الدین عبدالله تلمیذ الامام

کیا، ان کے لفظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ کرکے وضو کیا تو اس کا سارا جسم پاک ہوگا اور جس نے وضو کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو صرف وضو کی جگہ ہی پاک ہوگی اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنَّف میں حسن الضبی کوفی سے مرسلًا روایت کیا، اور وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں، فرماتے ہیں جس نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر کیا اس کا تمام جسم پاک ہوجائے گا اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا تو صرف وہی حصہ پاک ہوگا جس پر پانی گزرا ہوگا، اور ابوبکر سے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنَّف میں روایت کی کہ بندہ جب وضو کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہوجاتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو صرف وہی حصہ پاک ہوتا ہے جس پر پانی پہنچا ہو۔ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے روایت کی کہ جب کوئی شخص پاکی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا سارا جسم پاک ہوجاتا ہے اور جب بوقت وضو اللہ کا نام نہیں لیتا ہے تو صرف وضو کی جگہ پاک ہوتی ہے، بلکہ ان سے حدیث مرتبہ ضعف سے بلالند ہوجاتی ہے

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی باب التسمیۃ علی الوضوء مطبع بیروت ۴۵/۱
[2] کنزالعمال آداب الوضوء مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۹۴/۹
[3] مصنّف ابن ابی شیبۃ فی التسمیۃ فی الوضوء ادارۃ القرآن کراچی ۳/۱
[4] کنزالعمال آداب الوضوء موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴۵۷/۹

الزیلعی الفقیہ فخرالدین عثمٰن شارح الکنز فی نصب الرایۃ تحت حدیث لاوضوء لمن لم یسم اللہ تعالٰی عن الامام ابن الجوزی ابی الفرج الحنبلی انہ قال محتجا علینا فی ایجابھم التسمیۃ للوضوء ان المحدث(ای بالحدث الاصغر اذفیہ الکلام و(۱)یکون ھو المراد عند الاطلاق کما فی الحلیۃ)(۲)لایجوز لہ مس المصحف بصدرہ[1] اھواقرہ علیہ۔

قلت: ویؤیدہ مافی الفتح ثم البحر وحاشیۃ الشلبی علی التبیین(۳)قال لی بعض الاخوان ھل یجوز مس المصحف بمندیل ھولا بسہ علی عنقہ قلت لااعلم فیہ منقولا والذی یظھر انہ ان کان بطرفہ وھو یتحرک بحرکۃ ینبغی ان لایجوز وان کان لایتحرک بحرکتہ ینبغی ان یجوز لاعتبارھم ایاہ فی الاول تابعا لہ کبدنہ دون الثانی[2] اھفان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نقل قبلہ باسطر عن الفتاوی لایجوز للجنب والحائض ان یمسا المصحف بکمھا اوببعض ثیابھما لان الثیاب بمنزلۃ بدنھما[3] اھفقولہ

ان تمام طُرق کی موجودگی میں سقوط کا قول کرنا محال ہے ب اور مرقاۃ میں دارقطنی کی روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ ثانیا علامہ زیلعی محدّث جمال الدین عبداللہ شاگرد امام زیلعی فقیہ فخرالدین عثمان شارح کنز نصب الرایہ میں "**لاوضوء لمن لم یسم اللہ** "(اس کا وضو نہیں جو اللہ کا نام نہ لے) کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ امام ابن جوزی ابو الفرج الحنبلی نے ہم پر حجت قائم کرنے کیلئے وہ بسم اللہ کو وضو میں واجب قرار دیتے ہیں فرمایا کہ مُحدِث (جس کو حدثِ اصغر لاحق ہوا کیونکہ کلام اُسی میں ہے اور عندالاطلاق وہی مراد ہوتا ہے، **کما فی الحلیہ**)اس کو مصحف کا چھونا اپنے سینہ سے جائز نہیں اھ اور اس کو انہوں نے برقرار رکھا۔ ت) **میں کہتا ہوں** اس کی تائید فتح میں، پھر بحر میں اور تبیین پر شلبی کے حاشیہ میں ہے مجھ سے بعض دوستوں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص گلے میں رومال ڈالے ہو تو وہ اس رومال سے مصحف کو چھو سکتا ہے؟ میں نے کہا میں اس سلسلہ میں کوئی نقل تو نہیں پاتا ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ اس کے ایک کنارے سے مصحف کو پکڑے اور اس کے حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت کرے تو جائز نہ ہونا چاہئے اور اگر حرکت نہ کرے تو مس کرنا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ پہلی صورت میں وہ اس کو اس کا تابع قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس کا بدن ہے دوسری صورت میں تابع نہیں کہتے اھ کیونکہ محدث سے مراد حدث اصغر والا شخص ہے، کیونکہ اس سے

[1] نصب الرایۃ کتاب الطھارۃ اسلامیہ ریاض ۱/۷
[2] بحرالرائق باب الحیض سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۱
[3] شلبی علی التبیین باب الحیض بولاق مصر ۱/۵۸

بعض ثیابهما کان یشمل مندیلا هولابسه فلم یقول لااعلم فیه المنقول افینسی مانقله انفاوهو بمرأی منه۔

اقول: ()لکنی رایت فی التبیین قال بعد قوله منع الحدث مس القران ومنع من القرأة والمس الجنابة والنفاس کالحیض مانصه ولا یجوز لهم مس المصحف بالثیاب التی یلبسونها لانها بمنزلة البدن ولهذا لوحلف لایجلس علی الارض فجلس علیها وثیابه حائلة بینه وبینها وهو لابسها یحنث (۲)ولو قام فی الصلاة علی النجاسة وفی رجلیه نعلان اوجوربان لاتصح صلاته بخلاف المنفصل عنه[1] اھفهذا ظاهر فی رجوع الضمیر الی المحدث ومن معه جمیعا فهذا النقل ولله الحمد وبالجملة المقصود انه اذا منع مسه بما علی عنقه وصدره فکیف بهما فدل علی حلول الحدث جمیع البدن ثم رأیت المسألة منصوصا علیها فی الهندیة عن الزاهدی حیث قال اختلفوا فی مس المصحف بما عدا اعضاء الطهارة وبما غسل من الاعضاء قبل اکمال الوضوء والمنع اصح اھ[2]

کچھ ہی پہلے فتاوٰی سے منقول ہوا کہ جنب اور حائض کو جائز نہیں کہ وہ دونوں مصحف کو اپنی آستین سے یا کپڑے کے کسی حصّہ سے چھوئیں کیونکہ کپڑے منزلہ ان کے بدن کے ہیں اھ تو "بعض کپڑوں" میں وہ رومال بھی آجاتا ہے جس کو وہ پہنے ہوئے ہو تو پھر وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں اس میں کوئی نقل نہیں جانتا کیا وہ دیکھتے بھالتے اُس نقل کو بھول گئے جو خود ہی انہوں نے پیش کی ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** میں نے تبیین میں دیکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں حدث کی وجہ سے قرآن کو ہاتھ لگانا منع کیا ہے، اور جنابت اور نفاس نے حیض کی طرح، پڑھنے اور ہاتھ لگانے دونوں کو منع کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے کہ اُن کیلئے اُن کپڑوں کے ساتھ جو وہ پہنے ہوئے ہیں قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ وہ کپڑے بمنزلہ بدن کے ہیں، اور اس لئے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ زمین پر نہیں بیٹھے گا اب وہ اس طرح بیٹھا کہ اس کے اور زمین کے درمیان پہنے ہوئے کپڑے حائل ہوں تو وہ قسم میں حانث ہوجائے گا اور اگر کوئی شخص بحالتِ نماز نجاست پر کھڑا ہوا اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے یا جرابیں ہیں تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اگر یہ چیزیں جُدا ہیں تو ہوجائے گی اھ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر مُحدِث کی طرف لوٹتی ہے اور اس کی طرف بھی جو مُحدِث کے ساتھ ہو، یہ صریح نقل ہے **والحمدللہ**، اور خلاصہ یہ کہ جب قرآن کو اس کپڑے کے ساتھ چھُونا جائز نہیں جو اس کی گردن اور سینے پر ہے تو خود گردن اور سینے سے مس کرنا کیسے جائز ہوگا! پس معلوم ہوا

[1] تبیین الحقائق باب الحیض بولاق مصر ۵۷/۱

[2] فتاوی ہندیۃ باب فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹/۱

وثالثا: تقرر (۱) عند العرفاء ان لا حدث صغیر اولا کبیرا الا ماتولد من اکل حتی القهقهة فی الصّلاة فان تلك الغفلة الشدیدة فی عین الحضرة لاتکون الا من شبع ای شبع اذ الجائع ربما لایکشر له سن فضلا عن القهقهة خلفة عن کونها فی الصلاة ولا شك ان نفع الاکل یعم البدن وکذا نفع الخارج والراحة الحاصلة به فدخول الطعام یولد الغفلة وخروج المؤذی یحققها وبالغفلة موت القلب والقلب رئیس فانه المضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله والماء ینعش ویذهب الغفلة کما هو مشاهد فی المغشی علیه۔

قلت: فکما ان سبب الموت عم البدن کان ینبغی ان یعمه ایضا سبب الحیاة وبه اتی الشرع فی الحدث الاکبر لکن الاصغر یتکرر کثیرا فلوامروا کلما احدثوا ان یغتسلوا لوقعوا فی الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشریعة السمحة السهلة مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنة کرمه تعالٰی ان اذ اصلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعله معمورا

کہ حدث تمام بدن میں سرایت کرتا ہے، پھر میں نے اس مسئلہ کو ہندیہ میں زاہدی سے منصوص دیکھا وہ فرماتے ہیں اعضاء طہارۃ اور وہ اعضاء جو وضو کی تکمیل سے قبل دھوئے گئے ہوں اُن سے مسِ مصحف میں اختلاف ہے، اور منع اصح ہے اھ (ت)

ثالثاً عرفاء کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ حدث چھوٹا ہو خواہ بڑا مطلقًا کھانا کھانے ہی سے پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز میں قہقہہ بھی کہ عین دربار میں ایسی سخت غفلت اُسی سے ہوسکے گی جس کا پیٹ بھرا اور نہایت بھرا ہو کہ بھُوک میں تو ہنسی سے دانت کھلنا ہی نادر ہے نہ کہ ٹھٹھا اور وہ بھی نماز میں، اور شک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے یونہی فضلہ نکل جانے کی منفعت وراحت بھی سارے بدن کو ہوتی ہے تو کھانا معدہ میں جانا غفلت پیدا کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت ومؤکد کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب ہوجائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت دُور کرتا ہے جیسا کہ غشی والے کے مُنہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ ہے۔

تو **میں کہتا ہوں** جس طرح موت کا سبب سارے بدن کو عام ہوا تھا چاہئے تھا کہ حیات کا سبب یعنی پانی بھی سب جسم پر پہنچے حدث اکبر میں تو شرع نے یہی حکم دیا مگر حدث اصغر بکثرت مکرر ہوتا ہے تو ہر حدث اصغر پر اگر نہانے کا حکم ہوتا تو لوگ حرج میں پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں لہٰذا اس نرم وآسان شریعت نے اطراف بدن کا دھونا قائم مقام نہانے کے فرمایا دیا کہ اللہ عزوجل کی سنتِ کریم ہے

فیهما ثم کان من الاطراف الراس وغسله کل یوم مرارا ایضا کان یورث البؤس والباس فابدل فیه الغسل بالمسح رحمة من الذی یقول عز من قائل یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر فقضیة هذا ان الحدث ولو اصغر یحل البدن کله۔

کہ جب اول وآخر ٹھیک ہوتے ہیں تو بیچ میں جو نقصان ہو اُس سے در گزر فرماتا ہے اب اطراف بدن میں سر بھی تھا اور اُسے ہر روز چند بار دھونا بھی بیمار کر دیتا مشقّت میں ڈالتا لہٰذا اس کو دھونے کے عوض مسح مقرر فرمادیا، رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا۔ (اس تمام گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حدث خواہ اصغر ہی ہو تمام بدن میں حلول کرتا ہے۔ت)

اقول: ()وبه تبین ان ماصرح به غیر واحد من مشائخنا وغیرهم ان غسل غیر المصاب فی الحدث امر تعبدی کما فی الهدایة وغیرها وقدمناه عن الکافی(۲) وکذلك الاقتصار علی الاربعة فی الوضوء کما فیها وفی الحلیة وغیرهما وبه قال الامام الحرمین واختاره الامام عزّ الدین بن عبدالسلام کلاهما من الشافعیة فان کل ذلك فی علم الحقائق احکام معقولة المعنی والله تعالٰی اعلم هذا تقریر اسئلة ظهرت لی واتیت بها کیلا تعن لقاصر مثلی ولا یتفرغ للتدبر فیحتاج لکشفها۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے مشائخ کا یہ فرمانا کہ اُن اعضاء کو دھونا جن کو حدث نہیں پہنچا ہے محض امر تعبدی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے کافی سے بھی نقل کیا ہے، اور اسی طرح وضو میں چار پر اقتصار جیسا کہ ہدایہ اور حلیہ وغیرہ میں ہے اور یہی امام الحرمین کا قول ہے اور امام عزّ الدین بن عبدالسلام نے اس کو اختیار کیا ہے یہ دونوں شافعی علماء ہیں کیونکہ یہ تمام حقائق کے معقول احکام ہیں **والله تعالٰی اعلم**، یہ اُن سوالوں کی تقریر ہے جو مجھے منکشف ہوئے، میں نے ان پر اس لئے گفتگو کی ہے کہ کہیں مجھ جیسے قاصر کو یہ درپیش نہ آجائیں اور وہ مشکل میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (ت)

اقول: فی الجواب عن الاول المراد نجاسة الاٰثام اذلو ارید نجاسة الحدث لزم ان من لم یسم لم یتم طهره وهو مذهب الظاهریة وروایة عن الامام احمد رضی الله تعالٰی عنه ولم یقل به احد من علمائنا وبقاء نجاسة الاٰثام فیما عدا اعضاء الطهر بل

اب میں پہلے کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد گناہوں کی نجاست ہے کیونکہ اگر حدث کی نجاست کا ارادہ کیا جائے تو یہ لازم آئے گا جو بسم اللہ نہ کرے اُس کی طہارت مکمل نہ ہوگی، اور یہ ظاہر یہ کا مذہب ہے، اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور ہمارے علماء میں سے کسی کا قول نہیں، اور اعضاء طہارت کے علاوہ

وفیها ایضا کما قدمنا لاینافی صحة الطهارة والصلاة وبه(۱) ظهر الجواب عن استدلال ابی الفرج بالحدیث

وعن الثانی: ان المنع للحدث بالمعنی الثانی الغیر المتجزی لقوله تعالٰی لایمسه الا المطهرون وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایمس القران الا طاهر وهو لایکون طاهر ام بقیت لمعة وان خفت فمنع المس انما یقتضی تلبس المکلف بنجاسة حکمیة لاتلبس خصوص العضو الممسوس به الا تری انه لایجوز مسه بید قدغسلها مالم یستکمل الوضوء الا تری انهم منعوا المس بما علیه من الثیاب ولا نجاسة فیها حقیقة ولا حکمیة انما المنع لانها تبع لبدن شخص محدث فلان یمنع بنفس بدنه اولی وان کان بدنا لم یحله الحدث هذا علی الاصح اما علی قول من یقول ان المنع للمعنی الاول ای لقیام النجاسة الحکمیة بالممسوس به فالمسألة ممنوعة من رأسها بل هو قائل بجواز مسه بغیر اعضاء الطهارة کمامر عن الهندیة وان منع المس بالثیاب فبثوث تابع لما فیه الحدث کالکم لید لم یغسل لامطلقا کما لایخفی۔

وعن الثالث: نعم ذلك تخفیف من ربکم ورحمة لکنه یحتمل وجهین الاول ان یعتبر الشرع حلول الحدث بکل البدن ثم یجعل تطهیر الاعضاء الاربعة تطهیرا للکل والثانی ان الشارع لما رأی فیه الحرج

باقی اعضاء میں گناہوں کی نجاست کا باقی رہنا، بلکہ اعضاء طہارت میں بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا صحت طہارت کے منافی ہے اور نہ ادائیگی نماز کے۔ اور اسی سے ظاہر ہوگیا جو اب اس استدلال سے جو ابو الفرج نے حدیث سے کیا ہے۔

اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حَدَث کا منع کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے جو غیر متجزی ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان کی وجہ سے "اس کو پاک لوگ ہی چھوئیں" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قرآن کو پاک ہی چھُوئے" اور مُحدِث اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک ایک "لُمعہ" بھی باقی رہے خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو، تو چھُونے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف نجاست حکمیہ کے ساتھ ملوث ہے، یہ نہیں کہ اس کا کوئی خاص عضو اس میں ملوّث ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کو محض دُھلے ہوئے ہاتھ سے چھُونا جائز نہیں تاوقتیکہ وضو مکمل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس ہاتھ سے قرآن چھُونے کو منع کیا ہے جو کپڑے میں لپٹا ہوا ہو خواہ اس پر نہ حقیقی نجاست ہو اور نہ حکمی، ممانعت اس لئے ہے کہ وہ مُحدِث کی ذات کے تابع ہے تو نفسِ بدن سے چھُونے کی ممانعت بدرجہ اولی ہوگی، خواہ اس میں حدث نے حلول نہ کیا ہو، یہ اصح کے مطابق ہے، اور جو حضرات منع معنی اول میں قرار دیتے ہیں، یعنی ممسوس بہ کے ساتھ نجاست حکمیہ کا قائم ہونا، تو مسئلہ اصلا ممنوع ہے، بلکہ اُس کے مَس کے جواز کے قائل ہیں

اسقط اعتبارہ الا فی الاعضاء الاربعۃ ولکل منھما نظیر فی الشرع فنظیر الاول التیمم جعل فیہ مسح عضوین مطھر اللاربع بالاتفاق ونظیر الثانی العین کان فی غسلھا حرج فلم یجعلھا الشرع محل حلول حدث اصلا لاانہ حل وسقط الغسل للحرج(۱) فلو غسل عینیہ لایصیر الماء مستعملا بالوفاق وعند الاحتمال ینقطع الاستدلال،

بل اقول: (۲) لوتأملت لرجحت الثانی اذعدم الاعتبار اولی من الاعتبار ثم الا ھدار والقیاس علی العین بجامع الحرج واضح صحیح بخلاف التیمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتیمم خلف ولم یزعم ھھنا احد ان اصل الواجب بکل حدث ھو الغسل والوضوء خلف بل لم یقل احد ان الغسل عزیمۃ والوضوء رخصۃ وھٰؤلاء ساداتنا العرفاء الکرام اعاد اللہ تعالٰی علینا برکاتھم فی الدارین رأینا ھم یأخذون انفسھم فی کل نقیر وقطمیر بالغرائم ولایرضون لھم التنزل الی الرخص ثم لم ینقل عن احد منھم انہ الزم نفسہ الغسل عند کل حدث مکان الوضوء ولو التزمہ الاٰن احد لکان متعمقا مشددا متنطعا فظھر انہ من الباب الثانی دون الاول علی ان ذلک طور اخر وراء الطور الذی نتکلم فیہ والاحکام()لاتخلو عن الحکم لکن لاتدار علیھا الاتری ان من

بلا اعضاء طہارت کے، جیسا کہ ہندیہ سے گزرا، اور اگر کپڑوں کے ساتھ چھُونا جائز نہیں تو اس کپڑے کے ساتھ جو تابع ہو کیونکہ اس میں حَدَث ہے، جیسے آستین ہاتھ کیلئے جو دُھلا نہ ہو، نہ کہ مطلقًا کما لا یخفی۔

اور تیسرے کا جواب یہ ہے، ہاں یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمۃ ہے لیکن اس میں دو وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ شرع تمام بدن میں حدث کے حلول کا اعتبار کرتی ہے اور پھر چار اعضاء کی تطہیر کے بعد کل بدن کی طہارت کا حکم کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شارع نے جب اس میں حرج دیکھا تو اس کے اعتبار کو ساقط کردیا صرف اعضاء اربعہ میں رہنے دیا، اور ان میں سے ہر ایک کی نظیر شرع میں موجود ہے، پہلے کی نظیر تیمم ہے اس میں دو اعضاء کے مسح کرنے کو چاروں اعضاء کی پاکی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی نظیر آنکھ ہے کہ اس کے دھونے میں حرج تھا، تو شریعت نے اس میں حدث کا حلول نہیں مانا، یہ نہیں کہ حدث حلول کرگیا ہو، اب اگر کسی نے اپنی دونوں آنکھیں دھوئیں تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، اور جب احتمال پیدا ہوجائے تو استدلال ختم ہوجاتا ہے، بلکہ **میں کہتا ہوں** اگر آپ تأمل کریں تو دوسرے کو ترجیح ہے کیونکہ اعتبار نہ کرنا اعتبار کرنے سے اَولٰی ہے کہ پہلے اعتبار کیا جائے پھر اس کو باطل کیا جائے، اور آنکھ پر قیاس کرنا حرج کی علّت سے

اشتغل فی لهو ولعب ومزاح وقهقهة خارج الصلاۃ فلا شك انه غافل فی تلك الساعات عن ربه عزوجل(۱) لاسیما الذی قهقه فی صلاۃ الجنازۃ مع ان فی ذکری الموت شغلا شاغلا ولم یجعل الشرع شیئا من ذلك حدثا وکذا لم یجعل الاکل وهو الاصل ولا النوم الذی هو اخ الموت مالم یظن خروج شیئ بان لم یکن متمکنا فعلینا اتباع مارجحوه وصححوه کما لو افتونا فی حیاتهم واللّٰه تعالٰی اعلم باحکامه۔

تنبیه:()معلوم ان اقامة قربة اورفع حدث اواسقاط فرض اوازالة نجاسة حکمیة بایها عبرت کل ذلك یشمل المسح المفروض مطلقا والمسنون بشرط النیة فیجب ان تصیر البلة مستعملة اذا انفصلت من رأس اوخف اوجبیرۃ اواذن مثلا ولذا عولنا علیه وصرحنا بعمومه المسح لکن قال الامام فقیه النفس فی الخانیة()لوادخل المحدث

واضح اور صحیح ہے۔بخلاف تیمّم کے کیونکہ وہاں اصالۃً جو چیز واجب ہے وہ وضو ہے اور تیمّم خلیفہ ہے،اور یہاں کسی نے گمان نہیں کیا کہ ہر حدث میں اصالۃً واجب غسل ہے اور وضو خلیفہ ہے،بلکہ کسی نے یہ بھی نہ کہا کہ غسل عزیمۃ ہے اور وضو رخصۃ ہے،حالانکہ ہمارے یہ بزرگ،اللہ ان کی برکتیں ہم پر نازل کرے،باریک سے باریک تر چیز کا اعتبار کرتے ہیں اور کسی قسم کی رخصت پر تیار نہیں ہوتے،پھر ان میں سے کسی سے منقول نہیں کہ بجائے وضو کے غسل کرتا ہو اور اگر اب کوئی ایسا کرے تو وہ انتہا درجہ کا متشدد ہوگا تو معلوم ہوا کہ وہ دوسرے باب سے ہے نہ کہ پہلے باب سے۔علاوہ ازیں یہ ہماری گفتگو کا ایک نیا انداز ہے،اور احکام حکمتوں سے خالی نہیں ہوتے،لیکن اُن پر دارومدار نہیں ہوتا،مثلاً کوئی شخص لہو ولعب،مزاح اور قہقہوں میں بیرونِ نماز مصروف ہے تو بلا شبہ اِن لمحات میں وہ اپنے رب سے غافل ہے،خاص طور پر قہقہہ لگانے والا نماز جنازہ میں،حالانکہ موت انسان کو ہر چیز سے موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ کردیتی ہے،مگر شارع نے ان اشیاء میں سے کسی چیز کو بھی حَدَث قرار نہیں دیا ہے،اور اس طرح کھانے کو،جو اصل ہے،اور نیند کو جو موت کی نظیر ہے تاوقتیکہ اُس شخص کو یہ ظن نہ ہوجائے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے،مثلاً یہ کہ جم کر نہیں بیٹھا یا لیٹا تھا،تو ہم پر لازم ہے کہ جس چیز کو فقہاء نے راجح قرار دیا اور صحیح قرار دیا ہے ہم اس کی بالکل اسی طرح پیروی کریں جیسے اگر وہ حضرات اپنی زندگی میں ہمیں فتوٰی دیتے۔ت **تنبیہ**: یہ امر معلوم ہے کہ قُربۃ کی ادائیگی، رفعِ حدث،اسقاطِ فرض، نجاستِ حکمیہ کا ازالہ وغیرہ،جو تعبیر بھی آپ کریں یہ مفروض مسح کو مطلقاً شامل ہے اور مسنون کو بشرط نیت،لہٰذا لازم ہے کہ تری سر سے، موزے سے،پٹّی سے یا کان سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہوجائے،اور اسی لئے ہم نے اس پر اعتماد کیا،اور مسح کے عام ہونے کی تصریح کی،لیکن امام فقیہ النفس نے خانیہ میں فرمایا اگر بے وضو نے اپنا سر مسح کیلئے

رأسه فی الاناء یرید به المسح لایصیر الماء مستعملا فی قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا وان اراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی ذرا عیه جبائر فغمسها فی الماء اوغمس رأسه فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا [1]اھ و(۱)قد قدم قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی فکان هو الاظهر الاشهر کما افادنی فی خطبته فکان هوالمعتمد کما فی ط وش بل صححوا ان محمدا فیه مع ابی یوسف رحمهما الله تعالٰی فلا خلاف قال فی البحر(۲)لوادخل رأسه الاناء اوخفه اوجبیرته وهو محدث قال ابو یوسف رحمه الله تعالٰی یجزئه المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی اولم ینووقال محمد رحمه الله تعالٰی ان لم ینو یجزئه ولا یصیر مستعملا وان نوی المسح اختلف المشائخ علی قوله قال بعضهم لایجزئه ویصیر الماء مستعملا والصحیح انه یجوز ولا یصیر الماء مستعملا کذا فی البدائع فعلم بهذا ان مافی الجمع [2]۔(قلت ای والخانیة والفتح وغیرها)من الخلاف فی هذه المسألة علی غیر الصحیح

برتن میں ڈبو دیا تو ابو یوسف کے قول کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ وہ فرماتے ہیں پانی اس چیز سے نجس ہوگا جو دھوئی جاتی ہے،اور جو ممسوح ہے اُس سے نہیں خواہ اُس سے مسح کا ارادہ ہی کیا ہو،اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاتھوں پر پٹیاں ہوں اور اس نے وہ پانی میں ڈبو دیے یا اپنا سر پانی میں ڈبو دیا تو جائز نہیں اور پانی مستعمل ہوگا اھ ابو یوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے وہی ظاہر و مشہور ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تو وہی قابلِ اعتماد ہوگا، جیسا کہ "ط" و "ش" میں ہے بلکہ فقہاء نے اس امر کو صحیح قرار دیا ہے کہ اس میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں، تو کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ بحر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنا سر، موزہ یا پٹّی بے وضو ہونے کی حالت میں برتن میں ڈبودی تو امام ابو یوسف نے فرمایا مسح ہوجائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ مسح کی نیت کی ہو یا نہ،امام محمد نے فرمایا اگر نیت نہیں کی تو ان کے قول پر اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں اس کو کافی نہ ہوگا اور پانی مستعمل ہوجائے گا،اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا کذا فی البدائع تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع میں جو اختلاف ہے۔(ت) (**میں کہتا ہوں** خانیہ اور فتح وغیرہ میں بھی) جو اختلاف بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، صحیح یہ ہے

[1] فتاوٰی خانیة علی الهندیة باب الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۵
[2] بحر الرائق کتاب الطهارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

بل الصحیح ان لاخلاف وعلم ایضا انه لافرق بین الرأس والخف والجبیرۃ خلافا لما ذکرہ ابن الملك[1] اھ۔واختصرہ فی الدر فقال لم یصر الماء مستعملا وان نوی اتفاقا علی الصحیح[2] اھ

کہ اختلاف نہیں، اور یہ بھی معلوم ہو کہ سر، موزے اور پٹّی میں کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ ابن الملک نے ذکر کیا اھ
اور اسی کو دُر میں مختصر کیا، فرمایا پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کی ہو، یہ متفق علیہ ہے صحیح قول پر اھ ت

اقول: ولا یھولنك ھذا فلیس معناہ ان المسح لایفید الاستعمال کیف وکلامھم طرافی اسبابه مطلق یعم الغسل والمسح ثم المسألة عینھا منصوصة علی لسان الکبراء منھم فقیه النفس (۱)اذیقول توضأثم مسح الخف ببلة بقیت علی کفه بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف ببلة بقیت علی الکف بعد المسح لایجوز لانه مسح الخف ببلة مستعملة بخلاف الاول[3] اھ۔واقرہ فی الفتح وغیرہ وفی الخانیة ایضا (۲) الاستیعاب فی مسح الرأس سنة وصورۃ ذلك ان یضع اصابع یدیه علی مقدم راسه وکفیه علی فودیه ویمدھما الی قفاہ فیجوز واشار بعضھم الی طریق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لایمکن الا بکلفة ومشقة فیجوز الاول ولا یصیر الماء مستعملا ضرورۃ اقامة السنة[4] اھ۔ای لما علم ان الماء مادام علی العضو لایصیر مستعملا وفی الفتح(۳)من مسح الرأس لو مسح باصبع واحدۃ مدھا قدر الفرض

اقول: یہ چیز کوئی قابلِ تعجب نہیں، اس کا یہ معنی نہیں کہ مسح سے استعمال نہیں ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء کا کلام اسباب استعمال کے سلسلہ میں عام ہے اس میں غسل اور مسح دونوں شامل ہیں، اور پھر اکابر علماء نے مسئلہ کی صراحت بھی کی ہے، مثلًا فقیہ النفس فرماتے ہیں کسی شخص نے وضو کیا پھر ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی تھی اس سے موزے پر مسح کرلیا تو جائز ہے اور اگر سر پر مسح کیا اور مسح کے بعد ہاتھ پر جو تری رہ گئی تھی اُس سے موزے پر مسح کیا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے مستعمل تری سے موزے پر مسح کیا ہے بخلاف اول کے اھ ۔ فتح وخانیہ میں اسی کو برقرار رکھا، پھر استیعاب مسح میں سنت ہے، اور استیعاب کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی انگلیاں ماتھے پر رکھے اور ہتھیلیاں کنپٹیوں پر اور گُدی کی طرف کھینچ کرلے جائے تو جائز ہے، اور بعض دوسرے فقہاء نے اور طریقہ بتایا کہ مستعمل پانی کے استعمال سے بچا جاسکے، مگر اس میں بہت تکلف اور مشقت ہے، تو پہلی صورت جائز ہے اور پانی مستعمل نہ ہوگا تاکہ سنّت ادا ہوسکے اھ۔یعنی جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ پانی جب تک عضو پر باقی

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵
[2] الدرالمختار ارکان الوضوء ۱/۱۹
[3] فتاوی خانیۃ مسح علی الخفین ۱/۲۳
[4] خانیۃ علی الہندیۃ فصل صفۃ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵

جاز عند زفر وعندنا لایجوز وعللوہ بان البلۃ صارت مستعملۃ وھو مشکل بان الماء لایصیر مستعملا قبل الانفصال وما قیل الاصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقاۃ لکنہ سقط فی المغسول للحرج اللازم بالزام اصابۃ کل جزء باسالۃ غیر المسال علی الجزء الاٰخر ولا حرج فی المسح لانہ یحصل بمجرد الاصابۃ فبقی فیہ علی الاصل دفع بانہ مناقض لما علل بہ لابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی مسألۃ ادخال الراس الاناء فان الماء طھور عندہ فقالوا المسح حصل بالاصابۃ والماء انما یاخذ حکم الاستعمال بعد الانفصال والمصاب بہ لم یزایل العضو حتی عدل بعض المتاخرین الی التعلیل بلزوم انفصال بلۃ الاصبع بواسطۃ المد فیصیر مستعملا لذلك [1] اھ وبالجملۃ فالنقول فی الباب کثیرۃ بثیرۃ وفی الکتب شھیرۃ وان کان للعبد فی مسألۃ الاصبع ابحاث غزیرۃ فلیس وجہ مسألۃ الاناء مایتوھم بل مانقلناہ انفا عن الفتح وقد ذکرہ فی موضع اخر بقولہ ان الماء لایعطی لہ حکم الاستعمال الا بعد الانفصال والذی لاقی الراس من اجزائہ لصق بہ فطھرہ وغیرہ لم یلاقہ فلم یستعمل [2] اھ۔ فمعنی قولھم فیھا لایصیر الماء

رہتا ہے مستعمل نہیں ہوتا ہے۔اور فتح میں ہے جس نے سر کا مسح کیا یا اگرچہ ایک انگلی سے مسح کیا کہ اس کو بقدرِ فرض کھینچا، تو زفر کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ تری مستعمل ہو گئی، مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پانی عضو سے جُدا ہوئے بغیر مستعمل نہیں ہوتا ہے،ایک قول یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ پانی عضو سے لگتے ہی مستعمل ہوجائے مگر اعضاء مغسولہ میں اس کو حرج کی وجہ سے معتبر نہیں مانا گیا ہے ورنہ تو عضو کے ایک حصہ کا پانی دوسرے حصہ کو ناپاک کردیتا،اور مسح میں یہ صورت حال نہیں ہے کیونکہ اس میں بہانا نہیں ہے محض لگانا ہے تو اس میں اصل پر اعتبار کیا گیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسف نے سر کو برتن میں داخل کرنے کی بابت جو ارشاد فرمایا ہے یہ قول اس کے برخلاف ہے کیونکہ پانی اُن کے نزدیک پاک کرنے والا ہے،وہ فرماتے ہیں پانی لگانے سے مسح تو ہوگیا اور چونکہ پانی عضو سے جدا ہونے کے بعد مستعمل ہوتا ہے اور مسح میں جدا نہیں ہوتا اس لئے مستعمل بھی نہ ہوگا حتی کہ بعض متاخرین نے بجائے اس دلیل کے یہ دلیل اختیار کی ہے کہ انگلی کی تری اس طرح جُدا ہوئی کہ اس کو کھینچا گیا تو اب یہ پانی مستعمل ہوجائے گا اھ۔ خلاصہ یہ کہ اس باب میں نقول بہت موجود ہیں جو مشہور کتب میں پائی جاتی ہیں،اور

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶
[2] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷

مستعملا ای مابقی فی الاناء وھو المراد بقول الخانیۃ عن الامام ابی یوسف انما یتنجس الماء فیما یغسل لامایمسح ای ماء الاناء بادخال ماوظیفۃ الغسل دون المسح فزال الوھم وفیہ المدعی۔

اقول: (۱)وان کان فی قصرھم اللقاء علی مالصق بالرأس تأمل ظاھر وکان ھذا ھو مراد المحقق اذقال بعد ذکرہ وفیہ نظر[1] اھ۔

اقول: ویظھر لی ان سبیل المسألۃ سبیل الخلف فی الملقی والملاقی وتصحیح ھذہ بل تصحیح الوفاق فیھا ربما یعطی ترجیح عدم الفرق الا ان یفرق بین الغسل والمسح فلا یصیر بہ کل الماء مستعملا حکما بالاتفاق بخلاف الغسل ویحتاج لوجہ فلیتدبر واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ: اعلم ان مسألۃ الاصبع المارۃ ترکھا المحقق فی الفتح غیر مبینۃ ذکرلہ ثلٰث تعلیلات وردالجمیع فالاول التعلیل بالاستعمال وقد علمت ردہ وما

ناچیز انگلی کے مسئلہ پر بڑی گہری ابحاث رکھتا ہے، برتن کے مسئلہ کی وجہ وہ نہیں جو بعض حضرات کے وہم میں آئی ہے بلکہ وہ ہے جو ہم نے ابھی فتح سے نقل کی ہے اور اسی کو انہوں نے دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا ہے کہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت ملے گا جب وہ عضو سے جدا ہو اور پانی کے جو اجزاء سر سے متصل ہوئے وہ اسی میں چپک جاتے ہیں اور اس کو پاک کر دیتے ہیں اور سر کے علاوہ کسی اور حصے پر نہیں لگتے ہیں تو مستعمل نہ ہوا اھ۔ تو فقہاء نے جو فرمایا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک برتن میں رہے، اور خانیہ نے امام ابو یوسف سے جو نقل کیا ہے کہ پانی اُن اعضاء میں مستعمل ہوتا ہے جو دھوئے جاتے ہیں نہ کہ اُن میں جو مسح کیے جاتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی اُن اعضاء کے داخل کرنے کی وجہ سے مستعمل ہوگا جو مغسولہ ہیں نہ کہ ممسوحہ تو وہم رفع ہوا اور یہی مقصود تھا۔ (ت) **میں کہتا ہوں** میں کہتا ہوں اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کا حل ملنے والی شے اور جس سے ملی ہے اس میں اختلاف پر مبنی ہے، اور اس کی تصحیح فقہاء نے ملنے کو جو سر کے ساتھ مختص کر دیا ہے اس میں بظاہر تامل ہے، اور غالبا محقق کی مراد یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کے ذکر کے بعد فرمایا: وفیہ نظر۔ (ت) بلکہ اس میں اتفاقی کی تصحیح سے عدم فرق کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، ہاں اگر غسل اور مسح میں ہی فرق کر لیا جائے تو بات اور ہے، تو اُس سے تمام پانی حکما مستعمل نہ ہوگا بالاتفاق بخلاف غسل کے، اور یہ دلیل کا محتاج ہے فلیتدبر و اللہ تعالٰی اعلم۔

ت) **تنبیہ:** انگلی کا مسئلہ جو گزرا اس کو محقق نے فتح میں واضح نہیں کیا تین تعلیلات بیان کیں اور تینوں کو رَد کر دیا، پہلی تعلیل استعمال سے متعلق ہے اور اس کا رَد تم معلوم کر چکے ہو، اور اس کی

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ ۱/۱۷

عدل الیہ بعض المتاخرین لاصلاحہ فردہ والاول معاباان ھذا کلہ یستلزم (۱) ان مد اصبعین لایجوز وقد صرحوا بہ وکذا الثلاث علی القول بالربع وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی ولکن لم ارفی مد الثلاث الا الجواز [1] اھ۔

اصلاح میں بعض متاخرین نے جو فرمایا ہے اس کو اور پہلے کو ساتھ ہی انہوں نے رَد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور اس کی فقہاء نے تصریح کی ہے اور چوتھائی کے قول پر تین کا کھینچنا جائز نہ ہو، اور یہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے، لیکن تین کے کھینچنے میں مجھے جواز ہی ملا ہے اھ

واعترضہ فی النھر بقول البدائع لووضع ثلثۃ اصابع ولم یمدھا جاز علی روایۃ الثلاث لاالربع ولو مسح بھا منصوبۃ غیر موضوعۃ ولا ممدودۃ فلا (۲) فلو مدھا حتی بلغ القدر المفروض لم یجز عند علمائنا الثلثۃ خلافا لزفر [2] اھ۔

اور نہر میں اس پر اعتراض کیا اور بدائع کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر تین انگلیاں رکھیں اور ان کو کھینچا نہیں تو تین کی روایت پر جائز ہے نہ کہ چوتھائی کی روایت پر، اور اگر کھڑی انگلیوں سے مسح کیا، ان کو نہ تو رکھا نہ کھینچا تو جائز نہیں، اور اگر اتنا کھینچا کہ فرض مقدار پوری ہوگئی تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہ ہوگا امام زفر کا اس میں اختلاف ہے اھ۔

قال وقد وقفت علی المنقول ای ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلثۃ فکیف یقول المحقق لم ارفیہ الا الجواز وھو عجیب من مثلہ کما نبہ علیہ فی المنحۃ فان الضمیر فی مدھا للمنصوبۃ وکلام الفتح فی الموضوعۃ۔

انہوں نے فرمایا کہ میں منقول پر مطلّع ہوا ہوں، یعنی عدم جواز ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے، تو محقق کا یہ قول کیونکر درست ہوگا کہ میں نے صرف جواز ہی دیکھا ہے، اور اُن جیسے شخص سے یہ بڑے تعجب کی بات ہے، منحہ میں اسی پر تنبیہ کی ہے کیونکہ "مدھا" میں ھا کی ضمیر "منصوبۃ" کیلئے ہے اور فتح کا کلام "موضوعۃ" کیلئے ہے۔ت

اقول: کان النھر نظر ای ان الصور اربع ثلاث اصابع موضوعۃ اومنصوبۃ والکل ممدودۃ اولا وقد ذکر فی البدائع اولا صورتی عدم المدثم قال فلو مدھا فلیکن الضمیر الی ثلث اصابع مطلقۃ موضوعۃ

میں کہتا ہوں غالباً نہر نے دیکھا کہ صورتیں چار ہیں، تین انگلیاں رکھی ہوئیں یا کھڑی اور سب کھینچی ہوئی یا نہیں، اور بدائع میں پہلے نہ کھینچنے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں، پھر کہا کہ "فلو مدھا" تو اس میں ضمیر "ثلث اصابع" کی طرف ہونی چاہئے خواہ وہ رکھی

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶

[2] بدائع الصنائع مطلب مسح الراس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

اومنصوبة لیستوعب کلامه الصور لکن الشان انه مدع ظفر النقل فیضرہ احتمال العود الی المنصوبة لاسیما وھی الاقرب وقد(۱) کشف المراد فی الحلیة حیث قال، فروع، مسح بثلثة اصابع منصوبة لم یجز ولو مدھا حتی بلغ المفروض لم یجز عند علمائنا الثلثة ولو وضعھا ولم یمد لم یجز علی روایة الربع ذکرہ فی التحفة والمحیط والبدائع[1] اھ۔ **اقول:** علی ان ماعدل(۲) الیه بعض المتأخرین لااعرف له محصلا فان المراد ان کان الانفصال عن الاصبع فلا یفید الاستعمال لانھا اٰلة وانما یفیدہ الانفصال عن المحل اوعن الرأس کله فظاھر الغلط اوعن موضعه الذی اصابته الاصبع او لافنعم ولم یشف غلیلا بل کان نظیرا لما عدل عنه للحکم بحصول الاستعمال مع کون الماء مترددا بعد علی نفس العضو غیر منفصل عنه وھو (۳) باطل لاجرم ان نص فی الخلاصة ثم البحر فیما اذا مسح باطراف اصابعه ومدھا حتی بلغ المفروض انه یجوز سواء کان الماء متقاطرا اولا قالا وھو الصحیح[2]، قال ش قال الشیخ اسمٰعیل ونحوہ فی الواقعات

ہوں یا کھڑی، تاکہ اُن کا کلام تمام صورتوں کا استیعاب کرے، لیکن وہ اس امر کے مدعی ہیں کہ وہ نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں تو ضمیر کے منصوبہ کی طرف لوٹنے کا احتمال اُن کیلئے مضر ہوگا اور پھر وہ اقرب بھی ہے، اور حلیہ میں مراد واضح کی ہے فرمایا۔ فروع اگر کسی نے تین کھڑی انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہیں اور اگر ان کو اتنا کھینچا کہ فرض مقدار کو پہنچا دیا تو ہمارے تینوں علماء کے نزدیک جائز نہیں اور اگر انگلیوں کو رکھا اور نہ کھینچا تو چوتھائی کی روایت پر جائز نہیں، اس کو تحفہ، محیط اور بدائع میں ذکر کیا ہے اھ ت

میں کہتا ہوں بعض متأخرین نے جس کی طرف عدول کیا ہے میں اس کا کوئی فائدہ نہیں محسوس کرتا ہوں کیونکہ اگر ان کی مراد انگلی سے جدا ہونا ہے تو استعمال کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو آلہ ہے اس کو تو محل سے جدا ہونا یا کل سر سے جدا ہونا مفید ہے، تو یہ ظاہراً غلط ہے یا اس کی جگہ سے جہاں انگلی لگی ہے یا نہیں، تو ہاں، مگر اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ نظیر ہوگا اس چیز کی جس سے عدول کیا ہے تاکہ استعمال کے حصول کا حکم ہو حالانکہ پانی متردد ہے عضو پر اس سے جدا نہیں، اور وہ باطل ہے، پھر خلاصہ وبحر میں صراحت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی انگلیوں کے کناروں سے مسح کیا اور ان کو کھینچا یہاں تک کہ فرض کے مقام کو پہنچا تو یہ جائز ہے خواہ پانی ٹپکے یا نہ ٹپکے اُن دونوں

[1] بدائع الصنائع مطلب مسح الراس سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵
[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

والفیض[1] اھ۔ای علی خلاف مافی المحیط انہ انما یجوز اذا کان متقاطر لان الماء ینزل من اصابعہ الی اطرافھا فمدہ کاخذ جدید[2]۔

والثانی: مااختار شمس الائمۃ ان المنع فی مد الاصبع والا ثنتین غیر معلل باستعمال البلۃ بدلیل انہ(۱)لومسح باصبعین فی التیمم لایجوز مع عدم شیئ یصیر مستعملا خصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد بل الوجہ انا مامورون بالمسح بالید والاصبعان لاتسمی یدا بخلاف الثلاث لانھا اکثر ماھو الاصل فیھا[3] اھ

ای فی الید وھی الاصابع(۲)ولذا یجب بقطعھا ارش الید کاملا وردہ المحقق بعد استحسانہ بانہ یقتضی تعیین الاصابۃ بالید(۳)وھو منتف بمسألۃ المطر وقد یدفع بان المراد تعیینھا اوما یقوم مقامھا من الالات عند قصد الاسقاط بالفعل اختیارا غیران لازمہ کون تلك الاٰلۃ قدر ثلاث اصابع حتی لوکان(۴)عودا لایبلغ ذلك القدر قلنا بعدم جوازمدہ[4]

نے کہا کہ وہی صحیح ہے۔

ش نے فرمایا شیخ اسمٰعیل نے فرمایا نیز واقعات اور فیض میں ہے اھ یعنی محیط کے برعکس یہ اس وقت جائز ہے جبکہ پانی ٹپک رہا ہو کیونکہ پانی اس کی انگلیوں کے کناروں تک ٹپک آئے گا تو اس کا کھینچنا گویا نیا پانی لینے کے مترادف ہے۔ت

اور دوسرا وہ ہے جو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے کہ ایک یا دو انگلیوں کے کھینچنے کی ممانعت تری کے استعمال کی وجہ سے نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس نے دو انگلیوں سے تیمّم میں مسح کیا تو جائز نہیں، حالانکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مستعمل ہو خصوصاً جب چکنے پتھر پر تیمّم کیا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ہاتھ سے مسح کا حکم دیا گیا ہے اور دو انگلیوں کو ہاتھ نہیں کہا جاتا ہے، بخلاف تین انگلیوں کے کیونکہ یہ مسح کے اصل میں جو اصل ہے اس کا اکثر حصہ ہیں اھ۔یعنی ہاتھ اور وُہ انگلیاں ہیں اور اسی لئے تین انگلیوں کے کاٹنے پر پورے ہاتھ کی دیت لازم ہوتی ہے اور محقق نے اس کو پسند کرنے کے بعد رد کردیا، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہاتھ کا لگانا ہی ضروری ہے حالانکہ بارش کے مسئلہ کی وجہ سے ایسا نہیں ہے، اس کا ایک جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ دراصل مراد ہاتھ کی تعیین ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، کوئی بھی آلہ ہو، جبکہ اختیاری فعلی سے اسقاط مطلوب ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ جو بھی آلہ ہو تین انگلیوں کی مقدار میں ہو یہاں تک کہ اگر کسی نے ایسی لکڑی پھیری جو اس مقدار کی نہ تھی تو جائز نہ ہوگا اھ۔

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ البابی مصر ۱/۴۵
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ البابی مصر ۱/۴۷
[3] فتح القدیر کتاب الطہارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶
[4] فتح القدیر کتاب الطہارۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶

اقول وحاصله ان الید غیر لازمة ولکن اذا وقع بها لم یجز الا بما ینطلق علیه اسمها ولکن لقائل ان **یقول اولا**:(۱)مسألة القدر المفروض کیفما کان ولا نظر الی الاٰلة ولا الفعل القصدی اصلا وقد قرر مشائخنا ان ذکر الید المقدرة فی قوله تعالٰی وامسحوا برؤوسکم ای ایدیکم برؤوسکم لتقدیر المحل دون الاٰلة کما حققه الامام صدر الشریعة وابن الساعاتی والمحقق نفسه فی الفتح فلیتأمل۔

وثانیا:(۲)اجمعوا ان لومسح باطراف اصابعه والماء متقاطر جاز فظهر ان تعیین الاٰلة ملغاة ههنا رأسا وان(۳)القیاسعلی التیمم مع الفارق،

والثالث: ماابداه بقوله قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلة تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض بخلاف الاصبعین فان الماء ینحمل بین اصبعین مضمومتین فضل زیادة یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وهذا مشاهد(۴)او مظنون فوجب اثبات الحکم باعتباره فعلی الاکتفاء بثلاث اصابع یجوز مدالا صبعین لان مابینهما من الماء یمتد قدر اصبع وعلی اعتبار الربع لایجوز لان مابینهما مما لایغلب علی الظن ایعابه الربع[1]اھ۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہاتھ لازم نہیں ہے لیکن جب ہاتھ سے مسح کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اتنی مقدار ہو کہ اس پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہو۔ مگر اس پر متعدد طریقوں سے اعتراض ہوسکتا ہے،اوّل بارش کا مسئلہ ہمارے حق میں مفید ہے کیونکہ مقصود شرع یہ ہے کہ تری کی ایک معین مقدار لگ جائے خواہ کسی طرح ہو اس میں نہ تو آلہ زیر بحث ہے اور نہ اختیاری فعل،اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ فرمان الٰہی "اور مسح کرو تم سروں کا"اس کا مفہوم یہ ہے کہ "اپنے ہاتھوں کا اپنے سروں سے"میں محل مقدر ہے نہ کہ آلہ صدرالشریعۃ،ابن الساعاتی اور خود محقق نے فتح میں یہی تقریر فرمائی ہے، غور کر۔

دوم: فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے انگلیوں کے پوروں سے مسح کیا اور اُن سے پانی ٹپک رہا تھا تو جائز ہے،تو معلوم ہوا کہ یہاں آلہ کی تعیین اہم نہیں ہے اور اس کو تیمم پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

سوم: انہوں نے"عدم الجواز بالاصبع"کہہ کر جو اعتراض کیا ہے سو وہ اس بنا پر ہے کہ تری فرض مقدار تک پہنچنے سے قبل ختم ہوجاتی ہے لیکن دو انگلیاں اگر ملی ہوں تو ان میں فرض مقدار تک پانی پہنچ سکتا ہے،اس کا مشاہدہ ہے یا ظن غالب ہے،تو اس پر اعتبار کرتے ہوئے حکم کا لگا دینا لازم ہوا تو تین انگلیوں پر اکتفاء کرنا دو کے پھیر لینے کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ ان دو کے درمیان اتنا پانی موجود ہوتا ہے جو مزید ایک انگلی کی مقدار

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷

اقول: اخر کلامه یشهد ان مراده بقوله یحتمل الامتداد الی قدر الفرض هو قدرة علی القول باجزاء ثلاث فکان الاولی التعبیر به دفعاً للوهم ثم ان المحقق رده بقوله الا ان هذا یعکر علیه عدم جواز التیمم باصبعین[1] اھ۔

میں کہتا ہوں کہ ان کے کلام کا آخر اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ان کی مراد یحتمل الامتداد الی قدر الفرض سے تین انگلیوں کا پھیرنا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ اسی سے تعبیر کی جائے تاکہ وہم رفع ہوجائے پھر محقق نے اس کو یہ کہہ کر دفع کیا ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ دو انگلیوں سے تیمّم جائز نہ ہو اھ ت

اقول: ای فلیس ثمہ شیئ یفرغ ویتلاشی اذلا حاجة الی اثر غبار علی الید فان کان فضل غیر ملتفت الیه شرعاً فکان معدوماً حکماً وان لم یکن فاظهر للعدم حقیقة وحکماً وهذا معنی قول شمس الائمة خصوصاً اذا تیمم علی الحجر الصلد فهذا کل مااورده المحقق ولم یفصل القول فیه فصلا۔

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی چیز ایسی نہیں جو فنا ہوجاتی ہو، کیونکہ ہاتھ پر گرد کے لگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہو تو یہ اضافی امر ہے شرعاً اس کی حاجت نہیں، تو یہ حکماً نہ ہوا، اور اگر غبار نہ ہو تو بات زیادہ ظاہر ہوگی کیونکہ در حقیقت اور حکماً دونوں طرح ہی معدوم ہے اور شمس الائمہ کے قول "خصوصا عی الحجر الصلد" کا یہی مفہوم ہے، یہ وہ بحث ہے جو محقق نے کی ہے اور اس میں کسی قولِ فیصل کو ذکر نہ کیا۔(ت)

اقول: (۱) ویرد ایضاً علی ماابداہ ان فناء البلل غیر مطرد اما سمعت تصحیح الخلاصة الجواز فی مد الاطراف وان لم یکن الماء متقاطرا[2] مع ان حکم المسألة مطلق (۲) ویظهر لی واللہ تعالٰی اعلم ان لامخلص الا ان یقال ان المراد بعدم الاجزاء ماأذا کانت

میں کہتا ہوں اور جو انہوں نے فرمایا اس کی تردید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ تری کا ختم ہوجانا کوئی عمومی امر نہیں، جیسا کہ خلاصہ کی تصحیح میں گزرا کہ مسح انگلیوں کے پوروں کے پھیرنے سے بھی ہوجائیگا خواہ ان سے پانی نہ بہتا ہو، حالانکہ مسئلہ کا حکم مطلق ہے، میرے لئے ظاہر ہوتا ہے (واللہ

پھیل سکتا ہے اور چوتھائی سر کے اعتبار پر جائز نہیں، کیونکہ جو پانی ان دو کے درمیان ہے ظن غالب نہیں کہ وہ چوتھائی کی مقدار کو پورا ہوسکے اھ۔ت

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷
[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الرابع فی المسح نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

البلة خفیفة تفنی بأول وضع اوقلیل مدحتی لاتبقی الانداوۃ لاتنفصل عن الید فبتل الرأس ولعله هو الاکثر وقوعا وبتصحیح الخلاصة ماأذا کانت کثیرۃ تبقی الی بلالوغ القدر المفروض بحیث تنفصل فی کل محل وتصیب وهذا هو مراد المحیط بالتقاطر فتتفق الکلمات وانت اذ انظرت الی الوجه اذعنت بهذا التفصیل کیف ولا معنی لاجزاء النداوۃ فی الصورۃ الاولیٰ ولا هدار البلة فی الصورۃ الثانیة فلیکن التوفیق وباللّٰه التوفیق۔

تعالٰی اعلم) کہ اس اعتراض سے چھٹکارے کی ایک ہی شکل ہے کہ اس سے یہ مراد لی جائے کہ جب تری اتنی کم ہو کہ رکھتے ہی ختم ہو جائے یا تھوڑا سا پھیرنے پر ختم ہو جائے اور محض اتنی باقی رہے کہ ہاتھ تر محسوس ہو اور وہ سر کو تر نہ کرسکے اور غالباً عام طور پر ایسا ہی واقع ہوتا ہے، اور خلاصہ کی تصحیح سے مراد یہ ہو کہ جب تری اتنی زیادہ ہو کر فرض مقدار تک پہنچنے کے بعد بھی باقی رہے یعنی اس طور پر کہ ہر جگہ جدا ہو اور لگ جائے، اور محیط کی مراد تقاطر سے یہی ہے اس طرح تمام عبارات میں اتفاق ہو جائے گا، اور جو تم علت کو دیکھو گے تو یقین آجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں تری کے پھیرنے کے اور کوئی معنی نہیں اور نہ ہی دوسری صورت میں تری کو ضائع کرنے کے، تو اس طرح تطبیق دینی چاہئے وباللّٰه التوفیق۔

اما حدیث(۱) التیمم **فاقول**: لابد فیه من قصد المکلف وفعله الاختیاری فیکون لتقریر الامام شمس الائمة فیه مساغ الاتری انهم صرحوا ان لوتیمم (۲) باصبع اواصبعین وکرر مرارا لم یجز کما فی البحر عن السراج عن الایضاح ولو مسح راسه باصبع واحدۃ وکرر اربعا فی مواضع صح اجماعا فلا یطلب موافقة ماهنا لما فی التیمم حتی یعکر علیه به اذ لاتعین للالة ههنا اصلا بخلاف التیمم وذلك ایضا فی الطریق المعتاد اعنی التیمم بالید والا فقد نص فی الحلیة ان (۳) لو تمعک فی التراب یجزئه ان اصاب وجهه وذراعیه وکفیه لانه اتی بالمفروض وزیادۃ والا فلا[1] اھ۔ای یجزئه ان نوی کما

رہی حدیثِ تیمم، تو اس میں مکلّف کا ارادہ اور اس کا اختیاری فعل ضروری ہے، تب شمس الائمہ کی تقریر اس میں چل سکے گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے ایک یا دو انگلیوں سے تیمّم کیا اور ان کو بار بار پھرا تو جائز نہیں جیسا کہ بحر میں سراج سے ایضاح سے منقول ہے، اور اگر ایک انگلی سے اپنے سر کا مسح کیا اور چار مختلف جگہوں پر اس کا تکرار کیا تو اجماعاً صحیح ہے، تو اس کی موافقت تیمّم کے معاملہ سے نہ کی جائے تاکہ اُس سے اعتراض لازم آئے کیونکہ یہاں آلہ کا تعین بالکل نہیں

[1] حلیہ

لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔	بخلاف تیمّم کے، اور یہ بھی معتاد طریق میں ہے، یعنی ہاتھ سے تیمّم میں ورنہ حلیہ میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص خاک میں لوٹ پوٹ ہوگیا اور خاک اس کے چہرے، ہاتھوں اور بانہوں کو لگ گئی تو کافی ہے کیونکہ اُس نے نہ صرف فرض ادا کرلیا بلکہ اس سے بھی زیادہ کرلیا، ورنہ نہیں اھ یعنی اگر اس نے نیت کی ہے تو کافی ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔



فتوٰی مسمّٰی بہ

النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی [۱۳۲۷ھ]

ملنے والے اور ڈالے گئے پانی کے فرق میں ایک پاکیزہ تحریر (ت)

مسئلہ ۲۹: رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جُنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑ جائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابل وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط. الحمدللہ الذی انزل الذکر الملقی علی السید الطیب الطھور الانقی الملاقی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلاۃ الزھراء وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الی یوم اللقاء اٰمین

راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلّف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اُس کا کوئی حصّہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ دردہ بے ضرورت پڑ جانا پانی کو قابلِ وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اس سے دھو سکتے ہیں، یہی قول صحیح ورجیح ہے عامہ کتب میں اس کی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلٰثہ امامِ اعظم وامام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشائخ مثل امام ابوعبداللہ جرجانی وامام ابوالحسین قدوری وامام ملک العلماء ابوبکر کاشانی وامام فقیہ النفس فخر الدین قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اُسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اُس پر ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ وکتب کے نصوص نقل کئے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اس میں شبہات واقع ہوئے ان کے جواب دیے۔

یہاں **اوّلاً** فوائد اور ان کے متعلق مسائل ذکر کریں۔

ثانیاً اتمام جواب۔

ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اس کیلئے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب۔

وباللہ التوفیق فی کل باب والحمدللہ الکریم الوھاب۔

فوائدقیودومسائل مورود

فائدہ۱: (۱) نابالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہ ہوئے ہوں اُس کا پاک بدن جس پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کرے گا **لعدم الحدث** (ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے۔ت) اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے ناسمجھ بچّوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچّہ سے واقع ہو تو مستعمل کردے گا۔

لانه من اهلها وقد بينا المسئلة فی الطرس المعدل۔	کیونکہ وہ اس کے اہل سے ہے اور ہم نے یہ مسئلہ 'الطرس المعدل' میں بیان کردیا۔ت

وجیز امام کُردری میں ہے:

ادخل صبی یده فی الاناء ان علم طهارة یده بان کان له رقیب یحفظه اوغسل یده فهو طاهر ان علم نجاسته فنجس وان شک فالمستحب ان یتوضأ بغیره لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دع ما یریبک الی مالا یریبک المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا [1]۔	اگر بچّہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا، اور یہ معلوم ہے کہ اُس کا ہاتھ پاک ہے، مثلاً کوئی شخص بچہ کی دیکھ بھال پر متعین ہے یا اُس نے ہاتھ دھویا ہوا تھا، تو یہ پانی پاک ہے اور اگر اُس کے ہاتھ کا ناپاک ہونا معلوم ہے تو پانی ناپاک ہے، اور اگر شک ہے تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضوء کرے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے"۔ مختار یہ ہے کہ عاقل بچّہ کا وضو کرنا پانی کا مستعمل بناتا ہے غیر عاقل کا نہیں بناتا۔ (ت) اسی لئے ہم نے مکلّف کی قید لگائی

فائدہ۲: اقول قول بعض پر کہ موت (۲) نجاست حکمیہ ہے اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آبِ قلیل میں قبل غسل پڑ جائے اگرچہ بہ نیت غسل تو پانی کو مستعمل کردے گا کہ زوال نجاست کیلئے نیت کی حاجت نہیں (۳) اگرچہ احیاپر سے

[1] فتاوٰی بزازیۃ المعروف الوجیز الکردری علی الحاشیۃ الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۹/۴

اس فرض کفایہ کے سقوط کو اُن کی جانب سے وقوع فعل قصدی لازم ہے ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جب تک احیا اپنے قصد سے اسے پانی میں جنبش نہ دے اُن پر سے فرض نہ اُترے گا مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اُسے طہارت حاصل ہو گئی یونہی بے غسل دیے اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور خاص غسل میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے درمختار میں ہے:

(ان غسل(المیت)بغیر نیة اجزأه(لطهارته لا لاسقاط الفرض عن ذمة المکلفین(و)لذا قال (لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسله ثلثا)لانا امرنا بالغسل فیحرکه فی الماء بنیة الغسل ثلثا فتح وتعلیله یفید انهم لوصلوا علیه بلا اعادة غسله صح وان لم یسقط وجوبه عنهم فتدبر [1]۔	(اگر غسل دیا) میت کو (بغیر نیت کے تو کافی ہے)اُس میت کی طہارت کیلئے نہ کہ فرض کو مکلّف لوگوں سے ساقط کرنے کیلئے (اور)اس لئے فرمایا(اگر کوئی مردہ پانی میں ملا تو بھی اس کو تین مرتبہ غسل کرانا ضروری ہے) کیونکہ ہمیں غسل دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اُس مُردہ کو پانی میں تین مرتبہ بنیت غسل حرکت دینی چاہیئے، فتح۔اور جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی نماز جنازہ اُس کے غسل کے اعادہ کے بغیر پڑھ لی گئی تو لوگوں سے جنازہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اگرچہ ان سے غسل کا وجوب ساقط نہ ہوگا،فتدبر۔(ت)

عنایہ میں ہے:

الماء مزیل بطبعه فکما لاتجب النیة فی غسل الحی فکذا لاتجب فی غسل المیت ولهذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسله اهله من غیر نیة الغسل اجزائهم ذلک [2]۔	پانی اپنی طبیعت کی وجہ سے زائل کرنے والا ہے تو جس طرح زندہ شخص کے غسل میں نیت لازم نہیں اسی طرح مردہ کے غسل میں بھی نہیں،اسی لئے قاضی خان میں فرمایا کہ اگر کسی مُردہ کو اس کے گھر والوں نے بلانیت غسل دے دیا تو کافی ہے۔ت

ردالمحتار میں ہے:

وصرح فی التجرید والا سبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطها ایضا [3]۔	تجرید،اسبیجابی اور مفتاح میں بھی نیت کے شرط نہ کرنے کی تصریح ہے۔ت

---

[1] الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[2] عنایۃ مع الفتح فصل فی الغسل للمیت نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۴

[3] ردالمحتار فصل فی الغسل للمیت البابی مصر ۱/۶۳۵

اُسی میں ہے:

قال فی التجنیس لابد من النیة فی غسله فی الظاھر وفی الخانیة اذا جری الماء علی المیت اواصابه المطر عن ابی یوسف لاینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل وذلک لیس بغسل وفی النھایة والکفایة وغیرھما لابد منه الا ان یحرکه بنیة الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح باستظھار ان اشتراطھا لاسقاط وجوبه عن المکلف لالتحصیل طھارته ھو وشرط صحة الصلاة علیه اھ ثم منازعة الغنیة له بان مامر عن ابی یوسف یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لوغسله((لتعلیم الغیر کفی ولیس فیه مایفید اشتراط النیة لاسقاط الوجوب بحیث یستحق العقاب بترکھا وقد تقرر فی الاصول ان ماوجب لغیرہ من الافعال الحسیة یشترط وجودہ لاایجادہ کالسعی والطھارة نعم لاینال ثواب العبادة بدونھا اھ قال واقرہ الباقانی وایدہ بما فی المحیط لووجد المیت فی الماء لابد من غسله لان الخطاب یتوجه الی بنی اٰدم ولم یوجد منھم فعل اھ فتلخص انه لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما النیة فشرط لتحصیل الثواب ولذا اصح تغسیل الذمیة زوجھا المسلم مع ان النیة شرطھا الاسلام فیسقط الفرض عنا بفعلنا بدون نیة وھو المتبادر من قول الخانیة اجزأھم ذلک[1] اھ	اور تجنیس میں ہے کہ ظاہر قول کے مطابق مردہ کے غسل میں نیت ضروری ہے، اور خانیہ میں ہے اگر میت پر پانی بَہ گیا یا بارش پڑ گئی تو ابو یوسف سے منقول ہے کہ یہ غسل شمار نہ ہوگا، کیونکہ ہمیں غسل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ غسل نہیں ہے، اور نہایہ وکفایہ وغیرہما میں ہے کہ مردہ کو ایسی صورت میں بہ نیت غسل حرکت دینا لازم ہے، پھر انہوں نے فتح کی تطبیق نقل کی اور یہ بھی ذکر کیا کہ حرکت دینے کی شرط اس لئے ہے کہ غسل کا وجوب مکلّف سے ساقط ہوجائے، یہ نہیں کہ مردہ پاک ہوجائے، اور نہ یہ اُس پر نماز کی صحت کی شرط ہے اھ پھر اُن کا غنیہ سے یہ جھگڑا کرنا کہ جو نقل ابو یوسف کی گزری اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض یہ ہے کہ ہم زندہ لوگ اُس مُردہ کو غسل دیں، یہاں تک کہ اگر مُردہ کو دُوسروں کو سکھانے کی غرض سے غسل دیا تو کافی ہوگا مگر اس میں یہ موجود نہیں ہے کہ نیت بھی اسقاطِ واجب کیلئے شرط ہے کہ اگر نہ ہو تو وہ عذاب کا مستحق ہو، اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جو افعال حسّیہ غیر کیلئے واجب ہوں تو اُن کا وجود ضروری ہے نہ کہ ایجاد ان کے موجود ہونے کیلئے ضروری ہے، جیسے کہ سعی اور طہارت، ہاں نیت کے بغیر عبادت کا ثواب نہیں ملے گا اھ فرمایا اس کو باقانی نے مقرر رکھتے ہوئے اس کی تائید محیط سے کی ہے، محیط میں ہے کہ اگر میت پانی میں پائی گئی تو بھی اس کا غسل ضروری ہے کیونکہ خطاب بنو آدم کو ہے اور اُن سے کوئی فعل پایا نہیں گیا اھ تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسقاط فرض میں

[1] ردالمحتار فصل فی الغسل للمیت البابی مصر ۱/ ۲۶۳

اقول: ھذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ الشرعیۃ اما لوحملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لایکون الافعلہ الاختیاری فما وقع عنہ من دون قصد منہ لایخرجہ عن عھدۃ ایجاب الفعل وغسل المیت لہ وجھان وجہ الی الشرطیۃ وھو عدم صحۃ الصلاۃ علیہ بدون الطھارۃ وھذا مایکفی فیہ وجودہ بلا ایجادہ کطھارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا ولا یتأتی الا بفعل توقعہ قصدا ولولم تقصد العبادۃ المامور بہا وھذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم وبھذا تتفق الکلمات(۱) ویظھر مافی کلام الغنیۃ وللہ الحمد۔

کسی نہ کسی فعل کا ہونا ضروری ہے اور نیت حصول ثواب کیلئے شرط ہے،اس لئے ذمی عورت اپنے مسلمان شوہر کو غسل دے سکتی ہے حالانکہ نیت کیلئے اسلام شرط ہے تو فرض ہمارے فعل سے ساقط ہوجائے گا خواہ نیت نہ ہو اور خانیہ کے قول أجزأھم سے بظاہر یہی معلو ہوتا ہے اھ۔ت

میں کہتا ہوں یہ سب نیت شرعیہ کے ارادہ سے متبادر ہے اور اگر نیت سے مراد ارادہ فعل لیا جائے تو اختلاف ختم ہوجائے گا، کیونکہ مکلّف کو جو حکم دیا گیا ہے وہ اس کا فعل اختیاری ہوگا اور جو اُس سے بلا قصد واختیار سرزد ہو وہ ایجاب فعل کی ذمہ داری سے اس کو عہدہ برآ نہیں کرسکتا،اور غسل میت کی دو وجہیں ہیں ایک تو شرطیہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اس پر نماز بلا طہارت جائز نہیں،اور اس صورت میں غسل کا وجود کافی ہے خواہ اس کی طرف سے ایجاد نہ ہو، جیسے زندہ انسان کی پاکی،اور ایک وجہ ہم پر فرضیت کی ہے،اور یہ اُسی فعل سے ادا ہوسکتی ہے جو قصداً کیا جائے اگرچہ مامور بہا عبادت کا قصد نہ کیا جائے،اور یہی مفہوم ہے حضرت امام ابویوسف کے قول"اس لئے کہ ہم کو غسل کا حکم دیا گیا ہے"کا،اور محیط کے اس قول"کہ خطاب بنوآدم کی طرف متوجہ ہے"کا بھی یہی مفہوم ہے،اس طرح مختلف اقوال میں تطبیق ہوجائے گی،اور جو غنیہ میں ہے وہ ظاہر ہوجائے گا وللہ الحمد۔ت

اسی لئے ہم نے مکلّف پر جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلّف کا عضو کہ میت مکلّف نہیں۔

فائدہ ۳: عورت(۲) ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرھا اس لئے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی۔

فائدہ ۴: جس عضو کا(۳) جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اُتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کرے گا مثلاً:

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکال کر وضو کرے تو چلّو لینے کیلئے

اُسی میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا۔

(۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈال کر چلّو لیا یعنی جس قدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہوجائے گا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی۔

(۳) کولی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اُس کے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کرے گا، اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے۔

(۴) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہوگیا کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

(۵) کنوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں۔

(۶) برتن یا حوض (ا) میں ہاتھ ڈالا تو تھا چُلّو لینے کو پھر اُس میں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چُلّو لینے کی حاجت تھی۔

(۷) کُنوئیں سے ڈول نکالنے گھُسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کیلئے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقس علیہ۔ فتح القدیر میں ہے:

لوادخل المحدث اوالجنب اوالحائض التی طهرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر مستعملا للحاجة بخلاف مالو ادخل المحدث رجله او رأسه حیث یفسد الماء لعدم الضرورة وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلک لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لوتحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یده الی المرفق لاخراجه لایصیر مستعملا نص علیه فی الخلاصة قال بخلاف مالوادخل یده للتبرد لعدم الضرورة ثم ادخال مجرد الکف انما لایصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیه بل اراد رفع	اگر بے وضو، جنب یا پاک ہوجانے والی حائض عورت نے اپنا ہاتھ چُلّو بھر پانی لینے کیلئے پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ یہ ضرورۃً کیا گیا ہے، لیکن اگر بے وضو نے اپنا سر یا پیر اس پانی میں ڈال دیا تو مستعمل ہوجائے گا کیونکہ بغیر ضرورت ہوا، اور حسن کی کتاب جو ابو حنیفہ سے ہے میں ہے کہ اگر جنب یا بے وضو نے اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو اُس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس طرح اس کا فرض اس سے ساقط ہوگیا کیونکہ کہنیوں تک ہاتھوں کو ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہاں اگر یہ ضرورت ہو، مثلاً لوٹا کنویں میں گر پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کہنیوں تک اس میں ڈالنا پڑا اس کو نکالنے کیلئے ہاتھ کہنیوں تک اس میں پانی ڈالنا پڑا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، یہ خلاصہ میں منصوص ہے، فرمایا اگر ہاتھ محض ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے بلا ضرورت ڈالا تو اس کا یہ حکم نہیں، کیونکہ وہاں ضرورت نہیں، پھر

الماء وفی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا ان کان محدثا والا فلا[1] اھ باختصار۔	محض ہاتھ کا ڈالنا پانی کو مستعمل نہیں کردیتا ہے جبکہ غسل کا ارادہ نہ ہو، مثلاً یہ کہ پانی اٹھانے کا ارادہ ہو، اور مبتغٰی وغیرہ میں ہے ٹھنڈک حاصل ہونے سے مستعمل ہوجائے گا اگر بے وضو ہو ورنہ نہیں اھ۔ت

ردالمحتار میں زیر قول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو[2] (بے وضو جس نے ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں غوطہ لگایا اور نیت نہ کی۔ت) فرمایا:

لم ینو ای الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا بالاتفاق الافی قول زفر سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ لدلو افادہ[3] ط۔	نیت نہ کی یعنی غسل کی، اگر غسل کی نیت کی تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا مگر زفر کے قول میں، سراج۔ اور مراد یہ ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد نیت نہ کی تو ان کے قول لدلو کے منافی نہیں، اس کا افادہ 'ط' نے کیا۔ت

ولہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵: (ا) امام ابویوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے مستعمل نہیں ہوتا جب تک پورا عضو نہ ڈوبے، مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کفِ دست کے ڈوبنے سے حکمِ استعمال دیا جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو مستعمل کردے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیھما وقولنا من الجسد یفید الاستعمال بادخال بعض عضو وھو یوافق المروی عن ابی یوسف فی الطاھر اذا ادخل رأسہ فی الاناء وابتل بعض رأسہ انہ یصیر مستعملا اما الروایۃ المعروفۃ عن ابی یوسف انہ لایصیر مستعملا ببعض العضو[4]۔	اگر جنب نے کنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ کوئی عضو ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ضرورت صرف انہی دو میں ہے اور ہمارا قول من الجسد بعض عضو کے داخل کرنے سے مستعمل ہونے کا فائدہ دیتا ہے، اور وہ ابویوسف سے مروی شدہ قول کے موافق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پاک شخص نے کسی برتن میں اپنا سر ڈالا اور اس کا کچھ حصہ تر ہوگیا تو مستعمل ہوگا، اور ابویوسف سے جو روایت معروف ہے وہ یہ ہے کہ عضو کے بعض حصہ سے مستعمل نہ ہوگا۔ت

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۶
[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۸
[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۸

اُسی میں اس سے کچھ پہلے ہے:

ان کان اصبعاً اواکثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافه ذکرہ فی الخلاصة ولا یخلو من حاجة الی تأمل وجهه[1]۔	اگر انگلی یااس سے زیادہ ہو اور ہتھیلی سے کم ہو تو مضر نہیں اور ہتھیلی کے ساتھ اس کے برعکس ہے،اس کو خلاصہ میں ذکر کیا،اس میں ضرورت ہے کہ اس کی وجہ پر غور کیا جائے۔ت

وجیز امام کُردری میں ہے:

المعروف عن الامام الثانی عدم الفساد مالم یصر عضوا تاما والفساد ھو الظاھر[2] اھ۔ **اقول:** الحق ان المناط الحاجة فحیث کانت تندفع ببعض العضو فادخل کله یصیر مستعملا ولعل ھذا ھو محمل تلک الروایة ان ادخال الاصابع للاغتراف لایفسد بخلاف الکف ولھذا قال فی الخانیة من باب الوضوء ان لم تکن معه اٰنیة صغیرة فانه یغترف من التورباصابع یدہ الیسری مضمومة لابالکف[3]۔	امام ثانی سے مشہور یہ ہے کہ جب تک پورا عضو داخل نہ ہو فساد نہیں، حالانکہ فساد ظاہر ہے۔ت **میں کہتا ہوں** حق یہ ہے کہ حکم کی علت حاجت ہے تو جہاں ضرورت عضو کے بعض حصّے سے پوری ہوجاتی ہو وہاں اگر کل عضو ڈال دیا تو پانی مستعمل ہوجائے گا اور شاید یہ اُس روایت کا محمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ چُلّو بھر کر پانی لینے کیلئے انگلیوں کا ڈالنا پانی کو فاسد نہیں کرتا بخلاف ہتھیلی کے،اس لئے خانیہ کے باب وضو میں ہے اگر اس کے پاس چھوٹا برتن نہ ہو تو طشت سے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی نکال لے ہتھیلی نہ ڈالے۔ت

ولہٰذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ **الطرس المعدل** سے ظاہر ہیں اُسے قابل (۱) وضو کرنے کے دو ۲ طریقے ہیں،ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب طاہر مطہر میں ملادیا جائے سب قابلِ وضو ہوجائے گا۔ درمختار میں ہے:

غلبة المخالط لو مماثلا کمستعمل فبا لاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر	ملنے والے پانی کا غلبہ اگر اسی کی مثل ہو جیسے مستعمل پانی تو اعتبار اجزاء (مقدار) کا ہوگا،اگر مطلق نصف سے زیادہ ہے

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] بزازیۃ مع الہندیۃ نوع فی المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹

[3] خانیہ مع الہندیۃ صفۃ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳

بالکل والالا[1]۔	توسب سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ت

دوسرے یہ کہ اُس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ اُس کا برتن بھر کر اُبلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہوجائے گا کہ اس طرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہوجاتا ہے تو غیر مطہر ہوجانا بدرجہ اولٰی در مختار میں ہے:

المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[2]۔	مختار قول یہ ہے کہ نجس پانی محض جاری ہونے سے پاک ہوجائے گا۔ت

ردالمحتار میں ہے:

بمجرد جریانہ بان یدخل من جانب ویخرج من اٰخر حال دخولہ وان قل الخارج بحود لایلزم ان یکون ممتلأ اول وقت الدخول لانہ اذا کان ناقصا فدخل الماء حتی امتلأ وخرج بعضہ طھر ایضا کما حققہ فی الحلیۃ[3]۔	محض اس کے جاری ہونے سے، کہ ایک طرف سے داخل کیا جائے اور دوسری طرف سے نکالا جائے اس کے داخل ہونے کی حالت میں، اگرچہ خارج کم ہو، بحر، یہ ضروری نہیں کہ داخل ہوتے وقت بھرا ہوا ہو، کیونکہ جب ناقص ہوگا اور پانی داخل ہوکر برتن بھر جائے پھر پانی نکل جائے تو بھی یہ پانی پاک ہوجائے گا، جیسا کہ حلیہ میں تحقیق کی۔ت

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس[4]۔	اور اسی پر حمّام کے حوض کو قیاس کیا جائے یا برتنوں کو جب وہ ناپاک ہوجائیں۔ت

شامی میں ہے:

مقتضاہ انہ علی قول الصحیح تطھر الاوانی ایضا بمجرد الجریان وقد علل فی البدائع ھذا القول بانہ صار ماء جاریا فاتضح الحکم وللہ الحمد[5] اھ وتمامہ فیہ۔	اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن بھی محض پانی کے بہنے سے پاک ہوجائیں گے، اور اس کی وجہ بدائع میں یہ بیان کی ہے کہ یہ جاری پانی ہوگیا، تو جاری پانی کا حکم اس پر لاگو ہوگا، تو حکم ظاہر ہوگیا وللہ الحمد اھ اور اس کی مکمل بحث اُسی میں ہے۔ت

[1] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶)

[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

[5] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

بعض لوگوں کا کہنا کہ اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر مبنی ہے کہ ماء مستعمل(۱) طاہر ہے مطہر نہیں اُس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ۔ حلیہ پھر شامی میں ہے: **بلعه ایاه مکروه**[1] (اس کا اس کو نگلنا مکروہ ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريما[2]۔	وہ پاک ہے خواہ جنب سے ہی ہو اور یہی ظاہر ہے لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے، اور نجس ہونے کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اس سے وضو ہوجائے گا مگر مکروہ ہے تو مذہب غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح یہی ہے کہ اس سے پانی مستعمل ہوجائے گا اور اُس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو **كما سنحققه بتوفيقه الله تعالى قد ان اوانه بتوفيقه عزشانه۔**

تحقيق المقام: بفضل الملك العلام **اقول**: وبالله التوفيق اتت(۲) الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم وعمن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوى متواترة شاهداتٍ على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله في ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ماكان عن ضرورة فعفى **قال في الفتح** بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضا مغير للماء وان لم تكن معه نية قربة مانصّه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كون هذا مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروى	میں بفضلہ تعالٰی کہتا ہوں کہ متوافر فروع اور ہمارے تینوں ائمہ اور بعد کے علماء کی نقول اور متون وشروح معتمدہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو شخص جب اپنا کوئی عضو دھوئے بغیر تھوڑے پانی میں ڈالے گا تو وہ پانی مستعمل ہوجائے گا، ہاں ضرورتاً ایسا کرنا معاف ہے، فتح میں اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ رفع حَدَث بھی پانی میں تغیر پیدا کرتا ہے خواہ اس میں تقرب کی نیت نہ ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سے امام محمد کا قول کہ صرف تقرب سے متغیر ہوتا ہے، بعید ہوجاتا ہے ان کا مذہب نہ مانا جائے، جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا ہے کیونکہ یہ اُن سے مروی نہیں ہے، اور اُن سے صحیح یہ ہے کہ حدث کا پانی سے زائل کرنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

عنه والصحیح عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسد له ومثله عن الجرجانی وما استدلوا به علیه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حیث قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة کقولنا جمیعا لو ادخل المحدث اوالجنب اوالحائض التی طهرت الید فی الماء للاغتراف لایصیر مستعملا للحاجة بخلاف مالو ادخل رجله اورأسه حیث یفسد الماء لعدم الضرورة وفی(۱) کتاب الحسن عن ابی حنیفة ان غمس جنب او غیر متوضیئ یدیه الی المرفقین اواحدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضؤ منه لانه سقط فرضه عنه وذلک لان الضرورة لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لوتحققت بان(۲) وقع الکوز فی الجب فادخل یده الی المرفق لاخراجه لایصیر مستعملا نص علیه فی الخلاصة قال(۳) بخلاف مالو ادخل یده للتبرد یصیر مستعملا لعدم الضرورة[1] اھ۔ **وفی التبیین** نحوہ وزاد معللا لمحمد فی مسألة البئران وقوع الدلو فی البئر یکثر والجنابة تکثر ایضا فلو اغتسلوا لاخراج الدلو کلما وقع یحرجون[2] اھ۔ **وفی الخانیة** (۴) اتفق اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی

اور اسی کی مثل جرجانی سے منقول ہے، انہوں نے اُس شخص سے استدلال کیا ہے جو ڈول نکالنے کیلئے پانی میں غوطہ لگائے۔ امام محمد نے اس شخص کی بابت فرمایا مرد بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک، جواب یہ ہے کہ ازالہ حدث اُن کے نزدیک پانی کو فاسد کر دیتا ہے مگر ضرورتاً نہیں کرتا ہے جیسا کہ ہم سب کہتے ہیں کہ اگر بے وضوء ناپاک یا حائض جو پاک ہوگئی ہو اگر پانی میں ہاتھ ڈال کر چلّو بھریں تو ضرورت کی وجہ سے یہ پانی مستعمل نہ ہوگا، ہاں اگر سر یا پیر ڈالا تو پانی فاسد ہوجائے گا کہ یہاں ضرورت نہیں ہے، اور حسن کی کتاب میں ابو حنیفہ سے ہے کہ اگر جنب یا بے وضو شخص نے اپنے دونوں ہاتھ کُہنیوں تک یا ایک پیر مرتبان میں ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اس کا فرض ساقط ہوا ہے، کیونکہ دونوں کہنیوں تک ڈبونے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ہاں اگر ضرورت پائی گئی مثلاً لوٹا تالاب میں تھا تو اس کو نکالنے کیلئے کہنیوں تک ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل نہ ہوگا، خلاصہ نے اس کی تصریح کی ہے فرمایا بخلاف اس کے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈک حاصل کرنے کو ڈبوئے تو پانی ضرورت نہ پائے جانے کی وجہ سے مستعمل ہوجائیگا اھ

اس کا اور تبیین میں بھی ایسا ہی ہے اور امام محمد کے کنویں کے مسئلہ میں باضافہ دلیل اس طرح بیان کیا ہے کہ کنویں میں ڈول کا گرنا بکثرت ہوتا ہے اور جنابت بھی بکثرت ہوتی ہے تو اگر ہر مرتبہ ڈول نکالنے کیلئے غسل ضروری ہو

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء مالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۷۶/۱

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۲۵/۱

فی الروایات الظاھرۃ علی ان الماء المستعمل فی البدن لایبقی طھورا واختلفوا ھل یصیر مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبردا واخراج الدلو من البئر قال ابو حنیفۃ وابو یوسف رحمھما اللہ تعالٰی یصیر مستعملا وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی المشھور عنہ لا [1] اھ۔

ای للضرورۃ کما مرامّا الامام فلم یعتبر الضرورۃ ھنا لندرۃ الاحتیاج الی الانغماس بخلاف الاحتیاج الی الاغتراف بالید [2] اھ ش والتعلیل بالضرورۃ مقصور علی نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتھر عن محمد من القصر علی القربۃ ومشی علیہ فی الخانیۃ فلذا ذکرہ وتبعہ البحر والنھر والدر۔

اقول:(۱)وھذاعجب بعد مشیھم علی ان الصحیح ان محمدالایقصر التغیر علی التقرب قال ش قدمنا ان ذلک خلاف الصحیح عندہ فلذا اقتصر فی الھدایۃ علی قولہ لطلب الدلو [3] اھ۔**اقول الھدایۃ:** (۲)ایضا من الماشین کالخانیۃ وکثیرین علی ان محمد الایجعل السبب الا التقرب وقد ذکرناہ فی الطرس

تو لوگ تنگی میں پڑ جائیں گے اھ اور خانیہ میں ہے کہ ہمارے اصحاب روایات ظاہرہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ جو پانی بدن پر مستعمل ہو وہ طہور نہ رہے گا اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر ہاتھ ٹھنڈا کرنے کیلئے یا ڈول نکالنے کیلئے ہاتھ ڈالا تو آیا سقوط فرض کی وجہ سے مستعمل ہوگا یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہوجائے گا اور محمد سے مشہور روایت یہ ہے کہ نہ ہوگا اھ یعنی ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ گزرا، مگر امام نے یہاں ضرورت کا اعتبار نہ کیا، کیونکہ غوطہ لگانے کی حاجت شاذ ہی ہوتی ہے ہاں ہاتھ سے چلّو بھرنا عموما ہوتا ہے اھ ش اور ضرورت کی علت ڈول طلب کرنے پر منحصر ہے ٹھنڈک کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ محمد سے یہ روایت مشہور ہوئی کہ وہ صرف ادائے قربۃ کو وجہ استعمال قرار دیتے ہیں اور خانیہ میں بھی یہی ہے تو اس لئے اس کو ذکر کیا اور بحر، نہر اور دُر نے اس کی پیروی کی۔ت

میں کہتا ہوں یہ امر باعث تعجب ہے کیونکہ وہ اس امر کو مانتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ محمد پانی کے تغیر کو قربۃ تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ 'ش' نے فرمایا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہ اُن کے نزدیک صحیح کے خلاف ہے اس لئے ہدایہ میں صرف ڈول کی تلاش کے مسئلہ پر اکتفاء کیا ہے اھ ت

میں کہتا ہوں ہدایہ بھی پیروی کرنے والا ہے، جیسے صاحبِ خانیہ ہیں اور بہت سے دوسرے فقہاء کہ امام محمد سبب، صرف تقرب کو قرار دیتے ہیں

[1] فتاوٰی خانیہ علی العالمگیری الماء المستعمل نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴
[2] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹
[3] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۴۹ ۱/۱۴۸

المعدل فلیس اقتصارہ علی ذکر الطلب لما ذکر وفیھا من فصل مایقع فی البئر المحدث اذا غسل ای فی الخانیہ اطراف اصابعہ ولم یغسل عضو اتاما اشار(۵)الحاکم رحمہ اللہ تعالٰی فی المختصر الی انہ یصیر مستعملا [1](۶)وفی وجیز الامام الکردری ادخل الجنب اوالحائض فیہ(ای فی الماء)یدہ للاغتراف اورفع ادخالہ للتبرد [2](۷)وفی الکافی انما لم یحکم محمد باستعمال الماء فی مسألۃ البئر للضرورۃ فانھم لوجاءوا بمن یطلب دلوھم لایمکنھم ان یکلفوہ بالاغتسال اولا [3]اھ(۸)وفی الخلاصۃمعزیا(۹)للاصل ونحوہ فی الخانیۃ(۱۰)وعنھا فی الغنیۃ واللفظ لفقیہ النفس مختصرا ادخل یدہ للاغتراف لایفسد الماء وکذا اذا ادخل یدہ فی الجب الی المرفق لاخراج الکوز ویدہ ورجلیہ فی البئر لطلب الدلو لمکان الضرورۃ ولو للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ [4]اھ(۱۱)وفی(۱۲)الحلیۃ قال القدوری کان شیخنا ابو عبداللہ یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا ان ازالۃ الحدث توجب استعمال الماء ولا معنی لھذا الخلاف اذلا

اور ہم اس کو "الطرس المعدل" میں بیان کرچکے ہیں تو ان کا طلب پر اکتفاء اس سبب سے نہیں جو ذکر کیا اور خانیہ کی فصل مایقع فی البئر میں ہے، بے وضو نے اگر اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا اور پورا عضو نہ دھویا، حاکم نے مختصر میں کہا کہ اس طرح پانی مستعمل ہوجائے گا،

اور وجیز امام کُردری میں ہے، جُنب یا حائض نے اس میں (پانی میں) چلّو بھرنے کیلئے اپنا ہاتھ ڈالا یا اس میں سے لوٹا نکالنے کیلئے، تو پانی ضرورت کی وجہ سے خراب نہیں ہوگا، ہاں اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو فاسد ہوجائے گا،

اور کافی میں ہے کہ امام محمد نے کنویں کے مسئلہ میں پانی کے مستعمل ہونے کا حکم اس لئے نہیں لگایا کہ وہاں ضرورت ہے، کیونکہ اگر ڈول نکالنے والا مل جائے تو لوگوں کیلئے ممکن نہیں کہ پہلے اس کو غسل کا پابند کریں اھ،

اور خلاصہ میں یہ چیز اصل کی طرف منسوب ہے اور اسی قسم کی عبارت خانیہ میں ہے اور خانیہ سے غنیہ میں منقول ہے اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں مختصراً کسی شخص نے پانی میں اپنا ہاتھ چلّو بھرنے کیلئے ڈالا تو وہ پانی کو فاسد نہ کرے گا اور اسی طرح لوٹا نکالنے کیلئے اپنا ہاتھ گڑھے میں کہنیوں تک ڈالا، اور اسی طرح ہاتھ پیر اگر کنویں میں ڈول کی تلاش میں ڈالے تو ضرورت کی وجہ سے پانی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر ۶/۱

[2] بزازیۃ مع العالمگیری المستعمل والمفید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۱۹/۴

[3] الکافی

[4] غنیۃ المستملی باب الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۲

(ا)نص فيه وانما لم يأخذ الماء حكم الاستعمال فی مسألة طلب الدلو لمكان الضرورة اذ الحاجة الى الانغماس فی البئر لطلب الدلو مما يكثر ولو احتيج الى نزح كل الماء كل مرة لحرجوا حرجا عظيما فصار كالمحدث اذا غرف الماء بكفه لايصير مستعملا بلا خلاف وان وجد اسقاط الفرض لمكان الضرورة [1] اھ(ا)وفی البرهان شرح مواهب الرحمٰن(۱۵)ثم غنية ذوی الاحكام للشرنبلالی معناه وفی شرح الوهبانية للعلامة ابن الشحنة اعتبار الضرورة فی مثل ذلک(۱۶)مذكور فی الصغری وغيرها اھ(۱۷)وفی النهاية(۱۸)ثم الهندية لو انغمس(۲)للاغتسال للصلاة يفسد الماء بالاتفاق [2] اھ ونحوه(۱۹)فی العناية وغيرها وفی فوائد الامام ظهير الدين ابی بكر محمد بن احمد بن عمر على شرح الجامع الصغير للامام الصدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبدالعزيز رحمهما الله تعالٰی لو ادخل رجله فی البئر ولم ينو به الاستعمال ذكر شيخ الاسلام المعروف بخواهرزاده رحمه الله تعالٰی ان الماء يصير مستعملا عند محمد رضی الله تعالٰی عنه وذكر شمس الائمة الحلوانی رحمه

فاسد نہ ہوگا اور ٹھنڈک کے حصول کی خاطر ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت نہیں ہے۔

اور حلیہ میں ہے کہ قدوری نے کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ فرماتے تھے میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ازالہ حَدَث پانی کے استعمال کا موجب ہے اور اس اختلاف کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ اس میں نص موجود نہیں، اور ڈول کی تلاش کے مسئلہ میں پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ کنویں میں ڈول کی تلاش میں غوطہ خوری عام ہے، اور اگر ہر مرتبہ کنویں کا پورا پانی نکالنا پڑ جائے تو لوگ سخت تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے، تو یہ بے وضو کی طرح ہے کہ وہ چلّو سے پانی لے تو بالاتفاق پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس میں اسقاط فرض بھی پایا جارہا ہے، کیونکہ ضرورت ہے، اور برہان شرح مواہب الرحمٰن، نیز غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالی میں اس کا ہم معنی ہے، اور علّامہ ابن الشحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ضرورت کا اعتبار صغرٰی وغیرہ میں مذکور ہے اھ اور نہایہ وہندیہ میں ہے کہ نماز کیلئے غسل کرنے کو غوطہ لگایا تو پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اھ اور عنایہ وغیرہ میں اسی کی مثل ہے اور امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد بن عمر کے جو فوائد شرح جامع صغیر امام صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] ہندیۃ الماء الذی لایجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳

اللہ تعالٰی انہ لایصیر مستعملا لان الرجل فی البئر بمنزلۃ الید فی الاٰنیۃ فعلی ھذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ[1] اھ۔ یکن موضع ضرورۃ وما قالہ الحُلوانی علی موضع الضرورۃ[2] اھ

قلت: وحاصل قول الامام الحُلوانی ان الید ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجۃ الی الرجل ھذا ھو الذی یعطیہ نص قولہ لااحتمال فیہ لغیرہ واسشناء موضع الضرورۃ معلوم من اقوالھم بالضرورۃ(۱)فقول العلامۃ ابن الشحنۃ فی زھر الروض بعد نقلہ یمکن دفع التعارض بحمل ماقالہ خواھر زادہ علی ماذا لم تردد فی موضع الجزم وشک فی محل الیقین وفی متن الملتقی لو انغمس جنب فی البئر بلانیۃ فقیل الماء والرجل نجسان عندالامام والاصح ان الرجل طاھر والماء مستعمل عندہ[3] اھ

وفی شرحہ مجمع الانھر لوقال انغمس محدث لکان اولی وانما قال بلانیۃ

میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں بلانیت استعمال اپنا پیر ڈالا تو ـــــــــــــــــــ شیخ الاسلام المعروف خواہر زادہ نے فرمایا کہ پانی امام محمد کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا،اور شمس الائمہ الحُلوانی نے ذکر کیا کہ پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ کنویں میں پیر کا ڈالنا ایسا ہے جیسا ہاتھ برتن میں،اسی استدلال کی بنیاد پر اگر کوئی شخص برتن میں پیر داخل کرے تو پانی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے مستعمل ہوجائے گا اھ۔

میں کہتا ہوں اور امام حُلوانی کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ ہاتھ کبھی کنویں کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو پَیر کی ضرورت ہوتی ہے،یہ مفہوم ان کی اس تصریح سے حاصل ہوتا ہے کہ اس میں اس کے غیر کا احتمال نہیں ہے اور مقام ضرورت کا استثناء اُن کے اقوال سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے تو علامہ ابن الشحنہ کا قول زہر الروض میں نقل کے بعد اس کا تعارض اس طرح رفع ہوسکتا ہے کہ خواہر زادہ نے جو فرمایا ہے اس کو ضرورت کے نہ ہونے پر محمول کیا جائے اور حُلوانی کے قول کو ضرورت پر محمول کیا جائے اھ۔تردد ہے مقام یقین میں اور شک ہے مقام یقین میں۔اور متن ملتقی میں ہے کہ اگر کسی جُنب نے بلانیت کنویں میں غوطہ گایا تو کہا گیا کہ آدمی اور پانی دونوں نجس ہیں امام کے نزدیک۔اور اصح یہ ہے کہ ان کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ ت

اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے کہ اگر انغمس محدث

---
[1] کفایۃ مع الفتح الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۸۰/۱
[2] زہر الروض
[3] ملتقی الابحر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۳۱/۱

لانہ لوانغمس للاغتسال فسد الماء عند الکل [1] اھ وفی النھر الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اماطھارۃ الرجل فلان محمدالایشترط الصب واما الماء فللضرورۃ [2] اھ نقلہ السید الازھری علی الکنز وفی الدر اسقاط فرض ھو الاصل بان یدخل یدہ او رجلہ فی الجب لغیر اغتراف ونحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا [3] اھ ولو استرسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سیدور معہ فنقول فی البحر من الماء المستعمل ذکر ابو بکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لاغیراستدلالا بمسألۃ الجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو قال شمس الائمۃ السرخسی جوابہ انما لم یصر مستعملا للضرورۃ واقرہ علیہ العلامۃ ابن الھمام والامام الزیلعی [4] اھ

وفیہ واعلم ان ھذا وامثالہ کقولھم فیمن ادخل یدیہ الی المرفقین واحدی رجلیہ فی اجانۃ یصیر الماء مستعملا یفید ان الماء یصیر مستعملا بواحد من ثلثۃ ازالۃ حدث اقامۃ قربۃ اسقاط فرض فکان الاولی ذکر ھذا السبب

کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اور اس لئے "بلانیت" کہا کیونکہ اگر غسل کیلئے غوطہ لگایا تو سب ہی کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا اھ اور نہرالفائق میں مسئلہ بئر حجط میں امام محمد کے قول کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا آدمی کا پاک ہونا اس وجہ سے ہے کہ محمد بہانے کو شرط قرار نہیں دیتے اور پانی کا پاک ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے اھ اس کو سید ازہری نے کنز میں نقل کیا ہے، اور دُر میں ہے کہ اسقاط فرض ہی اصل ہے، مثلاً یہ کہ گڑھے میں ہاتھ یا پیر چلّو بھرنے وغیرہ کی نیت کے علاوہ کسی اور ارادہ سے ڈالے تو وہ مستعمل ہوجائے گا، کیونکہ اس طرح فرض بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے اھ اور اگر ہم فروع گنانا شروع کردیں تو مشکل ہوگا، لیکن ہم سمندر پر آکر اُس سے بکثرت چلّو بھرتے ہیں، کیونکہ گفتگو انہی کے ساتھ رہے گی، تو ہم کہتے ہیں، بحر میں ہے کہ ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ صرف قربت کی ادائیگی سے پانی مستعمل ہوگا، عند محمد۔ وہ اس کو جنب کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں جو کُنوئیں میں ڈول نکالنے کی خاطر غوطہ لگائے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مستعمل ضرورت کی وجہ سے نہ ہوا، اور اس کو علّامہ ابن ہمام اور زیلعی نے برقرار رکھا اھ

اس میں ہے جاننا چاہئے کہ یہ اور اس کے امثال جیسے ان کا قول، اس شخص کی بابت جو اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک

---

[1] مجمع الانہر فصل فی المیاہ العامرہ مصر ۱/۳۱
[2] فتح المعین بئر حجط سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[4] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۰

الثالث [1] اھ(۱) وفیه ذکر شمس الائمة السرخسی فی المبسوط (ای شرحه) ان فی الاصل (ای فی مبسوط الامام محمد رحمه الله تعالٰی) اذا اغتسل الطاھر فی البئر افسده [2] اھ ای اذا نوی القربة کما لایخفی وفیه مسألة البئر جحط وصورتھا جنب انغمس فی البئر للدلو اوللتبرد ولا نجاسة علی بدنه فعند محمد الرجل طاھر والماء طھور وجه قول محمد علی ماھو الصحیح عنه ان الماء لایصیر مستعملا وان ازیل به حدث للضرورة [3] اھ

وفیه قال الخبازی فی حاشیة الھدایة قال القدوری رحمه الله تعالٰی کان شیخنا ابو عبدالله الجرجانی یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا (الٰی اٰخر ماقدمنا عن الحلیة غیر انه قال لواحتاجوا الی الغسل عند نزح ماء البئر کل مرة لحرجوا الخ وزاد فی اٰخره) بخلاف مااذا ادخل غیرالید فیه صار الماء مستعملا [4] اھ وفیه عن ابی حنیفة ان الرجل طاھر لان الماء لایعطی له حکم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا للھدایة وھذه الروایة اوفق الروایات وفی فتح القدیر

یا ایک پیر کسی مرتبان میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائیگا، سے معلوم ہوتا کہ پانی کا مستعمل ہونا تین اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا، حَدَث کا زائل کرنا، قربۃ کا ادا کرنا، فرض کا ساقط کرنا، تو بہتر یہ تھا کہ اِس تیسرے سبب کو ذکر کرتے۔ اور اسی میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں (یعنی اس کی شرح میں) ذکر کیا کہ اصل میں (یعنی امام محمد کی مبسوط) میں ہے کہ اگر پاک شخص نے کنویں میں غسل کیا تو پانی مستعمل ہوجائیگا اھ یعنی اگر قربۃ کی نیت کی کمالایخفی۔ اور اسی میں ہے کہ کنویں کا مسئلہ جحط ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک جُنب نے کنویں میں غوطہ لگایا ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، اور اس کے بدن پر نجاست نہ ہو تو محمد کے نزدیک آدمی پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے، اور محمد کے قول کی وجہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے خواہ اُس سے حدث ہی کیوں زائل نہ کیا جائے ضرورت کی وجہ سے۔

اُسی میں ہے خبازی نے کہا حاشیہ ہدایہ میں کہ قدوری نے کہا کہ ہمارے شیخ ابو عبدالله الجرجانی فرماتے ہیں میرے نزدیک ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب (آخر تک جو ہم نے حلیہ سے نقل کیا، البتہ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ غسل کے محتاج ہوں ہر مرتبہ کنویں سے پانی

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۲/۱

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

[3] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

[4] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۷/۱

وشرح المجمع انها الرواية المصححة[1] اھ (۱)فعلم بما قررناه^{عـہ} ان المذھب المختار فی ھذہ المسألة ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ وفیه وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحکم الحدث حکم الجنابة ذکرہ فی البدائع[3] اھ وفیه(۲)وکذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فھما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لایصیر الماء مستعملا کذا فی فتاوٰی قاضی خان والخلاصة[4] اھ وفیه(۳)قال القاضی الاسبیجابی فی شرح مختصر الطحاوی جنب اغتسل فی بئر ثم فی بئر الی	نکالتے وقت تو لوگ حرج میں پڑ جائیں گے الخ اور اس کے آخر میں اضافہ کیا) بخلاف اس صورت کے کہ جب ہاتھ کے علاوہ اور کوئی عضو پانی میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائے گا اھ اور اس میں ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آدمی پاک ہے کیونکہ پانی کو مستعمل ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا تاوقتیکہ وہ عضو سے جدا نہ ہو، زیلعی وہندی وغیرہما نے ہدایہ کی متابعت میں فرمایا اور یہ روایت تمام روایات میں مطابقت پیدا کرنے والی ہے اور فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے اھ تو ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں مذہب مختار یہ ہے کہ

عـہ قال الشامی قال الرملی اقول سیاتی قریبا انه طاھر طھور علی الصحیح اھ اقول وھذا تصریح بتصحیح روایة ط من جحط فما فی المنحة عن شرح ھدیة ابن العماد لسیدی عبدالغنی قدس سرہ ان مسألة جحط الاقوال الثلثة فیھا ضعیفة فکانه لاختیار الروایة الرابعة المختارة فی البحر لاان لاشیئ من الثلث مصححا اھ منه۔

شامی نے کہا رملی نے کہا میں کہتا ہوں عنقریب آئیگا کہ یہ صحیح روایت پر طاہر وطہور ہے میں کہتا ہوں یہ مسئلہ بئر جحط سے طحطاوی کی تصحیح شدہ روایت کی تصریح ہے تو جو منحہ میں سید عبدالغنی کی شرح ہدیۃ ابن عماد سے ہے کہ مسئلہ بئر جحط کے تینوں قول ضعیف ہیں تو اس وجہ سے کہ وہ بحر الرائق کی اختیار کردہ چوتھی روایت کو اختیار کرتے ہیں یہ نہیں کہ تین میں سے کسی کی تصحیح نہیں کی گئی۔ت

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸
[3] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸
[4] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

عشرة قال محمد يخرج من الثالثة[عہ۱] طاهرا ثم ان كان على بدنه عين نجاسة تنجست المياه كلها(يريد الثلثة)وان لم تكن صارت المياه (الثلثة)كلها مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النية يصير مستعملا وان[عہ۲] لم توجد لا[1]اھ ومثله عنه فى خزانة المفتين مع التصريح بتصحيح قول محمد المذكور ورأيت ايضا فيه التصريح بارادة الثلثة كما زدته(ا)توضيحا وزاد وكذلك فى الوضوء اھ ثم رأيت فى المنحة عن السراج الوهاج ايضا التصريح باستعمال ثلث دون مابعدها الا بالنية وهو ظاهر وفيه من ابحاث الماء المقيد صرحوا بان الجنب اذا نزل فى البئر بقصد الاغتسال يفسد الماء عند الكل صرح به الاكمل وصاحب معراج الدراية وغيرهما[2]اھ وفيه

آدمی پاک ہے اور پانی پاک تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ اور اسی میں ہے اگر کسی نے غسل کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم جنابت والا ہی ہے، اس کو بدائع میں ذکر کیا اھ اور اسی میں ہے کہ یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے جس کا خون منقطع ہوچکا ہو، اور انقطاعِ خون سے قبل تو وہ دونوں اُس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، فتاوٰی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے اھ۔ اور اسی میں ہے کہ قاضی اسیجابی نے شرح مختصر طحاوی میں فرمایا کہ ایک جنب شخص نے ایک کنویں میں غسل کیا اور پھر دوسرے کنویں میں یہاں تک کہ دس کنوؤں میں غسل کیا، تو محمد نے فرمایا تیسرے سے پاک نکلے گا، پھر اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو تمام پانی نجس ہوجائیں گے (یعنی تینوں) اور اگر نجاست نہ ہو تو تینوں مستعمل ہوجائیں گے۔۔۔۔۔۔

عہ۱: اقول بل من الاولى لان التثليث ليس الاسنة فكانه اراد الطهارة المسنونة ثم لا يخفى التقييد بالمضمضة والاستنشاق اھ منه۔

عہ۲: اقول ان لم يحدث بعد الثالثة كما لايخفى اھ منه

میں کہتا ہوں بلالکہ پہلے سے کیونکہ تثلیث تو سنت ہے گویا انہوں نے مسنون طہارت کا ارادہ کیا ہے پھر مضمضہ اور استنشاق کی قید لگانا مخفی نہیں اھ۔ت

میں کہتا ہوں اگر تیسرے کے بعد حدث لاحق نہ ہوا ہو جیسا کہ مخفی نہیں۔ت

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۹/۱

[2] بحر الرائق الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱/۱

وکذا صرحوا ان الماء یفسد اذا ادخل الکف فیه وممن صرح به صاحب المبتغی بالغین المعجمة ا[1]اھ وفیه قال الاسبیجابی والو لوالجی فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اٰخر ماتقدم [2]اھ وفیه قال الامام القاضی ابو زید الدبو سی فی الاسرار ان محمد ا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما [3]اھ فھٰذہ العبارۃ کشف اللبس واوضحت کل تخمین [4]وحدس اھ ولنقتصر علی ھذا القدر خاتمین بما اعترف البحر انه کشف اللبس وازاح الحدس وھی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاۃ الماء القلیل لعضو علیه حدث یجعله مستعملا سواء وردالماء علی العضو اوالعضو علی الماء علی سبیل النجاسة الحقیقیة فالماء نجس سواء وردت ھی علی الماء اوالماء علیھا وبالجملة کانت الفروع*تأتی علی ھذا السنن المطبوع* والاقوال*تنسج علی ھذا المنوال*الی ان جاء الدور بتلامذۃ الامام المحقق علی الاطلاق* و دارت مسألة التوضی فی الفساقی

۔۔۔۔۔۔ پھر اگر تیسرے کنویں کے بعد اس نے نیت کی تو پانی مستعمل ہو جائے گا اگر نیت نہ کی تو مستعمل نہ ہوگا اور اسی کی مثل اُن سے منقول ہے اور خزانۃ المفتین میں محمد کا مذکور قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس میں میں نے تین کے ارادہ کی تصریح دیکھی ہے، جس طرح میں نے اس کی وضاحت بخوبی کردی ہے، اور اسی طرح انہوں نے وضو میں اضافہ کیا ہے اور پھر میں نے منحہ میں سراج وہاج سے اس امر کی تصریح دیکھی کہ صرف تین مستعمل ہوں گے نہ کہ ان کے بعد والے، اور یہ ظاہر ہے اور اس میں ماء مقید کی ابحاث سے ہے، اور انہوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جنب جب کنویں میں اُترے اور غسل کا ارادہ کرے تو سب کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائے گا، اس کی تصریح اکمل، صاحبِ معراج الدرایہ اور دوسرے علماء نے کی ہے اھ۔ اور اسی میں ہے، اسی طرح فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کوئی شخص پانی میں ہتھیلی ڈال دے تو پانی مستعمل ہو جائے گا، اور اس کی تصریح صاحبِ مبتغی نے کی ہے (غین معجمہ سے) اھ، اور اسی میں ہے کہ اسبیجابی اور ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ ایک جنب ایک کنویں میں غسل کیلئے اترا پھر دوسرے میں اُترا

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۶

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[3] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱،۹۹

[4] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

الصغار بین الحذاق ۔ فافتی العلامة زین الدین قاسم بن قطلو بغا بالجواز والف رسالة سماھا رفع الاشتباہ عن مسألة المیاہ[1] وخالفه تلمیذہ العلامة عبدالبربن الشحنة وصنف رسالة سماھا زھرالروض فی مسألة الحوض[2]

والامام ابن امیرالحاج فی الحلیة ایضامیل الی شیئ مما اعتمدہ العلامة قاسم وھم جمیعا من جلة اصحاب الامام ابن الھمام علیھم رحمة الملک المنعام ثم جاء المحقق زین بن نجیم صاحب البحر رحمه اللہ تعالٰی فانتصر الزین للزین ونمق رسالة سماھا الخیر الباق فی جواز الوضوء من الفساق ثم تتابع المتاخرون علی اتباعه کالنھر والمنح والدر وذکر فی الخزائن ان له رسالة فیه والعلامة الباقانی والشیخ اسمٰعیل النابلسی وولدہ العارف باللہ سیدی عبدالغنی ومحشی الاشباہ شرف الدین الغزی فیما ذکرہ المدقق العلائی بلاغا وکذا بعض مشائخ الشامی والسادات الثلثة ابو السعود الازھری وط وش میلا مع تردد والیه یمیل کلام العلامة نوح افندی ووافق

الٰی آخر ماتقدم۔ اور اسی میں ہے کہ امام قاضی ابو زید الدبُّوسی نے اسرار میں فرمایا کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے تھوڑے پانی میں غسل کیا تو کل پانی حکماً مستعمل ہوجائے گا اھ اس عبارت نے کل معاملہ وضاحت سے کھول کر رکھ دیا ہے اھ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اختتام پر بحر کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابہام کو رفع کردیا ہے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ صریح نصوص ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پانی کا عضو سے ملنا جس پر حدث ہے پانی کو مستعمل بنادیتا ہے خواہ پانی عضو پر وارد ہو یا عضو پانی پر وارد ہو، اور اگر یہ پانی نجس عضو پر آئے، خواہ پانی عضو پر یا عضو پانی پر تو پانی نجس ہوجائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ کی فروع کو اِس انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور اس قسم کے اقوال علماء وفقہاء کے ذکر کئے گئے ہیں، پھر جب محقق علی الاطلاق کے شاگردوں کا دور آیا اور چھوٹے حوضوں میں وضو کا مسئلہ ماہرین کے درمیان زیر بحث آیا تو علّامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا نے جواز کا فتوٰی دیا اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رفع الاشتباہ عن مسئلة المیاہ" ہے اس پر ان کے شاگرد علّامہ عبدالبر بن الشحنہ نے ان کی مخالفت کی، اور ایک رسالہ "زھر الروض فی مسئلة الحوض" لکھا۔ امام ابن الحاج نے حلیہ میں علّامہ قاسم کی طرف کچھ میلان کیا ہے، یہ تمام کے تمام

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲
[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

العلامة ابن الشحنة منهم العلامة ابن الشلبی وبه افتی والمحقق علی المقدسی والعلامة حسن الشرنبلالی۔

ابن ہُمام کے جلیل القدر تلامذہ ہیں، پھر ابنِ نُجیم صاحب بحر آئے اور انہوں نے زین کی مدد کی اور ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی" ہے پھر متاخرین نے پے در پے اس مسئلہ پر کلام کیا اور ان کی پیروی کی مثلاً نہر، منح، درر اور خزائن میں ہے کہ انہوں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے، اور علّامہ باقانی، شیخ اسماعیل نابلسی اور ان کے صاحبزادہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی اور اشباہ کے محشی شرف الدین الغزی بقول مدقق علائی بطور بلاغ، اور اسی طرح بعض مشائخ شامی اور سادات ثلثہ ابوالسعود الازہری 'ط' اور 'ش' کا اس طرف میلان ہے، کچھ تردّد بھی کیا ہے اور اسی طرف علامہ نوح آفندی کا کلام ہے اور علامہ ابن الشحنہ نے موافقت کی اور علّامہ ابن شلبی نے بھی موافقت کی اور اسی پر فتوٰی دیا اور محقق علی المقدسی اور علّامہ حسن شرنبلالی نے بھی یہی فرمایا۔(ت)

قلت: والیه یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انها الجادة المسلوکة الی زمن العلامة قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثة عینا ولم یخالفها احد ممن تقدمه غیر الامام صاحب البدائع فی جدل وتعلیل اما عند ذکر الاحکام فهو مع الجمهور وکذلک قدمنا عن عدة من هٰؤلاء المتأخرین خلاف ما مالوا الیه اما ما نسب الی العلامة قارئ الهدایة فلا یتم کما ستعرف ان شاء الله تعالٰی وبالجملة فالمسألة ذات معترک عظیم والرسائل الثلث جمیعا بحمدالله تعالٰی عندی وهٰانا الخصها لک مع مالها وعلیها اجمالا مفصلا وبالله التوفیق فلنوزع الکلام علی اربعة فصول

میں کہتا ہوں محقق کا کلام فتح میں اسی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آپ جان چکے ہیں کہ علّامہ ابن قاسم کے زمانہ تک یہی روش رہی، اور یہی ہمارے تمام اصحاب اور ائمہ ثلثہ سے منقول ہے، اور متقدمین میں سے سوائے صاحبِ بدائع کے کسی اور نے مخالفت نہ کی، جدل اور تعلیل میں، اور احکام کے ذکر کے وقت وہ جمہور کے ساتھ ہیں، اور اسی طرح ہم بہت سے متاخرین سے ان کے خلاف نقل کرچکے ہیں، اور جو علامہ قارئ الہدایہ کی طرف منسوب ہے وہ ثابت نہیں، جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے ان شاء اللہ تعالٰی، اور خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بہت معرکہ کا ہے اور تینوں رسائل بحمد اللہ میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے مالہا وماعلیہا کے ساتھ پیش کرتا ہوں یہ کلام چار فصول پر مشتمل ہے۔

الفصل الاول فی کلام العلامۃ قاسم	**پہلی فصل، علامہ قاسم کا کلام:**
رسالتہ رحمۃ اللہ تعالٰی نحو کراسۃ اطال فیھا الکلام فی حدالماء الکثیر وحقق(۱)ان جمیع جوانبہ سواء فی جواز الطھارۃ سواء کانت النجاسۃ مرئیۃ اولا واکثر من الرد علی شرح المختار والتحفۃ والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ ولسنا الاٰن بصدد ذلک وانما یتعلق منھا بغرضنا نحو ورقۃ فی اٰخرھا ذکر فیھا الماء المستعمل وانہ لایغیر الماء مالم یغلب علیہ واختار التسویۃ فی ذلک بین الملقی والملاقی ای کما ان الماء المستعمل لوالقی فی حوض اوجرۃ وکان ماء الجرۃ اکثر منہ جازالطھارۃ بہ علی ماھو الصحیح المعتمد وعلیہ عامۃ العلماء کذلک ان ادخل المحدث اوالجنب یدہ مثلا فی جرۃ لم یتغیر ماؤھا لان المستعمل منہ ماالاقی بدنہ وھو اقل بالنسبۃ الی الباقی واحتج علی ذلک بثلثۃ اشیاء **الاول** کلام البدائع حیث قال فی الکلام علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم(ای حین استدل بہ للامام علی نجاسۃ الماء المستعمل)لایقال انہ نھی(ای عن الاغتسال فیہ لالان المستعمل نجس بل)لما فیہ من(۲)اخراج الماء من ان یکون مطھرا من غیر ضرورۃ وذلک حرام لانانقول الماء القلیل انما یخرج عن کونہ مطھرا باختلاط غیر المطھر بہ اذاکان غیر المطھر غالبا کماء الورد واللبن ونحو	علامہ قاسم کا رسالہ تقریباً ایک کاپی ہے جس میں "ماءِ کثیر" کی تعریف پر انہوں نے مفصل گفتگو کی ہے، اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اس کے تمام کنارے برابر ہیں طہارت کے جواز میں، خواہ نجاست نظر آنے والی ہو یا نہ ہو، اور شرح مختار، تحفہ، بدائع وغیرہ پر کافی رد کیا یہاں تک کہ لفظی گرفت سے بھی نہ چُوکے۔ ہم اس وقت یہ چیزیں بیان کرنا نہیں چاہتے، ہماری غرض اس رسالہ کے آخری ورق سے متعلق ہے جس میں انہوں نے ماءِ مستعمل کے مسائل بیان کیے ہیں اور یہ کہ وہ پانی کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہے جب تک وہ اس پر غالب نہ آجائے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں ملقیٰ اور ملاقی کو برابر قرار دیا ہے یعنی جس طرح مستعمل پانی اگر کسی حوض یا ٹھلیا میں ڈالا جائے اور ٹھلیا کا پانی مستعمل پانی سے زیادہ ہو تو اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔ صحیح، معتمد قول یہی ہے اور عام علماء کا یہی قول ہے اور اسی طرح اگر محدِث یا ناپاک نے اپنا ہاتھ کسی ٹھلیا میں ڈالا تو پانی متغیر نہ ہوگا کیونکہ اس میں سے مستعمل وہ ہے جو اس کے بدن سے ملا اور بہ نسبت باقی کے کمتر ہے، اس پر تین چیزوں سے استدلال کیا ہے: **اوّل** صاحبِ بدائع نے "لایبولن احدکم فی الماء الدائم" (ٹھہرے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے) پر کلام کرتے ہوئے فرمایا (یعنی جب امام نے اس سے مستعمل پانی کی نجاست پر استدلال کیا) یہ نہ کہا جائے کہ یہ نہی ہے (یعنی اس میں غسل کرنے سے اس لئے نہیں کہ مستعمل نجس ہے بلالکہ) کیونکہ اس میں پانی کو بلاضرورت مُطہّر

ذلک فاما ان یکون مغلوبا فلا وھھنا الماء المستعمل مایلاقی البدن ولا شک ان ذلک اقل من غیر المستعمل فکیف یخرج بہ من ان یکون مطھرا[1] انتھی۔

قلت: وتمامہ فاما ملاقاۃ النجس الطاھر فتوجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر لاختلاطہ بالطاھر علی وجہ لایمکن التمییز بینھما فیحکم بنجاسۃ الکل[2] اھ۔قال وقال فی موضع اٰخر(ای بعدہ بورقات)فیمن وقع فی البئر فان کان علی بدنہ نجاسۃ حکمیۃ بان کان محدثا اوجنبا اوحائضا اونفساء(ای وقد انقطعا من جعلھا مستعملا وجعل المستعمل طاھرا(یرید محمدا رحمہ اللہ تعالٰی)لان غیرالمستعمل اکثر فلا یخرج عن کونہ طھورا مالم یکن المستعمل غالبا علیہ عنھما)فعلی قول من لا یجعل ھذا الماء مستعملا(**قلت** یرید الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاشتراطہ الصبّ)لاینزح شیئ لانہ طھور وکذا علی قول کما لوصب اللبن فی البئر بالاجماع اوبالت شاۃ فیھا عند محمد[3] رحمہ اللہ تعالٰی انتھی۔

ہونے سے خارج کرنا ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ماءِ قلیل مطہرّ ہونے سے اس لئے خارج ہوجاتا ہے کہ وہ غیر مطہر پانی سے ملتا ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب غیر مطہر غالب ہو، مثلاً گلاب کا پانی اور دودھ وغیرہ، اور اگر مطلوب ہو تو نہ ہوگا اور یہاں مستعمل پانی وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ غیر مستعمل سے کم ہے تو اس کی وجہ سے مطہر ہونے سے کیسے خارج ہوگا انتہیٰ۔

میں کہتا ہوں مکمل اس طرح ہے، اور نجس کا طاہر کو ملاقی ہونا طاہر کو نجس کردیتا ہے اگرچہ طاہر پر غالب نہ ہو کیونکہ وہ طاہر سے اس طور پر مل گیا ہے کہ دونوں میں امتیاز ممکن نہیں رہا ہے تو کل کی نجاست کا حکم کیا جائے گا اھ۔ کہا، اور دوسرے مقام پر فرمایا(یعنی اس کے کچھ ورق بعد) اس شخص کی بابت جو کنویں میں گر پڑا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہو مثلاً یہ کہ وہ بے وضو یا جنب یا حیض ونفاس والی عورت ہو (یعنی ان دونوں عورتوں کی ناپاکی ختم ہوچکی ہو) تو اُس کے قول پر جو پانی کو مستعمل قرار نہیں دیتا ہے (میں کہتا ہوں اس سے ان کی مراد امام ابو یوسف ہیں جن کے نزدیک بہانا شرط ہے) کنویں سے کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے، اور اسی طرح اُن کے قول پر جو پانی کو مستعمل کہتے ہیں اور مستعمل کو پاک کہتے ہیں (امام محمد مراد ہیں) کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے تو ظہور ہونے سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ ہوجائے، مثلاً دودھ کنویں میں ڈال دیا جائے،

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۷
[2] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۷
[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۷

قلت: وتمامه واما علی قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا(یرید الامام رضی الله تعالٰی عنه علی روایة الحسن بن زیاد رحمه الله تعالٰی عنه نجاسة الماء المستعمل وان کانت روایته عنه رضی الله تعالٰی عنه فی خصوص المسألة ماسیذکره)ینزح ماء البئر کله کما لووقعت فیها قطرة من دم اوخمر وروی الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه انه ان کان محدثا ینزح اربعون وان کان جنبا ینزح کله وهذه الروایة مشکلة لانه لا یخلو اما ان صار هذا الماء مستعملا اولا فان لم یصر مستعملا لایجب نزح شیئ لانه بقی طهورا کما کان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غلیظة فینبغی ان یجب نزح جمیع الماء [1] اهـ وانما ننقل هذه التمامات لفوائد ستعرفها بعون الله تعالٰی قال وقال فی موضع اٰخر(ای قبل هذا باوراق وبعد الاول بقلیل)لواختلط الماء المستعمل بالماء القلیل قال بعضهم لایجوز التوضی به وان قل وهذا فاسد اما عند محمد رحمه الله تعالٰی فلانه طاهر لم یغلب علی الماء المطلق فلا یغیره عن صفة

اور یہ بالاجماع ہے، یا بکری نے کنویں میں پیشاب کر دیا، امام محمد کے نزدیک انتہی۔

میں کہتا ہوں اس کا مکمل یہ ہے کہ، اور ان لوگوں کے قول پر جنہوں نے اس پانی کو مستعمل قرار دیا ہے اور مستعمل پانی کو نجس قرار دیا ہے (اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں بروایت حسن بن زیاد کہ مستعمل پانی نجس ہوگا اگرچہ حسن کی روایت ابو حنیفہ سے خاص اسی مسئلہ میں ہے کہ جیسا وہ ذکر کریں گے) کُنویں کا کُل پانی نکالا جائے گا، جیسے کہ کُنویں میں خُون یا شراب کا قطرہ گر جائے، اور حسن نے ابو حنیفہ سے روایت کی کہ اگر بے وضو ہو تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر جنب ہو تو کل پانی نکالا جائے گا، اور یہ روایت مشکل ہے کہ یا تو یہ پانی مستعمل ہوگا یا نہیں تو اگر مستعمل نہیں ہے تو کچھ بھی پانی نہ نکالا جائے گا، کیونکہ وہ بدستور پاک ہے جیسا کہ تھا، اور اگر مستعمل ہوگیا تو حسن کے نزدیک مستعمل پانی نجاست غلیظہ ہے تو کنویں کا کُل پانی نکالنا چاہئے اھ یہ جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے اُن فوائد کی خاطر ہے جن کو آپ اِن شاء الله پہچانیں گے، فرمایا اور کہا ایک دوسرے مقام پر (یعنی اس سے چند ورق پہلے اور پہلے سے کچھ بعد) اگر ماء مستعمل تھوڑے پانی میں مل گیا تو بعض کے نزدیک اُس سے وضو جائز نہیں خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور یہ فاسد ہے امام محمد کے نزدیک تو اس لئے کہ یہ پاک ہے اور ماء مطلق پر غالب نہیں ہوا ہے، تو اس کو طہوریت کی صفت سے

---

[1] بدائع الصنائع بیان مقدار الذی یصیر به المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

الطهورية كاللبن واما عندهما رضی الله تعالٰی عنهما فلان القليل مما لايمكن التحرز عنه يجعل عفوا ثم الكثير عند محمد مايغلب علی الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة فی الاناء انتهی۔[1] قال وقد علمت ان الصحيح المفتی به رواية محمد عن ابی حنيفة رحمهما الله تعالٰی[2] اھ ای فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر

الثانی: قال وقال(ا) محمد فی كتاب الاثار بعد رواية حديث عائشة رضی الله تعالٰی عنها ولا باس ان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها[3] قال اذا عرفت هذا لم تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء من الفساقی الموضوعة فی المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة فی الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنی فی النجس فكيف بالطاهر قال قال فی المبتغی(**وهو الثالث**)قوم يتوضؤن صفا علی شاطیئ النهر جاز فكذا فی الحوض لان حكم ماء الحوض فی حكم ماء جار انتهی[4]۔

تبدیل نہیں کرے گا جیسے دودھ، اور شیخین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑے سے بچنا ممکن نہیں اس لئے معاف ہے پھر امام محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ قطرہ کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے، انتہٰی، فرمایا تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ صحیح مفتی بہ محمد کی روایت ابو حنیفہ سے ہے اھ یعنی قلیل پانی کو فاسد نہیں کرتا ہے کیونکہ غیر مستعمل زائد ہے۔

ثانی: فرمایا، محمد نے کتاب الاثار میں حضرت عائشہ کی اس حدیث۔ کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے ساتھ غسل کرے خواہ مرد پہل کرے یا عورت۔ کے بعد فرمایا کہ اس سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدارس میں جو برتن رکھے ہوتے ہیں اُن سے غسل کرلینے میں حرج نہیں، جبکہ یہ ظن غالب نہ ہو کہ مستعمل پانی غالب ہوگیا ہے یا چھوٹے برتن میں نجاست پڑچکی ہے۔ فرمایا اگر تم یہ کہو کہ جب استعمال بار بار ہو تو کیا وضو یا غسل منع ہے؟ میں کہتا ہوں بظاہر اس وصف کا اعتبار نجس پانی میں نہ ہوگا تو طاہر میں کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ انہوں نے مبتغٰی میں فرمایا (یہ تیسرا ہے) اگر کچھ لوگ صف باندھ کر نہر کے کنارے پر وضو کریں تو جائز ہے، حوض کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہٰی۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارت الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] الاشتباہ عن مسائلۃ المیاہ
[3] کتاب الاثار باب غسل الرجل والمراۃ من اناء واحد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص۱۰
[4] الاشتباہ عن مسائلۃ المیاہ

قلت: ای ان المنع انما یکون لسقوط الغسالۃ فیہا اولادخال المحدثین ایدیھم فیہا والکل غیر مانع علی ماتقرر عندہ ثم اتی باٰثار بعضہا فی الملاق وبعضہا فی الملقی فقال وقدروی ابن ابی شیبۃ عن الحسن فی الجنب یدخل یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا قال یتوضؤبہ ان شاء وعن سعید بن المسیب لاباس الجنب عہ یدہ فی الاناء قبل ان یغسلہا[1] وعن عائشۃ بنت سعد قالت کان سعد یامرالجاریۃ بتناولہ الطھور من الحوض فتغمس یدھا فیہا فیقال انہا حائض فیقول انا حیضتہا وعن عامر قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدخلون ایدیھم فی الاناء وھم جنب والنساء حیض لایرون بذلک بأسا یعنی قبل ان یغسلوھا وعن ابن عباس فی الرجل یغتسل من الجنابۃ فینضح فی انائہ من غسلہ فقال لاباس بہ[2] وعن الحسن وابراھیم والزھری وابی جعفر وابن سیرین نحوہ قال فان قلت فما محمل حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن

میں کہتا ہوں، یعنی منع اس لئے ہے کہ دھوون اس میں گرتا ہے یا اس لئے کہ بے وضو لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اور یہ سب غیر مانع ہے جیسا کہ ان کے نزدیک مقرر ہے پھر انہوں نے اس کے بعض اثار ملاقی میں اور بعض ملقیٰ میں ذکر کیے پس فرمایا اور تحقیق ابن ابی شیبہ نے حسن سے جنب کے بارے میں روایت کی جو بے دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے تو فرمایا اگر چاہے تو اُس کے ساتھ وضو کرے، اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ جنب اگر اپنا ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈال دے تو حرج نہیں، اور عائشہ بنت سعد کہتی ہیں کہ حضرت سعد باندی کو حکم دیتے تھے کہ وہ حوض سے پانی لا کر دے، تو وہ حوض میں اپنا ہاتھ ڈبوتی تھی، تو کہا جاتا تھا کہ وہ حائضہ ہے، تو آپ فرماتے تھے: کیا میں نے اس کو حائضہ کیا ہے؟ اور عامر سے مروی ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے جبکہ وہ جنب ہوتے تھے اور عورتیں حائض ہوتی تھیں اور یہ لوگ بلا ہاتھ دھوئے پانی میں ڈالنے میں ہرج نہیں سمجھتے تھے، اور ابن عباس سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غسلِ جنابت کرے اور اس کے چھینٹے برتن میں گریں تو اس میں حرج نہیں، اور حسن، ابراہیم: زہری،

عہ کذا بالاصل ولعلہ ان یدخل الجنب یدہ منہ۔(م)

اصل میں اسی طرح ہے شاید یوں ہو "ان یدخل الجنب یدہ"۔(ت)

[1] مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل یدخل یدہ فی الاناء وھو جنب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۸۲/۱

[2] مصنفہ ابن ابی شیبہ فی الرجل الجنب یغتسل وینضح من غسلہ فی اناء ایضاً ۷۲/۱

فیه من الجنابة [1] قلت استدل به الکرخی علی عدم جواز التطهیر بالمستعمل ولا یطابق عمومه فروعهم المذکورة فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراهة وبذلک اخبر راوی الخبر فاخرج ابن ابی شیبة عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما قال کنا نستحب ان ناخذ من ماء الغدیر ونغتسل به ناحیة [2] قال وما ذکر من الفروع مخالفا لهذا فبناء علی روایة النجاسة کقولهم لوادخل جنب اومحدث اوحائض یده فی الاناء قبل ان یغسلها فالقیاس انه یفسد الماء وفی الاستحسان لایفسد للاحتیاج الی الاغتراف حتی لوادخل رجله یفسد الماء لانعدام الحاجة ولو ادخلها فی البئر یفسد لانه محتاج الی ذلک فی البئر لطلب الدلو فجعل عفواً ولو ادخل فی الاناء اوالبئر بعض جسده سوی الید والرجل افسده لانه لاحاجة الیه [3] وامثال هذه (ثم ذکر مسائل واٰثارا لا تتعلق بما نحن فیه الی ان قال) وعن ابی جریج قال قلت لعطاء رأیت رجلا توضأفی ذلک الحوض متکشفا فقال لاباس به قدفعله ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما وقد علم انه یتوضؤ منه الابیض

ابو جعفر اور ابن سیرین نے اسی قسم کی روایت کی،فرمایا اگر کوئی کہے کہ پھر "لایبولن احدکم فی الماء الدائم الخ" حدیث کا کیا مفہوم ہوگا؟

میں کہتا ہوں کرخی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مستعمل پانی سے طہارت کا حاصل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا عموم زائد پانی میں ان کی فروع سے مطابقت نہیں رکھتا پس اسے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور راوِیِ حدیث نے یہی خبر دی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ ہم اس امر کو پسند کرتے تھے کہ تالاب سے پانی لے کر ایک کونے میں جاکر غسل کریں،فرمایا اور جو فروع اس کی مخالف ہیں تو وہ نجاست کی روایت پر ہیں،جیسے کسی جُنب یا محدث یا حائض نے اپنا ہاتھ برتن میں بلا دھوئے ڈالا،تو قیاس چاہتا ہے کہ پانی خراب ہوجائے اور استحسان کی رُو سے فاسد نہ ہوگا،کیونکہ چُلّو بھرنے کی حاجت ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے برتن میں پیر ڈال دیا تو پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ ضرورت نہیں،اور اگر پیر کُنویں میں ڈالا تو پانی خراب نہ ہوگا کیونکہ کُنویں سے ڈول پانی خراب ہوجائے گا کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں،نکالنے کیلئے پیر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو معاف کردیا گیا ہے اور اگر برتن یا کُنویں میں ہاتھ پیر کے علاوہ جسم کا اور کوئی حصّہ ڈالا تو اور اسی کی مثل دوسری چیزیں ہیں (پھر انہوں نے ایسے مسائل اور آثار ذکر کئے جن کا

[1] مصنّف ابن ابی شیبۃ من کان یکرہ ان یبول فی الماء الراکد ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۱
[2] مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل ینتھی الی البئر والغدیر وھوجنب ادارۃ القرآن کراچی
[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

والاسود وفی روایة وکان ینسکب من وضوء الناس فی جوفها قال وکأنهم رأوا حدیث المستیقظ خاصا به او انه امر تعبدی علی أن ابن ابی شیبة قد روی عن أبی معویة عن الاعمش عن ابرهیم قال کان اصحاب عبدالله رضی الله تعالی عنه اذا ذکر عندهم حدیث ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قالوا کیف یصنع أبو هریرة بالمهراس الذی بالمدینة [1] اھ فهذا کل ما أتی * به فی هذا الباب فی کتابه * رحمه الله تعالٰی فی مآبه۔

اقول: وبالله التوفیق الکلام فیه من وجوه **الاوّل**(۱)من العجب استناده رحمه الله تعالی بعبارة المبتغی فلیس فیها أثر مما ابتغی لان کلامه عـہ فی الحوض الکبیر الاتری إلی قوله إن ماء الحوض فی حکم ماء جار ومعلوم قطعا أن ذلک انما هو فی الحوض

اس بحث سے تعلق نہیں، پھر فرمایا) اور ابن جریج سے مروی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں نے عطا سے کہا کہ ایک شخص نے حوض میں ننگے ہو کر غسل کیا تو انہوں نے کہا اس میں حرج نہیں، خود ابن عباس نے ایسا کیا حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ اس میں سیاہ وسپید سب ہی غسل کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس حوض میں لوگوں کے وضو کا پانی گرتا تھا، فرمایا کہ غالباً انہوں نے مستیقظ کی حدیث کو اُسی کے ساتھ خاص دیکھا یا یہ کہ یہ امر تعبدی ہے، علاوہ ازیں ابن شیبہ نے ابو معٰویہ سے اعمش سے ابراہیم سے روایت کی کہ اصحاب عبداللہ کے سامنے جب حضرت ابو ھریرہ کی حدیث کا ذکر آتا تھا تو فرماتے تھے کہ ابو ھریرہ مہراس میں کیا کرتے تھے جو مدینہ میں تھی اھ اس باب میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی ہیں۔

میں بتوفیقِ الٰہی کہتا ہوں کہ اس میں چند وجوہ سے کلام ہے: **اول** تعجب ہے کہ انہوں نے مبتغی کی عبارت سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ جو چاہتے تھے اس میں موجود نہیں، کیونکہ اس میں وہ بڑے حوض کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسا کہ آپ ان کے قول ان ماء الحوض فی حکم ماء جار سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ قطعی معلوم ہے کہ حوض وہی ہو گا جس

عـہ: ثم رأیت التصریح به فی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث اورد کلام المبتغی فی مسائل الماء الکثیر ثم قال وانما اراد الحوض الکبیر بالضرورة اھ منه غفرله۔(م)

پھر میں نے اس کی تصریح ان کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام میں دیکھی جہاں انہوں نے کثیر پانی کے مسائل میں مبتغی کا کلام وارد کیا پھر فرمایا بالضرورۃ اس سے مراد حوضِ کبیر ہے اھ (ت)

[1] رسالہ علامہ قاسم

الکبیر ذی الماء الکثیر اما الصغیر فکالاوانی وقد قال() العلامۃ نفسہ فی ھذہ الرسالۃ أن ماء الاوانی یتنجس بوقوع النجاسۃ وإن لم یتغیر قال وما کان فی غدیر اومستنقع وھو نحو ماء الاوانی فھو ملحق بھا إذلا اثر للمحل۔[1] اھ

الثانی(۲) قدمنا فی نمرۃ عن المبتغی التصریح بان الماء یفسد بادخال الکف[2] **الثالث**(۳) کذلک لاأثر لتأیید شیئ من مقصودہ فی عبارۃ کتاب الاثار فلیس أن الرجل یدخل یدہ فی الاناء قبل الغسل اوالمرأۃ ثم یغتسلان منہ وکیف یظن ھذا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا وانما مراد محمد رحمہ اللہ تعالٰی نفی قول من ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأۃ مطلقا اواذا کانت جنبا اوحائضا وھما قولان للحنابلۃ والمالکیۃ ولذا قال بدأت قبلہ اوبدأ قبلھا وترجم لہ باب غسل الرجل والمرأۃ من إناء واحد من الجنابۃ۔[3] **الرابع**(۴) قد اوضح رضی اللہ تعالٰی عنہ مرادہ الشریف فی مؤطاہ المنیف إذ قال باب الرجل یغتسل اویتوضأ بسور المرأۃ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ

میں پانی بہت زیادہ ہو اور چھوٹا حوض تو برتنوں کی طرح ہے، خود علامہ نے اس رسالہ میں فرمایا کہ برتنوں کا پانی نجاست کے گرنے سے نجس ہوجائے گا خواہ اس میں تغیر نہ ہو، فرمایا جو پانی تالاب اور گڑھے میں ہو وہ برتنوں کے پانی کے برابر ہو تو وہ بھی برتنوں کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ محل کا کوئی اثر نہیں اھ

دوم نمبر ۳۸ میں ہم نے مبتغی کی تصریح کہ پانی ہاتھ ڈالنے سے خراب ہوگا، سوم اسی طرح کتاب الآثار سے بھی ان کی تائید نہیں ملتی ہے، اس میں یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈالے یا عورت ڈالے پھر دونوں اس سے غسل کریں، اور اس قسم کا گمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ سے کیسے ہوسکتا ہے، امام محمد کا مقصود تو صرف ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جو عورت کے اور اس لئے فرمایا، عورت نے مرد سے پہلے یا مرد نے عورت سے پہلے ابتدا کی ہو، اور اس کا عنوان یہ قائم کیا" باب عورت اور مرد کے ایک بچے ہوئے پانی سے مطلق مرد کیلئے وضو کرنے کو باطل قرار دیتے ہیں یا جب عورت جنب یا حائض ہو، اور یہی دو قول حنابلہ ومالکیہ کے ہیں، برتن سے غسلِ جنابت کرنے کے بیان میں"،

[1] رسالہ علامہ قاسم
[2] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷
[3] کتاب الاثار غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۰

تعالٰی عنهما أنه قال لاباس بأن يغتسل الرجل بفضل وضوء المرأة مالم تكن جنبا اوحائضا قال محمد لابأس بفضل وضوء المرأة وغسلها وسؤرها وإن كانت جنبا اوحائضا بلغنا أن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من إناء واحد يتنازعان الغسل جميعا فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول ابی حنيفه رحمه الله تعالٰى۔[1] **الخامس**:(۱)قدمناعن الائمة ابی بكر الرازی وشمس الائمة السرخسی والاسبيجابی والولوالجی وابی زيد الدبوسی والزيلعی وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير غفرالله تعالٰى لنابهم وعن الخلاصة عن نفس كتاب الاصل لمحمد صرائح نصوصه فی الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام على خلاف وبالله التوفيق۔ **السادس**:(۲)ماذكر رحمه الله تعالٰى عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصری وابن سيرين وابراهيم النخعی والزهری رضی الله تعالٰى عنهم لايمس المقصود لانه فی الملقی والكلام فی الملاقی۔**السابع**:(۳)ماذكر أخرا عن عطاء وابن عباس رضی الله تعالٰى عنهم فاخره فی الملقی ولا حجة فی اوله فإنه ان كان المراد التوضی فی الحوض بحيث تسقط الغسالةفيه كالتوضی فی الطست فهو من الملقی وان كان المراد التوضی بادخال اليدفيه للاغتراف فقد مر

چہارم: امام محمد نے اپنی مراد کی وضاحت اپنی مؤطا میں کردی ہے، فرمایا: باب اس بیان میں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ ہمیں مالک نے خبر دی، ہم سے نافع نے ابن عمر سے روایت کی، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے، بشرطیکہ جنب یا حائض نہ ہو۔ محمد نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے خواہ وہ اس کے وضو کا ہو یا غسل کا ہو یا جھوٹا ہو اور خواہ وہ جنب ہو یا حائض ہو، ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ ایک ہی برتن سے پانی چھین جھپٹ کر غسل کرتے تھے، یہ جنب عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کا ثبوت ہے، اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہے۔

پنجم: ہم نے ابو بکر الرازی، شمس الائمہ سرخسی، اسبیجابی، ولوالجی، ابو زید الدبوسی، زیلعی، ابن الھمام وغیرہم، جلیل القدر ائمہ کی ایک عظیم جماعت سے پہلے ہی نقل کیا ہے اور خلاصہ سے امام محمد کی اصل کی تصریح نقل کی ہے کہ اسی میں خاص حکم بیان کیا ہے تو اس کلام کو اس کے خلاف پر کیونکر محمول کیا جاسکتا ہے وباللہ التوفیق۔

ششم: انہوں نے جو ابن عباس، امام باقر، حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی اور زہری رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے وہ مقصود سے متعلق نہیں کیونکہ وہ ملقی کے بارے میں ہے جبکہ گفتگو ملاقی کی بابت ہے۔

ہفتم: جو آخر میں انہوں نے عطا اور ابن عباس

[1] موطاامام محمد الرجل یغتسل اویتوضأ بسؤر المراۃ مجتبائی لاہور ص ۸۳

ان هذا القدر معفو عنه عند عدم اٰنية وان فرض ان المراد أن يلج الحوض ويتوضأفيه لم تنتهض أيضا حجة إذليس فيه بيان قدر الحوض فجاز أن يكون كبيرا۔

الثامن:(۱)كذلک حديث سعد رضی الله تعالٰی عنه فإنه فی الحيض قبل الانقطاع وقدمنا عن الخانية والخلاصة وغيرهما أنها لاتفسد الماء اذا ذاک لعدم السببين سقوط الفرض واقامة القربة۔

التاسع:(۲)ماذكرعن عامر فظاهر ان لفظة يعنی قبل ان يغسلوها مدرج فی الحديث ولا يدری قول من هو ولاحجةفی المجهول۔**العاشر**:(۳)ماحکی عن الحسن يعارضه مافی البدائع عنه فی وقوع قليل ماء مستعمل فی الماء سئل الحسن البصری عن القليل فقال ومن يملک نشر الماء وهو ما تطاير منه عندالوضوء وانتشر اشار الی تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفو اولا تعذرفی الكثير فلا يكون عفوا [1] اھ هذا كلامه فی الملقی فكيف فی الملاقی ۔**الحادي عشر**:(۴)ما حکی عن سعيد فعلی تقدير الصحة عنه مذهب تابعی فكيف يحتج به علی المذهب(۵)وكفی به جوابا عن سائر الاٰثار ۔**الثاني عشر**:(۶)كذلک العبارة

سے نقل کیا ہے تو اس کا آخری حصہ ملقی میں ہے اور اس کے اول میں کوئی حجت نہیں، کیونکہ اگر مراد حوض سے وضو کرنا ہے کہ اس طرح اس کا دھوون حوض میں گرے جیسے طشت میں وضو کیا جاتا ہے تو وہ مُلقٰی سے ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں ہاتھ ڈال کر چلّو بھر کر وضو کیا تو گزر چکا ہے کہ اِس قدر کو شرع نے معاف رکھا ہے جبکہ دوسرے برتن نہ ہوں، اور اگر مراد یہ ہو کہ حوض میں اتر کر وضو کیا تو بھی حجت قائم نہ ہوگی کیونکہ اس میں حوض کے سائز کا ذکر نہیں، پس ممکن ہے کہ حوض بڑا ہو۔

ہشتم: اسی طرح سعد کی حدیث ہے کیونکہ وہ حیض کے منقطع ہونے سے قبل سے متعلق ہے اور ہم نے خانیہ اور خلاصہ وغیرہما سے نقل کیا کہ یہ پانی کو خراب نہیں کرتا، کیونکہ دونوں سبب ہی موجود نہیں ہیں نہ تو سقوط فرض ہے اور نہ ہی قربۃ کی ادائیگی ہے۔

نہم: جو عامر سے نقل ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ "**قبل ان يغسلوها**" کا لفظ حدیث میں مندرج ہے، اور معلوم نہیں کہ یہ کس کا قول ہے، اور مجہول سے استدلال نہیں ہوتا۔

دہم: جو حسن سے نقل کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہے جو انہی سے بدائع میں نقل کیا گیا ہے یعنی یہ کہ کم پانی میں اگر مستعمل پانی گر جائے تو کیا حکم ہوگا، حسن بصری سے کم کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانهافی الملقی ولا کلام فیه الا تری إلی قوله ثم الکثیر عند محمد مایغلب علی الماء المطلق وعندهما ان یستبین مواقع القطر فی الاناء[1] اھ۔

قلت: والوجه فیه ان الماء طاهر عند محمد فلا یسلبه وصف الطهورية مالم یغلب علیه ونجس عندهمافیما یقال وقطرة نجس تنجس کل ماء قلیل غیر ان الذی لایستبین لایعتبر کرشاش البول قدر رؤس الابر **فعفی عنه** لعسر التحرز فاین هذا مما نحن فیه **نعم** جل مافی یده ماذکر البدائع فی الجدل عن روایة ضعیفة وتعلیل قول محمد فی مسألة جحط ان المستعمل ما لاقی البدن وهو اقل من غیره۔

اقول: وبالله التوفیق وهو المستعان علی افاضة التحقیق ایش انا ومن انا

جواب دیا کہا پانی کے چھینٹوں کا مالک کون ہے؟ تو کم تو تعذر کی وجہ سے معاف ہے مگر زائد میں یہ صورت نہیں تو وہ معاف نہ ہوگا، ان کی یہ گفتگو مُلقٰی میں ہے تو ملاقی میں کیا حال ہوگا۔

یازدہم: جو سعید سے نقل کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ ایک تابعی کا مذہب ہے تو اس سے مذہب پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے اور یہی جواب دوسرے آثار میں ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔

دوازدہم: اس طرح بدائع سے نقل کردہ تیسری عبارت بھی مقصود سے الگ ہے کیونکہ وہ مُلقٰی کی بابت ہے اور اس میں گفتگو نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ "پھر محمد کے نزدیک کثیر وہ ہے جو مطلق پانی پر غالب آجائے اور شیخین کے نزدیک یہ کہ قطروں کی جگہ برتن میں ظاہر ہوجائے اھ۔

میں کہتا ہوں اس میں وجہ یہ ہے کہ محمد کے نزدیک پانی پاک ہے تو اس کی پاکیزگی کا وصف اس وقت تک اس سے سلب نہ ہوگا جب تک کہ اس پر کوئی نجاست غالب نہ آجائے، اور شیخین کے نزدیک نجس ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور نجس کا ایک قطرہ ہی تمام قلیل پانی کو نجس کردیتا ہے البتہ جو پانی میں ظاہر نہیں ہوتا وہ معتبر نہیں ہوتا ہے جیسے سُوئی کی نوک کے برابر پیشاب کے چھینٹے، تو چونکہ اس سے بچنے میں دشواری ہے اس لئے اس کو معاف کردیا گیا، تو اس کا ہماری بحث سے کیا تعلق ہے، ہاں قابلِ غور وہ عبارت ہے جو انہوں نے بدائع سے نقل کیا ہے، وہ ایک ضعیف روایت پر جھگڑا ہے اور مسئلہ جحط پر محمد کے قول کی توجیہ ہے کہ مستعمل پانی وہ ہے جس کی ملاقات بدن سے ہوئی ہو اور وہ دوسرے سے کم ہے۔ **میں کہتا ہوں** وبالله التوفیق وھوا لمستعان علی افاضة التحقیق، میں اور میری حقیقت کیا جو

[1] بدائع الصنائع بحث الماء المستعمل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱

حتی اتکلم بین یدی هذا الامام الهمام *ملک العلماء الکرام *اعلی الله درجاته فی دار السلام *و افاض علینا برکاته علی الدوام *اٰمین ولکن المذهب قد تقرر *والنقل الصحیح الصریح عن الائمة الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم قد توفر *ورأیت هذا الامام الجلیل قد وافق الاجلة الفحول*فی تلک النقول *عند ذکر المنقول *وعلمت ان ما یقال فی الجدل *اویبدی فی العلل *لایقضی علی نصوص المذهب *بل ربما لایکون المبدی أیضاً الیه یذهب *کما هو معلوم عند من خدم هذا الفن المذهّب فجرّأنی ذلک علی ان اقول وهو:

الثالث عشر:(ا)الامام ملک العلماء قدس سرّہ هو القائل فی بدائعه بعد ماذکر سقوط حکم الاستعمال فی مواضع الضرورة کالیدفی الاناء للاغتراف والرجل فی البئر لطلب الدلو مانصه ولو ادخل فی الاناء والبئر بعض جسده سوی الید و الرجل افسده لانه لاحاجة الیه وعلی هذا الاصل تخرج مسألة البئر اذا انغمس الجنب فیها لطلب الدلولا بنیة الاغتسال ولیس علی بدنه نجاسة حقیقیة والجملةفیه أن الرجل المنغمس اما أن یکون طاهرا اولم یکن بان کان علی بدن نجاسة حقیقیة اوحکمیة کالجنابة والحدث وکل وجه علی وجهین اما ان ینغمس لطلب الدلو اوالتبرد او الاغتسال وفی المسألة حکمان حکم الماء الذی فی البئر وحکم الداخل فیها فان کان طاهرا

امام ہمام، علمائے کرام کے بادشاہ، اللہ تعالٰی جنت میں ان کے درجات بلالند فرمائے ہم ان کی برکتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں آمین، کے سامنے لب کشائی کروں؟ لیکن مذہب ثابت شدہ ہے اور ائمہ ثلثہ کی تصریحاتِ صحیحہ موجود ہیں، اور اس امام جلیل القدر نے نقول کی حد تک ان ائمہ سے اتفاق کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری بحثوں سے مذہب کی تصریحات باطل نہیں قرار پاسکتی ہیں جیسا کہ اس فن کے خُدّام پر واضح ہے، اس لئے میں کچھ معروضات پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

میں کہتا ہوں: سیز دہم: امام ملک العلماء قدس سرہ نے بدائع میں ذکر کیا کہ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں ضرورتاً پانی کے مستعمل ہونے کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، جیسے چُلّو بھرنے کیلئے ہاتھ کا پانی کے برتن میں ڈالنا اور ڈول تلاش کرنے کیلئے پیر کا کنویں میں ڈالنا، پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے برتن یا کنویں میں اپنا جسم کے بعض حصے کو ڈال دیا ہاتھ پیر کے علاوہ، تو پانی فاسد ہوجائے گا کیونکہ یہ بے ضرورت ہے اور اسی اصل پر کنویں کے مسئلہ کی تخریج کی جائے گی کہ جنب انسان اس میں ڈول کی تلاش میں اُترا ہو بغیر نیت غسل کے بشرطیکہ اس کے جسم پر کوئی حقیقی نجاست موجود نہ ہو، اور خلاصہ یہ کہ اس میں بحث یہ ہے کہ یا تو غوطہ لگانے والا پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا، مثلاً یہ کہ اس کے جسم پر حقیقی یا حکمی نجاست موجود ہو جیسے جنابۃ اور حدث، اور ہر وجہ کی پھر دو وجہیں ہیں یا تو غوطہ

وانغمس لطلب الدلو اوللتبرد لایصیر مستعملا بالاجماع لعدم ازالة الحدث واقامة القربة وان انغمس فیھا للاغتسال عـــه صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم لوجود اقامة القربة وعند زفر والشافعی رحمھما الله تعالٰی لایصیر مستعملا لانعدام ازالة الحدث والرجل طاھر فی الوجھین جمیعا[1] اھ۔فانظر إلی قوله فی المسألة حکمان حکم الماء الذی فی البئر فھل تری ان الذی فی البئر ھو مالاقی سطح بدنه عند الانغماس کلا بل کل مافی البئر وھو المقصود بیان حکمه وقد حکم علیه فی الصورة الثانیة بانه صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم وفیھم محمد القائل بطھارته وقد حکم بانه بالانغماس سلب ماء البئر طھوریته	ڈول کی تلاش میں لگائے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے اور اس مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اُس پانی کا حکم جو کنوئیں میں ہے اور دوسرے اُس شخص کا حکم جو کنویں میں داخل ہوا، اگر وہ پاک ہے اور اس نے ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تھا، تو پانی بالاتفاق مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس پانی سے نہ تو حدث کا ازالہ کیا گیا ہے اور نہ کوئی قربۃ ادا کی گئی ہے اور اگر اس میں غسل کیلئے غوطہ کھایا تو ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ اس سے قربۃ ادا ہوئی ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس سے حدث زائل نہیں کیا گیا ہے اور آدمی دونوں صورتوں میں پاک ہے اھ۔ اب ان کے اس قول کو دیکھئے جس میں وُہ فرماتے ہیں: کہ مسئلہ میں دو حکم ہیں ایک تو اس پانی کا حکم جو کنویں میں ہے، تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کنویں میں وہی پانی ہے جو

(عــه یرید الاغتسال علی وجه القربة بدلیل التعلیل وھو المرادفی سائر المواضع الاٰتیة دون الاغتسال لازالة درن اودفع حر فانه والتبرد سواء لایفید الاستعمال اذا کان من طاھر لانعدام السببین اھ۔ منه حفظه ربه تبارک وتعالٰی۔(م)	علت کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ قربت کے طور پر غسل مراد ہے اور آئندہ تمام مقامات میں یہی مراد ہے، میل کو دُور کرنے یا گرمی کو دفع کرنے کا غسل مراد نہیں کیونکہ جب طاہر آدمی دفعِ گرمی اور حصولِ ٹھنڈک کیلئے غسل کرے تو پانی مستعمل نہ ہوگا کہ دونوں ازالہ حدث اور اقامت قربت نہیں پائے گئے اھ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطھارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۹

فظهر ان حکم الاستعمال لیسری فی الماء القلیل کله سریان حکم النجاسة باجماع اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم فان السریان علی القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لاخلف فیه وهذا محمد القائل بالطهارة قد حکم بالسریان فکان القول به مجمعا علیه ولم یبق لاحد بالخلاف ید ان بل یظن ان ملک العلماء ماش ههنا علی جعل طهارة الماء المستعمل متفقا علیها بین اصحابنا کما قال(۱) فی البدائع ومشائخ العراق لم یحققوا الخلاف فقالوا انه طاهر غیر طهور عند اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم حتی روی عن القاضی ابی حازم العراقی انه کان یقول انا نرجو ان لاتثبت روایة نجاسة الماء المستعمل عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه وهو اختیار المحققین من مشائخنا بما وراء النهر[1] اھ۔وذلک لان سوق کلامه ههنا کما قدم لاحاطة احکام الماء والرجل فی جمیع الصور المحتملة هنا وقد التزم فی کل صورة بیان الخلاف بین ائمتنا الثلثة ان کان وفصل فی شق الطاهر حکم الماء فقال فی الاوّل لایصیر مستعملا بالاجماع وفی الثانی صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعی

غوطہ کے وقت سطحِ بدن سے ملاقی ہوا تھا؟ ہر گز نہیں، بلالکہ کُنویں کا کُل پانی ہے اور اسی کا حکم بیان کرنا مقصود ہے،اور دوسری صورت میں اس پر یہی حکم ہوا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستعمل ہوگیا ہے،ان میں امام محمد بھی شامل ہیں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں،اور انہوں نے فرمایا کہ غوطہ کی وجہ سے پانی کے پاک کرنے والی صفت سلب ہو گئی ہے تو ظاہر ہوا کہ استعمال کا حکم تھوڑے پانی میں مکمل طور پر جاری ہوتا ہے، جیسے کہ نجاست کا حکم،اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کیونکہ سرایت کرنا مستعمل پانی کو نجس کہنے کی صورت میں ظاہر ہے،اس میں خلاف نہیں،اور امام محمد جو پانی کی طہارت کے قائل ہیں سرایت کا حکم دے رہے ہیں تو گویا یہ قول اجماعی ہے،اس میں کسی کا خلاف نہیں رہا بلکہ یہاں یہ گمان بھی کیا گیا ہے کہ ملک العلماء نے پانی کے پاک ہونے کو ہمارے اصحاب کے درمیان متفق علیہ قرار دیا ہے جیسا کہ بدائع میں فرمایا ہے،اور مشائخ عراق نے اختلاف کی تحقیق نہیں کی،تو انہوں نے فرمایا کہ یہ طاہر تو ہے مگر طاہر کرنے والا نہیں،یہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے،یہاں تک کہ قاضی ابو حازم العراقی سے مروی ہے کہ وُہ فرماتے تھے کہ ہمیں توقع ہے کہ مستعمل پانی کی نجاست کی روایت ابو حنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہی ہمارے وراء النہر کے محققین مشائخ کا مختار ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۷/۱

بقی علیه بیان حکم الرجل فی المسئلتین عند ائمتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر فی الوجهین جمیعا فکما انه یستحیل عند الذوق السلیم کون هذا تتمة قول زفر والشافعی فیبقی ساکتا عن بیان حکم الرجل فی الوجهین عند ائمتنا رضی الله تعالٰی عنهم کذلک یبعد ان یکون هذا قول بعض دون بعض منهم اذلو کان کذلک لبین الخلاف کما بین فی سائر الصور ولم یأت به هکذا مرسلا لایهام الخلاف اعنی عدم الخلاف مع وجوده لاسیما مع قرینتی الاجماع والاتفاق فی حکم الماء فی هذین الوجهین فلا ینقدح فی الذهن الا کونه وفاقیا بین اصحابنا کقرینتیه السابقتین وهذا لایتأتی الا علی القول بطهارة الماء المستعمل حیث لم یتنجس الماء فلا یحتمل ان ینجس الطاهر بخلاف ماذا قیل بنجاسة اذیتطرق القول بان الماء تنجس فنجس فلا یکون الرجل طاهر اوفاقا۔

فان قلت الیس ان حکم الاستعمال انما یعطی بعد الانفصال والبدن کله شیئ واحد فی الاغتسال فمادام فیه لم یکن مستعملا واذا صار مستعملا لم یکن فیه فعن هذا یخرج طاهرا مع نجاسة الماء المستعمل عندهما فیما یذکر عنهما قلت بلی ولکن اما یتمشی علی قول الامام اما عند ابی یوسف فیثبت

ان کے کلام کی روش جیسا کہ گزرا پانی کے احکام کے احاطہ کیلئے ہے اور مرد کے احکام کی بابت ہے یہ تمام محتمل صورتوں میں ہے، اور انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر صورۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ کا اختلاف بیان کیا ہے اگر واقعۃً اختلاف ہو۔ اور پاک کی دونوں شقوں میں پانی کا حکم تفصیلًا ذکر کیا ہے، پہلی صورت میں کہا بالاجماع مستعمل نہ ہوگا اور دوسری صورت میں کہا مستعمل ہوگیا ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک، اس میں زفر اور شافعی کا خلاف ہے اب ان پر یہ بیان کرنا باقی ہے کہ دونوں مسئلوں میں اُس شخص کا حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک کیا ہے، تو ان دونوں کو جمع کردیا اور فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ شخص پاک ہے، تو جس طرح ذوق سلیم پر یہ گراں ہے کہ اس کو زفر و شافعی کے اقوال کا تتمہ قرار دیا جائے، اور مرد کے حکم میں ہمارے ائمہ دونوں صورتوں میں خاموش رہے، یوں یہ بعید ہے کہ یہ قول بعض کا ہو اور بعض کا نہ ہو، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اختلاف کو ضرور بیان کرتے جیسا کہ تمام صورتوں میں بیان کیا ہے لیکن اس کو انہوں نے اس طرح مطلق ذکر نہ کیا تاکہ خلاف کا ایہام ہو یعنی عدمِ خلاف مع وجود خلاف بالخصوص جبکہ دو قرینے اجماع اور اتفاق کے اس امر پر موجود ہیں کہ دونوں صورتوں میں پانی کا حکم کیا ہے لہٰذا ذہن میں جو خلش ہے وہ اس کی ہے کہ یہ مسئلہ ہمارے اصحاب کے درمیان اتفاقی ہے، جیسے اس کے دو سابقہ قرینے ہیں، اور یہ اُسی صورت میں ہوگا جبکہ مستعمل پانی کی طہارت کا قول کیا جائے اس لئے کہ پانی نجس نہیں ہوا، تو یہ احتمال نہیں ہے

حکم الاستعمال باول ملاقاة البدن الماء قال فی البدائع ابویوسف یقول ان ملاقاة اول عضو المحدث الماء یوجب صیرورته مستعملا فکذا ملاقاة اول عضو الطاهر الماء علی قصد اقامة القربة واذا صار الماء مستعمل باول الملاقاة لا تتحقق طهارة بقیة الاعضاء بالماء المستعمل [1]اھ۔ فکیف یقول الماء مستعمل والرجل طاهر، وقد قال فی البدائع ان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط فان ادخلهالطلب الدلوا والتبرد یخرج من الاول(ای الماء الاول فان المسألة مفروضةفی الانغماس فی عدة میاہ)طاهرا عند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالٰی هو الصحیح لزوال الجنابةبالانغماس مرة واحدة وعند ابی یوسف هو نجس ولا یخرج طاهرا ابدا [2]اھ۔ **فان** حملته هنا علی حال الضرورة لقول البدائع اما ابو یوسف فقد ترک اصله عند الضرورة علی مایذکر وروی بشر عنه ان المیاہ کلها نجسة وهو قیاس مذهبه [3]اھ۔

دفعه[۸۰۹] ان مامر ههنا ان الماء مستعمل والرجل طاهر عکس مایقول به الامام الثانی حال الضرورة الا تری ان مذهبه فی مسألة البئر

کہ وہ پاک کو نجس بنادے،بخلاف اس صورت کے کہ پانی کو نجس کہا جائے کہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ پانی نجس ہوگیا ہے اس لئے اس نے طاہر کو نجس کردیا تو مرد بالاتفاق پاک نہ ہوگا۔اگر تُو یہ کہے کہ آیا یہ بات درست نہیں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اُسی وقت لگایا جائیگا جب وہ بدن سے جدا ہو،اور بدن غسل کی صورت میں شیئ واحد ہے،تو جب تک پانی بدن پر رہے گا مستعمل نہ ہوگا اور جو مستعمل ہوگا تو بدن پر نہ رہے گا اسی وجہ سے وہ شخص پاک ہوجاتا ہے اور پانی شیخین کے نزدیک نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ شیخین کی بابت مشہور ہے۔میں کہتا ہوں یہ درست ہے، مگر یہ صرف امام ابو حنیفہ کے قول پر چل سکتا ہے کیونکہ ابو یوسف کے نزدیک پانی کے مستعمل ہونے کا حکم بدن سے پہلی ملاقات ہی میں دے دیا جائیگا بدائع میں ہے ابو یوسف نے فرمایا مُحدِث کے پہلے عضو سے ملتے ہی پانی مستعمل ہوجاتا ہے،اور اسی طرح پاک آدمی کے کسی عضو کا بہ نیت ادائیگی قربۃ پانی کو لگنا پانی کو مستعمل بنا دیتا ہے اور جب پانی پہلی ملاقات ہی سے مستعمل ہوگیا تو باقی اعضاء کی طہارت پانی سے نہیں ہوسکتی ہے اھ تو پھر وہ کس طرح فرماتے ہیں کہ پانی مستعمل ہوگیا اور مرد پاک ہے۔اور بدائع میں فرمایا کہ اگر اس کے ہاتھ پر صرف نجاست حکمیہ ہے پھر وہ

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[3] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

جحط الحاء ای ان الماء طاهر علی حاله والرجل لم یطهر کما کان قال فی البدائع ابو یوسف یقول یجب العمل بهذا الاصل ای ماتقدم من ثبوت الحکم باوّل اللقاء) الا عند الضرورة کالجنب والمحدث اذا ادخل یده فی الاناء لاغتراف الماء لایصیر مستعملا ولا یزول الحدث الی الماء لمکان الضرورة لان هذا الماء لوصار مستعملا انما یصیر مستعملا بازالة الحدث ولو ازال الحدث لتنجس ولو تنجس لایزیل الحدث واذا لم یزل الحدث بقی طاهرا واذ بقی طاهرا یزیل الحدث فیقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انه لایزیل الحدث عنه فبقی هو بحاله والماء علی حاله[1] اھ۔ وبالجملة لااستقامة لهذا علی قول ابی یوسف اصلا الا بان یقال انه مبنی علی طهارة الماء المستعمل عندهم جمیعا وهو قول صحیح قد قواه ملک العلماء وجعله مختار المحققین وان مشی فی مواضع کثیرة علی نسبة التنجیس الی الشیخین کما اشتهر فعلی هذا تکون المسألة نصا عن ائمتنا الثلثة علی سریان حکم الاستعمال الی جمیع الماء مع طهارته والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔

اس کو کنویں میں ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے داخل کرتا ہے تو وہ اول (یعنی پہلا پانی کیونکہ مسئلہ اس مفروضہ پر ہے کہ کئی پانیوں میں ہاتھ ڈبویا) سے پاک نکلے گا، یہ ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ہے، یہی صحیح ہے کیونکہ جنابت ایک ہی مرتبہ ڈبونے سے زائل ہو گئی اور ابو یوسف کے نزدیک وہ نجس ہے، اور وہ کبھی پاک نہ ہوگا۔ اگر آپ اس کو یہاں ضرورت پر محمول کریں کیونکہ بدائع میں ہے "بہر حال ابو یوسف نے اپنی اصل کو ضرورت کے وقت ترک کیا ہے، جیسا کہ اُن سے مروی ہے اور بشر نے ان سے روایت کی ہے کہ سب کے سب پانی نجس ہیں اور یہی چیز ان کے مذہب سے لگّا کھاتی ہے۔

دفعہ ۸۰۹: جو یہاں گزرا کہ پانی مستعمل ہے اور آدمی پاک ہے، امام ثانی کے قول کے برعکس ہے ضرورت کی حالت میں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان کا مذہب کنویں کے مسئلہ "جحط" میں "ح" ہے یعنی پانی اپنی سابقہ حالت پر پاک ہے اور انسان بھی جیسا کہ پہلے تھا ناپاک ہے۔ بدائع میں فرمایا ابو یوسف فرماتے ہیں اس اصل پر عمل لازم ہے (یعنی یہ کہ پہلی ملاقات ہی میں حکم ثابت ہو جاتا ہے) ہاں ضرورت کے وقت اس کو ترک بھی کر سکتے ہیں، جیسے جنب اور بے وضو جب برتن میں سے پانی لینے کیلئے اپنے ہاتھ ڈبوئیں تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور حدث بھی زائل نہ ہوگا کیونکہ یہاں ضرورت موجود ہے، کیونکہ یہ پانی اگر مستعمل ہوتا تو حَدَث کے زائل کرنے کی وجہ سے ہوتا، اور اگر یہ حدث کو زائل کرتا تو ناپاک ہو جاتا اور

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الرابع عشر: (۱) ثم قال قدس سرہ فی من انغمس فی ثلثۃ اٰبار واکثر عندھما (ای الطرفین رضی اللہ تعالٰی عنھما) ان انغمس لطلب الدلو والتبرد فالمیاہ باقیۃ علی حالھا وان کان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامۃ القربۃ [1] اھ۔ فانظر علی ای شیئ حکم بکونہ مستعملا الماء الرابع فصاعدا الا خصوص ما لاقی منہ سطح البدن۔

قلت والمعنی جمیع المیاہ من اولھا وانما خص الرابع فما فوقہ بالذکر دفعا لتوھم انہ یقتصر حکم الاستعمال علی المیاہ الثلثۃ الاول اذ لاقربۃ بعد التثلیث فالرابع وما بعدہ لایصیر مستعملا لعدم السببین فنبّہ علی بطلانہ بان ذلک عند اتحاد المجلس ولا مساغ لہ فی باب الاٰبار

اگر ناپاک ہوتا تو حدث کو زائل نہ کرتا، اور جب حدث کو زائل نہیں کیا تو پاک رہا اور جب پاک رہا تو حدث کو زائل کرے گا تو دور لازم آئے گا، تو ہم نے دور کو ابتداء ہی سے قطع کیا اور وہ اس طرح کہ یہ پانی حدث کو زائل نہیں کرتا ہے تو انسان اپنی حالت پر رہا اور پانی اپنی حالت پر رہا ھ۔ خلاصہ یہ کہ ابو یوسف کے قول پر یہ قول کسی طرح درست نہیں بیٹھتا ہے، اس کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ پانی ان تمام ائمہ کے نزدیک پاک ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس کو ملک العلماء نے قوی قرار دیا اور اس کو محققین کا مختار قرار دیا، اگرچہ اکثر مقامات پر انہوں نے اس پانی کو شیخین کے نزدیک نجس قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے، اس بنا پر یہ مسئلہ اس امر کی تصریح ہوگا کہ ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک استعمال کا حکم تمام پانی میں جاری ہوگا اور انسان پاک رہے گا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

چودھواں: پھر قدس سرہ نے فرمایا کہ جس شخص نے تین یا تین سے زیادہ کُنوؤں میں غوطہ لگایا تو ان دونوں (یعنی طرفین) کے نزدیک اگر ڈول کی تلاش میں لگایا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے، تو پانی اپنی حالت پر باقی رہیں گے، اور اگر غوطہ خوری غسل کیلئے تھی تو چوتھا پانی اور اس کے بعد والے پانی مستعمل ہوں گے کہ ان سے قربت ادا ہوئی ہے اھ۔ تو دیکھے انہوں نے کس چیز پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا ہے، چوتھا پانی اور اس سے زائد خاص وہ پانی نہیں جس سے مُحدِث ملا۔

میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ پہلے پانی سے لے کر تمام پانی مستعمل ہیں، انہوں نے چوتھے اور اُس کے بعد والے کا خصوصی ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ استعمال کا حکم صرف تین پانیوں تک ہی محدود ہے کیونکہ تثلیث کے بعد قربت باقی نہیں رہتی ہے تو چوتھا اور اس کے بعد والا مستعمل نہ ہوگا، کیونکہ اس میں دونوں سبب موجود نہیں ہیں، تو اس کے بطلان پر انہوں

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۰۷

اقول:(۱)لکن یشکل علیه انه رحمه الله تعالٰی اما ذکر هذافی من کان علی بدنه نجاسة حقیقیة لان عبارته هکذا وان لم یکن طاهرا فان کان علی بدنه نجاسة حقیقیة وهو جنب اولا فانغمس فی ثلثة اٰبار اواکثر من ذلک لایخرج من الاولی والثانیة طاهرا بالاجماع ویخرج من الثالثة طاهرا عند ابی حنیفة ومحمد رضی الله تعالٰی عنهما والمیاه الثلثة نجسة لکن نجاستها علی التفاوت علی ماذکرنا وعند ابی یوسف کلها نجسة والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلواوالاغتسال وعندهما ان انغمس لطلب الدلواوالتبرد فالمیاه باقیة علی حالها [1]۔۔۔الخ۔ وکیف تبقی علی حالها والفرض ان علی بدنه نجاسة حقیقیة الا ان یقال انتهی الکلام علیها الی قوله المیاه کلها نجسة والرجل نجس وقوله سواء انغمس لطلب الدلو۔۔۔الخ۔ بیان لعدم اقتصار الحکم عند ابی یوسف علی النجاسة الحقیقیة بل کذلک الحکمیة کما قدمنا ان عند ابی یوسف هو نجس ولا یخرج طاهرا ابدا فلما استطرد هذا ابان خلاف الطرفین فیه ان هذا التعمیم لیس عندهما۔ **ویکدره** ان

نے متنبّہ کیا کہ یہ اتحاد مجلس کی صورت میں ہے، اور یہ چیز مختلف کُنوؤں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اس پر اشکال یہ ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس شخص کا بیان کیا ہے جس کے بدن پر حقیقی نجاست ہو، ان کی عبارت اس طرح ہے "پس اگر وہ پاک نہیں ہے تو یا تواس کے بعدن پر حقیقی نجاست ہوگی، اور وہ جنب ہوگا یا نہیں، ایسا شخص اگر تین کُنوؤں میں غوطہ لگائے یا زیادہ میں تو پہلے اور دوسرے سے بالاجماع پاک نہیں نکلے گا اور تیسرے سے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک پاک نکلے گا اور تینوں پانی نجس ہیں، مگر ان کی نجاست مختلف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور ابو یوسف کے نزدیک سب نجس ہیں، اور انسان بھی نجس ہے، خواہ اس نے ڈول نکالنے کیلئے غوطہ لگایا ہو یا غسل کرنے کیلئے، اور طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے۔۔۔ الخ۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ اُس کے بدن پر حقیقی نجاست ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ان کا کلام المیاه کلها نجسة والرجل نجس پر پورا ہوا اور ان کا قول سواء انغمس لطلب الدلو۔۔۔الخ۔ اس امر کا بیان ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک حکم نجاست حقیقیہ پر مقصور نہیں ہے بلاالکہ حکمیہ کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ ابو یوسف کے نزدیک انسان ناپاک ہے تو کبھی پاک نہ ہوگا، اس سے

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

الکلام المستطرد اذنفی النجاسة الحکمیة فکیف یقول عندھما ان انغمس لطلب الدلو اوالتبرد فالمیاہ باقیة علی حالھا فان عند الامام رضی اللہ تعالٰی عنه یصیر الماء مستعملا بازالة الحدث وان لم ینوبل کذلک عند محمد ایضا عند التحقیق،(۱)وقدقال فی البدائع فی اٰدمی وقع فی البئر ان کان علی بدنه نجاسة حکمیة فعلی قول من جعل ھذا الماء مستعملا والمستعمل نجسا ینزح ماء البئر کله [1] کما تقدم .فاذا کان ھذافی الواقع بلا قصد فکیف فی المنغمس قصدا للتبرد ثم(۲)قداتی بشق النجاسة الحکمیة بعد ھذا وصرح فیه بالحکم الصحیح علی خلاف ماھنا کما سیأتی وان حمل ماھنا علی الضرورة فمع بعدہ یاباہ قوله او التبرد الا ان یقال انھم قد ادخلوہ فیھا کما یأتی فبناء علی ھذا التسامح یصح ھذا الحمل غیر انه لایسلم فان زید الاستطراد حتی یشمل الطاھر فمع ان التعمیم المذکورفی قول الامام الثانی سواء انغمس۔۔۔الخ لم یکن لیشمله قطعا یعکر علیه ان الشمول لایخرج المحدث فکیف یصح اطلاق الحکم بان المیاہ باقیة علی حالھا ولا

معلوم ہوا کہ اس میں طرفین کا خلاف ہے، کہ یہ تعمیم اُن دونوں کے نزدیک نہیں ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ کلام مستطرد نجاست حکمیہ کی بابت ہے تو پھر یہ کیسے فرمایا کہ طرفین کے نزدیک اگر ڈول نکالنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غوطہ لگایا تو پانی اپنی حالت پر باقی ہیں کیونکہ امام کے نزدیک پانی حدث کے ازالہ سے مستعمل ہوجائیگا اگرچہ اُس نے نیت نہ کی ہو، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی یہی حکم ہے، بدائع میں ہے کہ اگر کوئی انسان کُنویں میں گر گیا تو اگر اس کے بدن پر نجاست حکمیہ ہے تو جولوگ اس پر پانی کو مستعمل قرار دیتے ہیں اور مستعمل کو نجس کہتے ہیں تو انکے نزدیک کنویں کا کُل پانی نکالا جائیگا جیسا کہ گزرا، اور جب یہ حکم بلا قصد گرنے والے کا ہو تو پھر اس کا کیا حال ہوگا جو ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے قصداً غوطہ لگائے، پھر انہوں نے نجاست حکمیہ والی شق کا ذکر کیا ہے اور وہاں انہوں نے یہاں کے برعکس حکم صحیح کی صراحت کی، جیسا کہ آئے گا، اور اگر یہاں جو کچھ ہے اس کو ضرورت پر محمول کرلیا جائے تو یہ بعید ہونے کے علاوہ اُن کے قول او التبرد کے منافض ہے، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس کو بھی اسی میں شامل کرلیا ہے، جیسا کہ آئیگا، تو اس تسامح کی بنیاد پر یہ حمل صحیح ہے لیکن محفوظ نہیں، اور اگر استطراد کو زائد کیا جائے اتنا کہ طاہر کو بھی شامل ہوجائے تو ایک تو امام ثانی کے قول کی تعمیم "سواء

[1] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

وجه لتخصیص الحکم بالطاھر فان الکلام مسوق فی شق وان لم یکن طاھرا وقد قدم حکم الطاھر من قبل،وبالجملة فالعبارة ھھنافیما وصل الیه فھمی القاصر لاتخلو عن قلق وحزازة ولعلھا وقع فیھا من قلم الناسخین تغییر وتقدیم وتاخیر وکم له من نظیر فلیتأمل واللہ تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ۔

انغمس۔۔۔الخ"اس کو قطعاً شامل نہیں، پھر اس پر یہ بھی اشکال ہے کہ شمول بے وضو کو نہیں نکالے گا تو یہ مطلق حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام پانی اپنی حالت پر باقی ہیں،اور حکم کو پاک کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ گفتگو اس شق سے متعلق ہے کہ اگر پاک نہ ہو حالانکہ پاک کا حکم پہلے ہی گزر چکا،اور خلاصہ یہ کہ میری ناقص فہم میں یہاں عبارت اضطراب سے خالی نہیں،اور شاید اس میں ناسخین سے کچھ تغیر،تقدیم یا تاخیر واقع ہوئی ہے،اور اس کی بہت نظائر ہیں، غور کر اور اللہ تعالٰی زیادہ جانتا ہے اپنے خاص بندوں کے ارادوں کو۔

الخامس عشر: ثم قال(۱)قدس سرہ تحت قوله الماء وان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط مانصه واما حکم المیاہ فالماء الاول مستعمل عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه لوجود ازالة الحدث والبواقی علی حالھا لانعدام مایوجب الاستعمال اصلا(ای لان الصورة مفروضةفی الانغماس للتبرد اوطلب الدلو فلانیة قربة والحدث قدزال بالاول)وعند ابی یوسف ومحمد المیاہ کلھا علی حالھا اما عند محمد فظاھر لانه لم یوجد اقامة القربة بشیئ منھا واما ابو یوسف فقد ترک اصله عند الضرورة علی مایذکر[1]اھ۔ فقد افادان لووجدت نیة القربة لصار الماء مستعملا عند الامام الربانیّ

پندرھواں، پھر انہوں نے ان کے گزرے ہوئے قول"وان کان علی یدہ نجاسة حکمیة فقط"کے تحت فرمایا بہر حال پانی،تو پہلا پانی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستعمل ہے کیونکہ اس میں حدث کا ازالہ پایا جاتا ہے اور باقی اپنے حال پر باقی ہیں کہ وہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جس کی بنا پر ان کو مستعمل قرار دیا جائے(یعنی مفروضہ تو یہ ہے کہ ٹھنڈک حاصل کرنے یا ڈول کی طلب میں غوطہ لگایا اور قربۃ کی نیت نہیں ہے،اور حدث پہلے ہی سے زائل ہوگیا)اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک کل پانی اپنی حالت پر ہیں، محمد کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان سے قربۃ ادا نہیں کی گئی ہے اور ابو یوسف نے ضرورت کی وجہ سے اپنی اصل کو چھوڑا ہے جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے اھ۔پس انہوں نے بتایا کہ اگر قربۃ کی نیت ہوگی تو پانی مستعمل ہوگا

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

ایضا بل ھو کذلک فان التحقیق انہ لایقصر الاستعمال علی نیۃ القربۃ کما تقدم۔

امام ربانی کے نزدیک، بلالکہ حقیقۃً یہی ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ مستعمل ہونا نیتِ قربۃ پر موقوف نہیں جیسا کہ گزرا۔

اقول: فھذہ صرائح نصوص المسألۃ عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنھم اتی بھا ملک العلماء فلا یعارضھا ماوقع منہ فی تعلیل اوجدل اما الجدل فظاھر(۱)والعلۃ ان صحت لزمت صحۃ الحکم ولاعکس لجواز ان تکون ھٰذہ باطلۃ والحکم معللا بعلۃ اخری وھھنا کذلک فان القول بنجاسۃ المستعمل معلل بوجوہ اخر ذکرت فی البدائع نفسھا والھدایۃ والکافی والتبیین وغیرھا وھذا العلامۃ قاسم قدرد علی ملک العلماء استدلالہ بھذا الحدیث فی رسالتہ ھذہ وقد تقدم قولہ انہ لایطابق عمومہ فروعھم المذکورۃ فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھۃ۔۔۔الخ وقال قبلہ حیث رد بعض کلام البدائع قولا قولا قولہ وروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لایبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیہ من الجنابۃ من غیر فصل بین دائم ودائم۔۔۔الخ یقال علیہ انظر ھل انت من اکبر مخالفی ھذا الحدیث حیث قلت انت ومشائخک انہ یتوضؤ من الجانب الاخر فی المرئیۃ ویتوضؤ من ای جانب کان فی غیر المرئیۃ کما اذا بال فیہ انسان اواغتسل جنب ام انت من العاملین

میں کہتا ہوں یہ تصریحات ہیں جو اس مسئلہ میں ائمہ مذہب سے منقول ہیں، ان کو ملک العلماء نے ذکر کیا ہے، ان کے معارض وہ عبارت نہیں ہو سکتی ہے جو انہوں نے علّت کے بیان کے وقت یا جدل کے طور پر بیان کی ہے، جدل کی بات تو ظاہر ہے اور علۃ اگر صحیح ہوئی تو حکم کی صحت کو لازم ہوگی، اور اس کا عکس نہ ہوگا، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ علت باطلہ ہو اور حکم دراصل کسی اور علۃ کی وجہ سے ہو، اور یہاں یہی صورت حال ہے، کیونکہ مستعمل پانی کی نجاست کا قول دوسری علتوں کی وجہ سے ہے جو بدائع میں مذکور ہیں، ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہا میں بھی یہی ہے، اور علّامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں ملک العلماء کے اس حدیث سے استدلال پر رَد کیا ہے اور ان کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس کے عموم اور ان کے مذکورہ فروع میں مطابقت نہیں پائی جاتی ہے جو ماءِ کثیر سے متعلق ہیں تو اس کو کراہت پر محمول کیا جائے گا الخ اور اس سے قبل فرمایا جہاں انہوں نے بدائع کے بعض کلام کو رد کیا ہے، اور ایک ایک بات کا رد کیا ہے کہ ان کا قول کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسلِ جنابت کرے، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے ایک ٹھہرے ہوئے اور دوسرے ٹھہرے ہوئے کے درمیان ۔۔۔الخ

به فانه لاعجب ممن ليستدل بحديث هو احد من خالفه اهـ وهذا مااشار اليه بقول لايطابق عمومه۔۔۔الخ۔

اقول: رحمكم الله جاوزتم الحدفى الاخذ والرد فاولا(۱)ماقالوه انما هوفى الكثير والكثير ملحق بالجارى والحديث فى الدائم **ثانيا:**(۲)الكراهة ان اريد بها كراهة التحريم لم يلائم قوله وبذلك اخبر راوى الخبر قال كنا نستحب الى اخرمامر مع انها لاتفيد كم اذلولم يتغير به الماء لم يكن وجه للنهى عنه الاترى ان الماء الكثير لعدم تغيره يجوز الاغتسال فيه اجماعا كمافى البدائع وقد استدل هو على نجاسة الماء المستعمل وشيخكم المحقق على الاطلاق على انسلاب الطهورية عنه بهذا النهى المفيد كراهة التحريم وان اريد بها كراهة التنزيه فعدول عن الحقيقة من دون ضرورة ملجئة ولا يلائمها نون التأكيدفى قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لايغتسلن وقددفع العلامة الاكمل فى العناية كراهة التنزيه بان تقييده بالدائم ينافيه فان الماء الجارى

اس پر یہ کہا جائے گا غور کرو کیا تم اس حدیث کے بڑے مخالفین میں سے ہو۔ کیونکہ تم نے اور تمہارے مشائخ نے کہا ہے کہ اگر نجاست نظر آرہی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو کرلے اور اگر نظر نہ آتی ہو تو جس کنارے سے چاہے وضو کرے، جیسے کسی انسان نے اس پانی میں پیشاب کیا یا جنب نے غسل کیا۔ یا تم اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ہو، اس سے زیادہ تعجب خیز بات کیا ہوگی کہ جو شخص اس حدیث کا مخالف ہے وہی اس حدیث سے استدلال بھی کرتا ہے اھ اور یہ ہے وہ بات جس کی طرف انہوں نے اپنے قول **لایطابق عمومہ** میں اشارہ کیا تھا الخ۔

میں کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے تم نے قبول کرنے اور رد کرنے دونوں میں حد سے تجاوز کیا ہے اول تو یہ کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ کثیر پانی کی بابت ہے اور کثیر جاری کے حکم میں ہے اور حدیث ٹھہرے ہوئے پانی سے متعلق ہے۔

ثانیاً: اگر کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے تو یہ ان کے قول کے موافق نہ ہوگی، اور اسی کی خبر حدیث کے راوی نے دی فرمایا "کنا نستحب الخ" پھر یہ آپ کیلئے مفید نہیں، اس لئے کہ اگر اس کی وجہ سے پانی میں تغیر نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، مثلاً کثیر پانی کہ وہ متغیر نہیں ہوتا اس سے غسل کرنا بالاجماع جائز ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے اور اس نے خود اس سے مستعمل پانی کے نجس ہونے پر استدلال کیا ہے اور آپ کے شیخ محقق نے پانی سے طہوریت کے سلب ہوجانے پر استدلال کیا ہے، اور دلیل، یہی نہی ہے جو کراہت تحریمی کو ظاہر کرتی ہے اور اگر اس سے کراہت تنزیہی کا ارادہ کیا جائے تو یہ حقیقت سے بلا اشد ضرورت کے انحراف کرنا ہے

یشارکه فی ذلک المعنی فان البول کما انه لیس بادب فی الماء الدائم فکذلک فی الجاری فلا یکون للتقیید فائدة وکلام الشارع مصون عن ذلک [1]اھ۔ وقد قال فی المجتبی اما البول فیه(۱)فمکروه قلیلا کان اوکثیرا دائما اوجاریا وسمی ابو حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه من یبول فی الماء الجاری جاھلا [2]اھ۔ کمافی ابن الشلبی علی التبیین۔

اقول:(۲)المقرر عندنا ان نصوص الشارع لانظر فیھا الی مفھوم المخالف ویجوز ان یکون ذکر الدائم نظرا الی الحکم الثانی ھو النھی عن الاغتسال۔**وثالثا:** ھب(۳)انھم لم یعملوا فی بعض الصور باطلاقه فلیس من قید اطلاقا اوخصص عموما لدلیل لاح ممنوعا عن التمسک به فی شیئ اخر ھذا وکذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیمه لم لا تعللونه بما تقرر عندکم وصرحتم به غیر مرة ان محمدا لا یقول بالاستعمال الا بنیة القربة وای نیة للساقط وانتم(۴)المصرحون کما تقدم ان الطاھران انغمس

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لایغتسلن میں جو نُون تاکید ہے اس سے بھی اس کی مطابقت نہیں،اور علامہ اکمل نے عنایہ میں کراہت تنزیہ کو دفع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو "دائم" کی قید سے مقید کرنا اس کے منافی ہے کیونکہ جاری پانی بھی اس کا شریک ہے کراہت تنزیہ میں۔ کیونکہ پیشاب کرنا ٹھہرے ہوئے پانی میں خلافِ ادب ہے اس طرح جاری پانی میں مکروہ ہے تو مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا،اور شارع کا کلام اس سے محفوظ ہے اھ۔اور مجتبٰی میں ہے کہ پانی میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، ٹھہرا ہوا ہو یا جاری،پیشاب کرنا مکروہ ہے،اور ابو حنیفہ نے جاری پانی میں پیشاب کرنے والے کو جاہل کہا ہے اھ جیسا کہ ابن شلبی علی التبیین میں ہے۔

ثالثا: مان لیا کہ بعض صورتوں میں انہوں نے اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا ہے تو جس نے کسی مطلق کو مقید کیا ہو یا عام کو خاص کیا ہو کسی دلیل کی بناء پر،اس کو یہ ممنوع نہیں ہے کہ وہ اس جگہ سے کسی اور چیز کا استدلال کرے،اور اسی طرح پانی کا مستعمل نہ ہونا کسی مُحدِث کے کنویں میں گر جانے کی وجہ سے محمد کے نزدیک،اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے،تو آپ اس کی علت وہ کیوں نہیں بتاتے ہو جو تمہارے نزدیک مقرر ہے،اور

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴
[2] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۲۱

فیھا للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنھم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونه طھوراً۔

السادس عشر:(ا)الروایة الصحیحة المعتمدة فی مسألة جحط رابعة لم تشملھا الحروف وھی طمر ای ان الرجل طاھر زال حدثه والماء طاھر غیر طھور قال فی الھدایة والکافی والتبیین والسراج وغیرھا انھا اوفق الروایات[1] وفی الدر انه الاصح[2]

وفی الفتح وشرح المجمع انھا الروایة المصححة[3] وفی البحر انه المذھب المختار وانه الحکم علی الصحیح[4] فانقطعت الشبھة رأسا واستقر بحمدالله عرش التحقیق علی ان الاستعمال یشیع فی الماء القلیل سریان النجاسة۔

السابع عشر: فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسة حیث تشیع ولا یشیع

تم نے ایک سے زائد مرتبہ اس کی وضاحت کی ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ پانی اس وقت مستعمل ہوگا جب قربۃ کی نیت ہو،اور جو پانی میں گر جائے اس کی کیا نیت ہوگی! اور تم نے تصریح کی ہے جیسا کہ گزرا کہ اگر پاک آدمی کنویں میں غوطہ لگائے نہانے کیلئے تو پانی ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک مستعمل ہوجائے گا،تو محمد نے کیوں نہیں کہا پھر غیر مستعمل اکثر ہے تو طہور ہونے سے خارج نہ ہوگا۔

سولھواں: صحیح روایت اور معتمد روایت مسئلہ جحط میں چوتھی ہے اس کو حروف شامل نہیں اور وہ طمر ہیں یعنی انسان پاک ہے اس کا حدث زائل ہوگیا ہے اور پانی پاک تو ہے مگر طہور(پاک کرنے والا) نہیں ہے،ہدایہ،کافی،تبیین اور سراج وغیرہا میں ہے کہ یہ تمام روایتوں میں سب سے زیادہ جامع ہے،اور دُر میں اسی کو اَصَحّ کہا،اور فتح اور شرح مجمع میں کہا کہ یہی مصححہ روایت ہے اور بحر میں اسی کو مذہب مختار قرار دیا ہے اور یہ کہ صحیح قول کے مطابق حکم یہی ہے تو شبہ بالکل منقطع ہوگیا اور یہ امر محقق ہوگیا کہ مستعمل ہونا تھوڑے پانی میں اسی طرح سرایت کرتا ہے جس طرح نجاست سرایت کرتی ہے۔

سترھواں: قدس سرہ نے حَدَث اور نجاسۃ میں فرق کیا ہے کہ نجاست سرایت کرتی ہے اور حدث

[1] شلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۵
[2] دُرمختار باب میاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷
[3] بحرالرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[4] بحرالرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

بان النجس یختلط بالطاھر علی وجه لایمکن التمییز بینھمافیحکم بنجاسة الکل۔

سرایت نہیں کرتا ہے کیونکہ نجس پاک چیز کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہو سکتا ہے تو کل پر نجاست کا حکم ہوگا۔

اقول: اولا(۱)الوجه قاصر عن المدعی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسری الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لووقع فی الغدیر شعرة من خنزیر افلا یتنجس الا القدر الذی لاقاھا اذلا شیئ ھناک یختلط فلا یمکن التمییز ھذا لایقول به احد منا فان قلت تنجس بھا ماولیھا وھو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز اقول فصبغ نجس القیئ فی غدیر یلزم ان لاینجس الامایصبغ به لحصول التمییز باللون فان قلت مالم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل۔

میں کہتا ہوں اول وجہ مدعی سے قاصر ہے کہ بہت سے نجس مختلط نہیں ہوتے اور بہت سے نجس مختلط ہوتے ہیں اور ممتاز رہتے ہیں تو حکم قلیل پانی میں مکمل طور پر نہ ہوگا مثلاً تالاب میں خنزیر کا ایک بال گر جائے تو کیا صرف وہی نجس ہوگا جو بال سے متصل ہوا ہو کہ اس میں کوئی چیز مختلط ہونے والی نہیں پائی جاتی ہے لہٰذا امتیاز نہیں ہو سکتا ہے، یہ قول ہم سے کسی کا نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اس سے وہ پانی نجس ہوگا جو اُس سے متصل ہے اور وہ تمام اجزاء سے ملا ہوا ہے کہ تمیز ممکن نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی نجس قے کا تالاب میں مل جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ صرف اتنا پانی ہی نجس ہو جو اس میں ملا ہو کیونکہ یہاں رنگ کی وجہ سے امتیاز حاصل ہو جائیگا۔ اگر کہا جائے کہ جو پانی قے سے آلود ہو گیا وہ اُس پانی سے مل جائے گا جو آلودہ نہیں ہوا ہے اس طرح کل پانی نجس ہو گیا۔

اقول: ھذہ طریقة اخری غیر ماسلک الامام ملک العلماء من ان الحکم بنجاسة الکل لعدم التمییز لاللسریان بالجوار وسیأتیک الرد علیھافی المائع وقد انکرھافی البدائع بقوله قدس سرہ الشرع ورد بتنجیس جار النجس لابتنجیس جارجار النجس الا تری(۲)ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حکم بطھارة

میں کہتا ہوں یہ ملک العلماء کے راستے کے علاوہ ایک اور راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کل پانی کی نجاست کا حکم عدمِ تمیز کی بناء پر ہے اس لئے نہیں کہ متصل پانی میں اس نے سرایت کی ہے، اس کی تردید آپ مائع کے بیان میں پڑھ لیں گے، اور بدائع میں اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ شریعت نے ناپاک کے متصل کے ناپاک ہونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہ متصل کے متصل کی ناپاکی کا حکم دیا ہے مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ

ماجاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ماجاور الفارة وھذا لان جار جارالنجس لوحکم بنجاسة لحکم ایضا بنجاسة ماجاور جار جار النجس الی مالانھایة له فیودی الی ان قطرة من بول اوفأرة لوقعت فی بحر عظیم ان یتنجس جمیع مائه لاتصال بین اجزائه وذلک فاسد[1] اھ۔ وقد کان سنح لی فی الرد علی ھذا ثلثة اوجه ذکرتھا علی ھامش نسختی البدائع **اولھا**: التقریر فی(۱)الجامد فلا سرایة **وثانیھا**:(۲)الشرع جعل الکثیر والجاری لایقبلان النجاسة مالم یتغیر احد اوصافھما والماء القلیل شیئ واحد فقیه جار الجار جار۔ **وثالثھا**: ذکر الشیخ الامام ھذا لابداء الفرق فی حکم الفارة والھر والشاة الواقعة فی البئر بنزح عشرین واربعین والکل بان الفارة یجاورھا من الماء عشرون دلو الصغر جثتھا فحکم بنجاسة ھذا القدر لان ماوراءہ لم یجاور الفأرة بل جاور ماجاور الفأرة والشرع ورد الی اخرمامر.(۳)فکتبت علیه ان لوفرض عدم التنجیس بالفأرة الاالقدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لایمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیرالحاج ذکرفی الحلیة الوجھین الاولین بعبارات مطنبة مفیدة کماھو دابه رحمه اللہ تعالٰی

علیہ وسلم نے اُس پانی کے پاک ہونے کا حکم دیا جو اس گھی سے متصل ہے جو چُوہے سے متصل ہے اور جو گھی چُوہے کے متصل ہے وہ ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نجس کے متصل کا متصل اگر اس پر نجاستہ کا حکم لگایا جائے تو جو متصل کے متصل کے ساتھ متصل ہوگا اس پر بھی نجاست کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی چلے گا، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ یا چُوہیا بڑے سمندر میں گر جائے تو تمام کا تمام پانی ناپاک ہوجائے گا کیونکہ پانی کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور یہ غلط ہے اھ۔ میں نے اس کی تردید تین طرح کی ہے اور یہ وجوہ میں نے اپنے بدائع کے نسخہ کے حاشیہ پر ذکر کی ہیں: (۱) گفتگو جامد چیز میں ہے تو سرایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔) ۲) شریعت نے کثیر اور جاری پانی کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف میں تبدیلی نہ ہوجائے اور تھوڑا پانی شیئ واحد ہے، اس میں متصل کا متصل، متصل ہے۔) ۳) شیخ امام نے یہ اس لئے بیان کیا ہے کہ چُوہیا، بلّی اور بکری جو کنویں میں گِر جائے ان کے حکم میں فرق ظاہر ہوجائے، بیس، چالیس ڈول اور

[1] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافته سریان النجاسة الواقعة فیه من محلها الذی حلت به الی غیرہ کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیرہ بل ھو مائع رقیق لطیف تعین لطافته ورقة اجزائه مع الاضطراب العارض له بواسطة الاخذ منه علی سرایة النجاسة الی سائر اجزائه ثم ذکر الثانی بعد کلام اٰخر[1]۔

کل پانی نکالا جائیگا۔چُوہیا کے ساتھ پانی کے بیس ڈول متصل ہیں کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے تو اتنی ہی مقدار پانی کی نکالی جائے گی کیونکہ اس مقدار کے علاوہ پانی چُوہیا کے متصل نہیں ہے بلکہ جو چُوہیا سے متصل ہے اس کے متصل ہے اور حکم شرعی اس کی مثل وارد ہوا ہے۔۔الخ۔میں نے اس پر لکھا ہے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ چُوہیا سے صرف بیس ڈولوں کی مقدار نجس ہوگی تو کُل کا فساد لازم آئیگا کہ اختلاط ہوا ہے اور امتیاز ختم ہوگیا۔پھر میں نے علامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے حلیہ میں دو پہلی وجوہ مفصل عبارات سے لکھی ہیں،جیسا کہ ان کا اسلوب ہے،پہلی میں فرمایا یہ معلوم ہے کہ پانی کثیف شیئ نہیں کہ اس کی کثافت اس نجاست کی سرایت کو مانع ہو جو اس میں گری ہے،جیسا جامد گھی،تاکہ ناپاکی صرف متصل تک ہی محدود رہے دوسرے تک تجاوز نہ کرے،بلکہ پانی مائع ہے رقیق ہے لطیف ہے اس کی لطافت واجزاء کی رقت عارض ہونے والے اضطراب کے ساتھ،دوسرے تمام اجزاء تک نجاست کے سرایت کرنے میں معاون ہے،پھر دوسری وجہ دوسرے کلام کے بعد ذکر کی۔(ت)

والاٰن اقول:(۱)السمن الجامد ھل یقبل التنجس بجوار النجس ام لاعلی الثانی لم امر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بتقویر ماحول الفأرة وسلمتم نجاسته وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس وھلم جرا وجب تنجیس ما یجاور ھذا المأمور بتقویرہ لکونه مجاورا لھذا النجس وان لم یجاور الفارة فلا یجدی الفرق باللطافة والکثافة بل لقائل ان

اور اب **میں کہتا ہوں** منجمد گھی نجس کے ملنے کی وجہ سے نجس ہونے کو قبول کرے گا یا نہیں!دوسری تقدیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چُوہیا کے ارد گرد کے گھی کو دُور کرنے کا حکم کیوں فرمایا اور تم نے اس کی نجاست تسلیم کرلی،اور پہلی تقدیر پر جب یہ فرض کیا گیا کہ نجس کا پڑوسی نجس ہے اور ھلم جرا تو جو حصہ صفائی والی جگہ سے ملا ہوا ہے اس کو نجس کر دے گا کیونکہ وہ اس نجس کے مجاور ہے اگرچہ چُوہیا کے مجاور نہیں تو لطافت وکثافت کا فرق کچھ مفید نہ ہوگا،بلکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے

---
[1] حلیہ

(۱)یقول اذا تنجس السمن حولها فما یجاور هذا السمن لیس جار جار النجس بل جار النجس وهکذا الی الاخر فان فرق بان السمن متنجس لانجس وجار النجس یتنجس لاجار المتنجس لزم ان لایتنجس الماء اذا القی فیه هذا السمن بعد التقویر لانه لاقی متنجسا لانجسا وبه یظهر مافی کلام ملک العلماء ویطوی هذا البساط من اوله۔

فاقول: وبالله التوفیق(۲)لیس سبب تنجس الطاهر مجاورته لنجس(۳)الا تری ان لولف ثوب نجس فی ثوب طاهر لم یتنجس الطاهر اذا کانا یابسین بل ولا اذا کانت فی النجس بقیة نداوة یظهر بهافی الطاهر مجرد اثر کمافی الدر والشامی وبیناه فی فتاوٰنا بل هو اکتساب الطاهر حکم النجاسة عند لقاء النجس وذلک یحصل فی الطاهر المائع القلیل بمجرد اللقاء وان کان النجس یابسالا بلةفیه وفی الطاهر الغیر المائع بانتقال البلة النجسة الیه فلا بد لتنجیسه من بلة تنفصل ثم یختلف الامر باختلاف جرم الطاهر لطافة وکثافة فالسرایةفی اللطیف اکثر منهافی الکثیف وکذلک قد یختلف باختلاف زمن التجاور اذا عرفت هذا فالسمن یقور ویلقی منه قدر مایظن سرایة البلة النجسة الیه ویبقی الباقی طاهرا لان التنجس لم یکن

کہ جب چُوہیا کے ارد گرد گھی نجس ہوگیا تو جو اس گھی کے مُجاور ہے وہ نجس کے متصل کا متصل نہیں ہے بلکہ نجس کا متصل ہے اور اسی طرح اخیر تک، اگر یہ فرق کیا جائے کہ گھی متنجس ہے نجس نہیں ہے اور نجس کا متصل نجس ہوتا ہے نہ کہ متنجس کا متصل، تو لازم آئے گا کہ پانی اس وقت نجس نہ ہو جب اس میں گھی نکھارنے کے بعد ملایا جائے کیونکہ اس کی ملاقات متنجس سے ہوئی نجس سے نہیں ہوئی، اس سے ملک العلماء کے کلام کی خامی ظاہر ہوجاتی ہے اور بساط ابتدا سے لپیٹ دی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق، پاک کا ناپاک ہونا اس لئے نہیں ہے کہ وہ ناپاک سے متصل ہے مثلاً یہ کہ اگر ایک نجس کپڑا پاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو پاک ناپاک نہ ہوگا، اگر وہ دونوں خشک ہیں بلکہ اس صورت میں بھی نجس نہ ہوگا جبکہ ناپاک میں تری باقی ہو جس کا محض اثر پاک پر ظاہر ہو، جیسا کہ دُر اور شامی میں ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے بلکہ وہ پاک کا نجاست کے حکم کو حاصل کرنا ہے نجس کے ملنے سے اور یہ اُس پاک میں ہوتا ہے جو مائع قلیل ہو، اور یہ محض ملنے سے ہوگا اگرچہ نجس خشک ہو اور اس میں تری نہ ہو، اور طاہر غیر مائع میں نجس تری اس کی طرف منتقل ہوگی تو اس کو ناپاک کرنے کیلئے تری کا ہونا ضروری ہے جو اس سے جُدا ہو، پھر معاملہ پاک کے جرم کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، یعنی لطافت و کثافت کے اعتبار سے، تو لطیف میں بہ نسبت کثیف کے سرایت زیادہ ہوگی، اور اسی طرح یہ اختلاف اتصال کے زمانہ کے اختلاف سے بھی پیدا


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

لمجاورۃ النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لھذا النجس بل لسرایۃ البلۃ وقد (۱) انتھت فظھران استشھاد ملک العلماء بمسألۃ السمن علی التفرقۃ بین الفأرۃ وما فوقھا لاوجہ لہ وانما الأبار تتبع الاٰثار، وما احسن ماقال المحقق رحمہ اللہ تعالٰی فی فتح القدیر فی مسائل البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم کالاعمٰی فی ید القائد[1] اھ۔ نسأل اللہ تعالٰی حسن التوفیق اٰمین۔ **وثانیا**: وھو (۲) الثامن عشر لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منہ الاما اتصل بہ عینا والباقی باق علی طھارتہ وانما یمتنع استعمالہ مخافۃ استعمال النجس لاختلاطہ بہ بحیث لایمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسۃ فینجس الکل وحینئذ۔ **اقول**: ماذا (۳) یشیع من النجاسۃ عینھا ام حکمھا ای یکتسب الماء بمجاورتھا حکمھا الاول باطل قطعا لما علمت من انجاس لاتختلط وایضا قطرۃ من بول مثلا کیف تمتزج بغدیر کبیر غیر کبیر فان قسمۃ الاجسام

ہوتا ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو گھی کو نتھارا جائے گا اور اس میں سے اتنی مقدار پھینک دی جائے گی جتنی اس کی طرف نجس تری کی سرایت کا گمان ہو اور باقی پاک رہے گا کیونکہ ناپاک ہونا نجس کے اتصال کی وجہ سے نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بعد والا گھی اس نجس کے مجاور (متصل) ہے بلاکلہ اس کی نجاست تری کے اس کی طرف آجانے کی وجہ سے ہے اور تری ختم ہوچکی ہے، تو معلوم ہوا کہ ملک العلماء کا استشہاد گھی کے مسئلہ سے چوہیا اور اس سے بڑے جانور کے مسئلہ میں اختلاف کو ثابت کرنے کے لئے بلاوجہ ہے اور بیشک کُنویں آثار کے تابع ہوتے ہیں، اور محقق نے فتح القدیر میں خوب فرمایا کنویں کے مسئلہ میں، صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں اس طرح ہاتھ دے دے جیسے اندھا اپنے قائد کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے، ہم اللہ تعالٰی سے احسن توفیق کے سائل ہیں۔ اور ثانیا (اور یہی اٹھارھواں ہے) ہمارا مذہب یہ نہیں ہے کہ جب نجاست تھوڑے پانی میں گر جائے تو صرف وہی پانی ناپاک ہوگا جو اس سے متصل ہے اور باقی پاک رہے گا اور اس کا استعمال اس لئے ممنوع ہوگا کہ کہیں اس میں ناپاک مل کر نہ آجائے اور پتا نہ چل سکے، بلاکلہ قطعی مذہب یہ ہے کہ نجاست تمام کو شامل ہوگی۔

اور اس صورت میں **میں کہتا ہوں** کہ نجاستہ کے عموم سے کیا راد ہے کیا عین نجاست عام ہوگی یا اس کا حکم عام ہوگا؟ یعنی قریبی پانی پر بھی اس کا حکم لاگو ہوگا، پہلی صورت تو قطعاً باطل ہے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ نجاستوں میں اختلاط نہیں پایا جاتا ہے

[1] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۸۶/۱

متناهیة عندنا فیستحیل ان یکون فی الصغیر مایساوی عدة حصص الکبیر وللثانی وجهان الانتقال التدریجی ای یکتسب الحکم مایلیها من الماء من کل جانب ثم الاجزاء التی تلی هذه المیاه تکتسب من هذه ثم وثم الی ان ینتهی الی جمیع الماء مالم یبلغ حد الکثرة ام الثبوت الدفعی بان ینجس الکل بوقوع النجس معامن دون توسیط وسائط الاول باطل لانا نعلم قطعا ان بوقوع قطرة من بول مثلافی هذا الطرف من غدیر طوله مائة ذراع وعرضه ذراع الانصف اصبع وعمقه الف ذراع یتنجس الطرف الاخر واخر القعر معالاان الشرع یحکم بتأخر تنجس ذلک الطرف بزمان صالح لانتقال الحکم شیئا فشیئا فاذن ثبت ثبوت الحکم للکل معا اصالة بدون توسط،ومعلوم من الشرع ان الماء لاینجسه الاملاقاة النجس وقد افدتم انتم ههنا ان ملاقاة النجس الطاهر توجب تنجیس الطاهر وان لم یغلب علی الطاهر فوجب ان الملاقاة حصلت لکل الماء دفعة لابالوسائط ومعلوم قطعا ان اللقاء الحسی اٰن الوقوع لیس الا لجزء خفیف والامر اظهر فی نحو الشعرة المذکورة فثبت انها حین وقعت لاقت جمیع اجزاء الماء القلیل والا لما تنجس الکل معالعدم السبب فظهر وللّٰه الحمد ان الماء القلیل فی نظر

مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ تالاب سے کیسے مختلط ہوگا، کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام کی تقسیم متناہی ہے، تو یہ امر محال ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے متعدد حصّوں سے مل جائے اور دُوسری شق میں بھی دو صورتیں ہیں،ایک تو تدریجی انتقال ہے، یعنی جو پانی نجاست کے متصل ہے وہ حکم کو حاصل کرلے ہر طرف سے، پھر اس سے متصل پانی کے دوسرے اجزاء ان سے حکم کو حاصل کرلیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ یہ حکم تمام پانی کو عام نہ ہوجائے، جب تک حدِ کثرت کو پانی نہ پہنچے یا انتقال دفعۃً اور یکدم ہو کہ نجاست گرتے ہی سارا پانی ناپاک ہوجائے اور درمیان میں کوئی واسطہ نہ آئے، پہلا باطل ہے کیونکہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اگر پیشاب کا ایک قطرہ ایسے حوض میں گرجائے جس کی لمبائی سَو ہاتھ ہے اور چوڑائی ایک ہاتھ سے ایک انگلی کم اور گہرائی ایک ہزار ہاتھ ہے اب جس کنارے میں وہ قطرہ گرا ہے وہ قطعاً ناپاک ہے اور دوسرا کنارہ بھی ناپاک ہے اور گہرائی کا آخری حصہ تک ناپاک ہے اور یہ سب بیک وقت ہوگا یہ نہیں کہ شریعت دوسرے کنارے کی ناپاکی کا حکم قدرے تاخیر سے دے گی کہ آہستہ آہستہ حکم اس کی طرف منتقل ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حکم اصالۃً تمام پانی کیلئے بیک وقت بلا توسط کے منتقل ہوگا، اور یہ بات معلوم ہے کہ شریعت پانی کو اس وقت تک نجس قرار نہیں دیتی ہے جب تک کہ نجاست اس کی طرف منتقل نہ ہو اور آپ نے یہاں فرمایا ہے کہ نجس کا پاک سے ملنا پاک کو نجس

الشرع کشیئ واحد بسیط وان ملاقاۃ جزء منه ملاقاۃ للکل(۱)فثبت ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلافی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لاقاھا الماء کله فصار جمیعه مستعملا والحمد لله علی حسن التفھیم وتواتر الائه

وبالجملة لوکان اللقاء یقتصر علی ماا تصل به حقیقة لم یتنجس بوقوع الشعرۃ الاقطیرات تحیطھا لان سبب التنجیس لیس الاملاقاۃ النجس وھی مقصورۃ علی تلک القطیرات لکنه باطل قطعا فعلم ان الکل ملاق وانه لامساغ لان یقال ان غیر الملاق اکثر من الملاق ولله الحمد دائم الباق والصّلٰوۃ والسلام علی المولی الکریم الواق، واٰله وصحبه اجمعین الی یوم التلاق۔

ثالثا وھو(۲)**التاسع عشر** قصر الحکم علی الملاق یحیل الاستعمال، ویسلکه فی سلک المحال، وذلک لان الاجسام لاتتلاق الابالسطوح لاستحالة تداخل الاجسام وانی یقع السطح من الجسم فماء الوضوء والغسل یجب ان یبقی طھور الان الذی لاقی منه بدن المحدث سطح والباق جسم فلا یسلبه الطھوریة لان المستعمل

کردیتا ہے خواہ وہ پاک پر غالب نہ ہوا ہو، تو معلوم ہوا کہ ملاقاۃ تمام پانی سے دفعۃً بلاواسطوں کے ہوئی ہے، اور یہ قطعی معلوم ہے کہ یہ حسی لقاء محض ایک خفیف جزء سے ہے، یہ چیز بال کی مثال سے واضح ہے جو گزر چکی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب وہ نجاست گری تو کم پانی کے تمام اجزاء سے ملی، ورنہ تو تمام پانی بیک وقت ناپاک نہ ہوتا کیونکہ اس کا سبب موجود نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑا پانی شارع کی نگاہ میں شیئ واحد ہے اور بسیط ہے اور اس کے ایک جزء کی اس سے ملاقاۃ کُل سے ملاقاۃ ہے تو ثابت ہوا کہ مُحدِث جب اپنا ہاتھ مثلاً چھوٹے تالاب میں ڈالے تو ہاتھ ڈالتے ہی کُل پانی اُس سے مل گیا تو سب مستعمل ہوگیا، اور خلاصہ یہ کہ اگر ملاقاۃ صرف اسی حد تک ہوتی جس سے پانی حقیقۃً ملا ہے تو بال گرنے سے صرف چند قطرات ہی نجس ہوتے جو بال کے گردا گرد ہوتے کیونکہ ناپاکی کا سبب نجس سے ملاقاۃ ہے جو اِن چند قطروں تک محدود ہے، مگر یہ چیز قطعاً باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ سارے کا سارا مُلاقی ہے اور اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ یہ کہا جائے کہ غیر مُلاقی، ملاقی سے زیادہ ہے۔(ت)

ثالثاً، یہی (انیسواں) ہے حکم کا محض ملاقی تک محدود رکھنا استعمال کو محال کرنا ہے کیونکہ اجسام کی ملاقاۃ صرف سطوح سے ہوتی ہے، کیونکہ اجسام میں تداخل محال ہے اور سطح کو جسم سے کتنی نسبت ہے؟ تو وضو اور غسل کا پانی واجب ہے کہ طہور ہے کیونکہ پانی کے جس حصّے کو مُحدِث کا بدن ملا ہے وہ فقط سطح ہے اور باقی جسم ہے تو وہ اس کی طہوریت کو سلب نہ کرے گا، کیونکہ مستعمل، اپنے غیر سے

اقل بکثیرۃ من غیرہ۔

فان قلت: نعم ھو الحقیقۃ ولکن الشرع المطھر اعتبر کل الجسم المصبوب علی بدن المحدث مستعملا لانہ شیئ واحد متصل۔

قلت: فکذا کل ماء قلیل شیئ واحد حکما شرعیا متصل حسا عادیا ولم یکن ذلک فی المصبوب للصب بل لقلتہ الا تری ان ماء الغدیر یتنجس کلہ معا بوقوع قطرۃ من نجس وما ھو الا لانہ شیئ واحد لقاء جزء منہ لقاء الکل کما بینا فبادخال المحدث یدہ فی الاناء لاقاھا کل مافی الاناء لاالسطح المتصل بھا

فقط وفیہ المقصود فان قلت المؤثر الاستعمال وھو بالصب یعد مستعملا لکل المصبوب فیصیر کلہ مستعملا۔

قلت: لادخل لفعل المکلف عندنا انما المؤثر کون الماء القلیل المعدود شرعا شیئا واحدا اسقط فرضا اواقام قربۃ وھذا حاصل فی الوجھین۔

ورابعاوھو (۱) **العشرون** ماءفی طست اراد المحدث ان یغسل بہ یدہ فلہ فیہ وجھان ان یصبہ علی یدہ فیرد الماء علی الحدث اویدخل یدہ فی الطست فیرد الحدث علی الماء

بہت کم ہے۔اگر کہا جائے کہ حقیقۃ تو ایسا ہی ہے لیکن شریعت نے کل پانی کو جو مُحدِث کے جسم پر بہا گیا ہے مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ وہ شیئ واحد ہے اور متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اسی طرح ہر تھوڑا پانی حکم شرعی کے اعتبار سے شیئ واحد ہے اور حسّی اعتبار سے متصل ہے اور یہ چیز بہائے پانی میں بہانے کی وجہ سے نہیں ہے بلاکلہ اس کی قلّت کی وجہ سے ہے،اس لئے تالاب کا کل پانی بیک وقت ناپاک ہوجاتا ہے جبکہ اس میں نجاست کا کوئی قطرہ گر جائے،اور یہ اسی لئے ہے کہ وہ شَے واحد کی طرح ہے،اُس کے ایک جُزء سے ملاقات کل سے ملاقات ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو جب مُحدِث نے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا تو برتن میں جو کچھ تھا اُس سے ہاتھ کی ملاقات ہوگئی،یہ نہیں کہ صرف اس کی متصل سطح سے ملاقات ہوئی اور اسی میں مقصود ہے،اگر کہا جائے کہ استعمال میں مؤثر بہانا ہے تو کل بہایا ہوا مستعمل شمار ہوگا تو کل مستعمل ہوگا۔

تو میں کہوں گا ہمارے نزدیک مکلّف کے فعل کا کوئی دخل نہیں، موثر تو صرف یہ ہے کہ تھوڑا پانی شرعاً ایک شَے ہے خواہ وہ فرض کو ساقط کرے یا قربت ادا کرے اور یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔اور رابعاً اور یہی (بیسواں) ہے،اگر ایک طشت میں پانی ہے اور مُحدِث یہ چاہتا ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ دھوئے،تو اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اس کو ہاتھ پر بہائے تو پانی حَدَث پر واقع ہوگا اور یا یہ کہ ہاتھ کو طشت میں ڈال دے

فان صبه کله علی یدہ یصیر کله مستعملا قطعا باجماع اصحابنا وان کان یکفیه بعضه وقد اسرف لکن لامساغ لان یقال انما استعمل قدرما یکفیه والفضل بقی علی طهوریته فکذا اذا ادخل یدہ فی کله وغسلها هناک وای فرق بینهما وبالله التوفیق۔

تو حَدَث پانی پر وارد ہو جائیگا تو اگر سب ہاتھ پر بہایا تو کل قطعاً مستعمل ہو جائیگا، اس پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اگرچہ اس کو بعض کفایت کرتا، اور اس نے اسراف کیا مگر یہ کہنے کا جواز نہیں کہ صرف اتنی مقدار مستعمل ہوئی جو اس کو کفایت کرتی اور باقیماندہ اپنی طہوریۃ پر رہا تو اسی طرح جب اس نے اپنا ہاتھ سب پانی میں داخل کیا اور اس کو وہاں دھویا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ وباللہ التوفیق۔

وخامسا اقول: وبالله التوفیق(۱)وهوالحادی والعشرون: الاستعمال مبنیا للمفعول ای صیر ورۃ الماء مستعملا لایمکن ثبوته لا یلاق بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب الطهوریة فلا یثبت الافیما کان طهورا کما ان الموت لایلحق الاما کان حیا ومعلوم ان الطهوریه صفة جرم الماء قال الله عزوجل "وَاَنْزَلْنَامِنَ السَّمَآءِمَآءًطَهُوْرًا" [1] وقال تبارک وتعالی وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِمَآءًلِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ [2] لاصفة احدا اطرافه التی لاوجود لها الا بالانتزاع علی فرض اتصال الاجسام ولافی الغسل صفة طرف لا یتجزی لانه اسالة ولا اسالة الا بالجسم والا ففیم یمتاز عن المسح، وبعبارۃ اخری هل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضی به ام سقوط

اور **خامسا میں کہتا ہوں**، وباللہ التوفیق، اور یہ (اکیسواں) ہے، استعمال مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کے مستعمل ہونے کا ثبوت ممکن نہیں ہے اس چیز کیلئے جو بدن محدث کو ملاقی ہو اور وُہ باطنی پانی کی سطح ہے اس لئے کہ استعمال کے بعد طہوریت کا سلب ہو جانا ہے تو یہ اسی چیز میں ثابت ہوگا جو طہور ہو، جیسے موت اُسی چیز پر طاری ہوتی ہے جو زندہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے وَاَنْزَلْنَامِنَ السَّمَآءِمَآءًطَهُوْرًا (ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا) نیز فرمایا وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِمَآءًلِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ (وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے) یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لئے کہ غسل کا معنی

[1] القرآن ۴۸/۲۵
[2] القرآن ۱۱/۸

الصلوح بعد ثبوته علی الاول کان الملاقی مستعملا قبل ان یلاقی لان السطح لایمکن التوضی به وعلی الثانی لایصیر الملاقی مستعملا ابدا لانه لم یکن صالحا له قط،وبه ظهر وللّٰه الحمد(۱)ان فی مسائل انغماس المحدث والفروع الکثیرة الناطقة بصیر ورة الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث من دون ضرورة صرف الکل الی معنی ان القدر الملاقی للبدن یصیر مستعملا لابقیة ماء البئر او الزیر،(الغدیر)کما فعله فی الحلیة محتجا بما وقع فی البدائع وتبعه البحرفی البحر صرف ضائع لامساغ له اصلا وفیه(۲)ابطال صرائح النصوص الدائرة السائرةفی الروایات الظاھرة عن جمیع ائمة المذھب رضی اللّٰه تعالٰی عنھم حیث حکموا بالاستعمال وحصل بالصرف ان لااستعمال فان صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح(۳)ھذا ورحم اللّٰه البحر حیث صدر منه فی البحر الاعتراف بالحق ان ھذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل للحکم وتحویل حیث عبر عنه تحت جحط بقوله ان ماء البئر لایصیر مستعملا مطلقا[1]۔۔۔الخ۔ فھذا ھو معنی ذلک التاویل حقیقة ولا مساغ لما انصرف الیه ان المستعمل ماتساقط عن الاعضاء وھو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضا انما الملاقی سطح وھو لایقبل الاستعمال۔

بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا؟اور بالفاظِ دیگر،آیا پانی کے مستعمل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ اس سے وضو کیا جاسکے؟ یا صلاحیت ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوئی؟ پہلی صورت میں ملاقی مستعمل ہوگا قبل اس کے کہ ملاقات کرے کیونکہ سطح سے وضو ممکن نہیں اور دوسری تقدیر پر مُلاقی کبھی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں اس کی صلاحیت کبھی نہ تھی،اور اس سے معلوم ہوا کہ مُحدث کا غوطہ لگانا،اور بہت سی فروع جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت محدث کے کسی بھی عضو کے پانی میں داخل ہوجانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے بغیر اس معنی کی طرف پھیرنے کی ضرورت کے کہ جس قدر پانی بدن سے ملا ہے وہ مستعمل ہوگا نہ کہ کنوئیں کا باقی پانی یا تالاب کا باقی پانی،جیسا کہ حلیہ میں کیا ہے،انہوں نے بدائع کی عبارت سے استدلال کیا ہے،اور محقق نے بحر میں اس کی متابعت کی ہے۔ مگر اس کا کوئی جواز نہیں،اور اس میں صریح نصوص جو تمام ائمہ مذہب سے ظواہر روایت میں ہیں،کا اِبطال ہے کہ ان سب نے استعمال کا حکم لگایا ہے اور یہ معنی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں،اگر اثبات کی تاویل نفی سے اور نقیض کی نقیض سے ہوسکتی ہے تو یہ بھی صحیح ہے،علامہ محقق نے بحر میں منصفانہ بات کہی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلالکہ حکم کی تبدیلی ہے، کیونکہ

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

وسادسا:(۱)وھو الثانی والعشرون: ماذکر قدس سرہ علی مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنه ومن وجوب نزح الماء کله یھدم اساس الفرق بین النجاسة العینیة والحدث اذلیس فی بدن المحدث مایختلط بالطاھر علی وجه لایمکن التمییز وانما یتنجس مایلاقی وقد قصرتموہ علی ماا تصل ببدنه فکان یجب ان لایتنجس الا ھو واختلاط ماجاورہ من الماء بسائرہ یدفعه ماذکرتم فی الفرق بین الفأر والھر ولایسری لما افدتم من ان النجس ھو جار النجس لاجار الجار لکن الامام اوجب نزح الکل فوجب القول بان الملاقی کل الماء واذن کما یتنجس کله عند الامام فیما یروی عنه کذلک تنسلب الطھوریة عن کله علی مذھبه المعتمد المفتی به لحصول السبب فی الکل،

وبعبارة اخری کما قال قدس سرہ علی روایة الحسن الفرق بین المحدث والجنب کذلک نقول ھنا ان بوقوع المحدث فی البئر ھل ثبت اللقاء للماء کله اولا علی الثانی لم وجب نزح الجمیع فقد افدتم ان الجوار لایتعدی وعلی الاول حصل المقصود وبالجملة ھنا

جحط کے تحت انہوں نے فرمایا کہ "کنویں کا پانی مستعمل نہ ہوگا مطلقًا۔۔۔الخ" یہ ہیں اُس تاویل کے حقیقی معنی،اور جو انہوں نے فرمایا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ وہ فرماتے ہیں مستعمل وہ ہے جو اعضاء سے گرا اور وہ مغلوب تھا کیونکہ جو گرا اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی ملاقی تو صرف سطح ہے اور وہ استعمال کو قبول نہیں کرتی ہے۔اور **سادسًا**(اور وہ بائیسواں ہے)جو قدس سرہ نے مذہب امام پر ذکر کیا ہے کہ کل پانی نکالا جائے گا وہ نجاست عینیہ اور حَدَث کے فرق کی اساس کو منہدم کرتا ہے کہ بدن محدث میں کوئی ایسی چیز نہیں جو طاہر سے اس طور پر مل جائے کہ تمیز ممکن نہ ہو،اور نجس صرف وہ ہوتا ہے جو اُس سے ملاقی ہو اور تم نے اس کو صرف اُس پر منحصر رکھا ہے جو اُس کے بدن سے ملتا ہے تو چاہئے کہ صرف وہی نجس ہو اور اس پانی کا اختلاط جو باقی بدن سے لگا ہے اس کو وہ فرق دفع کرتا ہے جو تم نے بلّی اور چُوہے میں بیان کیا ہے،اور وہ سرایت نہ کرے گا، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ نجس وہ ہے جو نجس کا پڑوسی ہے نہ کہ پڑوسی کا پڑوسی، لیکن امام نے کل پانی کے نکالنے جانے کو ضروری قرار دیا ہے تو یہ قول لازم ہوا کہ ملاقی کل پانی ہے،اور اس صورت میں جیسے کل پانی امام کے نزدیک نجس ہوتا ہے جیسا کہ اُن سے مروی ہے اسی طرح طہوریت کل پانی سے سلب ہو جائے گی جیسا کہ اُن کا مذہب معتمد مفتی بہ ہے کیونکہ سبب کل میں موجود ہے،اور بالفاظِ دیگر جیسا کہ قدس سرہ نے فرمایا حسن کی روایت کے مطابق فرق محدث اور جنب کے درمیان میں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ محدث کے کنویں میں گرنے سے کیا کل پانی سے لِقاء ثابت ہوگی یا نہیں؟اور بر تقدیر ثانی کنویں کا کل پانی نکالنا کیوں

شیئاًن السبب والحکم اما السبب فمتفق علیه وھو اللقاء وانما الخلف فی الحکم انه التنجس اوانسلاب الطھوریة فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیه ای حکم کان وان شمل احد الحکمین جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الکل فوجب شمول الحکمین للکل وبالله التوفیق۔

لازم ہوا کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ جواز متعدی نہیں ہوتا ہے اور پہلی تقدیر پر مقصود حاصل ہوگیا۔ اور خلاصہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں، سبب اور حکم۔ سبب تو متفق علیہ ہے اور وہ ملاقاۃ ہے اور اختلاف صرف حکم میں ہے اور وہ ناپاک ہونا ہے یا طہوریت کا سلب ہونا ہے، اگر سبب متصل پر موقوف ہو تو حکم کا بھی اس پر مقصود کرنا واجب ہوگا، جو بھی حکم ہو، اور اگر ایک حکم تمام پانی کو شامل ہو تو سبب کل میں ہونا ثابت ہوجائے گا تو دونوں حکموں کا کل کو شامل ہونا لازم ہوگا، وباللہ التوفیق۔

وسابعا:(ا)وھو **الثالث والعشرون**: افدتم ان الفأرة یجاورھا من الماء عشرون دلو الصغر جثتھا وفی الدجاجة والسنور المجاورة اکثر لزیادة ضخامةفی جثتھا والادمی یجاور جمیع الماءفی العادة لعظم جثته [1]اھ۔ وذکرتم انه الفقه الخفی فھذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر قد جاور جمیع الماءفیجب ان یصیر جمیعه مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما یلاقیه وھو اقل من غیرہ وایضا ماء الطست وکثیر من الاجانات لایبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وکف الانسان لیس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث یدہ فی اجانة وجب ان یصیر کله مستعملا ولا مساغ ھھنا للفرق بین النجاستین العینیة والحکمیة فان الجوار

سابعاً(اور وہ تئیسواں ہے)آپ نے کہا ہے کہ چوہیا سے متصل بیس ڈول پانی ہوتا ہے کیونکہ اس کا جسم چھوٹا ہے اور مُرغی اور بلّی میں ان کی ضخامت کی وجہ سے زائد پانی متصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے جُثّہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے کل پانی کے متصل ہوتا ہے اھ اور تم نے ذکر کیا ہے کہ یہ فقہ خفی ہے، یہ تمہاری طرف سے اس امر کی صراحت ہے کہ جو محدث کنویں میں گرتا ہے وہ تمام پانی کے مجاور ہوتا ہے تو لازم ہے کہ وہ تمام مستعمل ہو، اور یہ قول غلط ہوا کہ مستعمل وہ ہے جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ اس کے غیر سے اقل ہے اور طشت کا پانی اور بہت سے مٹکوں کا پانی بیس ڈول بلالکہ دس ڈول کی مقدار تک نہیں ہوتا اور انسان کی ہتھیلی چوہیا سے چھوٹی نہیں ہوتی، تو جب محدث نے اپنا ہاتھ مٹکے میں ڈالا تو واجب ہے کہ اس کا کل مستعمل ہو، اور یہاں کوئی فرق نہیں دو نجاستوں کے درمیان عینیہ

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ۱/۷۵

يحصل بين الجسمين لذا تهما ولامدخل فيه لوصف قام باحدهما حتى يختلف باختلافه۔

فان قيل: حقيقة المجاورة ليست الالما اتصل بالجسم وانما سرى الى عشرين فى الفأرة واربعين فى الهر والكل فى الادمى لان الميت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملك العلماء وجب تنجيس جميع الماء اذا تفسخ شيئ من هذه الواقعات اوانتفخ لان عند ذلك تخرج البلة منها لرخاوةفيها فتجاور جميع اجزاء الماء وقبل ذلك لايجاور الاقدر ماذكرنا لصلابةفيها [1]اھ۔ فالمراد بمجاورة عشرين واربعين والكل مجاورة البلة دون الجثة وانما لاقت الجثة مالاقت۔

اقول: فاذن ينتقض ماذكرتم فى وقوع محدث فى البئرعلى قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل والحق على مايظهر للعبد الضعيف غفرله ان الماء ان كان شيئا واحدا متصلا حقيقة كما تزعمه الفلاسفة فلا شك ان لقاء بعضه لقاء كله بل لابعض هناك لعدم

اور حکمیہ میں، کیونکہ جوار دو جسموں کی ذاتوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس میں کسی ایسے وصف کو دخل نہیں جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ قائم ہوتا کہ اس کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوجائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حقیقی مجاورۃ تو اسی چیز کیلئے ہے جو جسم سے متصل ہو، اور یہ بیس ڈول تک چوہیا میں سرایت کرتی ہے اور چالیس تک بلّی میں، اور کل پانی میں آدمی کے گرنے کی صورت میں کیونکہ میت سے تریاں جُدا ہوتی ہیں اور ان میں جُثّوں کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا کہ ان اشیاء میں سے اگر کوئی چیز پُھول جائے یا پھَٹ جائے تو کل پانی کا نجس قرار دینا ضروری ہے، کیونکہ اس صورت میں ان اشیاء سے تری خارج ہوگی کیونکہ ان میں نرمی ہے اور پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوجائے گی، اور اس سے قبل صرف اس مقدار کے متصل تھی جس کا ہم نے ذکر کیا کیونکہ اس صورت میں یہ اشیاء سخت تھیں اھ۔ تو بیس، چالیس یا کل کی مجاورۃ سے مراد تری کی مجاورۃ ہے نہ کہ جُثّہ کی، جُثّہ تو جس سے ملا ہے سو ملا ہے۔

میں کہتا ہوں جو آپ نے کہا ہے اس پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر محدث کنویں میں گر جائے تو امام کے قول پر مستعمل پانی نجس ہوجائے گا کیونکہ وہاں کوئی تری موجود نہیں جو محدث سے الگ ہوئی ہو، اور جو حق مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی اگر متصل واحد ہے حقیقۃً جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض سے ملاقاۃ کل سے ملاقات

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً سعید کمپنی کراچی ۷۵/۱

التجزی بالفعل وان کاناجزاء متفرقة کما هو عندنا ان تألف الاجسام من جواهر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئین۔

اقول: وکل ماتجشمه الفلاسفة وخدمهم من اقامة براهین هندسیة وغیرها علی استحالة الجزء وقد اوصلها الشیرازی فی شرح الغوایة المسماة هدایة الحکمة الی اثنی عشرو سماها حججا انما تدل علی استحالة الاتصال دون امتناع نفس وجود الاجزاء ومبنی الهندسة علی توهم خطوط متصلة ولا حاجة لها الی وجودها عینا فضلا عن اتصالها کالهیأة تبتنی علی توهم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لها وجود عینی بل اولی فان الهندسة تستغنی عن وجودها بوجود المناشی ایضا فلا یرد علینا شیئ من ذلک ولله الحمد(۲)وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاحتار وافی دفع شبه المتفلسفین و بالله التوفیق، بل الجسم عـه

متصور ہوگی، بلاالکہ یہاں بعض کا تصوّر ہی نہیں کیونکہ بالفعل تجزی نہیں ہے اور اگر متفرق اجزاء ہوں جیسا کہ ہمارے نزدیک ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجسام جواہر منفردہ سے مرکب ہیں تو اس صورت میں اجزاء مجاور ہوں گے لیکن متصل نہیں ہونگے، کیونکہ دواجزاء کا اتصال محال ہے۔

میں کہتا ہوں فلاسفہ نے جو تگ ودَو کی ہے کہ براہین ہندسیہ سے جزء کا ابطال کیا ہے، اور شیرازی نے شرح الغوایہ جس کا نام "ہدایۃ الحکمۃ" ہے ایسے بارہ دلائل قائم کئے ہیں اور ان کا نام حجۃ رکھا ہے، اُن سے صرف اجزاء کا اتصال محال ثابت ہوتا ہے نفس جزء کا استحالہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور ہندسہ کی بنیاد خطوط متصلہ کے توہم پر ہے، اور ان کا موجود ہونا خارج میں کچھ ضروری نہیں چہ جائیکہ ان کا اتصال، جیسے علم ھیأۃ کا دارومدار، منطقوں، محوروں، قطبوں اور دوائر کے توہم پر مبنی ہے اگرچہ ان کا خارجی وجود نہ ہو، بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ علمِ ہندسہ ان کے وجود سے ان کے منشاء کے وجود سے بھی مستغنی ہے، توان میں سے کوئی چیز ہم پر وارد نہیں ہوتی ولله الحمد، اس سے بہت متکلمین غافل رہے اور متفلسفین کے

عـه **تنبیه:**(۳)فان قلت کیف یری الجسم و الجزء لایری اقول اولا جرت السنةفی بصر البشر ان شیئا بالغ النهایةفی الدقة اذا کان منفردا لم یحط به البصر واذا اجتمع امثالها وکثرت ظهرت کما اذا کان فی جلد ثورا بیض نقطة سوداء کرأس الابرة لاتحس وان کثرت

تنبیہ اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ جزء تو نظر نہیں آتی **اوّلاً** میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد ہو۔ لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہوجاتی ہے، جیسے (باقی برصفحہ آیندہ)

عندنا اجزاء متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا کما	اعتراضات کے رد میں حیران رہ گئے،

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) **امثالھا متجاورات ابصرت بل قدلا** یری من البعد الا لونھا وھو السواد وھذا ظاھرفی الھباء فان فیہ ذرات قلائل تری کریۃ الشکل وعامتہ لایحس البصر اشکالھا بل لونا سحابیا ککواکب المجرۃ والنثرۃ ولو تفرد شیئ منھا ماامکن عادۃ ان یبصرو بتکاثرھا وترا کمھا تری کعمود بنیک وبین الکوۃ مثل السحاب بل السحاب نفسہ من ذلک فان البخار اجزاء متفرقۃ ولا تبصر واحد منھا وبترا کمھا تری سحبا کالجبال ولعل الوجہ فیہ ان المنفرد یقتضی خصوص النظر الیہ فاذا کان علی ھذا القدر من الدقۃ انطبق الخطان الشعاعیان الواصلان الیہ و انعدمت زاویۃ الرؤیۃ کما ھو السبب فی انتفاء زاویۃ اختلاف المنظر لما فوق الشمس فاتحد تقویماہ المرئی والحقیقی واذا کثرت وانبسطت وقعت بین ساقی مثلث ذی زاویۃ مبصرۃ فابصرت **وثانیًا**: ھذا علی طریقتھم فان سلموا والا فانما اصلنا الایمانی ان الابصار وکل شیئ بارادۃ اللہ تعالٰی وحدہ لاغیر فان شاء رأی الاعمی فی لیلۃ ظلماء عین نملۃ سوداء وان لم یشاء عمیت الزرقاء فی رابعۃ النھار عن جبل بالغ افق السماء فاذا اراد ان لاتری

سفید بیل کی جلد پر سُوئی کے سرے کے برابر سیاہ نقطہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے لگتے ہیں، بلاالکہ دُور سے تو محض ان کا سیاہ رنگ ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات غبار میں ظاہر ہے کیونکہ اس میں چھوٹے چھوٹے کروی الشکل ذرات ہوتے ہیں جن میں سے اکثر کی شکلوں کو آنکھ محسوس نہیں کرتی بلکہ بادلوں کی مانند ان کا رنگ دکھائی دیتا ہے جیسے کہکشاں اور بکھرے ہوئے ستارے، ان میں سے کوئی بھی اگر منفرد ہو تو عادتاً اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے۔ البتہ کثرت واجتماعیت کی وجہ سے نظر آجاتے ہیں، جیسے تیرے اور روشندان کے درمیان روشنی کا ستون بادل کی مثل دکھائی دیتا ہے، بلکہ خود بادل بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بخارات متفرق اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے کوئی ایک دکھائی نہیں دیتا مگر مجتمع ہو کر پہاڑوں جیسے بادل نظر آتے ہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ منفرد چیز خصوصی نظر کا تقاضا کرتی ہے جب وہ نہایت باریک ہو تو دونوں آنکھوں سے نکلنے والی شعاعیں اس تک پہنچ کر باہم منطبق ہوجاتی ہیں اور زاویہ نظر معدوم ہوجاتا ہے جیسا کہ مافوق الشمس اختلافِ منظر کے زاویہ کے منتفی ہونے کا یہی سبب ہے۔ پس اس کی حقیقی اور مرئی تقویمیں متحد ہوجاتی ہے اور جب یہ اجزاء کثیر اور پھیلے ہوئے ہوں تو بصری زاویہ والی مثلث کے دوخطوں کے درمیان واقع ہونے پر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ **ثانیًا** مذکورہ بالا (باقی بر صفحہ آئندہ)

ترى فى الهباء عند دخول الشمس من كوة بل وفى الدخان والبخار والغبار فح لااتصال حقيقة لشيئ من الماء بشيئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شيئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شك ان كله فى الحس شيئ واحد كما هو فى الحقيقة عند المتفلسفة وليس ثم حاجز ينتهى الجوار الحسى بالبلوغ اليه فوجب ان يكون على هذا ايضا لقاء بعضه لقاء كله بل لابعض لعدم التجزى حسا اما الكثير فجعله الشرع لايحتمل الخبث فلا يضره الجوار الحسى وبه(ا)استقر عرش التحقيق على ان الماء الكثير لايتنجس شيئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئية حتى ماحولها مما يليها هكذا ينبغى التحقيق والله تعالٰى ولى التوفيق وهنا تم الكلام مع الامام الهمام، ملك العلماء الكرام، نفعنا الله تعالٰى ببركاته على الدوام، فى دار السلام، امين۔

ہمارے نزدیک جسم اجزائے متفرقہ حقیقۃً متصلہ حسّاً سے عبارت ہے جیسے کمرہ کے سوراخ سے روشنی کی کرن جب اندر داخل ہوتی ہے تو اس میں ذرات نظر آتے ہیں، بلاکلہ دھوئیں، بخارات اور غبار میں بھی نظر آتے ہیں، لہٰذا پانی حقیقی طور پر بدن سے متصل نہیں ہے، تو اگر حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو پانی کسی بھی گندی چیز کے گرنے سے نجس نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ نے یہاں حِسّ کا اعتبار کیا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ حِسّ کے نزدیک کل ایک چیز ہے جیسا کہ متفلسفہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے اور وہاں کوئی ایسی روک بھی موجود نہیں جہاں پہنچ کر جوار حسی رک جائے تو اس بنا پر لازم ہوا کہ بعض کی ملاقات کل کی ملاقات قرار پائے، بلاکلہ وہاں بعض ہے ہی نہیں کیونکہ تجزّی نہیں ہے حسّاً، اور رہا کثیر تو شرع نے فرمایا ہے کہ اس میں نجاست اثر نہیں کرے گی تو اس کو جوار حسّی کچھ مضر نہ ہوگا، اس تحقیق عرش نشیں سے معلوم ہوا کہ کثیر پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا خواہ وہ نظر آنے والی ہو، یہاں تک کہ نجاست کا گرد و پیش بھی نجس نہ ہوگا، اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے یہاں تک کہ امام ہمام ملک العلماء کے ساتھ گفتگو مکمل ہوئی، اللہ تعالٰی ان کی برکات سے ہم کو ہمیشہ جنت تک مستفید فرمائے۔ آمین

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) الاجزاء على الانفراد واذا تجسمت أُبصرت يكون كما اراده منه حفظه ربه تبارك وتعالٰى (م)

دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے اگر مان لیں تو فبہا وگرنہ ہماری ایمانی دلیل یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیزیں اللہ تبارک وتعالٰی کے ارادے کے تابع ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھا جاسکتا چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب وہ مجتمع ہوجائیں تو نظر آنے لگیں لہٰذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقع ہوا۔ (ت)

الرابع والعشرون: یمکن الجواب عن الاستناد الیٰ کلام البدائع بما [عہ] اوردہ فی البحر ولم یردّہ وان لم یردہ اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما ثم قال فھذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس [1] فانھا افادت ان مقتضی مذھب محمد ان الماء لایصیر مستعملا باختلاط القلیل من الماء المستعمل الا ان محمدا حکم بان الکل صار مستعملا حکما لاحقیقۃ فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذھب محمد عدم الاستعمال الا انہ یقول بخلافہ [2] اھ۔ قال فی منحۃ الخالق یعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال بناء علی مااقتضاہ مذھبہ من ان المستعمل لایفسد الماء مالم یغلبہ اویساوہ لکن محمدا ما قال بذلک الذی

چوبیسواں، صاحب بدائع کے کلام کی طرف جو منسوب ہے اس کا بیان صاحبِ بحر کے بیان سے ممکن ہے جس کو انہوں نے رَد نہیں کیا اگرچہ صاحب بحر نے یہ ارادہ نہیں کیونکہ انہوں نے قاضی امام دبّوسی کی اسرار سے نقل کیا ہے جو گزرا کہ امام محمد فرماتے ہیں تھوڑا پانی ہو اور اس میں کوئی غسل کرے تو کل حکما مستعمل ہوگا، تواس عبارت نے التباس کو ختم کردیا ہے، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ تھوڑے سے مستعمل پانی کے مل جانے سے پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر محمد نے حکم کیا ہے کہ کل حکماً مستعمل ہوگا نہ کہ حقیقۃً، توجو کچھ بدائع میں ہے وہ یہ ہے کہ محمد کے مذہب کا مقتضٰی یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا، مگر وہ کہتے اس کے خلاف ہیں اھ منحۃ الخالق میں فرمایا یعنی صاحبِ بدائع نے محمد کی طرف عدمِ استعمال کی طرف منسوب کیا، جیسا کہ ان کے مذہب کا مقتضٰی ہے کہ مستعمل پانی، پانی کو فاسد نہ کرے گا تاوقتیکہ اس پر غالب ہوجائے، یا اس کے برابر ہوجائے، لیکن محمد نے یہ نہیں فرمایا ہے حالانکہ یہ اُن کے مذہب کا مقتضٰی ہے بلاکہ اس صورت میں

[عہ] ذکرہ رحمہ اللہ تعالٰی فی ضمن سؤال وعدل فی الجواب الی حمل الروایات المتواترۃ الظاھرۃ علی الضعیفۃ النادرۃ وغیر ذلک مما یأتیک الجواب عنہ ان شاء اللہ اھ منہ غفرلہ۔ (م)

انہوں نے اس کو سوال کے ضمن میں ذکر کیا ہے اور جواب میں روایت متواترہ ظاہرہ کو روایت ضعیفہ نادرہ وغیرہ پر محمول کرنے کی طرف عدول کیا ہے جس کا جواب ان شاء اللہ تعالٰی آپ کو دیا جائے گا اھ منہ غفرلہ (ت)

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

اقتضاہ مذھبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی[1] اھ۔

اقول: ثبوت الاستعمال باللقاء، وحقیقۃ عـہ اللقاء لتلک الاجزاء، والحکم ثبت لجمیع الماء، لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار الشریعۃ الغراء، کما اسلفنا تحقیقہ، ونورنا لک طریقہ، لان الحکم منتف حقیقۃ، فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ۔ المطبق علیھا سلف المذھب وخلفہ الی روایۃ نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق۔

الخامس والعشرون: محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلک الفروع المتواترۃ الدائرۃ فی عامۃ کتب المذھب المنصوص علیھا عن جمیع ائمۃ المذھب

فاقول اولا: (۱) کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ وتدور فی جمیع کتب المذھب وتتداولھا الائمۃ والشراح ولا ینبہ احد انھا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل یذکرونھا ویقرونھا ویفرعون علیھا وعند الحجاج والحاج یفزعون الیھا فرد جمیع ذلک بعید

انہوں نے فرمایا کہ یہ حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ دبّوسی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں استعمال کا ثبوت ملاقاۃ سے ہوتا ہے، اور حقیقۃ ملاقاۃ ان اجزاء سے ہوتی ہے اور حکم تمام پانی کے لئے ثابت ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں قلیل شے واحد ہے، جیسا کہ ہم اس کی تحقیق اور نورانی طریقہ بیان کر آئے ہیں، کیونکہ حکم حقیقی طور پر منتفی ہے تو اس حکم کو ثابت کرنا اندازاً ہوگا۔

پچیسواں ـــــ وہ تمام فروع جو تواتر کے ساتھ عام کتبِ مذہب میں مذکور ہیں اور ائمہ شراح نے ان کو ذکر کیا ہے، اور تمام ائمہ مذہب سے منصوص ہیں جن پر سلف مذہب اور خلف مذہب متفق ہیں ان سب کو انہوں نے مستعمل پانی کے نجس ہونے والی روایت کی طرف راجع کیا ہے، علامہ جیسے محقق سے یہ بات بعید ہے۔ میں کہتا ہوں اوّلاً یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ فروع اس کثرت سے تمام کتبِ مذہب میں ذکر کی جائیں اور ائمہ وشُرّاح ان کو قبول کریں اور کسی کو یہ خبر نہ ہو کہ یہ ضعیف ومتروک روایت پر مبنی ہیں، بلاکلہ وہ حضرات ان کو مسلسل ذکر کرتے چلے جائیں اور ان پر مزید تفریعات کرتے چلے جائیں اور مناظروں میں ان کو پیش کرتے رہیں

عـہ ای الحسیۃ العرفیۃ اھ منہ غفرلہ (م)

یعنی حقیقۃ حسی عرفی۔ (ت)

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

کل البعد۔**وثانیا:** ھو منصوص علیه فی الروایة الظاھرة وما روایة التنجیس الانادرة روی ھذہ الحسن ونص علی ذلک محمد فی الاصل وثالثا: تظافرت علیه التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری عن الجرجانی وعن الحلیة عن ابی الحسین عن ابی عبدالله وعن خزانة المفتین ومتن الملتقی وعن البحرانه المذھب المختار فکیف یبتنی علی روایة متروکة، **ورابعا:** توافرت فیه نقول الاتفاق علیه وانه مذھب اصحابنا جمیعا کما سبق عن النھایة والعنایة والھندیة ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وعن البحر عن البدائع وعنه عن العنایة والدرایة وغیرھا وعن الحلیة وعن البحر عن الخبازی کلاھما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم المحقق انه قولنا جمیعا فکیف یجوز رجعه الی روایة متروکة،**وخامسا:** اکثروا من عزوہ لمحمد کما مر عن الفوائد الظھیریة عن شیخ الاسلام خواھر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمة السرخسی وعن الزیلعی وشیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسبیجابی والولوالجی وحیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال عللوہ با لضرورة کما سلف عن البحروالنھر والفتح و التبیین والکافی والبرھان

تو ان سب کو روایت نجاست کی طرف لوٹانا سخت بعید ہے۔ اور **ثانیاً** یہ ظاہر روایت میں نص ہے اور تنجیس کی روایت نادرہ ہے، اس کو حسن نے روایت کیا، اصل میں محمد نے اس پر نص کی۔ اور **ثالثاً** اس پر پے در پے تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بحر، خبازی، قدوری، جرجانی، حلیہ، ابی الحسین، ابی عبداللہ، خزانۃ المفتین، اور متن ملتقی کے حوالوں سے نقل کیا، اور بحر سے نقل کیا کہ یہی مذہب مختار ہے تو پھر یہ متروک روایت پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے۔ اور **رابعاً** متفقہ نقول کثرت سے ہیں یہی ہمارے تمام اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ گزرا نہایہ، عنایہ، ہندیہ، مجمع الانہر، در مختار وغیرہ سے اور بحر نے بدائع، عنایہ ودرایہ اور حلیہ سے اور بحر وخبازی دونوں نے ابو الحسن، جرجانی اور شیخ محقق سے یہ تمام کا قول ہے تو متروکہ روایت کی طرف اس کو راجع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور **خامساً** اکثر نے اس کو محمد کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ فوائد ظہیریہ، شیخ الاسلام، خواہر زادہ، ابو بکر رازی، شمس الائمہ سرخسی، زیلعی اور تمہارے شیخ محقق، بحر، اسبیجابی، ولوالجی سے گزرا، اور جہاں محمد نے استعمال کا حکم ساقط ہونے کی بات کی اس کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا جیسا کہ بحر، نہر، فتح، تبیین، کافی، برہان، حلیہ، فوائد، صغری، خبازی، قدوری، جرجانی، شمس الائمہ حلوانی سے گزرا اور بحر سے سرخسی سے اصل میں امام محمد کی نص سے گزرا اور بحر سے دبوسی سے گزرا کہ محمد فرماتے ہیں کُل حکماً مستعمل ہوگا اور بحر میں

والحلیة والفوائد والصغری والخبازی والقدوری والجرجانی وشمس الائمة الحلوانی و عن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا یقول صار الکل مستعملا حکما وقد قال عــه فی البحر ان ھذہ العبارة کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس [1] ومعلوم ان محمدا لم یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیه وبه(۱)ظھر الجواب عما اراد به البحر فی البحر والرسالة دفع الاستبعاد عن ھذا الحمل بان المحقق فی الفتح حمل فرعا فی الخانیة علی نجاسة المستعمل وقال لایفتی بمثل ھذہ الفروع [2] اھ۔ زاد فی الرسالة ان تلمیذہ فی الحلیة حمل علیھا فرعی الاجمة والطحلب وحمل فروعا کثیرة علی ھذا النحو [3] اھ **فھل** بعض فروع وردت متفرقة فی غضون بعض الفتاوی کھذہ الفروع الوافرة المتکاثرة المتواترة الثابتة الدائرة فی عامة الشروح والفتاوی مع عدة من

فرمایا ہے کہ اس عبارت سے مشکل حل ہو گئی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ محمد نے پانی کے نجس ہونے کا قطعاً قول نہیں کیا ہے تو اس کو اس پر کیسے محمول کیا جائے گا، اور اس سے بحر اور رسالہ کا جواب بھی ظاہر ہو گیا، انہوں نے اس حمل کو بعید گردانا تھا، اور کہا تھا کہ محقق نے فتح میں مستعمل پانی پر ایک فرع خانیہ کی اس پانی کی نجاست پر محمول کی ہے، اور کہا ہے کہ اس قسم کی فروع پر فتوی نہ دیا جائے اھ رسالہ میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے شاگرد نے حلیہ میں اس پر اجمہ اور طحلب کی دو فروع کو محمول کیا، یہ خلاصہ اور منیہ میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ اسی نہج پر انہوں نے بہت سی فروع اخذ کی ہیں، اھ تو کیا ان فروع کی طرح کچھ اور ایسی فروع ہیں جو متفرق فتاوی میں اس کثرت کے ساتھ مذکور ہوں، کیا شروح اور کیا متون اور ان پر کیسے کوئی نکیر نہیں کی؟ یا ان کی طرح کتب ظاہر روایت میں ہوں؟ یا ان کی اتنی تصحیحات ہوں؟ یا تمام مذہب حنفی کی کتب میں منصوص ہوں؟۔ یا ان پر اتفاق کیا گیا ہو کہ یہ ہم سب کا قول ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے؟ یا ان کا کوئی اور محمل ہے کہ ان کی طرف روشن

عــه ای اوردہ علی نفسه ولم یجب عنه۔ منه غفرله(م)

یعنی انہوں نے اسکو اپنے اوپر وارد کیا ہے اور اس کا جواب نہیں دیا۔ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۱/۱

[2] بحر الرائق کتاب الطھارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۳/۱

[3] جواز الوضوء من الفساقی رسالة من رسائل ابن نجیم ادارة القرآن کراچی ۸۲۱/۸/۲

المتون، من دون نکیر ولا مجال ظنون، **ام ھی** کھذہ فی الکتب الظاھرۃ، **ام ھی** مذیلات بالتصحیحات المتظافرۃ، ام ھی منصوص علیھا من جمیع ائمۃ المذھب الحنفی، **ام** ھی مزینۃ بطراز الاتفاق وبانھا قولنا جمیعا وبانھا مذھب اصحابنا فاین ذی من اتی، ام ھل لھا محمل غیر ھذا فکیف یقاس علی المتعین، ماله سبیل واضح متبین۔

السادس والعشرون: کلام العلامۃ علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیه واشرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم (وذکر الحدیث) فغایته مایفید نھی الاغتسال کراھۃ التحریم ویجوز کونھا لکیلا تسلب الطھوریۃ فیستعمله من لاعلم به بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولافرق بین ھذا وبین کونه یتنجس فیستعمله من لاعلم له بحاله فی لزوم المحذور وھو الصلاۃ مع المنافی فیصلح کون کل منھما مثیرا للنھی المذکور[1] اھ (۱) ودفع البحر ایاہ ببحث البدائع المذکور دفع للصحیح بمالیس به کما علمت اماحدیث

راستہ ہو۔

چھبیسواں علّامہ نے لایبولن احدکم فی الماء الدائم (ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرے) پر جو کلام کیا ہے اس پر ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں، اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق کے کلام کی طرف اشارہ کرآئے ہیں، وہ فرماتے ہیں "بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر انہوں نے مذکور حدیث بیان کی) میں جو غسل کرنے کی نہی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ جو ثابت ہوتا ہے وہ نہی تحریم ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طہوریت سلب ہوجائے، اور اس کو کوئی شخص لاعلمی میں رفعِ حَدَث کیلئے استعمال کر بیٹھے اور نماز پڑھ لے اور اس میں اور اس مضمون میں کہ پانی نجس ہوجاتا ہے تو ایسا نہ ہو کہ اس کو کوئی شخص لاعلمی میں استعمال کرے، دونوں صورتوں میں محذور لازم ہے، یعنی منافی کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا، پس جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۵

المستیقظ۔ **فاقول**: لیس من حجتنا فی ھذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العینیة بل ھو الظاھر من قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه لایدری این باتت یدہ والعلامة عدل عن ھذا الجواب الواضح الی ثلثة (۱) لا یستقیم منھا شیئ فاوّلا: دعوی الخصوص لادلیل علیه وثانیا: کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لایدری این باتت یدہ وثالثا: ماعن اصحاب عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم یجوز ان یکون لان اباھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه کان یرسله ارسالا فاشاروا الی تخصیص مواضع الضرورۃ کما ھو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی جب ولا اٰنیة یغترف بھا۔

السابع والعشرون: قوله رحمه اللہ تعالٰی فی تکرار الاستعمال الظاھر عدم اعتبار ھذا المعنی فی النجس فکیف بالطاھر (۲) غیر مُظھر ولا ظاھر الاتری ان النجاسة تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما یترأای من عدم جمع الواقعة فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرۃ مواضع منه

مذکور نہی کا باعث ہوا اھ۔

بحر کا اس کو بدائع کی مذکور بحث سے دفع کرنا صحیح کو غیر صحیح سے دفع کرنا ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا اور رہی مستیقظ والی حدیث، **تو میں کہتا ہوں** اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ نجاست عینیہ کی وجہ سے ہو بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فانه لایدری این باتت یدہ" (وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا) سے یہی ظاہر ہے، اور علّامہ نے اس جواب سے عدول کرکے تین جوابات دیے جن میں سے کوئی ٹھیک نہیں، پہلا دعوائے خصوص، جس پر کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے یہ کہ کس طرح اس کو تعبدی اور غیر معقول المعنی قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ خود حدیث میں معنی کی طرف رہنمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ فانه لایدری این باتت یدہ۔ تیسرے عبداللہ کے اصحاب سے جو مروی ہے ممکن ہے وہ اس لئے ہو کہ ابو ہریرہ اس کا ارسال کرتے ہوں تو انہوں نے ضرورت کے مقامات کے ساتھ اس کو مختص کرنے کی طرف اشارہ کیا ہو، جیسا کہ ہمارے یہاں یہ واضح حکم موجود ہے کہ جب پانی تالاب میں ہو اور کوئی برتن پانی نکالنے کیلئے نہ ہو۔

ستائیسواں: ان کا قول تکرار استعمال کی بابت، ظاہر یہی ہے کہ یہ معنی نجس میں اعتبار نہ کیا جائے تو پھر طاہر کا کیا حال ہوگا۔ یہ نہ ظاہر کرنے والا ہے اور نہ بذاتِ خود ظاہر ہے، مثلاً نجاست جو بدن یا کپڑے کو متفرق مقامات پر لگ جائے تو اس کو جمع کیا جائے گا۔ اب اگر منع کی حد کو پہنچ جائے تو منع کرے گی۔ اگر کثیر پانی میں نجاست گر جائے تو اس کو بظاہر جمع نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ پانی میں

کالوقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی حدالمنع حتی لوبلغت بأن غیر المجموع احد اوصافه وما کانت الافراد لتغیرہ فلا شک فی الجمع واللّٰه تعالٰی اعلم ھذا تمام الکلام مع العلامة قاسم رحمه اللّٰه تعالٰی وقد ظھر به الحق السدید، بحیث لاحاجة الی المزید، والحمدللّٰه الحمید المجید۔

الفصل الثانی: فی کلام العلامة زین فی البحر والرسالة

کانت قضیة ترتیب الزمان ان نقدم علیه کلام العلامة ابن الشحنة رحمھما اللّٰه تعالٰی لکن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم یات رحمه اللّٰه تعالٰی فی رسالته ولا فی بحرہ بشیئ یزید علی مااورد العلامة قاسم الا مالا مساس له بمحل النزاع افاض اولا فی تحدید الماء الکثیر وان المذھب تفویضه الی رأی المبتلی وان التقدیر بعشرفی عشر انما اختارہ المتأخرون تیسیرا علی من لارأی له وانه لایرجع الی اصل شرعی یعتمد علیه ثم تکلم علی صفة الماء المستعمل وان المفتی به انه طاھر غیر طھور ثم اتی علی المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطھور تعتبر فیه الغلبة فان کان الماء

اگر دس جگہ نجاست گر جائے تو وہ ایسی ہے جیسے ایک جگہ گری ہو، تو یہ چیز عدم جمع کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدِ منع تک نہیں پہنچی ہے اور اگر حدِ منع تک پہنچ جائے مثلاً یہ کہ نجاست کا مجموعہ اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دے، اور ہر فرد نہ بدلے تو جمع کرنے میں شک نہیں۔ یہ مکمل گفتگو تھی علّامہ قاسم کے ساتھ، اس سے حق ظاہر ہوگیا، اس سے زیادہ کی حاجت نہیں، والحمدللّٰه الحمید المجید۔

دوسری فصل علامہ زین کے کلام میں جو بحر اور رسالہ میں ہے:

زمانی ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ابن الشحنہ کا کلام اس پر مقدم کرتے، لیکن ہم نے ایک موافق کو دوسرے موافق سے لاحق کرنا چاہا ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں یا بحر میں علامہ قاسم کے کلام سے کچھ مزید اضافہ نہیں کیا ہے، صرف وہی بات مذکور ہے جس کا محلِ نزاع سے کچھ تعلق نہیں، پہلے تو انہوں نے کثیر پانی کی تحدید کی ہے اور کہا کہ مذہب میں یہ معاملہ صاحبِ معاملہ کے سپرد ہے، اور دَہ در دَہ کے اندازہ کو متاخرین نے اُن لوگوں کی آسانی کیلئے وضع کیا ہے جن کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور اس کی کوئی قابلِ اعتماد شرعی دلیل نہیں، پھر انہوں نے مستعمل پانی پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ یہ طاہر تو ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے، پھر اصل مسئلہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ مستعمل پانی جب پاک کرنے والے پانی کے

الطهور غالباً یجوز الوضوء بالکل والا لایجوز وممن نص علیه الامام الزیلعی فی شرح الکنز والعلامة سراج الدین الهندی فی شرح الهدایة والمحقق فی فتح القدیر قال وهی باطلاقة تشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القی الماء المستعمل واختلط بالطهور او انغمس فی الماء الطهور او توضأ فیه[1] اھ۔

ساتھ مل جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اگر پاک کرنے والا پانی زیادہ ہو تو سب پانی سے وضو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ اس کی تصریح زیلعی نے شرح کنز میں، علّامہ سراج الدین الہندی نے شرح ہدایہ میں اور محقق نے فتح القدیر میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی خارجی طور پر استعمال کیا جائے پھر مستعمل پانی ڈالا جائے اور وہ پاک کرنے والے پانی سے مل جائے یا آدمی پاک کرنے والے پانی میں غوطہ کھائے یا اس سے وضو کرے اھ۔ (ت)

اقول: (۱) مبنی علی جعل المستعمل هی الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراءها طهور اختلط به الماء المستعمل ولیس هکذا بل کله ملاق فکله مستعمل فکیف یشمله الاطلاق قال: ویدل علیه ایضا ما فی البدائع وذکر عبارات الثلاث قال فهذا صریح فیما قلنا[2]

میں کہتا ہوں یہ قول اس پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی اُن اجزاء کو قرار دیا جائے جو بدن سے متصل ہوں اور اس کے علاوہ پاک کرنے والا ہے جس کے ساتھ مستعمل پانی مل گیا ہے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلالکہ کل پانی اس سے ملنے والا ہے لہٰذا کل مستعمل ہوگا، اس کو اطلاق کیسے شامل ہے؟ فرمایا اس پر بدائع کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے اور پھر انہوں نے تینوں عبارات ذکر کی ہیں، فرمایا یہ ہمارے قول کی صریح دلیل ہے۔

اقول: لامحل (۲) لایضا فان تلک الدلالة مبتنیة علی ما فی البدائع والا فلادلالة کما علمت وما فی البدائع قدفرغنا عنه بابدع وجه ولله الحمد! قال: ویدل علیه ایضا ما فی خلاصة الفتاوی جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی

میں کہتا ہوں "ایضاً" کا یہاں کوئی مقام نہیں، کیونکہ یہ دلالت مفہوم بدائع پر مبنی ہے ورنہ کوئی دلالت نہیں جیسا کہ تم نے جانا، اور جو کچھ بدائع میں ہے اس پر اچھی طرح ہم بحث کر چکے ہیں ولله الحمد، فرمایا اس پر خلاصۃ الفتاوی کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ناپاک شخص نے غسل

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

[2] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

قوله محمد رحمه الله تعالٰی لایفسد مالم یغلب علیه یعنی لایخرجه عن الطهوریة[1] اھ بلفظه۔

کیا؟ اس سے کچھ چھینٹے اُڑ کر اس کے برتن میں پڑے تو اس کا پانی فاسد نہ ہوگا، اگر مستعمل بہہ کر اس میں گیا تو فاسد کردے گا اسی طرح حمام کا حوض، اور امام محمد کے قول پر فاسد نہ کرے گا جب تک غالب نہ ہوجائے، یعنی اس کو پاک کرنے کے وصف سے خارج نہ کریگا الّایہ کہ وہ پاک پر غالب ہوجائے اھ بلفظہ۔ (ت)

اقول: (۱) رحمک الله هذا ملقی والکلام فی الملاقی ثم اورد علی نفسه سؤالا من قبل فروع کثیرة فی کتب مشهورة تخالف ماجنح الیه اورد منها (۱) فرع الخانیة لوصب الوضوء فی بئر ولم یکن استنجی به علی قول محمد لایکون نجسا لکن ینزح منها عشرون لیصیر الماء طهور[2] اھ۔

وفرع عــہ الخلاصة نحوه غیر ان فیه ینزح الاکثر من عشرین دلوا ومن ماء صب فیه عند محمد[3] اھ۔ قال فهذا ظاهر فی استعماله الماء بوقوع قلیل من الماء المستعمل فیه علی قول محمد رحمه الله تعالٰی[4] واجاب بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن محمد

میں کہتا ہوں خدا آپ پر رحم کرے یہ مُلقیٰ ہے جبکہ گفتگو ملاقی میں ہے، پھر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ان فروع کثیرہ سے سوال وارد کیا جو کتب کثیرہ میں وارد ہیں، یہ سب ان کے نظریہ کے مخالف ہیں۔ خانیہ کی فرع (۱): اگر وضو کا بچا ہوا پانی کنویں میں بہا دیا مگر اس سے استنجا نہیں کیا تھا تو یہ محمد کے قول پر نجس نہ ہوگا، تاہم اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ پانی طہور ہوجائے اھ۔ خلاصہ کی فرع (۲): یہ بھی اُسی طرح ہے مگر اس میں بیس ڈول سے زیادہ نکالے جانے کا ذکر ہے اور اُس پانی سے جو اس میں بہایا گیا ہے محمد کے نزدیک اھ۔ فرمایا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تھوڑا مستعمل پانی، پانی

عــہ اورده بعد عدة فروع والحقناه بفرع الخانیة لاتحاد صورتهما اھ منه غفرله (م)

انہوں نے اس فرع کو متعدد فروع کے بعد ذکر کیا ہے اور ہم نے اسے خانیہ کی فرع سے ملحق کیا ہے کیونکہ دونوں کی صورت ایک جیسی ہے اھ (ت)

---

[1] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

[2] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

[3] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

[4] رسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۱۹/۶

ان الماء یصیر مستعملا بوقوع قلیل من الماء المستعمل لاعلی الصحیح من مذهبه انه لایصیر مستعملا مالم یغلب علیه [1] اھ۔ونقل تصحیحه عن المحیط وعن شرح الهدایة للعلامة سراج الدین الهندی ونقل عنه عن التحفة انه المذهب المختار [2]۔**اقول:** هو(۱) کما قال والفرعان فی الملقی فلا یمسان مورد النزاع والاستعمال لایتوقف علی غلبة المستعمل بل عدمه علی غلبة المطهر فان تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیه منهم هو فی البحر۔

میں گر جائے تو وہ پانی مستعمل ہو جائیگا، یہ محمد کا قول ہے اھ اس کا یہ جواب دیا کہ محمد کا یہ قول ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے کہ پانی تھوڑے مستعمل پانی کے گرنے کی وجہ سے مستعمل ہو جائیگا، ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پانی صرف اسی وقت مستعمل ہوگا جب اس پر مستعمل پانی کا غلبہ ہو جائے اھ اور اس کی تصحیح کو محیط، سراج الدین ہندی کی شرح ہدایہ سے نقل کیا اور اُن سے تحفہ سے نقل کیا کہ وہی مذہب مختار ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا اور یہ دونوں فرعیں مُلقٰی میں ہیں لہٰذا محلِ نزاع سے ان کا کوئی تعلق نہیں بنتا ہے اور استعمال مستعمل کے غلبہ پر موقوف نہیں بلاکہ اس کا عدم غلبہ مطہّر پر مبنی ہے، تو اگر دونوں برابر ہوں تو کل مستعمل ہو جائے گا، جیسا کہ مشائخ نے اس کی تنصیص کی، بحر میں بھی یہی ہے۔(ت)

اقول: واقتصار المحیط والسراج والتحفة و الخلاصة وغیرها علی ذکر الغلبة لان المساواة الحقیقة نادرة جدا(۲) کما قالوہ فی انفهام افضلیة زید من قول القائل لاافضل منه(۳) وفرع جحط المذکور فی المتون والشروح وصورتها رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنه نجاسة فعند محمد الماء طاهر غیر طهور والرجل طاهر مع ان الماء الذی لاقی بدنه فی البئر اقل من غیره وقد جعله محمد مستعملا لانعدام

میں کہتا ہوں محیط، سراج، تحفہ اور خلاصہ وغیرہ میں غلبہ کے ذکر پر اقتصار کیا ہے، کیونکہ حقیقی مساوات نادر ہے، مشائخ نے اس کو اس مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر کوئی لاافضل من زید، کہے تو اس سے زید کی افضلیت سمجھ میں آتی ہے۔جحط (۳) کی فرع جو متون وشروح میں مذکور ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کُنویں میں ڈول نکالنے کیلئے اُترا اور اس کے بدن پر نجاست نہیں ہے تو محمد کے یہاں پانی طاہر ہے طہور نہیں اور آدمی طاہر ہے حالانکہ وہ پانی جو کنویں میں سے اس کے

[1] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

[2] رسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن ۲/۸۲۰/۷

الضرورة[1] اھ واجاب بما مر۔

اقول: (۱) رحمکم الله ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاھر غیر طھور فکیف تجعلونه مبنیا علی روایة ضعیفة عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم علم بما قررناہ ان المذھب المختار فی ھذہ المسألة ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور علی الصحیح[2] اھ۔

نعم المشھور ان طاءہ للطاھر الطھور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم الاستعمال لاجل الضرورة قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاھر والماء طاھر طھور وجه قول محمد علی ماھو الصحیح^عـه^ عنه ان الصب لیس بشرط عندہ فکان الرجل طاھرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل به حدث للضرورة واما علی ماخرجه ابو بکر الرازی

بدن پر لگا ہے دوسرے سے کم ہے، اور محمد نے اس کو مستعمل قرار دیا ہے کیونکہ ضرورت نہیں اھ اس کا جواب وہ دیا جو گزرا۔ (ت)

میں کہتا ہوں الله تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اگر جحط کی "طا" سے طاہر غیر طہور مراد ہو تو آپ اس کو محمد کی روایت ضعیفہ پر کیونکر مبنی کرتے ہیں حالانکہ آپ بحر میں کہتے ہیں کہ ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے اور پانی طاہر غیر طہور ہے صحیح مذہب پر اھ ہاں مشہور یہی ہے کہ اس کی "طا" طاہر کیلئے ہے اور طہور کیلئے، جیسا کہ تم نے بحر میں ذکر کیا، اور اس وقت فرع اس جانب سے وارد ہوگی کہ استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے تم نے بحر میں کہا ہے کہ محمد کے نزدیک مرد پاک ہے اور پانی طاہر طہور ہے امام محمد کے قول کی وجہ (صحیح روایت کے بموجب) یہ ہے کہ ان کے نزدیک بہانا شرط نہیں، تو آدمی پاک ہوا اور پانی مستعمل نہ ہوگا خواہ اس سے حدث زائل کیا گیا ہو،

عـه **اقول:** والمراد به استعمال الماء بازالة حدث وان لم ینوقربة خلافا لتخریج الامام الرازی ولذا قال واما علی ماخرج الخ فلیس تصحیحا لھذہ الروایة بل الصحیح ما تقدم انه طاھر غیر طھور اھ منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ازالہ حدث سے پانی مستعمل ہو جائے گا اگرچہ قربت کی نیت نہ ہو بخلاف امام رازی کی تخریج کے، اسی وجہ سے انہوں نے اما علی ما خرج الخ فرمایا لہٰذا صحیح روایت یہ نہیں بلاکہ وہ ہے جو گزری کہ پانی طاہر غیر طہور ہے اھ۔ (ت)

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶/۸۱۹

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

لایصیر مستعملا لفقد نیة القربة[1] اھ فان ابیتموھا لانھا روایة غیر مختارة کما قدمنا کانت المختارة اشد فی الرد،(۴) وفرع الاسرار وھو کلامه علی حدیث لایبولن اذیقول من قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لایجعل الاغتسال فیه حراما وکذا من قال طاھر غیر طھور لان المذھب عندہ ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اٰخر لم یفسدہ حتی یغلب علیه وقدرما یلاقی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلک القدر من جملة مایغتسل فیه عادة یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاة بدنه فلا یفسدہ ویبقی طھورا ولا یحرم فیه الاغتسال الا ان محمدا یقول بصیر ورته مستعملا بالاغتسال فیه[2] اھ ونقله فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[3] اھ۔ واجاب عنه ایضا بما مر۔

اقول: (۱) سبحٰن الله صریح منطوق الاسرار ان المذھب اعتبار الغلبة وان

ضرورت کی وجہ سے، اور ابو بکر الرازی کی تخریج کے مطابق پانی مستعمل نہ ہوگا کیونکہ اس میں قربت کی نیت نہیں اھ تو اگر آپ اس روایت کا انکار کریں کہ یہ غیر مختار روایت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مختار روایت تردید میں زائد ہوگی۔ اسرار (۴) کی فرع حدیث "لایبولن" پر انکی گفتگو یہ ہے کہ جو یہ کہتا ہے مستعمل پانی طہور وطاہر ہے تو وہ اس میں غسل کو حرام قرار نہیں دیتا ہے اور اسی طرح جو اس پانی کو طاہر غیر طہور کہتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مستعمل پانی دوسرے پانی میں مل جائے تو جب تک اس پر غالب نہ ہو اس کو فاسد نہیں کرتا اور صرف اسی قدر مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے متصل ہوتا ہے اور یہ مقدار اُس مجموعی پانی کی مقدار سے جس سے کہ غسل کیا جاتا ہے عادۃً اس پانی سے کم ہوا کرتی ہے جو ملاقاۃ بدن سے بچ رہا ہوتا ہے، تو یہ اس کو فاسد نہیں کرے گا اور طہور ہی رہے گا اور اُس سے غسل حرام نہ ہوگا، تاہم محمد فرماتے ہیں کہ اس میں غسل کرنے سے یہ مستعمل ہو جائیگا اھ اور بحر میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ محمد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تھوڑے پانی میں غسل کرے گا تو سب کا سب حکماً مستعمل ہو جائے گا اھ اور اس کا جواب بھی وہ دیا جو گزرا۔ **میں کہتا ہوں سبحان الله**، اسرار کا صریح منطوق یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اعتبار غلبہ کو ہے، اگرچہ اس کا

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[2] الرسالۃ فی جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ، ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶

[3] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

قضیته ان لایصیر الکل مستعملا لان الملاقی حقیقة اقل من غیرہ الا ان محمدا جعل الکل مستعملا حکما فکیف یتوھم انہ مبنی علی روایة ضعیفة خلاف ذلک المذھب وانما ھو تخصیص لقضیته وتخصیص الحکم انما یبتنی علی الحکم لاعلی خلافه وھذا واضح جدا وسرکلام الاسرار قد بیناہ۔(۵)**وفرع المبتغی** بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا [1] وزاد فی البحر(۶)فرع العنایة والدرایة وغیرھما ان الجنب اذا نزل فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل [2] (۷)**وفرع** الخانیة لوادخل یدہ اورجله فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورة(۸)**وفرع** الاسبیجابی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرة ولا نجاسة علیه قال محمد صارت المیاہ کلھا مستعملا [3] وزاد قوله الی اخر الفروع ارشادا الی الکثیر الباقی قال وھذا صریح فی استعمال جمیع الماء عند محمد بالاغتسال فیه [4] اھ۔ **واجاب** عن الکل بانه مبنی علی روایة ضعیفة عن

تقاضا یہ ہے کہ کل مستعمل نہ ہوگا کیونکہ ملاقی حقیقۃً غیر ملاقی سے کم ہے مگر یہ کہ محمد نے کل کو حکما مستعمل قرار دیا ہے، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی ضعیف روایت پر مبنی ہے جو اُس مذہب کے خلاف ہے، یہ اس کے مقتضی کی تخصیص ہے اور حکم کی تخصیص حکم پر ہی مبنی ہوتی ہے نہ کہ خلافِ حکم پر، اور یہ بہت واضح ہے، اور اسرار کے کلام کا راز ہم نے بیان کردیا۔ مبتغیٰ(۵) کی فرع: اگر ہتھیلی ڈالی تو پانی مستعمل ہوگیا اھ، اور بحر میں اضافہ کیا ہے عنایہ اور درایہ(۶) وغیرہما کی فرع کا: جنب اگر کنویں میں غسل کی نیت سے اُترے گا تو سب ہی کے نزدیک پانی فاسد ہوجائیگا۔" خانیہ(۷) کی فرع: اگر کسی نے اپنا پیر یا ہاتھ برتن میں ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ڈالا تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ ضرورت موجود نہیں ہے۔ اسبیجابی(۸) اور ولوالجی کی فرع: جو کنویں میں دس ہاتھ تک نہایا اور اس پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو محمد نے فرمایا کل پانی مستعمل ہوجائیگا، اور اپنے قول الی آخر الفروع کا اضافہ کیا، باقی کثیر فروع کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا یہ صریح ہے امام محمد کے

[1] الرسالۃ فی جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/۸۱۹/۶
[2] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷
بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷
[3] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷
[4] بحرالرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل [1] ثم استشهد بحمل الفتح فرعا فی الخانیة علیها وقد مرما فیه من ستة اوجه۔(۹)**وفرع** منیة المصلی عن الفقیه(ا)ابی جعفر توضا فی أجمة القصب فان کان لایخلص بعضه الی بعض یجوز وفی الخلاصة توضأ فی أجمة القصب اوارض فیها زرع متصل بعضها ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز قال فمفهومه انه اذا کان اقل لایجوز التوضی فیه والاجمة محرکة الشجر الکثیر الملتف [2]۔(۱۰)**وفرع** الکتابین الخلاصة والمنیة(۲)توضأ فی حوض وعلی جمیع وجه الماء الطحلب ان کان بحال لوحرک یتحرک یجوز قال ومفهومه انه لوکان لایتحرک الطحلب بتحریک الماء لایجوز فان عدم تحرکه بتحریک الماء یدل علی انه بحالة من التکاثف والاستمساک لسطح الماء بحیث یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیه الی محل اخر فیقع الوضوء بماء مستعمل والطحلب

نزدیک تمام پانی کے مستعمل ہونے میں اس میں غسل کرنے کی وجہ ہے، اور سب کا جواب یہ دیا کہ یہ ضعیف روایۃ پر مبنی ہے، یعنی محمد کی اس روایت پر کہ مستعمل پانی نجس ہوجاتا ہے، پھر یہ استشہاد کیا کہ فتح نے خانیہ کی ایک فرع کو اسی پر محمول کیا ہے، اور جو اس پر اعتراض ہے وہ چھ وجوہ سے گزر چکا ہے۔(۹)منیۃ المصلی کی فرع: یہ فقیہ ابو جعفر سے ہے کسی نے بانسوں کے جُھنڈ میں وضو کیا اگر وہ اتنے گھنے ہیں کہ پانی کے حصّے ایک دوسرے سے جُدا رہتے ہیں تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ بانسوں کے جُھنڈ میں یا ایسی زمین میں جس میں پودے ایک دوسرے سے متصل ہوں، اگر وہ دَہ در دَہ ہو تو وضو جائز ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر اس سے کم ہو تو جائز نہیں، اور اِجَمَہ محرّکہ، گھنے درختوں کو کہتے ہیں۔ خلاصہ اور منیہ کی فرع(۱۰): حوض میں وضو کیا اور طحلب پانی کی تمام سطح پر ہو اگر وہ ایسا ہے کہ اس کو حرکت دی جائے تو سب ہل جائے تو جائز ہے، فرمایا اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر حرکت نہ کرے طحلب پانی کے حرکت دینے سے تو جائز نہیں کیونکہ پانی کے حرکت دینے سے اس کا متحرک نہ ہونا اس امر پر دلالت ہے کہ وہ اتنا کثیف ہے کہ مستعمل پانی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا مشکل ہے، تو وضو مستعمل پانی سے ہوگا، اور طحلب سبز رنگ کی گھاس ہے جو پانی پر تیرتی رہتی ہے اھ اور یہ حلیہ سے ماخوذ ہے، فرمایا یہ سب

[1] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰/ ۷

[2] الرسالۃ جواز الوضوء مع الاشباہ من رسائل ابن نجیم ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۲۰/ ۷

نبت اخضر یعلو الماء بعضه علی بعض اھ وھو ماخوذ عن الحلیة قال وھذا کله یدل ان الماء یصیر مستعملا بالوضو فیه مطلقا[1] اھ۔

واجاب: عنھا بحملھما علی نجاسة الماء المستعمل صرح به شارح المنیة العلامة ابن امیر الحاج فقال وانما قید الجواز بعدم الخلوص لانه لوکان یخلص بعضه الی بعض لایجوز لکن علی القول بنجاسة الماء المستعمل اما علی القول بطھارته فیجوز مالم یغلب علی ظنه ان القدر الذی یغترفه منه لاسقاط فرض من مسح اوغسل ماء مستعمل اویمازجه مستعمل مساو اوغالب اھ۔ قال فھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساق،

واما مسألة الطحلب فقال شارح المنیة ایضا ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اومساواته اھ۔ وکذا صرح فی مسألة(ا)توضأ فی حوض انجمد ماؤہ قالوا ان کان الجمد رقیقا ینکسر بالتحریک یجوز اما اذا کان کبیرا قطعا قطعا لایتحرک بالتحریک لایجوز فقال ھذا ایضا بناء علی نجاسة الماء المستعمل اما علی طھارته فالجواب ماذکرنا فی السابقات[2] اھ وانت تعلم انه رحمه الله تعالٰی

اس امر پر دلیل ہے کہ پانی اس میں وضو کرنے سے مطلّقا مستعمل ہوجاتا ہے اھ۔

اور ان دونوں سوالوں کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ ان دونوں کو مستعمل پانی کی نجاست پر محمول کیا ہے،اس کی تصریح شارح منیہ علامہ ابن امیر الحاج نے کی ہے،اور فرمایا کہ جواز کو عدم خلوص کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر پانی کا کچھ حصّہ دوسرے حصہ کی طرف چلاگیا تو جائز نہیں،لیکن یہ تب ہے کہ جب مستعمل پانی کو نجس قرار دیا جائے،لیکن اگر اس کو پاک قرار دیا جائے تو جائز ہے تاوقتیکہ اس کو اس بات کا ظن غالب نہ ہوجائے کہ وہ مقدار جو اس پانی سے وہ چُلّو بھر کرلے رہاہے مسح یادھونے کے فرض کو ساقط کرنے کیلئے کہ وہ مستعمل پانی ہے یااس میں مستعمل پانی ملا ہوا ہے جو اس کے برابر ہے یا غالب ہے اھ فرمایا یہ اس بارے میں صریح ہے جو ہم نے کہاہے کہ وضو فساقی میں جائز ہے،

اور گھاس کا مسئلہ،تو منیہ کے شارح نے بھی فرمایا یہ بھی مستعمل پانی کی نجاست پر مبنی ہے یاوہ مستعمل پانی کے مساوی ہو،اھ اور اسی طرح انہوں نے اس مسئلہ میں تصریح کی کہ کسی شخص نے ایسے حوض میں وضو کیاجس کا پانی منجمد ہوچکا تھافرمایااگر منجمد پانی ایسا ہے کہ ہلانے سے بآسانی ٹوٹ جاتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں کہ ہلانے سے نہ ہلیں تو جائز نہیں،فرمایایہ بھی اسی پر مبنی ہے کہ مستعمل پانی نجس ہے،اور اس کی پاکی کی

[1] الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃالقرآن کراچی ۲/۸۲۰/۷

[2] الرسالۃ جواز الوضوء من رسائل ابن نجیم مع الاشباہ ادارۃالقرآن کراچی ۲/۸۲۱/۸

سلک بفرعی الاجمة والطحلب مسلکین وذلک ان کلامنھما حکم بعدم جواز الوضوء ان کان ماء الاجمة دون عشر فی عشر اولا یتحرک الطحلب بتحریک الماء فجعله واردا علیه حیث افاد صیرورة کل الماء مستعملا بالتوضی فیه اذا کان قلیلا واجاب بحمله علی روایة النجاسة وحکم الحلیة بالجواز وان کان قلیلا مادام اکثر بناء علی الطھارة فجعله دلیلا له حیث افادان الوضوء فی الماء القلیل لایفسده مادام الطھور غالبا علی المستعمل واضاف الیھما فرع الجمد فی الاحتجاج وان کان یصلح ایضا للایراد واقتصر فی البحر علی ایراد الفروع الثلثة تصریحا بالاول وتلویحا بالباقیین فیما ھو له لافیما ھو علیه فقال ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج قال (فذکر قوله المار) قال ثم قال ایضا وا تصال الزرع بالزرع لایمنع اتصال الماء بالماء وان کان مما یخلص فیجوز علی الروایة المختارة فی طھارة المستعمل بالشرط الذی سلف (ای غلبة الطھور علی غیره) ثم ذکرای الحلبی مسائل علی ھذا المنوال وھو صریح فیما قدمناه من جواز الوضوء بالماء الذی اختلط به ماء مستعمل قلیل[1] اھ۔ (ا) **وقوله** فی الرسالة ھذا صریح فیما قلناہ من جواز الوضوء فی الفساق

صورت میں تو جواب وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اھ۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے جُھنڈ اور کائی کے مسئلہ میں دو را ہیں اختیار کی ہیں، اور یہ اس لئے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکمِ عدمِ جواز کا لگایا، اگر جھُنڈ کا پانی دَہ در دَہ سے کم ہو یا پانی کو حرکت دینے سے کائی میں حرکت پیدا نہ ہو، انہوں نے قلیل پانی میں وضو پر تمام پانی کو مستعمل قرار دینے کو اعتراض قرار دیا اور اس کا جواب یہ دیا کہ یہ نجاست والی روایت پر محمول ہے اور حلیہ نے قلیل پانی میں وضو کو جائز کہا ہے بشرطیکہ وہ مستعمل پانی سے زیادہ ہو کیونکہ وہ پاک ہے، اس کو انہوں نے اپنی دلیل بنایا جہاں انہوں نے کہا کہ قلیل پانی میں وضو پانی کو فاسد نہیں کرتا جب تک پاک پانی غالب رہے، ان دونوں صورتوں کے ساتھ انہوں نے استدلال میں انجماد کی فرع کا اضافہ کیا اگرچہ یہ بھی اعتراض کی صورت بن سکتی ہے اور بحر میں تینوں فروع کا ذکر پر اکتفا کیا ہے پہلی کی تصریح کی ہے اور باقی میں تلویح کی ہے، ماھولہ کا بیان کیا ہے نہ کہ ماھو علیہ کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے علّامہ ابن امیر الحاج کو دیکھا انہوں نے فرمایا (پھر ان کا گزشتہ قول نقل کیا) کہا نیز انہوں نے فرمایا کہ کھیتی کا کھیتی سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے کو نہیں روکتا ہے اگرچہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ پہنچ سکتا ہے، تو مختار روایت کے مطابق جو مستعمل پانی سے طہارۃ جائز ہوگی مگر شرط وہی رہے گی جو گزری، (یعنی طہور کا غلبہ غیر پر) پھر حلبی نے چند مسائل

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

اوفق بمقصوده اذلا نزاع فی مسألة الاختلاط غیر انه رحمه الله تعالٰی لما حکم بعدم الفرق بین الملقی والملاقی طفق لایفرق بینهما فی الحجاج ثمّ انهی کلامه فی البحر بایراد حجة له اخری عن فتاوی العلامة قارئ الهدایة جمع تلمیذه المحقق علی الاطلاق سئل عن فسقیة صغیرة یتوضؤ فیها الناس وینزل فیها الماء المستعمل فی کل یوم ینزل فیها ماء جدید هل یجوز الوضوء فیها اجاب اذا لم یقع فیها غیر الماء المذکور لایضر اھ یعنی اذا وقعت فیها نجاسة تنجست لصغرها[1] اھ عــہ اھ

اقول: وبالله التوفیق (۱) الایرادان والحجج الاربع کلها مبنیة علی الذهول عن محل النزاع لان تلک الفروع طرافی الملقی لاالملاقی اما فرع قارئ الهدایة فظاهر لقول السؤال ینزل فیها الماء المستعمل و

اسی قسم کے ذکر کیے، اور وہ اُس میں صریح ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی اگر غیر مستعمل پانی میں تھوڑا سا مستعمل مل جائے تو اس سے وضو جائز ہے اھ اور ان کا قول "رسالہ "میں" یہ صریح ہے اس امر میں کہ فساقی سے وضو جائز ہے" ان کے مقصود سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ اختلاط کے مسئلہ میں تو کوئی نزاع ہی نہیں، البتہ صرف یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں سے استدلال میں بھی فرق نہ کرتے، پھر انہوں نے اپنا کلام بحر میں اس پر ختم کیا کہ اپنی ایک مزید دلیل فتاوی علامہ قارئ ہدایہ سے دی، اس کو ان کے شاگرد محقق علی الاطلاق نے جمع کیا ہے اُن سے ایک چھوٹے گڑھے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں لوگ وضو کریں اس میں مستعمل پانی گرے اور ہر روز نیا پانی بھی آئے، اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں مذکورہ پانی کے علاوہ اور پانی نہ گرتا ہو تو کچھ حرج نہیں اھ یعنی اس میں اگر کوئی نجاست گرے گی تو یہ نجس ہوجائے گا کیونکہ یہ چھوٹا ہے۔ اھ (ت) میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں دونوں اعتراض اور چاروں استدلال اس پر مبنی ہیں کہ محلِ نزاع پر نظر نہیں رکھی گئی کیونکہ یہ تمام فروع ملقی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں، قارئ الہدایہ کی فرع تو ظاہر ہے، کیونکہ سوال میں ہے کہ اس میں مستعمل پانی روز آتا ہے اور جواب میں ہے

عــہ: اھ السابق علی هذین لکلام العلامة قارئ الهدایة وهو قول الامام ابن الهمام والاول من هذین لکلام ابن الهمام من کلام البحر والاخیر لکلام البحر من کلام المصنف (م)

ان دونوں سے پہلے "اھ" علامہ قاری الہدایہ کے کلام کی انتہا ہے جس کو ابن ہمام نے ذکر کیا اور ان دونوں میں سے پہلی "اھ" ابن ہمام کے کلام کی انتہا ہے جس کو بحر نے بیان کیا اور آخری بحر کے کلام کی انتہا ہے جس کو مصنف نے ذکر کیا ہے ۱۲ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

قولہ فی الجواب اذالم یقع فیھا غیرہ واما فروع الحلیۃ الثلثۃ فلان مستندالجوابین والاحتجاجات کلام العلامۃ الحلبی وھو مصرح بانھا جمیعا فی الملقی دون الملاقی الا تری الی قولہ فی الاول ان کان لایخلص بعضہ الی بعض جازلان الماء حینئذ کثیر ولوکان الماء المستعمل الواقع فیہ نجاسۃ لم یمنع فکیف وھو طاھر وانما قید الجواز الی اٰخر مانقلتم وقال فی الثانی یمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فیہ وقد نقلتموہ وان لم تعزوہ وقال فی الثالث ان کون الجمد ینکسر بتحریک الماء لایمنع من انتقال الماء المتصل منہ فی الحوض من ذلک المحل الواقع فیہ ۔۔۔الخ وکذلک قال فی نظائرہ بل ھذا علی طریق الحلیۃ مستفادمن نفس الفروع فانھا فی الوضوء فی حوض اوغدیر ،وقد افاد فی الحلیۃ قبل الفرع الاول بصفحۃ فی الفرق بین التوضی من حوض وفیہ ان التوضی منہ لایستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ قال وکون وضوء المتوضئین من موضع وقوع غسالا تھم فیہ ھو مقصود الافادۃ من التفریع بخلاف کون وضوء المتوضی منہ بحیث تقع غسالاتھم خارجہ جائزا فان ذلک مجمع علیہ لایتفرع علی قول قوم دون اٰخرین[1] اھ۔ ھذا کلہ علی

کہ جبکہ اس میں اس پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہ گرتی ہو،اور حلیہ کی تینوں فروع اس لئے کہ دونوں جوابوں کی سند اور استدلالات علّامہ حلبی کا کلام ہیں،اور انہوں نے تصریح کردی ہے یہ تمام ملقٰی میں ہیں نہ کہ ملاقی میں۔ چنانچہ ان کا پہلا قول دیکھا جائے کہ اس کا بعض دوسرے بعض کی طرف نہ جاتا ہو تو جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں پانی کثیر ہوگا،اور اگر وہ ماء مستعمل جس میں نجاست گر گئی ہو مانع نہیں ہے تو جو طاہر ہے وہ کیسے ہوگا،اور بیشک جواز کو مقید کیا الی آخر مانقلتم اور دوسرے میں فرمایا منع کرتا ہے مستعمل پانی کا منتقل ہونا جس میں وہ واقع ہے حالانکہ تم نے اس کو نقل کیا ہے اگرچہ اس کے قائل کا نام نہیں لیا ہے،اور تیسرے میں فرمایا کہ برف کا پانی کو حرکت دینے سے ٹوٹ جانا حوض میں جو پانی اس سے متصل ہے اس کے منتقل ہونے کو مانع نہیں ہے الخ اور اسی طرح اس کی نظیروں میں فرمایا بلاالکہ حلیہ کے طریق کے مطابق یہ نفس فروع سے مستفاد ہے کیونکہ یہ بظاہر حوض یا تالاب سے وضو سے متعلق ہیں،اور حلیہ میں فرع اول سے ایک صفحہ قبل فرمایا: حوض سے وضو اور حوض میں وضو کے اندر فرق ہے،اور اسی میں ہے کہ حوض سے وضو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھوون حوض میں گرے، لیکن اگر حوض میں وضو کیا جائے تو دھوون لازمی طور پر اس میں گرے گا،فرمایا لوگوں کا اس جگہ سے وضو کرنا جہاں اُن کے دھوون کا پانی پڑتا ہے یہی تفریع کا اصل مقصود ہے اور ایسی جگہ وضو کرنا جہاں دھوون باہر گرتا ہو تو اس میں کسی کا

[1] حلیہ

طریق الحلیة وانا **اقول**:(۱)وبه استعین الوضوء فی الحوض یحتمل معنیین احدهما ان یغترف منه بید اواناء ویتوضأ خارجه بحیث تقع غسالته فیه کقولک توضأت فی الطست وهو الذی اقتصر علیه المحقق الحلبی والاخر ان یغسل اعضاء ہ بغمسها فیه کما یفعل کثیر من الناس فی الرجلین کقولک غسلت الثوب فی الاجانة وهذا اقرب الی ظرفیة الحوض للوضوء بالضم وان اطلق علی الاول لصیرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح(۲)فلا وجه للقصر علی الاول والماء فی الاول ملقی ای استعمل فی الخارج ثم القی فی الماء المطلق وفی الثانی ملاق ای ماء مطلق لاقی بدنا ذاحدث فاسقط فرضا اوبدن عـــه متقرب فاقام قربة،وانت(۳)تعلم ان العبارة فی الفروع الثلثة تحتمل الوجهین بیدانا لوحملناها علی الثانی وجب ردها الی روایة ضعیفة وهو نجاسة المستعمل اوصیرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولوقلیلا الا ماترشش کالطل فانه عفو دفعا للحرج وکلتاهما ضعیفة مهجورة والصحیح المعتمد طهارته وعدم تاثیرہ فی المطلق

اختلاف نہیں، یہ ایسا نہیں کہ کچھ لوگوں کے قول پر متفرع ہو اور کچھ کے قول پر متفرع نہ ہو اھ۔یہ تمام بحث حلیہ کے نہج پر ہے۔میں کہتا ہوں حوض سے وضوکے دو ۲ معنی ہیں ایک تو یہ کہ حوض سے چُلّو سے پانی لیا جائے یا برتن سے لیا جائے اور حوض کے باہر وضو کیا جائے اور اس کا دھوون حوض میں گرتا رہے، جیسے کہا جاتا ہے، میں نے طشت سے وضو کیا۔محقق حلبی نے اس پر اکتفاء کیا ہے،اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حوض میں اپنے اعضاء ڈبو کر وضو کرے جیسے عام طور پر لوگ پیر دھوتے ہیں، جیسے کہا جاتا ہے"میں نے ٹب میں کپڑے دھوئے،اور یہ حوض سے وُضو بالضم کا ظرف ہونے کے اقرب ہے،اگرچہ اس کا اطلاق پہلے پر اس تاویل سے ہوتا ہے کہ وہ وضوء بالفتح کا ظرف ہے،تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو پہلے تک ہی مقصور رکھا جائے اور پہلے میں پانی ملقی ہے یعنی پہلے باہر استعمال کیا گیا پھر مطلق پانی میں ڈالا گیا اور دوسرے میں ملاقی ہے، یعنی مطلق پانی جو حدث والے بدن کو ملا اور ایک فرض کو ساقط کیا یا متقرب کے بدن کو ملا اور ایک قربۃ اس سے ادا ہوئی،اور آپ جانتے ہیں کہ تینوں فروع کی عبارت دونوں وجہوں کا احتمال رکھتی ہے، صرف اتنا ہے کہ اگر ہم اس کو دُوسرے پر

عـــه ادخله فی البحر فی المحدث حکما تبعا للدرایة وتقدم الرد علیه فی الطرس المعدل اھ(م)

بحر نے اس کو حکماً محدث میں داخل کیا درایہ کی پیروی کرتے ہوئے طرس معدل میں اس کا رد پہلے گزرا اھ (ت)

مطلقا مالم یساوہ اویغلب علیه والروایات تصان عن مثله مھما امکن فظھر ان المراد فی الثلاثة معنی الثانی لامافھم المحقق واضطر الی حملھا علی ضعیف واذن صارت الثلاثة حجةلنا ولا دلیل ناطق علی صرفھا الی ضعیف ومن (ا)یفعله ینقلب مدعیا بعد ان کان سائلا فلینور دعواہ ببرھان واین البرھان وذلک لان الاصل فی روایات الائمة الاعتماد فمن استند بھا فقد قضی ماعلیه،ومن یرید ردھا الی مایردھا فلیات بدلیل یلجیئ الیه،ودعوای ھذہ قداعترف بھا العلامة فی البحر والرسالة معا اذحکم بابتناء تلک الفروع علی روایة ضعیفة فقال وسیظھرلک صدق ھذہ الدعوی الصادقة بالبینة العادلة فقد اقر انه رحمه اللّٰه تعالٰی عاد بھذا مدعیا فکیف تسلم بلا دلیل اماما ذکر فی البینة وھو قول المحیط والعلامة السراج الھندی والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند محمد یجوز التوضؤ به مالم یغلب علی الماء وھو الصحیح ولفظ التحفة علی المذھب المختار [1]۔

محمول کریں تو اس کو ایک ضعیف روایت کی طرف راجع کرنا پڑے گا اور وہ مستعمل پانی کا نجس ہوتا ہے یا مطلق پانی کا تھوڑے مستعمل پانی سے مل جانے کی وجہ سے مستعمل ہو جانا، ہاں شبنم جیسے قطرے معاف ہیں حرج کو دفع کرنے کیلئے۔ یہ دونوں روایتیں متروک اور ضعیف ہیں، اور صحیح اور قابلِ اعتماد اس کی پاکی ہے اور اس کا مطلق پانی پر اثر انداز نہ ہونا ہے تاوقتیکہ اس کے برابر یا اس پر غالب نہ ہو جائے اور روایتیں اس قسم کی چیز سے حتی الامکان محفوظ رکھی جاتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ تینوں فروع میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں، وہ معنی نہیں ہیں جو محقق نے لئے ہیں اور پھر ان کو ضعیف روایت پر حمل کرنا پڑا اور اس طرح تینوں فروع ہماری دلیل بن گئی ہیں اور ان کو ضعیف روایت پر محمول کرنے کیلئے کوئی دلیل ناطق موجود نہیں، اور جو ایسا کرتا ہے وہ سائل کے بجائے اپنے آپ کو مدعی بناتا ہے اور ایسی صورت میں اس کو برہان لانا چاہیئے، اور برہان کہاں سے ملے گا کیونکہ ائمہ کی روایات میں اصل اعتماد ہے تو جو ان سے استناد کرے گا اس نے اپنی ذمہ داری پُوری کر دی، اور جو ان کو کسی اور طرف رد کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس کی دلیل پیش کرنا ہوگی، اور میرے اس دعوی کا اعتراف علامہ نے بحر اور رسالہ دونوں میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے ان کی بنیاد کو ضعیف روایت پر مبنی قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم پر اس دعوی کی صداقت بینہ عادلہ سے ظاہر ہو جائیگی۔

[1] الرسالہ فی جواز الوضوء مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۸۲۰/۷

فاقول:(۱)رحم الله الشيخ العلامة ماذكروه فهو فى الملقى فكيف يدل على ابتناء مافى الاسرار والعناية والدراية وغيرهما من شروح الهداية وشرح الاسبيجابى وفتاوى الولو الجى وغيرها على رواية ضعيفة مع كونها فى الملاقى والى هنا تم الكلام مع البحر والرسالة معا ولم يبق فيها شيئ غير حرف واحد فى البحر وهو قوله رحمه الله تعالٰى لايعقل[عـــه] فرق بين الصورتين من جهة الحكم يعنى الملقى والملاقى۔

اقول:(۲)اى لعمرك فرق واى فرق لان الاستعمال انما يثبت بازالة الماء حدثا اواسقاطه فرضا اواقامته قربة وذلك بملاقاته

انہوں نے اس میں اعتراف کرلیا کہ وہ اس طرح مدعی بن گئے ہیں، تو اب یہ دعوی بلا دلیل کس طرح قبول کیا جائیگا، اور بینہ میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محیط علامہ سراج ہندی اور تحفہ کا قول ہے کہ اگر مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو محمد کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تاوقتیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اور یہی صحیح ہے اور تحفہ میں صراحت ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ علامہ پر رحم فرمائے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ملقٰی میں ہے تو یہ اسرار، عنایہ، درایہ (شروح ہدایہ)، شرح اسیجابی اور فتاوٰی ولوالجی وغیرہ کی عبارات کے ضعیف روایت پر مبنی ہونے پر کیونکر دلیل بن سکتا ہے کیونکہ وہ ملاقی کے بارے میں ہیں۔ یہاں تک بحر اور رسالہ سے جو گفتگو تھی پُوری ہوئی البتہ بحر نے ایک لفظ کہا ہے وہ یہ کہ ملقی اور ملاقی دونوں صورتوں میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔(ت)

میں کہتا ہوں دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ پانی کا مستعمل ہونا یا تو حَدَث کے ازالہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا اسقاط فرض کی وجہ سے یا کسی

عـــه ذكر ههنا عن بعض معاصريه الفرق بان فى الوضوء يشيع الاستعمال فى الجميع بخلافه فى الصب اھ۔ ثم رده وهى عبارة مدخولة فتحت على نفسها باب الرد فكان لما ذكر فى البحر مساغ فلذا طوينا ذكره وسنعود اليه ان شاء الله تعالٰى فى الفصل الرابع اھ منه غفرله۔

یہاں انہوں نے اپنے بعض معاصرین سے یہ فرق نقل کیا ہے کہ وضو سے استعمال تمام پانی میں ہوتا ہے اور بہانے میں یہ نہیں ہے، پھر خود ہی انہوں نے اس کا رد کیا اور یہ عبارت مدخولہ ہے، اس نے اپنے اوپر رد کا دروازہ کھول دیا ہے، تو جو بحر میں اس کا جواز تھا اس لئے ہم نے اس کو ذکر نہ کیا اور چوتھی فصل میں ہم اس کو ذکر کریں گے اِن شاء اللہ تعالٰی اھ منہ (ت)

بدن المحدث اوالمتقرب لاملاقاته مالاقاه والموجود فی الملاقی الاول وفی الملقی فیه الثانی هذا کل ماذکرہ فی الرسالة وھھنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اماما ذکر فی مسألة البئر جحط مفرعا علی قول الحلیة الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل بقوله فعلی ھذا قولھم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملا معناہ صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لاجمیع ماء البئر[1] اھ۔فقد قدمنا الکلام علیه کافیا شافیا بتوفیق اللہ تعالٰی تحت الحادی والعشرین من الکلام مع العلامة قاسم وثلثة حجج قبله من التاسع عشر فھذہ اربعة۔

واقول: خامسا (۱) لوصح ھذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاھرة الکاثرة الوافرة علی روایة ضعیفة مرجوحة نادرة وکان یکفیکم ان تقولوا انعم صار مستعملا لکن مالاقی البدن اوالکف وھو مستھلک مغلوب فلا یضر۔

وسادسا: (۲) حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والانغماس

قربت کی ادائیگی کے باعث ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ مُحدِث یا متقرب کے بدن سے لگے نہ کہ اُس چیز کو لگے جو بدن کو لگی ہے، اور جو چیز مُلاقِی میں موجود ہے وہ اوّل ہے اور مُلقیٰ میں دوسری چیز ہے یہ رسالہ میں ہے، اور بحر کی مطلق پانی کی بحث میں ہے، اور بحر نے مسئلہ جحط میں حلیہ کے اس قول پر تفریع کی ہے "**الماء المستعمل ھو الذی لاقی الرجل**" (مستعمل پانی وہ ہے جو آدمی کے جسم سے متصل ہو) تفریع کے لفظ یہ ہیں، تو اس بنا پر ان کا قول (یعنی جو شخص کنویں میں نہانے کو اُترا) پانی مستعمل ہوگیا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ بدن کو لگنے والا پانی مستعمل ہوگیا، یہ نہیں کہ کنویں کا سارا پانی مستعمل ہوجائے، اھ ہم نے اس پر مکمل بحث علامہ قاسم کے کلام پر گفتگو کرتے ہوئے اکیسویں نمبر کے تحت کردی ہے اور اس سے قبل انیسویں نمبر میں تین دلائل بیان کیے ہیں تو یہ چار ہوئے۔

خامسا: میں کہتا ہوں اگر یہ بات درست ہوتی تو آپ ان کثیر ظاہر روایات کو ایک ضعیف روایت پر محمول نہ کرتے بلاکہ صرف اتنا کہتے کہ ہاں وہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، لیکن جو پانی بدن اور ہاتھوں کو لگا ہے وہ تھوڑا سا ہے اور مغلوب ہے تو نقصان دہ نہ ہوگا۔**سادساً** مشائخ نے سقوط استعمال کا حکم لگایا ہے ہاتھ ڈالنے اور غوطہ کھانے کی صورت میں،

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

اطبقوا سلفاً وخلفاً وانتم معهم علی تعلیله بالضرورۃ کما قدمنا عن الفتح والخلاصۃ والتبیین والبزازیۃ والکافی والخانیۃ والغنیۃ والحلیۃ والنهر والقدوری والجرجانی والبرهان والصغری والفوائد الظهیریۃ والشمس الائمۃ الحلوانی وعن بحرکم وعنکم عن شمس الائمۃ السرخسی وشارح الهدایۃ الخبازی والمحقق حیث اطلق والزیلعی وابی الحسن وابی عبدالله رحمهم الله تعالٰی وقدمناہ عن الخلاصۃ عن نص محرر المذهب محمد فی کتاب الاصل وعن الفتح عن کتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنهم ولو کان لایستعمل الاما لصق بالبدن فای حرج یلحق وای ضرورۃ تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال یبقی طاهرا مطهر اکما کان۔

وسابعا:(۱)قدمنا عن الامام شمس الائمۃ الکردری ان ادخال المحدث یدہ فی الماء لالضرورۃ یفسدہ[1] وعنکم عن المبتغی انه یفسد الماء[2] وعنکم عن المبسوط عن نص محمد فی الاصل اغتسل الطاهر فی البئر افسدہ[3] وعن مجمع الانهر فسد عندالکل[4] وعن

سلف سے خلف تک اسی پر چلے آرہے ہیں اور آپ بھی اُن کے ہمنوا ہیں اور اس کیلئے علت ضرورت بتائی ہے جیسا کہ ہم فتح، خلاصہ، تبیین، بزازیہ، کافی، خانیہ، غنیہ، حلیہ، نہر، قدوری، جرجانی، برہان، صغری، فوائد ظہیریہ، شمس الائمہ حلوانی، بحر اور آپ کی سند سے شمس الائمہ سرخسی سے، شارح ہدایہ خبازی، محقق (انہوں نے اطلاق سے کام لیا) ابو الحسن وابو عبداللہ سے روایت کر آئے ہیں اور اس کو ہم نے خلاصہ سے محرر المذہب امام محمد کا قول ان کی اصل سے نقل کیا ہے اور فتح سے حسن کی کتاب سے صاحب المذہب امام اعظم سے نقل کیا ہے، اگر صرف اتنا ہی مستعمل ہوتا ہے جو بدن سے لگا ہو تو کیا حرج لاحق ہوتا ہے؟ اور کونسی ضرورت درپیش ہوتی ہے؟ کیونکہ پانی باوجود ثبوت استعمال کے طاہر مطہر ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

سابعاً ہم امام شمس الائمہ کردری سے نقل کر آئے ہیں کہ محدث کا اپنے ہاتھ کو پانی میں بلا ضرورت ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے اور تم سے مبتغٰی سے روایت کی ہے کہ وہ پانی کو فاسد کردیتا ہے، اور تم سے مبسوط سے، محمد کی اصل میں نص سے روایت کی ہے کہ اگر پاک آدمی کُنویں میں غسل کرے تو اس کو فاسد

---

[1] الہندیۃ بالمعنی فصل فیمالایجوزبہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۲/۱
[2] الہندیۃ بالمعنی فصل فیمالایجوزبہ الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳/۱
[3] بحر الرائق کتاب الطھارت سعید کمپنی کراچی ۹۶/۱
[4] مجمع الانہر فصل فی الماء بیروت ۳۱/۱

الهندية عن النهاية يفسد بالاتفاق[1] ولفظ العناية فسد الماء عند الكل[2] وعنكم عن الدراية والعناية وغيرهما يفسد عندالكل[3] فهذ اصريح نص محمد فى الرواية الظاهرة وصرائح لقول الاجماع فى الكتب المعتمدة منها بحركم على ان الماء كله يصير مستعملا حتى لايبقى صالحا لان يتوضأ به اذليس الفساد الاخروج الشيئ عما يصلح له ولوكان يجوزبه الوضوء فايش فسد وكيف فسد۔

کردے گا، اور مجمع الانہر میں ہے کہ سب کے نزدیک فاسد ہوگیا، اور ہندیہ سے نہایہ سے منقول ہے کہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا، اور عنایہ کے الفاظ یہ ہیں کہ سب کے نزدیک پانی فاسد ہوگیا اور تم سے درایہ وعنایہ وغیرہما سے روایت کی ہے سب کے نزدیک فاسد ہوگیا تو یہ ظاہر روایت میں محمد کی صریح نص ہے، اور اجماع کی صریح نقول کتب معتمدہ میں موجود ہیں، بحر میں ہے علاوہ ازیں تمام پانی مستعمل ہوجاتا ہے حتّٰی کہ اس سے وضو بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ فساد کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کی صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے لائق نہ رہی اور اگر اس سے وضو جائز رہے تو پھر اس میں فساد کیوں اور کیسے ہوا؟ (ت)

وثامنا:(۱)قدمنا عن الفتح عن كتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام رضى الله تعالٰى عنه التصريح بابين لفظ لايقبل تاويلا ولا يرضى تحويلا وهو قوله رضى الله تعالٰى عنه لم يجز الوضوء منه فثبت قطعا ان لامساغ لهذا التاويل وانه مضاد لصريح نص امام المذهب وجلى نص محمد فى ظاهر الرواية بل ومصادم لاجماع ائمة المذهب المنقول فى المعتمدات كبحركم فالحق الناصع هو المذهب المنصوص عليه من ائمة المذهب فى الكتب الظاهرة المطبق عليه فى الروايات المتواترة

ثامناً: ہم نے فتح کے حوالہ سے حسن کی کتاب سے صاحب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول نقل کیا ہے، اور یہ اتنا واضح اور صریح قول ہے کہ کسی قسم کی تاویل کو قبول نہیں کرتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے وضوء جائز نہیں، تو قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ امام مذہب کے نص صریح کے مخالف ہے اور امام محمد کے واضح نص کے بھی خلاف ہے بلکہ کتب معتمدہ میں ائمہ مذہب کا جو اجماع منقول ہے اس کے بھی مخالف ہے، مثلاً آپ ہی کی بحر میں حکایت اجماع موجود ہے تو حق وہی ہے جو ظاہر روایت کی کتب میں ائمہ مذہب سے

[1] ہندیۃ الفصل الثانی من المیاہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۳
[2] عنایۃ مع فتح القدیر ماء الذی یجوز بہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۹
[3] حاشیۃ الہدایۃ ماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۳

اعنی ثبوت الاستعمال لجمیع الماء القلیل قلیلا کان اوکثیرا بدخول جزء من بدن محدث فیه لم یروما یخالفه ولم یرفی کلام احدما ینازعه الالفظة وقعت فی کلام البدائع فی تعلیل وجدل مع وفاقه فی المروی وما قدر بحث مع نصوص صاحب المذهب وتصریح محررہ فی کتاب ظاهر الروایة بل مع اجماع ائمة المذهب لا جرم ان بقیت تلک الکلمة لم یعرج علیها احد فیما نعلم الی عصر الامام المحقق علی الاطلاق حتی اتی تلمیذاہ العلامتان القاسم والحلبی فاثراها،واٰثراها واثاراها،وجعلها العلامة قاسم نصا مرویا،وحکما مرضیا،رد به نصوص المذهب المشهورة،والفروع المتواترة فی الکتب المنشورة،الی روایة ضعیفة مهجورة،ولم یات علیها بروایة منقولة ماثورة،ولا درایة مقبولة منصورة،فالمذهب هو المتبع،والحق احق ان یتبع،والله المستعان،وعلیه التکلان، وصلی الله تعالٰی علی سید الانس والجان، واٰله وصحبه وابنه وحزبه ماتعاقب الملوان، وبارک وسلم ابدا اٰمین،والحمدلله رب العٰلمین۔

الفصل الثالث فی کلام العلّامة ابن الشحنة

رسالته رحمه الله تعالٰی اکثر من نصف کراسة سلک فیها مسلکا یخالف ماسلکه شیخه العلامة

منقول ہے اور جس پر متواتر روایات منطبق ہیں یعنی تمام قلیل پانی پر مستعمل ہونے کا حکم لگایا جانا خواہ قلیل ہو یا کثیر جبکہ محدث کے بدن کا کوئی حصہ بھی اس میں داخل ہوجائے اس پر یہی حکم ہوگا،اس کے خلاف کسی کے کلام میں منقول نہیں صرف ایک لفظ بدائع میں تعلیل وجدل کے طور پر آیا ہے حالانکہ روایت کردہ پر وہ متفق ہیں، لیکن نصوص مذہب کی موجودگی میں محض ایک بحث کی کیا قدر وقیمت ہوسکتی ہے، پھر محرر مذہب کی تصریح ظاہر الروایۃ کی کتاب میں ہے اور ائمہ مذہب کا اجماع ہے، پھر ایک اس کلمہ پر محقق علی الاطلاق کے زمانہ تک کسی نے غور نہ کیا یہاں تک کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم اور حلبی آئے تو انہوں نے اس بات کو بڑھایا اور ترجیح دی اور پھیلایا اور علامہ قاسم نے تو اس کو اپنی پسندیدہ نص قرار دیا جس سے نصوص مذہب اور فروع متواترہ تک کو رد کردیا اور اس کی تائید میں صرف ایک ضعیف روایت لاسکے اور کوئی قابل عقلی یا نقلی دلیل پیش نہ کرسکے، تو مذہب حق وہی ہے جس کی پیروی کی گئی ہے اور حق ہی اس کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے واللہ المستعان، اسی پر بھروسا ہے، انس وجن کے سردار پر درود اور ان کی آل واصحاب، اولاد اور باقی جماعت پر تاقیامت برکتیں اور سلام نازل ہو، آمین والحمدللہ رب العالمین۔

تیسری فصل علامہ ابن الشحنہ کے کلام میں:

ان کا رسالہ آدھی کاپی سے زیادہ ہے اس میں انہوں نے اپنے شیخ علّامہ قاسم کے سراسر خلاف راہ اپنائی ہے کیونکہ

قاسم خلافا کلیا فانه کان ادعی تسویة الملقی والملاقی فی جواز الوضوء وادعی هذا تسویتهما فی عدم الجواز ذکر رحمه الله تعالٰی مخاطبا لسائله سألت ارشدنی الله وایاک عن حوض دون ثلثة اذرع فی مثلها هل یجوز الوضوء فیه ام لاوهل یصیر مستعملا بالتوضی فیه وذکرت ان المفتی به قول محمد رضی الله تعالٰی عنه انه طاهر غیر طهور وان المتقاطر من الوضوء قلیل لاقی طهورا اکثر منه فلا یسلبه وصف الطهوریة واجبتک انه یجوز الاغتراف منه والتوضی خارجه لافیه[1] اھ۔

اقول: فهذا(۱) ظاهر فی الملقی وان المراد التوضی فیه بالمعنی الاول ای بحیث تقع الغسالة فیه وقد کان السائل نبه علی الحکم الصحیح فیه ان المتقاطر طاهر مغلوب لکن اجابه بالمنع وهو خلاف الصحیح کما علمت **والعجب** ان الشیخ سینقل ان الصحیح خلافه ثم مشی علیه وکان حریا بنا ان نحمل کلامه علی التوضی فیه بالمعنی الثانی ای بغمس الاعضاء فیه ومعنی قوله التوضی خارجه ان تکون اعضاء المتوضی خارج الحوض کی یوافق الصحیح ولا یناقض کلام نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة السائل حیث سأل عن الوضوء فیه بغمس

وہ تو جوازِ وضو میں ملقٰی اور ملاقی کی برابری کے قائل تھے اور انہوں نے عدمِ جواز میں دونوں کی برابری کا قول کیا ہے وہ بصیغہ خطاب فرماتے ہیں تُونے مجھ سے سوال کیا خدا تجھ کو اور مجھے ہدایت دے ایک حوض کے بارے میں جو تین ہاتھ سے کم ہے، اس میں وضو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں وضو کرنے سے پانی مستعمل ہوگا یا نہیں؟ اور تُونے ذکر کیا مفتی بہ محمد کا قول ہے کہ وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں ہے اور وضو سے جو ٹپکا ہے وہ کم ہے اور جس پانی سے ملا ہے وہ زیادہ ہے تو وہ اس کی طہوریت کے وصف کو سلب نہیں کرسکتا ہے، میں نے تجھ کو یہ جواب دیا ہے کہ اس سے چلّو بھر کر پانی لے کر وضو باہر کرنا جائز ہے اس کے بیچ وضو کرنا جائز نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں یہ ملقٰی میں ظاہر ہے اور یہ کہ اس سے مراد پہلے معنی کے اعتبار سے وضو کرنا ہے یعنی دھوون اس میں گرے اور سائل نے اس میں صحیح حکم پر خبردار کیا تھا کہ ٹپکنے والا پانی طاہر مغلوب ہے مگر انہوں نے اس کا جواب منع کے ساتھ دیا اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ صحیح کے خلاف ہے، اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ خود شیخ عنقریب یہ نقل کریں گے کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور پھر خود اسی پر چلے ہیں، اور ہمارے لائق بات تو یہ تھی کہ ہم اس کو دوسرے معنی میں لیتے وہ یہ کہ اس میں وضو کرنے پر محمول کرتے یعنی اس میں اعضاء کا ڈبو دینا، اور ان کے اس قول کے معنی کہ وضو حوض کے باہر، یہ ہیں کہ وضو کرنے والے کے اعضاء حوض کے باہر ہوں تاکہ صحیح کے موافق ہو اور خود

[1] رسالہ ابن الشحنة

الاعضاء ولم یکن بعدہ محل لذکر قلة المتقاطر ایسر علینا من تطرق امثال الخلل الی کلام العلامة ولکنه رحمه الله سیصرح بهذا الظاهر فانسد باب التاویل ثم قدم مقدمة فی بیان الماء الذی یظهر فیه اثر الاستعمال والذی لایظهر فیه قاصدا اثبات ان الحوض المسئول عنه اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال تأثرہ بالنجس فقال اعلم ان الماء الذی یظهر فیه اثر الاستعمال هو الذی عــه یظهر فیه اثر النجاسة وکل مالایظهر فیه اثر النجاسة لایظهر فیه اثر الاستعمال ولا فرق ثم جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی ان قال فثبت ح ظهور اثرالاستعمال وهو سلب الطهوریة عن ماء الحوض الذی سألت عنه وکان حکمه کالاناء والجب والبئر اھ۔

کلام آپس میں متناقض نہ ہو یعنی اُس تصحیح کے جو نقل کی جائے گی، اور انہوں نے سائل کو غلط اس لئے ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اپنے اعضاء کو حوض میں داخل کرکے وضو کرنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کا محل نہ تھا کہ ٹپکنے والا کم ہے یہ ہم پر بہ نسبت اس کے آسان ہے کہ علّامہ کے کلام میں خلل کو مان لیں مگر وہ خود اس ظاہر کی تصریح کریں گے تو تاویل کا باب بند ہوگیا، پھر ایک مقدمہ اُس پانی کے بارے میں بیان کیا جس میں اثرِ استعمال ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا ارادہ یہ بتانا کہ وہ چھوٹا حوض جس کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے مستعمل پانی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح نجس پانی سے، اور فرمایا جاننا چاہئے کہ وہ پانی جس میں استعمال کا اثر ظاہر ہوتا ہے وہی ہے جس میں نجاست کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں استعمال کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا اور کوئی فرق نہیں، پھر انہوں نے قلیل کے حد میں کئی اقوال پیش کیے اور کافی طوالت اختیار کی اور آخر میں کہا، تو ثابت ہوگیا کہ استعمال کے اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جس حوض کی بابت دریافت کیا ہے اس کے پانی سے طہوریت سلب

عــه تعقیب المسند الیه بضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیه فمفاد القضیة الاولی ان تأثیر النجاسة مقصور علی مایؤثر فیه الاستعمال ای کل مالا یظهر فیه اثر الاستعمال لایظهر فیه اثر النجاسة ثم ذکر عکسه کلیا فافاد انهما شیئ واحد وانه لاانفکاك لتأثیر عن اٰخر اھ منه غفرله۔(م)

مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لانا مسند کے مسند الیہ پر حصر کا فائدہ دیتا ہے تو پہلے قضیہ کا فائدہ یہ ہے کہ نجاست کا مؤثر ہونا اس چیز پر منحصر ہے جس میں استعمال مؤثر ہو یعنی جس میں استعمال کا اثر ظاہر نہ ہو اس میں نجاست کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا پھر انہوں نے اس کا عکس کلی ذکر کیا جس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں شیئ واحد ہیں اور یہ کہ ایک کی تاثیر دوسرے سے جُدا نہ ہوگی اھ منہ غفرلہ، (ت)

اقول: رحمکم اللہ کل(۱) ما اتیتم بہ الی ھنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر فیہ النجاسۃ کذا وکذا ولیس فی شیئ منہ مایدل علی ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسۃ وانما کان المقصود فیہ ولم تذکر وافیۃ غیر قولکم ان کل ما تأثر بھا تأثر بہ ولافرق وھی القضیۃ الاولی فی کلامکم اما الاخری القائلۃ ان کل ماتأثر بہ تأثر بھا فلا کلام فیھا ولا تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحہ وسرد فیہ(۱) **فرع** الخلاصۃ ان الحوض الصغیر قیاس الاوانی والجباب لایجوز التوضی فیہ ولو وقعت فیہ قطرۃ خمر تنجس[1] (۲) **وفرع** البزازیۃ والتجنیس والخانیۃ اذا نقص الحوض من عشر فی عشر لایتوضؤ فیہ بل یغترف منہ ویتوضؤ خارجہ[2] ولفظ الخانیۃ لایجوز فیہ الوضوء[3] ولفظ التجنیس(۲) اعلاہ عشر فی عشر واسفلہ اقل وھو ممتل یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص لا ولکن یغترف منہ ویتوضأ[4] اھ۔**قلت:** وفی عکسہ عکسہ(۳) ای اذا کان اسفلہ عشرا فی عشر واعلاہ

ہو گئی اور اس کا حکم برتن، گڑھے اور کنویں کی مانند ہو گیا۔

میں کہتا ہوں یہاں تک آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل پانی وُہ ہے جس میں نجاست اثر کرے وہ پانی فلاں فلاں ہے، اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ہر قلیل پانی استعمال سے متاثر ہوتا ہے جس طرح کہ نجاست سے متاثر ہوتا ہے اور اس سے وہ مقصود تھا جس کا آپ نے ذکر نہیں کیا صرف یہ ذکر کیا ہے کہ ہر پانی جو نجاست سے متاثر ہوگا وہ استعمال سے بھی متاثر ہوگا بغیر کسی فرق کے، یہ ہوا پہلا قضیہ تمہارے کلام میں اور دوسرا قضیہ یہ ہے کہ جو پانی استعمال سے متاثر ہوگا وہ نجاست سے بھی متاثر ہوگا، تو اس میں کلام نہیں، اور اس کا مقصود سے کوئی تعلق نہیں، پھر اپنی وضاحت کی تکمیل کی اور یہ فروع ذکر کیں، فرع (۱) خلاصہ کہ چھوٹا حوض جو برتنوں اور گڑھوں کی مانند ہو اس میں وضو جائز نہیں ہے اور اس میں اگر ایک قطرہ شراب کا گر جائے تو وہ نجس ہو جائے گا۔ (۲) بزازیہ، تجنیس اور خانیہ میں ہے کہ جب حوض دَہ در دَہ سے کم ہو تو اس میں وضو نہ کرے گا بلاکہ اس میں سے چلّو کے ذریعہ لے گا اور وضو حوض سے باہر کرے گا، اور خانیہ کے الفاظ یہ ہیں اس میں وضو جائز نہیں، اور تجنیس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا

[1] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۵/۱
[2] بزازیہ مع الھندیہ نوع فی الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴
[3] قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۴/۱
[4] بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۷۷/۱

اقل لم یجز الوضوء فیه ممتلئا فاذا نقص وبلغ الکثرة(۱)جاز وبه یلغزای ماء لایجوز الاغتسال فیه مادام کثیرا واذا قل جاز(۳)**وفرع الخانیة** خندق طوله مائة ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامة المشائخ لایجوز فیه الوضوء ثم حکی عن بعضهم الجواز ان کان ماؤه لوانبسط یصیر عشرا فی عشر [1] اھ۔

قلت:(۲)وھو المختار درر عن عیون المذاھب والظهیریة وصححه فی المحیط والاختیار وغیرھما واختار فی الفتح القول الاخر وصححه تلمیذہ الشیخ قاسم لان مدار الکثرة علی عدم خلوص النجاسة الی الجانب ولا شك فی غلبة الخلوص من جهة العرض [2] اھ ش۔

اقول:(۱)ھذا غیر مسلم اذلو کان علیه المدار لما جاز الوضوء فی الماء الکثیر من الجانب الذی فیه النجاسة ولیس کذلك فعلم ان المدار ھو المقدار اعنی المساحة فلا حاجة الی العرض وقد قال المحقق نفسه قالوا فی غیر المرئیة یتوضؤ من جانب الوقوع وفی المرئیة لا وعن

کم ہے اور وہ بھرا ہوا ہو تو اس سے وضو بھی جائز ہے اور غسل بھی،اور کم ہو تو جائز نہیں البتہ اسے چُلّو بھر کر پانی لے کر وضو کرسکتا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کے برعکس میں حکم برعکس ہے یعنی جب اس کا نچلا حصّہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جبکہ بھرا ہوا ہو،پس جب کم ہوجائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے،اسی لئے ایک فقہی پہیلی مشہور ہے"وہ کون سا پانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔خانیہ(۳)کی فرع،ایک خندق ہے جس کی لمبائی سَو ہاتھ یا اُس سے زیادہ ہے اور چوڑائی دو ہاتھ ہے تو عام مشائخ فرماتے ہیں اُس سے وضو جائز نہیں،اور بعض مشائخ سے جواز منقول ہے،بشرطیکہ وہ حوض ایسا ہو کہ اگر اس کے پانی کو پھیلا دیا جائے تو وہ دَہ در دَہ ہوجائے اھ۔ **میں کہتا ہوں** یہی مختار ہے اس کو درر نے عیون المذاہب سے اور ظہیریہ سے نقل کیا اور محیط واختیار وغیرہما نے اس کی تصحیح کی،اور فتح میں دوسرے قول کو اختیار کیا اور اس کی تصحیح ان کے شاگرد شیخ قاسم نے کی کیونکہ کثرت کا دارومدار نجاست کے دوسری جانب نہ پہنچنے پر ہے،اور اس میں شک نہیں کہ خلوص کا غلبہ چوڑائی کی طرف سے ہے اھ ش۔

میں کہتا ہوں یہ مسلّمہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر اسی پر مدار ہوتا تو کثیر پانی میں اس جانب سے وضو جائز نہیں ہوتا جس میں کہ نجاست ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اصل چیز مقدار ہے یعنی پیمایش،تو چوڑائی کی کوئی حاجت نہیں،اور خود محقق نے فرمایا ہے"مشائخ کا غیر مرئی نجاست میں

---

[1] قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۲

ابی یوسف انه کالجاری لایتنجس الا بالتغیر وھو الذی ینبغی تصحیحه لان الدلیل انما یقتضی عندالکثرۃ عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل وھو ایضا الحکم المجمع علیه علی ماقدمناہ من نقل شیخ الاسلام ویوافقه مافی المبتغی ان ماء الحوض فی حکم ماء جار[1] اھ۔ والعلامة نفسه اطال فیه الکلام فی رسالته تلك واحتج بالاحادیث والاٰثار وقال فی اٰخرہ فثبت ان ماء الغدر لایتنجس الا بالتغیر سواء کان الواقع فیه مرئیا اوغیر مرئی فالجاری اولی[2] اھ۔ وقال قبله علی قول صاحب الاختیار ان کانت النجاسة مرئیة لایتوضؤ من موضع الوقوع۔۔۔ الخ مانصه یقال له اذا کان الحکم ھذا فاین الاصل الذی ادعیته وھو ان الکثیر لاینجس وکیف خرج ھذا عن دلیل الاصل الذی اوردته وھو الحدیث[3] الخ وقال علی قول البدائع ان کانت مرئیة لایتوضؤ من الجانب الذی فیه الجیفة مانصه کله مخالف للاصل المذکور والحدیث[4] اھ۔	کہنا ہے کہ جہاں نجاست گری ہے وہاں سے وضو کرسکتا ہے اور مرئیہ میں نہیں، اور ابویوسف سے مروی ہے کہ یہ جاری پانی کی طرح ہے جب تک تغیر نہ ہوگا نجس نہ ہوگا اسی کی تصحیح ہونی چاہئے، کیونکہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ کثرت کی صورت میں صرف اسی وقت ناپاک ہو جبکہ تغیر آجائے اور اس میں کوئی قید نہ ہو، یہ بھی اجماعی حکم ہے ہم اس پر شیخ الاسلام کی نقل بیان کر آئے ہیں، اور مبتغیٰ میں اس کے موافق ہے کہ حوض کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اھ اور علّامہ نے خود اپنے اس رسالہ میں اس پر طویل بحث کی ہے اور احادیث وآثار سے استدلال کیا ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ تالابوں کا پانی تغیر سے ناپاک ہوتا ہے خواہ گرنے والی چیز مرئی ہو یا غیر مرئی، تو جاری میں یہ حکم بطریق اولیٰ ہوگا اھ۔ اور اس سے قبل صاحبِ اختیار پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو گرنے کی جگہ سے وضو نہیں کرے گا۔۔۔الخ ان کی عبارت اس طرح ہے "اُس سے کہا جائے گا کہ جب حکم یہ ہے تو اس اصل کا کیا ہوا جو آپ نے بیان کی تھی کہ کثیر پانی ناپاک نہیں ہوتا اور یہ اُس دلیل اصل سے کیسے خارج ہوگیا جس کو آپ نے بیان کیا تھا اور وہ حدیث ہے۔۔۔الخ اور بدائع کے قول پر فرمایا کہ اگر نجاست مرئیہ ہو تو جہاں مردار گرا ہے وہاں سے

ثم اقول: (ا) بل ادارۃ الامر علیه یبطل اعتبار	وضو نہیں کرے گا، ان کی یہ تمام عبارت اصل مذکور اور

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبه الوضوء ومالایجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲
[2] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[3] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض
[4] زہر الروض فی مسئلۃ الحوض

العرض فان المناط ح ان یکون بین النجاسة والماء یرید ان یأخذه عشرة اذرع فاذا وقع النجس فی احد اطراف ذلك الخندق لم یخلص الی الطرف الأخر طولا وان خلص عرضا فیجوز الاخذ من الطول بعد عشرة اذرع وان لم یجز من العرض (۲)**بل ھی** تبطل اعتبار المساحة رأسا اذ المدار علی ھذا علی الفصل فلوان خندقا طوله عشرة اذرع وعرضه شبر وقع فی طرف منه نجس جاز الوضوء من الطرف الأخر لوجود الفصل المانع للخلوص وھذا لایقول به احد منا(۳)**ولو** وقع النجس فی الوسط والغدیر عشر فی عشر بل عشرون فی العشرین الا اصبعا فی الجانبین تنجس کله لان الفصل فی کل جانب اقل من عشر وکذا(۴)اذا کان مائة فی مائة بل الفا فی الف عــہ ووقع بفصل عشر فی الاطراف ثم کل عشرین فی الاوساط قطرة نجس وجب تنجس الکل من دون تغیر وصف،مع کونه عشرة ألاف

حدیث کے مخالف ہے اھ

پھر میں کہتا ہوں کہ اس پر دارومدار کرنا عرض کے اعتبار کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ اس وقت علت حکم یہ ہے کہ اس کے اور نجاست کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہو تو اگر اس خندق کے ایک کنارے میں نجاست گر گئی تو وہ لمبائی میں دوسرے کنارے تک نہیں آسکتی اگرچہ چوڑائی میں دوسری طرف پہنچ جائے، تو لمبائی میں دس ہاتھ کے بُعد سے اس پانی کا استعمال جائز ہوگا اگرچہ چوڑائی سے جائز نہیں، بلاالکہ یہ مساحت کے اعتبار کو باطل کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں دارومدار فصل پر ہے اب اگر کسی خندق کی لمبائی دس ہاتھ ہے مگر چوڑائی ایک بالشت ہے اور اس کے ایک کنارہ میں نجاست گر جائے تو دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ خلوص کے لئے مانع موجود ہے، اور ہم میں سے یہ قول کسی کا نہیں۔ اور اگر نجاست تالاب کے بیچوں بیچ گر گئی اور تالاب دہ در دہ بلکہ بست در بست ہے مگر دونوں طرف سے ایک ایک انگل کم ہے تو پورے کا پورا ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ فصل ہر جہت میں دس سے کم ہے، اسی طرح اگر وہ سَو در سَو ہو بلاالکہ ہزار در ہزار ہو، اور نجاست دس ہاتھ

عــہ فتکفی لتنجیس عشرة ألاف ذراع خمس وعشرون قطیرة کحبة الجاورس مثلا ولتنجیس ماء منبسط فی الف الف ذراع الفان وخمسمائة۔ اھ منه غفرله۔(م)

دس ہزار گز کو نجس کرنے کیلئے نجاست کے پچیس قطرے باجرہ کے دانہ برابر کافی ہیں اور ایک لاکھ گز میں پھیلنے والے پانی کو نجس کرنے کیلئے دو ہزار پانچ سو قطرے کافی ہیں اھ منہ غفرلہ (ت)

ذراع بل الف الف،فالحق ان المدار ھو المقدار، والماء بعدہ کماء جار،واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول: ویظھر للعبد الضعیف انہ کان ینبغی ان یجعل ھذا ھو المقصود بظاھر الروایۃ ان الکثیر مالا یخلص بعضہ الی بعض واعتبروہ بالارتفاع والانخفاض بتحریك الوضوء من ساعتہ او الغسل اوالاغتراف اوالتکدر اوسرایۃ الصبغ والاول ھو الصحیح ویقرران المقصود بہ لیس الا تحصیل جامع بینہ وبین الجاری قال الامام ملك العلماء فی البدائع عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جاھل بال فی الماء الجاری ورجل اسفل منہ یتوضؤ بہ قال لا بأس بہ وھذا لان الماء الجاری مما لایخلص بعضہ الی بعض فالماء الذی یتوضؤ بہ یحتمل انہ نجس ویحتمل انہ طاھر والماء طاھر فی الاصل فلا نحکم بنجاستہ بالشك[1] اھ۔

اقول: معناہ ان البول یستھلك فی الماء فیصیر کجزء منہ لکن لایطھر لنجاسۃ عینا فھذا ماء بعضہ نجس غیران الماء الجاری لایتأثر بقیتہ بھذا البعض وھذا معنی قولہ لایخلص

کہ فاصلہ سے اطراف میں واقع ہو اور پھر ہر بیس کے درمیان میں ایک نجس قطرہ ہو تو کل نجس ہو جائیگا خواہ وصف میں تغیر نہ ہوا ہو دس ہزار گز ہونے کے باوجود بلاکلہ لاکھ گز ہونے کے باوجود حق یہ ہے کہ دار ومدار مقدار پر ہے اور پانی اس کے بعد ماءِ جاری کی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **میں کہتا ہوں** اس عبدِ ضعیف پر یہ ظاہر ہوا کہ مناسب یہ تھا کہ اسی کو ظاہر الروایۃ کا مقصود بنایا جاتا یعنی کثیر وہ ہے کہ بعض بعض میں شامل نہ ہو اور اس میں انہوں نے پانی کے زیر وبم کا لحاظ کیا ہے، وضو، غسل، چُلّو سے پانی لینے، گدلا ہونے یا رنگ کے سرایت کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اول ہی صحیح ہے، اور یہ مقرر ہے کہ مقصود اس پانی اور جاری پانی میں کوئی جہت جامعہ تلاش کرنا ہے، ملک العلماء نے بدائع میں ابو حنیفہ سے نقل کی ہے کہ اگر کوئی جاہل جاری پانی میں پیشاب کردے اور اس کے نچلے حصّے میں کوئی شخص وضو کر رہا ہو تو فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری پانی کے اجزا ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے ہیں، تو جس پانی سے وہ وضو کر رہا ہے اس کے بارے میں احتمال ہے کہ پاک ہو اور احتمال ہے کہ ناپاک ہو، اور پانی اصل کے اعتبار سے پاک ہے تو شک کی بناپر اس پر ناپاکی کا حکم نہیں کیا جائے گا اھ۔

میں کہتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ پیشاب پانی میں گُم ہوجاتا ہے اور اس کے ایک جزء کی طرح ہوجاتا ہے لیکن وہ پاک نہیں کرتا ہے کہ اس کی ذات نجس ہے تو یہ ایسا پانی ہے جس کا بعض نجس ہے مگر جاری پانی

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر المحل نجسا سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

بعضه الى بعض(۱)فاندفع مارد عليه العلامة قاسم فى الرسالة بقوله هذا مما لايكاد يفهم ومن نظر تدافع امواج الانهار جزم بخلاف مقتضى هذه العبارات[1] اھ۔ وكانه ظن ان المراد لايصل بعضه الى بعض(۲)ولو اريد هذا لم يكن فى تدافع الامواج مايدفعه فان التموج حين يوصل الماء الاول مكان الثانى ينقل الثانى الى مكان الثالث فلا يثبت وصول الاول الى الثانى بل الى مكانه الاول وبالجملة المقصود حصول هذا المعنى الملحق اياه بالجارى فاذا حصل لحق وصار لايقبل النجاسة اصلا لاانه يتنجس من موضع النجاسة الى حيث يخلص بعضه الى بعض ويبقى الباقى على طهارته حتى يجب ان يترك من موضع النجاسة قدر حوض صغير كما هى رواية الاملاء(۳)وذلك لان الماء يتنجس بالمتنجس تنجسه بالنجس فان صار قدر مايخلص اليه نجسا كيف يبقى مابعده طاهرا مع اتصاله به والله تعالٰى اعلم هذا۔

وذكر المسألة فى البدائع فجعل الجواز احكم وعدمه احوط حيث قال اذا كان الماء الراكد له طول بلا عرض كالانهار التى فيها مياه راكدة لم يذكر فى ظاهر الرواية وعن ابى نصر محمد بن محمد بن سلام

کے بقیہ اجزاء اس سے متاثر نہیں ہوتے ہیں، اور یہی مفہوم اس عبارت کا ہے کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض کی طرف نہیں پہنچتا ہے، تو وہ اعتراض جو علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں کیا وہ ختم ہوا، اعتراض یہ ہے "یہ ایک ناقابلِ فہم چیز ہے اور جو شخص بھی نہروں کی ٹکراتی ہوئی موجوں کا مشاہدہ کرے گا اس کو معلوم ہوجائیگا کہ ان عبارات میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے" اور غالباً انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ پانی کا بعض حصّہ دوسرے بعض تک نہیں پہنچتا ہے، اگر بات یہی ہوتی تو موجوں کے ٹکراؤ سے اس کی تردید نہ ہوئی، کیونکہ موج جب پہلے کو دوسرے کی جگہ لے جائے گی تو دوسرے کو تیسرے کی جگہ لے جائے گی تو پہلا پانی دوسرے پانی کی جگہ تک نہیں پہنچے گا بلکہ اس کی پہلی جگہ تک پہنچے گا، خلاصہ یہ کہ اس میں اس وصف کا حاصل ہونا ہے جو اس کو جاری پانی سے ملاتا ہے، اگر یہ وصف پایا جائیگا تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہوگا اور نجاست کو بالکل قبول نہ کریگا، یہ نہیں کہ نجاست کی جگہ سے وہ ناپاک ہوجائیگا، اور جہاں تک اس کے اجزاء جائیں گے اور باقی اپنی اصلی طہارت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ نجاست کی جگہ سے چھوٹے حوض کی مقدار میں جگہ چھوڑ دی جائے جیسا کہ یہ املاء کی روایت ہے کیونکہ پانی ناپاک چیز سے ایسا ہی ناپاک ہوجاتا ہے جیسا کہ خود نجس چیز سے، تو اگر اتنی مقدار جو اس کی طرف

[1] رسالہ لعلامہ قاسم

ان کان طول الماء مما لایخلص بعضه الی بعض یجوز التوضؤ به وعن ابی سلیمٰن الجوز جانی لاوعلی قوله لووقعت فیه نجاسة ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان کان فی وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع فما ذھب الیه ابو نصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لایوجب فلا ینجس بالشك وماقاله ابوسلیمن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لایوجب التنجیس فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسة احتیاطا[1] اھ۔

اقول:(۱) فی کلا التعلیلین نظر بل الطول یوجب الطھارة والعرض لایوجب تنجیسه لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جھة الطول ظاھر ووجوده من جھة العرض زائل لان بقلة العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منه الی الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص و

آرہی ہے نجس ہوجائے تو اس کے بعد جو بچا ہے وہ طاہر کیسے رہے گا حالانکہ وہ بھی اس کے ساتھ متصل ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔ بدائع میں مسئلہ کا ذکر کیا اور جواز کو مضبوط اور عدمِ جواز کو احوط قرار دیا، فرمایا جب پانی ٹھہرا ہوا ہو اس میں طول ہو مگر عرض نہ ہو جیسا کہ نہروں میں ٹھہرا ہوا پانی۔ ظاہر روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور ابو نصر محمد بن محمد بن سلام سے مروی ہے کہ اگر پانی کی لمبائی ایسی ہے کہ پانی کا بعض دوسرے بعض تک نہ پہنچتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے، ابو سلیمان الجوز جانی سے ہے کہ نہیں، اور ان کے قول پر اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو اگر کسی ایک کنارے پر ہو تو دس ہاتھ کی تعداد پر ناپاک ہوجائے گا، اور اگر درمیان میں ہو تو ہر جانب سے دس ہاتھ ناپاک ہوجائے گا تو ابو نصر کا قول اقرب الی الحکم ہے کیونکہ چوڑائی کا اعتبار ناپاک کرتا ہے اور لمبائی کا اعتبار نجاست لازم نہیں کرتا، تو شک سے ناپاک نہ ہوگا، اور جو ابو سلیمان نے کہا وہ اقرب الی الاحتیاط ہے کیونکہ لمبائی کا اعتبار اگر نجس کرنے کو واجب نہیں کرتا تو چوڑائی کا اعتبار واجب کرتا ہے تو نجاست کا حکم احتیاطاً لگایا جائے گا اھ۔

میں کہتا ہوں دونوں تعلیلوں پر اعتراض ہے بلاکہ لمبائی طہارت کو واجب کرتی ہے اور چوڑائی اس کی ناپاکی کو واجب نہیں کرتی کیونکہ دارومدار خلوص کے ہونے نہ ہونے پر ہے تو اس کا عدم لمبائی کے اعتبار سے ظاہر ہے اور اس کا وجود چوڑائی کے اعتبار سے زائل ہے، کیونکہ چوڑائی کی قلّت سے خلوص حاصل ہوگا چوڑائی میں تو اس سے لمبائی کی طرف کیسے چلے گا حالانکہ

[1] بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

ان شئت فشاهده بما جعلوه معيار الخلوص وعدمه فانك اذا توضأت فيه يتحرك فی عرضه لاجميع طوله وكذا الصبغ والتكدير واجاب فی البحر بان هذا وان كان الاوجه الا انهم وسعوا الامر على الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الى العرض كما اشار اليه فی التجنيس بقوله تيسيرا على المسلمين[1] اھ واقره ش۔

فصل خلوص کو مانع ہے، اور اگر تو چاہے تو اس کا مشاہدہ اس چیز سے کر جس کو انہوں نے خلوص وعدمِ خلوص کا معیار قرار دیا ہے کیونکہ جب اس میں وضو کریں گے تو اس کے عرض میں اس کی حرکت ہوگی نہ کہ اس کے طول میں۔ اسی طرح رنگ اور گدلا پن۔ اور بحر میں جواب دیا کہ یہ اگرچہ اوجہ ہے مگر فقہاء نے لوگوں پر معاملہ کو آسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طول کو عرض سے ملایا جائے، چنانچہ تجنیس میں فرمایا تیسیرا علی المسلمین اھ (مسلمانوں کو سہولت دینے کیلئے) اور اس کو برقرار رکھا "ش" نے۔

اقول: (۱) ليس باوجه فضلا عن ان يكون الاوجه وانما الاوجه الجواز كما علمت وبالله التوفيق هذا ثم ذكر فی زهرالروض (۴) **فرع الخانية** حوض كبير فيه مشرعة ان كان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لايجوز فيه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لاينفع (۵) كحوض (۲) كبير انشعب منه حوض صغير فتوضأ فی الصغير لايجوز وان كان ماء الصغير متصلا بماء الكبير وكذا لايعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان كانت الالواح مشدودة[2] اھ۔

میں کہتا ہوں یہ اوجہ نہیں، چہ جائیکہ الاوجہ ہو، اوجہ تو جواز ہی ہے جیسا کہ آپ نے جانا **وبالله التوفيق** پھر زہرالروض میں فرمایا، (۴) خانیہ کی فرع، ایک بڑا حوض ہے جس میں ایک نالی ہے، اب اگر اس کے تختے تابوت کی طرح ملے ہوئے ہیں تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا متصل ہونا نفع بخش نہیں ہے، جیسے بڑے حوض (۵) بڑے سے چھوٹا حوض نکال لیا جائے اور کوئی شخص اس چھوٹے حوض سے وضو کرے تو جائز نہیں اگرچہ چھوٹے کا پانی بڑے کے پانی سے متصل ہو اسی طرح نالی کے پانی کا نیچے کے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں اگر تختے بندھے ہوں اھ۔

اقول: انما مبناه فيما يظهر ماتقدم فی فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلاشك

میں کہتا ہوں اس کا دارومدار بظاہر اسی چیز پر ہے جو تیسری فرع میں گزرا یعنی چوڑائی کی شرط ورنہ

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[2] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

فی حصول المساحۃ المطلوبۃ عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطہ خلاف الصحیح الرجیح الوجیہ(۲) **وفرع**(۱) الخانیۃ حوض صغیر یدخل الماء من جانب ویخرج من جانب قالوا ان کان اربعا فی اربع فمادونہ یجوز فیہ التوضی وان کان اکثر لا الا فی موضع دخول الماء وخروجہ لان فی الوجہ الاول مایقع فیہ من الماء المستعمل لایستقر فیہ بل یخرج کما دخل فکان جاریا وفی الوجہ الثانی یستقر فیہ الماء ولا یخرج الا بعد زمان والاصح ان ھذا التقدیر لیس بلازم وانما الاعتماد علی ماذکر من المعنی فینظر فیہ ان کان ماوقع فیہ من الماء المستعمل یخرج من ساعتہ ولا یستقر فیہ یجوز فیہ التوضی والا فلا وذلک یختلف بکثرۃ الماء الذی یدخل فیہ وقوتہ وضد ذلک[1] اھ۔

اقول: ھو خلاف ماعلیہ الفتوٰی قال فی الدر والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک کحوض صغیر یدخلہ الماء من جانب ویخرج من اٰخر یجوز التوضی من کل الجوانب مطلقا یفتی[2] اھ ای سواء کان اربعا فی اربع او اکثر اھ۔ ش[3]

مطلوبہ پیمائش کے پانی کے اتصال کے وقت حاصل ہوجانے میں کوئی شک نہیں، اور آپ جان چکے ہیں کہ اس کی شرط صحیح رجیح وجیہ کے خلاف ہے۔ خانیہ کی فرع، ایک چھوٹا حوض ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکلتا ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر چہار در چہار ہے یا اس سے کم ہے تو اس میں وضو جائز ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہ ہوگا، صرف پانی کے داخل ہونے کی جگہ سے یا خارج ہونے کی جگہ سے ہوجائے گا کیونکہ پہلی صورت میں جو مستعمل پانی اس میں داخل ہوگا وہ اس میں نہیں ٹھہریگا بلکہ داخل ہوتے ہی نکل جائے گا تو جاری ہوگا اور دوسری صورت میں پانی اس میں ٹھہریگا اور کافی دیر بعد نکلے گا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اندازہ لازم نہیں ہے، اور اعتماد صرف اسی وصف پر ہے جو ذکر کیا گیا ہے، تو اس میں غور کیا جائے کہ اگر مستعمل پانی داخل ہوتے ہی نکل جاتا ہے اور اس میں ٹھہرتا نہیں تو اس میں وضوء جائز ہے ورنہ نہیں اس کا دارومدار اس پانی کی قوت وضعف پر ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور نکلتا ہے اھ۔

میں کہتا ہوں یہ مفتی بہ قول کے خلاف ہے، در میں فرمایا فقہاء نے حوض حمام کو جاری پانی کا حکم دیا ہے، خواہ پانی اتر رہا ہو اور مسلسل چلّو بھر کر پانی لیا جائے جیسے چھوٹا حوض کہ جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو ایسے حوض کے ہر طرف سے وضو جائز ہے، اسی پر فتوٰی ہے، یعنی وہ چار چار کا ہو یا زیادہ

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳
[2] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

وعلیه الفتوی من غیر تفصیل هندیة عن صدر الشریعة والمجتبی والدرایة(۷)**وفرع الخانیة** بعد مامر وکذا قالوا(۱)فی عین ماء هی سبع فی سبع ینبع الماء من اسفلها ویخرج من منفذها لایجوز فیه التوضی الا فی موضع خروج الماء منها[1]اھ

اقول: هو ایضا خلاف الفتوی قال فی الدر بعد ماتقدم وکعین هی خمس فی خمس ینبع الماء منه به یفتی[2]اھ۔ قال الشیخ اعنی ابن الشحنة وصرح الامام الحصیری فی خیر مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذی استعمله ووقع منه[3]اھ قال وهذا محقق استعماله فی الحوض الذی سألت عنه وهذه الفروع صریحة فی عین مسألتك[4]اھ۔**اقول:**(۲)**اولا** کل هذه الفروع ماعدا الاولین خلاف الصحیح والمفتی به کما علمت وکذا الاولان علی محمل یفیده کما سیأتی فلا یصح الاحتجاج بها(۳)**وثانیا** هذه سبعة فروع وان عددت فرع البزازیة والتجنیس والخانیة الاولی کلا بحیاله فتسعة ولیس فی شیئ منها مایفید دعوی التسویة بین الملقی والملاقی فی سلب الطهوریة حتی الفرع السادس فرع حوض

ہو اھ ش۔اور اسی پر فتوی ہے بلا تفصیل ہندیہ،صدر الشریعۃ، مجتبی اور درایہ سے۔خانیہ (۷) کی فرع: اسی طرح فقہاء نے اس چشمے کی بابت فرمایا ہے جو سات سات کا ہو،اس کے نیچے پانی کا سوتا ہو اور پانی اس کی نالی سے نکلتا ہو،اس حوض سے صرف اسی جگہ سے وضو جائز ہے جہاں سے پانی نکل رہا ہے اھ۔

میں کہتا ہوں یہ بھی خلاف فتوی ہے،در میں فرمایا اور جیسے وہ چشمہ جو پانچ پانچ کا ہو،جس میں پانی پھُوٹ رہا ہو،یہ مفتی بہ ہے اھ شیخ ابن الشحنہ نے فرمایا اور امام حصیری نے خیر مطلوب میں صراحت کی کہ اصل چیز یہ ہے کہ مستعمل پانی کو دوبارہ مستعمل نہیں ہونا چاہئے اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے،اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ اور جو تم سے سوال کیا ہے اس میں ایسا ہونا متحقق ہے،اور یہ فروع تمہارے سوال کے سلسلہ میں صریح ہیں اھ

میں کہتا ہوں اولا یہ تمام فروع سوائے پہلی دو کے صحیح اور مفتی بہ کے خلاف ہیں،جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا،اور پہلی دو بھی ایسے محمل پر جو اس کا فائدہ دے،جیسا کہ آگے آئے گا تو ان سے استدلال صحیح نہیں،اور ثانیا یہ سات فروع ہیں اور اگر آپ بزازیہ، تجنیس اور خانیہ کی پہلی عبارت کو مستقل شمار کریں تو کل نَو ہوئیں مگر ان میں کہیں یہ دعوٰی نہیں کہ ملقی اور ملاقی میں سلبِ طہوریت میں مساوات ہے،یہاں تک کہ

[1] قاضی خان فصل فی المیاہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[3] رسالہ ابن شحنۃ

[4] رسالہ ابن شحنۃ

صغیر یدخل فیه الماء ویخرج وذلك لان کلها یحتمل الوضوء فیه بالمعنی الثانی اعنی بغمس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الی الظرفیة وقد قال فی الخانیة حوض کبیر وقعت فیه النجاسة ان کانت النجاسة مرئیة لایجوز الوضوء ولا الاغتسال فی ذلك الموضع بل یتنحی الی ناحیة اخری بینه وبین النجاسة اکثر من الحوض الصغیر وان کانت غیر مرئیة قال مشائخنا ومشائخ بلخ جاز الوضوء فی موضع النجاسة[1] اھ۔فلیس یخاف ان المراد عـــه المعنی الثانی اذلا معنی لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحیث تقع الغسالة فی موضع النجاسة ولا وجه علی هذا للفرق بین المرئیة وغیرها وهذا کما تری یشمل الفرع السادس فانه اذالم یستقع مایقع فیه من الماء بل یخرج من ساعته کان جاریا کما ذکر والجاری لایتاثر بالغمس واذا کان یستقر ولا یخرج الا بعد زمان کان راکدا وهو صغیر فیضره الغمس فلیس فی الفروع شیئا مما یفید دعواه نعم هی صریحة فی دعوٰنا ان الملاقی کله یصیر مستعملا اماما اراد الشیخ فانما یلمح الیه تعلیل الفرع السادس

چھٹی فرع جو چھوٹے حوض سے متعلق ہے جس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں اس امر کا احتمال ہے کہ اس میں وضو کرنا دوسرے معنی کے اعتبار سے ہو، یعنی اعضاء کو ڈبو کر، اور تم جان چکے ہو کہ یہی معنی ظرفیت کے زیادہ قریب ہیں۔ اور خانیہ میں فرمایا کہ ایک بڑا حوض ہے جس میں نجاست گر گئی اب اگر نجاست مرئیہ ہے تو اس سے نہ وضو جائز ہے نہ غسل، اُس جگہ سے جہاں نجاست گری ہے بلکہ وہ نجاست گرنے کی جگہ سے ایک چھوٹے حوض کے فاصلہ کی مقدار میں دُور ہو جائے، اور اگر وہ نجاست غیر مرئیہ ہے تو ہمارے مشائخ اور بلخ کے مشائخ نے فرمایا جہاں نجاست گری ہے وہاں سے بھی وضو کرنا جائز ہے اھتو ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آدمی حوض کے باہر اس طرح وضو کرے کہ اس کا دھوون حوض میں خاص اس جگہ کرے جہاں نجاست گری تھی، اور پھر اس صورت میں مرئیہ اور غیر مرئیہ کے درمیان فرق کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھٹی فرع کو شامل ہے، کیونکہ جب اس میں جانے والا پانی ٹھہرا نہیں، تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہوگیا اور جاری پانی اعضاء کے ڈبونے سے متاثر نہیں ہوتا ہے،

عـــه وحمل الوضوء والاغتسال علی الاغتراف وفی علی من بعید یاباہ الذوق السلیم اھ منه م)

اور وضو اور غسل کو چُلّو سے لینے پر محمول کرنا اور "فی" کو "من" کے معنی میں کرنا بعید ہے، ذوقِ سلیم اس سے انکار کرتا ہے اھ (ت)

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

المذکور فی الخانیة لزیادة لفظ المستعمل ولولم یزده لرجع الی ماذکرنا انه اذالم یستقر الماء فیه کان جاریا وکذا تعلیل الحصیری وقد(۱)علمتم ماافاده شیخکم المحقق علی الاطلاق فی فرع فی الخانیة انه بناء علی کون المستعمل نجسا وکذا کثیر من اشباه هذا فاما علی المختار من روایة انه طاهر غیر طهور فلا فلتحفظ لیفرع علیها ولا یفتی بمثل هذه الفروع[1] اھ فاذا کان هذا فی الفروع فما بالك بالتعلیلات۔

اور اگر وہ ٹھہر کر تھوڑی دیر میں خارج ہوتا ہے تو وہ ٹھہرا ہوا ہے، تو حوض کے چھوٹا ہونے کی صورت میں اس کو مضر ہوگا، تو فروع میں سے کوئی بھی ان کے دعوٰی کے حق میں مفید نہیں ہے ہاں یہ فروع ہمارے دعوٰی میں صریح ہیں کہ کل ملاقی مستعمل ہوجائے گا اور جو شیخ کی مراد ہے اس کی طرف خانیہ کی چھٹی فرع کی تعلیل میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے مستعمل کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور اگر وہ یہ لفظ نہ بڑھاتے تو اس کا مفہوم بھی وہی نکلتا کہ جب پانی اس میں ٹھہرا نہیں تو جاری ہے اور یہی حال حصیری کی تعلیل کا ہے، اور آپ جان چکے ہیں، خانیہ کی فرع میں جو تمہارے شیخ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے وہ مستعمل پانی کے نجس ہونے پر مبنی ہے اور اسی طرح اس کے بہت سے نظائر کا حال ہے اور اگر مختار روایت لی جائے جس میں اس پانی کو طاہر غیر طہور قرار دیا گیا ہے تو ایسا نہ ہوگا، اس کو یاد رکھا جائے اور اسی پر تفریعات کی جائیں اور ان جیسی فروع پر فتوی نہ دیا جائے اھ جب فرع کا یہ حال ہے تو تعلیلات کا کیا حال ہوگا!

وانااقول: احالة الخانیة علی استقرار المستعمل یحتمل البناء علی احد ضعیفین نجاسة المستعمل اوخروج الماء عن الطهوریة بوقوع المستعمل وان قل وهو المتعین فی کلام الحصیری وکلاهما خلاف الصحیح المعتمد بتصریح اجلة الاکابر حتی الشیخ نفسه فی هذه الرسالة نفسها کما سیأتی ان شاء الله تعالی فههنا افسد الشیخ علینا ماأردنا حمل کلامه علیه من ان المراد الوضوء بالغمس اما الفروع

میں کہتا ہوں خانیہ کا مستعمل پانی کے استقرار پر محوّل کرنا دو میں سے کسی ایک ضعیف چیز پر مبنی ہے یا تو مستعمل پانی کی نجاست یا پانی کا طہوریت سے خارج ہونا مستعمل پانی کے مل جانے کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی کم ہو، اور حصیری کے کلام میں بھی یہی متعین ہے، اور اکابر کی تصحیح کے مطابق یہ دونوں صحیح معتمد کے خلاف ہیں، یہاں تک کہ شیخ نے خود بھی اسی رسالہ میں اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اِن شاء اللہ تعالٰی، اس طرح ہم نے شیخ کے کلام کا جو حل تلاش کیا تھا

[1] فتح القدیر قبیل بحث الغدیر العظیم سکھر ۱/۷۰

فلیس الاولی بناء ان نعمد الی کلمات الائمة فنحملها علی محمل ضعیف غیر مقبول مع صحة الصحیح وبالله التوفیق۔	وہ بھی درست نہ ہوسکا، یعنی یہ کہ وضو سے مراد اعضاء کا ڈبونا ہے، اور جہاں تک فروع کا تعلق ہے تو ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ ائمہ کے کلمات کو ضعیف محمل پر محمول کریں حالانکہ صحیح بھی موجود ہو، وبالله التوفیق۔
ثم عقد رحمه الله تعالٰی فصلا فی تعریف الماء المستعل وما یصیر به مستعملا ومالا وذکر فیه ماقدمنا عن القدوری عن الجرجانی وعن مبسوط شمس الائمة السرخسی من ان سقوط حکم الاستعمال عند محمد فی من دخل البئر للدلولاجل الضرورة وکذا ادخال الجنب یده فی الاناء(ای للاغتراف عند عدم مایغترف به کما قدمنا)وطالب الدلو رجله فی البئر ولو ادخل رجله فی الاناء اورأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فیالیت شعری ماجواب التمسك بهذه المسألة(ای مسألة من دخل البئر للدلو لم یستعمل عند محمد)عن کلام ھؤلاء الائمة الاساطین ثم ذکر ماقدمنا عن الفوائد الظهیریة عن شیخ الاسلام خواھر زادہ عن محمد قال وھذا نقل صریح عن الامام الثالث نقل مثل خواھر زادہ ثم ذکر کلام الکافی المقدم وانه حکی کلام القدوری ولم یتعقبه قال فظهرلك بهذا ان ادخال الید فی الحوض الصغیر بقصد التوضی فیه سالب عن الماء وصف الطهوریة لارتفاع الحدث والتقرب بادخال الید ونزعها باتفاق علمائنا الاربعة	پھر انہوں نے مستعمل پانی کی تعریف میں ایک فصل قائم کی، اس میں یہ بتایا کہ کب پانی مستعمل ہوتا ہے اور کب نہیں، اور انہوں نے اس سلسلہ میں قدوری، جرجانی اور شمس الائمہ سرخسی کی مبسوط سے عبارات نقل کیں، اور بتایا کہ محمد کے نزدیک جو شخص کُنویں سے ڈول نکالنے کیلئے داخل ہو اس سے پانی کا مستعمل نہ ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اسی طرح جُنب شخص کا چھوٹا برتن نہ ہونے کی صورت میں ٹب میں ہاتھ کو داخل کرنے کا معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص ڈول نکالنے کیلئے کنویں میں اپنا پیر ڈالے تو اس کا حکم وہی ہے، اگر یہ شخص اپنا پیر برتن ڈال دے یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کہ حاجت منعدم ہے، فرمایا معلوم نہیں جو اس مسئلہ سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب کیا ہوگا (یعنی یہ مسئلہ کہ محمد کے نزدیک کنویں سے ڈول نکالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا) ان ائمہ کے کلام کا! پھر انہوں نے وہ ذکر کیا جو ہم فوائد ظہیریہ سے شیخ الاسلام خواہر زادہ سے محمد سے روایت کو نقل کیا، فرمایا یہ صریح نقل ہے تیسرے امام سے اس کو خواہر زادہ جیسے شخص نے نقل کیا، پھر کافی کا گزشتہ کلام نقل کیا اور قدوری کا کلام نقل کیا مگر اس کا تعاقب نہ کیا، فرمایا اس سے ظاہر ہوا کہ

(یرید الائمة الثلثة وزفر) رضی اللہ عنہم واذا تجرد عن القصد المذکور فھو غیر مؤثر فی قول مردود ثبوته عن محمد ردہ ھؤلاء الاساطین الذین لایلتفت الی قول غیرھم فی المذھب، ثم اید رد ثبوته (ا) عن محمد عـــہ بقول الامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر لانص فیه عن اصحابنا قال وذکر المتأخرون فیھا خلافا ثم حکی ان من علمائنا من قال ان الماء یصیر مستعملا عند محمد برفع الحدث ایضا لانتقال الاثام الی الماء وانما لم یصر ماء البئر مستعملا فی مسألة الجنب عند محمد لمکان الضرورۃ ثم قال ولعمری انی لاعجب ممن یقول فی مسألتنا ھذہ ان مستندہ فی افتائه یجوز التوضی فی ھذا الحوض مسألة البئر والحال انه لاجامع بینھما لان تلك فی من تجرد عن النیة وھذہ فیمن یتوضأ ماھذا الا عجیب واللہ الموفق ثم اورد کلام شیخه فی الفتح الذی ذکرنا فی النمرۃ الاولی الی قوله کذا فی الخلاصة [1]۔	وضو کرنے والے کا چھوٹے حوض میں ہاتھ کو داخل کرنا بہ نیت وضو پانی سے طہوریت کے وصف کو سلب کردے گا کیونکہ ہاتھ کے ڈال کر نکالنے سے ہمارے ائمہ اربعہ (ائمہ ثلثہ وزفر) کے اتفاق سے پانی کا وصف طہوریت ختم ہوجائے گا، حدث کے ختم ہوجانے اور تقرب کے حاصل کرنے کی وجہ سے، اور جب قصد مذکور نہ ہو تو وہ غیر مؤثر ہے ایک قول کے مطابق جس کا ثبوت محمد سے نہیں ہے اس کو ائمہ مذہب نے رد کیا ہے جن کا قول فیصل ہے، پھر اس کو محمد کا قول نہ ہونے پر شرح جامع صغیر میں قاضی خان کے قول سے مؤید کیا ہے کہ اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں ہمارے اصحاب کی کوئی نص نہیں، فرمایا کہ متاخرین نے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، پھر یہ حکایت کی کہ ہمارے علماء میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ محمد کے نزدیک حدث کے مرتفع ہونے سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے، کیونکہ پانی کی طرف گناہ منتقل ہوتے ہیں، اور کنویں کے مسئلہ میں جنب کے داخل ہونے سے پانی کا مستعمل نہ ہونا محمد کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے ہے، پھر فرمایا مجھے بے انتہا تعجب ہے اس مسئلہ میں کہ انہوں نے اپنے فتوی کی سند کنویں کے مسئلہ کو بنایا ہے اور یہ فتوی دیا ہے کہ اس حوض میں وضو جائز ہے حالانکہ دونوں
عـــہ وقع فی صدر الرسالة عند ذکر الکتب عد العنایة سھوا مرتین فلیکن ھذا متم الاربعین بل الذی یاتی عن خزانة المفتین اھ منه غفرله)	شروع رسالہ میں جہاں کتابوں کا ذکر ہے عنایہ کا شمار سہواً دو ۲ دفعہ کیا ہے۔ پس چاہئے یہ چالیس کا تتمہ ہو بلاکلہ وہ جو خزانۃ المفتین سے آرہا ہے اھ (ت)

[1] شرح جامع الصغیر لقاضی خان اور رسالہ ابن شحنہ

اقول: کله کلام طیب وعنه اخذت عبارة الفوائد الظهیریة(ا)غیر ان ما قال فی لعمری انی لاعجب فلعمری انی لاعجب واذ قد حقق الشیخ ان الصحیح عن محمد ایضا عدم الفرق بین النیة وعدمها فما منشؤ هذا الفارق وانما کان علیه ان یقول تلك للضرورة وهذه بدونها ثم عقد تذنیبا یسرد فروع مایصیر به الماء مستعملا ومالا وقدم علیها تنبیها فی ان الفتوی فی سبب الاستعمال علی قولهما انه رفع حدث اوالتقرب لاعلی قول محمد انه التقرب فقط ونقل تصحیح قولهما عن الخلاصة والخانیة وخزانة المفتین والاختیار والبزازیة۔

اقول: اراد التنبیه علیه علی تسلیم خلاف محمد والا فلا حاجة الیه بعدما قدثبت ان الاول قولهم جمیعا وان الثانی لم یثبت عن الثالث هذا وفیه مما یفیدنا فی المسألة فرع الخلاصة وخزانة المفتین ادخل یده فی الاناء اورجله للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورة[1] اھ وقدمناہ

کے درمیان کوئی علت جامع موجود نہیں کیونکہ وہ مسئلہ نیت کے نہ ہونے کا ہے اور یہ وہ ہے جس میں نیتِ وضو پائی جاتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے **واللہ الموفق**۔ پھر انہوں نے اپنے شیخ کا کلام ذکر کیا جو ہم نے نمرہ اولیٰ میں ذکر کیا کذافی الخلاصہ تک۔

میں کہتا ہوں سارا کلام اچھا ہے اور اسی سے فوائد ظہیریہ کی عبارت لی گئی ہے سوائے اس قول کے کہ "مجھے بے انتہا تعجب ہے"۔ تو مجھے ان پر بے انتہا تعجب ہے کیونکہ جب شیخ نے یہ تحقیق کی ہے کہ محمد سے صحیح یہ ہے کہ نیت اور عدمِ نیت میں کوئی فرق نہیں، تو یہ فارق کہاں سے آگیا، دراصل ان کو کہنا یہ چاہئے تھا کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ بلا ضرورت ہے، پھر ایک تذنیب قائم کی اس میں ان فروع کا ذکر کیا ہے جن میں پانی مستعمل ہوتا ہے اور نہیں ہوتا ہے اس سے پہلے ایک تنبیہ ذکر کی، اس میں یہ بتایا ہے کہ سبب استعمال میں فتوٰی شیخین کے قول پر ہے اور وہ سبب یا تو رفع حدث ہے یا تقرب ہے، محمد کے قول پر نہیں ہے کہ سبب صرف تقرب ہے اور انہوں نے اُن دونوں کے قول کی تصحیح نقل کی خلاصہ، خانیہ، خزانۃ المفتین، اختیار اور بزازیہ سے۔

میں کہتا ہوں تنبیہ سے ان کا مقصود محمد کے خلاف کو تسلیم کرنا ہے، ورنہ اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ پہلا سب ہی کا قول ہے اس کی حاجت نہیں ہے اور دوسرا تیسرے سے ثابت نہیں، اس کو سمجھئے کہ یہ ہمیں مسئلہ میں فائدہ دے گا، خلاصہ اور خزانہ کی فرع، کسی نے اپنا ہاتھ یا پیر برتن میں ٹھنڈا کرنے کو ڈالا تو مستعمل ہوجائیگا کہ ضرورت

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۶/۱

عن الخلاصة والخانية والبزازية والغنية۔

وفرع الخانية قال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی ذراعیه جبائر فغمسها فی الماء اوغمس رأسه فی الاناء لایجوز ویصیر الماء مستعملا [1] اھ۔ قال وانما قدمت ھذا التنبیه تنبیھا لمن یظن ان الفتوی علی قول محمد رحمه الله تعالٰی فی ذلك لاطلاق اصحاب الکتب ان الفتوی علی قوله فی الماء المستعمل وانما مرادھم ان الفتوی علی قوله فی کونه طاھرا لافیما یصیر به مستعملا علی انه سیرد علیه فی الفصل الثانی ان التحقیق ان ھذا(ای طھارته)مذھب ابی حنیفة ایضا وانما اشتھرت نسبته الی محمد لکونه فی جملة من رواہ عن الامام [2] اھ۔

اقول: ای انه اجل من رواہ وقد اخذ به وھذا اول التصحیحین الموعود بیانھما ثم اتی علی سرد الفروع وفیھا مما یفیدنا فرع الخلاصة ان ادخال الکف مجردا انما لایصیر مستعملا اذالم یرد الغسل فیه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان کان اصبعا اواکثر دون الکف لایضر ومع الکف بخلافه [3] اھ

نہ تھی اھ، ہم نے خلاصہ، خانیہ، بزازیہ، اور غنیہ سے پیش کردیا ہے۔ خانیہ کی فرع، محمد نے فرمایا کسی کے ہاتھ پر پٹیاں ہوں، پھر وہ ہاتھ پانی میں ڈبودے یا سر ڈبودے تو جائز نہیں، اور پانی مستعمل ہوجائیگا اھ۔ اور فرمایا میں نے یہ تنبیہ اس لئے کی ہے تاکہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے وہ متنبہ ہوجائیں کیونکہ اصحاب کتب نے اطلاق فرمایا ہے کہ فتوٰی ان کے قول پر ہے مستعمل پانی میں۔ حالانکہ ان کی مراد یہ ہے کہ فتوٰی محمد کے قول پر ہے پانی کے طاہر ہونے میں نہ کہ مستعمل ہونے میں۔ علاوہ ازیں آپ دوسری فصل میں دیکھیں گے کہ تحقیق یہی ہے کہ یہ (یعنی اس کی طہارت) مذہب ابی حنیفہ بھی ہے، اس کی نسبت محمد کی طرف محض اس لئے مشہور ہوگئی ہے کہ وہ بھی اس کے راویوں میں ہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وہ اس کے راویوں میں بزرگ تر ہیں اور انہوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہ پہلی تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا، پھر فروع کا بیان کیا۔ خلاصہ کی فرع، ہاتھ کا داخل کرنا محض پانی لینے کیلئے، بلا ارادہ غسل، پانی کو مستعمل نہیں کرتا ہے، اور اگر بہ نیتِ غسل ہو تو اگر ایک ہتھیلی سے کم ہے تو مضر نہیں، اور اگر ایک ہتھیلی ہے تو مضر ہے اھ۔

[1] فتاوٰی خانیۃ المعروف بقاضی خان فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۸/۱

[2] رسالہ ابن الشحنۃ

[3] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۶/۱

قلت: وقدمنا تحقیق ان الانملة والظفر والکف سواء وفرع الخلاصة عن فقه الامراء هذا اذاکان الذی یدخل یده فی الاناء اوالبئر بالغا فان کان صبیا ان علم ان یده طاهرة بان کان مع الصبی رقیب فی السکة یجوز التوضی بذلك[1] الخ	میں کہتا ہوں ہم پہلے تحقیق پیش کر آئے ہیں کہ پورا ناخن اور ہتھیلی حکم میں برابر ہیں۔ خلاصہ کی فرع فقہ الامراء سے، یہ اُس وقت ہے جبکہ ہاتھ داخل کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ پاک تھا مثلاً بچّہ گلی میں اپنے کسی محافظ کے ہمراہ تھا تو اس سے وضو جائز ہے۔۔۔الخ
اقول: وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ یده فی اناء اوبئر لم یجز الوضوء(۱) به هذا کنص کتاب الحسن لایبقی لتاویل البحر مساغا ثم عقد الفصل الثانی فی حکم الماء المستعمل ومتی یصیر مستعملا وقال بعد ما بین ماهو بین بنفسه ومسلم عند الکل اعنی عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل عند ائمتنا جمیعا مانصه هذا مع عمومه یشهد للفصل الاول قال وکفی بذلك[2] حجة اھ۔	**میں کہتا ہوں** اس سے بالغ و نابالغ میں فرق ظاہر ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالغ نے برتن یا کنویں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو اس سے وضو جائز نہیں اور یہ حسن کی کتاب کے نص کی طرح ہے۔ اس میں بحر کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، پھر دوسری فصل مستعمل پانی کے حکم کے بیان میں قائم کی، اور یہ بتایا کہ پانی کب مستعمل ہوگا، اور پھر جو انہوں نے اس کو واضح کرنے کے بعد جو خود واضح ہے اور تمام کے نزدیک مسلّم ہے یعنی مستعمل پانی سے وضو کا جائز نہ ہونا ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک کہا اس کی نص یہ ہے "یہ اپنے عموم کے ساتھ پہلی فصل کیلئے شہادت دیتی ہے" اور یہ کافی حجت ہے اھ۔ (ت)
اقول: (۲) هذا نظیر تمسك البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرة للغلبة ولم یلاحظ ان الشأن فی قصر الاستعمال علی ماالتصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی هذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث	**میں کہتا ہوں** یہ بحر کے اطلاق کو دلیل بنانے کی ایک نظیر ہے تو انہوں نے اطلاق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اعتبار غلبہ کا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ مستعمل ہونا اُسی پانی کیلئے ہے جو جلد سے متصل ہو، اور شیخ نے اس عموم کی طرف دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ گفتگو اس امر میں ہے کہ تھوڑا پانی مکمل طور پر مستعمل ہو جائے گا خواہ

[1] خلاصۃ الفتاوی الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

[2] رسالہ ابن الشحنۃ

ثم اورد خاتمة فی حکم ملاقاة الماء الطاھر للماء الطھور وبین ان العبرة للغلبة ونقل تصحیحه عن التوشیح والتحفة وعنھا انه المذھب المختار۔

قلت: وھذا ھو ثانی التصحیحین الموعود بیانھما(۱)فاعترف الشیخ بالحق،وذھب تسویة الملقی بالملاق وزھق،ثم نقل فرع الخانیة ومثله عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین دلوا اذا القی الوضوء فی البئر قال فھذا اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة علی تاثیر الماء المستعمل فی الماء الطھور وان کان اقل منه وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالة فی الاناء اذا قل لایفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ماکان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فھو کثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل قال وھذا رحمك الله اصرح مما تقدم وقد حکی ھذا فی الفوائد الظھیریة وعلیه مشی القدوری وحکی عن ابی سلیمن انه سئل عن ماء الجنابة اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطرات ظاھرة قال انه لیس بشیئ[1] وفی فتاوی قاضیخان خلاف ھذا وفی خزانة المفتین جنب اغتسل

بے وضو اپنا ایک ناخن ہی کیوں نہ ڈالے۔ پھر خاتمہ اس امر کے بیان میں ہے کہ طاہر پانی طہور پانی سے جب ملے گا تو اعتبار غلبہ کو ہوگا،اور اس کی تصحیح توشیح اور تحفہ سے نقل کی اور اسی سے نقل کیا کہ یہ مذہب مختار ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دوسری تصحیح ہے جن دو کا ہم نے وعدہ کیا تھا،تو شیخ نے حق کا اعتراف کرلیا،اور ملقی اور ملاقی کی برابری ختم ہوئی،پھر خانیہ کی فرع نقل کی اور اسی قسم کی شرح قدوری مختصر کرخی کی فرع نقل کی۔ یہ بیس ڈول کھینچنے سے متعلق ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ وضو کا پانی کنویں میں ڈالا ہو،فرمایا پاک پانی میں مستعمل پانی کے اثر انداز ہونے کی ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ واضح مثال ہے،اگرچہ وہ اُس پانی سے کم ہو،اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر سے یہ نقل کیا کہ اگر دھوون کے کچھ قطرات برتن میں گر جائیں اور کم ہوں تو پانی کو فاسد نہ کریں گے،اور قلیل میں کلام کیا ہے،اس میں محمد سے منقول ہے کہ جو سوئی کے ناکوں کے برابر ہو وہ قلیل ہے اور کرخی سے یہ منقول ہے کہ پانی کے قطرے اگر پانی میں ظاہر ہوں تو یہ کثیر ہے اور اگر ظاہر نہ ہوں جیسے شبنم کے قطرے ہوتے ہیں تو یہ قلیل ہے فرمایا یہ گزشتہ مثال سے بھی زائد صریح ہے،یہ فوائد ظہیریہ میں مذکور ہے،اسی پر قدوری چلے ہیں،اور ابو سلیمان سے کسی نے جنابت کے پانی کی بابت دریافت کیا کہ اگر اس کے قطرے پانی میں پڑ جائیں اور واضح نظر آئیں،فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، فتاوٰی قاضیخان

[1] رسالہ ابن الشحنۃ

فانتضح من غسله فی انائه لم یفسد الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده [1] قال والتحقیق هنا ان المسألة مبنیة علی اصل ذکرہ ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوہ الی الرضاع قال فی الذخیرة حلف لایشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی هذہ المسألة واجناسها ان الحالف اذا عقد یمینه علی مائع فاختلط بمائع اخر خلاف جنسه ان کانت الغلبة للمحلوف علیه [2](وسقط بقیة الکلام من نسختی زهر الروض)

میں اس کے برعکس ہے اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ ایک ناپاک آدمی نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے برتن میں گرے تو پانی فاسد نہ ہوگا اور اگر اس میں بہنے لگا تو پانی فاسد ہو جائے گا، فرمایا دراصل یہ مسئلہ ایک اور اصل پر مبنی ہے جس کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو رضاع کے بیان میں نقل کیا، ذخیرہ میں فرمایا کہ کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ دودھ نہیں پیئے گا تو اس نے پانی دُودھ میں ملایا، تو اس مسئلہ میں اور اس کے نظائر میں اصل یہ ہے کہ حلف اٹھانے والے نے جب کسی سیال چیز پر حلف اٹھایا اور وہ کسی اور مائع سے مل گیا جو اس کی جنس سے نہ ہو تو اگر محلوف علیہ غالب ہے (اور باقی کلام میرے زہر الروض کے نسخہ سے ساقط ہے) (ت)

اقول:(۱) سبحٰن الله یذکر الشیخ رحمه الله تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح والمذهب المختار هو اعتبار الغلبة وقد نص فی شرحه للوهبانیة انه الصحیح عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وان علیه الفتوی ثم یعود یحتج بفرعی النزح و الانتضاح ویقول ذاك اصرح شیئ فی اتفاق الائمة الثلثة وهذا اصرح منه وای مساغ بقی لهما بعدما تبین الحق الصحیح المذهب المختار المفتی به المطبق علیه من ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وما فتح(۲) بابه من بیان المبنی وهو فرع الحلف فهو اصرح شیئ فی ان

میں کہتا ہوں سبحان الله شیخ کلام کی ابتداء میں ذکر کرتے ہیں کہ صحیح اور مذہب مختار غلبہ کا اعتبار ہی ہے اور شرح وہبانیہ میں اس پر نص ہے کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے یہی صحیح ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے پھر انہوں نے نزح اور انتضاح کی دونوں فرعوں پر کلام کیا، اور فرمایا کہ یہ ائمہ ثلٰثہ کے اتفاق میں صریح چیز ہے اور یہ اس سے زائد صریح ہے اور مذہب حق و صحیح، اور مذہب مختار مفتی بہ اور ائمہ ثلٰثہ (حنفی مذہب کے) کا متفق علیہ مذہب معلوم ہو جانے کے بعد اُن دونوں کیلئے کیا وجہ جواز رہ گئی ہے! اور بیان مبنی کا جو دروازہ کھولا ہے اور وہ حلف کی فرع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[2] رسالہ ابن شحنۃ

المدار علی الغلبۃ فان کان اقرہ فی اٰخر کلامہ الذاھب من نسختی فھو کر علی ما احتج بہ بالنقض والا فاعجب واعجب وسیمکث الشیخ غیر بعید ویعود الی الحق کما سیأتی بتوفیقہ تعالٰی فلولا انہ اورد ھذا الکلام واحتج بھذین الفرعین ھنا وذینك التعلیلین ثمہ لکان کل کلامہ صحیحا سدیدا ولکن اللہ یفعل مایرید۔ **ثمّ** کتب تتمۃ قال فیھا ان من ادل الدلیل علی انہ لایجوز التوضی فی ھذا الحوض عند واحد من علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی مافی کتاب الاصل لمحمد رضی اللہ تعالٰی عنہ روایۃ الامام ابی سلیمن الجوزجانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عنہ فی باب الوضوء والغسل قلت ارأیت جنبا اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ ھل یفسد علیہ الماء قال لا قلت لم قال لان ھذا مالا یستطاع الا متناع منہ قلت ارأیت ان افاض الماء علی رأسہ اوجسدہ اوغسل فرجہ فجعل ذلك الماء کلہ یقطر فی الاناء قال ھذا یفسد الماء ولا یجزئہ ان یتوضأ و لا یغتسل بہ [1] قال وقال فی باب البئر وما ینجسھا قلت ارأیت رجلا طاھرا وقع فی بئر فاغتسل فیھا قال افسد ماء البئر کلہ قلت وکذلك لو توضأ فیھا قال نعم **قلت**

دارومدار غلبہ کو ہے، اگرانہوں نے اس کو برقرار رکھا ہے اپنے اس کلام میں جو میرے نسخہ سے ساقط ہے تو یہ اسی طرف رجوع ہے جس پر نقض سے استدلال کیا ہے، ورنہ بہت ہی تعجب خیز بات ہے، اور عنقریب آجائے گا کہ شیخ نے حق کی طرف رجوع کیا بتوفیق تعالٰی، اگر وہ یہ کلام یہاں نہ لاتے اور ان دو فرعوں سے استدلال نہ کرتے اور وہاں دو تعلیلیں بیان نہ کرتے تو کل کلام صحیح ہوتا، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر انہوں نے ایک تتمہ لکھا اور فرمایا کہ پھر اس پر سب سے بڑی دلیل اس پر کہ ہمارے کسی امام کے نزدیک اس حوض سے وضو جائز نہیں۔ امام محمد کی اصل میں وارد شدہ روایت ہے جو اماابو سلیمان الجوزجانی کی روایت ہے اور باب الوضوء وباب الغسل میں مذکور ہے، روایت یہ ہے کہ میں نے کہا اگر ایک جنب نے غسل کیا اور اس کے چھینٹے ایک برتن میں گرے تو کیا پانی خراب ہوگیا، فرمایا نہیں، میں نے کہا کیوں؟ فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس سے بچنا محال ہے، میں نے پوچھا اگر جنُب نے اپنے سر یا جسم پر پانی ڈالا یا اپنی شرمگاہ دھوئی اور یہ پانی برتن میں جمع ہوتا رہا فرمایا اس سے پانی فاسد ہوجائیگا، نہ اس سے وضو جائز ہوگا نہ غسل، فرمایا انہوں نے کنویں اور اس کی نجاستوں کے باب میں فرمایا، میں نے پُوچھا اگر ایک پاک شخص کنویں کے پانی میں گر گیا اور اس میں غسل کیا، فرمایا کل پانی خراب ہوجائیگا، **میں کہتا ہوں** یہی حکم کنویں میں وضو کا ہے؟

[1] کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط امام محمد باب الوضوء والغسل من الجنابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۴

كذلك لو استنجى فيها قال نعم قلت فما حال البئر قال عليهم ان ينزحوا ماء البئر كله الا ان يغلبهم الماء قلت ارأيت الرجل هل يجزئه وضوئه ذلك قال لا [1] وسكت عليه ولم يعزه لاحد من شيخيه وهذا شأنه فى المتفق عليه كما صرح به اول الكتاب [2] اھ

فرمایا ہاں، میں نے کہا اسی طرح اگر کنویں میں استنجا کیا؟ فرمایا ہاں، میں نے پوچھا اور کنویں کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہئے،الّایہ کہ نکالتے نکالتے تھک جائیں، میں نے پوچھا کیا اُس شخص کیلئے یہ وضو کافی ہوگا؟ فرمایا نہیں، اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اپنے شیوخ میں سے کسی کی طرف اس کو منسوب نہ کیا،اور متفق علیہ مسائل میں ان کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ کتاب کے شروع میں ذکر کیا اھ (ت)

اقول: الفرع الاخير فى الملاقى وهو لاشك صحيح، والتمسك به نجيح،وهو اصرح تصريح، اما الاول(ا)ففى الملقى ولا محيد من ابتنائه على احد ضعفين وليس الاصل هذا كتاب المبسوط احد الكتب الستة الظاهرة بل من الكتب النادرة فكيف يعارض به مذهب ائمتنا جميعا الصحيح المختار المفتى به وبالله التوفيق ثم قال رحمه الله تعالٰى ونقل عصام الدين فى شرح الهداية بعد الكلام على مسألة انغماس الجنب فى البئر هذا مبنى على ان اجزاء ماء الذى فى محل واحد بمنزلة شيئ واحد فى حكم الاستعمال لانه ينسب الى الجميع عرفا بل لغة ايضا اذ لا تذهب افهام اهل العرف واللغة الى ان المستعمل بعض هذا الماء والباقى ممتزج به الا ترى ان الماء المستعمل عند من يجعله طاهرا غير

میں کہتا ہوں فرع اخیر ملاقی میں ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہےاور یہ تمسک کے قابل اور واضح تصریح ہے اور پہلی فرع ملقی میں ہے،اور سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ دو میں سے ایک ضعیف پر بِنا کرنا چاہئے،اور اصل سے مراد وہ مبسوط نہیں جو چھ ظاہر کتب میں سے ایک ہے بلکہ کتب نادرہ سے ہے،تو جو اس میں مذکور ہے وہ ہمارے ائمہ کے صحیح مختار مفتی بہ سے کیسے معارض ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق،پھر فرمایا،عصام الدین نے شرح ہدایہ میں،جنب کے کنویں میں غوطہ لگانے کا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ پانی کے تمام اجزاء جو ایک جگہ ہیں وہ حکم استعمال میں بمنزلہ شیئ واحد کے ہیں، کیونکہ وہ عرفاً تمام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بلا لکہ لغت میں بھی ایسا ہے، کیونکہ اہلِ عرف اور اہلِ لغت یہ لفظ سن کر یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کچھ پانی تو مستعمل ہے اور کچھ اس میں ملا ہوا ہے،یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک مستعمل پانی طاہر غیر طہور ہے جب کسی دوسرے

[1] کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط امام محمد رجل طاہر وقع فی البئر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۸۳
[2] رسالہ ابن شحنۃ

طهور اذا وقع فی ماء اٰخر لایفسده حتی یغلب علیه بهذا قطع فی الاسرار جعله فی التحفة اصح ولو صب ماء کثیر علی العضو یصیر الکل مستعملا عندهم مع ان الملاق للبشرة مغلوب بناء علی ان الکل واحد فی حکم الاستعمال وقد اشیر الی هذا المعنی فی الاسرار[1]

پانی میں گر جائے تو اس کو اس وقت تک فاسد نہ کرے گا جب تک اس پر غالب نہ ہوجائے۔اسرار میں اس پر قطعی حکم لگایا اور تحفہ میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور اگر کسی عضو پر بہت سا پانی ڈالا تو ان کے نزدیک سارا پانی مستعمل ہوجائے گا،حالانکہ جو پانی جلد سے متصل ہے وہ مغلوب ہے کیونکہ حکمِ استعمال میں سب ایک ہی ہے اور اسی معنی کی طرف اسرار میں اشارہ کیا ہے۔

اقول: هذا لعمری من الحسن بمکان،تنشط به الاٰذان،وتبتهج به النفوس،ولا عطر بعد عروس، وقد وفقنی المولی،سبحٰنه وتعالٰی،لمعناه فیما مضی، واتقنت بیانه،وشیدت ارکانه،وبه ظهر الفرق بین الملاق والملقی،بحیث لایعتری وهم ولاشك یبقی،(ا)والعجب من الشیخ مشی علی التسویة بینهما محتجابا لتعلیلین ثم نقضه بنقل تصحیح الصحیح،عن التحفة والتوشیح،ثم بعد اسطر عاد الیه وجعل فرعی النزح والانتضاح اصرح صریح، ثم نقضه بنقل الاصل الاصیل،عن ذخیرة الامام الجلیل،ثم لم یلبث ان عاد الیه بنقل فرع الاصل، ثم نقضه بنقل کلام العصام متصلا به من غیر فصل،وبه ختم وانما العبرة للخواتیم،ختم اللّٰه تعالٰی لنا علی الدین القویم،والصراط

میں کہتا ہوں یہ بحث ذہنوں کو جِلا بخشنے والی ہے،اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے اس کی تقریر کی ہے،اس سے ملقی اور ملاقی کے درمیان فرق ظاہر ہوگیا اور شک باقی نہ رہا،اور شیخ پر تعجب ہے کہ انہوں نے ان دونوں کو ایک قرار دیا ہے اور دو تعلیلوں سے استدلال کیا ہے پھر ایک صحیح کی تصحیح نقل کرکے اس پر نقض وارد کیا،یہ تحفہ اور توشیح کی نقول ہیں،پھر چند سطور کے بعد اس بحث کا اعادہ کیا اور نزح اور انتضاح کی دونوں فروع کو بہت صریح قرار دیا،پھر اس پر ذخیرہ سے نقض وارد کیا،پھر اصل کی فرع کو نقل کیا،پھر اس پر عصام کی نقل سے نقض وارد کیا اور اس پر کلام کو ختم کیا.......
اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ دینِ قویم صراطِ مستقیم اور تمام حسنات

[1] رسالہ ابن شحنۃ

المستقیم، وبکل حسنی، وعلی نبینا الکریم والہ الکرام الصّلاۃ الزھرا والسلام الاسنی، والحمدللہ رب العٰلمین۔

پر کرے، اور ہمارے نبی کریم ان کی آل مکرم پر صلاۃ وسلام نازل فرمائے آمین والحمدللہ رب العالمین۔

الفصل الرابع فی فوائد شتی و تحقیق حکم الوضوء فی الحوض الصغیر

چوتھی فصل میں مختلف فوائد اور چھوٹے اور حوض سے وضو کا حکم

الحمدللہ فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الکتب الخمسة ھذہ والبحر والبدائع واتینا علی جمیع مافیھا والاٰن نذکر مابقی من الفوائد تکمیلا للعوائد وباللہ التوفیق۔

الحمدللہ کہ ہم تینوں رسائل بلکہ ان پانچوں کتب اور بحر وبدائع سے فارغ ہوگئے، اور ان میں جو کچھ تھا وہ بیان کردیا اور اب باقیماندہ فوائد تکمیل بحث کیلئے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ(۱): قال المحقق علی المقدسی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح نظم الکنز ردا علی البحر مانصه واما تاویل الکلام بان المراد بصیرورته مستعملا صیرورۃ مالاقی اعضائه منه مستعملا فھذا بعید جدا اذلا یحتاج الی التنصیص علی ذلك اصلا [1] اھ نقله فی منحة الخالق من الماء المستعمل واقرہ

فائدہ ۱: محقق علی المقدسی نے کنز کی نظم کی شرح میں بحر پر رد کرتے ہوتے فرمایا، ان کی عبارت یہ ہے اور کلام کی یہ تاویل کرنا کہ پانی کے مستعمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو پانی اس کے اعضاء سے ملا ہے وہ مستعمل ہوجائے گا، تو یہ بہت بعید ہے کہ یہ اس پر تنصیص کا قطعاً محتاج نہیں، اس کو منحۃ الخالق میں نقل کیا ہے مستعمل پانی کی بحث میں، اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

قلت قدمنا ثمانیة ردود علیه وھذا تاسع(۱) وازیدك عاشرا **فاقول:** اذا انغمس احد فی الماء ثم خرج ینقسم الماء الی خمسة اقسام قسم یبقی فی الحوض ولا ینفصل عن الماء بانفصال البدن والثانی یخرج مع البدن وینحدر عنه بلامکث والثالث یمکث ویذھب بالتقاطر والرابع بلل یذھب

میں کہتا ہوں ہم نے اس پر آٹھ رد کئے ہیں اور یہ نواں ہے اور اب دسویں کا اضافہ کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پھر نکلے، تو پانی کی اس صورت میں پانچ قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو حوض ہی میں رہتا ہے اور بدن سے جُدا ہونے کی وجہ سے پانی سے جُدا نہیں ہوتا ہے، اور دُوسرا بدن کے ساتھ نکلتا ہے اور بلا ٹھہرے

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

بالنشف والخامس نداوۃ تبقی بعد النشف ایضاً ولا تذھب الا بالجفاف بعمل الشمس و الھواء ولا شك انھا ایضا اجزاء مائیة ولا تداخل فی الاجسام بل لا تلاصق فی الاجزاء کما تقدم فکان کل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وکان تحت الکل ذاك الندی فھو الذی لاقی البدن وھو لایقبل الانفصال ولا استعمال الابه فلا استعمال تلك عشرۃ کاملة۔

فان قلت: الامر کما وصفتم ولکنا نعدی الحکم الی ماعدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله اقول اولا لانسلم انه لتعلقه به والا لکان له استمساك علیه کالمتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا تری ان المنغمس ان اندفع بعنف قوی صحبه ماء کثیر او برفق فقلیل وان استدرج فی الخروج بحیث لایتحرك الماء حتی الامکان لم یکد یخرج معه الا مایزول بالتقاطر مع ان اللقاء کان واحدا فعلم انه لحرکة الدفع یختلف باختلافھا۔

فان قلت: اذن لاریب فی تعلق المتقاطر فنحکم علیه بالاستعمال وھو لاشك قابل الانفصال فیصح التاویل ولا ینتفی الاستعمال۔

اس سے نیچے آتا ہے، اور تیسرا ٹھہرتا ہے اور ٹپک کر ختم ہوجاتا ہے، اور چوتھا وہ تری ہے جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ پانچواں وہ تری جو کپڑے کے ذریعے جذب کرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور آفتاب یا ہوا سے خشک ہوجانے کے بعد ہی ختم ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ بھی پانی کے اجزاء ہیں اور یہ اجسام میں تداخل نہیں بلالکہ "تلاصق فی الاجزاء" بھی نہیں جیسا کہ گزرا، تو ہر قسم دوسری سے اوپر ہوئی اس سے جدا ہوئی اور ہر ایک کے نیچے وہ تری ہوتی ہے تو یہ وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے اور یہ انفصال کو قبول نہیں کرتا ہے اور استعمال بلاانفصال نہیں ہوتا ہے، تو مستعمل نہ ہوا، تو یہ دس مکمل ہوگئے۔ **اگر یہ اعتراض** کیا جائے کہ یہ درست ہے لیکن ہم حکم اوّل کے علاوہ دوسروں پر لگاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور اسی لئے اس کے منتقل ہونے سے وہ منتقل ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اولاً ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے تعلق کی وجہ سے ہے ورنہ وہ اس پر رکتا، جیسا کہ ٹپکنے والا، بلالکہ اس کے دفع کرنے سے مندفع ہوگیا اور بالطبع منحدر ہوگیا مثلاً پانی میں غوطہ کھانیوالا اگر قوت سے نکلے تو اس کے ساتھ بہت پانی آئے گا اور اگر آہستگی سے ہو تو کم پانی آئیگا اور اگر اتنا آہستہ نکلے کہ حتی الامکان پانی میں حرکت نہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ صرف اتنا پانی آئیگا جو ٹپک کر زائل ہوجائے حالانکہ ملاقاۃ ایک ہی ہے، تو معلوم ہوا کہ دفع کی حرکت میں اس سے اختلاف ہوتا ہے۔ **اگر یہ اعتراض** ہو کہ اس صورت میں ٹپکنے والے کے تعلق میں کوئی شک نہیں تو ہم اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگائیں گے اور بلاشبہ وقابلِ انفصال ہے تو تاویل

اقول: شأن ما انحدر بلامکث عند الخروج بعد الانغماس شأن مامر وانحدر فورا من غسالة الوضوء والغسل فلا یستعمل الا مابقی بعدہ متساقطا بالتقاطر وھو خلاف الاجماع۔

وثانیا: شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق یشمل الدثار والتلاصق یختص بالشعار وھو الفرق بینھما فان قلت ھما ثوبان فیعد احدھما حاجزا للاٰخر عن التلاق، بخلاف الماء فانه شیئ واحد فلا یحجز بعضه بعضا بل الکل ملاق، اقول ذلك ماکنا نبغ فالماء کله واحد عندالانغماس، فالکل ملاق بلاوسواس،

فائدہ : قال العلامة الشیخ حسن الشرنبلالی فی شرحه علی الوھبانیة ردا علی البحر مانصه وما ذکر من ان الاستعمال بالجزء الذی یلاقی جسدہ دون باقی الماء فیصیر ذلك الجزء مستھلکا فی کثیر فھو مردود لسریان الاستعمال فی الجمیع حکما ولیس کالغالب بصب القلیل من الماء فیه[1] اھ

اقول:(۱)لفظ السریان وقع غیر موقعه فانه یوھم ان المستعمل اولا مالاقی ثم یسری الحکم الی بقیة اجزاء الماء بالتجاور وھو

صحیح ہو گی اور استعمال منتفی نہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں غوطہ سے نکلنے کے فوراً بعد جو پانی بدن سے بہتا ہوا گرتا ہے اس کا حال اس پانی جیسا ہے جو وضو اور غسل کے فوراً بعد بہتا ہوا گرتا ہے تو مستعمل وہی ہوگا جو اس کے بعد قطرات کی صورت میں ٹپکتا رہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ دوسرا، تعلق اور تلاصق میں بہت فرق ہے، تعلق اَستر کو شامل ہے اور تلاصق اوپر والے حصہ کے ساتھ مختص ہے، اور یہی دونوں میں فرق ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو دو کپڑے ہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کی ملاقات کیلئے رکاوٹ ہے، اور پانی تو شے واحد ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصّہ کیلئے رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے وہ تو سارے کا سارا ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے، میں کہتا ہوں یہ تو ہمارے حسبِ منشأ ہے، جب انسان پانی میں غوطہ لگائے گا تو پانی شیئ واحد ہوگا اور بغیر رکاوٹ آپس میں ملے گا۔

فائدہ ۲: علامہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں فرمایا بحر پر رد کرتے ہوئے، نص یہ ہے، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ استعمال اس جزء سے ہے جو بدن سے ملا ہوا ہو نہ کہ باقی پانی سے، تو وہ جزئ کثیر اجزا میں مل کر ختم ہو جائیگا، تو یہ مردود ہے کیونکہ حکماً تو استعمال تمام پانی میں سرایت کریگا، اور یہ اس غالب پانی کی طرح نہیں جس میں تھوڑا سا پانی مل گیا ہو اھ۔

میں کہتا ہوں "سریان" کا لفظ بے موقع استعمال ہوا ہے اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مستعمل اوّلا تو وہ ہے جو بدن سے ملاقی ہے پھر حکم بقیہ اجزاء کی

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

مردود صریحا بما تقدم ان العبرة للغلبة ولو سری لسری بالملقی کما توھم العلامة عبدالبر فیبطل الفرق ویعود الکلام علے مقصود بالنقض وھذا ھوالذی حمل البحر علی قصر الاستعمال علی مالاقی بل نقول انه اذا انغمس فیه وھو قلیل فقد استعمل کله معا لان جمیعه شیئ واحد فلا قصر ولا سریان ولقد احسن العلامة الشامی رحمه الله تعالٰی اذقرره بقوله فی المنحة یعنی انه لما انغمس اوادخل یده مثلا صار مستعملا لجمیع ذلك الماء حکما لان المستعمل حقیقة ھو مالاقی جسده بخلاف مااذا صب المستعمل فیه فان المستعمل حقیقة وحکما ھو ذلك الملقی فلا وجه للحکم علی الملقی فیه بالاستعمال مالم یساوہ اویغلب علیه اذلم یدخل فیه جسده حتی یحکم علیه بالاستعمال حکما یدل علیه مافی الاسرار للدبوسی وقولھم فی مسألة البئر جحط لوانغمس بقصد الاغتسال للصلاة صار الماء مستعملا اتفاقا[1] اھ فھذا ھو التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔

فائدہ ۳: سبق العلامة ابا الاخلاص

طرف جائے گا کیونکہ یہ ایک دوسرے کے قریب ہیں، اور یہ صریحا مردود ہے، جیسا کہ گزرا کہ اعتبار غلبہ کو ہے اور اگر سرایت کرے گا تو ملقی میں کرے گا، جیسا کہ علامہ عبدالبر کو وہم ہوا ہے تو فرق باطل ہوجائے گا اور کلام مقصود بالنقض کی طرف لوٹے گا، اور یہی چیز ہے جس نے بحر کو اس پر مجبور کیا وہ استعمال کا حکم صرف اس پر لگائیں جو ملاقی ہو، بلاالکہ ہم کہتے ہیں جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے اور پانی کم ہو تو سب یک دم مستعمل ہوجائیگا کیونکہ وہ سارے کا سارا شیئ واحد ہے، تو نہ قصر اور نہ سرایت ہے، علّامہ شامی نے اس کو برقرار رکھ کر اچھا کیا، وہ منحہ میں فرماتے ہیں یعنی جب اس نے غوطہ لگایا یا مثلاً اس نے اپنا ہاتھ ڈبویا تو سارا پانی مستعمل ہوگیا حکما، کیونکہ حقیقةً مستعمل تو صرف وہی ہے جو بدن سے متصل ہو، اور اگر مستعمل اس میں ڈالا گیا تو دوسرا حکم ہے، کیونکہ حقیقةً وحکماً مستعمل یہی ملقی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ملقی فیہ پر استعمال کا حکم لگایا جائے تاوقتیکہ وہ اس کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو کیونکہ اس کا جسم تو اس میں داخل نہیں ہوا کہ اس پر حکما استعمال کا حکم لگایا جائے، اس پر دبوسی کی اسرار دلالت کرتی ہے اور ان کا مسئلۃ البئر جحط میں یہ کہنا کہ اگر کسی شخص نے کنویں میں اس نیت سے غوطہ لگایا کہ نماز کیلئے غسل کرے گا تو پانی اتفاقاً مستعمل ہوجائے گا اھ تو تحقیق یہی ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔

فائدہ ۳: علامہ نے ابوالاخلاص سے پہلے فرق کو

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطھارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

فی تعبیر الفرق ھکذا بعض معاصری العلامۃ زین فاوردہ وردہ وھذا نصہ فی البحر اذا عرفت ھذا ظھر لك ضعف من یقول فی عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب علی الماء المطلق وکان المطلق غالباً یجوز الوضوء بالکل واذا توضأ فی فسقیۃ صار الکل مستعملا اذلا معنی للفرق بین المسألتین وما قد یتوھم فی الفرق من ان فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافہ فی الصب مدفوع بان الشیوع والاختلاط فی الصورتین سواء بل لقائل ان یقول القاء الغسالۃ من خارج اقوی تاثیرا من غیرہ لتعین المستعمل فیہ بالمعاینۃ والتشخیص وتشخص الانفصال[1] اھ وھذا الکلام ارتضاہ السیدان ط وش حتی قال ط بعد ذکرکلام الشرنبلالی ھذا التوھم قدذکرہ فی البحر واعرض[2] عنہ اھ۔اماالمدقق العلائی فاستدرك علی البحر بکلام الشرنبلالی فقال فراجعہ متاملا[3] اھ

اقول: لقول القائل یشیع(۱)فی الجمیع ثلثۃ محامل وذلك لان الشیوع الامتزاج

بیان کیا،اسی طرح علّامہ زین کے بعض معاصرین نے فرق بیان کیا،اور اس کو رد کیا،اور یہ بحر میں ان کی عبارت ہے، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارے بعض معاصرین کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا کہ مستعمل پانی جب مطلق پانی میں ڈالا جائے اور مطلق غالب ہو تو سارے پانی سے وضو جائز ہے اور جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو کل مستعمل ہوگیا،کیونکہ دونوں مسئلوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں،اور یہ فرق جو بیان کیا جاتا ہے کہ وضوء کی صورت میں استعمال تمام پانی میں عام ہو جاتا ہے اور ڈالنے میں یہ صورت نہیں ہوتی،اس لئے ناقابلِ لحاظ ہے کہ شیوع اور اختلاط دونوں صورتوں میں برابر ہے،بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دھوون کا باہر سے ڈالنا زیادہ مؤثر ہے،کیونکہ اس میں مستعمل دیکھنے اور علیحدہ پہچان کرنے سے متعین ہو جاتا ہے اھاور اس کلام کو سیدان 'ط' اور 'ش' نے پسند کیا یہاں تک کہ 'ط' نے شرنبلالی کا کلام ذکر کرنے کے بعد فرمایا،اس وہم کو بحر میں ذکر کیا اور اس سے اعراض کیا اھ اور مدقق علائی نے بحر پر شرنبلالی کے کلام سے استدراک کیا اور فرمایا پورے غور سے اس کی طرف مراجعت کریں اھ۔

مَیں کہتا ہوں "یشیع فی الجمیع" والے قول میں تین تاویلات ہو سکتی ہیں کیونکہ شیوع (۱) امتزاج بلاامتیاز ہو

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۴/۱

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱۰۴/۱

[3] الدرالمختار علی حاشیۃ الطحطاوی باب المیاہ بیروت ۱۰۴/۱

من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل یحتمله علی البدلیة کهبة المشاع والمعنی علیه انه اذا توضأ فی الفسقیة اختلط ماء وضوئه بسائرها بحیث لایمکن التمییز فای غرفة تأخذها تحتمل ان تکون من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا فی جمیع الاجزاء شیوع هبة نصف شائع فی النصفین(۲) والشیوع السریان ای اذا توضأ فیها استعمل مالاقاه وتعدی الحکم منه الی جاره وهکذا فصار الکل مستعملا(۳)والشیوع العموم ای ان فی الوضوء یعم الاستعمال لجمیع وانت تعلم ان المعنی الثالث حق صحیح لاغبار علیه اصلا ولا یمسه مافی البحر لان عموم الحکم لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا.والمعنی الثانی هو ماجنح الیه العلامة الشرنبلالی فی متبادرکلامه وقد علمت ماله وعلیه والمعنی الاول مثله فی البطلان کفی ردا علیهما مسألة الملقی ولزوم اثبات الفرق بابطاله والبحر حمله علی الاول ففسر الشیوع بالاختلاط وحکم انه فی الصورتین سواء وانما ذلك عنده للمعنی الاول دون السریان والعموم الا ان یرید بالشیوع سببه ویفسره بالاختلاط فیکون المعنی ان سبب السریان اوالعموم عندك وهو الاختلاط سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم

تو تعیین ممکن نہیں بلاالکہ کل میں اس کا احتمال علی سبیل البدلیۃ ہے جیسا کہ مشاع کا ہبہ،اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب چھوٹے حوض میں وضو کیا تو اس کا پانی تمام پانی میں ملے گا اور امتیاز ممکن نہیں، تو جو چلّو لیا جائے گا اس میں احتمال ہے کہ مستعمل پانی سے ہو، تو استعمال کا حکم تمام پانی کو اس طرح شامل ہوگا جیسا کہ غیر ممتاز دو ۲ حصوں والی چیز کے نصف کا ہبہ ہو،اور شیوع (۲) سریان یعنی جب اس میں وضو کیا تو جو اس کے ملاقی ہے وہ مستعمل ہو جائیگا پھر اس کے ساتھ والے اجزاء تک یہی حکم چلے گا اور اس طرح سارے کا سارا مستعمل ہو جائیگا،اور (۳) شیوع عموم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وضو کی صورت میں استعمال کا حکم تمام پر لاگو ہو جاتا ہے،اور آپ جانتے ہیں کہ تیسرا معنی حق اور بے غبار ہے،اور بحر کا اعتراض اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ حکم کا عموم سبب کے عموم کی وجہ سے ہے کیونکہ کل ملاقی ہے جیسا کہ کئی مرتبہ گزرا،اور دوسرے معنی کی طرف علّامہ شرنبلالی کا میلان ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے متبادر ہے اور اس کا مالہ وما علیہ آپ جان چکے ہیں اور پہلا معنی بھی اسی کی طرح باطل ہے،ان کی تردید میں اور اس کے ابطال کو فرق کے اثبات کا لازم ہونا کافی ہے اور بحر نے اس کو پہلے پر محمول کیا ہے اور شیوع کی تفسیر اختلاط سے کی ہے اور حکم لگایا ہے کہ یہ دونوں صورتوں میں برابر ہے اور ان کے نزدیک یہ پہلے معنی کے باعث ہے سریان وعموم کی وجہ سے نہیں ہے،ہاں اگر شیوع سے مراد اس کا سبب لیں تو

فالملقی وفاقا وقد علمت جوابه علی الحق نعم من یزعم السریان یرد علیه ولا یرُدّ۔

ثم اقول: ما ترقی به لاحصله(۱) **فاولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیة مروره علی البدن ولا معاینة انفصاله ولا لمرئیه مزیة علی غیره مع تحقق العلم القطعی به ولا شك انه شیئ متشخص بنفسه فلا یضره عدم قدرتنا علی تمییزه وثانیا لیس الاستعمال(۲) مقولا بالتشکیك لیکون المرئی اقوی من غیره **وثالثا**: انما(۳) مبناه علی ما ارتکز فی ذهنه رحمه الله تعالٰی ان الملاقی هی الاجزاء الملاصقة ولیس کذلك بل الکل کما حققنا فکما ان المصبوب کان ممتازا منحازا متشخصا عاینا مروره علی البدن ثم انفصاله عنه کذلك کل الماء فی الفسقیة ممتاز منحاز متعین معاین ورود الاعضاء فیه ثم انفصالها منه۔

فائدہ۴: کلام الاسرار المار برمته فی الفصل الثانی وقع اوله موافقا لما وقع فی البدائع من ان المستعمل هی الاجزاء الملاصقة بالبدن واٰخره نص صریح علی ماهو الحق حتی ان اخا

۔۔۔۔اور اس کی تفسیر وہ اختلاط سے کریں تو معنی یہ ہوں گے کہ سریان یا عموم کا سبب تمہارے نزدیک اختلاط ہی ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے حالانکہ ملقی میں حکم مختلف ہے اتفاقاً،اور اس کا حق جواب آپ جان چکے ہیں،ہاں جو سریان کا گمان کرتا ہے اس پر رد کیا جائے گا اور وہ رد نہ کرے گا۔(ت)

میں کہتا ہوں بر سبیل ترقی جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ درست نہیں،اولاً مستعمل ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ اس کو بدن پر گزرتا ہوا دیکھا جاسکے،نہ اس کے جُدا ہونے کا دیکھنا ضروری ہے اور نہ ہی دیکھنے کے قابل ہونا اس کیلئے دوسروں پر وجہ فضیلت ہے،جبکہ اس کا علم قطعی ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو متشخص بنفسہ ہے تو ہمارا اس کی تمییز پر قادر نہ ہونا اس کو مضر نہیں،ثانیاً استعمال تشکیک کے قبیلہ میں سے نہیں تاکہ مرئی دوسروں سے اقوی ہو۔

ثالثاً اُس کا مبنٰی صرف یہ ہے کہ اُن کے (رحمہ اللہ تعالٰی) ذہن میں یہ بات مرکوز ہوگئی ہے کہ مُلاقی صرف وہ اجزاء ہیں جو متصل ہیں،حالانکہ یہ درست نہیں بیلکہ تمام اجزا میں،جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ہے جیسا کہ بدن پر ڈالا جانے والا پانی الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اور جسم سے جدا ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے اسی طرح حوض کا کُل پانی الگ اور ممتاز ہے جو نظر آتا ہے،اس میں اعضاء کا ڈوبنا اور جُدا ہونا بھی نظر آتا ہے۔(ت)

فائدہ ۴: اسرار کا مکمل کلام جو گزرا دوسری فصل میں اس کی ابتدا بدائع کے مطابق ہے کہ مستعمل وہی اجزا ہیں جو بدن سے متصل ہیں اور اس کا آخر حق پر نص صریح ہے،یہاں تک کہ صاحب البحر کے بھائی علامہ عمر ابن نجیم جو اس مسئلہ میں ان کے پیروکار ہیں،

صاحب البحر العلامة عمر بن نجیم رحمهم الله تعالٰی مع اقتفائه فی المسألة اٰثار البحر انصف فیما نقل عنه فی هامش البحر حین عقب عبارة الاسرار بقوله فهذه العبارة کشفت اللبس الخ فکتب علیه نعم کشفت اللبس من حیث اٰخرها الا ان محمدا یقول لما اغتسل بالماء القلیل صار الکل مستعملا حکما[1] قلنا صورتان صورة وقوع ماء مستعمل فی غیره فیعتبر غلبة الذی لیس بمستعمل والثانیة ماء واحد توضأ به شخص اوادخل یده لحاجة[2] صار مستعملا کله حکما کما رأیت[3] اھ نقله فی المنحة واقره ولذلك لم یتأت للبحر الانتفاع باوله والتجأ الی رده ببنائه علی روایة ضعیفة والعبد الضعیف قدم التوفیق بین اوله واٰخره بحیث جعله کلاما واحدا منتظما والشیخ العلامة عبدالبر سلك فی شرح الوهبانیة مسلکا اٰخر فجعل اوله سؤالا واٰخره جوابا اذقال والحاصل ان ابازید الدبوسی فی کتاب الاسرار اورد

بحر کے حاشیہ میں نقل کرتے ہیں، اور نقل میں انصاف کیا ہے جہاں انہوں نے اسرار کی عبارت کے بعد کہا اس عبارت نے غبار صاف کردیا الخ اس پر کہا ہاں غبار صاف کردیا اُس کے آخر تک، صرف اتنا ہے کہ محمد کہتے ہیں کہ جب تھوڑے سے پانی میں غسل کیا تو کل حکماً مستعمل ہوگیا، ہم کہتے ہیں یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مستعمل پانی کا غیر مستعمل میں واقع ہونا تو اُس پانی کے غلبہ کا اعتبار ہوگا جو مستعمل نہیں دُوسرا وہ پانی جس سے ایک شخص نے وضو کیا ہو یا بوجہ حاجت اس نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا تو کُل حکماً مستعمل ہوگیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ اس کو منحہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا، اس لئے بحر کو اس عبارت کے اول سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس کے رد میں انہوں نے کہا کہ یہ ایک ضعیف روایت پر مبنی ہے، اور ناچیز نے اس قول کے اول وآخر میں تطبیق دی ہے اور اس کو منظّم کلام کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور شیخ علامہ عبدالبر نے وہبانیہ کی شرح میں ایک دوسری راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ اس کے اول کو سوال اور آخر کو جواب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ ابوزید الدبّوسی نے کتاب الاسرار میں وہ ذکر کرلیا ہے

---

[1] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[2] کذا فی نسختی المنحة وصوابه لالحاجة اولغیر حاجة اھ منه (م) میرے پاس موجود منحہ کے نسخہ میں اسی طرح ہے اور مناسب ''لَالِحَاجَۃٍ'' یا ''لِغَیرِ حاجَۃ'' ہے۔ (ت)

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

ماذکرہ فی البدائع علی سبیل الالزام من ابی یوسف لمحمد رحمھما اللہ تعالٰی وذکر جواب محمد عنہ فکشف اللبس واوضح کل تخمین وحدس فانہ قال بعد ماذکر مذاھب علمائنا فی الماء المستعمل والاستدلال لمحمد رحمھم اللہ تعالٰی عامۃ مشایخنا ینصرون قول محمد وروایتہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال یحتج للقول الاٰخر(ای نجاستہ)بما روی فذکر حدیث"لایبولن احدکم"ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاھر طھور لایجعل الاغتسال فیہ حراما الی اٰخر ماتقدم عن الدّبّوسی[1]۔

جو بدائع میں ابویوسف کی طرف محمد پر الزام ذکر کیا ہے اور محمد کا جواب ذکر کیا ہے جس سے تمام بات واضح ہو گئی انہوں نے پہلے تو ہمارے علماء کا مذہب مستعمل پانی کی بابت ذکر کیا اور امام محمد کا استدلال ذکر کیا پھر کہا کہ عام مشائخ امام محمد کے قول اور ان کی روایت جو امام ابو حنیفہ سے ہے کی تائید کرتے ہیں ـــــ پھر فرمایا دوسرے قول پر (یعنی اُس کی نجاست پر)اُس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مروی ہے، پھر"لایبولن احدکم"والی حدیث سے استدلال کیا۔ پھر فرمایا جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مستعمل پانی طاہر وطہور ہے وہ اس سے غسل کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں الی اخر ماتقدم عن الدبوسی۔(ت)

اقول: ھذا التقریر(۱)وان لم یکن ظاھرا من سوق عبارۃ الاسرار بیانہ یتوقف علی ماذکر فی البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان یکون مطھرا من غیر ضرورۃ حرام[2]اھ

فیستفاد منہ ان اغتسال المحدث فی الماء القلیل حرام عند محمد ایضا فکأنّ الامام ابا یوسف یلزمہ بان المستعمل طاھر عندك والطاھر لایسلب الطھور طھوریتہ مادام الطھور غالبا کلبن یقع فیہ فلایصح لك تحریم الاغتسال فیہ الا

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ تقریر اسرار کی عبارت کے سیاق سے ظاہر نہیں ہے، اس کا بیان اُس پر موقوف ہے جو بدائع پھر بحر میں مذکور ہے کہ پانی کو مطہّر ہونے سے بلا ضرورت خارج کرنا حرام ہے اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو کا تھوڑے پانی میں غسل کرنا محمد کے نزدیک بھی حرام ہے، گویا امام ابو یوسف بطور الزام اُن سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے اور پاک پانی دوسرے پانی کی طہوریت کو سلب نہیں کرتا ہے جب تک کہ طہور غالب ہو، جیسے کہ دودھ اس میں گر جائے، تو آپ

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۲

[2] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۰

ان تقول بقول وتحکم بنجاسة الغسالة فح یفسد الکل ویصح الحکم فاجاب محمد بان الکل لکونه قلیلا شیئ واحد فصار الکل ملاقیا لبدن المحدث فصار الکل مستعملا حکما بخلاف اللبن فلیس فیه الااختلاط طاھر بطھور ولیس سبب الاستعمال فلا یسلبه الطھوریة مادام الماء غالبا علیه۔

قلت: وملك العلماء لم یجعله الزاما من ابی یوسف لمحمد بل دفع یرد علی استدلال ابی یوسف بالحدیث کما تقدم نقله فی صدر الفصل الاول ولکل وجهة ھو مولیھا وبالجملة اوله علی کلا الوجھین تأیید لروایة ضعیفة وکفی بأٰخرہ جوابا عنه والاولی مافعل العبد الضعیف کما علمت وﷲ الحمد۔

فائدہ ۵: من کلام الشیخ ابن الشحنة فی الشرح علی مسألة محدث وقع فی بئر مانصه والذی تحرر عندی انه یختلف الحکم فیھا باختلاف اصول ائمتنا فیه والتحقیق نزح الجمیع عند الامام علی القول بنجاسة الماء المستعمل وقیل اربعون عندہ وتحقیق مذھب محمد انه یسلبه الطھوریة وھو الصحیح عن الامام والثانی وعلیه

اُس میں غسل کو حرام نہیں کرسکتے ہیں، صرف اس کی یہی صورت ہے کہ آپ میرے قول کو اختیار کرلیں، اور دھوون کی نجاست کا قول کریں، اس صورت میں کُل پانی فاسد ہوجائے گا اور حکم صحیح ہوگا، محمد نے اس کا جواب یہ دیا کہ کل پانی بوجہ قلیل ہونے کے چونکہ شیئ واحد ہے تو کل بے وضو کے بدن سے متصل ہوا، تو حکما کل مستعمل ہوگیا، دُودھ میں یہ چیز نہیں اُس میں ایک طاہر کا طہور سے ملنا ہے اور یہ استعمال کا سبب نہیں ہے تو اُس کی طہوریت کو سلب نہ کریگا جب تک پانی اس پر غالب رہے۔(ت)

میں کہتا ہوں ملک العلماء نے اس کو ابو یوسف کی طرف سے امام محمد پر بطور الزام ذکر نہیں کیا ہے، بلالکہ ایک درمیانی اعتراض کا جواب ہے جو ابو یوسف کے حدیث سے استدلال پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فصل اول کی ابتداء میں گزرا، ہر شخص کا اپنا اپنا طرز استدلال ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس کا اوّل دونوں صورتوں میں ایک ضعیف روایت کی تائید ہے اور اس کا آخر اس کا جواب شافی ہے، اور بہتر وہ صورت ہے جو ناچیز نے اختیار کی ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا وﷲ الحمد۔(ت)

فائدہ ۵: یہ شیخ ابن الشحنہ کے کلام سے ماخوذ ہے جو اُنہوں نے اُس بے وضو کی بابت کیا ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو، فرماتے ہیں اس کا حکم ہمارے ائمہ کے اصول کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تمام کنویں کا پانی نکالا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے، ایک قول یہ ہے کہ چالیس ڈول نکالے جائیں گے، اور مذہب امام محمد کی تحقیق یہ ہے کہ وہ

الفتوی فینزح عشرون لیصیر طھورا وھذا علی القول بعدم اعتبار الضرورۃ امالو اعتبرت لایصیر مستعملا فی کل موضع تتحقق الضرورۃ فی الانغماس فی الماء اوادخال الید فیہ واعتبار الضرورۃ فی مثل ذلك مذکور فی الصغری وغیرھا.فلا تغتر بما ذکرہ شیخنا العلّامۃ زین الدین قاسم تغمدہ اللہ برحمتہ فی رسالتہ المسماۃ برفع الاشتباہ فانہ خالف فیھا صریح المنقول عن ائمتنا واستند الی کلام وقع فی البدائع علی سبیل البحث وتبعہ(یعنی القاسم)علی ذلك بعض من ینتحل مذھب الحنفیۃ ممن لارسوخ لہ فی فقھھم وکتب فیہ کتابۃ مشتملۃ علی خلط وخبط ومخالفۃ النصوص المنقولۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی وقد بینت ذلك فی مقدمۃ کتبتھا حققت فیھا المذھب فی ھذہ المسألۃ(ثم قال والحاصل ان ابازید الدبوسی الی اخر ماقدمنا عنہ اٰنفا ثم قال)وفی البدائع ایضا التصریح بان الطاھر اذا انغمس فی البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وصرح فی فتاوی قاضیخان بان ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد الماء عند ائمتنا الثلثۃ وتکفل بایضاح ھذا وتحریرہ رسالتی زھر الروض[1]اھ	پانی سے طہوریت کو سلب کرلیتا ہے،اور امام صاحب سے صحیح یہی ہے اور دُوسرے امام سے بھی،اور اسی پر فتوٰی ہے تواُس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہوجائے اور یہ عدم اعتبار ضرورت کے قول پر ہے،اور اگر ضرورت کا اعتبار کیا جائے توہر اس جگہ جہاں پانی میں غوطہ لگانے کی یا ہاتھ ڈبونے کی ضرورت ہو وہاں پانی مستعمل نہ ہوگا اور ضرورت کا اعتبار اس کی مثل میں صغری وغیرہا میں مذکور ہے،تو شیخ علّامہ زین الدین نے اپنے رسالہ رفع الاشتباہ میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مغالطہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ ہمارے ائمہ کی صریح نقول کے مخالف ہے،وہ محض اُس بحث کے سہارے پر ہے جو بدائع نے کی ہے اور ان کی (یعنی علامہ قاسم کی) پیروی محض بعض ناپختہ کار حنفی فقہاء نے کی ہے،اور اسی پر ایک بے سروپا کتاب جو امام محمد سے منقول نصوص کے مخالف ہے لکھی ہے،میں نے یہ تمام بحث ایک مقدمہ میں کی ہے،اور اس میں مذہب کی تحقیق کی ہے (پھر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابُوزید دبّوسی الٰی اخر ماقدمنا عنہ اٰنفا پھر فرمایا)اور بدائع میں بھی یہ تصریح کی ہے کہ پاک انسان جب کُنویں میں غوطہ لگائے غسل کی نیت سے،تو ہمارے اصحابِ ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک پانی مستعمل ہوجائیگا،اور فتاوٰی قاضیخان میں یہ تصریح موجود ہے کہ پانی میں بہ نیت غسل ہاتھ ڈالنا پانی کو فاسد کردیتا ہے،ہمارے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک،میں نے اس کی مکمل ایضاح وتحریر اپنے رسالہ زہر الروض میں کی ہے (ت)

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۲

اقول: هو كلام طيب لخص فيه مقاصد رسالته وخلصه مما خلط به فی زهر الروض من تسوية الملقى والملاقى فی عدم الجواز الا (۱) حديث نزح عشرين (۲) والتحقيق عنده على مذهبه المعتمد لا نزح اصلا مالم يساو اويغلب لان الطهور لايطهر۔

میں کہتا ہوں یہ کلام بہت خوب ہے، اس میں انہوں نے بڑی وضاحت سے اپنے رسالہ کے مقاصد کو ظاہر کیا ہے، اور زہر الروض نے جو ملقی اور ملاقی میں خلط مبحث کیا ہے عدمِ جواز میں، اُس سے بھی چھٹکارا دلایا ہے صرف بیس ڈول والی حدیث کا معاملہ باقی ہے اور ان کے مذہب معتمد میں تحقیق یہ ہے کہ جب تک مستعمل پانی برابر یا غالب نہ ہو اس وقت تک پانی بالکل نہیں نکالا جائیگا کیونکہ طہور پاک نہیں ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ۶: قال فی الدر ان المطلق اکثر من النصف جازالتطهير بالكل والا لا وهذا يعم الملقى والملاقى ففی الفساقی يجوز التوضی مالم يعلم تساوی المستعمل على ماحققه فی البحر والنهر والمنح قلت لكن الشرنبلالی فی شرح الوهبانية فرق بينهما فراجعه متأملا[1] اھ۔

فائدہ۶: دُر میں ہے کہ مطلق پانی آدھے سے زائد ہے تو کُل سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں، اور یہ چیز ملقی اور ملاقی کو عام ہے تو چھوٹے حوضوں میں وضو جائز ہے جب تک مستعمل پانی کا برابر ہونا معلوم نہ ہو، اس کی تحقیق بحر، نہر اور منح میں موجود ہے، میں کہتا ہوں شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں دونوں میں فرق کیا ہے وہ بغور دیکھا جائے اھ

وذكر ش عند قوله حققه فی البحر استدلاله على ذلك باطلاقهم المفيد للعموم وبقول البدائع وفتوى قارئ الهداية المذكورة قال وقد استدل فی البحر بعبارات اخرلاتدل له كما يظهر للمتأمل لانها فی الملقى والنزاع فی الملاقی كما اوضحناه فيما علقناه عليه فلذا اقتصرنا على ماذكرنا[2] اھ ورأيتنی كتبت فی جد

اور "ش" نے ان کے قول حققہ فی البحر کے پاس ان کا استدلال ذکر کیا ہے کہ ان کا اطلاق مفید عموم ہے، اور بدائع کے قول اور قارئ الہدایہ کے مذکورہ فتوٰی سے، فرمایا بحر میں دوسری عبارات سے بھی استدلال کیا ہے مگر وہ ان کے حق میں مفید نہیں، جیسا کہ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ وہ عبارات ملقی سے متعلق ہیں اور جھگڑا ملاقی میں ہے، جیسا کہ ہم نے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

المحتار علی قوله المفید للعموم ما نصه۔

اقول: نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاق هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لاغیر وهو اول النزاع وانا اقول لوکان کذلك لارتفع المستعمل من صفحة الدنیا لانك اذا صببت الماء علی یدك مثلا فانما یلاقی یدل سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها کما ان التلاقی یکون بسطح من یدك وسائر جرمها لم یمسه الماء والجسم ابدا یکون اکبر من السطح فتکون الغلبة لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملا ابدا واذا جعلت کله مستعملا لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقا بین جرم وجرم فان اسلت اسالة ضعیفة صار الکل مستعملا وان صببت صبا شدیدا حتی کان ثخن الماء اضعاف الاول کان ایضا کله مستعملا فلا دلیل علی التفرقة بین ثخن وثخن مالم یبلغ حد الکثرة، وقول البدائع بحث منه ذکره فی سؤال وجواب لانقل عن الاصحاب بخلاف کلام الامام الدبوسی فانه نقل صریح ومن النصوص الصرائح کذلك مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلها علی روایة ضعیفة مما لایعقل ولا یحتمل وعبارة الفتاوٰی

واضح کیا ہے، اپنی تعلیقات میں اس پر ہم نے روشنی ڈالی ہے، اس لئے ہم نے اس پر اکتفاء کیا، اور میں نے اپنی کتاب "جدّ الممتار" میں لکھا ہے، یہ ان کے قول "**المفید للعموم**" کے تحت لکھا گیا ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔ ہاں فائدہ دیتا ہے اس مفروضہ پر کہ مستعمل ملاقی میں وہ سطحِ آب ہے جو مُحدِث کے جسم سے ملی ہوئی ہے، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور وہ پہلا نزاع ہے، اور میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہوتا تو روئے زمین پر مستعمل پانی کا وجود ہی ناپید ہوجاتا کیونکہ مثلًا اگر آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی بہایا تو آپ کا ہاتھ پانی کی سطح سے ملے گا اور اس کا باقی حصّہ اس سے الگ رہے گا، جس طرح تلاقی آپ کے ہاتھ کی سطح سے ہوتی ہے اور اس کا باقی حصّہ پانی سے کبھی نہیں لگتا ہے اور جسم ہمیشہ سطح سے بڑا ہی ہوتا ہے، تو غلبہ غیر مستعمل کو ہوگا تو وہ مستعمل کبھی نہ ہوگا، اور جب آپ نے کل کو مستعمل قرار دیا کہ اس کی سطح جسم کی سطح سے مل رہی ہے تو ہم ایک جرم اور دوسرے جرم میں فرق نہیں پاتے ہیں، تو اگر آہستہ سے بہایا جائے تو کُل مستعمل ہوجائے گا، اور اگر سختی سے بہایا جائے اس طور پر کہ پانی کا حجم پہلے سے کئی گنا زائد ہو تو بھی کل مستعمل ہوجائے گا تو پانی کے ایک حجم اور دوسرے حجم کے فرق پر کوئی دلیل نہیں، تاوقتیکہ وہ حدِ کثرت کو نہ پہنچ جائے، اور بدائع کا قول تو محض ایک بحث ہے جس کو انہوں نے ایک سوال وجواب کے ضمن میں ذکر کیا ہے یہ اصحابِ امام ابی حنیفہ

صریحة فی ان الماء المستعمل یقع فیھا فیکون من الملقی دون الملاقی ولا تغتر بانھم لابدلھم ان یغترفوا منھا فیدخلوا ایدیھم قبل الغسل وذلك تلاق لان الاغتراف معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة اھ ما کتبت علیه. وقد علمت مما قدمناہ فی الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة کلھم قد اغفلوا محل النزاع ولکن لاعجب فی الاغفال انما(۱)العجب من العلامة الشامی تنبه لھذا وترك جل مافی البحر لکونه فی الملقی ثم اورد عبارة الفتوی مع انھا کما علمت صریحة فی الملقی فکان یجب اسقاطھا ایضا وقد علمت مافی الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة علی المطلوب فلیس بایدیھم شیئ اصلا سوی بحث البدائع الواقع مناضلا لمتواترات النصوص والروایات الظاھرة الصحیحة عن الائمة الثلثة مصادما لاجماعھم المنقول فی الکتب المعتمدة حتی البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا الله وایاك والمسلمین بالقول الثابت فی الحیٰوة الدنیا وفی الاٰخرة انه ولی ذلك والقدیر علیه ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین اٰمین!

سے نقل نہیں ہے جبکہ امام دبّوسی نے نقل پیش کی ہے اسی طرح ہاتھ پیر داخل کرنے، اور بے وضو کے کنویں میں داخل ہونے کے مسائل صراحةً متون وشروح میں مذکور ہیں اور فتاوٰی میں بھی مذکور ہیں، ان کو ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے نقل کیا گیا ہے، اب ان تمام چیزوں کو ایک ضعیف روایت پر محمول کرنا انتہائی غیر معقول بات ہے، اور فتوٰی کی عبارت سے صراحةً معلوم ہوتا ہے کہ مستعمل پانی اس میں گرتا ہے تو وہ ملقی سے ہوگا نہ کہ ملاقی سے، تجھے یہ دھوکا نہ ہو کہ ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے چُلّو کے ذریعہ پانی نکالیں تو وہ ہاتھ دھونے سے قبل داخل کرینگے اور اسی کو تلاقی کہتے ہیں، کیونکہ اس طرح چُلّو سے پانی نکالنا بالاتفاق معاف ہے، کیونکہ اس میں حاجت ہے اھ یہاں تک میرا حاشیہ ختم ہوا، اور جو کچھ ہم نے فصول ثلٰثہ میں ذکر کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تینوں جلیل القدر علماء اصل محلِ نزاع سے غافل رہے، لیکن اس غفلت پر تعجب نہیں، تعجب تو اس امر پر ہے کہ علامہ شامی اس پر متنبہ ہوگئے اور جو بحر میں تھا اس کو ترک کردیا کیونکہ اس کا تعلق ملقی سے تھا، اور پھر بھی فتوٰی کی عبارت ذکر کی، حالانکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے وہ ملقی میں صریح ہے تو اس کا اسقاط بھی ضروری تھا اور آپ کو معلوم ہے کہ عموم سے استدلال میں ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے تو اُن کے پاس بدائع کے بحث کے علاوہ کچھ نہیں ہے جبکہ یہ عبارت نصوصِ متواترہ اور روایاتِ ظاہرہ صحیحہ کے مخالف ہے اور ائمہ ثلٰثہ کا جو اجماع کتب معتمدہ حتی کہ بدائع اور بحر میں بھی منقول ہے اُس کے بھی خلاف ہے لہٰذا اس کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے، اللہ تعالٰی تم کو

فائدہ : ختم ھذا المبحث ش بقوله قلت وفی ذلك(ای ماماٰل الیه العلامة والبحر)توسعة عظیمة ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرھا فی بلادنا ولکن الاحتیاط لایخفی [1] اھ

ہم کو تمام مسلمانوں کو دنیاوآخرت میں حق پر ثابت قدم رکھے وہ اس کا والی اور قادر ہے اس اللہ علی وعظیم کے سوا کسی کو طاقت نہیں ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار ان کی آل اصحاب بیٹے جماعت تمام پر ہو،آمین! (ت)

فائدہ ۷: "ش" نے اس بحث کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے"میں کہتا ہوں اور اس میں (یعنی جس کی طرف علامہ اور بحر کا میلان ہے)بڑی وسعت ہے خاص طور پر اُس زمانہ میں جبکہ ہمارے بلاد کی مساجد وغیرہ سے حوضوں کا پانی ختم ہوتا جاتا ہے،لیکن احتیاط مخفی نہیں"اھ (ت)

اقول:(۱)الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ماماٰلا الیه لادلیل علیه()والتوسعة قد تبیح المیل الی روایة لغیرھا رجحان علیھا درایة وھھنا لاروایة ولا درایة نعم ان تحققت الضرورة ففی العمل بقول امامی الھدی مالك والشافعی رضی اللہ تعالٰی عنھما مندوحة ان الماء المستعمل طاھر وطھور۔

میں کہتا ہوں احتیاط تو اس میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اس پر عمل کیا جائے،اور آپ کو معلوم ہے کہ جس طرف ان کا رجحان ہے اس پر کوئی دلیل نہیں،اور گنجائش میں کبھی مرجوح روایت کو بھی درایۃً اختیار کرنا پڑتا ہے،اور یہاں تو نہ روایت ہے اور نہ درایت،ہاں اگر ضرورت پائی جاتی ہے تو بقول امام مالک اور امام شافعی عمل کی حد تک پائی جاتی ہے،اور ان کے نزدیک یہ پانی طاہر وطہور ہے۔(ت)

فائدہ : قال ش فی المنحة علی قول البحر لامعنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی مانصه قال بعض مشائخنا یدل علیه ایضا روایة النجاسة فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی اوملاقیا فکذا علی روایة الطھارة واذا کان کذلك فلیکن التعویل علیه سیما وقد اختارہ کثیرون وعامة من تأخر عن الشارح تابعه علی

فائدہ۸: "ش" نے منحہ میں بحر کے قول پر فرمایا دونوں مسئلوں میں کوئی فرق نہیں،یعنی ملقی اور ملاقی میں،ان کی عبارت یہ ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا اس پر نجاست کی روایت دلالت کرتی ہے کیونکہ نجس دوسرے کو بھی نجس کرتا ہے خواہ وہ ملقی ہو یا ملاقی،اسی طرح طہارت کی روایت پر۔اور جب صورتِ حال یہ ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ بہت سے علماء نے اس کو

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۵

ذلك حتی صاحب النهر مع ما فیه من رفع الحرج العظیم علی المسلمین[1] اھ۔

اقول اوّلا:(۱)ان کان للقیاس علی روایة النجاسة مساغ کان الشیخ ابن الشحنة احق بهذا منکم فان التسویة علی روایة النجاسة انما هی فی التاثیر لافی عدمها فکما استویا علیها فی التاثیر بسلب الطهارة فکذا علی روایة الطهارة بسلب الطهوریة لا فی عدم التاثیر اصلا **وثانیا**:(۲)صرحوا ان ماء ورد علی نجس نجس کعکسه ای ان التنجس یحصل للماء القلیل کله سواء کان هو الوارد علی نجاسة او بالعکس واذن نقول بمثله ههنا فکما ان الماء الوارد علی نجاسة حکمیة یصیر کله منسلب الطهوریة کذلك النجاسة الحکمیة اذا وردت علی ماء قلیل تجعل جمیعه مسلوب الطهوریة وقیاس احدی النجاستین علی الاخری احق بالقبول من قیاس روایة الطهارة علی روایة النجاسة،

وثالثا:(۳)وهو الحل الحکم انما یثبت بثبوت سببه وسبب التنجس هو ملاقاة النجس وهو حاصل فی الملقی کالملاقی وسبب الاستعمال ملاقاة بدن

اختیار کیا ہے اور شارح کے بعد آنے والے علماء نے حتی کہ صاحب نہر نے بھی ان کی متابعت کی ہے، پھر مسلمانوں کو تنگی سے نکالنا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں اوّلاً اگر قیاس کو نجاست والی روایت پر گنجائش موجود ہو تو شیخ ابن الشحنہ اس کے بہ نسبت آپ کے زائد مستحق ہیں کیونکہ نجاست والی روایت پر برابری تاثیر میں ہے نہ کہ عدمِ تاثیر میں جیسے وہ دونوں سلب طہارت کی تاثیر میں برابر ہیں،اسی طرح طہارت کی روایت پر سلب طہوریت میں برابر ہونا چاہئے نہ کہ اصلًا عدمِ تاثیر میں مساوات ہو۔ثانیًا اس امر کی علماء نے تصریح کی ہے جو پانی نجس پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نجس ہوجاتا ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے، یعنی ناپاک ہونا کل تھوڑے پانی میں ہوتا ہے خواہ وہ نجاست پر وارد ہو یا نجاست اس پر وارد ہو،اس لئے اسی قسم کا قول ہم یہاں کرتے ہیں تو جس طرح وہ پانی جو نجاستِ حکمیہ پر وارد ہوتا ہے اس کی طہوریت ختم ہوجاتی ہے اسی طرح نجاست حکمیہ جب تھوڑے پانی پر وارد ہو تو تمام پانی کی طہوریت ختم ہوجائے گی،اور ایک نجاست کو دوسری نجاست پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ طہارت کی روایت کو نجاست کی روایت پر قیاس کیا جائے۔

ثالثًا: یہی حل ہے، حکم جب ثابت ہوتا ہے تو وہ اس کے سبب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے،

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

محدث اومتقرب سواء کان بورود الماء علی الحدث اوالحدث علی الماء وھو حاصل فی الملاقی منتف فی الملقی فیہ لان الماء المستعمل اذا القی فی الحوض فلا ماؤہ ورد علی حدث ولا الحدث ورد علیہ انما ورد علیہ ماورد علی الحدث ولیس ھذا سبب الاستعمال۔

ورابعا:(۱)سمعت حدیث رفع الحرج ودفعہ **وخامسا**:(۲)لیس ھؤلاء الکثیرون الاالمتأخرون عن البحر ولیس فیھم من یکون لہ قول فی المذھب لاسیما علی خلاف المذھب الصحیح المعتمد المذیل بطراز الاجماع وھذا صاحب البحر قائلا فیہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولھما اوقول احدھما اوغیرھما الالضرورۃ من ضعف دلیل اوتعامل بخلافہ کالمزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما[1] اھ۔فاذا کان ھذا فی قول امامی المذھب وقد افتوا بہ فما ظنك بما لیس قول احدھما ولا قول احد ولا روایۃ عن احد وما صححہ احد ولا لہ فی الدرایۃ مستند،فکیف یعدل الی مثلہ عن مذھب

اور ناپاک ہونے کا سبب ناپاک سے ملاقات ہے،تو وہ ملقی میں بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح ملاقی میں ہے اور استعمال کا سبب محدث کے بدن سے ملاقات ہے یا متقرب کے بدن سے ملاقات ہے خواہ حدث پر پانی وارد ہو یا پانی پر حدث وارد ہو،اور یہ چیز ملاقی میں تو ہے ملقی فیہ میں نہیں کیونکہ مستعمل پانی جب حوض میں ڈالا جائے تو نہ تو اس کا پانی حدث پر وارد ہوا اور نہ ہی حدث اس پر وارد ہوا،اور اس پر وہ چیز وارد ہوئی ہے جو حدث پر وارد ہوئی ہے اور یہ سببِ استعمال نہیں۔

رابعاً: آپ حرج رفع کرنے کا معاملہ اور اس کا رَد سُن چکے ہیں۔خامساً یہ کثیر علماء بحر سے متأخر ہیں،اور ان میں کوئی اس پایہ کا نہیں کہ مذہب میں اس کا قول سند ہو،خاص طور پر قول صحیح کے مقابل جس پر اجماع ہوچکا ہو،خاص طور پر جبکہ صاحبِ بحر فرمارہے ہوں،فتوٰی امامِ اعظم کے قول پر ہی دیا جائے نہ کہ صاحبین یا کسی ایک صاحب کے قول پر سوائے ضرورت کے،مثلًا یہ کہ دلیل ضعیف ہو یا اس کے خلاف تعامل ہو،جیسے مزارعۃ کے معاملہ میں ہوا،خواہ مشائخ نے تصریح کی ہو کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے اھ جب یہ معاملہ دو ائمہ مذہب کے ساتھ ہے اور وہ اس پر فتوٰی دے چکے ہیں تو جہاں کسی کا

[1] بحرالرائق اوقاتِ نماز سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۶

جمیع الائمة الصحیح المعتمد،

وما مثل ھٰؤلاء بین ایدی ائمة المذھب الا کمثل احدنا عند ھؤلاء بل اقل وابعد، لاستوائنا جمیعا فی وجوب الاستسلام للائمة وردا وصدرا وان لا تکون لنا الخیرة من انفسنا اذا قضوا امرا، اما کثرة من تبع البحر(۱) فقد قال البحر فی ماھو اعظم کثرة واشد قوة من الوف امثال ھذا لدورانه فی متون المذھب والشروح والفتاوٰی اعنی عد الاعتکاف مما لایصح تعلیقه مانصه ھذا الموضع مما اخطؤا فیه والخطأ ھنا اقبح لکثرة الصرائح بصحة تعلیقه وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذه العبارات متونا وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیأا خطأ فیأتی من بعده فینقلون تلک العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون واصله لواحد مخطیئ[1] اھ۔

وھذا ھو الواقع ھھنا کما تری وباللّٰه العصمة(۲) علی ان کلام کثیر منھم فی الباب لم یسلم عن اضطراب وھذا البحر نفسه قد اکثر من نقول ماقدمنا من حججنا وفیھا نقل الاجماع ونص فی مسألة البئر ان المذھب المختار ان الماء طاھر غیر طھور[2]

قول ہی نہ ہو اور نہ روایت ہو، اور نہ کسی نے اس کی تصحیح کی ہو اور نہ اس کیلئے مستند درایت ہو، تو تمام ائمہ کا اجماعی مذہب چھوڑ کر اس کو کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے، ائمہ مذہب کے سامنے ان کی قدر و قیمت اتنی نہیں جتنی کہ ہماری ان حضرات کے سامنے ہے بلاالکہ اس سے بھی کمتر، کیونکہ ہم سب پر ائمہ کے حکم کا ماننا لازم ہے اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور جب کسی معاملہ کا وہ فیصلہ کردیں تو ہمیں اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں اور رہا یہ معاملہ کہ بحر کی اتباع بہت سے مشائخ نے کی ہے ایک مسئلہ میں جو شدت و قوت کے لحاظ سے اس سے ہزار گنا زیادہ ہے کیونکہ وہ متون مذہب اور شروح اور فتاوٰی میں موجود ہے، یعنی اعتکاف کی تعلیق کے صحیح نہ ہونے کے بارے میں خود بحر نے فرمایا کہ یہاں ان کو غلطی لگی ہے، اور یہاں خطأ زیادہ قبیح ہے کیونکہ اس کی تعلیق کی صحت پر بکثرت تصریحات موجود ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ فقہاء نے ان عبارات کو متون وشروح اور فتاوٰی میں قبول کیا ہے، عام طور پر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک مؤلف ایک چیز ذکر دیتا ہے غلطی سے، پھر بعد والے اس غلطی کو بلانکیر نقل کرتے رہتے ہیں، اس طرح ایک خطاکار کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں اھ۔ اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کا کلام اضطراب سے خالی نہیں، اور خود بحر نے بہت سے نقول ذکر کی ہیں جنہیں ہم نے اپنے دلائل میں بہت پہلے ذکر کیا ہے اور اس میں اجماع کو

---

[1] بحرالرائق متفرقات من البیوع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۵/۶

[2] بحرالرائق مسئلۃ البئر جحط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۸/۱

والنهر قال فی عبارة الاسرار ما قال ولما تمسك البحر بعبارة المحیط والتوشیح والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر۔۔۔الخ کتب علیه لایخفاك ان العبارة فی وقوع الماء لاالمغتسل وکذا فیما بعده [1]اھ۔ والدر استدرك علی البحر بکلام الحسن وکذا ابو السعود وقدمنا کلمات ش وھم جمیعا والحلیة قبلهم عللو اسقوط حکم الاستعمال بالضرورة وھو کما علمت اعتراف بالحق بالضرورة۔

نقل کیا ہے اور کنویں کے مسئلہ میں یہ صراحت کی ہے کہ مذہب مختار یہ ہے کہ پانی طاہر غیر طہور ہے،اور نہر نے اسرار کی عبارت میں فرمایا ہے جو گزرا،اور جب بحر نے محیط،توشیح اور تحفہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا"جب مستعمل پانی کنویں میں گرجائے۔۔۔الخ"تو اس پر لکھا کہ آپ پر مخفی نہ رہے کہ عبارت پانی کے گرنے میں ہے نہ کہ دھوون کے گرنے میں،اور اس طرح اس کے بعد کی عبارت اھ۔اور در نے بحر پر حسن کے کلام سے استدراک کیا ہے،اور اسی طرح ابو السعود نے،اور ہم نے"ش"اور ان سب کے اور حلیہ کے کلمات نقل کئے ان تمام حضرات نے حکم استعمال کے ساقط ہونے کی وجہ ضرورت کو قرار دیا ہے،اور جیسا کہ آپ نے جانا یہ اعتراف حق ہے۔(ت)

فائدہ ۹: اقول ذکرت فی الطرس المعدل مسألة ادخال المحدث رأسه اوخفه اوجبیرته فی الماء وانه یجزئه عند الامام الثانی ولایصیر الماء مستعملا وان الصحیح وفاق محمد فیها وان المراد لایصیر ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالرأس ای الممسوح فقط فاعلم ان هذا الخصوص المسح فلا یقاس علیه المغسول قال ملك العلماء فی البدائع ادخل رأسه اوخفه اوجبیرته فی الاناء وھو محدث قال ابو یوسف یجزئه فی المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی

فائدہ۹: میں نے"الطرس المعدل"میں محدث کا پانی میں اپنا سر،موزہ یا پٹی ڈبونے کا مسئلہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ دوسرے امام کے نزدیک اس کو یہ کفایت کرے گا،اور پانی مستعمل نہ ہوگا،اور اس میں صحیح یہی ہے کہ محمد کو اس سے اتفاق ہے،اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ برتن کا پانی مستعمل نہ ہوگا بلاالکہ وہ تری جو سر سے لگی ہوئی ہے یعنی صرف ممسوح،تو جاننا چاہئے کہ یہ خاص مسح کیلئے ہے تو اس پر مغسول کو قیاس نہ کرنا چاہئے،ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کسی نے اپنا سر،موزہ یا پٹی پانی میں داخل کی اور بے وضو تھا،تو ابو یوسف نے فرمایا اس کے مسح کو کافی ہے،اور پانی بہرحال مستعمل نہ ہوگا خواہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ استعمال کے دو[2]

[1] نہرالفائق

او لم ینو لوجود عــه احد سببی الاستعمال وانما کان لان فرض المسح یتأدی باصابة البلة اذھو اسم للاصابة دون الاسالة فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلة وکذا اقامة القربة تحصل بھا فاقتصر حکم الاستعمال علیھا[1] اھ۔ وھذا ینادی باعلی نداء ان عدم انتقال الحدث الی باقی الماء فی الاناء واقتصار حکم الاستعمال علی البلة فی صور المسح انما کان لانه لایحتاج الا الی بلة فبھا یتأدی فرضه وبھا تقوم قربته فھو لم یستعمل الماء بل البلة بخلاف ماوظیفته الغسل فانه اسالة فکان استعمالا للماء لالمجرد بلة فیزول به الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلته ولا یقتصر حکم الاستعمال علی البلة الملاقیة لسطح البدن

سببوں میں سے ایک پایا جارہاہے اور یہ اس لئے ہوا کہ مسح کافرض ادنٰی تری سے ادا ہو جاتا ہے کیونکہ مسح لگانے کو کہتے ہیں نہ کہ بہانے کو، تو حدث میں سے کوئی چیز چھُوٹ کر برتن میں پانی تک نہیں آتی صرف تری تک منتقل ہوئی اور اسی طرح اس سے قربۃ قائم ہوتی ہے تو اس پر استعمال کا حکم محدود ہوگیا اھ۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسح میں حدث کا برتن میں باقی پانی کی طرف منتقل نہ ہونا اور استعمال کے حکم کا صرف تری تک محدود رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں محض تری کی ضرورت ہے اسی سے فرض ادا ہو جاتا ہے اور اسی سے قربۃ ادا ہو جاتی ہے، تو اس نے پانی کو استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے تری کو استعمال کیا۔ بخلاف اس کے جس میں دھونا ضروری ہے کیونکہ اس میں بہانا ضروری ہے تو وہاں پانی کا استعمال ہوگا محض تری کا نہیں ہوگا، تو حدث برتن کے تمام پانی کی طرف منتقل ہوگا کیونکہ وہ کم ہے اور استعمال کا حکم اس تری

عــه **اقول**: قوله لوجود متعلق بالمنفی ای صیرورة الماء مستعملا لوجود ازالة الحدث وان لم ینو واقامة القربة ایضا ان نوی منتفیة فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان ھذا الانتفاء لانه لم یستعمل الماء بل البلة وذلك لان فرض المسح۔۔۔الخ منه غفرله۔ (م)

اقول اسکا قول لوجود، منفی سے متعلق ہے یعنی پانی کا مستعمل ہونا حدث کے ازالہ کی وجہ سے اگرچہ نیت نہ کرے، اور قربۃ ادا کرنے سے بھی اگر نیت کرے منتفی ہے، تو مستعمل نہ ہوگا اگرچہ دونوں سبب پائے جائیں، اور یہ انتفاء اس لئے ہے کیونکہ اس نے پانی استعمال نہیں کیا صرف تری استعمال کی اور یہ اس لئے ہے کہ مسح کا فرض الخ ۱۲ منہ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۷

الظاهر لان البلة لایحصل بها اسالة ولا غسل فظهر الامر وبالله التوفیق فلا حجة فیه للمسوین بین الملاقی والملقی ولیس مبناه علی تلك المسألة۔

اقول: والدلیل القاطع علیه ان ابایوسف القائل بنجاسة الماء المستعمل لم یقل ههنا بالسریان قال الامام فقیه النفس ابو یوسف رحمه الله تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا [1] اھ۔ مع اجماع اصحابنا ان النجاسة تسری فی القلیل بلا فرق بین الکثیر منها والقلیل وقد تقدم التصریح به عن البدائع فاندفع ماکان ذهب الیه وهلی فی بادی الرأی ان سبیل المسألة سبیل الخلف فی الملقی والملاقی واستنار ماذکرت جوابا عنه من الفرق بین الغسل والمسح اما توقفی فی وجهه فالوجه عند المجتهد ولیس علینا ابداؤه۔

واقول: یخطر ببالی والله تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواهر فردة متراکمة متفرقة حقیقة متصلة حسا وامر الغسل لایتأدی الابجسم مائی ذی ثخن صالح

تک محدود نہ رہے گا جو بدن کے ظاہر کی سطح سے متصل ہے کیونکہ تری سے نہ بہانا حاصل ہوتا ہے نہ غسل، تو معاملہ بتوفیق اللہ ظاہر ہوگیا، اس میں ان لوگوں کیلئے حجت نہیں جو ملقی اور ملاقی میں فرق نہیں کرتے تو اس کی بنیاد اس مسئلہ پر نہیں۔(ت)

میں کہتا ہوں اس پر قطعی دلیل یہ ہے کہ ابو یوسف جو مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں وہ یہاں سرایت کا قول نہیں کرتے، امام فقیہ النفس نے فرمایا کہ امام ابو یوسف نے فرمایا" پانی ہر اس چیز میں نجس ہوتا ہے جو دھوئی جاتی ہے اور جس پر مسح کیا جاتا ہے اس سے مستعمل نہ ہوگا اھ۔ حالانکہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ نجاست تھوڑے پانی میں سرایت کرتی ہے خواہ کم ہو یا زائد، بدائع سے اس پر تصریح گزر چکی ہے تو ان کا جواب ہوگیا، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ خلف کی طرح ہے ملقی اور ملاقی میں اور جو جواب میں نے ذکر کیا وہ بھی واضح ہوگیا یعنی یہ کہ غسل اور مسح میں فرق ہے، اور اس کے استدلال میں میرا توقف کرنا اس لئے ہے کہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے، اور ہمیں اس کا ظاہر کرنا لازم نہیں۔(ت)

میں کہتا ہوں اللہ بہتر جانتا ہے میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اجسام جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے جواہر فردہ ہیں تہ بہ تہ ہیں حقیقۃً متفرق ہیں اور حسّاً متصل ہیں، اور دھونا ایسے جسم سے ہوسکتا ہے جو پانی کا

[1] فتاوٰی قاضی خان الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۱/۸

یری سائلا علی البدن سیلانا فلابد فیه من اعتبار المحسوس وفی الحس الماء الکائن فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للکل لحصول اللقی للکل کما فی نجاسة ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر لان الشرع جعله کالجاری فلا یتأثر مالم یتغیر کما سبق تقریر کل ذلك اما المسح فمجرد اصابة من دون اسالة فتکفی فیه جواهر قریبة تفید بلة وهی منفصلة عمافوقها فیقتصر اللقاء علیها ولا یتعدی الی سائر الاجزاء لعدم الحاجة الی ترك الحقیقة وبه استبان ما قالوا هنا من قصر اللقاء علی البلة۔

وظهر الجواب عما ذکرت فیه من النظر(۱) واشار الیه المحقق حیث اطلق ابن الهمام بقوله فیه نظر هذا ما عندی فی تقریره وجهدالمقل دموعه ویحتاج الی تلطیف القریحة وکیف ماکان لاحجة فیه للمسوّین بل هو حجة علیهم لدلالة فحواه ان قصر الحکم علی البلة دون بقیة ما فی الاناء لعدم الحاجة فی المسح الی الاسالة فافاد ان فیما وظیفته الاسالة یعم الحکم جمیع مافی الاناء وهو المقصود۔

فائدہ۱۰: اقول وبالله التوفیق هنالفظان الوضوء من الحوض و

ہو اور اس میں حجم ہو اور جسم پر بہتا ہوا نظر آئے، تو اس میں محسوس کا اعتبار ضروری ہے اور جس میں وہ پانی جو ایک جگہ ہو متصل واحد ہے تو کل پانی مستعمل ہوگیا کیونکہ ملاقاۃ کل سے ہی ہے، جیسے کہ وہ نجاست جو پانی پر وارد ہو اور حکم کثیر سے اس لئے ساقط ہوگیا کیونکہ شریعت نے اس کو جاری کے حکم میں رکھا ہے، تو جب تک اس میں تغیر نہ ہو متاثر نہ ہوگا جیسے کہ اس کی تقریر گزری، اور مسح میں صرف پانی کا لگانا ہے نہ کہ بہانا ہے، تو اس کیلئے قریب جواہر ہونا کافی ہے جن سے تری پیدا ہوتی ہے اور وہ جواہر اوپر والوں سے جدا ہیں تو ملاقاۃ اسی پر منحصر رہے گی اور باقی اجزاء کی طرف منتقل نہ ہوگی کیونکہ ترک حقیقۃ کی حاجت نہیں اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ملاقاۃ صرف تری تک محدود ہے جیسا کہ فقہاء نے فرمایا، اور جو نظر میں نے ذکر کی ہے اس سے جواب ظاہر ہوگیا، اور محقق نے اس کی طرف اشارہ کیا کیونکہ ابن ہمام نے فرمایا اس میں نظر ہے میرے نزدیک اس کی تقریر یہی ہے، بہر صورت ان کیلئے اس میں کوئی حجۃ نہیں جو ملقی اور ملاقی میں برابری کے قائل ہیں، بلکہ یہ اُن کے خلاف حجۃ ہے، کیونکہ اس کا فحوٰی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم تری پر مقصور ہے، جو برتن میں باقیماندہ پانی ہے اس پر نہیں ہے کیونکہ مسح میں اسالۃ کی ضرورت نہیں، تو انہوں نے بتایا کہ جہاں بہانا ہوتا ہے وہاں حکم برتن کے تمام پانی کو عام ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

فائدہ ۱۰: میں بتوفیق الٰہی کہتا ہوں یہاں دو لفظ ہیں الوضوء من الحوض اور الوضوء فی الحوض۔ قاسم نے

به(۱) عبر العلامة قاسم تسامحا وفى الحوض وبه عبر العلامة ابن الشحنة وسوى(۲) بينهما البحر فتارة يقول من كصدر مقالته واسم رسالته واخرى فى كمطاوى عبارته وقد علمت ان الثانى يحتمل وجهين الوضوء خارجه بحيث تقع الغسالة فيه ولو بعد الجريان على الارض والوضوء فيه بغمس الاعضاء ذاك ملقى وهذا ملاقى واللفظ الاول يحتمل ثلثة وجوه هذين والوضوء خارجه بالاغتراف منه بحيث لاتصل الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم وهذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف باناء بحيث لايصيب شيئ من يده الماء وباليد لعدم اناء اومع وجوده فالاول جائز بالاجماع ولايتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثانى لمكان الضرورة الا اذا ادخل ازيد من قدر الحاجة او قدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعود ان الى صورة الغمس كالثالث ففى هذهعـــه الاربع يصير الماء كله مستعملا

تسامح سے کام لیتے ہوئے من الحوض سے تعبیر کیا اور ابن الشحنہ نے الوضوفی الحوض سے تعبیر کیا اور بحر نے ان دونوں کو برابر کیا، کبھی تو من کہتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے مقالہ کی ابتداء اور رسالہ کے نام میں، اور کبھی فی استعمال کیا جیسا کہ عبارات کے درمیان میں کیا۔ اور آپ جان چکے ہیں دوسرا دو وجہوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک تو وضو حوض کے باہر اس طرح کہ دھوون حوض میں گرے خواہ زمین پر بہہ کر جائے اور ایک یہ کہ وضوء اس طرح کیا جائے کہ حوض میں اعضاء ڈبوئے جائیں وہ ملقی ہے اور یہ ملاقی ہے اور پہلا لفظ تین وجوہ کا محتمل ہے، دو تو یہی اور تیسری یہ کہ حوض کے باہر بیٹھ کر حوض سے چلو بھر پانی لیں اس طرح کہ دھوون حوض تک نہ پہنچے، جیسے زمزم کے کنویں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس تیسری وجہ میں بھی تین وجوہ ہیں، [1] ایک تو یہ کہ برتن سے پانی لیں اس طرح کہ ہاتھ پانی کو نہ لگے، [2] دوسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں جبکہ برتن نہ ہو، [3] تیسرے یہ کہ ہاتھ سے لیں لیکن برتن موجود ہو تو پہلا بالاجماع جائز ہے اور اس سے پانی میں خلل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور دوسرا بھی جائز ہے کیونکہ ضرورت ہے، ہاں اگر ضرورت سے زائد ہاتھ داخل کیا یا بقدرِ ضرورت ڈالا پھر اس میں غسل کا ارادہ کیا تو یہ دونوں صورتیں ڈبونے کی صورت

عـــه اى ادخال الزائد على قدر حاجة الاغتراف ونية الغسل فيه والاغتراف بيد محدثة مع وجود الاناء والوضوء فيه بغمس الاعضاء اھ منه غفرله ۔(م)

یعنی چلّو کی مقدار سے زیادہ داخل کرنا اور پانی میں دھونے کی نیت کرنا اور برتن کے ہوتے ہوئے محدث ہاتھ کے ذریعے پانی نکالنا اور پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کرنا اھ منہ غفرلہ (ت)

قلیلا کان اوکثیرامالم یکن کثیرا امااول الثانی اعنی الوضوءخارجه مع وقوع الغسالةفیه فالصحیح المعتمدانه لایفسدالماء مالم یساوه اویغلب علیه هذه احکام الصورالخمس وقد وضحت بحمدالله تعالٰی مثل الشمس،وبه ظهر ان العلامة عبدالبراصاب فی حکم الاربع الاول دون الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعهم بالعکس ثم معه فیما خالف الصحیح عدةروایات واقوال مفصلة فی البدائع وغیرها ان الماء المستعمل یفسد المطلق مطلقاوان قل اواذااستبان مواقع القطراواذاسال سیلاناوالکل حاصل فی الوضوء فی الحوض الصغیر بالمعنی الاول بخلاف ھٰؤلاء الجلة فلیس بایدیهم الابحث وقع فی البدائع علی خلاف النصوص المتواترة واجماع ائمة المذهب رضی الله تعالٰی عنهم والحق،هوهذاالفرق،الذی وفق المولی سبحنه وتعالٰی عبده الذلیل،بتحقیقه الجلیل،بحیث احاط ان شاء الله تعالٰی بکل کثیر وقلیل،وبلغ الغایةالقصوی فی التفریع والتاصیل،فله الحمدعلی مااولی،وافضل الصلوات العلی،والتسلیمات الزاکیات المبارکات علی المولی، واله وصحبه،وابنه و حزبه،کمایحب ربنا و یرضی اٰمین والحمد لله رب العٰلمین،والله سبحنه وتعالٰی وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

میں شامل ہیں، جیسی کہ تیسری، توان چاروں صورتوں میں کل پانی مستعمل ہوجائیگا خواہ کم ہو یا زیادہ، جب تک کہ کثیر نہ ہوجائے لیکن دوسرے کا پہلا یعنی حوض کے باہر وضو کرنا اس طرح کہ دھوون اس میں گرتا رہے تو صحیح اور معتمد یہ ہے کہ جب تک وہ پانی کے برابر نہ ہو یا اس پر غالب نہ ہو پانی کو فاسد نہ کرے گا، یہ پانچوں صورتوں کے احکام ہیں اور میں نے بحمد اللہ سورج کی طرح واضح کردیا ہے، اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ علّامہ عبدالبر نے پہلی چار صورتوں کے بیان میں کوئی غلطی نہیں کی مگر پانچویں میں غلطی کی اور علامہ قاسم اور بحر اور ان کے متبعین نے برعکس کیا پھر ان کے ساتھ ان صورتوں میں جن میں مخالفت کی، متعدد روایات واقوال ہیں جن کی تفصیل بدائع وغیرہ میں ہے، مثلاً یہ کہ مستعمل پانی مطلق پانی کو مطلقاً فاسد کردیتا ہے خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، یا قطروں کے مقامات ظاہر ہوں یا جبکہ خوب بہے اور یہ سب چھوٹے حوض میں وضو کرنے سے حاصل ہے، لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے، بخلاف ان جلیل القدر علماء کے کہ ان کے ہاتھ میں سوائے اُس بحث کے کچھ نہیں جو نصوص متواترہ، اجماعِ ائمہ مذہب کے خلاف بدائع میں واقع ہے، اور حق وہ فرق ہے جس کی اپنے ذلیل بندے کو مولٰی سبحٰنہ نے توفیق دی تحقیق جلیل کی کہ اس نے کثیر و قلیل کا احاطہ کیا اور انتہا کو پہنچا اُس کی حمد سب سے اولٰی ہے بہتر صلوٰۃ وسلام افضل مبارک مزکی آقا پر ان کے آل اصحاب اولاد جماعت پر جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے آمین

والحمدلله رب العالمین الی اٰخرہ۔

مسئلہ ۳۰: مرسلہ مولوی نذر امام صاحب مدرس سہسوانی ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص غسل جنابت کی حاجت میں غسل حوض میں کرے توحوض پلید ہوجائے گایا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گُھسے توپلید ہوجاتا ہے بکر کہتا ہے آدمی پاک صاف گُھسا تونہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ، ہاں نجاست سے رنگ بُومزہ بدل جائیگا توپلید ہوجائیگا۔ **بینوّا توجروا۔**

الجواب:

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جس کے بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہوہر گز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسے نہانے کی حاجت ہی ہوا گرچہ وہ خاص ازالہ جنابت ہی کی نیت سے اُس میں گیاہو ہمارے ائمہ کے صحیح ومعتمد ومفتی بہ مذہب پر غسل بھی اُترجائے گااور حوض بھی بدستور پاک رہے گااور اگرآبِ حوض مائے کثیر کی مقدار پرہے جب توجنب کے نہانے سے مستعمل ہونادرکنار باجماعِ تمام ائمہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہرگز ناپاک نہ ہوگاجب تک اس قدر کثرت سے نجاست نہ گرے کہ اس کے رنگ یابُو یامزہ کوبدل دے اسی پر فتوی ہے یا ایک قول پر اُس کانصف یااکثر نجاستِ مرئیہ پرہوکر گزرے بہتاپانی توباجماع قطعی تمام اُمتِ محمدیہ علٰی سیدہا افضل الصّلوٰۃ والتحیۃآبِ کثیرہے کہ بغیراُس تغیریامرورکے کسی طرح ناپاک نہیں ہوسکتا جیسے دہلی میں مسجد فتحپوری کاحوض جس میں جمنا سے لائی ہوئی نہرپڑی ہےاور(۱) ٹھہرے ہوئے پانی میں ہمارے علماء کے دو قول ہیں:

(۱) جس پرآدمی کادل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کااثردوسرے کنارے تک نہ پہنچے گااُس کے حق میں وہی کثیرہے اور اثر نہ پہنچنے کامعیاریہ کہ ایک کنارے پر وضوکیا جائے تودوسرے کنارے کاپانی فوراً تلے اوپر نہ ہونے لگے نری حرکت یادیرکے بعد پانی کے اُٹھنے بیٹھنے کااعتبار نہیں۔

(۲) جس کی مساحت سطح بالائی دہ دردہ یعنی اُس کے طول وعرض کامسطح سَوہاتھ ہواور گہرااتناکہ لَپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھُلے وہ کثیرہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کااصل مذہب وہی قولِ اول ہےاور عام متون مذہب نے قولِ ثانی اختیار کیااور بکثرت مشائخ اعلام نے اُس پر فتوی دیابہرحال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگرپانی مقدار کثیر سے کم ہے توالبتہ کتنی ہی ذراسی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یاکسی ایسے شخص کے نہانے سے جس کے بدن پرکچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہوجائیگااور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح ومعتمد پر جبکہ اُس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلاًجنب نہائے یامحدث وضوکرے یابضرورت طہارت مثلاًچلّو میں پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے دھوئے

عضوکاجسے دھوناضرور تھاکوئی جُزکسی طرح اگرچہ بلا قصد اُس سے دُھل جائے) یابہ نیت قربت استعمال میں لایاجائے (مثلًا باوضوآدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اُس میں کسی عضوکو غوطہ دے کردھوئے) ساراپانی مستعمل ہوجائیگاکہ پاک توہے مگر غسل ووضوکے قابل نہ رہاجب حوض(۱) صغیر میں یہ صورت واقع ہوتواس کے مطہر کرنے کیلئے دو باتوں میں سے ایک کرناچاہئے یاتومطہر پانی مستعمل پر غالب کردینایاحوض کو لبریز کرکے مطہر پانی سے بہادینااول کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اُس شخص کے نہاتے یابے دُھلاعضو بلاضرورت ڈالتے وقت نصف حوض سے کم پانی تھاتواب مطہر پانی سے بھردیں کہ یہ مستعمل سے زیادہ ہوگیااوراگراس وقت نصف یازیادہ حوض میں پانی تھاتو پہلے اتناپانی نکال دیں کہ حوض کااکثر حصّہ خالی ہوجائے پھر منہ تک بھردیں مثلًا ہموار حوض کہ زیروبالایکساں مساحت رکھتاہے دو گزگہراہے اوراس شخص کے نہاتے وقت اُس میں گز بھر پانی تھاتوپاؤگرہ پانی نکال دیں اورسترہ گرہ تھاتوسوا گرہ کھینچ دیں کہ بہرحال سواسولہ گرہ خالی اورپونے سولہ میں پانی رہے پھرنئے پانی سے لبالب بھردیں اوردوم کی شکل یہ کہ حوض میں اُس وقت پانی کتناہی ہواُس میں سے کچھ نہ نکالیں اورنیاپانی اُس میں پہنچاتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے اُبل کربہ جائے یہ دوسراطریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتاہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکال کرپانی سے اُبال کربہادیں ظاہر ہے کہ اُس وقت حوض میں پانی نصف سے جتناکم ہوپہلا طریقہ آسان ترہوگادو گزگہرے حوض میں اُس وقت چارہی گرہ پانی تھا تو صرف چار گرہ پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈال دیں کہ مستعمل سے مطہر اکثر ہوگیااوراس وقت پانی نصف سے جتنازائد ہودوسرا طریقہ سہل ترہوگاکہ اُس میں نکالناکچھ نہ پڑے گااورکم حصہ خالی ہے جسے بھر کرابالناہوگااورجہاں(۲) دونوں صورتیں دشواری وحرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگرقول بعض علماء پر عمل کرکے اُس میں سے بیس ہی ڈول نکال دیں توامید ہے کہ اِن شاء اللہ تعالٰی اسی قدرکافی ہو یُرِیۡدُاللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَایُرِیۡدُبِکُمُ الۡعُسۡرَ (اللہ تعالٰی تم پرآسانی چاہتاہے تنگی نہیں اہتا۔ت) اورسب سے زیادہ صورت ضرورت یہ ہے کہ وہاں کنواں نہ ہومینہ سے حوض بھرتاہواور ہوگیامستعمل اب اُس کے بہانے یامستعمل پر مطہر بڑھانے کیلئے پانی کہاں سے لائیں لہٰذااس صورت ثالثہ پر عمل ہوگا وباللہ التوفیق۔

درمختار میں ہے:

لایجوز(ای رفع الحدث)بماء استعمل لاجل قربۃ اواسقاط فرض بان یدخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ اذاانفصل عن عضو وان لم یستقر علی المذھب وھوطاھر ولومن جنب وھوالطاھر	جائز نہیں (یعنی رفع حدث) اُس پانی سے جوحدث دُور کرنے یاقربۃ حاصل کرنے کیلئے استعمال میں لایاگیاہو مثلًایہ کہ اپناہاتھ یاپیر کسی گڑھے میں داخل کردے اور اس کو مقصود چلّو بھر کرپانی لینانہ ہو تووہ عضو سے جُدا ہوتے ہی مستعمل ہوجائیگاخواہ اس پر

لیس بطھور لحدث علی المعتمد محدث انغمس فی بئر ولانجس علیہ الاصح انہ طاھر والماء مستعمل[1] اھ ملتقطا۔	نہ ٹھہرے، مذہب یہی ہے اور یہ پاک ہی رہے گا خواہ ناپاک آدمی ہی کیوں نہ ہو اور وہ طاہر ہے، پاک کرنے والا نہیں ہے، معتمد قول یہی ہے، اگر کوئی بے وضو کسی کنویں میں غوطہ لگائے اور اس کے جسم پر کوئی نجاست نہ ہو اصح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور پانی مستعمل ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الاصح ھذا القول ذکرہ فی الھدایۃ روایۃ عن الامام قال الزیلعی والھندی وغیرھما تبعا لصاحب الھدایۃ ھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ قال فی البحر فعلم ان المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور[2] اھ مختصرا۔	اس کا قول الاصح، اس قول کو ہدایہ میں امام سے بطور روایت کے ذکر کیا ہے، زیلعی اور ہندی وغیرہما نے صاحبِ ہدایہ کی متابعت میں کہا کہ یہ روایت اوفق الروایات ہے، فتح القدیر اور شرح المجمع میں ہے کہ تصحیح شدہ روایت یہی ہے، بحر میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ آدمی پاک ہے، پانی پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں اھ مختصرا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الغلبۃ لو المخالط مماثلا کمستعمل بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر والالا[3] اھ ملتقطا۔	غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر ملنے والا مماثل ہو جیسے مستعمل پس اگر مطلق اکثر ہے نصف سے، تو تطہیر جائز ہے ورنہ نہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای وان لم یکن المطلق اکثر بان کان اقل اومساویا لایجوز[4] اھ۔	یعنی اگر مطلق زائد نہ ہو مثلاً یہ کہ کم ہو یا مساوی تو جائز نہیں اھ (ت)

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۸

[3] دُرمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۴ ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۴

در مختار میں ہے:

یجوزبجاروقعت فیہ نجاسۃ ان لم یر اثرہ (وھوطعم اوریح اولون)ظاھرہ یعم الجیفۃ و رجحہ الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النھرواقرہ المصنف وفی القھستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ الفتوی وقیل ان جری علیہ نصفہ فاکثرلم یجز وھو احوط(وکذا)یجوز(براکد)کثیروقع فیہ نجس لم یراثرہ ولوفی موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر(والمعتبر)فی مقدار الراکد (اکبررای) المبتلی بہ(فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاخر جاز و الا لا)ھذا ظاھر الروایۃ وھوالاصح غایۃ وغیرھاوفی النھر ان اعتبار العشراضبط ولاسیمافی حق من لارأی لہ من العوام فلذاافتی بہ المتأخرون الاعلام[1] اھ مختصرا۔	وضو جائز ہے اُس جاری پانی سے جس میں نجاست گری اوراس کااثر یعنی مزہ،بُو یارنگ اس میں ظاہر نہ ہو،بظاہر یہ مردہ کو بھی عام ہے،کمال نے اس کو ترجیح دی ہے اوران کے شاگرد قاسم نے کہاکہ یہی مختار ہے،اورنہرمیں اس کو تقویت دی اور مصنف نے اس کو برقراررکھا،اورقہستانی میں مضمرات سے نصاب سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے،اور کہاگیاکہ اگر اس پر آدھایازائد جاری ہوتوجائز نہیں اوریہی احوط ہے(اور اسی طرح)جائز ہے(ٹھہرے ہوئے)کثیر پانی سے جس میں نجاست گری ہو اوراس کااثرغیر مرئی ہوخواہ اُس جگہ سے ہوجہاں نجاست نظر آتی ہو،اسی پر فتوی ہے بحر(اور معتبر) ٹھہرے ہوئے پانی کی مقدار میں(جس طرف رائے کارجحان ہو)یعنی اس شخص کی رائے جواس معاملہ سے متعلق ہے،(اگراس کو یہ ظن غالب ہے کہ نجاست یہاں سے تجاوز کرکے دوسری طرف نہیں گئی ہے توجائز ہے،ورنہ نہیں)یہ ظاہر روایت ہے اوریہی صحیح ہے غایۃ وغیرہ میں۔اورنہرمیں ہے کہ دس ہاتھ کااعتبار کرلینازیادہ مناسب ہے،خاص طورپراُن عوام کے حق میں جن کی اس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں ہوتی ہے،اسی لئے متاخرین علمانے اسی پر فتوی دیا ہے اھ مختصرا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الھدایۃ وغیرھاان الغدیرالعظیم مالایتحرک احد طرفیہ بتحرک الطرف الأخروفی	ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ بڑاتالاب وہ ہے کہ جس کے ایک کنارہ کی حرکت سے دوسرے کنارے کو حرکت

[1] در مختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۱

المعراج انه ظاهر المذهب وفی الزیلعی ظاهر المذهب وقول المتقدمین حتی قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایة عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریك وهو ان یرتفع وینخفض من ساعته لابعد المکث ولایعتبر اصل الحرکة والمعتبر حرکة الوضوء هو الاصح محیط وحاوی القدسی ولایخفی علیك ان اعتبار الخلوص بغلبة الظن بلاتقدیر شیئ مخالف فی الظاهر لاعتباره بالتحریك لان غلبة الظن امر باطنی یختلف وتحریك الطرف الاخر حسی مشاهد لایختلف مع ان کلامنهما منقول عن ائمتنا الثلثة فی ظاهر الروایة ولم ار من تکلم علی ذلك ویظهر لی التوفیق بان المراد غلبة الظن بانه لوحرك لوصل الی الجانب الأخر اذالم یوجد التحریك بالفعل فلیتأمل[1] اھ ملخصا۔

نہ ہو، اور معراج میں ہے کہ ظاہر مذہب یہی ہے۔ اور زیلعی میں ہے کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور متقدمین کا قول ہے، یہاں تک کہ بدائع اور محیط میں ہے کہ ہمارے اصحابِ متقدمین کی روایت اس پر متفق ہے کہ اعتبار ہلانے کا ہے اس کے ساتھ ہی پانی اوپر نیچے ہونے لگے نہ کہ دیر بعد، اور عام حرکت کا اعتبار نہیں، اور معتبر وضو کی حرکت ہے، یہی اصح ہے، محیط اور حاوی قدسی۔ اور تجھ پر یہ بات مخفی نہ ہونی چاہئے کہ غالب ظن کا اعتبار بلا تقدیر شیئ یہ ظاہر میں حرکت کے اعتبار کے مخالف ہے کیونکہ غلبہ ظن ایک باطنی امر ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے، اور دوسرے کنارہ کو حرکت دینا ایک حسی امر ہے جس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پھر یہ دونوں چیزیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ سے ظاہر روایت میں منقول ہیں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس پر کلام کیا ہو، اس میں تطبیق کی شکل میرے نزدیک یہ ہوسکتی ہے کہ جب بالفعل تالاب کو حرکت نہ دی جائے تو اس امر کا غلبہ ظن ہونا چاہیے کہ اگر حرکت دی جاتی تو دوسرے کنارے پر حرکت پیدا ہوتی فلیتأمل اھ ملخصا۔ (ت)

اقول: ھذا الذی ابداہ من التوفیق حسن بالقول حقیق فان من وجد فی البریة ماء فی احد جانبیه نجاسة فهل یؤمر ان یتوضأ فی الطرف الاخر کی یجرب علی نفسه انه یتحرك ام لافان وجدہ یتحرك فلیجتنب وای شیئ یجتنب وقد

میں کہتا ہوں تطبیق کی جو شکل انہوں نے پیش کی ہے نہایت مستحسن ہے کیونکہ اگر کوئی شخص جنگل میں پانی کا تالاب پائے جس کے ایک کنارہ پر نجاست ہو تو اب کیا یہ معقول بات ہوگی کہ اسے حکم دیا جائے، جاؤ اس کے دوسرے کنارے سے وضو کرکے تجربہ کرو کہ آیا اس طرح دوسرے کنارے پر حرکت ہوتی ہے

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

تلوث فاذن ليس المراد الاان يغلب على ظنه انه ان توضأ تحرك فمافى القول الاول بيان للمقصود وماهنابيان لمعرفه فان خلوص النجاسةامر باطنى لايوقف عليه و وصول الحرك يعرفه فمايظن فيه هذاهو المظنون فيه ذاك ومالافلا ثم(۱) المنقول فى البئراذاانغمس فيها محدث ولوجنبانزح عشرين دلوافقى ردالمحتارعن الوهبانية مذهب محمداه يسلبه الطهورية وهوالصحيح عند الشيخين فينزح منه عشرون ليصير طهورا[1] اه قال والمرادبالمحدث مايشمل الجنب،

ثم(۲) وقع بينهم النزاع فى ان الصهريج وهو على مانقل الشافعيةعن القاموس الحوض الكبيرهل هوكالبئرفيكفى فيه نزح البعض حيث يكفى ام كالزيرفيجب اخراج الكل وغسل السطوح للتطهير بالاول افتى بعض معاصرى العلامة عمربن نجيم صاحب النهرمتمسكا باطلاقهم البئرمن دون تقييدبالمعين و رده فى النهر تبعا للبحر بمافى البدائع والكافى وغيرهمامن ان الفأرة لو وقعت فى الحب يهراق الماء كله قال ووجهه ان الاكتفاء بنزح البعض فى الأبار على خلاف القياس بالأثارفلايلحق بهاغيرهاثم قال وهذاالردانما

یا نہیں؟ اب اگر حرکت محسوس کرے تو وضو نہ کرے اور اب بچ کیسے سکتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اس گندے پانی میں ملوّث ہوچکے ہیں، للذاغلبہ ظن سے مراد یہی ہے کہ اگر وہ وضو کرے تو دوسرے حصہ پر حرکت ہوگی، تو پہلے قول میں مقصود کا بیان ہے اور یہ معرفت کا بیان ہے کیونکہ نجاست کا دوسری جانب پہنچنا ایک باطنی امر ہے اس پر اطلاع نہیں ہوتی ہے، اور حرکت کے پہنچنے سے معلوم ہوتا ہے جہاں اِس کا گمان ہے وہاں اُس کا بھی ہے اس کا نہیں تو اُس کا بھی نہیں، پھر کنویں کے بارے میں یہ منقول ہے کہ اگر بے وضو یا جنب کنویں میں غوطہ لگائے تو اُس سے بیس ڈول پانی نکالا جائیگا۔ ردالمحتار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ محمد کا مذہب یہ ہے کہ طہوریت سلب ہوجائیگی، اور شیخین کے نزدیک یہی صحیح ہے، تو اس سے بیس ڈول نکالے جائیں گے تاکہ وہ طہور ہوجائے اھ فرمایا اور محدث میں جُنب بھی شامل ہے، پھر فقہاء میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ جو صہریج ___ شافعیہ نے قاموس سے نقل کیا کہ اس سے مراد بڑا حوض ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ کنویں کی طرح ہے تو اس کا کچھ پانی نکالنا کافی ہوگا یا زیر (سوتا) کی طرح ہے اور کل پانی نکالنا ہوگا او ر اس کی سطحوں کو بھی دھونا پڑے گا، پہلے قول کے مطابق علامہ عمر بن نجیم صاحبِ نہر کے بعض معاصرین نے فتوٰی دیا اور فقہا کے اس اطلاق سے استدلال کیا کہ انہوں نے کنویں میں سوتے والے اور

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۷

یتم بناء علی ان الصھریج لیس من مسمی البئر فی شیئ[1] اھ قال الشامی ای فاذاادعی دخوله فی مسمی البئرلایکون مخالفاللاٰثارویؤیدہ ماقدمناہ من ان البئرمشتقة من بأرت ای حضرت والصھریج حفرةفی الارض لاتصل الیدالی مائھابخلاف العین والحب والحوض والیه مال العلامةالمقدسی فقال مااستدل به فی البحرلایخفی بعدہ واین الحب من الصھریج لاسیما الذی یسع الوفاء من الدلاء[2] اھ لکنه خلاف مافی النتف ونصه اماالبئرفھی التی لھا موادمن اسفلھااھ ای لھامیاہ تمد وتنبع من اسفلھاولایخفی انه علی ھذاالتعریف یخرج الصھریج والحب والاٰبارالتی تملاءمن المطراومن الانھار[3] اھ مافی ردالمحتار باختصار۔

اقول:(۲)وکون البئرمن البأریقتضی ان کل بئر محفورةلاان کل محفوربیرولاتنس ماحکوہ فی القارورة والجرجیروفی الدر

بغیر سوتے والے میں فرق نہ کیا،اس کو نہر میں بحر کی متابعت میں رد کیا، کیونکہ بدائع اورکافی وغیرہ میں ہے کہ گڑھے میں چُوہیا گر جائے توکل پانی نکالا جائیگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کنویں سے کچھ پانی کانکالنا خلافِ قیاس ہے اورآثار کی وجہ سے ہے توکنویں کے علاوہ کسی اورچیز میں یہ خلاف قیاس نہ چلے گا،پھر فرمایایہ رداس بناء پر ہے کہ صہریج پر بئر کااطلاق نہیں ہوتااھ۔ شامی نے کہاجب یہ دعوی کیاجائے کہ اس پر بھی بئر کااطلاق ہوتا ہے توآثار کے مخالف نہ ہوگااوراس کی تائیداس سے ہوتی ہے کہ بئر بأرتُ سے مشتق ہے یعنی"حفرتُ"(میں نے کھودا) صہریج اس گڑھے کو کہتے ہیں جس کے پانی تک ہاتھ نہ پہنچتا ہو،عین،حب،حوض اس کے برعکس ہے اوراسی طرف علامہ مقدسی مائل ہوئے ہیں،اورفرمایاجس سے بحر نے استدلال کیا ہے اُس کابُعد مخفی نہ رہے اورحب اور صہریج میں بڑا فرق ہے خاص طورپر وہ جس میں وفاڈول کی گنجائش ہواھ مگر یہ نتف کے خلاف ہے اوراس کی عبارت یہ ہے اور کنواں وہ ہے جس کے نیچے سے سوتے ہوں اھ یعنی نیچے سے پانی نکلتا رہتاہو،اور مخفی نہ رہے کہ صہریج،حب اور کنویں جو بارش سے بھر جاتے ہیں یانہروں سے وہ اس تعریف سے خارج ہیں اھ ردالمحتار مختصراً(ت)

میں کہتاہوں بئر کا بأرٌ سے مشتق ہونااس امر کامقتضی ہے کہ ہر بئر کھودا ہوا ہو یہ نہیں کہ ہر کھوداہوا بئر ہو اور تم اس کو نہ بھُلاناجوانہوں نے قارورہ اورجرجیر کے بارے میں حکایت کیا ہے

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۹
[2] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۹
[3] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۹

المختارعن حواشی العلامة الغزی صاحب التنویرعلی الکنز عن القنیة ان حکم الرکیة کالبئروعن الفوائدان الحب المطمورا کثرہ فی الارض کالبئرقال فی الدروعلیه فالصھریج والزیرالکبیرینزح منه کالبئر فاغتنم ھذاالتحریر[1]اھ	اور در مختار میں حواشی علامہ غزی صاحب تنویر کنز پر قنیہ سے ہے کہ "رکیہ" کا حکم کنویں کا سا ہے، اور فوائد سے ہے کہ حب مطمور کا اکثر حصّہ اگر زمین کے اندر ہو تو وہ کنویں کی طرح ہے در میں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صہریج اور زیر کبیر سے کنویں کی طرح پانی نکالا جائیگا اس تحریر کو غنیمت جانو اھ۔
قال الشامی الرکیة فی العرف بئریجتمع ماؤھامن المطرفھی بمعنی الصھریج قال وھذا مسلم فی الصھریج(۱)دون الزیر لخروجه عن مسمی البئروکون اکثرہ مطمورای مدفونا فی الارض لایدخله فیه لاعرفاولالغة ومافی الفوائدمعارض باطلاق مامرعن البدائع والکافی وغیرھماوفرق ظاھربینه وبین الصھریج کماقدمناعن المقدسی[2]اھ مختصرا۔	شامی نے فرمایا کہ رکیہ عرف میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں بارش کا پانی اکٹھا ہو جاتا ہے تو یہ صہریج کے معنی میں ہے، فرمایا یہ صہریج میں مسلّم ہے زیر میں نہیں، کیونکہ اس پر بئر کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، اور اس کا بیشتر حصہ زمین میں مدفون اور دھنسا ہوا ہوتا ہے لہٰذا وہ عرفاً اور لغۃً کنواں نہیں ہے، اور جو فوائد میں ہے وہ بدائع اور کافی وغیرہ کے اطلاق کے معارض ہے اور اس میں اور صہریج میں واضح فرق ہے جیسا کہ ہم نے مقدسی سے نقل کیا اھ مختصرا۔(ت)
اقول: ھذامن الحسن بمکان(۲)لکن [عــه] لایظھر التفرقة بین الحوض والصھریج فان(۳)عدم وصول الیدالی الماء لیس داخلافی مسمی البئر ولا الصھریج وانماالبئرکماذکر من البأربمعنی الحفر او منه بمعنی الادخارویختلف قرب مائھاوابتعادہ باختلاف الارض والفصول ففی الاراضی الندیة وابان المطر	**میں کہتا ہوں** یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس سے حوض اور صہریج میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ پانی تک ہاتھ کا نہ پہنچ سکنا کنویں کے مفہوم میں شامل نہیں ہے اور نہ صہریج کے مفہوم میں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا بئر، بأر سے ہے جس کے معنی کھودنے کے ہیں، یا بمعنی ذخیرہ کرنے کے ہیں، اور اس کے پانی کا قریب وبعید ہونا زمین اور موسموں کے اختلاف سے

عــه ناظرا الی قوله السابق بخلاف العین والحب والحوض اھ منه(م)	جو اس کے قول سابق بخلاف العین والحب والحوض اھ منہ (ت)

[1] در مختار، فصل فی البئر، مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹)

[2] ردالمحتار، فصل فی البئر، مصطفی البابی ۱/ ۱۵۹)

يقترب جدال سيمابقرب الانهارالكبارحتى رأينا من الأبارمايناال ماؤهابالايدى واذاسالت السيول ترعتْ واستوت بالارض وهى التى تسمى بالهندية چويا والحياض كثيراماتكون بعيدة الغور، حتى اذا ملئت الى قدرالنصف اوازيد منه قليلالاتصل الايدى الى مائها واذاامتلأت وصلت وكذلك الزير الكبير، وما الصهريج الاحوضايجتمع فيه الماء كمارأيته فى نسختى القاموس وعليهاشرح فى تاج العروس ومثله فى مختارالرازى وفى الصراح صهريج بالعكس حوض چه اب [1]اھ وعلى ماأثرتم عن القاموس هوالحوض الكبير يجتمع فيه الماء و هذا ايضا لا يزيدعلى الحوض الا بقيد الكبر و الحوض حوض صغراوكبرولاشك ان الصهريج وان بعد قعره يملؤه الوادى اذاسال فتراه يتدفق بماء سلسال وقدقال ذوالرمة ۔

صوادى الهام والاحشاء خافقة

تناول الهيم ارشاف الصهاريج

فاذاكانت الابل ترتشف ارشافهابشفاهها فمابال الايدى لاتصل الى مياهها، والعلامة المقدسى انما يميل الى التفرقة بين الحب والصهريج بالحرج البين فى تفريغ الصهاريج وغسلها ونشفها كالبئر بخلاف الزيروالیه يشيرقوله لا سيما الذى يسع الوفا اذا علمت

ہوتا ہے چنانچہ ترزمینوں اور بارش کے موسم میں بہت قریب ہوتا ہے خاص طور پر بڑی بڑی نہروں کے قریب، یہاں تک کہ ہم نے بعض کنویں ایسے دیکھے جن میں سے ہاتھ سے پانی نکالا جاسکتا ہے اور سیلاب کے موسم میں تو یہ کنویں منہ تک بھر جاتے ہیں ہندی میں اس کو "چویا" کہتے ہیں اور کسی حوض کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ آدھے بھر جائیں یااس سے زائد تب بھی ان کے پانی تک ہاتھ نہیں پہنچ پاتا ہے، جب بھر جاتے ہیں تب ہاتھ پہنچتا ہے اور یہی حال بڑے زیر کا ہے، اور صہریج بڑے حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی اکٹھا ہوجاتا ہے، میرے قاموس کے نسخہ میں یہی ہے اور تاج العروس میں اس کی شرح ہے، اور یہی چیز مختار الرازی میں ہے اور صراح میں ہے صہریج بالکسر پانی کا چھوٹا حوض اھ اور جس کو تم نے جو قاموس کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ صہریج بڑا حوض ہے جس میں پانی جمع ہوتا ہے اور یہ بھی حوض ہی ہے، صرف بڑا ہوتا ہے، اور حوض تو حوض ہی ہوتا ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، اور اس میں شک نہیں کہ صہریج خواہ کتنا ہی گہرا ہو اس کو وادی بھرتی ہے، جب وہ بھر جاتا ہے تو اُس سے پانی اُچھل کر نکلتا ہے۔

ذوالرُّمہ نے کہا ہے :۔

صوادى الهام والاحشاء خافقة

تناول الهيم ارشاف الصهاريج

(پتلی کمر والی اشراف عورتیں اس طرح سیراب ہوتی ہیں جیسے پیاسے اونٹ حوضوں کے بقیہ پانی کو پیتے ہیں)

توجب اونٹ اپنے ہونٹوں سے حوض سے پانی پیتے ہیں تو ہاتھ پانی تک کیوں نہیں پہنچتے ہیں،

[1] الصراح باب الجیم فصل الصاد مطبع مجیدی کانپور ص ۸۸)

هذا فاعلم انالواقتصرنافی المسألة علی مازعمه العلامتان قاسم والبحر وتبعه کثیرممن جاء بعده من الاعلام ان المستعمل لیس الاما لاقی البدن لم نحتج الی الامربنزح شیئ اصلالان الملاقی اقل بکثیرمن الباقی فالطهوریة لم تسلب حتی تُحلب لکنه خلاف نصوص ائمة المذهب المنقول فی الکتب المعتمدة اجماعهم علیه فوجب الرجوع الی المذهب واعتری ح الخلاف بین انه کالبئر اوکالزیر فعملنابالایسرعندالحرج وبالجراء اوتفریغ الاکثرحیث لاحرج کی یصیر جاریا او المطلق اکثراجزاء،وباجماع یجزئ فی الطهور اجزاء،فهذاتحقیق ماعولناعلیه،والحمدلله ومنه والیه،هکذاینبغی التحقیق،والله سبحنه وتعالٰی ولی التوفیق،وماذکرنامن مسألة الاجراء فتحقیقه فی ردالمحتار وقدذکرناه فی مواضع من فتاوٰنا۔

اور علامہ مقدسی "حب" اور "صہریج" میں فرق کرتے ہیں،وہ فرماتے ہیں کہ صہاریج کو خالی کرنے میں بہت حرج ہوتا ہے اسی طرح ان کو دھونا اور سکھانا بھی مشکل ہے جیسے کنواں،بخلاف "زیر" کے،اوراسی طرف انہوں نے اپنے اس قول سے اشارہ کیاہے کہ "خاص طورپر وہ جس میں "وفا" سماسکے،جب آپ نے یہ جان لیاتواب معلوم ہوناچاہئے کہ ہم اگر مسئلہ میں علامہ قاسم اور بحر اور ان کے پیروکاروں کی طرح صرف اسی پر اکتفاء کرتے کہ مستعمل صرف وہی ہے جو بدن سے ملاقی ہو،تو ہمیں کچھ پانی نکالنے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جوملاقی ہے وہ بہت ہی کم ہوتا ہے بہ نسبت باقی کے تو طہوریت اس وقت تک سلب نہ ہوگی جب تک کہ آزمایانہ جائے لیکن یہ ائمہ مذہب کے نصوص کے خلاف ہے جو کتب معتمدہ میں منقول ہیں اوراسی پر اُن کا اجماع ہے تومذہب کی طرف رجوع لازم ہےاوراس وقت اختلاف ظاہر ہوا ہے درمیان اس کے کہ آیا یہ کہ کنویں کی طرح ہے یازیر کی طرح ہے اور ہم نے جوایسر تھااس پر عمل کیاحرج کے جاری کرنے کے وقت اور اکثر کے خالی کرنے کا حکم اس جگہ دیاجہاں کوئی حرج نہ ہو،تاکہ وہ جاری ہوجائے یا مطلق کے اجزاء زیادہ ہوں اس کی طہوریت کیلئے اجماع کافی ہے یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے بیان کی۔تمام تعریف اللہ کی اس سے اسی کیلئے ہے،تحقیق کو یہی لائق تھا،اللہ سبحان بلند توفیق کا والی ہے،ہم نے اجراء کے مسئلہ کی جو تحقیق بیان کی ہے وہی ردالمحتار میں ہے اپنے فتاوٰی میں ہم نے بہت جگہ ذکر کیاہے۔(ت)

رہازید کا کہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو توپلید ہوجائے گااس کا محض غلط ہونا توظاہر ہے کہ جس روایت پر مستعمل پانی نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پلید ہوجائے گااور صحیح ومعتمد مذہب پر لاکھ بار سے بھی پلید نہ ہوگا

ہاں علامہ زین قاسم وعلامہ زین بن نجیم کی نظر اس میں مختلف ہوئی کہ بکثرت آدمیوں کے نہانے سے حوض صغیر کا سب پانی مستعمل ہوجائے گا یا نہیں، اول نے ثانی اور ثانی نے اول کا استظہار کیا۔

اقول: عندی الاظھر ھو الثانی (میرے نزدیک اظہر ثانی ہے۔ت) مگر اس کی بنا اُن کے اُس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصّہ بدن سے ملا اُتنا ہی مستعمل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی کیونکر مستعمل ہوسکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شُبہ جاتا ہے کہ پانی کے جتنے حصّے ان سب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کے برابر یا اُس سے زائد ہوجائیں تو سب مستعمل ہوجائیگا مگر وہ خیال صحیح نہیں مذہب معتمد و صحیح یہی ہے جو پانی آب کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانا کیا ناخن کا ایک کنارہ بے ضرورت ڈوب جانے سے سب مستعمل ہوجاتا ہے **وقد نقلوا علیہ الاجماع فی غیر ما کتاب واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۳۱: مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعد اللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جمع ہوجائے اور وہ خندق دس گز سے لمبا چوڑا زیادہ ہو مگر بستی کے قریب ہو اور اس میں بستی کا پانی جاتا ہو اس میں غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جس خندق کی مساحت دہ در دہ ہے یعنی طول وعرض کے ضرب دیے سے سو ہاتھ حاصل ہوں مثلاً دس ۱۰ ہاتھ طول ہو دس ۱۰ ہاتھ عرض یا بیس ۲۰ ہاتھ طول، پانچ ۵ ہاتھ عرض یا پچاس ۵۰ ہاتھ طول، دو ۲ ہاتھ عرض اور ان سب صورتوں میں اس کا گہراؤ اتنا ہو لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے تو اب اس میں دو صورتیں ہیں اگر پہلے اُس میں بارش کا پانی بھر گیا اُس کے بعد گھروں کا پانی پاک ناپاک ہر طرح کا خواہ صرف ناپاک ہی آکر ملا تو جب تک خاص نجاست کے سبب اُس کے رنگ یا بُو یا مزے میں تغیر نہ آئے پانی پاک رہے گا اور اُس سے وضو وغسل جائز اور اگر پہلے بستی کا پانی اس میں آکر مستقر ہوگیا تو اوّلاً یہ نظر کرنا ہے کہ وہ پانی ناپاک بھی تھا یا نہیں اگر ناپاک نہ تھا جب تو ظاہر ہے مثلاً پانی برسا اور مکانوں کے ہر گونہ پانیوں کو اپنے ساتھ بہا کر اس خندق میں لایا اور اُس کے رنگ، مزے، بُو، کسی میں نجاست کے باعث تغیر نہ آیا تو وہ ناپاک بھی اس کے ساتھ بہ کر پاک ہوگئے **لان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا** (کیونکہ جاری پانی بعض ناپاک پانی کو پاک کردیتا ہے۔ت) یا پہلے سے ناپاک پانی خندق میں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اب کوئی پاک پانی ایسا بہتا آیا کہ بہاؤ ٹھہرنے سے پہلے وہ دہ در دہ ہوگیا یہ بھی صورت طہارت کی ہے کہ جب تک بہ رہا تھا قابلِ نجاست نہ تھا اور ٹھہرا تو اُس وقت کہ دہ در دہ ہو کر حکم جاری میں ہوچکا تھا للذا کوئی وقت اُس نے وصف نجاست قبول کرنے کا نہ پایا اور اگر پانی ناپاک تھا خواہ یوں کہ نجاست نے

بہتے پانی کا کوئی وصف مذکور بدل دیا یا یہ کہ پہلے خالص ناپاک پانی خندق میں پہنچ لیااُس کے بعد بارش وغیرہ کا پانی تھوڑا تھوڑااس میں آتا گیا جتناملا ناپاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق میں دہ در دہ سے کم جگہ میں تھااُس پر خالص ناپاک پانی وارد ہواتواس میں پھر دو صورتیں ہیں اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کہ وہ پانی اُس ناپاک میں مل کر رہ گیاتو وہ بھی ناپاک ہوگیاا ور اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتاآیا جس نے اس خندق کو بھر کر ابال دیا کہ پانی کناروں سے چھلک گیاتو اب سب پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ عــہ **۳۲:**

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ در دہ میں گز شرعی کی مقدار کیا ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

علماء رحمہم اللہ تعالٰی کو در بارہ مساحت حوض کبیر کہ دہ در دہ قرار پایا ہے تعیین گز میں تین قول پر اختلاف ہے

قول اول: معتبر ذراع کرباس ہے اور اسی کو ذراع عامہ کہتے ہیں یعنی کپڑوں کا گز۔ اسی قول کی طرف اکثر کا رجحان رائے اور اسی کو درر وظہیریہ و خلاصہ وخزانہ ومراقی الفلاح وعالمگیریہ وغیرہا میں اختیار کیا اور شرح زاہدی و تجنیس اور فتاوٰی کبرٰی پھر قہستانی پھر درمختار میں اُسے مختار اور نہایہ میں صحیح اور ہدایہ میں مفتی بہ اور ولوالجیہ میں الیق واوسع کہا۔ پھرخود(۱) ذراع کرباس کی تقدیر میں اختلاف واقع ہواامام ولوالجی نے سات ۷ مشت قرار دیا ہر مشت چار ۴ انگل مضموم تو اٹھائیس ۲۸ انگل کا گز ہوا ہمارے یہاں کی نو گرہ ۹ سے زائد اور دس ۱۰ گرہ سے کم یعنی 9-9 3/1 ا۳ گرہ۔ اس قول پر نہایہ پھر جامع الرموز پھر درمختار اور باتباع والوالجی فاضل ابرہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیامگر جمہور علماء کے نزدیک ذراع کرباس چھ ۶ مشت کا ہے ہر مشت چار ۴ انگل مضموم اور اسی طرف رجحان روئے علّامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام کا ہے اور یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحرالرائق میں کتب کثیرہ سے منقول پس قول راجح میں یہ گز چوبیس ۲۴ انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کاآدھ گز ٹھہرا۔

قول دوم: اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء والترجیح امام فخرالدین قاضی خان اوزجندی رحمہ اللہ تعالٰی نے خانیہ میں اسی قول کی تصحیح اور قولِ اول کا رد کیا طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اس پر بھی حکایتِ فتوٰی واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے۔ اس گز(۱) کی تقدیر میں اقوال مختلفہ وارد ہوئے مضمرات میں سات مشت، ہر مشت کے ساتھ ایک انگل قرار دیا کہ مجموع پینتیس انگل ہمارے

عــہ: یہ فتوٰی فتاوائے قدیمہ کے بقایا سے ہے جو مصنّف نے اپنے صغر سن لکھے تھے ۱۲(م

گزسے ۱۱- 3/2 ۳ گرہ ہوا علامہ کرمانی نے سات مشت چھ مشت معمولی اور ساتویں میں انگوٹھا پھیلا ہوا کہ یہ بھی تخمیناً گیارہ گرہ کے قریب ہوا مگر یہ دونوں قول شاذ ہیں قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشت ہے، ہر مشت نر انگشت کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ ہوا یعنی ۱۸- 3/2 ۳ گرہ۔

قول سوم: ہر شہر ودیار وہر عہد و زمانہ میں گز رائج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور نہر میں انسب کہا اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا مگر علمائے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے،

وھذہ نصوص العلماء فی الھدایۃ للامام برھان الدین المرغینانی قدس سرہ الربانی بعضھم قدر وابالمساحۃ عشرافی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتوی [1] وفی فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق قولہ بذراع الکرباس ھو ست قبضات لیس فوق کل قبضۃ اصبع قائمۃ وھل المعتبر ذراع المساحۃ اوذراع الکرباس اوفی کل زمان ومکان [2] حسب عاداتھم اقوال،وفی الخانیۃ للامام فخر الدین رحمہ اللہ تعالٰی یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لاذراع الکرباس ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق [3] وفی شرح المنیۃ للعلامۃ ابن امیر الحاج ھل المعتبر ذراع الکرباس اوذراع المساحۃ ذھب بعضھم الی الاول فی الھدایۃ وعلیہ	اور یہ علماء کے نصوص ہیں، برہان الدین مرغینانی کے ہدایہ میں مذکور ہے بعض نے تو پیائش دَہ در دَہ کرباس کے ذراع سے کی ہے تاکہ لوگوں کیلئے فراخی ہو، اور اسی پر فتوی ہے، فتح القدیر میں ہے "بذراع الکرباس" یہ چھ مشت کا ہوتا ہے، ہر مشت پر انگلی زائد نہ کی جائے، اب رہا یہ سوال کہ معتبر ذراع مساحۃ ہے یا ذراع کرباس ہے یا ہر زمانہ ومقام میں ان کی عادت کے مطابق ہے اس میں مختلف اقوال ہیں، امام فخر الدین نے خانیہ میں ذراع مساحت کا اعتبار کیا کرباس کا نہیں یہی صحیح ہے اس لئے کہ مساحۃ کا ذراع ممسوحات کے زیادہ لائق ہے۔علامہ ابن امیر الحاج کی شرح منیہ میں ہے کہ آیا ذراع کرباس کا اعتبار ہے یا ذراع مساحۃ کا؟ کچھ لوگ پہلے قول کی طرف گئے ہیں جیساکہ ہدایہ میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور شرح زاہدی میں ہے یہی مختار ہے، اور بعض نے دوسرے قول کو لیا ہے قاضیخان نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ مساحۃ کا گز

[1] ہدایہ فصل فے البئر مطبع عربیہ کراچی ۱/۲۰

[2] فتح القدیر فصل فے البئر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

[3] فتاوٰی خانیۃ المعروف قاضی خان فصل فے الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

الفتوی وفی شرح الزاھدی وھو المختار وذھب بعضھم الی الثانی قال قاضی خان ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق، وفی فتاوی الولوالجی الحوض الکبیر لما کان مقدرا بعشرۃ اذرع فی عشرۃ اذرع فالمعتبر ذراع الکرباس دون المساحۃ وھی سبع مشتات ای سبع قبضات لیس فوق کل مشت اصبع قائمۃ لان ذراع المساحۃ سبع مشتات فوق کل مشت اصبع قائمۃ فالاول الیق للتوسع انتھی والمراد بالاصبع القائمۃ ارتفاع الابھام کما فی غایۃ البیان فظھران ذراع الکرباس اقصر من ذراع المساحۃ فبسبب ذلك وقع الترفیۃ للناس بالتقدیر بھا ونقلوا عن المحیط انہ یعتبر فی کل زمان ومکان ذراعھم وعلیہ مشی فی الکافی[1] اھ وفی الشرح الکبیر لابراھیم الحلبی المعتبر فی الذراع ذراع الکرباس وھو سبع قبضات فقط وھو اختیار الامام اسحٰق بن ابی بکر الولوالجی فی فتاوٰہ لانہ اقصر فیکون ایسرواختار قاضیخان فی فتاوٰہ ذراع المساحۃ وھو سبع قبضات باصبع قائمۃ فی القبضۃ الاخیرۃ وقیل فی کل قبضۃ قال قاضی خان لانہ یعنی الغدیر المقدرمن الممسوحات فکان ذراع المساحۃ

ممسوحات کے زائد لائق ہے، اور فتاوٰی ولوالجی میں ہے کہ بڑا حوض جو دہ در دہ ہوتا ہے اور اس میں معتبر کرباس کا ذراع ہے نہ کہ مساحۃ کا اور وہ سات مشت ہے، جس میں ہر مشت پر ایک انگلی کا اضافہ نہ ہو، کیونکہ مساحۃ کا گز سات مشت ہے جس میں ہر ایک مشت پر ایک کھڑی انگلی کا اضافہ ہو، تو پہلا آسانی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے انتہی، اور کھڑی انگلی سے مراد انگوٹھے کی بلندی ہے، جیساکہ غایۃ البیان میں ہے تو معلوم ہواکہ ذراع کرباس ذراع مساحت سے چھوٹا ہے تو اسی سبب سے تقدیر ذراع میں لوگوں کیلئے آسانی ہوئی اور محیط سے نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کا الگ گز معتبر ہوگا، اور کافی نے بھی یہی کہا ہے اھ اور ابراہیم حلبی کی شرح کبیر میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے جو سات مشت ہوتا ہے فقط، اوراسی کو امام اسحٰق بن ابی بکر الوالجی نے اپنے فتاوٰی میں پسند کیا ہے، کیونکہ وہ چھوٹا ہوتا ہے تو اسی میں آسانی رہے گی اور قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں ذراع مساحۃ کو مختار کہا ہے اور وہ سات مشت مع ایک کھڑی انگلی کے آخری مشت میں ہے اور بعض نے کہا کہ ہر مشت میں قاضی خان نے فرمایا یعنی تالاب جس کا اندازہ لگایا گیا ہے وہ ممسوحات سے ہے، تو اس میں ذراع مساحۃ سے اندازہ لگانا زائد مناسب ہوگا، اور محیط میں ہے اصح یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر جگہ میں وہیں کا ذراع معتبر ہوگا۔

---

[1] حلیہ

فیه الیق، وفی المحیط والاصح ان یعتبر فی کل زمان ومکان ذراعهم وتبعه صاحب الکافی کصاحب النهر الفائق وغیره وهذا عجیب وبعید جدا الٰی اٰخر ماقال[1] وفی البحر الرائق للعلامة زین بن نجیم المصری اختلف المشائخ فی الذراع علی ثلثة اقوال ففی التجنیس المختار ذراع الکرباس واختلف فیه ففی کثیر من الکتب انه ست قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة فهی اربع وعشرون اصبعا بعدد حروف لااله الاالله محمد رسول الله والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام کما فی غایة البیان وفی فتاوی الولوالجی ان ذراع الکرباس سبع قبضات لیس فوق کل قبضة اصبع قائمة وفی فتاوٰی قاضی خان وغیره الاصح ذراع المساحة وهو سبع قبضات فوق کل قبضة اصبع قائمة وفی المحیط والکافی الاصح انه یعتبر فی کل زمان ومکان ذراعهم من غیر تعرض للمساحة والکرباس[2] وفی الفتاوی الهندیة المعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظهیریة وعلیه الفتوی کذا فی الهدایة وهی ذراع العامة ست قبضات اربع وعشرون اصبعا	صاحب کافی اور صاحبِ نہر الفائق وغیرہ نے اس کی متابعت کی اور یہ بہت عجیب ہے اور نہایت بعید ہے، اور علامہ زین بن نجیم المصری کی بحرالرائق میں ہے کہ مشائخ کے ذراع کی بابت تین اقوال ہیں، تجنیس میں ہے کہ ذراع کرباس مختار ہے، اوراس میں اختلاف ہے، کئی کتب میں ہے کہ یہ ایسی چھ مشت کے برابر ہے جن میں ہر مشت پر ایک کھڑی انگلی زائد نہ ہو تو گویا یہ چوبیس انگشت کے برابر ہے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی تعداد کے مطابق اور کھڑی انگلی سے مراد انگوٹھے کی بلندی ہے جیساکہ غایۃ البیان میں ہے اور فتاوٰی ولوالجی میں ہے کہ ذراع کرباس سات مشت بلاکھڑی انگلی کے اضافہ کے، اور فتاوٰی قاضی خان وغیرہ میں ہے اصح یہ ہے کہ مساحۃ کا گز سات مشت مع ایک کھڑی انگلی کے، اور محیط اور کافی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ ہر زمان ومکان میں ان کا اپنا گز معتبر ہوگا، اس میں مساحۃ اور کرباس کا کچھ ذکر نہیں، اور فتاوٰی ہندیہ میں ہے معتبر ذراع کرباس ہے، یہی ظہیریہ میں ہے اسی پر فتوٰی ہے، ہدایہ میں یہی ہے اور یہ عام گز ہے جو چھ مشت یعنی چوبیس انگشت کا ہوتا ہے یہی تبیین میں ہے، فاضل قہستانی کی جامع الرموز میں ہے کہ ذراع میں اختلاف ہے، تو محیط میں ہے اصح یہ ہے کہ ہر زمان ومکان کا اپنا اپنا گز معتبر ہوگا،

[1] غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۹۸۹

[2] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۶

كذا فى التبيين [1] اھ وفى جامع الرموز للفاضل القهستانى اختلف فى الذراع ففى المحيط الاصح ذراع كل مكان وزمان وفى فتاوى قاضى خان الصحيح ذراع المساحة وهى سبع قبضات واصبع قائمة فى كل مرة كما فى الولوالجى اوالمرة السابعة كما فى الكرمانى اواصبع موضوعة فى كل مرة كما فى سيرالمضمرات وفى النهاية الصحيح ذراع الكرباس وهى سبع قبضات كل قبضة اربع اصابع وهو المختار كما فى الكبرى [2] وفى الدرالمختار للفاضل علاء الدين الحصكفى فى القهستانى والمختار ذراع الكرباس وهو سبع قبضات فقط [3] وفى حاشيته للعلامة السيد احمد الطحطاوى واما ذراع المساحة فسبع قبضات فوق كل قبضة اصبع قائمة [4] وفى ردالمحتار للفاضل السيد محمد امين الشامى قوله والمختار ذراع الكرباس وفى الهداية ان عليه الفتوى واختاره فى الدرر والظهيرية والخلاصة والخزانة وفى المحيط والكافى انه يعتبر فى كل زمان ومكان ذراعهم قال فى النهر وهو الانسب قلت لكن رده فى شرح المنية

فتاوی قاضی خان میں ہے صحیح ذراع مساحۃ جو سات مشت کہ ہر مشت پر ایک انگلی کھڑی ہو جیساکہ ولوالجی میں ہے یاساتویں مشت پر کھڑی انگلی ہو جیساکہ کرمانی میں ہے یا ایک لیٹی ہوئی انگل ہر مرتبہ جیساکہ سیر المضمرات میں ہے اور نہایہ میں ہے صحیح ذراع کرباس ہے اور وہ سات مشت ہے، ہر مشت چار انگل ہے اور یہی مختار ہے جیساکہ کبری میں ہے، اور فاضل علاء الدین حصکفی نے درمختار میں بیان فرمایااور قہستانی میں ہے کہ پسندیدہ ذراع کرباس ہے اور وہ صرف سات مشت ہے، اور اس کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے فرمایا ذراع مساحۃ سات مشت ہے ہر مشت پر ایک کھڑی انگشت، اور سید محمد امین شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ان کا قول والمختار ذراع الکرباس، اور ہدایہ میں اسی پر فتوی ہے اور درر، ظہیریہ، خلاصہ، خزانہ میں اسی کو اختیار کیا ہے محیط اور کافی میں فرمایا کہ ہر زمان ومکان میں لوگوں کے گز کا اعتبار ہوگا، نہر میں ہے کہ یہی انسب ہے۔ میں کہتا ہوں اس کو شرح منیہ میں رد کیا ہے کہ مقصود اس تقدیر سے غلبہ ظن ہے اس امر کا کہ نجاست دوسری طرف نہیں گئی ہے، اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس میں زمان ومکان کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ان کا قول کہ وہ سات مشت ہے، یہ ولوالجیہ میں ہے، اور

[1] ہندیۃ فصل فی الماء الراکد نورانی پشاور ۱/۱۸
[2] جامع الرموز بیان المیاہ گنبد ایران ۱/۴۸۹
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[4] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

بأن المقصودمن هذاالتقدیر غلبة الظن بعدم خلوص النجاسةوذلك لایختلف باختلاف الازمنة والامکنة قوله وهو سبع قبضات هذا مافی الولوالجیة وفی البحران فی کثیر من الکتب انه ست قبضات [1]الخ اھ والمراد بالقبضة اربع اصابع مضمومة نوح اقول وهو قریب من ذراع الید لانه ست قبضات وشیئ وذلك شبران [2]انتھی ملخصا وفی مراقی الفلاح للفاضل الشرنبلالی عشر فی عشر بذراع العامة [3]انتھی مختصرا وفی حاشیته للفاضل الطحطاوی نقل صاحب الدر ان المفتی به ذراع المساحة وانه اکبر من ذراعنا الیوم فالعشر فی العشر بذراعنا الیوم ثمان فی ثمان [4]اھ

اقول: فیه سهو بوجوه وذلك ان عبارة الدر بتمامها هکذا فی القهستانی والمختار ذراع الکرباس وهو سبع قبضات فقط فیکون ثمانیافی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلاث اصابع علی القول المفتی به بالعشر [5]اھ **فاولا**(ا)

بحر میں ہے کہ بہت کتب میں چھ مشت ہے الخ اھ اور مشت سے مراد چار بندھی ہوئی انگلیاں ہیں، نوح۔ میں کہتا ہوں یہ ہاتھ کے گز سے قریب ہے کیونکہ وہ چھ مشت اور تھوڑا زائد ہوتا ہے اور وہ دو بالشت ہوتا ہے انتہی ملخصا، اور شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں ہے کہ عام لوگوں کے گز سے دَہ در دَہ ہو، انتہی مختصرا۔ اور فاضل طحطاوی کے حاشیہ میں ہے نیز صاحبِ در نے نقل کیا کہ مفتی بہ پیمائش والا گز ہے اور وہ ہمارے موجودہ گز سے بڑا ہے گویا آج کے اعتبار سے دَہ در دَہ آٹھ در آٹھ ہوا اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے سہو ہے کیونکہ در کی پوری عبارت اس طرح ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے اور مختار کرباس کا گز ہے اور وہ صرف سات مشت ہوتا ہے تو ہمارے زمانہ کے گز کے اعتبار سے آٹھ ضربِ آٹھ، آٹھ مشت اور تین انگل ہوگا دس کے مفتی بہ قول پر اھ اوّلًا انہوں نے صراحت

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴
[3] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ص۱۶
[4] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ص۱۶
[5] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

صریح نصه اختیار ذراع الکرباس دون المساحة **وثانیا:**(۱)لیس فیه ذکرالافتاء علی شیئ من تقادیر الذراع انما فیه ان المفتی به ماعلیه المتاخرون من تقدیر الکثر بعشر فی(۲)عشر وقد قال السید نفسه فی حواشی الدر قوله علی المفتی به ای الذی افتی به المتأخرون وقد علمت اصل المذهب[1] اھ وثالثا من ابین(۳)سهوقوله رحمه الله تعالٰی انه اکبر من ذراعنا وکیف تکون سبع قبضات اکبرمن ثمان(۴)واذکان عشر فی عشر بذاك ثمانیا فی ثمان بهذا فکل احد یعرف ان هذا اکبر لاذاك ولا(۵)وجود له فی الدر ولا فی اصله القهستانی فلو قال رحمه الله تعالٰی نقل الدران المختار ذراع الکرباس وانه اصغر الخ لاصاب ثم حساب الدر تبعا لاصله ان عشرا فی عشر کثمان فی ثمان بینه السید ط بان العشرة فی سبعة بسبعین والثمانیة فی مثلها باربعة وستین قبضة والثمانیة فی ثلثة عــه اصابع باربع وعشرین اصبعاو هی ست قبضات فتمت سبعین قبضة[2] اھ

کی ہے کہ ذراع کرباس لیا جائے گا نہ کہ ذراعِ مساحت۔ثانیاً اس میں ذراع کی مقدار کی بابت کسی مفتی بہ قول کا ذکر نہیں ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ مفتی بہ قول متأخرین کا قول ہے،اور وہ یہ ہے کہ کثیر دہ در دہ کو کہتے ہیں،اور سید نے خود حواشی در میں فرمایا ان کا قول علی المفتی بہ،یعنی متأخرین کے مفتی بہ قول کے مطابق،اور اصل مذہب توآپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔
ثالثاً: سب سے بڑا سہو اس میں یہ ہوا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے گز سے بڑا گز ہے،اور سات مشت آٹھ مشت سے کیسے بڑا ہوسکتا ہے؟اور جب دہ در دہ برابر ہے اس آٹھ در آٹھ کے،توہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ بڑا ہے نہ کہ وہ،اور در میں یہ نہیں پایا جاتا ہے،اور نہ اس کی اصل قہستانی میں،اگر وہ یہ فرمادیتے کہ دُر نے یہ نقل کیا ہے کہ مختار کرباس کا گز ہے اور وہ چھوٹا ہوتا ہے الخ تو درست بات ہوتی،پھر در کا حساب اس کی اصل کی متابعت میں یہ ہے کہ وہ دہ در دہ ایسا ہے جیسا کہ آٹھ در آٹھ،اس کو سید ط نے یوں بیان کیا کہ دس ضرب سات ستّر ہوتے ہیں اور آٹھ ضرب آٹھ چونسٹھ ہوتے ہیں(یعنی اتنی مشت)اور آٹھ انگلیوں کو تین سے ضرب دیا جائے تو چوبیس انگلیاں ہوتی ہیں اور یہ چھ مشت ہوتی ہیں اس طرح ستر مشت

عــه کذا فی ط والاصوب ثلث بالتذکیر اھ منه(م)

طحطاوی میں اسی طرح ہے اور ثلث بتذکیر ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔(ت)

[1] طحطاوی علی الدرالمختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸
[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

اقول: وھو حساب حق صحیح لاغبار علیه اخذ فیه عشرا فی عشر بذراع ھو سبع قبضات وثمانیا فی ثمان بذراع ھو ثمان قبضات وثلث اصابع وبین مساواۃ ضلع لضلع فانه علی کل سبعون قبضة کما بین او مائتان وثمانون اصبعا لان الاول ثمان وعشرون اصبعا والثانی خمس وثلثون واذا ضربت الاول فی عشرۃ والثانی فی ثمانیة اتحد الحاصل وھو ومساواۃ الضلع للضلع یوجب بالضرورۃ مساواۃ المربع للمربع لکن السید ش رحمه الله تعالٰی رد علی الدر بقوله کانه نقل ذلك عن القهستانی ولم یمتحنه وصوابه فیکون عشرا فی ثمان وبیان ذلك ان القبضة اربع اصابع واذا کان ذراع زمانهم ثمان قبضات وثلاث اصابع یکون خمسا وثلاثین اصبعاً واذا ضربت العشر فی ثمان بذلك الذراع تبلغ ثمانین فاضربها فی خمس وثلاثین تبلغ الفین وثمان مائة اصبع وھی مقدار عشر فی عشر بذراع الکرباس المقدر بسبع قبضات لان الذراع حینئذ ثمانیة[عه] وعشرون اصبعا والعشر فی عشر بمائة فاذا ضربت ثمانیة وعشرین فی مائة

پوری ہوئیں۔(ت)

میں کہتا ہوں، بلاشبہ یہ حساب صحیح ہے، اس میں دہ در دہ کو اختیار کیا گیا ہے، ایک ذراع کے لحاظ سے جو سات مشت ہو، اور آٹھ در آٹھ کو ایسے ذراع کے ساتھ جو آٹھ مشت تین انگلی ہو، اور ایک ضلع کا دوسرے ضلع کے مساوی ہونا بیان کیا کیونکہ یہ ہر قول پر سترّ مشت ہوگا جیسا کہ بیان کیا، یا دو سو اسی ۲۸۰ انگشت کیونکہ پہلا اٹھائیس انگشت ہے اور دوسرا پینتیس انگشت اور جب پہلے کو دس میں اور دوسرے کو آٹھ میں ضرب دیا جائے تو دونوں کا حاصل ایک ہی ہوگا یعنی دو سو اسی، اور ایک ضلع کی مساواۃ دوسرے ضلع سے ایک مربع کی مساواۃ دوسرے مربع سے بالبداہۃ ثابت کرتی ہے لیکن سید "ش" نے در پر اپنے اس قول سے رد کیا، غالباً انہوں نے یہ قہستانی سے نقل کیا ہے اور اس کو بغور دیکھا نہیں، صحیح یہ ہے کہ "یہ ہو جائیگا دس ضرب آٹھ، اور اس کی تشریح یہ ہے کہ ایک مشت چار انگشت ہوتی ہے، اور ان کے زمانہ کا ذراع آٹھ مشت تین انگشت تھا، اس طرح پینتیس انگشت ہوئیں اور جب دس کو آٹھ میں اس ذراع کے حساب سے ضرب دی جائے تو حاصل اسّی ہوتا ہے، پھر اس کو پینتیس سے ضرب دی جائے تو حاصل دو ہزار آٹھ سو انگشت ہوگا، اور یہی مقدار دہ در دہ کی ہے کرباس کے گز سے،

عــه کذا فی ش والاصوب ثمان بالتذکیر اھ منه (م)

شامی میں اسی طرح ہے اور بہتر تذکیر کے ساتھ ثمانٌ ہے۔(ت)

تبلغ ذلك المقدار واما على ماقاله الشارح فلا تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانيا فى ثمان تبلغ اربعاً وستين فاذا ضربتها فى خمس وثلاثين تبلغ الفين ومائتين واربعين اصبعا وذلك ثمانون ذراعا بذراع الكرباس والمطلوب مائة فالصواب ماقلناه فافهم [1]اھ اشار بقوله فافهم الى الرد على ط كدابه المذكور فى صدر كتابه۔

جس کی مقدار سات مشت بتائی گئی ہے، کیونکہ اس صورت میں ذراع اٹھائیس انگشت ہوگا، اور دس ضرب دس سو ہے، تو جب اٹھائیس کو سو میں ضرب دیں تو وہی حاصل ہوگا، اور بقول شارح یہ ماحصل نہیں ہوگا، کیونکہ جب آٹھ کو آٹھ میں ضرب دیں تو چونسٹھ حاصل ہوگا، اور جب ان کو پینتیس میں ضرب دی جائے تو دو ہزار دو سو چالیس انگشت ہوئی، اور ذراع کرباس سے یہ اسی ۸۰ ذراع ہوتے ہیں، جبکہ مطلوب سو ۱۰۰ ہیں، تو صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا فافہم اھ فافہم سے ط پر رد کی طرف اشارہ ہے یہ ان کا معروف طریقہ ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اختیار کیا۔ (ت)

اقول: وهو كله زلة نظر منه رحمه الله تعالٰى اصاب فى حرفين الاول ان ذراع زمانهم خمس وثلثون اصبعاوالاٰخر ان ذراع الكرباس المقدربسبع قبضات ثمان وعشرون وماسوى ذلك كله سهوصريح فاولاماكان()عشرا فى ثمان بذراعهم لايكون الفين وثما ن مائة بل ثمانية وتسعين الف اصبع بتقديم التاء لان فى ۰ ثلثمائة وخمسون وفى مائتان وثمانون و۳۵۰ * ۲۸۰ = ۹۸۰۰۰

میں کہتا ہوں یہ اُن سے لغزش ہوئی ہے دو حروف تو صحیح ہیں، پہلا تو یہ کہ ان کے زمانہ کا ذراع پینتیس انگشت تھا، اور دوسرا یہ کہ کرباس کے گز کی مقدار سات مشت کے حساب سے اٹھائیس ہے، اس کے علاوہ جو کچھ کہا وہ صریح سہو ہے۔ اولاً دس کو آٹھ میں ضرب دینے سے دو ہزار آٹھ سو نہیں آتے بلکہ اٹھانوے ہزار انگشت بتقدیم التاء، اس لئے کہ ۳۵ ضرب ۱۰ = ۳۵۰ اور ۳۵ ضرب آٹھ ۲۸۰ ہوئے، اور ۳۵۰ * ۲۸۰ = ۹۸۰۰۰ ہوئے۔

وثانيا: (۲)ماكان عشرا فى عشر بذراع الكرباس المذكور لايكون ايضا۲۸۰۰بل ثمانية و سبعين الف اصبع بتقديم السين واربعمائة لان

ثانیا: ذراع کرباس مذکور کے اعتبار سے دس ضرب دس ۲۸۰۰ نہیں بنتا اٹھتر ہزار چار سو بنتا ہے یہ بتقدیم سین ہے ـــــــ اس لئے کہ ۲۸ * ۱۰

---
[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

فی ۔مائتان وثمانون ومربعها۔۔ بنقص تسعة عشر الف اصبع وستمائة فکیف یستویان۔

وثالثا(۱) ثمان فی ثمان بذراعهم لایکون الفین ومائتین واربعین بل مربع مائتین وثمانین لان کل ذراع والطول۸۔۔ ۳۵ *۸ = ۲۸۰ وکذلك العرض فالمسطح ۔۔ مثل عشر فی عشر بذراع الکرباس سواء بسواء کما قال الشارح والقهستانی وط۔

ورابعا:(۲) مساحة ثمانین ذراعا بذراع الکرباس لاتکون ۲۲۴۰ بل اثنین وستین الفا وسبع مائة وعشرین اصبعا لان مساحة ذراع ماکان ذراعا فی ذراع وذلك مربع سبع مائة واربع وثمانون اصبعا و ۸۰* = ۶۲۷۲۰ ومنشأ(۳) الخطأ فی کل ذلك انه رحمه الله تعالٰی لم یفرق بین الخط والسطح فحسب ان الطول یضرب فی العرض ومابلغ یضرب فی اصابع الذراع وھی خمس وثلثون اوثمان وعشرون اصبعا فما حصل یکون مساحة الماء ولیس کذلك وانما ھی مقدار الاصابع فی خط قدر ذراع اما السطح قدر ذراع فاصابعه مربع ذلك وھی الف ومائتان وخمس وعشرون اصبعا علی الاول وسبع مائة واربع وثمانون علی الثانی فذلك یضرب فی یکن ثمانیا فی ثمان بالاول

دو سو اسّی ۲۸۰ ہوئے اور ان کا مربع ۷۸۴۰۰ ہوا، انیس ہزا چھ سو ۱۹۶۰۰ انگشت گھٹا کر، تو یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

ثالثاً: آٹھ ضرب آٹھ ان کے گز سے دو ہزار دو سو چالیس ۲۲۴۰ نہیں بنتے، بلالکہ مربع دو سو اسّی ۲۸۰ کا بنتا ہے کیونکہ ہر ذراع ۳۵ انگشت ہے اور لمبائی ۸، اس لئے ۳۵*۸ = ۲۸۰ ہوا۔ اور یہی حال چوڑائی کا ہے تو مسطح ۷۸۴۰۰ مثل دہ دردہ کپاس کے گز سے بالکل برابر برابر ہے جیساکہ شارح، قہستانی اور "ط" نے فرمایا۔

رابعاً: کرباس کے گز سے اسّی گز کی پیائش ۲۲۴۰ نہیں بنتی ہے بلالکہ باسٹھ ہزار سات سو بیس انگشت ہے، اس لئے کہ ایک ذراع کی پیائش وہ ہے جو ذراع در ذراع ہو اور یہ ۲۸ کا مربع ۷۸۴ انگشت ہے اور ۷۸۴*۸۰ = ۶۲۷۲۰ ہے اور اس تمام بحث میں غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خط اور سطح میں فرق نہیں کیا ہے، اور اس طرح حساب کیاکہ لمبائی کو چوڑائی میں ضرب دی اور جو حاصل آیا اس کو ذراع کی انگلیوں میں ضرب دی اور وہ پینتیس ۳۵ یااٹھائیس ۲۸ انگلیاں بنتی ہیں اور جو حاصل ہواوہ پانی کی پیائش قرار دی، حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہ تو ان کی انگلیوں کی مقدار ہے جو خط میں ذراع کی مقدار ہو اور وہ سطح جو ذراع کی مقدار ہو تو اس کی انگلیاں اس کا مربع ہوگا اور وہ ایک ہزار دو سو پچیس انگلیاں ہیں پہلے قول پر اور دوسرے قول پر ۷۸۴ ہیں، اس کو

وھذا یضرب فی ۱۰۰یکن عشرا فی عشر بالثانی وظاھر ان ۱۲۲۵*۶۴ و ۷۸۴*۱۰۰کلاھما ۷۸۴۰۰ وھو المطلوب وان اردت عشرا فی ثمان بالاول فاضرب فی ۸۰ یکن ۹۸۰۰۰وان اردت مساحة ثمانین ذراعا بالثانی فاضرب فی ۸۰ یکن .فاتضح ماقلنامع کونه غنیاعن الایضاح وان(ا)شئت المزید فلاحظه فی ماھو ذراع فی ماذراع فان واحدا فی واحد واحد فاضربه علی طریقة السید فی اصابع الذراع تبق کماھی وھی بعینھااصابع طرف فطرف الشیئ ساوی الشیئ فی المقدار وھومحال بالبداھة بل ھناالمقدارحاصل الکل طرف فمجموع خطوط الاطراف الاربعة اربعة امثال السطح کله فطرف الشیئ اضعاف الشیئ وای محال ابعد منه۔	چونسٹھ میں ضرب دی جائے گی تو یہ ۸*۸ بنے گا پہلے قول پر، اب اس کو ضرب دی جائے گی ۱۰۰ میں تو یہ ۱۰*۱۰ ہوگا دوسرے قول پر، اور ظاہر ہے کہ ۱۲۲۵*۶۴ اور ۷۸۴*۱۰۰ دونوں ہی ۷۸۴۰۰ ہیں اور یہی مطلوب ہے، اور اگر آپ پہلے قول پر دس کو آٹھ میں ضرب دیں تو ۱۲۲۵ کو ۸۰ میں ضرب دیں تو ۹۸۰۰۰ ہوگا، اور اگر اسی ۸۰ گز کی پیمائش دوسرے قول کے مطابق ہو تو ۷۸۴ کو ۸۰ میں ضرب دیں تو حاصل ۶۲۷۲۰ آئے گا، تو جو ہم نے کہا وہ واضح ہوگیا اور اگر مزید وضاحت درکار ہو تو ایک ذراع ضرب ذراع کو دیکھیں کیونکہ ایک ضرب ایک ایک ہی ہوتا ہے، اب سید کے طریقہ کے مطابق اس کو ہاتھ کی انگلیوں میں ضرب دیجئے تو وہ جتنی ہیں اتنی ہی رہیں گی، اور یہی بعینہٖ ایک طرف کی انگلیاں ہیں تو گویا ایک چیز کی طرف اس چیز کے مساوی ہوگئی مقدار میں اور یہ بداہۃً محال ہے بلکہ یہاں پر وہ مقدار جو کل کا حاصل ہے ایک طرف ہے تو چاروں اطراف کے خطوط کا مجموعہ پوری سطح کا چارگنا ہوجائے گا تو لازم آئے گا کہ شیئ کا طرف اس سے کئی گنا بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بعید محال اور کون سا ہوگا۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح و تصحیح **اقول** مگر قول ثالث درایۃً ضعیف اور اس کا لفظ ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگرچہ اقیس ہے اور اُس کی تصحیح امام قاضی خان نے فرمائی جن کی نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما ذکر العلامة شامی فی ردالمحتار وغیرہ فی غیرہ مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہوں کما فی ردالمحتار والعقود الدرایة وغیرھما اور اُس کا لفظ تصحیح سب سے اقوی کہ علیه الفتوی بخلاف قول دوم کہ اس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اُس پر حکایت فتوی معلوم ہولیا کہ سہو صریح ہے پس جو زیادہ احتیاط چاہے مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار کرے کہ ساڑھے تین فٹ اور ہمارے

گز سے سدس اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ۱۱ گز 1- 3/22 ۳ گرہ ہوا تو اس کی پیمائش کا دَہ در دَہ ہمارے گز سے ایک سو چھتیس گز ایک گرہ اور ۹/۷ گرہ ہو اور نہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد وماخوذ ہے جس کا دہ در دہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اُس کے اعتبار میں اصلاً دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں یسر وآسانی بیشتر اور مقدار دَہ در دَہ کا اعتبار بھی خود رفق وتیسیر کی بنا پر ہے **کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۳: از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث مرسلہ جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی دام فضلہ ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ۔

ایک حوض دہ در دہ ہے اس میں طاق ڈال کر بارہ تھم قائم کیے ہیں اب کُل تھموں کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں تو چھ گز ہوتے ہیں اس سے حوض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں **بینوا تؤجروا**

الجواب:

علمائے کرام نے خفیف (۱) وباریک اشیا جیسے نرکل یا کھیتی کے پٹھوں کا حائل ہونا معاف رکھا ہے مگر ستون کہ چھ ۶ گز سطح گھیریں جن سے وہ پانی کہ سوہاتھ تھا بہت گھٹ گیا ضرور دہ در دہ نہ رکھیں گے جیسے برف کہ پانی پر جابجا جم کر قطعے قطعے ہوجائے اور کثیر ہو کہ پانی کے جنبش دینے سے جنبش نہ کرے وہ حوض آب قلیل ہوجائے گا۔

عالمگیریہ میں ہے:

لوتوضأ فی اجمۃ القصب اومن ارض فیھازرع متصل بعضھابعض ان کان عشرافی عشر یجوزواتصال القصب بالقصب لایمنع اتصال الماء بالماء [1] کذا فی الخلاصۃ وان کان الجمد علی وجہ الماء قطعا قطعاان کان کثیرالایتحرک بتحریك الماء لایجوز الوضوء بہ کذا فی المحیط [2] اھ وفی جامع الرموز عن المجتبی لوکان فیہ	اگر کسی نے نرکل کے جھنڈ میں یا گھنی کھیتی کی زمین میں وضو کیا تو اگر اس کا رقبہ دَہ در دَہ ہو تو جائز ہے تو نرکل کا نرکل سے متصل ہونا پانی کے پانی سے متصل ہونے میں مانع نہیں ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے، اور اگر پانی پر جمی ہوئی برف ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہو، تو اگر اتنی زائد ہو کہ پانی کو حرکت دینے سے متحرک نہ ہو تو وضو اس سے جائز نہیں، کذا فی المحیط اھ اور جامع الرموز میں مجتبٰی سے ہے اگر اس پانی میں

[1] عالمگیری الماء الجاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

[2] عالمگیری الماء الجاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

قطع خشب اوجمد یتحرك بتحریك الماء جاز فیه الوضوء اھ افهم ان لولم یتحرك لم یجوز[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	لکڑی یا برف کے ٹکڑے ہوں اور وہ پانی کو حرکت دینے سے متحرک ہوتے ہوں تو اُس سے وضو جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر متحرک نہ ہو تو وضو جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۳۴: از شہر مدرسہ اہلسنّت مسئولہ مولوی محمد طاہر صاحب رضوی متعلّم مدرسہ اہلسنت ۹رجب المرجب ۱۳۳۰ھ۔

سوال اول: حوض دہ در دہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤں اُس کے اندر ڈال کر دھوئے یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسالہ اس میں گرتا جائے تو آیا ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک رہے گا یا نہیں، بر تقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

ان سب صورتوں میں وہ حوض پاک ہے اور اسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار ہوا مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلاوجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بشروا ولا تنفروا[2] واللہ تعالٰی اعلم

حضور پاک نے فرمایا: اچھی خبر سناؤ نفرت نہ پھیلاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سوال[۳۵] (۲): ایک تالاب دہ در دہ میں تمام محلّہ کے چوبچوں پاخانوں نالیوں وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہے بلاالکہ بھنگی اُس میں میلے کی ڈھلیان بھی ایام برسات میں ڈالا کرتے ہیں اور بعض اوقات لوگ اس کے کنارے پاخانہ پیشاب بھی پھرتے ہیں کہ اُس میں بہہ کر جاتا ہے تو آیا ایسے تالاب میں کپڑے نجس دھونے سے پاک ہوں گے یا نہیں اور اُس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ان نجاستوں کے گرنے سے پہلے اُس میں دہ در دہ پانی تھا اُس کے بعد گریں اور اُن کے گرنے سے اُس کا رنگ یا مزہ یا بُو متغیر نہ ہوا اور کپڑا دھونے میں عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہوگیا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] جامع الرموز بیان المیاہ مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۱/۴۸

[2] صحیح بخاری اصح المطابع کراچی ۱/۱۶

مسئلہ ۳۶: از شہر محلّہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مریض کو دواءً ایسے پانی سے وضو یا استنجا کرنا جس میں کوئی دوسری شے جوش دی گئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہیں یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب:

استنجاء (۱) تو یقینا جائز ہے کہ اُس میں مائے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہیں ہر طاہر قالع مزیل سے ہو جاتا ہے مگر وضو جائز نہ ہوگا (اُن چیزوں سے)

لکمال الامتزاج بالطبخ کالمرق ولزوال اسم الماء کالنبیذ۔	جو پکانے سے ایک جان ہو جائیں جیسے شوربا یا اس کو پانی نہ کہا جائے جیسے نبیذ۔ (ت)

وضو میں لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر مائے مطلق سے وضو مضر ہو تیمم کرلے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۷: از موضع سرنیان مسئولہ امیر علی صاحب قادری ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ میرے موضع میں چند تالاب ہیں اُن تالابوں کے پانی سے غسل اور وضو، پینا، کپڑے دھونا کیسا ہے کیونکہ اکثر مویشی ہنود و مسلمان ہر ایک نہاتے ہیں استنجا بڑا ہر ایک قوم وہاں پاک کرتی ہے اور کبھی چمار بھنگی بھی نہاتے ہیں اور اتفاقیہ سؤر پانی پی جائے یا نہائے کبھی یہ تالاب مقید رہتے ہیں اور کبھی اُن کے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہو جاتی ہے اُس کی تشریح یوں ہے:

نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی	نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰ گز	۳۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۴ گز

کسی وقت میں اس سے زیادہ بھی پانی ہو جاتا ہے اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ میں نہر میں کچھ غلیظ ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہیں اور ان کا پانی رنگ بدلے ہوئے رہتا ہے اکثر ہنود تک اُس پانی سے نفرت کرتے ہیں۔ برسات میں بھی صاف طور پر نہیں ہوتا ہے لمبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی صاف نہیں ہے دیگر شہر سے نالہ کا پانی ندی میں آکر گرتا ہے اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا مخلوط ہوتا ہے دیکھنے میں اکثر

پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہے ایسے پانی سے اکثر لوگ نہاتے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہیں اکثر وضو کرتے ہیں تو اس پانی کیلئے کیا حکم ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب

ان سب باتوں کاجواب یہ ہے کہ جس پانی کی سطح بالا کی مساحت سو ہاتھ ہو مثلًا دس دس ہاتھ لمبا چوڑا یا بیس ہاتھ لمبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا چار ہاتھ چوڑا وعلی ہذ القیاس اور گہرا اتنا کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست کے سبب اُس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اُس کے رنگ یا بُو یا مزے یا سب میں فرق ہو تو حرج نہیں اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہے نہ تالاب کی۔ تالاب کتنا ہی بڑا ہو اگر گرمیوں میں خشک ہو کر اُس میں سو ہاتھ سے کم پانی رہے گا اور اب اُس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ ناپاک منہ کا جانور پیئے تو ناپاک ہو جائے گا یوں ہی برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اُس میں نجاست ملی تھی تو جب تک بہ رہا ہے اور نجاست سے اُس کا رنگ بُو مزہ نہیں بدلا پاک ہے اب جو وہ کسی تالاب میں گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سو ہاتھ سے مساحت کم رہی اور نجاست کا کوئی جُز اُس میں موجود ہے تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سو ہاتھ سے زیادہ کی مساحت میں ٹھہرا تو پاک ہے ناپاک نالے کا پانی ندی میں آکر گرا اور اس سے ندی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا ورنہ پاک رہا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸: مسئولہ حافظ محمد قاسم صاحب از عدن کیمپ محلّہ مسکین باڑہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض ہے جو بعض لوگوں کے چھ قبضہ یعنی چوبیس ۲۴ انگلیوں سے دہ در دہ سے چھیالیس ۴۶ انگل زیادہ ہے اور یہ چوبیس ۲۴ انگلیاں سترہ ۱۷ انچ کے برابر ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس ۲۴ انگلیاں ساڑھے سترہ ۱/۲-۱۷ انچ ہیں اُس سے دہ در دہ سے چوبیس ۲۴ [1] انگلیاں زیادہ ہیں اور جن لوگوں کی چوبیس ۲۴ انگلیاں اٹھارہ ۱۸ انچ کی برابر ہیں اُس سے دہ در دہ بارہ انگل کم ہے اور اس کے بیچ میں ایک ستون ہے

---

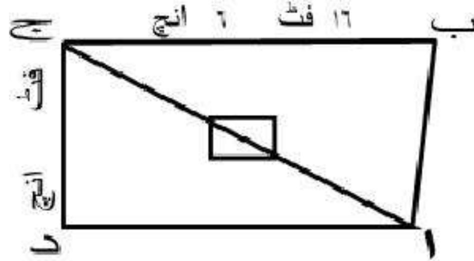
[1] **فائدہ:** شرعی گز میں یہی انگل معتبر ہیں جن کے چوبیس اٹھارہ انچ کے برابر ہیں ایک ہاتھ مربع کی مساحت مختلف پیمانوں سے اس جدول میں ہے:

ایک ہاتھ مربع میں ان پیمانوں کے حصے

نمبری گز	۱/۴ گز	انچ	۳۲۴ انچ
فٹ گرہ	۲ فٹ ۶۴ گرہ	انگل	۵۷۶ انگل

(باقی بر صفحہ آیندہ)

س کا طول و عرض ایک ایک فٹ ہے کیا ایسے حوض میں سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں اور نجاست پڑنے سے اس کا پانی نجس ہوگا یا نہیں؟ تمام کتابوں کے حوالہ سے جواب دیا جائے اور علماء کے مُہر و دستخط بھی ہونا چاہئیں اس کے بارہ میں یہاں سخت فساد ہے اکثر لوگ اس سے وضو کرنا جائز نہیں سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں ان کا شرعاً کیا حکم ہے اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہونا چاہئے، حوض کی شکل[1] یہ ہے:



الجواب

ذواربعۃ[2] الاضلاع اب ج د میں قطر اج وصل کیا تو مثلث ا د ج میں حسب بیان سائل ضلع ا د ۱۸۹ انچ ہے

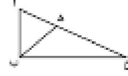
(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اب جتنے ہاتھ کا رقبہ لیا جائے اُن سب پیمانوں سے اس کی مقدار یہیں سے ظاہر ہوگی مثلاً دہ در دہ کیلئے ان مقادیر کو ۱۰۰ میں ضرب کرو تو گز ۲۵ ہوئے اور فٹ سوا دو سو علی ہذا القیاس، یہاں سے حساب مذکور سوال کی غلطی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ دہ در دہ حوض اس صحیح پیمانے سے ۳۲۴۰۰ انچ ہوگا اور جو ہاتھ سترہ انچ ہے اس سے سو ہاتھ صرف اٹھائیس ہزار نو سو (۲۸۹۰۰) انچ ہوگا ساڑھے تین ہزار انچ کا فرق پڑے گا جس کے چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ انگل اور دو تہائی ہوئے نہ کہ صرف اٹھاون، اور جو ہاتھ ۱۰۱۷ انچ ہے اس سے سو ہاتھ تیس ہزار پانچ سو پچیس انچ ہوگا پونے انیس سو انچ کم جس کے ڈھائی ہزار انگل ہوئے نہ کہ فقط چھتیس و قس علیہ ۱۲ (م)

[1] جس میں زاویہ د قائمہ ہے ۱۲ (م)

[2] آسانی عمل و قلّت تفاوت کے سبب یہ تقریب کی گئی اور تحقیق یہ ہے کہ مثلث ا د ح جبکہ قائم الزاویہ ہے اس کی مساحت وہی ۳۱۳۷۴ کی نصف ۱۵۶۸۷ انچ ہوئی، رہا مثلث اب ح

اور ضلع ء ج ۱۶۶ مسطح ۴۷۴ ۱۳ ۳۱ اور مثلث اب ج میں ضلع اب ۱۵۹ ہے اور ضلع ب ج ۱۹۸ مسطح ۳۱۴۸۲ مجموع ۶۲۸۵۶ جن کا نصف ۳۱۴۲۸ یہ اس حوض کی مساحت تقریبی ہوئی اور دہ در دہ کیلئے ۳۲۴۰۰ انچ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)اولاً مقدار قطر اح معلوم کی یوں کہ دح ۱۶۶ کا مربع ۲۷۵۵۶ ہے اور اع ۱۸۹ کا مربع ۳۵۷۲۱ مجموعہ ۶۳۲۷۷،لوگارثم ۸۰۱۲۴۵۹ ع ۴ نصف ۴۰۰۶۲۳۰ء ۲ یہ لوگارثم قطر ہوا عدد ۲۵۱ء ۰۲۵۱ انچ یہ قدر قطر ہوئی لاجرم مثلث میں



زاویہ احادہ ہے اج پر ب سے عمود ب ھ اتارا،

پس بحکم شکل ۱۳ مقالہ دوم اقلیدس مربع ب ح چھوٹا ہے مجموع مربعین اب اح سے بقدر دوچند مسطح اح اھ د اب ۱۵۹ کا مربع ۲۵۲۸۱+ مربع اح ۶۳۲۷۷ = ۸۸۵۵۸ جس میں سے ب ح ۱۹۸ کا مربع ۳۹۲۰۴ کم کیا باقی ۴۹۳۵۴ نصف ۲۴۶۷۷ یہ اح اھ کا مسطح ہے اس کے لوگارثم ۳۹۲۲۹۲۴ ء ۴ سے لوقطر ۴۰۰۶۲۳۰ء ۲ کم کیا باقی لو اھ ۹۹۱۶۶۹۴ء اعدد ۱۰۰۱ء ۹۸ یہ مقدار اھ ہوئی اس کے مربع ۶۲۹۳ ء ۹۶۲۳ کو مربع وتر قائمہ اب ۲۵۲۸۱ سے تفریق کیا باقی ۳۰۷ ء ۱۵۶۵۷ یہ مربع عمود ہوا اس کا لوگارثم ۱۸۸ ۱۹۴ء ۴ نصف ۰۹۷۳۵۹۴ء ۲ لو عمود ہے اسے قاعدہ یعنی قطر اح کے لوگارثم مذکور میں جمع کیا ۴۹۷۹۸۲۴ ہوا اس سے ۳۰۰ ۱۸۱۰ء ۰ کم کیا کہ مساحت مثلث نصف مسطح عمود و قاعدہ ہے باقی ۱۹۶۹۵۲۴ء ۴ عدد ۱۰۵ء ۱۵۷۳۸ انچ مساحت مثلث اب ح ہوئی اسے مساحت مثلث اول میں جمع کرنے سے مساحت حوض ۳۱۴۲۵ انچ ہوئی حساب تقریبی سے صرف تین انچ کم تو حوض دہ در دہ سے ۹۷۵ انچ کم ہے جن کے تیرہ سوانگل ہوئے نہ صرف بارہ جو سوال میں ہے۔

فائدہ: حوض کا زاویہ ح حادہ سے اس لئے کہ مثلثہ ب ھ ح قائم الزاویہ ہیں ب ح: ع :: ب ھ: جیب ب ح ھ:۔ لوعمود ۰۹۷۳۵۹۴ء ۲*لو ب ح ۲۹۶۶۵۱۱ء ۲ = ۶۹۴۲ ۸۰۰ء ۹ کہ لوجیب ۳۴ء ۳۹۱۱۴۳ ہے اور مثلث ا د ح قائم الزاویہ ہیں اح: ع:: ا د: جیب ا ح د * لو اء ۲۲۷۶۴۶۱۸ء ۲ لوقطر ۴۰۰۶۲۳۰ ء ۲ = ۸۷۵۸۳۸۸ء ۹ کہ لوجیب ۹۴ء ۴۸۴۲۲۴ ہے مجموع زاویتین ۸۴۸۵۰۷ء ۴۸ مقدار زاویہ ح ہے اور اگر یہ بھی قائمہ ہوتا تو امر آسان تر تھا ب ح پر اسے عمود اھ نکالا کہ بحکم موازات ج ء کے برابر ہوا اور ھ ح :: اع تو مستطیل ھ ع ۱۸۹*۱۶۶= ۳۱۳۷۴ اور مثلث ب ھ ا (باقی برصفحہ آئندہ)

درکار ہیں تو یہ ۲۷۰۹ انچ کم ہوا، لہٰذا ا؎ مائے قلیل ہے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہوجائیگا، رہا اس میں وضو کرنا اگر ہاتھ یا پاؤں کوئی عضو بے دُھلا اس میں نہ ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسالہ اس میں گرے جب تک مائے مستعمل اس کے پانی پر غالب نہ ہوجائے ھوالصحیح مگر بے دُھلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلاضرورت اس سے مس کرے گا تو سارا پانی قابلِ وضو نہ رہے گا بناء علی الفرق بین الملاقی والملقی کماحققناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی واللہ تعالٰی اعلم (ملاقی اور ملقی میں فرق کی تحقیق اپنے رسالہ النمیقۃ الانقی میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

مسئلہ ۳۹: مرسلہ شیخ ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ فیض عام گردھر پور ضلع پنچ محل ملک احمد آباد گجرات ۴ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

نجس پانی دو تین گز بہنے سے یا ہوا لگنے سے پاک ہوجاتا ہے یہ کہیں مصرح ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب:

نجس پانی نہ ہوا لگنے سے پاک ہوسکتا ہے نہ خود بہنے سے، ہاں پاک پانی اگر بہتا ہوا آئے اور اسے بہالیجائے تو پاک ہوجائیگا فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا واللہ تعالٰی اعلم (کیونکہ جاری پانی کا ایک حصہ دوسرے پانی کو پاک کردیتا ہے۔ت)

مسئلہ ۴۰: از موضع موہن پور تھانہ وڈاک خانہ دیورنیا مسئولہ محمد شاہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانی مکروہ کس کس طرح سے ہوجاتا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب:

عوام میں یہ مشہور ہے کہ بے وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور مسئلہ ہے یوں کہ بے وضو کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قائم الزاویہ ہیں ب ھ = ۱۹۸-۱۸۹ مجموعہ مثلث ومستطیل ۳۲۱۲۱ مگر یہ حسب بیان سائل محال ہے کہ اب کو ح ء سے اقصر بتایا ہے تو ضرور ہے کہ ب ح موازی اع نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)



ا؎ گز شرعی کہ چوبیس انگل ہے ایک ہاتھ یا ڈیڑھ فٹ ہے جس کے ۱۸ انچ ہوئے اور اس ذراع سے خود سوال میں دہ در دہ سے کم ہونا مذکور مگر وہ نہایت مختل وناصواب تھا لہٰذا از سرِ نو محاسبہ کیا ۱۲ (م)

اعضائے وضو میں جو کوئی بے دُھلا حصّہ سر کے سوا آبِ قلیل سے بے ضرورت مس کرے گا وہ پانی قابل وضو نہ رہے گا اور اس کا پینا مکروہ۔اسی طرح بلّی اور چھوٹی ہوئی مرغی اور حشرات الارض دموی جیسے سانپ، گرگٹ، چھپکلی، چُوہے، گھونس، چھچھوندر اور شکاری پرندوں جیسے باز، جرے، شکرے، بہری نیز چیل، کوّے اور ان کے امثال جانوروں کا جوٹھا بھی مکروہ ہے جو نجاست سے پرہیز نہیں کرتے جبکہ نہ بالفعل نجاست معلوم ہو جیسے بلّی نے اُسی وقت چوہا کھایا اور ہنوز اتنی دیر نہ گزری کہ لعاب سے لب و زبان صاف ہو جائے کہ اس صورت میں اُس کا جوٹھا مکروہ نہیں بلکہ نجس ہے نہ طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جانے نہیں پاتی یا شکاری پرند جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہے اور مدت سے اُس نے شکار نہ کیا کہ اس صورت میں اس کا جوٹھا بلا کراہت پاک ہے نیز اجنبی عورت کا پیا ہوا پانی پینا مرد کو اور اجنبی مرد کا عورت کو بھی مکروہ ہے جبکہ مظنہ لذت نفسانی ہو نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

الماء(طاهر مطهر مكروه)استعماله تنزيها على الاصح وهو ماشرب منه الهرة الاهلية اذ الوحشية سؤرها نجس(ونحوها)اى الاهلية الدجاجة المخلاة وسباع الطير والحية والفأرة لانها لاتتحامى عن النجاسة[1]۔	پانی(طاہر مطہر مکروہ ہے)اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اصح یہی ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے بلّی نے پیا ہو یعنی پالتو بلّی نے، کیونکہ جنگلی بلّی کا پانی نجس ہے(اور اسی کی مثل) یعنی پالتو بلّی کی طرح کھُلی پھرنے والی مرغی، شکاری پرندے، سانپ اور چوہا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچتی ہے۔(ت)

حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قوله نجس اى اتفاقا لماورد السنور سبع فان المراد به البرى[2]اھ **اقول:** هذا(ا)عجب بل كان الكلام فى الاهلى كما فى الحديث وقد بيناه مع الكلام عليه فى سلب الثلب نعم نجاسته	اس کا، قول نجس یعنی اس پر اتفاق ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ بلّی درندہ ہے، اس سے مراد جنگلی بلّی ہے اھ(ت) **میں کہتا ہوں** یہ عجیب بات ہے گفتگو گھریلو بلّی میں تھی جیسا کہ حدیث میں ہے، ہم نے اس کو پوری بحث کے ساتھ "سلب الثلب" میں بیان کیا ہے،

[1] مراقی الفلاح کتاب الطہارت مطبع الامیر بولاق مصر ص ۱۳)

[2] حاشیہ طحطاوی کتاب الطہارت مطبع الامیر بولاق مصر ص ۱۳)

مصرح بھا فی جامع الرموز معزیا للکشف ونص فی الدر المختار انه نجس مغلظ فالکلام فی التعلیل۔	ہاں اس کی نجاست جامع الرموز میں مصرح ہے،اس کو کشف کی طرف منسوب کیا ہے،اور درمختار میں صراحت ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے،تو گفتگو تعلیل میں ہے۔(ت)

تین قسم کے پانی مکروہ ہوئے:

۱۔مائے مستعمل یہ ہمیشہ مکروہ ہے،۲۔اور اجنبی کا جوٹھا،صرف بحالت لذّت،۳۔اور ان جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی موجود ہو ورنہ نہیں۔درمختار میں ہے:

سؤرھرة ودجاجة مخلاة وسباع طیرلم یعلم ربھا طھارة منقارھا وسواکن بیوت طاھر مکروہ تنزیھا فی الاصح اذوجد غیرہ والالم یکرہ اصلا[1]۔	بلّی کا جھُوٹا،کھلی مرغی،پرندوں کے درندوں کا جوٹھا،جن کے بارے میں مالک کو معلوم نہیں کہ ان کی چونچ پاک ہے،گھر میں رہنے والے جانوروں(چوہا،چھپکلی وغیرہ)کا جوٹھا اصح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ دوسرا پانی موجود ہو ورنہ کراہت بھی نہ ہوگی۔(ت)

جو جانور دموی نہیں یعنی خون سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں،یا نہیں جیسے بچھو،مکھی،زنبور اور تمام دریائی جانور اُن کا جوٹھا مکروہ بھی نہیں۔درمختار میں ہے:

سؤر مالادم له طاھر طھور بلاکراھة[2]۔	جس جانور میں خُون نہ پایا جاتا ہو اس کا جُھوٹا بلاشبہ طاہر وطہور ہے بلاکراہت۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

سواء کان یعیش فی الماء اوفی غیرہ ط عن البحر[3]۔	عام ازیں کہ وہ پانی میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو،ط عن البحر۔(ت)

[1] درمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[2] درمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

[3] ردالمحتار فصل فے البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

ای مماله دم سائل کالفأرة والحیة والوزغة بخلاف مالادم له کالخنفس والصرصر و العقرب فانه لایکرہ کمامرو تمامه فی الامداد اھ۔[1] اقول:(۱)فلایتجه مازعم فی جامع الرموز من کراهة سؤر العقرب بالاتفاق ولم یعزہ لاحد واللہ تعالٰی اعلم۔	اُسی میں زیرِ قول شارح وسواکن بیوت فرمایا۔یعنی وہ جانور جن میں بہنے والا خون ہو جیسے چُوہا،سانپ،چھپکلی۔بخلاف ان جانوروں کے جن میں خون نہ ہو جیسے خنفس (ہشت پا) صرصر (جھینگر، مجیرا) بچھّو، کیونکہ یہ مکروہ نہیں، جیسا کہ گزرا،اور مکمل بحث امداد میں ہے۔ت انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیاواللہ تعالٰی اعلم۔(ت) **میں کہتا ہوں** اس سے معلوم ہوا کہ جامع الرموز میں ہے کہ بچھّو کا جُوٹھا مکروہ ہے بالاتفاق،اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی،اس کو

مسئلہ ۴۱: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

نامحرم عورت جوان یا بُڑھیا اپنے مرشد کا جوٹھا پانی یا شوربا پی لے تو درست ہے یا نہیں، مکروہِ تحریمی یا تنزیہی، باسند لکھیں۔

الجواب:

تلذّذ و شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی نیت سے جائز وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے مفسد کو مصلح سے۔ت) صحیح حدیث میں ہے جب حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اولش جب اُن کے گھر جاتا وہ اور ان کے گھر والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے،دُرمختار کتاب الحظر میں ہے:

یکرہ للمرأۃ سؤر الرجل وسؤ رھاله[2]۔	مرد کا جوٹھا عورت کیلئے اور عورت کا مرد کیلئے مکروہ ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳

[2] درمختار فصل فی البیع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

اُسی کے آخر فصل فے البئر میں ہے:

یکرہ سورھا للرجل کعکسہ لاستلذاذ [1]۔	عورت کا جوٹھا مرد کیلئے اور مرد کا عورت کیلئے لذّت لینے کیلئے مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یفھم منہ انہ حیث لااستلذاذ لاکراھۃ۔ [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	اس سے یہ سمجھ میں آیا اگر لذّت کیلئے نہ ہو تو کراہت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲: از مقام چتور گڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ
پانی کی نالی ناپاک چُونے سے تیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اُس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی حوض میں اُسی جگہ سے جمع ہونا شروع ہوا جہاں ناپاک چُونے سے بند کی گئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک، فقہاء نے لکھا ہے کہ جس تالاب میں نجاست کنارہ پر ہو اور پانی وہیں سے جمع ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر تمام پانی ناپاک ہوگا۔

الجواب:

پانی اگر اُوپر سے اُس نالی پر بہتا ہوا آیا اور بہتا ہوا گزر گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے کسی وصف میں اُس کے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضرور یہ ہے کہ کل یا اکثر یا نصف پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو تو بہنا نفع نہ دے گا کل پانی ناپاک سمجھا جائے گا صحح ایضاوان کان الاول علیہ المعول لانہ الاقوی وعلیہ الفتوی (اور اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے اعتماد اگرچہ پہلے قول پر ہے کیونکہ وہ اقوی ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ ت)

اقول: مگر یہ نجاست مرئیہ میں ہے جیسے مردار یا غلیظ غیر مرئیہ میں بالاتفاق اُسی ظہور اثر کا اعتبار ہے،

کما نصوا علیہ قاطبۃ وقال فی البحر فی توجیہ القول الاٰخر للتیقن بوجود النجاسۃ فیہ بخلاف غیر المرئیۃ لانہ اذا لم یظھر اثرھا علم ان الماء ذھب بعینھا [3]۔	جیسا کہ اُن تمام نے اس پر نص کیا، اور بحر میں دوسرے قول کی توجیہ میں فرمایا کہ اس میں نجاست کا پایا جانا متیقن ہے بخلاف غیر مرئی نجاست کے کیونکہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی اس نجاست کو بہا کرلے گیا ہے۔ (ت)

[1] درمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰
[2] ردالمحتار فصل فے البئر مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

اور چُونا نجاست نہیں متنجس ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ متنجس کا ولہذا اگر ناپاک گلاب (۱) یا زعفران آب جاری میں گرے اور اس میں گلاب کی بُو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے ظہور اثر نہ کہیں گے بلکہ اُس نجاست کا کوئی وصف پانی میں آئے جس نے گلاب وزعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا، ردالمحتار میں ہے:

فی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی الظاھران المراد اوصاف النجاسۃ لاالمتنجس کماء الورد والخل مثلا فلوصب فی ماء جار یعتبر اثر النجاسۃ التی فیہ لااثرہ نفسہ لطھارۃ المائع بالغسل ولم ارمن نبہ علیہ وھو مھم فاحفظہ[1] اھ **اقول:** وھو واضح البرھان فان المقصود غلبۃ النجاسۃ علی الماء حتی اکسبتہ وصفالھا وذلک فی ظھور وصف نفسھا دون المتنجس بھا الا تری ان لوکانت قلیلۃ لاتغلب الماء وکان مکان ماء الوردماء قراح لم یظھر اثرھا فکذا فی ماء الورداذلا تختلف قلۃ وکثرۃ باختلاف المتنجس۔	سیدی عبدالغنی نے شرح ہدیۃ ابن العماد میں لکھا ہے کہ بظاہر اس سے مراد نجاست کے اوصاف ہیں نہ کہ نجس ہونے والا پانی، جیسے گلاب کا پانی اور سرکہ، اگر اس کو بہتے پانی میں ڈالا جائے تو اس میں جو نجاست ہے اس کا اثر معتبر ہوگا، خود اس کا اپنا اثر معتبر نہ ہوگا کیونکہ بہنے والی چیز غسل (دھونے) سے پاک ہو جاتی ہے، اس نکتہ پر میں نے کسی اور کو مطلع کرتا ہوا نہیں پایا حالانکہ یہ بہت اہم ہے اسے یاد کرلیجئے اھ (ت) میں کہتا ہوں اس کی دلیل بہت واضح ہے کیونکہ مقصود نجاست کا پانی پر غالب ہونا ہے تاکہ نجاست کا وصف اس میں ظاہر ہو جائے، اور یہ تب ہے جب خود اس کا اپنا وصف اس میں ظاہر ہو نہ کہ اس چیز کا جو اس کی وجہ سے نجس ہوئی ہے، مثلاً اگر نجاست اتنی تھوڑی ہوتی کہ پانی پر غالب نہ ہوتی اور بجائے عرق گلاب کے سادہ پانی ہوتا تو اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا تو اسی طرح گلاب کے پانی کا حال ہے کیونکہ نجاست قلۃ وکثرۃ میں ناپاک ہونے والے پانی کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی ہے۔ (ت)

تو جبکہ وہ نجاست (۲) جس سے چُونا ناپاک ہوا مرئی نہیں تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق حکمِ طہارت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از کوٹار میورہ عقب موچی کٹرہ مکان چاند خان دفعدار مرسلہ شیخ ممتاز علی بیکل منگلوری سرویر محکمہ جنگلات کوٹا ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ۔

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سوالاتِ ذیل کے جواب میں خداوند کریم آپ کو اجرِ عظیم اور سائل کو صراطِ مستقیم عطا فرمائے۔

عمرو و زید دو شخص ہیں عمرو سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ چاہ جو سامنے موجود ہے اس کا پانی قابلِ وضو اور نیز دیگر استعمال کے ہے یا نہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ بنابر رفعِ شک چاہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ کُنواں ناپا گیا تو لمبائی ۱/۲ -۱۱ ہاتھ اور چوڑائی ۱/۲ -۹ ہاتھ گہرائی ۳ ہاتھ ہوئی جو برابر ہے ۵۷ء ۳۲۷ ہاتھ کے مگر زید اس کو ۴۲ ہاتھ بتلا کر اس کے پانی سے وضو ناجائز بتلاتا ہے اور پانی ہذا کو قابلِ استعمال نہیں بتلاتا لیکن عمرو نے اسی چاہ سے وضو کیا اور زید نے عمرو کے پیچھے نماز پڑھی لہٰذا التماس ہے کہ اس پانی کا استعمال موافق شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور زید کی نماز اس صورت میں عمرو کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اس چاہ میں پانی کی اس قدر آمد ہے کہ اگر چرس بند کر دیا جائے جو دن بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہ لبریز ہو کہ زائد پانی ایک راستہ سے خارج ہو کر چند روز میں دو سو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جس کی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہیں لبریز کر دیتا ہے۔ یہ پانی مویشی پیتے ہیں یہ تو موسم سرما کی حالت ہے اور موسم گرما میں چرس چلے یا نہ چلے کنویں سے پانی باہر نہیں آتا البتہ جس قدر کنواں خالی ہو جاتا ہے وقت چرس چلنے کے اُتنا ہی رات کو پھر کنویں میں پانی آجاتا ہے ماسوا اس کے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کنویں قلیل ہیں کہ جن کا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کنویں زینہ دار ہیں تمام لوگ اندر جا کر پانی پیتے اور بھرتے ہیں بلاکلہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے، ہاں بعض موقع پر ایسا بھی رواج ہے کہ جس کنویں کے اندر نہاتے ہیں اُس کا پانی نہیں پیتے۔

الجواب:

پانی میں فقط اُس کی سطح بالا کی پیمائش معتبر ہے عمق کا اصلاً لحاظ نہیں اگر اوپر کی سطح مثلاً ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائے گا اور سطح سو ہاتھ ہے اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہے تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہرے گا نہ کہ پچاس۔ عمق صرف اتنا ہونا چاہئے کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کُھلے لہٰذا چاہ مذکور کی مساحت ۲۵ء۱۰۹ ہاتھ ہے نہ ۵۷ء ۳۲۷ بہر حال شک نہیں کہ وہ مائے کثیر ہے اُس سے وضو و غسل اور اُس میں کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدل دے اُسے ۴۲ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اُس سے وضو و غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہے اور اگر واقع میں اُس کے اعتقاد میں یہی ہے کہ اُس کنویں کے پانی سے وضو نہیں ہو سکتا اور اُس نے عمرو کو اُس سے وضو کرکے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اُسی اعتقاد پر قائم رہ کر اُس کی اقتداء کرلی تو زید کی نماز نہ ہوئی کہ اس کے

اعتقاد میں امام بے وضو نماز پڑھا رہا ہے بلالکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ بازیچہ سمجھنا پیدا ہوتا ہے **والعیاذ باللہ** تعالٰی یہی حکم اُن سب کنّوؤں کا ہے جن کے پانی کی سطح بالا ۲۲۵ فٹ ہو اُن میں کپڑے دھونا بھی جائز ہے اور اُس سے ناپاک نہ ہوں گے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہوں جب تک نجاست ان کا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدل دے **واللہ تعالٰی اعلم۔**



فتوٰی مسمّٰی به
الهنیئ النمیر فی الماء المستدیر ۱۳۳۴ھ
خوشگوار صاف آبِ مستدیر کی تحقیق (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

مسئلہ ۴۴: ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کُنویں کا دَور کَے ہاتھ ہونا چاہئے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہوسکے بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ، ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

الجواب :

اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جُدا ہے:

قول اول: اڑتالیس ہاتھ خلاصہ وعالمگیریہ میں اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام شمس الائمہ سرخسی وفتاوٰی کبرٰی میں اسی کو احوط بتایا سید طحطاوی نے اُس کا اتباع کیا ہندیہ میں ہے:

ان کان الحوض مدورا یعتبر ثمانیة واربعون ذراعا کذا فی الخلاصة وھو الاحوط کذا فی محیط السرخسی [1]۔	اگر حوض گول ہو تو اڑتالیس ہاتھ کا اعتبار ہوگا، کذا فی الخلاصۃ اور یہی احوط ہے کذا فی محیط السرخسی۔ (ت)

طحطاوی میں ہے: الاحوط اعتبار ثمانیة واربعین [2] (احوط اڑتالیس کا اعتبار کرنا ہے۔ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فے الماء الراکد نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۷

دوم: چھیالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتٰی بہ بتایا بحر الرائق میں نقل فرمایا: **المختار المفتی بہ ستۃ واربعون کیلا یعسر رعایۃ الکسر**[1] اھ (مختار و مفتٰی بہ چھیالیس ہے تاکہ کسر کی رعایت کی دشواری میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ت)

اقول: یرید ان ثمہ کسر اسقط او رفع تیسیرا ثم رأیت فی الفتح ماعین الرفع حیث قال ان کان الحوض مدورافقدر باربعۃ واربعین وثمانیۃ واربعین والمختار ستۃ واربعون وفی الحساب یکتفی باقل منھا بکسر للنسبۃ لکن یفتی بستۃ واربعین کیلا یتعسر رعایۃ الکسر قال والکل تحکمات غیرلازمۃ انما الصحیح ماقدمناہ من عدم التحکم بتقدیر معین[2] اھ ای عملا باصل المذھب وقد علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر۔	میں کہتا ہوں ان کی مراد یہ ہے کہ یہاں کسر ہے جو ساقط کردی گئی ہے یا بڑھائی گئی ہے آسانی کیلئے، پھر میں نے فتح میں دیکھا تو انہوں نے رفع کو متعین کردیا، فرمایا اگر حوض گول ہو تو اس کا اندازہ چوالیس اور اڑتالیس کیا گیا ہے اور مختار چھیالیس کیا گیا ہے اور حساب کے اعتبار سے اس سے کم پر بھی اکتفاء کیا جائیگا کسرِ نسبت کیلئے، لیکن چھیالیس پر فتوی دیا جائیگا تاکہ کسر کی رعایت میں پریشانی لاحق نہ ہو، فرمایا یہ تمام باتیں محض اپنی مرضی سے کہہ دی گئی ہیں ان کا ماننا لازم وضروری نہیں صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کسی معین مقدار کا ہونا ضروری نہیں ہے اھ یعنی اصل مذہب پر عمل کرتے ہوئے، اور آپ جان چکے کہ فتوی دس۱۰ پر ہے۔(ت)

سوم: چوالیس ہاتھ اس کی ترجیح اس وقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں، جامع الرموز میں ہے:

اما فی المدور فیشترط ان یکون دورہ ثمانیا و اربعین ذراعا وقیل اربعاواربعین فالاول احوط کمافی الکبری[3]۔	گول حوض میں شرط یہ ہے کہ اس کا دور اڑتالیس ہاتھ ہو، اور ایک قول ہے کہ چوالیس ہاتھ ہو تو اول احوط ہے جیسا کہ کبری میں ہے۔(ت)

چہارم: چھتیس ہاتھ ملتقط میں اسی کی تصحیح کی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے، جامع الرموز میں ہے:

وقیل ستۃ وثلثین وھو الصحیح المبرھن	اور ایک قول ہے کہ یہ چھتیس ہے اور یہی صحیح ہے

---

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۷/۱

[2] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء ولایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر ۷۰/۱

[3] جامع الرموز باب بیان الماء گنبد ایران ۴۸/۱

عند الحساب کما فی الظهیریة وفی الاولین تحقق الحوض المربع داخل المدور وفی الثالث مایساویه[1]۔	اور حساب کی رُو سے مبرہن ہے کما فی الظہیریہ اور پہلے دو میں مربع حوض مدوّر حوض متحقق ہوگیا اور تیسرے میں اس کے مساوی ہے۔(ت)

اسی پر مولی خسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے درمختار اور علامہ فقیہ ومحاسب شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا ردالمحتار میں ہے:

قوله وفی المدور بستة وثلثین ای بان یکون دوره ستة وثلثین ذراعا وقطره احد عشر ذراعا وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطروهو خمسة ونصف وعشر فی نصف الدور وهو ثمانیة عشر یکون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع اھ سراج وما ذکره هو احد اقوال خمسة عـــہ۱ وفی الدرر عن الظهیریة هو الصحیح[2]۔	ان کا قول کہ مدور میں چھتیس ہیں یعنی اس کا دور چھتیس گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ کو اور دسویں کو نصف دور میں ضرب دی جائے، اور یہ اٹھارہ ہے، تو کل سو ہاتھ اور چار خمس ذراع ہوگا اھ سراج، اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ پانچ میں سے ایک قول ہے اور درر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہی صحیح ہے۔(ت)

اقول: تحقیق یہ ہے کہ اُس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہئے یعنی ۹۴۹ء۳۵ تو قطر تقریباً ۵ گز ۱/۲ -۱۰ گرہ ہوگا بلاکہ دس گرّہ ایک اُنگل یعنی ۲۸۴ء ۱۱ ہاتھ بیان اس کا یہ کہ اصولِ ہندسہ عـــہ۲ مقالہ ۴ شکل ۱۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع محیط

عـــہ۱ لم ارفی التقدیر الا اربعة اقوال وکانه اراد بالخامس ماذکر المحقق ان لاتعیین منه حفظه ربه تعالٰی (م)	میں نے تقدیر میں صرف چار قول دیکھے ہیں شامی نے گویا پانچویں سے وہ مراد لیا ہے جس کو محقق نے ذکر کیا ہے کہ تعیین نہیں۔(ت)

عـــہ۲: یہ کتاب کتاب اقلیدس سے جُدا وجدید ہے ۸ مقالوں پر مشتمل اور ہندسہ ومساحت ومثلث کروی سب میں مفید ہے اس میں بہت دعاوی کا بیان کتاب اقلیدس پر مزید ہے فاضل محمد عصمہ مصری نے اسے ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا ۱۲ (م)

---

[1] جامع الرموز باب بیان الماء گنبد ایران ۴۸/۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱۴۲/۱

یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجئے یا قطر و محیط کو ضرب دے کر ۴ پر تقسیم کیجئے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے (۱) اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے قد حہ لہ الط لو مہ ہے نصف قطر نر حہ لرمد مح یعنی محیط جسے مقدار سے ۳۶۰ درجے ہے قطر اُس سے ۱۱۴ درجے ۳۵ دقیقے ۲۹ ثانیے ۳۶ ثالثے ۴۵ رابعے ہے۔

وفی حساب الفاضل غیاث الدین جمشید الکاشی علی مانقل العلامۃ البرجندی فی شرح تحریر المجسطی لوبعہ ای ستاوخمسین مکان مہ لایفارق محسوبی الابنحو رابعۃ وجاء بحساب اخر مربعہ رفعا ای سبعا واربعین وبالجملۃ لافرق الا فی بعض روابع وعلی ھذا الاخیر عولنا۔	اور فاضل غیاث الدین جمشید الکاشی کے حساب میں جیسا کہ علامہ برجندی نے شرح تحریر مجسطی میں لکھا ہے لوبعہ یعنی ۵۶ بجائے مہ، یہ حساب میرے حساب سے مختلف نہیں مگر صرف ۱۱ رابعہ کی مقدار میں اور دوسرے حساب سے مربعہ رفعا یعنی سینتالیس ہے، خلاصہ یہ کہ اختلاف صرف بعض روابع میں ہے اور اسی اخیر پر ہم نے اعتماد کیا ہے۔ (ت)

تو قطر اگر ایک ہی محیط ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ ہے فان ۳۶۰ ÷ ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ = ۵۹۱۵۵۹۱۵۷ء ۱۱۴ تحویلہ الی الستینی مدحہ لہ الط لومر یہاں سے ہمیں دو مساواتیں حاصل ہوئیں قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجئے پس (۱) ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ ق = ط اس لئے کہ ۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ : ۱ : : ق : ط

(۲) ۴/ق ط = م ان کے بعد قطر و محیط (۱) و مساحت سے جو چیز گز، ہاتھ، فٹ، گرہ، وغیرہا جس معیار سے مقدر کی جائے اُسی معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہوجائے گی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی ہے۔

معلوم/مطلوب	قطر	محیط	مساحت
قطر		۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ ق	۳۹۸۱۶۲۵ ۷۸۵ء ۰ ق۲ [عہ۱]
محیط	۱۴۱۵۹۲۶۵ء ۳ (ط)		۰۶ ۷ ۵۶۶۳ء ۱۲ ط۲ [عہ۲]
مساحت	۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ء ۰ (م)		

عہ۱ عدد معلوم یعنی مقدار محیط باجزائے قطریہ کو ص فرض کیجئے : . ص ق = ط، ۴/ق ط = م : . ۴/ص ق ۲ = م یہ عدد ۴/ص ہے ۱۲ منہ (م)

عہ۲ جبکہ ص/ط = ق، ۴/ق ط = م : . ۴ ص/ط ۲ = م یہ عدد ۴ ص ہے ۱۲ منہ (م)

پھر آسانی کیلئے لوگارثم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول رکھی اور اس میں متممات حسابیہ سے وہ تصرفات کردئے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے۔

مطلوب / معلوم	قطر	محیط	مساحت
قطر		ق ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵	ق۲ ۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵
محیط	ط / ۳٫۱۴۱۵۹۲۶۵		ط۲ / ۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	√ م / ۰٫۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵	√ م ۱۲٫۵۶۶۳۷۰۶	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ہاتھ جس کالوگارثم ۲ء ۰ : . ۲/۱۰۴۹۱۰۱ء ۲ = ۱۰۵۲۴۵۵۰ء ا کہ لوگارثم ۲۸۴ء ۱۱ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز ۲/۰۹۹۲۰۹۹ء ۳ = ۵۴۹۶۰۴۹ء ا کہ لوگارثم ۴۹ ۴۴ء ۳۵ کا ہے یہ مقدار دَور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۲۸۴ء ۱۱*۴۹ ۴۴ء ۳۵ = ۶۵۱۶ء ۴۰۰، ÷ ۴ = ۰۰۱۶ء ۱۰۰ کہ سو ہاتھ سے صرف ۱۶/۱۰۰۰۰ یعنی ۱/۶۲۵ زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا ۲۴/۶۲۵ یعنی انگل کے پچیسویں حصّے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج وشرنبلالیہ کہ اُن کے خیال سے ۱۱۹انگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے کما سیأتی۔

اقول: وبهذا علم مافی البیانات السابقة (۱) **فاولا** ماکان دوره ستا وثلثین لایزید قطره علی ذراعا بخمس ذراع فقط بل بقریب من نصف ذراع لان لوغارثمها ۱٫۵۵۶۳۰۲۵+ ۱٫۵۰۲۸۵۰۱=۰۵۹۱۵۲۶ء ۱ وهو لوغارثم ء لاینقص من النصف الاقدر ۴۱/۱۰۰۰ (۲) **وثانیا:** ماکان کذا تزید مساحته علی مائة ذراع باکثر من ثلثة اذرع لااربعة اخماس ذراع وذلك لان ۵۵۶۳۰۲۵ء ۱*۲=۱۱۲۶۰۵۰ء ۳ '۱۳' +۹۰۰۷۹۰۱ء ۲ = ۱ ۵ ۹ ۳۳ ۰۱۳ء ۲ وهو لوغارثم ۱۰۳ء ۱۳ (۳) **وثالثا:** لوعمل بقطر ذکر بان رسم خط	اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ سابقہ بیانات میں ہے اوّلًا جس کا دور چھتیس ہو اس کا قطر ۱۱ ذراع پر ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہوگا بلاکہ آدھے ذراع کے قریب زائد ہوگا کیونکہ ۳۶کالوغارثم ۵۵۶۳۰۲۵ء ۱' + ۵۰۲۸۵۰۱ء ۱=۰۵۹۱۵۲۶ء ۱ ہے اور وہ لوگارثم ۴۵۹ء ۱۱ ہے یہ نصف سے صرف ۴۱/۱۰۰۰ کی مقدار کم ہے، اور ثانیاً جو ایسا ہو اس کی پیائش سو ہاتھ پر تین ذراع سے زائد ہوگی نہ یہ کہ ایک ذراع کا ۴/۵ اور یہ اس لئے ہے کہ ۵۵۶۳۰۲۵ء ۱*۲ = ۱۱۲۶۰۵۰ء ۳ '۱۳' + ۹۰۰۷۹۰۱ء ۲ = ۰۱۳۳۹۵۱ء ۲ اور وہ لوگارثم ہے ۱۰۳ء ۱۳ کا،

مثلہ ورسمت علی منتصفہ ببعد طرفہ دائرۃ فجعل دورالبئرمثلہا لم یصح فان لوغارثمہ ۰۴۹۲۱۸۰ء۱ضعفہ۰۹۸۴۳۶۰ء۲ + ۸۹۵۰۸۹۹ء۱ =۹۹۳۵۲۵۹ء۱وھو لوغارثم ۹۸ء۵۲ فیکون السطح اقل من مائۃ ذراع بذراع ونصف تقریبا وبالجملۃ ان اخذ الدور زاد علی المطلوب بثلثۃ اذرع وان اخذ القطر نقص عنہ بذراع ونصف ان ارید الجمع بینہما لم یمکن۔اما قول المحقق الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام حیث ذکر اولا مامر عن ش عن السراج ثم قال وبرھان ذلك اننا علمنا الدور والمساحۃ التی ھی تکسیر الدائرۃ فقسمناالمساحۃ علی ربع الدور وھو تسعۃ فخرج القطراحد عشر ذراعاوخمس ذراع وبرھان اعتبارستۃ وثلثین بقسمۃ المساحۃ وھی مائۃ ذراع واربعۃ اخماس ذراع علی نصف القطر فھو علی ماذکرناہ[1] اھ

فاقول: (۱)لفظ نصف ھھنا سبق قلم وصوابہ علی ربع القطر لما علمت ان ۴/ق ط = م قسمنا المعادلۃ علی ۴/ط:.ق=م÷۴/ط

اور ثالثاً اگر مذکورہ قطر پر عمل کیا جائے اس طرح کہ اسی کی مثل ایک خط کھینچا جائے اور اُس کے نصف پر اُس کے بعد کے کنارے پر ایک دائرہ کھینچا جائے اور کنویں کا دَور اسی کی مثل کیا جائے، تو صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ۲ء۱۱ کا لوگارثم ۰۴۹۲۱۸۰ء۱ ہے اس کا دوگنا

۰۹۸۴۳۶۰ء۲ + ۸۹۵۰۸۹۹ء۱=۹۹۳۵۲۵۹ء۱ ہے اور یہ لوگارثم ۹۸ء۵۲ ہے تو سطح سو ہاتھ سے تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگی اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر دور لیا جائے تو مطلوب پر زائد ہوگا تین ہاتھ اور اگر قطر لیا جائے تو اس سے ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگا اور اگر ان دونوں میں جمع کا ارادہ کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا،اور غنیۃ ذوی الاحکام میں محقق شرنبلالی نے فرمایا پہلے تو جو ذکر کیا گیا 'ش' سے، سراج سے وہ انہوں نے ذکر کیا، پھر فرمایا،اس کی برہان یہ ہے کہ ہمیں دور اور پیمائش کا علم ہے جو دائرہ کی تکسیر ہے،تو ہم نے مساحۃ کو رُبع دور پر تقسیم کیا اور وہ ۹ ہے تو قطر ۱/۵ -۱۱ ذراع نکلا، اور برہان اس امر پر کہ ۳۶ کا اعتبار مساحۃ کی تقسیم پر اور وہ مساحۃ سو ذراع اور چار خُمسِ ذراع ہے نصف قطر پر، تو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہ اس کے مطابق ہے اھ۔(ت)

میں کہتا ہوں لفظ نصف یہاں قلم کی سبقت ہے صحیح ربع قطر ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ۴/ق ط = م، ہم نے معادلہ کو تقسیم کیا ۴/ط:.ق=م÷ ۴/ط پر اور یہ اس کا پہلا دعوی ہے۔اور ثانیاً ہم نے اس کو ۴/ق:.ط=م÷ ۴/

[1] غنیہ ذوی الاحکام علی حاشیۃ غرر الاحکام فرض الغسل دارالسعادۃ مصر ۱/۲۳

وھی دعواہ الاولی وثانیا قسمناھا علی ۴/ق :.ط = م ÷ ۴/ق لا ۴/ق وھی دعواہ الاخری ھذا سھل وانما الشأن فی تعیین ھذہ المقادیر وما القصد الا ابداء مقدار دور تکون مساحتہ مائۃ ذراع فلیس بالید الاھذہ (۱)**فاولا** کیف عُدل عنھا الی مایزید علیھا باربعۃ اخماس ذراع،

وثانیا: (۲)بنیتم برھان اعتبار ھذا الدور علی قدر القطروبرھان اعتبار ھذا القطر علی قدر الدور وھذا دور،

وثالثا: (۳) بنیتم المساحۃ تبعا للسراج علی الدور والقطر وھذا ان دوران اُخران ولکن الامران السراج بنی الامر علی الاستقراء فقرب تقریبا واذا تقرر ھذا فابانۃ القطر من الدور والمساحۃ اوالدور من القطر والمساحۃ ارادۃ تحقیق ماتقرر لاالبرھان علی ذلك وباللہ التوفیق ھذا وما ذکر القھستانی من وقوع مربع عشر داخل دائرۃ محیطھا ثمانیۃ واربعون اواربعۃ واربعون۔

فاقول: لہ وجہ فی الاول فیقع فیھا لغۃ وان لم یقع علی مصطلح الفن من ان یماسھا جمیع زوایاہ وذلك لان المربع الواقع فی محیط ثمانیۃ واربعین ضلعہ عــہ اطول

ق لا ۴/ق پر تقسیم کیا، اور یہ ان کا دوسرا دعوی ہے یہ سہل ہے اور اہم معاملہ ان مقادیر کی تعیین کا ہے،اور مقصد صرف مقدار دور کا اظہار ہے جس کی مساحۃ ایک سو ۱۰۰ ذراع ہو، تو ہاتھ میں یہی ہے۔اولاً یہاں اُس سے عدول کرکے وہ چیز اختیار کی گئی ہے جس پر ایک ذراع کے چار خمس زائد ہے، ایسا کیوں کیا گیا؟

ثانیاً: اس دور کے اعتبار کی برہان کو تم نے قطر کی مقدار پر مبنی کیا ہے،اور اس قطر کے اعتبار کی برہان کو دور کی مقدار پر مبنی کیا ہے،اور یہ دور ہے۔

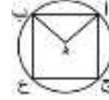
ثالثاً: تم نے پیمائش کی بنیاد، سراج کی پیروی میں، دور اور قطر پر رکھی ہے،اور یہ دور دوسرے دور ہیں، لیکن سراج نے معاملہ کی بنیاد استقراء پر رکھی ہے تو ان کی یہ بات قریب قریب ٹھیک ہے،جب یہ ثابت ہوگیا تو قطر کو دور اور پیمائش سے الگ کرنا یا دور کو قطر وپیمائش سے الگ کرنا، ثابت شدہ چیز کی تحقیق کا ارادہ ہے اس پر برہان نہیں ہے وباللہ التوفیق، اس کو سمجھنا چاہئے، اور قہستانی نے دس کے مربع کا ذکر کیا ہے جس کے دائرہ کا محیط اڑتالیس یا چوالیس بنتا ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں اس کی پہلے میں وجہ موجود ہے تو وہ اس میں لغت کے اعتبار سے واقع ہے،اگرچہ فن کی اصطلاح کے مطابق نہیں ہے، یعنی یہ کہ اس کو اس کے تمام زاویے مس کرتے ہوں اور اس کی دلیل

عــہ ای باکثر من اربعۃ اخماس ذراع وذلک

یعنی ایک ہاتھ کے چار خمس سے زیادہ (باقی برصفحہ آیندہ)

من عشرة فلا یمکن ان یماسها اکثر من زاویتین من المربع (ا) اما فی الثانی فلاوجه له اصلا فلیقع مربع ا ء فی دائرة ا ب ج ء علی مرکز ھ ولو ۴۴ = '۱ء۶۴۳۴۵۲۷ + ۱ء۵۰۲۸۵۰۱ = ۱ء۱۴۶۳۰۲۸ ھذا لو القطر '-۰ء۳۰۱۰۳۰۰



= ۰ء۸۴۴۵۲۷۲۸ ھذا لو نصفه اھ ثم فی مثلث اھ ب القائم الزاویة اھ: جیب ب وھی مه حه لوجیبها ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ :: اب:ع :. ۰ء۸۴۵۲۷۲۸- ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ = ۰ء۹۹۵۷۸۷۸ ھذا لو اب وان شئت بالعروسی فضعف لواھ

یہ ہے کہ جو مربع اڑتالیس کے محیط میں ہوتا ہے، اس کا ضلع دس سے لمبا ہوتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ مربع کے دو سے زائد زاویے اس کو مس کریں، اور دوسرے میں اس کی کوئی وجہ موجود نہیں، مثلًا اع کا مربع اب ج ع کے دائرہ میں واقع ہو اور ھ کے مرکز پر ہو اور لو ۴۴ = '۱ء۶۴۳۴۵۲۷ + ۱ء۵۰۲۸۵۰۱ = ۱ء۱۴۶۳۰۲۸ یہ لو قطر ہے۔ ۰ء۳۰۱۰۳۰۰ = ۰ء۸۴۵۲۷۲۸ یہ لو اس کا آدھا ہے اھ پھر مثلث میں اھ ب زاویہ قائمہ اھ: جیب ب اور یہ مہ حہ لو اس کا جیب یہ ہے ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ :: ۱ ب:ع :. ۰ء۸۴۵۲۷۲۸ _ ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ = ۰ء۹۹۵۷۸۷۸ یہ لو اب ہے اور اگر تم چاہو شکل عروسی سے تو اھ کا دوگنا لو اھ ۱ء۶۹۰۵۴۵۶ اس کا عدد ۴۹ء۰۳۹۴۵۶۸ کا دوگنا ۹۸ء۰۷۸۹۱۳۶ اس کا لوگارثم ۱ء۹۹۱۵۷۵۶ اس کا نصف ۰ء۹۹۵۷۸۷۸ ہے جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عـــه لان لوالمحیط '۱ء۶۸۱۲۴۱۲ + ۱ء۵۰۲۸۵۰۱ = ۱ء۱۸۴۰۹۱۳ ھذا لوالقطر ۰ء۳۰۱۰۳۰۰ = ۰ء۸۸۳۰۶۱۳ ھذا لو نصف القطر لوجیب مه ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ = ۱ء۰۳۳۵۷۶۳ ھذا لو ضلع المربع الواقع فیه فھی ۱۰ء۸۰۳۷۵ فالمساحة تکون اکثر من ء ھذا فی المربع اما الدائرة فمساحتها اکثر من مائة وثلثة وثمانین ذراعا اھ منه (م

کیونکہ محیط کا لوگارثم ہے '۱ء۶۸۱۲۴۱۲ + ۱ء۵۰۲۸۵۰۱ = ۱ء۱۸۴۰۹۱۳ یہ قطر کا لوگارثم ہے ۰ء۳۰۱۰۳۰۰ = ۰ء۸۸۳۰۶۱۳ یہ نصف قطر کا لوگارثم ہے۔ لوجیب مہ ۱ء۸۴۹۴۸۵۰ = ۱ء۰۳۳۵۷۶۳ یہ محیط میں واقع ہونے والے مربع کے ضلع کا لوگارثم ہے ۱۰ء۸۰۳۷۵ اللہذا مساحت ۱۱۶ء۲۷ سے زیادہ ہوگی یہ مربع میں ہے، رہا دائرہ تو اس کی پیمائش ایک سو تراسی [۱۸۳] ہاتھ سے زیادہ ہے۔ (ت)

۶۹۰۵۴۵۶ء عددھا ۴۹٫۰۳۹۴۵۶۸ ضعفه ۹۸٫۰۷۸۹۱۳۶ لو غار ثمه ۹۹۱۵۷۵۶ء نصفه ۹۹۵۷۸۷۸ء۰ مثل مامر وھو لوغارثم ۹٫۹۰۳۵ ھذا قدر الضلع ولم تبلغ عشرا کما تری ثم المساحة ۹۸٫۰۷۹اقل من مائة بنحو ذراعین لما علمت انھا ضعف مربع اھ وضعف مربع نصف القطر ھی مساحة المربع لان مساحته مربع ضلع ا ب وھو ضعف مربع اھ بالعروسی فانی یقع فیھا مربع عشر فی عشر۔

تنبیه:حکم العلامة الشرنبلالی ببطلان سائر الاقوال سوی الرابع حیث قال والصواب کلام الظھیریة ولا یعدل عنه الی غیرہ وقال فالزام قدر یزید علی الستة والثلثین لاوجه له علی التقدیر بعشر فی عشر عند جمیع الحساب[1] اھ

اقول: وقد اشار الی الجواب عما یتوھم ان فیھا قولین مصححین بل الثانی مذیل بطراز الفتوی فکیف یمنع المصیر الیه بل انما ینبغی التعویل علیه وذلك ان المفتی به المعتمد ھو التقدیر بمائة والاقوال جمیعا انما ترومه ومبنی ذلك علی الحساب دون التفقھات الغامضة التی لاقول لنافیھا لاسیما علی خلاف الفتوی وامر الحساب لایلتبس فاذا علمنا قطعا ان الصواب ھذا وجب

گزرا اور وہ لوگارثم ہے ۹٫۹۰۳۵ کا، یہ ضلع کی مقدار ہے اور یہ دس تک نہیں پہنچ سکی ہے جیسا آپ دیکھتے ہیں پھر پیمائش ۹۸٫۰۷۹ سو سے تقریباً دو ذراع کم ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مربع کا دوگنا ہے اھ اور نصف قطر کے مربع کا دوگنا ہی مربع کی پیمائش ہے کیونکہ اس کی پیمائش اب ضلع کا مربع ہے اور وہ اھ کے مربع کا دوگنا ہے شکل عروسی کے اعتبار سے، تو اس میں دہ در دہ کا مربع کہاں سماسکتا ہے! (ت)

تنبیہ: علامہ شرنبلالی نے سوائے چوتھے قول کے تمام اقوال کو باطل قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں صحیح ظہیریہ کا قول ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو اختیار نہ کیا جائے نیز فرمایا ایسی مقدار کا لازم قرار دینا جو چھتیس ۳۶ سے زائد ہو اس کی کوئی وجہ نہیں جبکہ دہ در دہ کا اندازہ ہو، یہی تمام حساب دانوں کے نزدیک ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ اشارہ ہے وہم کے جواب کی طرف، وہم یہ ہے کہ اس میں دو قول ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہے بلالکہ دوسرے قول کی بابت کہا گیا ہے کہ فتوی اسی پر ہے، تو اس کی طرف رجوع کرنے کو کیونکر منع کیا جاسکتا ہے؟ بلالکہ اس پر تو اعتماد کرنا چاہئے، کیونکہ معتمد اور مفتی بہ سو کا اندازہ ہے اور تمام اقوال کا مقصود بھی یہی ہے، یہ چیز تو حساب پر مبنی ہے، اس میں لمبی چوڑی فقیہانہ ابحاث کا کوئی موقعہ نہیں، خاص

[1] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الغرر فرض الغسل ۱/ ۲۳

ترك ماسواه غيران قدوة الرياضين العلامة عبدالعلى البرجندى رحمه الله تعالى حاول فى شرح النقاية توجيه قولى و عازيا لهذا الى الكبرى والذى رأيته فى شرح القهستانى ان فى الكبرى جعل الاول هو الاحوط والله تعالى اعلم وكانه لم يقع له قول فقال تحقيق الكلام ههنا متوقف على ثلث مقدمات،

(۱) هى ان مربع وترالقائمة فى مثلث يساوى مجموع مربعى ضلعيها (۲) وان محيط الدائرة ازيد من ثلثة امثال قطرها بسبع قطرها (۳) وانه اذا كانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد عشر قسما متساوية و زيد ثلثة اقسام منها على مجموع المساحة واخذ جذر المجموع يكون قطر الدائرة كل ذلك مبرهن فى علمى الهندسة والحساب فنقول اذا كان كل من ضلعى الحوض المربع عشر اذرع كان مجموع مربعى الضلعين مائتين وجذرها اربعة عشر وعشرو نصف عـــه عشر تقريبا وهو مقدار الخط الواصل بين الزاويتين المتقابلتين وهو اطول الامتدادات الممكنة فى المربع المذكور للمقدمة الاولى فاعتبر

طور پر فتوی کے خلاف کہنے کی گنجائش نہیں، اور حساب کا معاملہ تو بالکل واضح ہوتا ہے، اب جبکہ ہمیں معلوم ہوگیا کہ صحیح یہی ہے تو دوسرے اقوال کا ترک لازم ہوگیا، البتہ قدوۃ الریاضیین علامہ عبدالعلی برجندی نے شرح نقایہ میں ۴۸ اور ۴۴ کے دو قول کی تشریح کی کوشش کی ہے، اس کو کبری کی طرف منسوب کیا ہے، اور میں نے شرح قہستانی میں دیکھا کہ کبری میں پہلے قول کو احوط قرار دیا ہے واللہ تعالٰی اعلم اور غالباً ۴۶ کے قول کی طرف وہ متوجہ نہ ہوئے تو فرمایا یہاں تحقیق کلام تین مقدمات پر مبنی ہے،

(۱) قائمہ کے وتر کا مربع مثلث میں اس کے دو ضلعوں کے دو مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے۔

(۲) اور دائرہ کا محیط اس کے قطر کی تین مثل سے اس کے قطر کے سُبع جتنا زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) اگر ایک دائرہ کی مساحت معلوم ہو اور گیارہ پر برابر تقسیم کی جائے اور اس میں سے تین اقسام کا اضافہ کیا جائے مجموعی پیائش پر اور مجموعہ کا جذر لیا جائے تو دائرہ کا قطر نکل آئے گا۔ یہ سب علم ہندسہ اور حساب میں مبرہن ہے، اب ہم کہتے ہیں کہ جب ایک مربع حوض کے دونوں ضلعے دس ذراع ہوں گے تو دونوں ضلعوں کے دونوں مربعوں کا مجموعہ دو سو ہوگا اور دونوں کا جذر چودہ ذراع اور دسواں اور دسویں کا آدھا ہوگا تقریباً، اور یہی مقدار

عـــه: بل جزء من خمسة وعشرين جزء وشيئ قليل فانه ء تقريبا اھ منه (م)

بلاکہ پچیس اجزاء میں سے ایک جز اور تھوڑی مقدار کیونکہ وہ ۱۴ء۱۴۲ ہے تقریباً۔ (ت)

فی الفتاوی الکبری ان یکون قطر الحوض المدور مساویاًلاطول الامتدادات المفروضة فی الحوض المربع لیمکن وقوع مربع بالشرط المذکور داخل الحوض المدور ولا یکون البعدبین جزئین متقابلین من محیط المدور فی شیئ من المواضع اقصر من اطول امتدادات المربع فیکون محیط الحوض المدور ثلثة امثال ذلك الامتداد وسبعه اعنی اربعاًواربعین ذراعاً واربعة اعشار وثلثی [عــہ۱] عشر للمقدمة الثانیة ولما کان الکسر الزائد اقل من النصف اسقطوه کما هو عادة اهل الحساب وصاحب الخلاصة اعتبر ایضاً مااعتبر فی الکبری لکنه لم یتدنق فی الحساب فاخذ الکسر الزائد واحدالاحتیاط فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فاذا اعتبرناه قطرا یکون المحیط سبعاًواربعین ذراعاً وسبع ذراع فاعتبر ثمانیاًواربعین تتمیماً [عــہ۲] للکسر .والقاضی

اس خط کی ہے جو دو متقابل زاویوں کے درمیان متصل ہے،اور یہ مربع مذکور میں ممکنہ امتدادات میں سب سے لمباہے اس کی دلیل پہلامقدمہ ہے تو فتاوی کبری میں اس امر کا اعتبار کیا گیا ہے کہ گول حوض کا قطر مربع حوض کے مفروضہ امتدادات میں سب سے طویل ہوتاکہ گول حوض میں شرط مذکورکے ساتھ مربع کاہونا ممکن ہو،اور گول حوض کے محیط سے دو متقابل اجزا کادرمیانی بُعد کسی جگہ بھی مربع کے امتدادات میں سے طویل ترسے چھوٹانہ ہو تو گول حوض کا محیط اس امتداد سے تین گُنااور ساتواں ہوگایعنی چوالیس ہاتھ اور چار اعشاراور دسویں کے دو ثلث ہوں گے،یہ دوسرے مقدمہ سے ثابت ہےاور چونکہ کسرِ زائد نصف سے کم ہے تواس کو ساقط کر دیا گیا،جیسا کہ حساب دانوں کا طریقہ ہے،اور خلاصہ کے مصنف نے وہی اعتبار کیا ہے جو فتاوٰی کبریٰ میں کیا ہے،لیکن انہوں نے حساب میں باریک بینی نہ کی،توانہوں نے کسرزائد کوایک اعتبار کیا احتیاطاً،توانہوں نے طویل ترین امتداد کااعتبار پندرہ ذراع

عــہ۱:بل الکسر علی ماذکرہ ۴۷۱۴ء وھو اربعة اعشارواکثر من ثلثی عشر بقدر ۶/۱۲۵ تقریباً وعلی ماذکرناء وھو اربعة اعشار واقل بثلثی عشر بقدر ۵۱/۲۵۰ ای اکثر من خمس العشر اھ منه (م)

عــہ۲: **اقول** السبع (۱) لایتم ولا احتیاط فی الاحتیاط فکان یجب ترکه اھ منه۔ (م)

بلاکہ ان کے ذکر کے مطابق کسر ۴۷۱۴ء ہے اور یہ چار عشر اور ایک عُشر کے دو تہائی حصے سے تقریباً ۶/۱۲۵ کی مقدار میں زیادہ ہے اور ہمارے بیان کے مطابق ۴۴۶۳ء ہے اور یہ چار عشر اور ۵۱/۲۵۰ کی مقدار میں دسویں حصے کے دو ثلث سے کم یعنی دسویں حصے کے پانچویں حصے سے زیادہ۔(ت)

میں کہتا ہوں کہ ساتواں حصہ مکمل نہیں ہوتااوراس احتیاط میں احتیاط نہیں ہے لہذااس کاترک کرناواجب تھا۔(ت)

الامام ظهیر الدین اعتبر ان تکون مساحة الحوض المدور مساویة لمساحة المربع فیکون الماء فیه مساویا لماء المربع ویشبه ان یکون هذا ماخوذا عما نقل عن محمد بن ابراهیم المیدانی علی ما مر فنقول کانت المساحة مائة قسمناها باحد عشر قسما کان کل قسم تسعة وجزء من احد عشر فاذا زدنا ثلثة امثالها علی المائة حصل مائة وسبعة وعشرون وثلثة اجزاء من احد عشر وجذره یکون احد عشر و خمسا و نصف عــه۱ سدس تقریبا وهو قطر دائرة مساحتها مائة للمقدمة الثالثة وثلثة امثاله مع سبعه اعنی محیط الحوض المدور یکون خمسا وثلثین ذراعا ونصف ذراع الا نصف عــه۲ عشر فاعتبروا هذا الکسر واحدا واخذوا محیطه ستا وثلثین وانما اوردنا هذه المباحث لیظهر وجه صحة اقوال هؤلاء الائمة وانه لیس شیئ منها کما توهم بعضهم غلطا صریحا وکم من عائب قولا صحیحا[1] اھ۔	اور قاضی ظہیر الدین نے گول حوض کی پیمائش مربع کی پیمائش کے مساوی قرار دی ہے، تو اس کا پانی مربع کے پانی کے مساوی ہوگا، اور غالباً یہ محمد بن ابراہیم میدانی کی نقل سے ماخوذ ہے جیسا کہ گزرا ہم کہتے ہیں پیمائش سو تھی اس کو ہم نے گیارہ پر تقسیم کیا تو ہر حصہ نو اور گیارہ کا ایک جز ہوا اور جب اس کا تین گنا سو پر زائد کیا تو ایک سو ستائیس ۱۲۷ اور گیارہ کے تین اجزاء حاصل ہوئے اور اس کا جذر گیارہ، اور پانچواں اور چھٹے کا تقریباً نصف ہوا اور وہ دائرہ کا قطر ہے جس کی پیمائش سو ہے، اس کی دلیل تیسرا مقدمہ ہے اور اس کا تین گنا مع ساتویں کے یعنی گول حوض کا محیط پینتیس ذراع اور نصف ذراع دسویں کا نصف کم ہوگا تو اس کسر کو انہوں نے پورا ایک شمار کیا اور اس کا محیط چھتیس لیا اور ہم نے یہ مباحث اس لئے ذکر کیے تاکہ ان ائمہ کے اقوال کی صحت کا سبب معلوم ہوسکے اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی صریح غلط نہیں جیسا کہ بعض نے وہم کیا، اور بہت سے لوگ صحیح اقوال کو عیب لگاتے ہیں اھ (ت)

عــه۱ ای اقل منه بشیئ قلیل فانه ء تقریبا اھ منه (م)
عــه۲ بل المستثنی اقل منه فعلی ماذکره ۴/۱۰۵ وعلی ماذکرنا ۲۱۹/۵۰۰۰ اھ منه (م)

یعنی اس سے کچھ کم کیونکہ وہ تقریباً ۲۸۱۵۱۸ء۱۱ ہے اھ (ت)
بلاکہ مستثنٰی اس سے کم ہے ان کے ذکر کے مطابق ۴/۱۰۵ ہے اور ہمارے ذکر کے مطابق ۲۱۹/۵۰۰۰ ہے اھ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فے الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۳

اقول: رحمه الله تعالٰی وشکر سعیه فقدجلاعن اقوال اجلاء ومحصله ان کلام الظهیریة مبتن علی اعتبار المساحة وسائرالاقوال علی اشتراط الامتدادین الطول والعرض وهماقولان معروفان فی المذهب وان کان عندناالمعول علی الاول کما بیناه فی الفصل الثالث من کتابنا النمیقة الانقی ویؤیده ان صاحب الخلاصة قال ههناالحوض الکبیرمقدربعشرفی عشر و صورته ان یکون من کل جانب عشرة اذرع وحول الماء اربعون ذراعا و وجه الماء مائة ذراع هذامقدار الطول والعرض[1] اھ فلم یکتف بقوله وجه الماء مائة بل بین الطول وفصل العرض واظهرالدورثم ذکرالوجه وان اختارفیمابعد فی جنس فی النهر اعتبار المساحة حیث قال ان کان الماء له طول وعمق ولیس له عرض کانهار بلخ ان کان بحال لوجمع یصیر عشرافی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمن الجوز جانی وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابو بکر الطرخانی لایجوز وان کان من هنا الی سمرقند وعند من لایجوز یحفر حفیرة ثم یحفر نهیرة فیجعل الماء فی النهیرة الی الحفیرة فیتوضؤ من النهیرة فلو وقعت فیها النجاسة یتنجس عشرة فی عشرة والمختار انه

میں کہتا ہوں انہوں نے اجلّہ علماء کے اقوال سے پردہ ہٹایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ظہیریہ کا قول پیمائش کے اعتبار پر مبنی ہے اور باقی اقوال طول وعرض کے دو امتدادوں کے شرط کرنے پر مبنی ہیں، اور یہ دونوں قول مذہب میں معروف ہیں اگرچہ ہمارا اعتماد اول پر ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "النمیقة الانقی" کی تیسری فصل میں بیان کیا، اور اس کی تائید یہ ہے کہ اس مقام پر صاحبِ خلاصہ نے کہا کہ بڑا حوض دہ در دہ ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے دس ہاتھ ہو اور پانی کا گرد چالیس ہاتھ ہو، اور پانی کی سطح سو ہاتھ ہو یہ طول وعرض کی مقدار ہے اھ، تو انہوں نے اپنے اس قول "پانی کی سطح سو ہاتھ ہے" پر اکتفاء نہ کیا بلالکہ طول وعرض کی تفصیل بیان کی اور دور ظاہر کیا پھر اس کی وجہ بیان کی، اگرچہ اس کے بعد جنس فی النہر کی بحث میں مساحت کو اختیار کیا فرمایا کہ اگر پانی کا طول وعمق ہو اور اس کا عرض نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، اگر یہ اس قسم کا ہو کہ جمع کرنے پر دہ در دہ ہوجائے تو اس سے وضو جائز ہے یہ ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے، اور اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا اور صدر الشہید نے اسی پر اعتماد کیا اور امام ابو بکر الطرخانی نے فرمایا کہ ایسی نہر سے وضو جائز نہیں خواہ وہ یہاں سے سمرقند تک کیوں نہ ہو، اور جو حضرات وضو کے جواز کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں پہلے ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا جائے پھر ایک چھوٹی سی نہر کھودی جائے اور اس نہر سے پانی نکال کر گڑھے میں لایا جائے اور نہر سے وضو کیا جائے،

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۳

لایتنجس الابما یتنجس به الحوض الکبیر[1]اھ

اقول: (۱)وبه ظهرالجواب عن ایراد الشرنبلالی فان الحساب انماقطع بذلك عند اعتبار المساحة دون اشتراط الامتدادین الطولی والعرضی بل (۲)قطع عندذلك بوجوب الزیادة علی فضلا عن کماتقدمت الاشارة الیه ویوضحه ان لیس المرادالامتدادان کیفماوقعابل محیطین بقائمة والالم یتساو الطول والعرض ولولاذلك لکفی مثلث کل ضلع منه عشرة اذرع مع انهم نصوافیه بوجوب ان یکون کل خمسة عشرذراعا وخمسا کما فی السراج الوهاج والزهر النضیرللعلامة الشرنبلالی وقد قال البرجندی المرادبذلك ان یکون کل من الاطراف الاربعة عشراذرع و زوایاه الاربع قوائم اذلولم تکن الزوایا کذلك لم یعتبر[2]اھ ولا یمکن وقوع مثلث قائم الزاویة فی دائرة الا فی نصفهااذلوکانت القطعة ازیدکانت الزاویة حادة اوانقص کانت منفرجة (۳۰ من ۳ من اقلیدس) وح یکون وترالقائمة قطرالدائرة

اب اگراس میں نجاست گر جائے تو وہ دہ در دہ ناپاک ہوجائیگا،اور مختار یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا، صرف اُسی صورت میں ناپاک ہوگا جس صورت میں بڑا حوض ناپاک ہوتا ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے شرنبلالی کے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا کیونکہ ازروئے حساب یہ بات قطعی اس وقت ہوتی ہے جب پیمائش کا اعتبار کیا جائے نہ کہ طولی وعرضی امتدادوں کی شرط لگائی جائے بلالکہ اس وقت ۴۴ سے زیادتی کا واجب ہونا قطعی ہوگا چہ جائیکہ ۳۶ سے جیسا کہ اس کی طرف پہلے اشارہ گزرا،اور اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ یہ مراد نہیں کہ دونوں امتداد جیسے بھی واقع ہوں ب

بلکہ دو محیط ایک قائمہ کے ساتھ،ورنہ طول وعرض مساوی نہ ہوتے،اور اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے ہر ضلع کا مثلث دس ہاتھ کو کافی ہوتا حالانکہ علماء نے اس میں صراحت کی ہے کہ پندرہ ذراع اور ایک خُمس کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ "السراج الوہاج"میں ہے اور شرنبلالی کی "الزہر النضیر"میں ہے،اور برجندی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ چاروں طرف میں سے ہر طرف دس۱۰ذراع ہو اور اس کے چاروں زاویے قائمہ ہوں ، کیونکہ اگر زاویے ایسے نہ ہوئے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اھ اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی مثلث قائم الزاویہ کسی دائرہ میں ہو،ہاں نصف دائرہ میں ہوسکتا ہے کیونکہ اگر کوئی قطعہ زائد ہوتا تو زاویہ حادہ ہوجاتا،اگر کم ہوتا تو منفرجہ ہوجاتا (۳۰، ۳ میں سے،

---

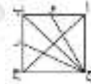
[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الماء الجاری نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

فاذا کانت کل ساق عشرا کان جذر القطر مائتین وھو وبالتدقیق فاذا کان ھذا قطر الدائرۃ لوغارثمہ ۱ء۱۵۰۵۱۵۰ + ۰ء۴۹۷۱۴۹۹ = ۱ء۶۴۷۶۶۴۹ او ھو لوغارثم فیکون المحیط اکثر من وذلك ما اردناہ۔

اقول: وبہ تبین وجہ ماطوی بیانہ العلامۃ البرجندی انہ لم اختیر وقوع المربع داخل المدور ان لایکون قطرھا اقصر من اطول امتدادات المربع اعنی قطرھا فان المقصود ھو الامتداد الضلعی المفروض عشرۃ دون القطری ووجھہ ان ذلك الامتداد الضلعی ضلعا لقائمۃ مساویا للضلع الاخر لایقع فی دائرۃ الا اذا کان قطرھا وتر المثلث ولا یقع الا فی نصف الدائرۃ فاذا رسم مثلہ فی النصف الاخر تم المربع وظھر وقوعہ فیھا۔

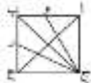
واقول :بوجہ اٰخر مربع کل ضلع منہ عشرۃ اذا وقعت نجاسۃ فی احدی زوایاھا مثل ج و وصلنا ا ع فالنصف المقابل لھا وھو مثلث ا ل ب ع



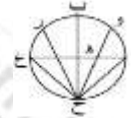
اقلیدس سے) اور اس وقت قائمہ کا وتر دائرہ کا قطر ہو جاتا، اب جبکہ ہر ساق دس ہاتھ کی ہو تو قطر کا جذر دو سو ہوتا اور وہ ۱۴ء۱۴۲ ہے اور اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو یہ ہوگا ۱۴ء۱۴۲۱۳۶۸، تو جب دائرہ کا قطر یہ ہوا تو اس کا لوگارثم ۱ء۱۵۰۵۱۵۰ + ۰ء۴۹۷۱۴۹۹ = ۱ء۶۴۷۶۶۴۹ ہو گا اور یہ لوگارثم ۴۴ء۴۲۹ ہے تو محیط ۴۴ سے زائد ہوگا، اور یہی ہماری مراد ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے اس کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی جس کا بیان علامہ برجندی نے لپیٹ دیا ہے یعنی مدور کے اندر مربع واقع ہونے کیلئے یہ شرط کیوں اختیار کی گئی ہے کہ اس کا قطر مربع کے طویل ترین امتدادات سے کم نہ ہو جائے یعنی اس کا قطر، کیونکہ مقصود امتداد ضلعی ہے جو دس فرض کیا گیا ہے، قطری نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ امتداد ضلعی، قائمہ کا ضلع ہو اور دوسرے ضلع سے مساوی ہو تو دائرہ میں تب ہی واقع ہو سکتا ہے جبکہ اس کا قطر وتر مثلث ہو اور یہ نصف دائرہ میں ہی ہوتا ہے، اب اسی کی مثل جب دوسرے نصف میں کھینچی جائے تو مربع مکمل ہو جائے گا، اور اس کا اس میں واقع ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ (ت)

اور ایک دوسرے طریقہ پر میں کہتا ہوں ایک ایسا مربع ہے کہ جس کا ہر ضلع دس ہاتھ ہے اب اگر اس کے ایک زاویہ مثلاً ج میں نجاست پڑ جائے

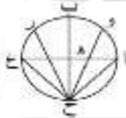


يحيط به خطأا ب، ب ء وكل نقطة تفرض عليهما يكون بعده من النجاسة عشرة او اكثر فبعد كل من ا وع عشرة ثم لايزال يزداد حتى يكون ابعده على نقطة ب اكثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم هذا شان المربع الذى يعد ماؤه فى الشرع كثيرا فان كان الحوض مدورا وجعلنا قطره عشرة نظرا الى انه البعد المطلوب كما توهم المتوهم فلتكن الدائرة



ا ب ح ء على مركز ه وقعت النجاسة عند ح فاخرجنا قطر ح ب واقمنا عمودا عليه قطراء فالنصف المقابل لموقع النجاسة ا ب ع وابعد نقاطه منه ب وهو عشرة اذرع فجميع النقاط لاتزال تقرب من ح ويكون اقرب الكل اليه نقطتاا ع (من من اقليدس) فلم تنسج الدائرة على منوال المربع المطلوب بل على ضده وعكسه فيجب ان يكون اقرب النقاط الى ح وهما ا وع كل بفصل عشرة و ح يكون شأن الدائرة شأن المربع سواء بسواء ان بُعد كل من او ع عشرة ثم لايزال يزداد حتى يكون ابعده على ب واذن

اور ہم اع کو ملائیں تو اس کا نصف مقابل جو اب ع کا مثلث ہے اس کو دو خط محیط ہیں، ایک اب والا دوسرا ب ع والا اور ہر نقطہ جو اُن دونوں پر فرض کیا جائے اس کی دوری نجاست سے دس ہاتھ ہوگی یا اس سے زائد ہوگی تو ا اور ع میں سے ہر ایک کی دوری دس ہاتھ ہے پھر وہ مسلسل زیادہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اکا بعد ب کے نقطہ پر چودہ ذراع سے زائد ہوگا اس قاعدے کی وجہ سے جو گزرا، یہ ہے وہ مربع حوض جس کے پانی کو شرعاً کثیر کہا جاتا ہے، اگر حوض مدوّر ہو اور ہم اس کا قطر دس مقرر کریں یہ دیکھ کر کہ مطلوبہ بُعد یہی ہے، جیسا کہ وہم کرنے والے نے وہم کیا ہے اب اب ح ء کا دائرہ ھ کے مرکز پر ہوگا،



اب نجاست ح کے پاس گری تو ہم نے ح ب کا قطر نکالا اور اس پر ایک عمود قائم کیا جو اع کا قطر ہے تو وہ نصف جو موضع نجاست کے مقابلے میں ہے وہ اب ع ہے اور اس کا بعید ترین نقطہ ب ہے اور وہ دس ہاتھ ہے، اور تمام نقاط ح کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور سب سے قریب اع کے نقطے ہیں (۳،۷ سے اقلیدس سے) تو دائرہ مطلوب مربع کے طریق پر نہیں بنایا گیا بلاالکہ اس کی ضد پر اور اس کے عکس پر، تو لازم ہے کہ ح کے قریب تر نقطے ا اور ع ہیں ہر ایک میں دس کا

یکون قطر الدائرۃ ھو وتر المثلث فیکون ا ع اعنی ح ب اکثر من اربعۃ عشر ذراعا بما تقدم وثبت وقوع المربع فی الدائرۃ۔

اقول: ومن ھھنا ظھرت ثلثۃ امور اخر الاول لم یصحح قول لان فیہ نقصا من المطلوب کما علمت والمقادیر المقدرۃ لا یعمل فیھا بالاسقاط **الثانی** حیث ان القطر ء ففی جعلہ بالرفع مجازفۃ کثیرۃ کما فی قول وفی جعلہ بالاسقاط نقص من المقصود وھو لایسوغ فکان العدل التوسط بینھما وھو جعلہ ء ثلثۃ امثالہ ء وسبعہ ذراعان و کسر فالمجموع اکثر من خمسۃ واربعین ذراعا ونصف والکسر اذا زاد علی النصف بل واذا بلغ النصف یؤخذ واحدا کما ھو عادۃ الحساب فاعتبر المحیط الثالث ظھر قول الفتح ان فی الحساب یکتفی باقل منھابکسر لکن یفتی بستۃ واربعین کیلا یتعسر رعایۃ الکسر [1] اھ وظھر وجہ الافتاء بہ لانہ اعدل الاقوال لاتقتیر ولا اسراف ولا تقصیر ولا جزاف

کیا، توجب ہم اس کو قطر قرار دیں تو محیط سینتالیس گزاور ایک ذراع کا ساتواں ہوگا، لیکن کسر کو ختم کرنے کیلئے پورے اڑتالیس کا اعتبار کیا گیا ہے، فاصلہ ہے اور اس وقت دائرہ کا حال مربع کے حال کی طرح ہوگا، بالکل برابر، یعنی دونوں ا اور ع کا بعد دس ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں بعید ترب ہے اس وقت دائرہ کا قطر مثلث کا وتر ہوگا تو اع یعنی ح ب چودہ ہاتھ سے زائد ہوگا بسبب اس قاعدے کو جو گزرا اور مربع کا دائرہ میں واقع ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

میں کہتا ہوں کہ اس سے تین امور ثابت ہوئے: اوّل، ۴۴ کے قول کی تصحیح نہیں کی گئی ہے کیونکہ یہ مطلوب سے ناقص ہے، جیساکہ آپ کو معلوم ہوا، اور مقدرہ مقادیر میں اسقاط کا عمل نہیں ہوتا، **ثانی** یہ کہ قطر ۱۴۲ء۱۴ ہے تو اس کو اگر بڑھا کر اندازاً ۱۵ بنالیا جائے تو یہ اٹکل پچّو کے سوا کچھ نہیں ہے جیساکہ ۴۸ کے قول پر ہے اور اگر ساقط کرکے اس کو ۱۴ بنایا جائے تو مقصود سے کم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے، تو انصاف یہ ہے کہ ان دونوں میں درمیانہ درجہ اختیار کیا جائے، اور وہ یہ ہے کہ ۵ء۱۴۱ اس کا تین گنا ہے ۵ء۴۳ اور اس کا ساتوں دو ۲ ذراع ہیں اور کسر ہے تو مجموعہ ۴۵ ذراع اور نصف سے زائد ہے اور کسر جب نصف سے زائد ہوجائے بلاالکہ جب نصف تک پہنچ جائے تو اس کو پورا ایک شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ حساب دانوں کی عادت ہے، تو محیط ۴۶ اعتبار کیا گیا۔

ثالث، فتح کا یہ قول ظاہر ہوگیا کہ حساب

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

هکذا ینبغی ان یفهم کلام العلماء الکرام والحمدﷲ ولی الانعام ولا یذھبن عنك ان کل ذلك بناء علی اشتراط الامتدادین والصحیح المأخوذالمعتمدالقصرعلی المساحة فلذلك کان التعویل علی ماصححه فی الظهیریة والملتقط والذخیرة مع مافیه من تقریب وان شئت اقرب شیئ الی التحقیق فقد اذناك به وباﷲ التوفیق۔

میں کسر کے ساتھ اس سے کم پر اکتفاء کیا جائے گا، لیکن ۴۶ پر فتوٰی دیا جائے گا تاکہ کسر کی رعایت دشوار نہ ہو اھ اور اس پر افتاء کی وجہ ظاہر ہو گئی کیونکہ یہ اعدل الاقوال ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے، اسی طرح علماء کے کلام کو سمجھنا چاہئے، اور یہ مخفی نہ رہے کہ یہ سب اس بنا پر ہے کہ دو امتدادوں کی شرط ہے اور صحیح ماخوذ معتمد مساحۃ پر انحصار ہے لہٰذا اعتماد اس پر ہوگا جو ظہیریہ، ملتقط اور ذخیرہ میں صحیح قرار دیا گیا ہے، پھر اس میں تقریب ہے اور اگر تحقیق کے قریب تر چیز کی تلاش ہو تو ہم نے تمہیں اس پر آگاہ کردیا ہے وباﷲ التوفیق۔ (ت)

تنبیهات:(۱) **اقول** مقدمة البرجندی الثالثة مبنیة علی الثانیة لما علمت ان ۴/ق ط=م فاذا کان ق:ط::۲۲:۷ کان ۷/۲۲ق=ط:. ۲۲/۲۸ق۲ بل ۱۴/۱۱ق۲=م :.۱۱ق۲=۱۴م :.ق۲=۱۴/۱۱م:. ق=۱۴/۱۱م وھو المطلوب وقد علمت انه تقریب بعید ولکن لایخل بالمقصود فان علی التحقیق ق:ط ::۹۹۱۱۴۸۵۵:۷ء۲۱:. الخ ۷/۹۹ء۲۱ ق=ط:. الخ ۹۹/۲۸ء۲۱ق۲=م:. ق=الخ۹۹ء۲۱/۲۸م فلوغارثم المساحة یجمع فی لو لوالخ ء ولو =۰ء والاخر ۳۴۲۲۴۷۹ء۱ حاصل التفریق ۱۰۴۹۱۰۱ء۰مثل ماقدمنا فی جدولنا یجمع فیه لوالمساحة وینصف الحاصل یکن لوالقطر فکان القطر کما قدمنا ء والمحیط ء خمسة وثلثین وکسرا لایبلغ النصف وھو حاصل حساب البرجندی

تنبیہات: (۱) **میں کہتا ہوں** برجندی کا تیسرا مقدمہ دوسرے پر مبنی ہے، جیسا کہ آپ نے جانا کہ ۴/ق ط=م توجب ق :ط::۲۲:۷ ہوا تو ۷/۲۲ق=ط:.۲۲/۲۸ق۲ بلکہ ۱۴/۱۱ق۲=م :. ۱۱ق۲=۱۴م :. ق۲=۱۴/۱۱م :. ق=۱۴/۱۱م ہوگا اور یہی مطلوب ہے، اور آپ جان چکے یہ تقریب بعید ہے لیکن مقصود میں مخل نہیں کیونکہ تحقیقی طور پر ق:ط::۹۹۱۱۴۸۵۵:۷ء۲۱ :. ۷/الخ۹۹ء۲۱ق=ط :. الخ ۹۹/۲۸ء۲۱ق۲=م :.ق= الخ۹۹ء۲۱/۲۸م تو مساحۃ کے لوگارثم کو جمع کیا جائیگا لو ۲۸-لوالخ ۹۹ء۲۱ولو ۲۸=۴۴۷۱۵۸۰ء۱ میں اور دوسرا ۳۴۲۲۴۷۹ء۱ حاصل تفریق ۱۰۴۹۱۰۱ء۰ ہے جیسا کہ ہم نے اپنے جدول میں بیان کیا، اس میں مساحۃ کا لو جمع کیا جائیگا اور حاصل کو آدھا کیا جائے گا تو لو قطر ہوگا تو جیسا کہ ہم نے لکھا قطر ۲۸۴ء۱۱ ہوگا اور محیط ۴۴۹ء۳۵

رفع الکسر لما علمت ان الاسقاط فی المقادیر باطل فکان الدور وھو المقصود۔

(۲) (۱) کون القطر من المحیط ۲۲/۷ لیس مبرھنا علیہ فی الحساب بل لم تعلم الی الان النسبۃ بینھما تحقیقا انما عملوا بالاستقراء ات والتقریبات فکذا مایبتنی علیہ من ان ق = ۱۱/۴م فقولہ کل ذلك مبرھن فی الھندسۃ والحساب تسامح۔

(۳) فی (۱) اسقاط الکسر الزائد ھھنا وان کان اقل من النصف ماقد علمت۔

(۴) (۳) القول الرابع مبنی قطعا علی مافی الظھیریۃ ایضا عن محمد المیدانی انہ ان کان بحال لو جمع ماؤہ یصیر عشرا فی عشر لبنائہ الامر علی المساحۃ فقط من دون اعتبار العرض فلیس ھذا محل یشبہ۔

(۵) قال فی الدر (۴) وفی المثلث من کل جانب خمسۃ عشرو ربعا وخمسا [1] اھ وفی بعض النسخ اوخمسا واعترضہ ط بان الحساب یقینی فلا معنی للتردید واختار تبعا لنوح افندی الربع وان المساحۃ مائۃ ذراع وثلثۃ ارباع ذراع وشیئ قلیل لایبلغ ربع ذراع۔

اور کچھ کسر ہوگی جو نصف تک نہیں پہنچے گی اور یہی برجندی کے حساب کا حاصل ہے کسر بڑھائی اس لئے گئی ہے کہ آپ جان چکے ہیں کہ مقادیر کا ساقط کرنا باطل ہے تو دور ۳۶ ہوا اور یہی مقصود ہے۔

(۲) قطر کا محیط سے ہونا ۲۲/۷ حساب میں مبرہن نہیں ہے بلالکہ اب تک ان دونوں کے درمیان تحقیقی نسبت بھی معلوم نہیں ہوسکی ہے، جو کچھ کیا ہے وہ محض استقراء اور تقریب ہے، تو جو اس پر مبنی ہوگا اس کا بھی یہی حال ہے، یعنی یہ کہ ق = ۱۱/۴م تو اس کا یہ قول کہ یہ تمام حساب اور ہندسہ میں مبرہن ہے اس میں تسامح ہے۔

(۳) کسر زائد کو ساقط کرنے میں اگرچہ نصف سے کم ہو، جو کلام ہے وہ تم جان چکے ہو۔

(۴) چوتھا قول قطعاً اس پر مبنی ہے جو ظہیریہ میں بھی محمد المیدانی سے منقول ہے کہ اگر وہ ایسا ہو کہ اس کا پانی اگر جمع کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہوگا کیونکہ اس نے اس معاملے کو صرف مساحت پر مبنی کیا ہے اور عرض کا اعتبار نہیں کیا تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۵) در میں فرمایا اور مثلث میں ہر طرف سے ۱۵، چوتھائی اور پانچواں ہے اھ اور بعض نسخوں میں یا پانچواں ہے، اور اس پر "ط" نے اعتراض کیا کہ یہ حساب یقینی ہے تو اس میں تردید کا کوئی مفہوم نہیں اور انہوں نے نوح آفندی کی متابعت میں چوتھائی کو مختار کہا اور یہ کہ مساحۃ ایک سو ۱۰۰ ذراع اور ایک ذراع کے تین رُبع ہیں اور کچھ مزید جو چوتھائی ذراع کو نہیں پہنچتا۔ (ت)

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۳۶/۱

اقول:(۱) بل ولا سدس ۳۶/ مسدس ذراع کما ستعلم وجعل ش نسخة اواصوب اقول: (۲) اذ النسخة الواو حظ من صواب ولیس کذلك وبناها علی الاختلاف فی التعبیر فان نوحا عبر بالربع والسراج والشرنبلالی بالخمس واختار تبعالهما الخمس وان المساحة مائة ذراع وشیئ قلیل لایبلغ عشر ذراع.اقول: (۳) بل یبلغه بل یغلبه کما ستری قال وعلی التعبیر بالربع یبلغ نحو ربع ذراع اقول بل (۴) اکثر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط عن افندی وش عن السراج نقلا مؤامرة مساحته ان تضرب احد جوانبه فی نفسه فماصح اخذت (۵) ثلثه وعشره فهو مساحته[1] اھ اقول: وھذا وان کان فیه ماستعرف فالعمل به علی وجهین الاول ان تأخذ ثلث المربع وعشره مع الکسر وھو (۶) الذی عملا به مع قولهمافماصح الخ ولذا قال السراج فی مربع خمسة عشر والخمس ان ثلثه علی التقریب ولو اخذ الصحیح فقط لکان ثلثه تحقیقا، وقال نوح فی مربع خمسة عشر والربع ان ثلثه ونصف ذراع وسدس ثمنه وعشره وربع ونصف ثمن عشر وماذلك الاباعتبار الکسر والثانی العمل علی ماصح فقط فعلی الاول مربع ء=۰ء ثلثه ۰۱۳ء۷۷ وعشره ۱۰۴ء۲۳ مجموعهما ۱۰۰ء۱۱۷ وھو اکثر من العشر ومربع ۲۵ء۱۵= ۵۶۲۵ء۲۳۲ ثلثه ۵۲۰۸۳ء۷۷ وعشره

میں کہتا ہوں بلاکہ ذراع کے سدس کے چھٹے کو بھی نہیں پہنچتا جیسا کہ آپ عنقریب جان لیں گے اور "ش" نے او کے نسخہ کو درست قرار دیا، میں کہتا ہوں اس صورت میں واو کا نسخہ بھی کچھ صحیح ہوسکتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور انہوں نے اس کا مبنٰی تعبیر کے اختلاف کو قرار دیا ہے کیونکہ نوح نے چوتھائی سے تعبیر کیا اور سراج اور شرنبلالی نے پانچویں سے تعبیر کیا،اور خمس کو ان دونوں کی متابعت میں مختار قرار دیا اور یہ کہ مساحۃ سو ذراع اور قدرے ہے جو ایک ذراع کے دسویں تک نہیں پہنچتی ہے۔

میں کہتا ہوں، ایسا نہیں ہے بلاکہ یہ مقدار اس سے زائد ہوجاتی ہے جیسا کہ آپ عنقریب دیکھ لیں گے، فرمایا جب اس کو چوتھائی سے تعبیر کیا جائے تو یہ تقریباً چوتھائی ذراع ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس کے تین چوتھائی سے بھی زائد ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "ط" نے آفندی سے اور "ش" نے سراج سے اس کی پیمائش کا حساب یہ نقل کیا کہ اس کے کسی کنارے کو خود اُسی میں ضرب دی جائے تو جو جواب ہو اس کا تہائی اور دسواں اس کی پیمائش ہے اھ۔

میں کہتا ہوں اس میں کچھ بحث ہے جو آپ جان لیں گے پھر بھی اس کا عمل دو طریقوں پر ہے، پہلا تو یہ ہے کہ مربع کا تہائی اور دسواں مع کسر کے لیا جائے، اور اسی پر ان دونوں نے عمل کیا ہے، ساتھ ہی ان کا یہ قول ہے فماصح الخ اور اس لئے سراج نے پندرہ اور پانچویں کے مربع میں فرمایا کہ اس کا تہائی تقریبی ۷۷ ہے، اور اگر صرف صحیح لیا جائے

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ ۱/۱۳۲

۲۵۶۲۵ء۲۳ مجموعهما ۸۰۷۷۷ء۱۰۰وهو اکثر من ۷۵ء وعلی الثانی ۲۳۱/۳=۷۷وعشره ء۲۳مجموعهماا ء۱۰۰فقد بلغ العشرو ۲۳۲/۳ = ۳ء۷۷ وعشره ۲ء۲۳ مجموعهما۵ء۱۰۰وهو نصف بل اکثر لان دائر،

ثم اقول: التحقیق ان الکسر اقل من الخمس یعبربه لقلة التفاوت جدا ولیکن مثلثامتساوی الاضلاع اذفیه الکلام کما

سمعت من قول الدر من کل جانب کذا فکل زاویة منه سدس الدور ومساحة کل مثلث نصف مسطح العمود والقاعدة وهی ههنا مثل سائر الاضلاع اخرجنا علی ب ج عمود ء ففی مثلث ا ع ح القائم الزاویة اح:ع::اع:جیب ۶۰ حه ولنسم اح الضلع ض و اع عمود عم وذلك الجیب منحطا لکونه جیب السدس جس فبحکم التناسب ض جس= عم وحیث ان ۲/ض عم =۱۰۰:. ض۲ جس=۲۰۰ بل ض۲=جس/۲۰۰ :. ض = جس /۲۰۰ ولو ۲۰۰=۳۰۱۰۳۰۰ء۲ ولوجس۹۳۷۵۳۰۶ء۹ احاصل الطرح ۳۶۳۴۹۹۴ء۲ نصفه ۱۸۱۷۴۹۷ء۱ هذا لوض فهو ۱۹۶۷۱۳۸ء۱۵

تو اس کا ثلث تحقیقی ہوگا، اور نوح نے پندرہ اور چوتھائی کے مربع کی بابت فرمایا کہ اس کا تہائی ۷۷، اور آدھا ذراع اور ثُمنِ ذراع کا سُدس ہے اور اس کا عُشر ۲۳ اور رُبع اور عُشر کے ثُمن کا نصف ہے اور یہ کسر ہی کے اعتبار سے ہو سکتا ہے، اور دوسرا عمل صرف صحیح کے مطابق ہے۔ تو پہلی صورت میں مربع ۲ء۱۵=۰۴ء۲۳۱ اس کا ثلث ۰۱۳ء۷۷ اس کا دسواں ۱۰۴ء۲۳ ہے ان دونوں کا مجموعہ ۱۱۷ء۱۰۰ ہے اور یہ دسویں سے زائد ہے اور مربع ۲۵ء۱۵=۵۶۲۵ء۲۳۲، اس کا تہائی ۵۲۰۸۳ء۷۷، اور اس کا دسواں ۲۵۶۲۵ء۲۳، ان دونوں کا مجموعہ ۸۰۷۷۷ء۱۰۰ ہے اور یہ ۷۵ء سے زائد ہے، اور دوسری تقریر پر ۲۳۱/۳=۷۷ ہے اور اس کا دسواں ۱ء۲۳، ان دونوں کا مجموعہ ۱ء۱۰۰ تو دسواں ہوگیا اور ۲۳۲/۳=۳ء۷۷ ہے اور اسکا دسواں ۲ء۲۳ ہے ان دونوں کا مجموعہ ۵ء۱۰۰ ہے اور وہ آدھا ہے بلکہ زائد ہے کیونکہ ۳ دائر ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ ہے کہ کسر خمس سے کم ہے لیکن خمس سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں تفاوت بہت ہی کم ہے، یہ ایک مثلث ہے اس مثلث کے تمام اضلاع برابر ہیں، کیونکہ کلام اسی میں ہے، در کا کلام اس بابت

آپ سُن ہی چکے ہیں کہ ہر طرف سے ایسا ہی ہو تو اس کا ہر زاویہ دور کا چھٹا ہے اور ہر مثلث کی پیائش عمود کی مسطح کا نصف ہے اور قاعدہ یہاں

کسراقل من ء ثم لوض لوجس=۱۹۲۸۰۳اء۱هذا لوعم فهو۱۶۰۷۳۹۴ء۱۳ثم لوض+لوعم = ۳۰۱۰۳۰۰ء۲طرحنا منه لو۲ بقی۰۰۰۰۰۰۰ء۲ وهو لو ۱۰۰ تماما من دون زیادة ولا نقص وبوجه اٰخر فی استعلام ض حیث ان مربع نصف الشیئ ربع مربع الشیئ فبالعروسی عم۲+ ۴/ض۲

=ض۲:.عم۲= ۴/۳ض۲:.عم= ۴/۳ض۲ وکان عم ض=۲۰۰:.ض ۴/۳ض۲ =۲۰۰بل ۴/۳

ض=ض/۲۰۰:. ۴/۳ض۲=ض۲/۴۰۰۰۰:. ۳ض ۴=۱۶۰۰۰۰بل ض۴=۱۶۰۰۰۰/۳:.لوالمقسوم ۲۰۴۱۲۰۰ء۵- لوالمقسوم علیه ۱۲۱۳ء۴۷۷۰=۴ء۲۶۹۹۸۷ ربعه ۱۸۱۷۴۹۷ء۱ مثل الحساب الاول سواء۔

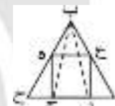
اقول: وبه ظهر مافی موأمرةالمساحةالمذکورة اذحاصله ان۳۰/۱۳ض۲=م ای ۱۵/۱۳ض۲=۲م وقد علمت ان ض۴/۳ض۲=۲م فهمامتساویان قسمناهما علی ض:. ۱۵/۱۳ض=۴/۳ض۲:. ۱۶۹/۲۲۵ض۲= ۴/۳ض۲:.

تمام اضلاع کی مثل ہے ہم نے ب ج پر ایک عمود نکالا جس کا نام ا ع ہے تو اع ح جو زاویہ قائمہ والا ہے اح:ع::اع:جیب ۶۰ حہ، ا ح ضلع کا نام ہم نے ض رکھا اور اع عمود کا عم رکھا اور وہ جیب گر رہا ہے، کیونکہ جیب چھٹا جس ہے تو تناسب کے قاعدہ سے ض جس = عم ہے اور چونکہ ۲/ض عم =۱۰۰:. ض جس ۲=۲۰۰ ہے بلکہ ض۲= جس ۲۰۰:. ض=جس/۲۰۰ ولو ۲۰۰=۳۰۱۰۳۰۰ء۲ ولوجس ۹۳۷۵۳۰۶ء۱ طرح کا حاصل ۳۶۳۴۹۹۴ء۲ ہو جس کا آدھا ۱۸۱۷۴۹۷ء۱ یہ لوض ہے تو وہ ۱۵ء۱۹۶۷۱۳۸ بطور کسر ۲ء سے کم ہے، پھر لوض_ لوجس = ۱۱۹۲۸۰۳ء۱' یہ لوعم ہے تو وہ ۱۶۰۷۳۹۴ء۱۳ ہے پھر لوض + لوعم =۳۰۱۰۳۰۰ء۲ہے تو ہم نے اس لو۲ کو کم کیا تو ۰۰۰۰۰۰۰ء۲ بچا اور یہ پورا لو۱۰۰ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں، اور دوسرے طریقے پر ض کے استعلام میں، کہ کسی چیز کا آدھا مربع اس چیز کے مربع کا چوتھائی ہوتا ہے تو شکل عروسی سے عم۲+ ۴/ض۲ =ض۲:. عم۲= ۴/۳ض۲ :. عم= ۴/۳ض۲ اور عم ض=۲۰۰ :. ض ۴/۳ض۲=۲۰۰ بلکہ ۴/۳ض۲=ض/۲۰۰ :. ۴/۳ض۲ =ض۲/۴۰۰۰۰ :۔ ۳ض۴= ۱۶۰۰۰۰ بلکہ ض۴=۱۶۰۰۰۰/۳:۔ لومقسوم ۲۰۴۱۲۰۰ء۵- لومقسوم علیه ۱۲۱۳ء۴۷۷۰= ۴ء۲۶۹۹۸۷ اس کا ربع ۱۸۱۷۴۹۷ء۱ اور یہ بالکل پہلے حساب کے مساوی ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اور اسی سے وہ اعتراض ظاہر ہوا جو مذکورہ پیمائش کا مؤامرہ ہے کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ۳۰/۱۳ض۲=م یعنی ۱۵/۱۳ض۲=۲م اور تو نے جان لیا کہ ض ۴/۳ض۲=۲م وہ دونوں قسمیں مساوی ہیں جن کو ہم نے ض پر تقسیم کیا:. ۱۵/۱۳ض= ۴/۳ض۲

۴/ض۲=۶۷۶ ض۲=۶۷۵ء ض وھو محال ای ان ۲۳۱ و۲۳۲=۰ نعم لاباس بہ فی التخمین ویختص بھذا القسم من المثلث وماذکرنا عام

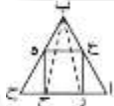
ثم اقول : ھذاالذی ذکر فی مساحۃ المثلث انما یبتنی علی القول المعتمد من اعتبار المساحۃ وحدھا اما (ا) علی القول الاٰخر من اعتبار الامتدادین فلابد ان یکون کل ضلع اکثر من احد وعشرین ذراعاونصف ذراع بکسر قریب جزء من احد وعشرین جزء من ذراع وذلك لانہ یجب وقوع مربع عشر فی المثلث کما علمتہ فی الدائرۃ فلیکن ع ح المربع رسمناعلی ع لامنہ مثلا مثلث ع ب ہ متساوی الاضلاع واخرجنا ب ع ح ر حتی التقیا علی اواخرجنا ب ہ ر ح حتی التقیا علی ح



فمثلث ا ب ح ھو المطلوب اماالالتقاء فلانااذاوصلنا ب ح کانت زاویۃ ب ح ر جزء قائمۃ ہ ح ر و زاویۃ ا ب ح جزء ا ب ہ ثلثی القائمۃ فقد خرجا من اقل من قائمتین واماان ا ب ح المثلث المطلوب فلان زاویتی ھ ء اء ھ ح متساویتان بالمامونی فباسقاط قائمتی ہ ء ر ء ہ ح تبقی ر ء ا ح ھ ح متساویتین وفی ھذین المثلثین زاویتاروح قائمتان وضلعار ء ہ ح متساویان فزاویتا اوح

: . ۲۲۵/۱۶۹اض ۲ = ۴/۳ض ۲: . ۶۷۶ض ۲ = ۶۷۵ض ۲اور وہ محال ہے یعنی ۲۳۱ و ۲۳۲ = ۰ ہاں تخمینہ میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ مثلث کی اس قسم کے ساتھ خاص ہے جو ہم نے ذکر کیا وہ عام ہے،

پھر میں کہتا ہوں مثلث کی پیمائش میں جو انہوں نے ذکر کیا ہے قول معتمد پر مبنی ہے کہ صرف پیمائش کا اعتبار کیا جائے، اور دوسرا قول جس میں دو امتدادوں کا اعتبار ہے تو اس میں یہ ضروری ہے کہ ہر ضلع میں ساڑھے اکیس ذراع پر کچھ کسر زائد ہو جو ذراع کے اکیسویں جزء کے لگ بھگ ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دس کے مربع کا مثلث میں ہونا ضروری ہے جیسا کہ آپ نے دائرہ میں جانا، تو اب ع ح کا مربع ہم نے ء ہ پر کھینچا مثلاً مثلث ء ب ہ جس کے اضلاع برابر ہوں اور ہم نے ب ء ح ر نکالا یہاں تک کہ وہ دونوں اپر ملے، ہم نے ب ہ ر ح نکالا یہاں تک کہ وہ دونوں ح پر ملے تو مثلث اب ح کا بنا وہی مطلوب ہے،



جہاں تک ملنے کا تعلق ہے تو جب ہم نے ب ح کو ملایا تو ب ح ر کا زاویہ ہ ح ر کے زاویہ قائمہ کا جزء ہوا، اور اب ح کا زاویہ اب ہ کا جزء ہوا، جو قائمہ کا دو ثلث ہے، کیونکہ یہ دونوں قائموں سے اقل ہے، اور اب ح کا مثلث مطلوب ہے کیونکہ ھ ء اء ھ ح کے دونوں زاوئے مامونی سے متساوی ہیں تو ہ ء رء ہ ح کے دونوں قائموں کو ساقط کرنے کے بعد رء اح ھ ح دونوں متساوی ہیں اور ان دونوں

متساویتان (من اولی الاصول) وحیث ان ب ثلثا قائمة والمجموع کقائمتین (منها) فالکل متساویة وبوجه اخصر حیث ان ب ه ء ثلثاقائمة و ء ه ح تمامها الی قائمتین (منها) فباسقاط ه القائمة منها تبقی ح ه ح ثلث قائمة فباسقاطها مع ح القائمة من مثلث ه ح ح تبقی ح ثلثی قائمة وکذلك افا لزوایا الثلاث متساویة فکذا الاضلاع الثلاث والا لاختلفت الزوایا (منها)فمثلث ا ب ح المار بزوایاالمربع الاربع متساوی الاضلاع وذلك ماأردناه واذفی مثلث ه ح ح القائم الزاویة ه ح:ع::ه ح:جیب السدس و ه ح بالفرض:.۰۰۰۰۰۰۰ء۱-۰٦۵۳۰۶-۱ = ۱ء۹۳۷۵۳۰۶-۱ ۰٦۲۴٦۹۴ء۱ وهو لوغارثم ءهذامقدار ه ح وقد کان ب ه ۰:. ب ح ء وذلك ماأردناه والله تعالٰی اعلم وصلی الله علی سیدنا ومولٰنا محمد وآله وصحبه و بارك وسلم ابداامین والحمدلله رب العلمین۔

مثلثوں میں روح کے دونوں زاویے قائمے ہیں اور ر ع ہ ح کے دونوں ضلعے برابر ہیں تو ا و ح کے دونوں زاویے برابر ہوں گے (۲٦ پہلی اصل سے) اور چونکہ ب ایک قائمہ کا دو ثلث ہے اور مجموعہ دو قائموں کی مانند ہے (۳۲ اسی اصل سے) تو سب برابر ہوئے اور بطور اختصار چونکہ ب ہ ء ایک قائمہ کادو ثلث ہے اور ء ہ ح جو دو قائموں کے برابر ہے (۱۳اسی اصل سے) تو ہ کو قائمہ کیلئے ساقط کرنے سے باقی رہتا ہے ح ہ ح ثلث قائمہ کاتواس کو ح کے قائمہ کے ساتھ ساقط کرنے سے ہ ح ح کے مثلث سے ح باقی رہ جائیگا جو ایک قائمہ کادو ثلث ہے اور اسی طرح اکا حال ہے تو تینوں زاویے برابر ہیں، تو اسی طرح تینوں اضلاع برابر ہوں گے ورنہ زاویے مختلف ہو جائیں گے (۱۸ پہلی اصل سے) تو ا ب ح کا گزشتہ مثلث مربعوں کے چاروں زاویوں کے ساتھ برابر ضلعوں والا ہوگااور یہی ہم نے ارادہ کیا تھااور چونکہ ہ ح ح زاویہ قائمہ والے مثلث میں ہ ح:ع::ہ ح:جیب چھٹا ہے وہ ح۱۰ بالفرض:.۰۰۰۰۰۰۰ء۱-۰٦۵۳۰۶-۱ = ۱ء۹۳۷۵۳۰۶-۱ ۰٦۲۴٦۹۴ء۱اور یہ لوگارثم ۷۵۴۷ء۱۱ کا ہے یہ مقدار ھ ح اور ب ہ ۱۰:. ب ھ ۷۵۴۷ء۲۱ اور یہی ہماری مراد تھی واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰینا محمد وآلہٖ وصحبہ وبارك وسلم ابداً اٰمین والحمدللہ رب العالمین۔ (ت)

مسئلہ ۴۵: ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وضو نہر سے افضل ہے مگر کسی مصلحتِ خاصہ کے باعث۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کسی معتزلی کے سامنے

فتح القدیر میں ہے: اُسے غیظ پہنچانے کو حوض سے وضوافضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

فی فوائد الرستغفنی التوضی بماء الحوض افضل من النهر لان المعتزلة عـه لایجیزونه	فوائد الرستغفنی میں ہے نہر کی بہ نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے کیونکہ معتزلہ حوضوں سے وضو کو

عـه فی المعراج بناء علی جزء لایتجزء فانه عند اهل السنة موجود فتصل اجزاء النجاسة الی جزء لایمکن تجزئته فیکون باقی الحوض طاهرا وعند المعتزلة معدوم فیکون کل الماء مجاورا للنجاسة فیکون الحوض نجسا عندهم وفی هذا التقریر نظر اھ قال ش فی توضیحه عند الفلاسفة کل جسم قابل لانقسامات غیر متناهیة فلا یوجد جزء من الطاهر الا ویقابله جزء من النجاسة فتصل اجزاء النجاسة بجمیع اجزاء الماء اھ

اقول اولا: (۱) این القابلیة من الفعلیة والجسم عندهم متصل بالفعل فلایلاقی الاملاقی **وثانیا:** (۲) لوقسم لم یلزم ایضا اتصال اجزاء النجاسة بجمیع اجزاء الماء لان الانصاف علی نسبة الاضعاف فاذا کانت النجاسة قدر اصبع والماء الف ذراع فنصفها نصف اصبع وشطره خمسمائة ذراع وهکذا الی مالایتناهی وتساوی التقسیم لایستلزم تساوی الاقسام فیما بینهما الاتری ان ایام الابد و سنیه کلا غیر متناه والیوم لایساوی السنة ابدا وکفی بهذین لتوجیه

معراج میں ہے یہ جزء لایتجزی پر مبنی ہے، کیونکہ یہ اہل السنۃ کے نزدیک موجود ہے تو نجاست کے اجزاء ایسے جزء تک پہنچیں گے جو منقسم نہیں ہوتا ہے، تو باقی حوض طاہر رہے گا اور معتزلہ کے نزدیک جزء نہیں ہے اس لئے کل پانی نجاست کا پڑوسی ہوگا، تو ان کے نزدیک حوض نجس ہوگا، اس تقریر میں نظر ہے اھ "ش" نے اس کی توضیح میں فرمایا فلاسفہ کے نزدیک ہر جسم لامتناہی تقسیم کو قبول کرتا ہے تو پاک پانی کے ہر جزء کے مقابل ایک ناپاک جزء ہوگا تو اجزاء نجاست تمام اجزاء پانی کے ساتھ متصل ہوجائیں گے اھ

میں کہتا ہوں قابلیة اور فعلیة میں بہت فرق ہے، اور جسم ان کے نزدیک متصل بالفعل ہے تو وہ صرف اسی سے ملے گا جس سے ملا ہوا ہے، اور ثانیاً اگر تقسیم بھی کیا جائے تو لازم نہیں آتا کہ نجاست کے تمام اجزاء پانی کے تمام اجزاء سے متصل ہوں کیونکہ انصاف اَضعاف کی نسبت کے مطابق ہی ہوگا، مثلًا نجاست ایک انگلی کی مقدار ہے اور پانی ہزار ذراع ہے، تو اس کا نصف آدھی انگلی ہوا اور اس کا آدھا پانسو ذراع ہوا اور اسی طرح الی مالا نہایۃ تک ہوگا، اور تقسیم

من الحیاض فیرغمهم بالوضوء منها اهو	جائز قرار نہیں دیتے ہیں اس طرح ان کی تذلیل ہو گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)النظر ووجهه ش بما توضیحه مع تلخیصه ان لوبنیت المسألة علیه لماتنجس عندنا من الماء الا مایساوی النجاسة حجما فقطرة بقطرة ونصفها بنصفها۔**اقول:** وایضا یلزم المعتزلة لوقالوا به تنجیس البحر العظیم بقطیرة قال علی ان المشهور ان الخلاف فی الجزء بین المسلمین والفلاسفة بنواعلیه قدم للعالم وعدم حشر الاجساد والمعتزلة لم یخالفوا فی شیئ من ذلك والا لکفروا اه **اقول:** (۱) لیس نفی الجزء کفرا ولا لازم المذهب مذهبا لاسیما تلك اللوازم البعیدة وکم من لزوم علی مذاهب المعتزلة القائلین بها قطعا ثم لم یکفروافلیکن هذا منها فکیف یرد نقل الثقة علی انه (۲) یکفی فیه ان یکون قول بعضهم کما قال تعالی قالت الیهود عزیرن ابن الله قالوا قالها طائفة قلیلة منهم کانت وبانت قال فالاولی ماقیل من بناء المسئلة علی ان الماء یتنجس عندهم بالمجاورة وعندنا لابل بالسریان وذلك یعلم بظهور اثرها فیه فمالم یظهر لایحکم بالنجاسة هذا ما ظهر لی فاغتنمه اه **اقول:** (۲) نص فی البدائع ان التنجس بالتجاور روبینا فی النمیقة الانقی ان الماء القلیل یتنجس معالا بالسریان علی (۴) انهم اذلم

کی تساوی سے اقسام کی تساوی لازم نہیں آتی ہے، مثلاً ابد کے ایام اور سال غیر متناہی ہیں اور ایک دن ہر گز بھی ایک سال کے برابر نہیں ہوسکتا ہے اور یہ دونوں نظر کی توجیہ کو کافی ہیں اور "ش" نے اس کی جو توجیہ کی ہے اس کی تلخیص مع توضیح یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی پر مبنی ہو تو ہمارے نزدیک صرف اتنا ہی پانی نجس ہوگا جتنا کہ نجاست کے مساوی ہے، تو ایک قطرہ ایک قطرہ ہی کے مقابل ہوگا اور نصف اس کے نصف کے مقابل ہوگا۔

میں کہتا ہوں اگر معتزلہ کا یہی قول ہوتا تو ان پر یہ لازم آتا کہ ایک قطرہ سے پورا سمندر ناپاک ہوجائے، انہوں نے فرمایا علاوہ ازیں مشہور یہ ہے کہ اختلاف جزء میں فلسفیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے،اور فلاسفہ نے اس پر عالم کے قدم اور حشر ونشر کی نفی کی بنیاد رکھی ہے اور معتزلہ نے ان چیزوں میں کسی کی مخالفت نہیں کی ہے ورنہ وہ کافر قرار پاتے اھ

میں کہتا ہوں جزء کی نفی کفر نہیں ہے اور نہ ہی لازم مذہب،مذہب ہوتا ہے، خاص طور پر یہ لوازم بعیدہ،اور جو معتزلی مذہب رکھتے ہیں ان پر بہت سے لوازم ہیں، مگر ان کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، سو یہ لازم بھی منجملہ ایسے لوازم کے ہو جائے، تو ثقہ کی نقل کو کیسے رد کیا جائے،علاوہ اس کے اس میں اتنا کافی ہے کہ یہ بعض کا قول ہو، جیسا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

هذا انما یفید الافضلیة لهذا العارض ففی مکان لایتحقق النهر افضل[1] اھ	اھ اس سے افضل ہونے کی یہ عارضی وجہ معلوم ہوتی ہے جہاں یہ وجہ نہ ہو وہاں نہر سے وضو افضل ہوگا۔ (ت)

اقول: اس مصلحت سے اہم دفع تہمت ہے کہ معاذاللہ لوگوں کو اس پر اتباع معتزلہ کا گمان ہو اس کے دفع کیلئے ایسا کرے اس (۱) کی نظیر مسح موزہ ہے کہ رافضی خارجی، ناجائز جانتے ہیں اگر کسی کو اس پر گمان خروج ہو تو اس کے دفع کو مسح موزہ افضل ورنہ فی نفسہٖ، پاؤں دھونا افضل۔ دُر مختار میں ہے:

الغسل افضل الالتهمة فهو افضل[2]۔	موزے پر مسح سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر تہمت سے بچنے کیلئے مسح افضل ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان الروافض والخوارج لایرونه وانما یرون	رافضی خارجی پاؤں پر مسح کرتے ہیں اگر موزے پر مسح

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یفرقوا بین القلیل والکثیر یلزمهم بالمجاورة ایضا تنجیس البحر الکبیر برشح (۲) یسیر فالحق عندی ان ذلك مبنی علی انهم لایلحقون الکثیر بالجاری واللّٰه تعالٰی اعلم اھ منه حفظه ربه تعالٰی۔ (م)

فرمانِ الٰہی ہے "یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں" علماء فرماتے ہیں یہ صرف ایک گروہ کا قول تھا اور یہ فرقہ ختم ہوگیا، فرمایا بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ پانی ان کے نزدیک مجاورۃ کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا ہے، اور ہمارے نزدیک سرایت کی وجہ سے، اور اس کا پتا اس سے لگتا ہے کہ اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے، تو جب تک اثر ظاہر نہ ہو نجاست کا حکم نہ لگایا جائے گا، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے تم اس کو غنیمت جانو۔
میں کہتا ہوں بدائع میں اس کی تصریح کی ہے کہ نجس ہونے کی وجہ مجاورۃ ہے اور ہم نے النمیقة الانقی میں بیان کیا ہے کہ تھوڑا سا پانی یک دم ناپاک ہو جاتا ہے نہ کہ سرایت سے، علاوہ ازیں انہوں نے قلیل وکثیر میں فرق نہیں کیا ہے، ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کہیں ایک بڑے سمندر کا پانی بھی مجاورۃ سے ناپاک ہو جاتا ہے خواہ تھوڑے سے چھینٹے کیوں نہ ہوں، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ کثیر پانی کو جاری کے ساتھ ملحق نہیں کرتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] (فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲)
[2] درمختار باب المسح علی الخفین مجتبائی دہلی ۱/۴۶

المسح علی الرجل فاذا مسح الخف انتفت التهمة بخلاف ماذا غسل فان الروافض قدیغسلون تقیة فیشتبه الحال فی الغسل فیتهم افادح[1]۔	کرے گا تو تہمت ختم ہو جائے گی بخلاف اس کے کہ جب وہ دھوئے گا کہ رافضی تقیہ سے دھو بھی لیتے ہیں غسل کی صورت میں صورت حال مشتبہ ہو جاتی ہے تو تہمت کا خدشہ ہوگا افادح (ت)

اقول: رافضی تقیہ سے سب کچھ کر لیتے ہیں یوں ہی وہابی مجالس میلاد مبارک میں جائیں قیام کریں گیارھویں شریف کی نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھانے کو موجود اور دل میں شرک وحرام، لہذا اہم نے نفی تہمت خروج سے تصویر کی۔

قال ش ماذکرہ الشارح نقله القهستانی عن الکرمانی ثم قال لکن فی المضمرات وغیرہ ان الغسل افضل وهوالصحیح کمافی الزاهدی اھ وفی البحر عن التوشیح هذا مذهبنا وقال الرستغفنی المسح افضل[2] اھ	"ش" نے فرمایا جو شارح نے ذکر کیا ہے اس کو قہستانی نے کرمانی سے نقل کیا ہے پھر فرمایا لیکن مضمرات وغیرہ میں ہے کہ غسل افضل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اھ اور بحر میں توشیح سے منقول ہے "یہ ہمارا مذہب ہے" اور الرستغفنی نے کہا کہ مسح افضل ہے اھ (ت)
اقول: هذاسبق نظرانمانقل عن الکرمانی التخییربین الغسل والمسح ونقل اولویة المسح عن الذخیرة ثم (۱) هولایمس ماذکرالشارح فان کلامه عند وجود التهمة والذی فی الذخیرة وغیرها اولویة المسح حکما مطلقاوعلیه یرد التصحیح المذکور واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** ان کی نظر چُوک گئی ہے، کرمانی سے تو یہ نقل کیا ہے کہ غَسل اور مسح میں اختیار ہے اور ذخیرہ سے مسح کی اولویت نقل کی ہے پھر یہ اس کے مطابق نہیں ہے جس کو شارح نے ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا کلام وجوہِ تہمت کے متعلق ہے اور جو ذخیرہ وغیرہ میں ہے وہ مسح کے اولٰی ہونے کا مطلق حکم ہے اور اسی پر مذکور تصحیح وارد ہوتی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثم اقول: اُس سے بھی اہم دفع وسوسہ ہے اگر کوئی شخص وسوسہ میں مبتلا ہو حوض سے وضو کرتے کراہت رکھتا ہو اُسے حوض ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع وسوسہ ہو ورغم الشیطان اهم من رغم المعتزلی واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مصر ۱/۱۹۳

[2] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مصر ۱/۱۹۳

مسئلہ ۴۶:　　　　۱۰ شوال ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ایک اہلِ اسلام اور ایک ہنود کو حاجت غسلِ جنابت ہے اُن دونوں کا آبِ غسل پاک ہے یا کچھ فرق ہے؟ ایک اہلِ اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہے اُس کے غسل کا پانی جو مستعمل ہو کر گرا ہے پاک ہے یا ناپاک؟ اور ان دونوں کے پانی میں فرق ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا منہ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دُھل جائے تو کافر کی جنابت اُتر جائے گی ورنہ نہیں،

فی التنویر والدر والشامی یجب علی من اسلم جنباً اوحائضاًوالابأن اسلم طاھرا [1] (ای من الجنابة والحیض والنفاس ای بأن کان اغتسل) فمندوب انتھی [2] ملخصاً۔	تنویر، در اور شامی میں ہے کہ واجب ہے اس شخص پر جو اسلام لایا جنابت کی حالت میں یا عورت اسلام لائی حیض کی حالت میں، ورنہ اگر پاکی کی حالت میں اسلام لایا (یعنی جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہونے کی حالت میں، اگر ناپاک تھا تو غسل کرلیا) تو مندوب ہے انتہی ملخصا۔ (ت)

(۱) اکثر جسم پر پانی بہ جانا اگرچہ کفّار کے نہانے میں ہوتا ہو اور بے تمیزی سے منہ بھر کر پانی پینے میں سارا مُنہ بھی حلق تک دُھل جاتا ہو مگر ناک میں پانی بے چڑھائے ہرگز نہیں جاتا اور خود ایسا کیوں کرتے کہ پانی سُونگھ کر چڑھائیں لہٰذا اس چھپ چھپ کرلینے سے جو کفار کرلیا کرتے ہیں اُن کا غسل نہیں اُترتا۔ ع

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

فی الحلیة عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة ولا یدرون کیفیة الغسل [3] اھ وفیھاعن الذخیرة الاتری ان فرضیة المضمضة والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء	حلیہ میں امام محمد کی سیر کبیر سے منقول ہے کہ اگر کافر اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ غسلِ جنابت کرے، اور وہ غسل کی کیفیت نہیں جانتے اھ اور اس میں ذخیرہ سے منقول ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت بہت سے علماء پر مخفی

[1] الدرالمختار موجبات الغسل مجتبائی دہلی ۳۲/۱

[2] ردالمحتار موجبات الغسل مصطفی البابی مصر ۱۲۴/۱

[3] حلیہ

فکیف علی الکفار [1]۔	رہی تو کافروں کا کیا کہنا۔ (ت)

نمازی محتاط مسلمانوں کے غسل کا پانی پاک ہے اگرچہ دوبارہ اُس سے غسل یا وضو نہیں ہوسکتا مگر وہ خود پاک ہے کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہے اور دھونے کی حاجت نہیں اور جس کے بدن پر نجاست لگی ہونا تحقیق ہو اس کے بدن کا پانی نجس ہے اور تحقیق نہ ہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب و غسل میں شبہ ہے اُس سے بچنااولیٰ ہے نہ کہ کافر کہ اُن کے تو پاجاموں رانوں میں چھٹنکیوں پیشاب ہوتا ہے ان کا آبِ غسل مکروہ ہے پھر بھی ناپاکی کا حکم نہ دیں گے جب تک تحقیق نہ ہو کما حققناہ فی الاحلی من السکر واللّٰه تعالٰی اعلم (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ احلی من السکر میں اس کی تحقیق کی ہے واللّٰه تعالٰی اعلم۔ت)

مسئلہ ۴۷: مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ ہجریہ قدسیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے ملّت اہلسنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ جُوٹھا ہندو یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہے یا ناپاک، اُس کے کھانے کا کیا حکم ہے اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقّہ یا پانی پی لے تو اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

حکم اللہ ورسول کیلئے ہے رسول (۱) اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی، سُنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ومسند امام احمد میں ہُلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ لابی بکر قال رأیت النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نهی عن طعام النصاری فقال لایتخلجن فی صدرك طعام ضارعت فیه نصرانیة [2]۔**اقول:** بهذا اللفظ اوردہ الامام الجلیل السیوطی فی الجامع الکبیر وقال حسن اھ وهو صریح فی رد مازعم الهروی فی تاویل الحدیث انه نظیف کما نقله عنه	الفاظ ابی بکر کے ہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعامِ نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا زنہار تیرے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا اشتراک ہو۔ **اقول:** انہی الفاظ سے اس کو امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر کیا اور حسن کہا اھ اور یہ ہروی کی واضح تردید ہے انہوں نے حدیث کی تاویل کی کہ یہ صاف ستھرا ہے، یہ مجمع البحار میں اُن سے منقول ہے

[1] حلیہ
[2] سنن ابی داؤد باب کراھیۃ التقذر للطعام مجتبائی لاہور ۲/۵ ۱۷

فی مجمع البحار ثم ردہ بقولہ وسیاق الحدیث لایناسبہ[1] اھ

پھر انہوں نے اس کو اپنے اس قول سے رد کیا اور حدیث کا سیاق اس کے مناسب نہیں۔(ت)

اقول: (۱)وایضا یبعد مانقلہ عن الطیبی من تفسیرہ بقولہ شابھت النصرانیۃ والرھبانیۃ فی تشدیدھم وتضییقھم وکیف وانت علی الحنفیۃ السھلۃ[2] اھ کیف وھذا لایلائم النھی۔

میں کہتا ہوں یہ بھی بعید ہے کہ انہوں نے طیبّی سے اس کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ یہ نصرانیت اور رہبانیت کے مشابہ ہے ان کی شدت اور سختی میں اور تم دین حنیف پر ہو جو سہل اور آسان ہے اھ کیسے اور یہ نہی کے مناسب نہیں۔(ت)

اقول: (۲) وکذا یبعد مافھم منہ ابو داؤد اذ اوردہ فی باب کراھیۃ التقذر للطعام وانما تأتی لہ ذلك لان لفظ روایتہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسألہ رجل فقال ان من الطعام طعاما اتحرج منہ فقال لایتخلجن فی صدرك شیئ ضارعت فیہ النصرانیۃ[3] اھ فھذا لفظ محتمل والذی ذکرناہ نص صریح فتثبت وباللہ التوفیق ورحم اللہ الامام اباحاتم الرازی حیث یقول ماکنا نعرف الحدیث مالم نکتبہ من ستین وجھا[4]۔

میں کہتا ہوں اسی طرح وہ بھی بعید ہے جو ابو داؤد نے اس سے سمجھا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو باب کراہیۃ التقذر الطعام میں وارد کیا ہے، اور انہوں نے ایسا اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کی روایت کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سنا، اورآپ سے ایک شخص نے سوال کیا توآپ نے فرمایا ان کھانوں میں سے ایک کھانا ایسا ہے جس سے میں حرج محسوس کرتا ہوں، توآپ نے فرمایا تمہارے دل میں کوئی ایسی چیز خلش پیدا نہ کرے جو نصرانیت کے ساتھ ملی ہے اھ اب ان الفاظ میں احتمال ہے اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ صریح نص ہے، اوراللہ ابو حاتم الرازی پر رحم فرمائے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اُس وقت تک حدیث کو نہیں پہچانتے تھے جب تک کہ اس کو ساٹھ طریقوں سے نہ لکھ لیں۔(ت)

ابو ثعلبہ خشنی (۳) رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

[1] مجمع البحار لفظ ضرع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۸۸

[2] طیبّی شرح مشکوٰۃ

[3] سنن ابی داؤد باب کراھیۃ التقذر الطعام مجتبائی دہلی ۲/ ۱۷۵

4

قلت یارسول اللہ انا نغزو ارض العدو فنحتاج الی اٰنیتھم فقال استغنوا عنھا مااستطعتم فان لم تجدوا غیرھا فاغسلوھا وکلوامنھا واشربوا[1]۔ اوردہ الامام فی الجامع وعزاہ لابن ابی شیبۃ۔	میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں اُن کے برتنوں کی حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بَن پڑے اُن برتنوں سے دُور رہو اور اگر اور برتن نہ ملے تو انہیں دھو کرپاک کرلو اس کے بعد ان میں کھاؤ پیو۔
اقول: (۱)قد رواہ احمد والبخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی واٰخرون وفی لفظ للترمذی قال انقوھا غسلا[2]۔	**میں کہتا ہوں** احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور دوسروں نے بھی اس کو روایت کیا ہے اورترمذی کا لفظ فاغسلوھا کی جگہ انقوھا غسلا ہے۔(ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ[3] کافرنرے ناپاک ہیں۔

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسا کُتّے کا، بلکہ اُس سے بھی بدتر لخلاف مالک فی الکلب (کیونکہ کتّے کے بارے میں امام مالک کااختلاف ہے۔ت) اور حُقّے وغیرہ جس چیز کو اُن کالعاب لگ جائیگا ضرور ناپاک ہوجائے گی۔

تنویرالابصار میں ہے:

سؤر شارب خمرفور شربھا وھرۃ فور اکل فأرۃ نجس لوشاربہ طویلا لایستوعبہ اللسان فنجس[4]۔	شرابی کاشراب پینے کے بعد فوری جھوٹا اور بلّی کاچوہا کھانے کے بعد فوری جھوٹا نجس ہے۔(ت)

ہنود ونصارٰی وغیرہم اکثر شراب خور ہوتے ہیں اور مونچھیں بڑھانا اُن کا شعار اور شراب (۲) خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کولگ گئی تو جب تک مُونچھ دُھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کردے گی،

درمختار میں ہے:

لوشاربہ طویلا لایستوعبہ اللسان فنجس	اگر شراب خور کی مونچھیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک

[1] مصنف ابن ابی شیبہ الاکل فی اٰنیۃ الکفار ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۹۰

[2] جامع للترمذی الاکل فی اٰنیۃ الکفار امین کمپنی دہلی ۲/ ۲

[3] القرآن ۹/ ۲۸

[4] الدرالمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰

ولوبعد زمان [1]۔	اگر شراب خور کی مونچھیں لمبی ہوں کہ زبان ان تک نہ پہنچ سکے تو اس کا جھوٹا نجس ہے اگرچہ وہ طویل وقت کے بعد پانی پیئے۔ (ت)

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جُدا ہو جس کی اُمید کافروں میں بہت کم ہے تو اس کے جُوٹھے کو اگرچہ کُتّے کے جُوٹھے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے۔

فی التنویر والدر سؤرادمی مطلقا ولوجنبااوکافرطاھر الفم طاھرا مختصرا [2]۔	تنویر اور در میں ہے آدمی کا جھُوٹا چاہے وہ جنبی ہو یا کافر ہو پاک ہے کیونکہ منہ پاک ہے۔ مختصرا (ت)

اقول: مگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب وبے دغدغہ ہو ناضرور نہیں رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں پھر کون عاقل اُسے اپنے لب و زبان سے لگانا گوارا کرے گا کافر کے جُوٹھے سے بھی بحمداللہ تعالٰی مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت اُن کے ایمان سے ناشیئ ہے۔

وفی رفعه عن قلوبھم اسقاط شناعة الکفرة عن اعینھم اوتخفیفھا وذلك غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریة وغیرھا (۱) ان المفتی انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحة ومصلحة المسلمین فی ابقاء النفرة عن الکفرة لافی القائھا [3]۔	اور اس کو ان کے دلوں سے اٹھانے میں کافروں کی بُرائی کو ان کی نگاہوں میں ختم کرنا ہے یا کم کرنا ہے، اور یہ مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود الدریۃ وغیرہا میں ہے کہ مفتی کو وہی فتوٰی دینا چاہئے جس میں اس کے نزدیک مصلحت ہو اور مسلمانوں کو مصلحت اس میں ہے کہ ان کے دلوں میں کافروں سے نفرت باقی رہے نہ یہ کہ نفرت ختم ہوجائے۔ (ت)

جو شخص دانستہ اُس کا جوٹھا کھائے پیئے مسلمان اُس سے بھی نفرت کرتے ہیں وہ مطعون ہوتا ہے اُس پر محبّت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث (۱) میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم [4]۔	جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

متعدد (۲) حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وما یسوٴ الاذن [5]	اُس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے

[1] الدرالمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰
[2] الدرالمختار فصل فے البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰
[3] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۴
[4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی قبیل باب سجود السہو نور محمد کتب خانہ کراچی ص۲۴۹
[5] مسند امام احمد عن ابی العادیۃ بیروت ۴/۷۶

رواہ الامام احمد عن ابی العادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلھم عن ام العادیۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبداللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابو نعیم وابن مندۃ کلاھما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اس کو امام احمد نے ابو العادیۃ سے روایت کیا اور طبرانی نے کبیر میں اور ابنِ سعد نے طبقات میں اور عسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے معرفۃ میں اور خطیب نے مؤتلف میں، ان سب نے اُم عادیہ، عاص بن عمرو طفاوی کی پھوپھی سے روایت کی، اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں، اور ابو نعیم اور ابن مندہ نے دونوں معرفہ میں عاص مذکور سے مرسلًا روایت کی، اور ابو نعیم نے معرفہ میں حبیب بن حارث سے روایت کی۔ (ت)

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاك وکل امر یعتذر منہ[1]۔ ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔

رواہ ایضا فی المختارۃ والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن منیع ومن طریقہ العسکری فی امثالہ والقضاعی فی مسندہ معاً والبغوی ومن طریقہ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراھیمی فی کتاب الصلاۃ وابن النجار فی تاریخہ کلھم عن ابن عمرو الحاکم فی صحیحہ والبیھقی فی الزھد والعسکری فی الامثال وابو نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص واحمد وابن ماجۃ و ابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلھم رافعیہ	اس کو بھی مختارہ اور دیلمی میں دونوں نے بسندِ حسن روایت کیا انس سے اور طبرانی نے اوسط میں جابر سے اور ابن منیع نے اور عسکری نے امثال میں اور قضاعی اپنی مسند میں ابن منیع کی سند سے ایک ساتھ اور بغوی نے اور اس کی سند سے طبرانی نے اپنی اوسط میں اور مخلص چھٹے فائدہ میں، اور ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجّار نے اپنی تاریخ میں، سب نے ابن عمر سے، اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے الزہد میں اور عسکری نے امثال میں اور ابو نعیم نے المعرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے اور احمد وابن ماجہ اور ابن عساکر نے ابو ایوب الانصاری سے، ان

[1] جامع الصغیر مع فیض القدیر ۳/ ۱۱۷

الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔	تمام حضرات نے اس کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رفع کیا ہے، اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ نے سعد بن عمارۃ سے، انہی کا قول نقل کیا، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم:

بشروا ولا تنفروا[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر اُس میں (۱) بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام **فما ادی الیہ فلا اقل ان یکون مکروھا** (تو جو اس تک پہنچائے وہ کم از کم مکروہ ضرور ہوگا۔ ت) تو دلائل شرعیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جُوٹھے سے احتراز ضرور ہے اور اس (۲) باب میں یہاں نصارٰی کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجوہِ کثیرہ مذکورہ میں دونوں شریک اور نصارٰی میں یہ امر زائد کہ یہاں ان کی سلطنت ہونے کے باعث مذہبی نفرت کی کمی میں تبدیل دین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کہیں زیادہ ہے۔

فمن الجھل التمسك ھنا بما فی الصدر الاول اذکانوا اذلاء مقھورین تحت ایدینا فکان فی تقریبھم منا تقریبھم الی الاسلام والاٰن قدانعکس الامر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد کانت نساء ذوی الھیأت، یحضرن لیلا ونھارا الجماعات، ونھی عنہ الائمۃ الاثبات، مع قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتمنعوا اماء اللہ مساجدا للہ[2] وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان،	یہاں یہ امر جہالت ہوگا اس چیز سے استدلال کیا جائے جو صدر اول میں تھی کیونکہ اس زمانہ میں وہ کمزور تھے اور ہمارے ماتحت تھے اس لئے ان کو اپنے قریب کرنے سے ان کو اسلام کی طرف آنے کی دعوت دینا مقصود تھی اور اب تو معاملہ ہی الٹ ہوگیا ہے، ایک زمانہ تھا کہ باعزت لوگوں کی عورتیں دن اور رات دونوں اوقات میں جماعات میں حاضر ہوتی تھیں، مگر ائمہ کرام نے اب اُن کے آنے کی ممانعت کردی ہے، حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اللہ

[1] جامع للبخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] مسند امام احمد عن ابن عمر بیروت ۲/۱۶

بل والمکان، کما تشھد بہ فروع جمۃ، فی کتب الائمۃ، وھذا ماعندی وبہ افتیت مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی، والیہ مستندی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، اور بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں بلاالکہ امکنہ کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتے ہیں جیساکہ کتبِ ائمہ میں بہت سی فروع اس پر شاہد ہیں میرے نزدیک یہی ہے اسی پر میں نے کئی مرتبہ فتوٰی دیا ہے اللہ میرا رب ہے اسی پر اعتماد اور اسی کی طرف سہارا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۴۸: از کانپور محلّہ بوچڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن جعشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی۔ حقّہ کا پانی پاک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

قطعاً پاک ہے پانی پاک، تمباکو پاک، اس کا دُھواں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بُو بدل جانا اُسے ناپاک نہیں کرسکتا یہاں تک کہ (۱) مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلاالکہ مطہر وقابل وضو رہتا ہے بایں معنی کہ اگر اس سے وضو کرے وضو ہوجائیگا اگرچہ بوجہ بُو مکروہ ہے یہاں تک کہ جب تک اُس کی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر (۲) سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقّے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پُوری ہوسکتی ہے تو اس صورت میں تیمّم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلاالکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالٰی "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا"[1] (کیونکہ وہ پانی کو پارہا ہے جبکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرو۔ت) درمختار میں ہے:

یجوز بماء خالطہ طاھر جامد کفاکھۃ و ورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح ان بقیت رقتہ واسمہ[2] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔	اُس پانی میں سے وضو جائز ہے جس میں کوئی خشک پاک چیز مل گئی ہو، جیسے میوہ اور درخت کے پتّے، خواہ اُس نے اُس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو، اصح یہی ہے، بس شرط یہ ہے کہ اس کی رقّت اور اُس کا نام باقی رہے ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] القرآن ۴/۴۳

[2] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

فتوٰی مسمّٰی بہ

رحب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجھھا وجوفھا فی المساحۃ ۱۳۳۴ھ

ان پانیوں کے بارے میں میدان وسیع کرنا جن کی سطح اور گہرائی پیمائش میں برابر نہ ہو (ت)

مسئلہ ۴۹: ۴ جمادی الاآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اوّل حوض نیچے دَہ در دَہ اور اوپر کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب ناپاک ہوگیا یا صرف اوپر کا حصّہ جہاں تک سو ہاتھ سے کم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بعض کے نزدیک اصلاً ناپاک نہ ہوگا کہ مجموع آب کثیر ہے۔

اقول: ویشبہ ان یکون مبنیا علی اعتبار العمق وقد صححہ بعضھم والمعتمد المعول علیہ لا۔	**میں کہتا ہوں** یہ گہرائی کے اعتبار پر مبنی ہے اور بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس پر اعتماد نہیں ہے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

الحوض الکبیر اذا انجمد ماؤہ فنقب انسان نقبا وتوضأ منہ ان کان الماء منفصلا عن الجمد یجوز وان کان متصلا بالجمد اختلف المشائخ فیہ بعضھم اعتبروا جملۃ الماء حتی لایتنجس وبعضھم اعتبروا موضع النقب ان کان کبیرا یجوز والافلا[1]۔	بڑے حوض کا پانی جب جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کرکے وضو کرلے تو پانی اگر برف سے الگ ہے تو جائز ہے اور اگر برف سے متصل ہے تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض نے تمام پانی کا اعتبار کیا یہاں تک کہ وہ نجس نہ ہوگا، اور بعض نے سوراخ کی جگہ کا اعتبار کیا، اگر وہ بڑا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بعض کے نزدیک کل ناپاک ہوجائے گا۔

اقول: وکانہ لانہ ماء واحد والعبرۃ بوجہ الماء وھو قلیل لابالعمق وان کثر۔	**میں کہتا ہوں** اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک پانی ہے اور اعتبار پانی کی سطح کا ہے اور وہ قلیل ہے، عمق کا اعتبار نہیں، خواہ زائد ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۴)

خلاصہ میں ہے:

ان کان اعلاہ اقل من عشر فی عشرو اسفلہ عشر فی عشر فوقعت قطرۃ خمر ثم انتقص الماء وصار عشرا فی عشر اختلف المشائخ فیہ[1]	اگر اس کا بالائی حصہ دہ در دہ سے کم ہے اور نچلا دہ در دہ ہو اب اس میں ایک قطرہ شراب کا گر جائے پھر پانی کم ہو جائے اور دہ در دہ ہو جائے، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔(ت)

بدائع میں اوّل کو اوسع ثانی کو احوط فرمایا اور منیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی دوم پر فتوی ہے:

حیث قال الحوض اذا انجمد ماؤہ فنقب فی موضع منہ فوقعت فیہ نجاسۃ قال نصیر وابو بکر الاسکاف یتنجس وقال عبداللہ بن المبارك وابو حفص الکبیر البخاری لایتنجس اذا کان الماء تحت الجمد عشرا فی عشرو ان کان متصلا بالجمد والفتوی علی قول نصیر وابی بکر وان کان منفصلا عن الجمد یجوز بلا خلاف کالحوض المسقف[2]اھ واعترضہ شارحہ المحقق ابن امیر الحاج بانہ یفید ان الحوض عند نصیر وابی بکر یتنجس سواء کان الماء ملتزقا بالجمد ومتسفلا عنہ ثم ینافیہ قولہ وان کان منفصلا یجوز بلا خلاف فان قلت لم لم یحمل ماعن نصیر وابی بکر علی ماذا کان متصلا بالجمد وقد اندفع التناقض عن المصنف قلت لانہ ینافیہ قولہ فان کان متصلا بالجمد	انہوں نے فرمایا کہ حوض کا پانی جم جائے اور اس میں کسی جگہ سوراخ کیا جائے اور اس میں نجاست گر جائے تو نصیر اور ابو بکر الاسکاف نے فرمایا وہ ناپاک ہو جائیگا، اور عبداللہ بن مبارک اور ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ اگر برف کے نیچے پانی دہ دردہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا، اگرچہ برف سے متصل ہو اور فتوی نصیر اور ابو بکر کے قول پر ہے اور اگر برف سے جُدا ہو تو بغیر اختلاف کے جائز ہے جیسے وہ حوض جس کے اوپر چھت ہو اھ اس پر اس کے شارح محقق ابن امیر الحاج نے اعتراض کیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض نصیر اور ابو بکر کے نزدیک نجس ہو جاتا ہے خواہ پانی برف سے ملاہوا ہو یا اس کے نیچے ہو، پھر اس کے مخالف ہے اُن کا قول کہ اگر منفصل ہو تو جائز ہے بلاخلاف، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو نصیر اور ابو بکر سے منقول ہے اسکو اس پر کیوں محمول نہیں کیا گیا کہ یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وہ برف سے متصل ہو اور تناقض مصنف سے رفع ہو گیا، میں

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول الحیاض نولکشور لکھنؤ ۴/۱

[2] منیۃ المصلی فصل الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

فالفتوی علی قول نصیر فانه یفید ان موضوع المسألة اعم وان نصیراً وابا بکر یقولان ینجس مطلقا وابن المبارك واباحفص یقولان لاینجس مطلقا فتأمله[1] اھ اقول: رحم اللّٰه(۱) المحقق لاشك ان اول الکلام فی المتصل یوضحه مافی البدائع ان کان جامداونقب فی موضع منه فان کان الماء غیر متصل بالجنب یجوز بلاخلاف وان متصلا والنقب صغیرا اختلف المشائخ قال نصیر بن یحیی وابو بکرالاسکاف لا خیر فیه وسئل ابن المبارك فقال لاباس به وقال الیس الماء یضطرب تحته وھو قول الشیخ ابی حفص الکبیر وھذا اوسع والاول احوط[2] اھ وقد نقله المحقق فی الحلیة ھھنا۔

اقول:(۲) ولولا ھذا لم یکن له محمل الا ذاك لان الذھن لایسبق منه الاالیه اذھوالغالب ونادران ینجمد الاعلی ویبقی الاسفل منفصلا عنه الا اذا نقب واستفرغ منه شیئ صالح۔

وما ردبه علیه من المنافاة۔(۳) **فاقول:** غیر متوجه الیه فان قوله

کہوں گا، اس لئے کہ منافی اس کا قول کہ اگر برف کے ساتھ متصل ہو تو فتوی نصیر کے قول پر ہوگا، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موضوع مسئلہ اعم ہے اور یہ کہ نصیر اور ابو بکر دونوں کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس ہوگا، اور ابن مبارک اور ابو حفص کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً نجس نہیں ہوگا فتأملہ اھ۔(ت)

میں کہتا ہوں، اللہ محقق پر رحم کرے بیشک کلام کا ابتدائی حصہ متصل میں ہے اس کی وضاحت بدائع میں ہے، اور وہ یہ کہ اگر وہ جامد ہو اور اس کے کسی حصّہ میں سوراخ کرلیا گیا ہو تو اگر پانی برف سے ملا ہوا نہ ہو تو بلاخلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو اور سوراخ چھوٹا ہو تو مشائخ کا اختلاف ہے، نصیر بن یحیٰی اور ابو بکر الاسکاف فرماتے ہیں اس میں خیر نہیں اور ابن مبارک سے دریافت کیا گیا تو فرمایا اس میں حرج نہیں، نیز فرمایا کیا اس کے نیچے پانی میں حرکت نہیں ہوتی ہے اور یہی ابو حفص الکبیر کا قول ہے اور یہ زیادہ آسان ہے جبکہ پہلے میں احتیاط کا پہلو زیادہ ہے اھ اور محقق نے اس کو یہاں حلیہ میں نقل کیا۔(ت)

میں کہتا ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کا محمل یہی ہوتا، کیونکہ ذہن کی سبقت اسی کی طرف ہوتی ہے کیونکہ غالب یہی ہے اور یہ نادر ہے کہ اوپر والا منجمد ہوجائے اور نیچے والا اس سے جُدا رہے، ہاں اگر اس میں سوراخ کرکے قابلِ لحاظ حد تک پانی نکال لیا جائے تو جدا ہوسکتا ہے۔

اور جس چیز سے اس پر رد کیا ہے یعنی منافات، تو میں کہتا ہوں یہ ان کی طرف متوجہ نہیں کیونکہ

---

[1] حلیہ

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

"وان کان متصلا بالجمد" لیس شرطا جزاؤہ فالفتوی حتی یفید ان کلام نصیر وابی بکر فیما ھو اعم من الاتصال بل ھو من تتمۃ قول ابن المبارك وان وصلیۃ والفاء فی فالفتوی فصیحۃ والمعنی انہ ان انفصل عن الجمد جازبلا خلاف وان اتصل فکذا عند عبداللّٰہ وابی حفص وقال نصیر وابو بکر لاوعلیہ الفتوی علی ان(۱) فی عامۃ نسخ المنیۃ وعلیہ الفتوی بالواو دون الفاء وقولہ فان کان متصلالیس بالفاء فی نفس المتن المنقول فی الحلیۃ فانقطع مثارالتوھم رأساثم رأیت الغنیۃ فسرہ علی ماھو الحق وافاد فائدۃ اخری ستعرفھا۔	ان کا قول "وان کان متصلاً بالجمد" شرط نہیں جس کی جزا فالفتوی ہو تاکہ اس کا فائدہ یہ ہو کہ نصیر اور ابو بکر کا اس میں کلام ہے جو اتصال سے اعم ہے بلاالکہ وہ ابن مبارک کے کلام کا تتمہ ہے اور "ان" وصیلہ ہے اور فالفتوٰی میں فاء فصیحیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر وہ برف سے جُدا ہو تو بلاخلاف جائز ہے اور اگر متصل ہو تو اسی طرح عبداللہ اور ابو حفص کے نزدیک حکم ہے اور نصیر اور ابو بکر کہتے ہیں نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے، علاوہ ازیں منیہ کے عام نسخوں میں وعلیہ الفتوی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، اس کا قول فان کان متصلا نفس متن میں فاء کے ساتھ نہیں جو حلیہ میں منقول ہے، تو وہم کی بنیاد ہی ختم ہوگئی۔ پھر میں نے غُنیہ میں دیکھا کہ اُنہوں نے اس کی حق تفسیر کی، اور ایک اور فائدہ بیان کیا جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ (ت)

اور صحیح یہ ہے کہ وہی بالائی حصہ ناپاک ہوگا جو دَہ در دَہ سے کم ہے یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی نکال دیا گیا اور آب وہاں تک رہ گیا جہاں سے دَہ در دہ ہے تو یہ پانی پاک ہے اس لئے کہ اگرچہ وہ آب نجس سے متصل تھا مگر آب کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ بدل نہ جائے، ہندیہ میں ہے:

ان کان اعلی الحوض اقل من عشر فی عشر واسفلہ عشر فی عشر او اکثر فوقعت نجاسۃ فی اعلی الحوض وحکم بنجاسۃ الا علی ثم انتقص الماء وانتھی الی موضع ھو عشر فی عشر فالاصح انہ یجوز الوضوء بہ والاغتسال فیہ [1]	اگر حوض کا بالائی حصہ دَہ در دَہ سے کم ہو اور اس کا نچلا حصہ دہ در دہ ہو یا زیادہ ہو اور نجاست حوض کے اوپر والے حصے میں گر جائے، اور اوپر والے حصہ کے نجس ہونے کا حکم کر دیا جائے، پھر پانی گھٹ جائے اور ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ در دہ ہو تو اصح یہ ہے

[1] فتاوٰی ہندیۃ الثانی الماء الراکد نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹

کذا فی المحیط۔	کہ اس سے وضو اور غسل جائز ہے کذا فی المحیط۔(ت)

بحر الرائق میں ہے:

وذکر السراج الھندی ان الاشبہ الجواز[1]۔	اور سراج ہندی نے ذکر کیا ہے کہ اشبہ جواز ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

نص فی الذخیرۃ انہ الاشبہ[2]۔	ذخیرہ میں نص ہے کہ یہی اشبہ ہے۔(ت)

فتوٰی کہ منیہ میں مذکور ہوا اُس سے بھی یہی مراد ہے کہ حصّہ بالائی کی نجاست پر فتوی ہے نہ کہ کل کی، غنیہ میں ہے:

(الحوض اذا انجمد ماؤہ فنقب فی موضع) وبقی الماء تحت الجمد متصلا بہ (فوقعت فیہ نجاسۃ قال نصیرو ابو بکر یتنجس الماء) لکونہ متصلا بالجمد فلا یخلص بعضہ الی بعض فیکون وقوع النجاسۃ فی ماء قلیل فیفسدہ (وقال ابن المبارک وابو حفص لاوان کان) ای ولو کان (الماء متصلا بالجمد) لکونہ عشرا فی عشر (والفتوی علی قول نصیر) لما قلنا (واما اذا کان) الماء تحت الجمد (منفصلا) عنہ (فیجوز) ولا یفسد الماء لان الفرض انہ عشر فی عشر ولم تنفصل بقعۃ منہ عن سائرہ کما فی الصورۃ الاولٰی۔	(حوض کا پانی جب جم جائے اور کسی جگہ سوراخ کیا جائے) اور برف کے نیچے والا پانی اس کے ساتھ متصل رہے (تو اس میں نجاست گر گئی، تو نصیر اور ابو بکر نے فرمایا پانی نجس ہوجائیگا) کیونکہ وہ برف کے ساتھ متصل ہے تو اس کا بعض حصّہ دوسرے بعض کی طرف نہیں جائیگا اور اس طرح نجاست قلیل پانی میں گرے گی، اور اس کو فاسد کردے گی (اور ابن مبارک اور ابو حفص نے کہا نہیں اگرچہ وہ ہو) یعنی برف پانی سے متصل ہو، کیونکہ وہ دہ در دہ ہے (اور فتوی نصیر کے قول پر ہے) جیسا کہ ہم نے کہا (اور اگر پانی ہو) برف کے نیچے جدا برف سے (تو جائز ہے) اور پانی فاسد نہ ہوگا کیونکہ مفروضہ یہ ہے کہ یہ دہ در دہ ہے اور اس کا کوئی حصہ باقی پانی سے جُدا نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔(ت)

اسی طرح منیہ میں جو اس کے متصل تھا:

وان ثقب الجمد فعلا الماء فولغ الکلب یتنجس عند عامۃ العلماء[3]۔	اور اگر برف میں سوراخ کیا تو پانی اوپر چڑھ آیا اس میں کُتّے نے مُنہ ڈال دیا تو عام علماء کے نزدیک نجس ہوجائیگا۔(ت)

[1] بحر الرائق بحث الماء الدائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷
[2] حلیہ
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الحیاض ص۹۹

دونوں شارح محقق نے اسے اُسی قدر پانی کی نجاست پر حمل فرمایا ہے غنیہ میں ہے:

(یتنجس عند عامة العلماء) ولم یعتبر الماء الذی تحت الجمد وکان مافی الثقب کغیرہ من الماء القلیل خلافا لما قال البعض ان مافی الثقب یعتبر متصلابما تحتہ وھو کثیر فلا یتنجس[1]۔	(اور عام علماء کے نزدیک پانی نجس ہوجائے گا) اور جو پانی برف کے نیچے ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور جو سوراخ میں ہے وہ تھوڑے پانی کی طرح ہے، لیکن بعض علماء نے اس کے خلاف یہ فرمایا ہے کہ جو سوراخ میں ہے وہ اسی طرح ہے جو اس کے نیچے ہے اور وہ کثیر ہے تو ناپاک نہ ہوگا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

(یتنجس عند عامة العلماء) ذلك الماء الذی فی الثقب لاالحوض لان المسألة مفروضة فی الحوض الکبیر[2]۔	(عام علماء کے نزدیک نجس ہوجائے گا) وہ پانی جو سوراخ میں ہے نہ کہ حوض میں کیونکہ مسئلہ بڑے حوض میں مفروض ہے۔ (ت)

یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے،

وھنا بحث غریب للخانیة ثم للخلاصة واللفظ لھا قال اختلف المشائخ فیہ وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الماء الذی تنجس فی اعلی الحوض اکثرمن الماء الذی فی اسفلہ ووقع الماء النجس فی اسفل الحوض علی التدریج کان طاھرا علی مایاتی فی مسألة الجمد وقال بعضھم لایطھر کالماء القلیل اذا وقعت فیہ نجاسة ثم انبسط علی مامر[3] اھ والمراد بما یاتی فی الجمد	اور یہاں ایک عجیب بحث خانیہ اور خلاصہ کی ہے الفاظ خلاصہ کے ہیں فرمایا کہ مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور جواب میں تفصیل ہونی چاہئے، اگر وہ پانی جو حوض کے بالائی حصہ میں نجس ہوا ہے اس پانی سے زیادہ ہے جو اس کے نچلے حصے میں ہے، اور نجس پانی حوض کے نچلے حصے میں گرا بتدریج تو پاک رہے گا، جیسا کہ منجمد پانی کے بیان میں آئے گا، اور بعض نے فرمایا طاہر نہیں رہے گا جیسے قلیل پانی، جب اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل جائے، جیسا کہ گزرا اھ اور مایاتی فی الجمد سے

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۰

[2] حلیہ

[3] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاولی فی الحیض نولکشور لکھنؤ ۱/۴

قولہ رحمہ اللہ تعالٰی لوتنجس موضع النقب ثم ذاب الجمد بتدریج الماء نجس وقال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوائی رحمہ اللہ تعالٰی الماء طاھر سواء ذاب بتدریج اودفعۃ واحدۃ[1] اھ۔

اقول: وجہ الاول وعلیہ المعول انہ کلما ذاب شیئ منہ اتصل بالنجس وھو قلیل فیتنجس حتی تاتی النجاسۃ علی الکل بخلاف ما اذا ذاب دفعۃ لانہ کثیر فلا یتنجس بمجاورۃ النجس و وجہ قول شمس الائمۃ انہ کثیر وفیہ ان النجس لایطھر بالکثرۃ۔

اقول: لکن(۱)فی قیاس مسألتنا علی مسألۃ الجمد نظرفان الطاھر ھھنا ماء کثیر فلا یضرہ مجاورۃ نجس سواء کانت دفعۃ اوتدریجا وکان المجاور اکثر منہ اواقل علی خلاف مایفیدہ تقییدہ بکثرۃ المتنجس ای قدرالامساحۃ من قصر حکم الطھارۃ علی مالوکان اقل مماتحتہ قدرافلا یتنجس ماتحتہ سواء وقع فیہ دفعۃ اوتدریجا بخلاف الاکثر وانت تعلم ان الماء الکثیر انما یتنجس بتغیر وصف لہ بالنجاسۃ بلافرق

مرادان کا قول ہے کہ "اگر سوراخ کی جگہ نجس ہوئی پھر منجمد پانی بتدریج پگھل گیا تو پانی ناپاک ہے، اور شیخ الامام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا پانی پاک ہے خواہ بتدریج پگھلا ہو یا یک دم اھ (ت)

میں کہتا ہوں پہلے قول کی وجہ جس پر اعتماد ہے کہ جب بھی اس سے کوئی چیز پگھلی اور نجس سے متصل ہوئی اور وہ قلیل ہو تو وہ نجس ہو جائے گا یہاں تک کہ کل نجس ہوگا،بخلاف اس صورت کے جبکہ یکدم پگھل جائے کیونکہ وہ کثیر ہے، لہٰذا نجس کی مجاورت کی وجہ سے نجس نہ ہوگا، شمس الائمہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر ہے، اور اس میں یہ اعتراض ہے کہ نجس کثرت کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں ہمارے مسئلہ کو منجمد پانی پر قیاس کرنے میں نظر ہے کیونکہ یہاں پاک پانی کثیر ہے تو اس کو نجس کی مجاورۃ نقصان دہ نہ ہوگی خواہ یکدم ہو یا بتدریج ہو اور مجاور اس سے زیادہ یا کم ہو، یہ اس کے خلاف ہے کہ جس کو متنجس کی کثرت کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی مقدار کے اعتبار سے نہ کہ پیمائش کے اعتبار سے، جس نے طہارت کے حکم کو اُس صورت میں مقصور کیا کہ اگر وہ اپنے نیچے والے پانی سے کم ہو، تو اس کا نیچے والا ناپاک نہ ہوگا، خواہ اس میں وہ یکدم گرا ہو یا تدریجی طور پر،بخلاف اکثر کے اور آپ کو معلوم ہے

[1] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاولی فی الحیض نولکشور لکھنؤ ۱/۴

بین قدر وقدر علی القول الصحیح المعتمد المفتی بہ کما عرف فی مسألۃ جیفۃ فی النھر نعم مشی الشیخ علی مختارہ ثمہ حیث قال انکان مایلاقی الجیفۃ اکثر اوکانا سواء فالماء نجس [1] اھ والیہ یشیر قولہ الماء النجس اذادخل الحوض الکبیر لاینجس الحوض وانکان الماء النجس علی ماء الحوض غالبا لانہ کلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض علیہ غالبا [2] اھ فقد ؎ اشار الی	کہ کثیر پانی اسی وقت نجس ہوگا جب نجاست کی وجہ سے اس کا کوئی وصف متغیر ہوجائے، اس میں مقادیر کے طرق کے اعتبار نہیں، قول صحیح، معتمد، مفتی بہ یہی ہے، جیسا کہ نہر میں گرجانے والے مردہ کے مسئلہ میں معلوم ہوا ہے البتہ شیخ نے وہاں اپنے مختار قول ہی کو لیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو پانی مردار سے ملاقی ہے، اگر وہ زائد ہے یا دونوں برابر ہیں تو پانی نجس ہے اھ اور ان کے قول "نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہوجائے تو وہ حوض ناپاک نہ ہوگا"

؎ **اقول:** (۱) وبما اشرناالیہ اندفع ماجنح الیہ فی الحلیۃ من اثبات التناقض بین فرعی الخلاصۃ ھذین فان مقتضی الفرع الاخیر طھارۃ السافل بلا تفصیل اھ بمعناہ وذلک لان کلامہ فی ھذاالفرع یشیر الی صورۃ التدریج فلاینافی التفصیل المذکور (۲) سابقا وکذا اندفع بحثہ ترجیح الطھارۃ مطلقاوان ذاب تدریجا حیث قال بعدقول شمس الائمۃ قلت وھذاھوالمتجہ بعد انکان الحوض کبیراولم یظھر للنجاسۃ اثرفیہ کماھو فرض المسألۃ اھ

اقول: ماذا ینفع کون متسع الحوض کبیرا بعد انکان الذائب من الجمد قلیلا فالعبرۃ للماء

میں کہتا ہوں ہم نے جس طرف اشارہ کیا ہے اس سے حلیہ میں جو کہا ہے وہ رفع ہوگیا، حلیہ میں انہوں نے خلاصہ کی اِن دو فرعوں کے درمیان تناقض ثابت کیا ہے، کیونکہ آخری فرع کا مقتضی یہ ہے کہ نچلا حصہ بلاتفصیل پاک ہے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا کلام اس فرع میں تدریج کی صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے تو سابقہ تفصیل کے خلاف نہ ہو گا، اور اسی طرح ان کی وہ بحث ساقط ہوگئی جس میں انہوں نے مطلقًا طہارت کو ترجیح دی ہے اگرچہ وہ پگھلا ہو تدریجاً انہوں نے شمس الائمہ کے قول کے بعد فرمایا "میں کہتا ہوں یہی معقول بات ہے بشرطیکہ حوض بڑا ہو اور نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، جیسے کہ مسئلہ میں مفروض ہے اھ **میں کہتا ہوں** حوض کے بڑا ہونے کا ایسی صورت

[1] خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فی التوضی، الماء الجاری نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[2] خلاصۃ الفتاوی الجنس الاولی فی الحیض نولکشور لکھنؤ ۴/۱

التدریج، ولفظ الفتح فی تعلیلہ لان کل مایتصل بالحوض الکبیر یصیر منہ فیحکم بطہارتہ[1] وفی البزازیہ الماء الکثیر النجس دخل فی الحوض الکبیر لاینجسہ لانہ حکم بالطہارۃ زمان الاتصال[2] اھ ھذا وجہ
وثانیا: (۱) لااثر لوقوع ماء نجس فی ماء طاھر الا اللقاء وھو حاصل فیما نحن فیہ من بدو الامر ففیم التفصیل بخلاف مسألۃ الجمد فانہ

اگرچہ نجس پانی حوض کے پانی پر غالب ہوجائے میں اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ جونہی پانی حوض کے پانی سے ملے گا حوض کا پانی اس پر غالب ہوتا جائیگا اھ تو انہوں نے تدریج کی طرف اشارہ کیا ہے اور فتح نے اس کی تعلیل میں یہ فرمایا ہے "اس لئے کہ جو بڑے حوض سے ملے گا وہ اسی کا جز ہوجائیگا تو اس کی طہارت کا حکم لگایا جائے گا اھ اور بزازیہ میں ہے کہ کثیر نجس پانی جب بڑے حوض میں داخل ہوجائے تو اس کو

لا للمحل والماء ھو الذائب دون الجمد ثم استشھد علیہ بفرع الخلاصۃ الاخیر وتعلیلہ بانہ کلما اتصل بالحوض صار ماء الحوض علیہ غالبا قال بل ھذا ابلغ کما ھو غیر خاف فتنبہ لذلک اھ
اقول: (۱) ذلك فی ماء نجس کثیر لقی ماء طاھرا کثیرا تدریجا وھذا ماء قلیل طاھر لقی ماء نجسا فاین ھذا من ذلك (۲) وای مدخل فیہ للابلغیۃ من حیث ان ثم الغالب النجس وھھنا الطاھر بعد ان التدریج جعل ذلك الغالب مغلوبا کما افصح بہ فی الخلاصۃ وھذا المغلوب غالبا کما علمت واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

میں کیا فائدہ جبکہ پگھلی ہوئی برف کم ہو کیونکہ اعتبار پانی کا ہے نہ کہ محل کا اور پانی تو پگھلا ہوا ہی ہے نہ کہ جمی ہوئی برف، پھر انہوں نے اس پر خلاصہ کی آخری فرع اور اس کی تعلیل سے استشہاد کیا، اور وہ یہ کہ جب وہ حوض سے ملے گا تو حوض کا پانی اس پر غالب ہوجائے گا، فرمایا یہ زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ مخفی نہ رہے، تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے اھ
میں کہتا ہوں وہ کثیر نجس پانی میں سے جو کثیر طاہر پانی سے ملاقی ہو اور یہ ملاقات تدریجا ہو، اور یہ کم طاہر پانی ہے جس کی ملاقات نجس پانی سے ہوئی ہے تو اس میں اور اُس میں کیا نسبت ہے اور اس میں ابلغیۃ کو کیا دخل ہے کیونکہ وہاں غالب نجس ہے اور یہاں طاہر بعد اس کے کہ تدریج نے اُس غالب کو مغلوب کردیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور اس مغلوب کو غالب کردیا جیسا کہ آپ نے جانا ہے واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱
[2] بزازیۃ علی الہندیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۷

لانجمادہ لالقاء مع النجس الاالسطح منہ فالباقی اذا ذاب تدریجا حصل اللقاء للقلیل فتنجس والکثرۃ للمتنجس فلم یطھر واذا ذاب دفعۃ حصل اللقاء للکثیر فلم یتنجس،

وثالثا: المعھود ھھنا ان الماء العالی یرفع ویبقی السافل لاان العالی یقع فی السافل دفعۃ اوتدریجا،

و رابعا:(۱) اذاکان الماء ان متلاصقین ولم یکن ھذاوقوع العالی فی السافل لم یتصور الزیادۃ علیہ الا بوقوع العالی فی محل السافل ولا یکون الابعد خروج السافل لاستحالۃ التداخل فلا یقع العالی فی السافل ابدالا دفعۃ ولا تدریجا،

وخامسا(۲) لوفرض فلایکون الاالخروج ھذا ودخول ذاك والکل حرکۃ فلا یمکن الا تدریجاکأن یکون فی السافل منفذ یفتح فیجعل السافل یخرج والعالی ینزل ولا تصور لان یخرج السافل دفعۃ فیسقط العالی مرۃ واحدۃ وبالجملۃ لم یصل فھمی القاصر لمرادہ واللہ تعالٰی اعلم بمراد خواص عبادہ لاجرم ان قال فیہ فی الدر لووقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر [1] فقال ش فاذا بلغھا جاز وان کان اعلاہ اکثر مقدارا وفی البحر عن السراج الھندی انہ الاشبہ [2] اھ ورحم اللہ

نجس نہیں کرے گا کیونکہ اتصال کے وقت اس پر طہارت کا حکم لگ چکا ہے اھ یہ معقول بات ہے۔

ثانیا: نجس پانی کے پاک پانی میں پڑ جانے کا کوئی اثر نہیں، سوائے ملاقات کے، اور وہ ہمارے اس مسئلہ میں ابتداء سے حاصل ہے تو تفصیل کس چیز میں ہے، بخلاف منجمد پانی کے مسئلہ کے، کیونکہ یہ منجمد ہے اس لئے اس کی ملاقات نجس کے ساتھ نہ ہوگی صرف اس کی سطح ملے گی، اور باقی جب تدریجی طور پر پگھلے گا تو اس کے تھوڑے سے جزء سے ملاقات ثابت ہوگی، تو نجس ہوجائیگا، اور کثرہ متنجس کیلئے ہے تو پاک نہ ہوگا، اور جب یک دم پگھلے گا تو کثیر سے ملاقات ہوگی، تو ناپاک نہ ہوگا۔

ثالثا: معمول کے مطابق اوپر والا پانی اٹھا لیا جاتا ہے اور نیچے والا پانی باقی رہ جاتا ہے نہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے میں گرتا ہے، کبھی یک دم اور کبھی تدریجی طور پر۔

رابعا: جب دونوں پانی ملے ہوئے ہوں اور اوپر والا نیچے والے میں نہ گرے تو اس پر زیادتی متصور نہ ہوگی صرف ایک صورت میں زیادتی ہوگی اور وہ یہ کہ اوپر والا نیچے والے کی جگہ میں گرے اور یہ تب ہی ہوگا جبکہ نیچے والا نکلے، کیونکہ تداخل محال ہے، تو اوپر والا نیچے والے میں کبھی نہیں گرے گا، نہ یک دم اور نہ تدریجی طور پر۔

---

[1] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۳۶/۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱۴۳/۱

العلامة الشلبی حیث نقل فی حاشیة الزیلعی کلام الخانیة الی ذکرالقولین ورسم اھ ولم یعرج لذکر بحثھا اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔	خامسا، گرنا فرض کیاجائے تواس کے نکلنے اور اس کے داخل ہونے کی وجہ سے ہوگا،اوریہ سب حرکت ہے، تو یہ صرف تدریجی طور پر ہی ہوسکتا ہے،مثلًا یہ کہ نچلے میں کوئی سوراخ ہو جس کو کھولا جائے تو نیچے والا نکلنے لگے اوراُوپر والا اترنے لگے اور اس کا کوئی تصور نہیں کہ نیچے والا یک دم نکلے اور اوپر والا یکدم گر جائے،اور خلاصہ یہ کہ میں اپنی ناقص رائے میں ان کی مراد سمجھنے سے قاصر رہا ہوں اوراللہ تعالٰی اپنے خواص کی مراد کو زیادہ جاننے والا ہے۔پھر انہوں نے فرمایا در میں ہے اگراس میں نجس واقع ہوجائے توجائز نہیں یہاں تک کہ دس کو پہنچ جائے، تو "ش" نے فرمایاجب وہ دس کو پہنچے توجائز ہے اگرچہ اس کے اوپر والا مقدار میں زائد ہو،اور بحر میں سراج ہندی سے منقول ہے کہ یہی اقرب الی الحق ہے اھ اور اللہ تعالٰی علامہ شلبی پر رحم کرے کہ انہوں نے زیلعی کے حاشیہ میں خانیہ کا کلام نقل کیا قولین کے ذکر تک اور اھ کانشان لگادیااور انکی بحث کا اصلًا ذکر نہ کیا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

سوال۵۰ دوم:

اسی صورت میں حوض کے بالائی حصّے کے منتہی پر ایک نالی ہے جب یہ اوپر کا پانی ناپاک ہوانالی کھول کر نکال دیا گیاصرف نیچے کا پانی جہاں سے دہ دردہ ہے رہ گیاپھر پاک پانی سے بھر دیا گیاتواب یہ سب حوض پاک ہوگیایا نہیں،اگر نہیں توکیاکیاجائے کہ پاک ہو **بینوا توجروا**۔

الجواب:

اگر ناپاک پانی نکال دینے کے بعد اتناانتظار کیاکہ حوض کی بالائی سطوح جواُس پانی سے ناپاک تھیں خشک ہو کر پاک ہوگئیں اس کے بعد پاک پانی بھراگیااوراوپر عـــہ آجانے والی نجاست باقی نہیں توساراحوض پاک ہے ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہوگیا،ردالمحتار میں ہے:

لوکانت النجاسة مرئیة باقیة فیه اوامتلاء قبل جفاف اعلی الحوض تنجس [1]۔	اگر حوض میں نجاست مرئیہ باقی رہے یا بھر جائے حوض کااعلٰی حصہ خشک ہونے سے پہلے تو نجس ہوجائے گا۔(ت)

عـــہ: توضیح جواب سوم سے ہوگی خلاصہ یہ کہ تہ نشین نجاست اوپر آئے گی نہیں اور پانی ملے گاآب زیریں سے جو بوجہ کثرت ناپاک نہیں اور اُوپر آنے والی اگر غیر مرئیہ تھی یامرئیہ نکال دی گئی کہ وہ بھی غیر مرئیہ رہ گئی تو ناپاک پانی کے ساتھ نکل گئی ہاں مرئیہ باقیہ ہے توپھر ناپاک کردے گی ۱۲منہ غفرلہ (م)

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

چارہ کار یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکال کر پاک پانی ڈالتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے اب وہ حوض کے کنارے بھی پاک ہوگئے اور یہ سب پانی بھی۔ درمختار میں ہے:

المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه [1]۔	مختار مذہب پر نجس حوض صرف پانی کے جاری ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

يطهر الحوض بمجرد مايدخل الماء من الانبوب ويفيض من الحوض هوالمختار لصيرورته جاريا [2]۔	مختار قول میں صرف نالی کے ذریعہ پانی داخل ہونے اور حوض سے بہہ جانے سے حوض پاک ہوجاتا ہے کیونکہ اب پانی جاری ہوچکا ہے۔(ت)

فتاوی امام ظہیر الدین میں ہے:

الصحيح انه يطهر وان لم يخرج مثل مافيه وان رفع انسان من ذلك الماء الذى خرج وتوضأ به جاز [3] اھ ذكره ش واقوال اُخر وروايات مضطربة سيأتى الكلام عليها والله تعالٰى اعلم۔	صحیح قول پر حوض پاک ہوجائیگا اگرچہ اتنا پانی خارج نہ ہوا ہو جتنا اس میں ہے اگر کوئی آدمی وہ پانی اٹھائے جو خارج ہوچکا ہے اور اس سے وضو کرے تو جائز ہے۔ اس کو شامی نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال اور مضطرب روایات بھی ذکر کی ہیں جن پر کلام آئے گا، والله تعالٰی اعلم۔(ت)

سوال [۱۵] سوم:

اسی صورت میں اگر پانی صرف حصہ زیریں دہ در دہ میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہوا، پھر نجاست نکال کر یا بے نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصّہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا بیّنوا توجروا۔

الجواب:

کتب حاضرہ سے اس صورت پر کلام اس عــــہ وقت ذہن میں نہیں، وانا اقول وبالله التوفیق

عــــہ: نعم تعرض لها السادة الثلثة ناظروا	ہاں تینوں سادات نے اس سے بحث کی ہے "ط" نے (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[2] غنیۃ المستملی سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۰۳

[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

نجاست چار قسم ہے مرئیہ کہ نظر آئے اور غیر مرئیہ کہ پانی میں مل کر امتیاز رہے جیسے پیشاب، اور ہر ایک دو قسم ہے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)

الدر فقال ط انکان اعلاہ ضیقاواسفلہ عشر افاذا بلغھاو وقعت فیہ نجاسۃ حینئذ جاز التطھیر بہ فاذا امتلأ حتی بلغ المکان الضیق قال الحلبی لم اجد حکمہ والظاھر التنجس لان النجاسۃ تحقق وقوعھاوانماجوزنا التطھیر بہ لسعتہ وقد ذھبت اھ

اقول: وسیردعلیك ماحرر الفقیر بتوفیق القدیر(۱)ویظھر بہ ان ھذا الحکم غیر ظاھر بل ولامقبول فی راسبۃ مرئیۃ او غیرھا و لا فی طافیۃ مرئیۃ قداخرجت اوبقیت فی زاویۃ فی الاسفل ولا فی غیر مرئیۃ وفی الاسفل زوایافانما یقبل فی ثنتین من سبع ان تکون مرئیۃ وقد طفت اوغیر مرئیۃ ولا زاویۃ وذلك انہ انما یتحقق وصولھا الی الاعلی فی ھاتین فماذا یضرہ ضیقہ ولم یصل الیہ النجس ولم یتصل بماء متنجس۔ھذاونقلہ ش ھکذا بقی مالو وقعت فیہ النجاسۃ ثم نقص فی المسألۃ الا ولی(ای اعلاہ کثیر)اوامتلأ فی الثانیۃ(ای اسفلہ کثیر)قال ح لم اجدحکمہ اھ ثم تعقبہ بقولہ ھذا عجیب فانہ حیث حکمنا بطھارتہ ولم یعرض لہ ماینجسہ ھل یتوھم نجاستہ نعم لوکانت النجاسۃ مرئیۃ وکانت باقیۃ فیہ اوامتلأ قبل جفاف اعلی الحوض تنجس اما اذا کانت غیر مرئیۃ اومرئیۃ واخرجت منہ اوامتلأ بعد ماحکم بطھارۃ جوانب اعلاہ بالجفاف

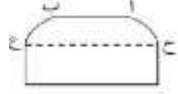
فرمایا اگر اس کا بالائی حصہ تنگ اور نچلا دس ہاتھ ہو جب پانی اسفل تک پہنچے اور اس میں نجاست گر پڑے تو اس سے طہارت جائز ہے اور جب وہ بھر جائے یہاں تک کہ تنگ جگہ کو پہنچ جائے تو حلبی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، بظاہر ناپاک ہو جائے گا، کیونکہ اس میں نجاست کا گرنا یقینی ہے اور ہم نے اس کی فراخی کے باعث اس سے پاک کے جواز کا قول کیا ہے اور اس صورت میں فراخی ختم ہو گئی ہے اھ

میں کہتا ہوں اس سلسلہ میں جو میں نے لکھا ہے وہ آپ دیکھ لیں گے، اس سے معلوم ہوگا کہ یہ حکم نہ تو ظاہر ہے اور نہ مقبول ہے، خواہ وہ حوض کی گہرائی میں نظر آتی ہو یا نہ آتی ہو اور نہ تیرنے والی مرئی میں جو نکال دی ہو یا کسی گوشہ میں نچلے حصّہ میں باقی ہو اور نہ غیر مرئیہ کی صورت میں نچلے حصہ میں کئی زاویے ہوں سات میں سے دو صورتوں میں مقبول ہوگا اگر مرئیہ ہو، اور اوپر آگئی ہے یا غیر مرئیہ ہو، اور زاویہ میں نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اُوپر کی طرف آنا اس وقت متحقق ہوگا جب کہ اِن دو صورتوں میں ہو، تو اُس کی تنگی اُس کیلئے کیا مضر ہوگی حالانکہ نہ اُس تک نجاست پہنچی اور نہ وہ نجس پانی سے متصل ہوئی۔ اور "ش" نے اس کو اسی طرح نقل کیا، اب یہ صورت باقی رہ گئی کہ اگر اس میں نجاست گر گئی پھر پہلی صورت میں پانی گھٹ گیا

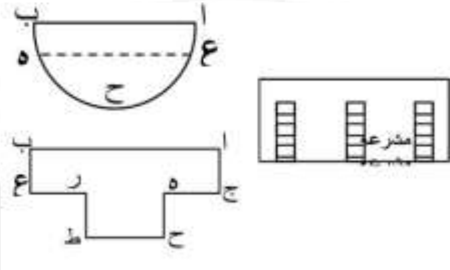
طافیہ کہ اوپر تیرتی رہے اور راسبہ کہ تہ نشین ہوجائے اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ آئے گی جب تو سارا حوض پاک ہے مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ، نیچے کا حصّہ یوں کہ دہ در دہ ہے اثرِ نجاست قبول نہ کرے گا اگرچہ

فلا اذلا مقتضی للنجاسة هذا ماظهر لی اھ **اقول:** رحم الله السید فاولا(۱) انما الکلام فیما اذاوقع النجس فی الکثیر ثم انتقص بتسفل اوامتلأ وحدیثاجفاف اعلی الحوض وعدمه متعلقان بمااذا وقعت نجاسة فی الاعلی القلیل ثم بلغ الاسفل الکثیر ثم ملئ فبلغ القلیل فهمابمعزل عن المحل وثانیا لایتنجس (۲) بمرئیة باقیة راسبة ولا بطافیة تعلقت بزاویة **وثالثا** یتنجس(۳) بغیر المرئیة ایضالوطافیة ولازاویة هذا۔ثم **قول**(۴) ح فی الاولی لم اجد حکمه لایستقیم علی ماشرحنابه نظم الدر لکونه اذن مصرحابه فیه والله تعالٰی اعلم منه غفرله(م)	(یعنی اس کا اوپر والا کثیر ہو) یا دوسری صورت میں بھر گیا (یعنی اس کا نچلا حصہ کثیر ہوگیا) "ح" نے فرمایا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، پھر بعد میں فرمایا "یہ عجیب ہے" کیونکہ جب ہم نے اس کی طہارت کا حکم لگایااور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں آئی جو اس کو نجس کرے تو آیا اس کی نجاست متوہم ہے، ہاں اگر نجاست مرئی ہو اور اس میں باقی ہو یا حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے سے قبل بھر جائے تو ناپاک ہوجائیگا، اور اگر نجاست غیر مرئی ہو یا مرئی ہو اور اس سے نکالی جائے یا اس کے بالائی حصّے کے کناروں کے خشک ہونے کے بعد بھر گیا، تو نہیں کیونکہ نجاست کا کوئی مقتضی نہیں، یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ **میں کہتا ہوں** اللہ سید پر رحم کرے، اول تو یہ کہ کلام اُس صورت میں ہے جبکہ نجاست کثیر پانی میں واقع ہو، اور پھر پانی کم ہوجائے یا بھر جائے، اور حوض کے بالائی حصے کے خشک ہونے اور نہ ہونے کی بات اس صورت سے متعلق ہیں جبکہ نجاست اعلٰی قلیل میں گر کر نچلے کثیر میں پہنچے پھر حوض بھر کر قلیل کو پہنچے تو یہ دونوں صورتیں اس بحث سے الگ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ پانی کی تہ میں بیٹھی باقی نجاست مرئیہ سے نجس نہ ہوگا اور نہ ہی ایسی نجاست سے جو تیرتی ہوئی کسی گوشہ میں ٹھہر گئی ہو۔ تیسرا، غیر مرئیہ سے بھی نجس ہوجائیگا اگر تیرنے والی ہو اور کوئی گوشہ نہ ہو۔ پھر "ح" کا پہلی صورت میں یہ فرمانا کہ میں نے اس کا حکم نہیں پایا، درست نہیں، جیسے کہ ہم نے در کی نظم کی اس کے ساتھ تشریح کی ہے، کیونکہ یہ تو اس میں بصراحت مذکور ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

نجاست اُس میں موجود ہے اور اوپر کا حصّہ یوں کہ نجاست اُس میں نہیں اور جس سے متصل ہے وہ پاک ہے اور اگر نجاست طافیہ مرئیہ تھی اور اُسے پہلے نکال دیا جب بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی کوئی وجہ نہیں اور اگر بے نکالے پانی بھر دیا کہ پانی ڈالے سے اوپر آگئی تو بالائی حصّہ ناپاک ہوگیا کہ نجاست اُس سے متصل ہوئی اور وہ آب قلیل ہے رہی طافیہ غیر مرئیہ اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حوض کے حصہ زیریں میں کوئی کنج ایسا نہ ہو جو اُس نجاست کو اوپر جانے سے روکے مثلاً یہ شکل



دونوں حصوں میں خط ح ع فصل مشترک ہے ظاہر ہے کہ جو اُترانے والی چیز خط ح ع میں کہیں ہے وہ پانی بھرنے سے خط ا ب پر آجائے گی دوسرے یہ کہ ایسے کنج ہوں مثلاً یہ شکل



اول میں خط ہ ر دوم میں خط ح ہ پر جو ایسی چیز ہو وہ پانی بھرے سے خط اب تک ضرور پہنچے گی لیکن دوم میں خط ہء یا یکم میں دو خط ح ہ خط ر ع کے نیچے جو کچھ ہے وہ اب تک نہیں جاسکتا پہلی صورت میں بالائی حصہ ا ب ح ع ناپاک ہوجائے گا اور دوسری صورت میں سارا حوض پاک رہے گا ولہذا ہم نے طافیہ مرئیہ میں پانی ڈالے سے اوپر آجانے کی قید لگائی کہ اگر کسی کنج میں اُلجھ رہی تو اب بھی کوئی حصہ ناپاک نہ ہوگا۔

والوجه فیه ان غیرالمرئیة لاتنعدم بل تکتتم وحیث هی طافیة لابدلهامن العلم ولذامنع العراقیون من مشائخنا التوضی من موقع غیرالمرئیة فی العرض الکبیر لانه راکد فلا تنتقل وجوز ائمة بلخ وبخاری وماوراء النهرالتوضی منه من این یشاء و هو الصحیح وعللوه بانتقال المائع قال ملك العلماء فی البدائع وانکانت غیرمرئیة قال مشائخ العراق لایتوضؤ من ذلك الجانب لما ذکرنا فی المرئیة(وهو قوله لانا تیقنابالنجاسة فی ذلك الجانب)بخلاف الماء الجاری لانه ینقل النجاسة فلم یستیقن بالنجاسة فی موضع الوضوء ومشائخنابماوراء النهر فصلوابینهما(ای بین	اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مرئیہ ختم نہیں ہوتی ہے بلالکہ چھپ جاتی ہے، اور جب تیر رہی ہوتی ہے تو اس کااُوپر آنا لازمی ہے، اس لئے ہمارے عراقی مشائخ بڑے حوض میں گر جانے والی غیر مرئی نجاست کے مقام سے وضو کو جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ ٹھہری ہوتی ہے تو منتقل نہ ہوگی اور بلخ، بخاری اور ماوراء النہر کے مشائخ نے اجازت دی کہ جہاں سے جی چاہے وضو کرلے اور یہی صحیح ہے، اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بہنے والی چیز منتقل ہوتی ہے، ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا کہ اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو مشائخ عراق کا قول ہے کہ اُس جانب سے وضو نہ کرے جیسا کہ ہم نے مرئیہ میں ذکر کیا ہے (اس سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے اُس جانب میں نجاست کا یقین کرلیا

المرئیۃ وغیرھا) ففی	ہے) بخلاف جاری پانی کے کیونکہ وہ نجاست

غیر المرئیۃ یتوضؤ من ای جانب کان کما قالوا جمیعا فی الماء الجاری وھو الاصح لان غیر المرئیۃ لایستقر فی مکان واحد بل ینتقل لکونہ مائعا سیالا بطبعہ فلم نستیقن بالنجاسۃ فی الجانب الذی یتوضؤ منہ فلانحکم بنجاسۃ بالشك[1] اھ وفی الحلیۃ قال مشائخ بلخ وبخاری یتوضؤ من ای جانب کان وفی محیط رضی الدین والتحفۃ والبدائع وغیرھا ھو الاصح لان غیر المرئیۃ ینتقل لکونہ مائعا سیالا[2]۔	کو منتقل کرتا ہے تو مقامِ وضو میں نجاست کا یقین نہیں اور ہمارے ماوراء النہر کے مشائخ نے دونوں میں تفصیل کی ہے (یعنی مرئیہ اور غیر مرئیہ میں) اور غیر مرئیہ میں جس جانب سے چاہے وضو کرے جیسا کہ جاری پانی میں سب کا اتفاق ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کہ کیونکہ غیر مرئیہ کسی ایک جگہ میں نہیں ٹھہرتی بلاکلہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ طبعی طور بہنے والی ہے اس لئے وضوء والی جانب میں نجاست کا یقین نہ ہوا، پس شک کی وجہ سے ہم نجاست کا حکم نہیں دیں گے اھ اور حلیہ میں ہے کہ بلخ اور بخارٰی کے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس جانب سے چاہے وضو کرلے اور رضی الدین کی محیط، تحفہ اور بدائع وغیرہ میں ہے کہ وہی اصح ہے کیونکہ غیر مرئیہ منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سیال مائع ہے۔ (ت)
اقول: احسن فی ترك بطبعہ وھو فی کلام البدائع متعلق بسیالا لاینتقل لان طبع المائع الانحدار الی صبب لاالانتقال فی سطح مستو بلا سبب نعم الریاح لاتزال تزعزع المیاہ ومن ضرورتہ انتقال المائع المختلط بہ ولیس لہ جھۃ معینۃ لاختلاف الریاح فتطرق الاحتمال الی جمیع المحال اذا عرفت ھذا ففی الصورۃ الاولی حیث لاحاجز لھا عن العلو تطفو وتنجس الاعلی علی قول الجمیع بل لولم تطف لنجست لاتصالھا بالماء الاعلیٰ ولو من تحت امافی الثانیۃ فعلی قول العراقیین ان کانت وقعت فی الماء السافل فی محاذاۃ	**میں کہتا ہوں** انہوں نے بطبعہ کو چھوڑ کر اچھا کیا، اور یہ بدائع میں "سیالا لاینتقل" سے متعلق ہے کیونکہ بہنے والی چیز کی خاصیت نیچے کی طرف آنا ہے وہ مستوی سطح کی طرف بلا سبب نہیں جاتا ہے، ہاں ہوائیں مسلسل پانی میں لہر پیدا کرتی رہتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہنے والی چیز جو اس میں شامل ہو جائے منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی ایک جہت متعین نہیں کیونکہ ہوائیں مختلف رخ سے چلتی ہیں، تو ہر جگہ میں احتمال پیدا ہو جائے گا، جب تم نے یہ جان لیا تو پہلی صورت میں جہاں اوپر جانے سے کوئی مانع نہ ہو نجاست تیر کر اوپر آجائے گی اور تمام علماء کے مطابق اوپر والا حصہ ناپاک ہو جائے گا، بلاکلہ

[1] بدائع الصنائع فصل فی المقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] حلیۃ

خط ا ب تنجس الاعلی لعدم انتقالهامن ثم وان وقعت فی حجاب عنه مثل خط رء وہء لم تنجس لانهالاتصل الی الماء العالی وعلی قول سائرالائمة الاصح لاتنجس مطلقاوان کانت وقعت حذاء ا ب لاحتمال انتقالهاالی احدی الزوایاولایزول الیقین بالشك هذا ماظهر لی والله تعالٰی اعلم۔	اگر نجاست تیر کر نہ بھی جائے تو بھی ناپاک ہوگا کیونکہ وہ اوپر والے پانی کے ساتھ متصل ہوجائے گی خواہ نیچے سے ہو اور دوسری صورت میں توبقول عراقی مشائخ کے اگر نجاست نچلے پانی میں اب خط کے مقابل گری ہے تو اوپر والا نجس ہوجائیگا، کیونکہ وہ وہاں سے منتقل نہیں ہوئی ہے اور اگر وہ اس کے حجاب میں گری ہے جیسے رء اور ہء کا خط تو پانی نجس نہیں ہوگا کیونکہ وہ اوپر والے پانی تک نہ پہنچے گی اور باقی ائمہ کے قول کے مطابق اصح یہ ہے کہ مطلقا ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست اب کے مقابل گری ہو کیونکہ احتمال ہے کہ وہ کسی ایک زاویے کی طرف منتقل ہوگئی ہو اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے هذا ماظهر لی والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

سوال ۵۲ چہارم

حوض اوپر دہ در دہ اور نیچے کم ہے بھرے ہُوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا یا نیچے کا حصّہ ناپاک ہوگیا جہاں سے مساحت سوہاتھ سے کم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کلام علامہ سید طحطاوی سے ظاہر یہ ہے کہ حصّہ زیریں ناپاک ہوجائیگا۔

حیث قال واذا وقعت فیه نجاسة فی تلك الحالة فالا علی طاهر الی ان یبلغ الا قل فینجس [1] اھ وحمله علی انه ینجس بنجاسة اخری خلاف ظاهر سوق الکلام۔ **اقول:** وکذا هو ظاهر الدران قدر وقوع النجس بقرینة قرینه فان نظمه لواعلاہ	جہاں فرمایا کہ "اور جب اس میں نجاست گر جائے اس حالت میں تو بالائی حصہ پاک ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچے تو وہ ناپاک ہوگا اھ" اور اس کو اس پر محمول کرنا کہ وہ دوسری نجاست کے ساتھ نجس ہوجائیگا سیاق کلام کے ظاہر کے خلاف ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اور اسی طرح وہ دُر کا ظاہر ہے اگر نجس گرنا مقدر کیا جائے اور اس پر قرینہ اس کا متصل

[1] طحطاوی علی الدرالمختار باب المیاہ بیروت ۱/۱۰۸

عشرا واسفله اقل جاز حتی یبلغ الا قل ولو بعکسه فوقع فیه نجس لم یجز حتی یبلغ العشر [1]اھ فان ضمیرجاز الی رفع الحدث به ومعلوم ضرورة من الدین ان رفع الحدث جائز بکل ماء مطلق مطلقا ولو قلیلامالم ینسلب طهارتهاوطهوریته فکان المعنی کقرینه لواعلاہ عشرا واسفله اقل فوقع فیه نجس جازالتطهر به حتی یبلغ الاقل فاذا بلغه لم یجزفقد غیاجواز التطهر به ببلوغه الاقل فبنفس البلوغ لایجوز لظهور حکم النجس الذی لم یتحمله الا علی لکثرته وحمله علی التقیید بوقوع النجاسة بعد بلوغ الاقل کما فعل ش حیث قال ای اذا بلغ الاقل فوقعت فیه نجاسة تنجس کما فی المنیة [2]اھ

فاقول: (۱) خروج عن الظاھر (۲) واخراج للکلام (عـــه) الی قریب من العبث (۳) والاستناد الی

کلام ہے، کیونکہ ان کی عبارت اس طرح ہے، اور اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہے اور نچلا حصہ کم ہے تو وضو جائز ہے یہاں تک کہ وہ اقل کو پہنچے اور اگر اس کا عکس ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ دس ہاتھ کو پہنچے اھ کیونکہ جاز کی ضمیر "رفع الحدث به" کی طرف لوٹتی ہے اور یہ چیز دین کے ضروریات سے ہے کہ رفعِ حدث ہر مطلق پانی سے جائز ہے خواہ کم ہی ہو تاوقتیکہ اس کی طہارت یا طہوریت سلب نہ ہوئی تو معنی اس کے قرین کی طرح یہ ہوئے کہ اگر اس کا بالائی حصہ دس ہاتھ ہو اور اس کا نچلا حصہ کم ہو اور اس میں نجس واقع ہو جائے تو اس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اقل کو پہنچ جائے، اور جب اقل کو پہنچے تو جائز نہیں اس کے ساتھ طہارت کے جواز کی غایت اقل کو پہنچنا بیان فرمائی تو نفس بلوغ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نجس کا حکم ظاہر ہے جس سے بالائی بالائی حصہ متاثر نہ ہوا کیونکہ وہ کثیر ہے اور اس کو اقل کو پہنچنے کے بعد نجاست کے واقع ہونے سے مقید کرنا جیساکہ "ش" نے کیا انہوں نے فرمایا "یعنی جب اقل کو پہنچے اور اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا جیساکہ منیہ میں ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ ظاہر سے خروج ہے، اور کلام کو تقریباً لغو قرار دینا ہے اور اس کو مُنیہ کی طرف

عـــه فی الحلیة عند قول المنیة اذا سدالماء من فوقه وبقی جریه یجوز التوضی به مانصه کان علی المصنف ان یذکر

منیہ کے اس قول "جب اوپر سے پانی بند ہو جائے اور پانی جاری ہو تو وضوء جائز ہے" پر حلیہ نے کہا کہ مصنف کو "به" کی جگہ "فیه" کہنا چاہئے تھا

[1] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۳۶/۱
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱۴۲/۱

المنیة فی غیر محله فان عبارتها لو ان ماء الحوض کان عشرا فی عشر فتسفل فصار سبعا فی سبع فوقعت النجاسة فیه تنجس فان امتلاء صار نجسا ایضا[1] اھ فھو لم یذکر للاعلی حکما انما قصد بیان حکم المتسفل فاحتاج فی التصویر الی وقوع النجس فیه لیکون توطئة لابانة حکم خفی وھو انه بعد امتلائه ایضا یبقی نجسا کما کان بخلاف نظم الدر فانه افرز الاعلی بحکم الجواز ولا معنی له الا بفرض وقوع المانع والا فذکرہ عبث ثم حد لجوازہ حدا ینتھی دونه وھو بلوغ الاقل فافاد ماقلنا واین ھذا من عبارة المنیة، وکلام الدر من اوله الی ھنا فی رفع الحدث به لافیه ولو کان لصح حملا له علی معنی التوضی بغمس الاعضاء فیه بناء علی ماھو الحق من فرق الملاقی والملقی وان کان میل صاحب الدر الی خلافه فاذن کان	منسوب کرنا بے محل ہے کیونکہ منیہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر حوض کا پانی دہ در دہ ہو اور پھر نیچے چلا جائے اور سات در سات ہو جائے پھر اس میں نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جائیگا اور اگر بھر جائے تو بھی نجس ہو جائیگا تو انہوں نے بالائی کا کوئی حکم بیان نہیں کیا ان کا مقصود تو محض یہ تھا کہ وہ نچلے کا حکم بیان کریں تو اس کی وضاحت میں ان کو یہ کہنا پڑا کہ اس میں نجاست گر جائے، تاکہ یہ ایک مخفی حکم کے اظہار کی بنیاد بن جائے اور وہ یہ کہ یہ بھر جانے کے باوجود نجس ہی رہے گا جیسا کہ پہلے تھا، اور در کی نظم اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے بالائی پر جواز کا حکم لگایا اور اس کا کوئی مفہوم نہیں، ہاں مانع کے وقوع کو فرض کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے، ورنہ تو اس کا ذکر عبث ہے، پھر انہوں نے اس کے جواز کی ایک حد مقرر کی جس سے پہلے وہ منتہی ہوتا ہے اور وہ اقل تک پہنچنا ہے تو جو ہم نے کہا اس کا انہوں نے افادہ کیا، اور اس کو منیہ کی عبارت

فیه (ای مکان به) لان من الواضح جدا جواز الوضوء به جاریا کان اوغیر جار خارجه فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم ھم اعلی کعبا من ذکر مثله اھ منه غفرله۔(م)	کیونکہ اس سے وضوء کا جواز بہت واضح ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو لہٰذا پانی کے جاری رہنے کی قید لگانا بے موقع ہوگا حالانکہ ان حضرات کا مقام ایسے کلام سے بلاند وبالا ہے اھ (ت)

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

یؤل الی کلام البزازیة لوعشرا فی عشر ثم قل توضأ به لافیه لاعتبار اوان الوقوع [1]اھ لکن لامساغ له فی کلامه ولذا احتاج ش الی اضافة قید لیس فیه فترجح ماقلنا۔	سے کیا تعلق ہے؟ اور دُر کا کلام ابتداء سے یہاں تک اس کے ساتھ حدث کے رفع کرنے کی بابت ہے نہ کہ اُس میں، اور اگر ایسا ہوتا تو صحیح ہوتا اور اس کو اس پر محمول کیا جاتا کہ اس میں اعضاء کو ڈبو کر وضو کرنا جیسا کہ حق ہے کہ ملقی اور ملاقی میں فرق ہے اگرچہ صاحبِ در کا میلان اس کے خلاف ہے، ایسی صورت میں بزازیہ کے کلام کی طرف لوٹا جائیگا اگر دہ در دہ ہو پھر کم ہو گیا ہو تو اسکے ساتھ وضو کرے نہ کہ اس میں کیونکہ وقوع کے زمانے کا اعتبار ہے اھ مگر اس کی ان کے کلام میں گنجائش نہیں، اور اس لئے "ش" نے لیس فیہ کا اضافہ کیا، تو جو ہم نے کہا وہ راجح ہے۔(ت)

اور کلام علامہ سید شامی سے مفہوم کہ سب پاک رہے گا۔

حیث قال فی المسألة الاخری وھی ماذا کان اعلاہ قلیلا واسفله کثیرا فوقع فیه نجس لم یجز حتی یبلغ العشر فاذا بلغها جاز مانصه وکانهم لم یعتبروا حالة الوقوع ھھنا لان مافی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب کثرته مساحة وانه لو وقعت فیه النجاسة ابتداء لم تضرہ بخلاف المسألة الاولی تدبر [2]اھ ففرق بین المسألتین ان نجاسة الاعلی القلیل لاتشمل الجزئین وطھارة الا علی الکثیر تشملھما۔ **اقول اولا:** (ا)اعتبار حالة الوقوع	جبکہ فرمایا دوسرے مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ جب کہ اس کا بالائی حصہ کم ہو اور نچلا زائد ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دہ در دہ کو پہنچے تو جب اس مقدار کو پہنچے تو جائز ہے، اور ان کی عبارت یہ ہے اور گویا ان حضرات نے یہاں وقوع کی حالت کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ جو نچلے حصہ میں ہے وہ الگ حوض کے حکم میں ہے کیونکہ وہ پیمائش کے اعتبار سے کثیر ہے، اور یہ کہ اگر اس میں ابتداءً نجاست گرتی تو مضر نہ ہوتی بخلاف پہلے مسئلہ کے تدبر اھ تو دونوں مسئلوں میں فرق ہے کہ اوپر والے کی نجاست جو قلیل ہے دونوں جزؤں پر مشتمل نہیں اور اعلٰی کثیر کی طہارت دونوں کو شامل ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں اولًا** حالتِ وقوع کا اعتبار

[1] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ الہندیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۴
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

مذکور فی البدائع والتبیین والخانیة والخلاصة والبزازیة والحلیة والغنیة والبحر وغیرھامن دون ثنیا ولاحاجة الی استثناء ھذہ فان الاسفل لم یزل کثیرا فقد اعتبرت حالة الوقوع الا ان یقال ان الماء کان واحدا ظاھرا و وجھه حین الوقوع قلیلا وبه العبرة فکان ینبغی التنجس باعتبارہ لکن لم ینجسوہ نظرا الی ان وجھه یصیر کثیرا حین بلوغ الماء الی الاسفل۔

وثانیا:(۱)لقائل ان یقول لم لایقال فی تلك اعنی مسألتنا ھذہ ان مافی الاسفل فی حکم حوض اخر بسبب قلته مساحة وانه لووقعت فیه النجاسة ابتداء لضرته وقد یمکن الجواب بان الکثیر یستتبع القلیل فیعد الاسفل القلیل عمقالا علی الکثیر ومعلوم ان الوجه ان کان کثیرا لم یتنجس شیئ من الماء لاوجھه ولا عمقه ولا یشترط مع ذلك کثرة العمق الا تری لوکان الحوض علی ھذا الشکل



نصف دائرة وکان اب منه کثیرا لایتنجس شیئ منه وان کان مادونه قلیلا حتی لایبقی علی ح الا نقطة بخلاف العکس فان القلیل لایستتبع الکثیر فیعد حوضاً برأسه۔

بدائع، تبیین، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، حلیہ، غنیہ اور بحر وغیرہ میں بلا استثناء مذکور ہے اور اس میں استثناء کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نچلا تو کثیر تھا تو حالتِ وقوع کا اعتبار کیا گیا، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ پانی بظاہر ایک تھا، اور اس کی سطح وقوع کے وقت کم تھی اور اسی کا اعتبار ہے تو مناسب یہی تھا کہ اسی کے اعتبار سے ناپاک ہو، لیکن علماء نے اس کو نجس قرار نہیں دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی سطح کثیر ہوجائے گی جبکہ پانی نچلے حصّہ کو پہنچے گا۔

اور **ثانیاً** کوئی کہنا والا کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نچلا حصّہ ایک مستقل حوض کے حکم میں ہے کیونکہ اس کی پیمائش کم ہے اور یہ کہ اگر اس میں ابتداء کوئی نجاست گرجاتی تو ناپاک ہوجاتا اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثیر قلیل کو اپنا تابع بنالیتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ نچلا کم حصہ گویا اوپر کے کثیر حصہ کیلئے عُمق ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اگر پانی کی سطح زائد ہوتی تو پانی قطعاً ناپاک نہ ہوتا نہ اُس کی سطح اور نہ اُس کی گہرائی، اور اس کے باوجود گہرائی کی کثرت شرط نہیں ہے، مثلاً یہ کہ اگر حوض کی شکل یہ



ہو یعنی آدھے دائرہ کی شکل اور اب اس میں کثیر ہے اس میں کچھ ناپاک نہ ہوگا اگرچہ اس سے کم قلیل ہے اور ح پر صرف ایک نقطہ رہے گا، بخلاف عکس کے کیونکہ قلیل کثیر کو تابع نہیں بناسکتا ہے تو یہ مستقل حوض شمار ہوگا۔(ت)

یہ غایتعـــہ توجیہ ہے۔

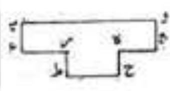
عـــہ: وسیأتی الجواب عنه ۱۲ منه غفرله(م)

عنقریب ان کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا جائے گا۔(ت)

واقول وباللہ التوفیق نجاست اگر طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی ہی نہیں جب توظاہر ہے کہ اس کی نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس کا اتصال آب بالا سے ہے اور وہ بوجہ کثرت نجس نہ ہوا اور اگر راسبہ ہے کہ اسفل تک پہنچی خواہ مطلقاً جسے پتھر یا ابتداءً جیسے غرق شدہ جانور کہ تہ نشین ہو کر مرتا پھر اُتراتا ہے یا انتہاءً جیسے وہ کپڑا کہ تیرتا رہے گا پھر پانی سے بوجھل ہو کر بیٹھ جائیگا تواب دو صورتیں ہیں اُن کا بیان' یہ کہ پانی کیلئے بلحاظ محل مثل حوض وغیرہ ایک توصفت ہے یعنی کثرت وقلّت کہ مساحت محل کے سو ہاتھ یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہے دوسری صورت کہ جس فضا میں متمکن ہے اُس کی شکل سے پیدا ہوتی ہے یہ شکل کبھی واحد ہوتی ہے اگرچہ اس میں حصّے فرض کر سکتے ہیں اگرچہ اُن حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اُن کے لئے منشاء انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ میں کہ مثلاً خط ء ہ تک کثیر اور



نیچے قلیل ہو تو دو حصّے ممتاز ہو جائیں گے اب ء ہ کثیر اور ء ہ ح قلیل مگر حقیقۃً اب ح فضائے واحد ہے اور کبھی شکل خود ہی واقع میں متعدد ہوتی ہے جیسے حوض کے اندر حوض مثلاً اس شکل پر



کہ حصہ بالا اء اور زیریں ہ ط خود ہی ممتاز ہیں اس لحاظ سے حصص زیر و بالا کی چار قسمیں ہو گئیں ایک یہ کہ دونوں حصّے صورۃً وصفۃً ہر طرح متحد ہوں جیسے دو گز گہرے مربع میں ایک گز اوپر ایک گز نیچے، دوم صورۃً متحد ہوں اور صفۃً مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور اہ کثیر اور ء ہ ح قلیل، سوم صفۃً متحد ہوں اور صورۃً مختلف جیسے اسی شکل اط میں جبکہ ہ ر بھی سو ہاتھ سے کم نہ ہو یا اب بھی دہ در دہ سے کم۔ چہارم صورۃً وصفۃً ہر طرح جدا ہوں جیسے یہی شکل جبکہ اب سو ہاتھ اور ہ ر کم ہو۔

قسم اول کا حکم توظاہر کہ وہ زیر و بالا شیئ واحد ہے اگر نجس ہوگا سب نجس ہوگا پاک رہے گا سب پاک رہے گا۔

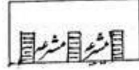
یونہی قسم دوم کہ بلاشبہ وہ محلِ واحد ہے اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہے۔

یونہی سوم کہ اگرچہ دو شے ہے مگر دونوں متحد الصفۃ ہیں اگر کثیر ہیں تو زیریں بھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ نجاست راسبہ ہو اور قلیل ہیں تو یہ بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ نجاست طافیہ ہو کہ نجس سے اتصال نہ ہوا تو متنجس سے ہوا کہ حصہ بالا ناپاک ہو گیا۔

شکل چہارم وہی محل نظر ہے جبکہ نجاست راسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر میں ظاہر یہی ہے کہ ناپاک ہو جائے کلام ائمہ سے معہود یہی ہے کہ جب صورت وصفت دونوں مختلف ہوں تو ان کو دو محل جداگانہ ٹھہراتے ہیں اور فقط اتصال قلیل بہ کثیر کو کافی نہیں جانتے۔

نہر کے (۲) کنارے کنارے پانی لینے کیلئے تختہ بندی کرتے ہیں کہ اُن پر بیٹھ کر پانی لیں وضو کریں اس سے

خانے خانے ہوجاتے ہیں ہر خانہ مشرعہ کہلاتا ہے۔



پانی اگر تختوں سے نیچا ہے جب تو محل کلام نہیں کہ تختوں سے پانی کا انقسام نہ ہوا لیکن اگر پانی تختوں سے ملا ہوا ہے تو ہر خانہ آب جداگانہ سمجھا جائیگا اور اگر اُن کا طول وعرض دس دس ہاتھ نہیں تو جن کے نزدیک دونوں امتداد ہونا شرط ہے اس میں نجاست پڑے تو جتنا پانی تختوں سے گھرا ہوا ہے ناپاک ہوجائیگا اور نہر کے پاک پانی سے اس کا متصل ہونا نفع نہ دے گا۔

یوں ہی[1] اگر نہر یا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سے برف توڑ کر پانی کھول لیا اگر بہتا پانی اُس جمے ہوئے سے متصل نہیں تو ظاہر کہ پانی شیئ واحد رہا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھولا گیا دس دس ہاتھ طول وعرض میں نہیں تو یہ ان کے نزدیک نجاست سے ناپاک ہوجائیگا اور اُس میں اعضاء ڈال کر وضو کرنے سے مستعمل ہوجائیگا اور بہتے پانی سے اُس کا اتصال فائدہ نہ دے گا ہاں[2] باقی پانی بحال خود رہے گا مثلاً ایک مشرعہ میں نجاست پڑی یا کسی نے اعضاء بے وضو ڈال کر دھوئے تو صرف وہی مشرعہ ناپاک یا مستعمل ہوا برابر کے دوسرے مشرعہ سے پینا وضو کرنا ہوسکتا ہے کہ وہ تو ہر ایک اُن کے نزدیک حوض جُدا ہے یونہی برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہوجائے تو اُس کے برابر دوسری جگہ سے کھول کر استعمال کرسکتا ہے یونہی اگر[3] حوض کبیر سے کاٹ کر ایک حوض صغیر بنایا کہ اُس میں سے پانی اس میں آیا یہ نجاست یا اعضائے بے وضو ڈالنے سے اُن کے نزدیک نجس ومستعمل ہوجائیگا اور بڑے حوض سے پانی ملا ہونا کام نہ دے گا یہ گویا بعینہٖ وہی صورت چہارم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ صورت مبحوثہ میں وہ حوض صغیر حوض کبیر کے نیچے ہے اور اس صورت میں اس کے برابر، پانی بہرحال ملا ہوا ہے، توجس طرح صفت وصورت دونوں مختلف ہونے کے باعث اُن کے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کبیر کا جُز نہ ٹھہرا بلکہ مستقل قرار پایا۔ یونہی نیچے کا۔ ان مسائل پر نصوص کتبِ مذہب میں دائر وسائر ہیں اگرچہ فقیر کے نزدیک ان کی بنا اشتراط امتدادین طول وعرض پر ہے اور صحیح ومعتمد اعتبار محض مساحت ہے یہ خلافیہ جداگانہ ہے یہاں غرض اس قدر کہ بحال خلاف صورت وصفت معاً قلیل کو تابع کثیر نہ مانا فتاوٰی امام اجل قاضیخان میں ہے:

حوض کبیر فیه مشرعة توضأ انسان فی المشرعة اواغتسل ان کان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لایجوز فیه الوضوء و اتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منهالاینفع کحوض کبیر تشعب منه حوض	ایک بڑا حوض ہے جس میں سے ایک نالی نکلتی ہے اس میں کسی شخص نے وضو یا غسل کیا تو پانی اگر تختوں سے متصل ہے بمنزلہ تابوت کے تو اس میں وضو جائز نہیں اور نالی کے پانی کا خارجی پانی سے متصل ہونا نافع نہ ہوگا جیسے بڑا حوض جس سے

صغیر فتوضأ انسان فی الحوض الصغیر لا یجوز وان کان ماء الحوض الصغیر متصلا بماء الحوض الکبیر کذا لایعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء اذا کانت الالواح مشدودة[1]۔	چھوٹا حوض نکالا گیا ہو پھر چھوٹے حوض سے کسی انسان نے وضو کیا تو یہ جائز نہیں اگرچہ چھوٹے حوض کا پانی بڑے حوض سے متصل ہو، اسی طرح نالی کے پانی کا نچلے پانی سے متصل ہونا معتبر نہیں جبکہ تختے بندھے ہوئے ہوں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لوجمد حوض کبیر فنقب فیه انسان نقبافتوضأ فیه ان کان الماء متصلا بباطن النقب لایجوز و الاجاز و کذا الحوض الکبیر اذا کان له مشارع فتوضأ فی مشرعة اواغتسل والماء متصل بالواح المشرعة ولا یضطرب لایجوز وان کان اسفل منها جازلانه فی الاول کالحوض الصغیر فیغترف ویتوضؤ منه لافیه وفی الثانی حوض کبیر مسقف[2]۔	اگر بڑا حوض منجمد ہو جائے اور اس میں کوئی شخص سوراخ کردے اور اس میں وضو کرے تو اگر پانی سوراخ کے اندرونی حصے سے متصل ہو تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اسی طرح بڑے حوض میں جب نالیاں ہوں اور وہ کسی ایک نالی سے وضو کرے یا غسل کرے حالانکہ پانی تختوں سے متصل ہو اور اس میں حرکت وارتعاش پیدا نہ ہو تو جائز نہیں اور اگر تختوں سے نیچے ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ پہلی صورت میں چھوٹے حوض کی طرح ہے تو چُلّو بھر کر اس سے وضو کرے نہ کہ اس میں، اور دوسری صورت میں بڑا حوض چھت والا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

جمد ماؤہ فنقب ان الماء منفصلا عن الجمد جازلانه کالمسقف وان متصلا لالانه کالقصعة حتی لو ولغ فیه کلب تنجس[3]۔	اگر اس کا پانی جم جائے اور کوئی اس میں سوراخ کیا تو اگر پانی برف سے جدا ہو تو جائز ہے کیونکہ وہ چھت والے حوض کی طرح ہے اور اگر پانی متصل ہو تو جائز نہیں کیونکہ وہ بڑے پیالہ کی طرح ہوگا کہ اگر اس میں کُتّا منہ ڈال دے تو ناپاک ہو جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فے الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴
[2] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱
[3] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

ای موضع الثقب دون المتسفل فلوثقب فی موضع اخر واخذ الماء منه وتوضأ جاز کما فی التاتر خانیة [1]۔	یعنی سوراخ کی جگہ نہ کہ نچلا حصّہ تو اگر کسی اور جگہ سوراخ کیا اور اُس سے پانی لیا اور وضو کیا تو جائز ہے جیسا کہ تتار خانیہ میں ہے۔(ت)

غنیہ کی عبارت مذکورہ مسئلہ اولیٰ نے اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا جو فقیر کے بیان میں آیا،

حیث قال اذاکان الماء تحت الجمد منفصلا عنه یجوز لانه عشر فی عشر ولم تنفصل بقعة منه عن سائرہ کما فی الصورة الاولی [2]۔	وہ فرماتے ہیں کہ جب پانی برف کے نیچے ہو اور اس سے جدا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ وہ دہ در دہ ہے اور اس کا کوئی بقعہ دوسرے سے الگ نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔(ت)

ہاں [1] تالابوں نہروں میں چھوٹے چھوٹے کنج گوشے جابجا ہوتے ہیں اُن میں ہر ایک کو مستقل ماننے میں حرج اور خلاف متفاہم عرف ہے لہٰذا اُس کی تقدیر ڈھائی ہاتھ چوڑے سے کی ہے کہ دس ہاتھ کی چہارم ہے اور ربع کیلئے حکم کل دیا جاتا ہے جیسے نجاست خفیفہ میں کہ بدن یا کپڑے پر لگے، خلاصہ میں فرمایا:

النهر الذی هو متصل بالحوض فکان اذاامتلاء الحوض یدخل الماء النهر فتوضأ انسان فیه انکان النهر قدر ذراعین ونصف لایجوز ولا یجعل تبعاللحوض وان کان اقل یجوز ویجعل تبعا للحوض وقیل لایجوز ولا یجعل تبعاللحوض وانکان قدر ذراع [3]۔	وہ نہر جو حوض سے متصل ہو، اور جب حوض بھر جائے تو پانی نہر میں چلا جاتا ہو اب اگر اس نہر سے کوئی انسان وضو کرے تو اگر نہر ڈھائی ہاتھ ہے تو وضو جائز نہیں اور اس کو حوض کے تابع نہیں کیا جائیگا، اور اگر کم ہے تو جائز ہے اور اسکو حوض کے تابع سمجھا جائیگا ایک اور قول ہے کہ جائز نہیں اور اس کو حوض کے تابع نہیں سمجھا جائیگا۔ اگرچہ ایک ہاتھ کی مقدار ہو۔(ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

النهر المتصل بالحوض الکبیر الممتلئ ان کان عـه	وہ نہر جو بڑے بھرے حوض سے متصل ہو اگر ڈھائی ہاتھ

عـه وقع فی نسخة الطبع ان کان الحوض وهو خطأ اھ منه غفرله۔(م)	مطبوع نسخہ میں ان کان الحوض کا لفظ واقع ہے یہ درست نہیں ہے اھ (ت)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

قدر ذراعین ونصف لایکون تبعاله لان الربع یحکی حکایة الکل فلا یتوضؤ منه وان اقل منه فتبع وقیل لیس بتبع وان قدر ذراع[1]	ہو تو حوض کے تابع نہیں کیونکہ چوتھا کل کے قائم مقام ہوتا ہے تو اس سے وضو درست نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو تابع ہے اور ایک قول ہے کہ تابع نہیں خواہ ایک ہاتھ ہو۔(ت)

اقول: یوں ہی تالابوں نہروں کی تہ میں گڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گڑھے کو مستقل قرار دینے میں حرج ومخالفت عرف ہے لہٰذا ارشاد مذکور کی بنا پر اُس کی تقدیر بھی پچیس ہاتھ مساحت سے چاہئے **لان الربع یحکی حکایة الکل** (کیونکہ چوتھا کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔(ت) یہاں اُس تعلیل کا جواب بھی کُھل گیا کہ **الکثیر یستتبع القلیل** (کثیر قلیل کو تابع بناتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہئے کہ صورت مسئولہ میں اگر نجاست طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں یا مختلف تو ہے مگر پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہے تو ان سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نجس نہ ہوگا اور یہی محمل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست راسبہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلٰی سے مختلف الشکل ہے اور سو ہاتھ مساحت سے کم مگر پچیس ہاتھ سے کم نہیں تو اوپر کا حصہ بوجہ کثرت پاک رہے گا اور یہ حصہ زیریں بوجہ حوض مستقل قلیل ہونے کے ناپاک ہوجائیگا اور یہی محمل کلام علامہ طحطاوی کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لئے ظاہر ہوا اور محل محتاج تحریر وتنقیح اور جزم بالحکم دست نگر تصریح ہے۔

والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئ علیم امامافی الحلیة تحت قول المنیة المارفی صدر هذا الجواب الرابع حیث قال وهذا محکی فی البدائع عن ابی القاسم الصفار رحمه الله تعالٰی غیر ان فرض المسألة فیهافی الحوض الکبیر وقعت فیه النجاسة ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضه الی بعض وقعت فیه نجاسة ثم عاودہ الماء حتی امتلأ ولم یخرج منه شیئ[2] اھ۔	اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، بیشک میرا رب ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور حلیہ میں منیہ کے قول کے تحت جو اس چوتھے جواب کے شروع میں گزرا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ قول بدائع میں ابو القاسم صفار سے منقول ہے مگر اس میں جو مسئلہ فرض کیا گیا ہے وہ بڑے حوض میں ہے جس میں نجاست گر گئی ہو پھر اس کا پانی اتنا کم ہوگیا کہ اس کا پانی ایک دوسرے سے متصل ہوگیا پھر اس میں نجاست گر گئی اور پھر اس کا پانی زائد ہوگیا یہاں تک

[1] بزازیہ علی الہندیۃ نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴/۴

[2] حلیۃ

فاقول اولا لیس ھذا مسوقا فی البدائع سیاقاواحدا فی تصویر واحد حتی یقال ان الماء الواقع فیه النجاسة حین امتلاء ہ و کثرة مساحته بعد مافرغ اعلاہ وبلغ السافل القلیل احتیج فی تنجیسه الی وقوع النجاسة مرة اخری فافادان السافل القلیل لا ینجس تبعا للعالی الکثیر وھو باطلاقه یشمل ما اذا کان السافل مختلف الصورة بل کل منھما فرع علیحدة ذکرھما فی البدائع علی التعاقب عن امامین فالاولی لاتؤخذ فی الاخری وھذا نصه لوتنجس الحوض الصغیر بوقوع النجاسة ثم بسط ماؤہ حتی صار لایخلص بعضه الی بعض فھو نجس لان المبسوط ھوالماء النجس وقیل فی الحوض الکبیر وقعت فیه النجاسة ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضه الی بعض انه طاھر لان المجتمع ھو الماء الطاھر ھکذا ذکرہ ابو بکر الاسکاف رحمه الله تعالٰی واعتبر حالة الوقوع ولو وقع فی ھذا القلیل نجاسة ثم عاودہ الماء حتی امتلاء الحوض ولم یخرج منه شیئ قال ابو القاسم الصفار رحمه الله تعالٰی لایجوز التوضؤ به لانه کلما دخل الماء فیه صار نجسا[1] اھ وذلك ان لاعتبار حالة الوقوع

کہ حوض بھر گیا اور اس سے کچھ باہر نہ نکلا اھ۔(ت)

تو میں کہتا ہوں اوّلاً، یہ چیز بدائع میں صرف ایک ہی انداز میں مذکور نہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ جب کثیر پانی کے بھرے ہونے کی صورت میں نجاست گر جائے اور اس کا بالائی حصّہ خالی ہو کر نیچے قلیل تک آجائے تو اُسی وقت ناپاک ہوگا جب اُس میں دوبارہ نجاست گرے، تو انہوں نے یہ بتایا کہ نچلا قلیل حصہ اوپر والے حصہ کی متابعت میں ناپاک نہ ہوگا، یہ اطلاق اس کو بھی شامل ہے جبکہ نچلے کی صورت مختلف ہو، بلالکہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ فرع ہے، اس کو بدائع میں یکے بعد دیگرے ذکر کیا ہے، اور دونوں اماموں کی طرف منسوب کیا ہے تو ایک صورت کو دوسری میں نہیں لیا جائیگا ان کی عبارت اس طرح ہے، یا چھوٹا حوض جو نجاست کے گر جانے سے ناپاک ہوگیا ہو، پھر اُس کا پانی اتنا پھیل گیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے سے قاصر ہوگیا تو یہ نجس ہے کیونکہ مبسوط نجس پانی ہی ہے، اور وہ بڑا حوض جس میں نجاست گر گئی پھر اس کا پانی اتنا کم ہوگیا کہ اس کا بعض حصہ دوسرے بعض تک پہنچنے لگا تو یہ پاک ہے کیونکہ جو اکٹھا ہے وہ پاک پانی ہے اسی طرح اس کو ابو بکر الاسکاف نے ذکر کیا اور حالۃ وقوع کا اعتبار کیا، اور اگر اس کم میں نجاست گری پھر اس میں پانی واپس آگیا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور اس میں سے کچھ باہر

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷

محلین الاول تغیر مساحة الماء مع بقائه فی ذاته کما کان بلانقص ولا(۱)زیادة کأن یکون الماء منبسطاً فی حوض کبیر وفیه منفذ مسدود دونه بئر مثلا قطرهاذراعان فوقعت فی الحوض نجاسة فلم یتنجس الماء لانه عشر فی عشرثم اخرجت النجاسة وفتح المخرج حتی انتقل ذلك الماء الی البئر فصار فی قطر ذراعین لم یعد نجسا لان العبرة لحین الوقوع وهو اذذاك كان كثیر المساحة وان صار الاٰن قلیلا(۲)وانكان الماء فی البئر فوقعت فیها نجاسة فنزح كلهاوجعل الماء فی الحوض حتی انبسط وصار عشرا فی عشرلم یطهر اعتبارابحال الوقوع حیث كان عندئذٍ قلیل المساحة وان صار الاٰن كثیرا وهذا مافی البزازیة لوكان دون عشر فی عشر لكنه عمیق وقع فیه مائع وانبسط حتی عد كثیرا لایتوضؤ منه ولو عشرا فی عشر ثم قل توضأ به لافیه لاعتبار اوان الوقوع[1]اھ وفی الخانیة الماء الطاھر اذاكان فی موضع ھو عشر فی عشر

کیونکہ وقوع کی حالت کے دو اعتبار ہیں پہلا تو یہ کہ پانی کی پیائش میں تغیر آجائے اور اس کی ذات بحال رہے جیسی کہ تھی نہ کمی ہو اور نہ زیادتی مثلاً یہ کہ پانی بڑے حوض میں پھیلا ہوا ہو اور اس میں ایک سوراخ ہو جو کنویں تک جاتا ہو اور یہ سوراخ بند ہو، کنویں کا قطر مثلاً دو ہاتھ ہو اب حوض میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا کہ یہ دہ در دہ ہے پھر نجاست نکال لی جائے اور سوراخ کھول دیا جائے اور وہ پانی کنویں کی طرف منتقل ہوجائے اور دو ذراع کے قطر میں پہنچ جائے تو نجس نہ ہوگا، کیوں کہ یہاں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور اس وقت اس کی پیائش زیادہ تھی اگرچہ اب کم ہوگئی ہے اور اگر پانی کنویں میں ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر کنویں کا تمام پانی نکال کر ایک حوض میں جمع کر لیا جائے حتی کہ وہ پھیل جائے اور پانی دَہ در دَہ ہوجائے تو پانی پاک نہ ہوگا کیونکہ نجاست کے واقع ہونے کے وقت کا اعتبار ہے اور اس وقت پیائش کم تھی اگرچہ اب کثیر ہوگئی ہے یہ بزازیہ میں ہے اور اگر دَہ در دَہ سے کم ہو لیکن گہرا ہو اور اس میں کوئی بہنے والی چیز گر گئی اور پھیل گئی یہاں تک کہ زیادہ ہوگئی تو اس سے وضو نہ کیا جائیگا اور اگر وہ دَہ در دَہ ہو اور پھر کم ہوجائے تو اس سے وضو کرے گا نہ کہ اس میں، یہاں بھی گرنے کے وقت کا اعتبار ہے اھ اور خانیہ میں ہے کہ پاک پانی اگر کسی ایسی جگہ میں ہے جو دہ در دہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پانی ایسی جگہ جمع ہوجائے جو دہ در دہ سے کم ہو تو وہ پانی پاک ہے اور اگر پانی تنگ جگہ میں ہو جو دہ در دہ سے کم ہے اس میں نجاست گر جائے پھر وہ پھیل کر دہ در دہ ہوجائے تو پانی ناپاک ہے اور اعتبار اس میں نجاست

[1] فتاوٰی بزازیہ نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵

ووقعت فیه نجاسة ثم انبسط ذلك الماء وصار عشرا فی عشر کان نجسا والعبرة فی ھذا الوقت وقوع النجاسة [1] اھ ومثله فی الخلاصة، وفی الدرر عن التتارخانیة عن الظھیریة وفی غیرھا والثانی تغیر مساحته لزیادة فیه اونقصه کان یکون فی غدیر بطنه اکثر انحدارا من حافاته کما وصفنا من نصف الدائرة اعلاہ عشر فی عشر ثم لم یزل یقل فاذا کان ممتلئا کان کثیرا لایقبل النجاسة فاذا(۱)وقعت واخرجت وقل الماء بالاستعمال اوبحر الصیف حتی یبس فی الاطراف وبقی فی بطنه اقل من عشر فی عشر کما ھو مشاھد فی کثیر من الغدران لم یعد نجسا لانه کان حین وقعت کثیرا وان(۲)جف ماؤہ وبقی فی وسطه قلیلا وعند ذلك وقع فیه نجس ثم دخله الماء حتی امتلأ وصار کثیرا غیر انه لم یفض من جوانبه کی یطھر بالجریان فانه یبقی کما کان نجسا لما مرو ھذا مافی المنیة کما تقدم،وفی الخانیة حوض اعلاہ عشر فی عشر واسفله اقل منه جاز فیه الوضوء یعتبر فیه وجه الماء فان قل ماؤہ وانتھی الی موضع ھو اقل من عشر لایجوز فیه الوضوء [2] و

کے گرنے کے وقت کا ہے اھ اور اسی قسم کا کلام خلاصہ میں ہے، اور دُر میں تتارخانیہ سے ظہیریہ وغیرہ سے منقول ہے اور دوسرا یہ کہ پانی کی پیمائش میں تغیر آجائے اس میں کمی یا زیادتی کے باعث مثلاً یہ کہ اُس کے گڑھے میں پانی کا بہاؤ بہ نسبت کناروں کے زائد ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یعنی دائرہ کا نصف جس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہو پھر برابر کم ہوتا گیا، اور جب بھرا ہوا ہو تو زائد ہوگا نجاست کو قبول نہ کریگا اور جب نجاست گر جائے اور نکال لی جائے اور پانی استعمال کی وجہ سے کم ہوجائے یا گرمی کے باعث اُس کے کنارے خشک ہوجائیں اور اس کے گڑھے میں دہ در دہ سے کم رہ گیا ہو جیسا کہ بہت سے گڑھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ نجس نہ ہوگا کیونکہ جب نجاست اُس میں گری تھی تو وہ زائد تھا اگر حوض کا پانی خشک ہوجائے حتی کہ اس وسط میں تھوڑا سا پانی باقی رہے اور اس وقت نجاست گر جائے پھر پانی داخل ہو حتی کہ وہ بھر جائے اور پانی کثیر ہوگیا مگر پانی اس کے کناروں سے نکلا نہیں ورنہ وہ پانی کے بہاؤ سے پاک ہوجاتا اب وہ حسب سابق نجس ہی رہے گا اس کی دلیل گزری اور یہ منیہ میں ہے جیسا اور خانیہ میں ہے کہ ایک حوض جس کا بالائی حصہ دہ در دہ ہے اور نچلا اس سے کم ہے، اس سے وضو جائز ہے، اور اس میں پانی کی سطح کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس کا پانی کم ہو اور وہ ایسی جگہ پہنچ جائے جو دہ در دہ سے کم تر ہو تو اس میں وضو جائز نہیں، محقق نے فتح میں فرمایا کہ کوئی نجاست دہ در دہ حوض میں گری اور پھر پانی کم ہوگیا تو وہ طاہر ہے اور جب

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فے الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۴/۱
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فے الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۴/۱

قال المحقق فی الفتح سقطت نجاسة فی عشر فی عشر ثم صار اقل فهو طاهر واذا تنجس حوض صغیر فدخل ماء حتی امتلأ ولم یخرج منه شیئ فهو نجس [1] اھ وفی الغنیة الحاصل ان الماء اذا تنجس حال قلته لایعود طاهرا بالکثرة وان کان کثیراقبل عــہ اتصاله بالنجاسة لایتنجس بها ولو نقص بعد سقوطها فیه حتی صار قلیلا فالمعتبر قلته وکثرته وقت اتصاله بالنجاسة سواء وردت علیه او ورد علیها هذاهو المختار [2] اھ وبینه فی التبیین باوجز لفظ فقال(۱)العبرة بحالة الوقوع فان نقص بعده لایتنجس وعلی العکس لایطهر [3] اھ فالامام ملك العلماء رحمه الله تعالٰی ذکر الفصل الاول عن الامام ابی بکر الاسکاف الا تری الی قوله ثم بسط ماؤه وقوله المبسوط هو الماء النجس وقوله المجتمع هو الماء الطاهر فقوله قل ای مساحة لاقدرا یقطع به تعبیره بالمجتمع وذکر الفصل الثانی من قوله ولو وقع فی هذا القلیل عن الامام

چھوٹا حوض ناپاک ہوگیا اور پھر اس میں پانی بھر گیا اور اُس سے کچھ باہر نہ نکلا تو وہ حوض اس نجاست سے ناپاک ہوگا اھ اور غنیہ میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ پانی جب کمی کی حالت میں ناپاک ہوگیا تو کثرت کی حالت میں پاک نہ ہوگا، اور اگر اتصالِ نجاست کے وقت زائد تھا تو نجاست سے نجس نہ ہوگا اور اگر نجاست کے گر جانے کے بعد کم ہوا تو معتبر اس میں پانی کی قلّت و کثرت ہے جبکہ اس میں نجاست گری تھی خواہ نجاست پانی پر وارد ہوئی ہو یا پانی نجاست پر وارد ہوا ہو یہی مختار ہے اھ،
تبیین میں اسی کو بہت مختصر عبارت سے بیان کیا ہے فرمایا، اعتبار وقوع کی حالت کا ہے تو اگر اس کے بعد کم ہوا تو ناپاک نہ ہوگا اور اگر بر عکس ہے تو پاک نہ ہوگا اھ امام ملک العلماء رحمہ اللہ نے پہلی فصل امام ابو بکر الاسکاف سے نقل کی اس کے قول ثم بسط ماؤہ اور ان کا قول مبسوط وہ نجس پانی ہے اور ان کا قول مجتمع وہ پاک پانی ہے، کی طرف غور کریں تو ان کا قول قلّ یعنی پیمائش کے اعتبار سے نہ کہ مقدار کے اعتبار سے جس کو وہ مجتمع سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسری فصل کو "ولو وقع فی ھذا القلیل" سے ذکر کیا یہ امام ابو القاسم الصفار سے منقول ہے، اور اس لئے

عــہ: **اقول**: الاولی حین کما لایخفی اھ منه غفرله ۔(م)

میں کہتا ہوں قبل کی بجائے لفظ حین کا استعمال بہتر ہے اھ (ت)

[1] فتح القدیر بحث الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱
[3] تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

ابی القاسم الصفار ولذا قال [عـہ] عاودہ الماء حتی امتلأ ولیست مقالۃ ابی بکر ماخوذۃ فی مقالۃ ابی القاسم رحمهما اللہ تعالٰی وان کان یوھمہ زیادۃ ھذا فی ھذا القلیل وکذا قولہ ثم عاودہ وقولہ حتی امتلأ فان ھذا شأن حوض کبیر نقص ماؤہ فبقی فی موضع قلیل ولم یمر لھذا ذکر سابقا لان الناقص لایقال لہ المجتمع (۱) فالاشارۃ وقعت غیر موقعہ وثانیا علی تسلیمہ فلاشك ان کلامہ فی الصورۃ الثانیۃ من الصور الاربع اعنی الاختلاف صفۃ مع الاتحاد صورۃ دون الرابعۃ التی فیھا کلامنا یقطع بہ تعلیلہ کلما دخل الماء صار نجسا مع قولہ ولم یخرج منہ شیئ کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

فرمایا اس میں پانی لوٹا یہاں تک کہ حوض بھر گیا اور ابو بکر کا مقالہ ابو القاسم کے مقالہ میں ماخوذ نہیں ہے اگرچہ ھذا القلیل میں ھذا کی زیادتی ہے اور اسی طرح ان کے قول ثم عاودہ اور ان کے قول حتی امتلأ سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کا حال ہے جس کا پانی گھٹ گیا ہے اور کم جگہ میں رہ گیا اور اس کا ذکر شروع میں نہیں ہے، کیونکہ ناقص کو مجتمع نہیں کہا جاتا ہے تو اشارہ بے موقع ہے، اور ثانیاً اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ ان کا کلام چار صورتوں میں سے دوسری صورت میں ہے، میری مراد یہ ہے جب صفت میں اختلاف اور صورت میں اتحاد ہو، یہ چوتھی صورت نہیں ہے جس میں ہماری گفتگو ہے، جس کی تعلیل قطعی یہ ہے، جب بھی پانی داخل ہوگا تو نجس ہوجائیگا پھر ساتھ ہی یہ قید بھی لگاتے ہیں کہ اس سے کوئی چیز نکلی نہ ہو جیسا کہ آپ اِن شاء اللہ تعالٰی پہچان لیں گے۔(ت)

سوال [۵۳] پنجم:

اسی صورت میں پانی حصّہ زیریں قلیل میں تھا اور اس وقت نجاست پڑی اور اُسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا یا بارش وسیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہوگیا تو اب بھی اوپر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حصہ زیریں کا کیا حکم ہے **بینوا توجروا**۔

الجواب:

یہاں اکثر کتب میں منقول تو اس قدر ہے کہ اگر بھر کر اُبل گیا کہ کچھ پانی باہر نکل گیا جب تو پاک ہوگیا کہ جاری ہولیا

عـہ فأفاد زیادۃ القدر دون المساحۃ فقط اھ منہ غفرلہ۔(م)

اس نے مقدار کی زیادتی کا فائدہ دیا ہے صرف پیائش کا نہیں اھ (ت)

ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر میں ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اس میں جتنا پانی ملتا گیا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر اُبل جاتا سب پاک ہو جاتا مگر ایسا نہ ہوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرتِ مساحت سے پاک نہیں ہو سکتا اور بعض نے کہا پاک ہو جائیگا اور اس کی وجہ ظاہر نہیں بدائع سے امام ابوالقاسم صفار کا قول گزرا نیز عبارت مُنیہ فان امتلأ صار نجسا ایضا ای کان (اگر حوض بھر جائے تو وہ نجس ہوگا جیسا کہ وہ تھا۔ت) اُسی میں اس کے بعد ہے **وقیل لایصیر نجسا**[1] (اور بعض نے کہا کہ نجس نہیں ہوگا۔ت) حلیہ میں ہے **ووجھه غیر ظاھر**[2] (اور اس کی وجہ معلوم نہیں۔ت) غنیہ میں اتنا فرمایا **والاول اصح**[3] (اور پہلا زیادہ صحیح ہے۔ت)

اقول: وباللّٰہ التوفیق خیال فقیر میں یہاں ابحاث جلیلہ ہیں جن کو بقدر مساعدت وقت چند تاصیلات و تفریعات میں ظاہر کرے **واللّٰہ المعین وبہ استعین۔**

اصل ۱: ہر مائع یعنی بہتی چیز کہ ناپاک ہو جائے پانی یا اپنی جنس طاہر کے ساتھ بہنے سے پاک ہو جاتی ہے وقد حققه فی ردالمحتار بمالامزید علیه (اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں بطریق اتم کی ہے۔ت)

اصل ۲: آب کثیر کے حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار عمق بھی ضرور ہے جاری ہونے کیلئے ان میں سے کچھ شرط نہیں مینھ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے جاری ہے اگرچہ گرہ بھر کے پرنالہ سے آرہا ہو کما نصوا علیه فی ماء السطح (جیسا کہ سطح کے پانی میں فقہاء نے نص کی ہے۔ت) ولہٰذا یہ حکم ہر برتن کو شامل ہے مثلاً کٹورے یا تھالی میں ناپاک پانی ہو پانی اس پر ڈالیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے پانی اور برتن سب پاک ہو جائیں گے امام ملک العلماء نے بدائع آخر **فصل مایقع به التطھیر** میں فرمایا:

الحوض الصغیر اذا تنجس قال الفقیه ابو جعفر الهندوانی رحمه اللّٰه تعالٰی اذا دخل فیه الماء الطاھر وخرج بعضه یحکم بطھارته بعد ان لاتستبین فیه النجاسة لانه صار جاریا وبه اخذ الفقیه ابو اللیث وعلی ھذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس[4]۔	چھوٹا حوض جب ناپاک ہو جائے، فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے فرمایا جب اس قسم کے حوض میں پاک پانی داخل ہو جائے اور اس میں سے کچھ حصہ نکل جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو کیونکہ وہ جاری ہو جائیگا، اور یہی فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور اس پر حمّام کا

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲
[2] حلیہ
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱
[4] بدائع الصنائع آخر فصل مایقع بہ التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷

حوض یا برتن قیاس کیا جائے، یعنی نجس ہونے کی صورت میں۔(ت)(۴)

اصل ۳: اس جریان کے تین رکن ہیں:

۱۔دخول ۲۔خروج ۳۔معیت

یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے کچھ حصّہ خارج ہو اور وہ نکلنا اُسی داخل ہونے کی حالت میں ہو اگرچہ ابتدائے دخول میں نہ ہو۔

(۱)لوٹے میں ناپاک پانی ہے اُس پر پاک پانی نہ ڈالیے۔ٹونٹی سے وہی ناپاک پانی نکال دیجئے تو صرف خروج بلا دخول ہوا یا(۲)آدھے لوٹے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجئے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلاخروج ہوا یا پاک(۳) پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹونٹی سے کچھ نکال دیجئے تو خروج بحال دخول نہ ہوا۔ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک(۴) پانی ڈالتے رہیے یہاں تک کہ بھر کر اُبلنا شروع ہو اُس وقت پاک ہوگا کہ ایک وقت وہ آیا کہ خروج ودخول کی معیت ہوگئی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلاخروج تھا۔ تبیین وفتح میں ہے:

ولو تنجس الحوض الصغیر بوقوع نجاسة فیه ثم دخل فیه ماء اٰخر و خرج الماء منه طهر وان قل اذاکان الخروج حال دخول الماء فیه لانه بمنزلة الجاری[1]۔	اور اگر چھوٹے حوض میں نجاست گر گئی اور وہ نجس ہوگیا پھر اس میں اور پانی داخل ہوگیا اور نکل گیا تو حوض پاک ہوجائیگا خواہ کم ہی ہو جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل گیا ہو کیونکہ وہ بمنزلہ جاری کے ہے۔(ت)

بحر میں اسی کی مثل لکھ کر فرمایا:

صححه فی المحیط وغیرہ وقال السراج الهندی وکذا البئر واعلم ان عبارة کثیر منهم تفید ان الحکم اذا کان الخروج حالة الدخول وهو کذلك فیما یظهر لانه ح یکون فی المعنی جاریا لکن ایاك وظن انه لوکان الحوض غیر ملاٰن فلم یخرج منه شیئ فی اول الامر لایکون طاهرا اذ(۲)غایته انه عند امتلائه قبل خروج الماء	محیط وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا اور سراج ہندی نے فرمایا اور اسی طرح کُنویں کا حال ہے اور جاننا چاہئے کہ اکثر علماء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جبکہ پانی داخل ہوتے ہی نکل جائے تو حکم بظاہر ایسا ہی ہے کیونکہ یہ جاری کے حکم میں ہے لیکن آپ یہ گمان نہ کریں کہ اگر حوض بھرا ہوا نہ ہو اور اس میں سے ابتداءً کچھ نہ نکلے تو وہ پاک نہ ہوگا کیونکہ حوض بھرنے تک نکلنے سے پہلے ناپاک ہوجائیگا پھر وہ اتنی مقدار کے نکلنے کے بعد پاک ہوجائیگا جس سے طہارت

[1] تبیین الحقائق بحث عشر فی العشر بولاق مصر ۱/۲۲-۲۳

منه نجس فیطهر بخروج القدر المتعلق به الطهارة اذا اتصل به الماء الجاری الطهور کما لوکان ممتلئا ابتداء ماء نجسا ثم خرج منه ذلك القدر لاتصال الماء الجاری به کذا فی شرح المنیة[1] اھ۔ یرید حلیة الامام ابن امیر الحاج۔	متعلق ہو جبکہ اس کے ساتھ طاہر اور طہور پانی متصل ہو جو جاری ہو جیسا کہ ابتداءً بھرا ہونے کی صورت میں تھا، یعنی اس میں نجس پانی تھا پھر اس میں سے اتنی مقدار نکل گئی کیونکہ اس کے ساتھ جاری پانی متصل ہوا، کذا فی شرح المنیہ اھ۔ اس سے ان کی مراد ابن امیر الحاج کی حلیہ ہے۔ (ت)

ہاں علماء نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے (۱) حمام کا حوض کہ اُس میں کسی نے ناپاک ہاتھ ڈال دیا اگر لوگ اُس میں سے پانی لے رہے ہیں مگر نل سے پانی اس میں نہیں آتا یا نل سے پانی آرہا ہے مگر لوگ اس میں سے پانی نکال نہیں رہے تو ناپاک ہوجائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا اور اگر اُدھر نل سے پانی آرہا ہے اور اُدھر لوگوں کا اُس میں سے لینا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں ہونے پاتی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے، ہندیہ میں ہے:

حوض الحمام طاهر فان ادخل رجل یده فی الحوض وعلیها نجاسة ان کان الماء ساکنا لایدخل فیه شیئ من انبوبه ولا یغترف منه انسان بالقصعة یتنجس وان کان الناس یغترفون ولایدخل من الانبوب ماء اوعلی العکس فاکثرهم علی انه یتنجس وان کان الناس یغترفون ویدخل من الانبوب فاکثرهم علی انه لایتنجس هکذا فی فتاوی قاضی خان وعلیه الفتوی کذا فی المحیط[2]۔	حمام کا حوض پاک ہے اگر کسی شخص نے حوض میں اپنا ہاتھ ڈالا اور ہاتھ پر نجاست تھی اگر پانی ساکن تھا ایسا کہ اس میں کوئی چیز اس کی نالی سے داخل نہ ہو اور کوئی انسان اس میں سے پیالہ سے نہ نکال رہا ہو تو وہ ناپاک ہوجائے گا اور اگر یہ لوگ اس میں سے چُلّو بھر کر پانی لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل نہ ہوتا ہو یا برعکس ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک ہوجائیگا اور اگر لوگ اس سے چلّو بھر کر لیتے ہوں اور نالی سے پانی داخل ہوتا ہو تو اکثر علماء کا خیال ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا اسی طرح فتاوٰی قاضی خان میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کذا فی المحیط۔ (ت)

[1] بحر الرائق بحث عشر فی العشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز بہ التوضؤ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۸

(۱)اسی طرح وضو کے حوض میں بھی اگر نالی سے پانی آرہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں عـــہ۱ کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا ناپاک نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

حوض صغیر تنجس فدخل الماء الطاھر من جانب وسال ماء الحوض من جانب اٰخر کان الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالٰی یقول کما سال یحکم بطھارۃ الحوض وھو اختیار الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی المحیط وفی النوازل وبہ ناخذ کذا فی التتارخانیۃ وان دخل الماء ولم یخرج ولکن الناس یغترفون منہ اغترافا متدارکا طھر کذا فی الظھیریۃ والغرف المتدارك ان لایسکن وجہ الماء فیما بین الغرفتین کذا فی الزاھدی[1]۔	چھوٹا حوض ناپاک ہوگیا پھر اس میں ایک طرف سے پاک پانی داخل ہوا اور حوض کا پانی دوسری جانب سے بہہ نکلا تو فقیہ ابو جعفر اس حوض کی طہارت کا حکم دیتے تھے، اور یہی صدر الشہید کا مختار ہے کذا فی المحیط، اور نوازل میں ہے، اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، اسی طرح تتارخانیہ میں ہے اور اگر پانی داخل ہوا اور نہ نکلا لیکن لوگ اس سے مسلسل چلّو بھر لیتے رہے تو وہ پاک ہوگا کذا فی الظہیریہ اور مسلسل چلّو بھرنا یہ ہے کہ دو چلوؤں کے درمیان پانی پُرسکون نہ ہو کذا فی الزاھدی۔(ت)

اس کی دوسری سند فتاوٰی خلاصہ سے آتی ہے (یعنی فصلِ چہارم میں) (۲)علّامہ خیر رملی نے کُنواں بھی اسی حکم میں عـــہ۲ داخل کیا جبکہ سوتوں سے پانی اُبل رہا اور اوپر سے برابر چرغ چل رہا اُدھر سے آتا ادھر سے نکل رہا ہو اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا ہاں نجاستِ مرئیہ اس میں رہنے دی اور پانی کھینچنا اتنی دیر موقوف ہوگیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش جاتی رہی تو اب ناپاک ہوجائیگا۔ منحۃ الخالق میں ہے:

والحقوا بالجاری حوض الحمام قال الرملی	اور جاری پانی سے علماء نے حمّام کے حوض کو ملادیا،

عـــہ۱: یونہی اگر اُس کنارے پر کوئی نہا رہا ہے کہ پانی برابر نکل رہا ہے تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

لوکان یدخلہ الماء ولا یخرج منہ لکن فیہ انسان یغتسل ویخرج الماء باغتسالہ من الجانب الاٰخر متدارکا لایتنجس منہ غفرلہ(م)	اگر پانی حوض میں داخل ہورہا ہو اور اس سے نکل نہ رہا ہو لیکن کوئی آدمی وہاں غسل کر رہا ہو اور اس کے غسل کا پانی مسلسل دوسری جانب نکل رہا ہو تو وہ نجس نہ ہوگا۔(ت)

عـــہ۲ اس کی کامل تائید تنبیہ جلیل کے آخر میں آتی ہے ۱۲منہ غفرلہ (م)

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز بہ التوضوٴ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

اقول وبالاولی الحاق الأبار المعینة التی علیها الدولاب ببلادنا اذالماء ینبع من اسفلها والغرف فیها بالقواد لیس متدارك فوق تدارك الغرف من حوض الحمام فلا شك فی ان حکم مائها حکم الجاری فلو وقع فی حال الدوران فی البئر والحال هذه نجاسة لاینجس تأمل[1] والله تعالی اعلم۔	رملی کہتے ہیں میں کہتا ہوں وہ کنویں جن پر ہمارے ملک میں رہٹ ہوتا ہے ان کو جاری پانی سے ملانا بطریقِ اولیٰ ہوگا، کیونکہ پانی ان کے نیچے سے نکلتا ہے اور ڈولوں کے ذریعے سے ان سے پانی نکالنا تسلسل کے ساتھ ہوتا ہے یہ تسلسل اس سے کہیں زائد ہے جو حوض کے حمّام سے چلّو بھرنے سے ہوتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ ان کے پانی کا حکم جاری پانی کا ہے تو اگر اس حالت میں پانی کے چلتے وقت نجاست کنویں میں گرجائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا تأمل والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

اصل ۴: اقول: (۱) اگرچہ مذہب صحیح میں اس خروج کیلئے کوئی مقدار نہیں ادنی اُبلالنا کافی ہے جس پر سیلان صادق آئے،

کما تقدم عن البدائع وخرج بعضه وعن التبیین والفتح والبحر وان قل وعن المحیط کما سال وهذه کاف الفور۔	جیسا کہ بدائع سے گزرا کہ وخرج بعضه اور تبیین، فتح، بحر میں ہے کہ وان قل اور محیط سے ہے کما سال یعنی فوراً بہنے پر، کما میں کاف فوراً کا معنی دیتا ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

فی المبتغی بالغین المعجمة هو الصحیح وفی محیط رضی الدین هو الاصح وکذلك البیر علی هذا لان الماء الجاری لما اتصل به صار فی الحکم جاریا[2]۔	مبتغٰی میں ہے غین معجمہ سے اور یہی صحیح ہے اور محیط رضی الدین میں ہے ھو الاصح، اور اسی طرح کنویں کا حال ہے کیونکہ جب جاری پانی اس سے متصل ہوگیا تو جاری کے حکم میں ہوگیا۔ (ت)

مگر شک نہیں کہ یہ بہاؤ جب تک منتہی نہ ہوگا حکم جریان منقطع نہ ہوگا کہ وہ حرکت واحدہ مستمرہ ہے اُس کے بعض پر متحرک کو جاری اور باقی پر راکد و واقف ماننے کے کوئی معنی نہیں،

ولهذا ساغ لمن زادان یزید ای لم یکتف لحکم الجریان بمجرد السیلان بل شرط حرکة	اور اسی لئے جائز ہے اس شخص کے لئے جس نے زائد کیا کہ زائد ہو یعنی کافی نہ ہوا جاری ہونے کے حکم کے لئے

[1] منحۃ الخالق علی حاشیہ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

[2] حلیہ

کثیرة یعتمد بها فلولا ان هذا السائل من ذلك الماء المطلوب سیلانه لم تنفع الزیادة۔	صرف سیلان کا ہونا، بلاکہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں بکثرت حرکت ہو کہ جس کا اعتبار ہو کیونکہ اگر یہ بہنے والا پانی اس پانی سے نہ ہوتا جس کا بہاؤ مطلوب ہے تو اس اضافے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔(ت)

فتاوٰی خلاصہ میں نقل فرمایا:

لوامتلأ الحوض وخرج من جانب الشط علی وجه الجریان حتی بلغ المشجرة یطهر اما قدر ذراع اوذراعین فلا[1]۔	اگر حوض بھر گیا اور کنارے سے نکل کر پانی بہتا ہوا مشجرہ تک پہنچ گیا تو وہ پاک ہوجائے گا بہرحال ایک ذراع یا دو ذراع ہو تو نہیں۔(ت)

ظہیریہ (ا) میں تصریح فرمائی کہ اس اُبال میں جو پانی نکل رہا ہے اندر کا پانی تو پاک ہو ہی گیا باہر نکلنے والا بھی طاہر مطہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اُس سے کوئی وضو کرتا جائے یا کہیں جمع ہونے کے بعد کسی برتن میں لے کر وضو کرے تو وضو صحیح ہے ظاہر ہے کہ اوّل سیلان کا پانی اتنا نہ ہوگا جس سے وضو ہوجائے ردالمحتار میں ہے:

فی الظهیریة الصحیح انه یطهر وان لم یخرج مثل ما فیه وان رفع انسان من ذلك الماء الذی خرج وتوضأ به جاز اھ۔ قال ش لکن فی الظهیریة ایضا حوض نجس امتلأ ماء وفار ماؤه علی جوانبه وجف جوانبه لایطهر وقیل یطهر اھ۔ وفیها ولو امتلأ فتشرب الماء فی جوانبه لایطهر مالم یخرج الماء من جانب اخر اھ۔ وفی الخلاصة المختار انه یطهر وان لم یخرج مثل مافیه فلو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط الی اخر مانقلنا وانهی الکلام علی قوله فلیتأمل اھ۔ وذکر بعده مسألة	ظہیریہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہوجائیگا اگرچہ اُس سے اُتنا پانی نہ نکلے جو حوض میں تھا اور اگر کسی انسان نے وہ پانی اٹھالیا جو خارج ہوا تھا اس سے وضو کرلیا تو جائز ہے اھ "ش" نے فرمایا لیکن ظہیریہ ہی میں ہے کہ ایسا حوض جو ناپاک ہو اگر پانی سے بھر جائے اور اس کا پانی کناروں سے بہہ نکلے پھر خشک ہوجائے اور اُس کے کنارے بھی خشک ہوجائیں تو پاک نہ ہوگا" اور ایک قول ہے کہ پاک ہوجائیگا اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی حوض اتنا بھر گیا کہ اس کے کنارے پانی سے تر ہوگئے تو وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی دوسری طرف سے نہ نکلے اھ اور خلاصہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ وہ

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۵/۱

طهارة الاوانی فقال هل یلحق نحو القصعة بالحوض فاذا کان فیها ماء نجس ثم دخل فیها ماء جار حتی طف من جوانبها هل تطهر هی والماء الذی فیها کالحوض ام لا لعدم الضرورة فی غسلها توقفت فیه مدة ثم رأیت فی خزانة الفتاوٰی اذا فسد ماء الحوض فاخذ منه بالقصعة وامسکها تحت الانبوب فدخل الماء وسال ماء القصعة فتوضأ به لایجوز اھ وفی الظهیریة فی مسألة الحوض لوخرج من جانب اٰخر لایطهر مالم یخرج مثل مافیه ثلاث مرات کالقصعة عند بعضهم والصحیح انه یطهر وان لم یخرج مثل مافیه اھ فالظاهر عـه ان مافی الخزانة مبنی علی خلاف الصحیح یؤیدہ مافی البدائع وعلی هذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس اھـ ومقتضاہ انه علی القول الصحیح تطهر الاوانی ایضا بمجرد الجریان فاتضح الحکم ولله الحمد۔ وبقی شیئ

اور اس کے بعد برتنوں کی طہارت کا مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا آیا پیالہ جیسی چیز کو حوض پر قیاس کیا جائے گا؟ اور یہ کہ اگر اس میں ناپاک پانی ہو پھر جاری پانی اس میں داخل ہو جائے اور کناروں سے نکل جائے تو آیا وہ پیالہ اور جو پانی اس میں ہے پاک ہوگا؟ جس طرح حوض پاک ہوتا ہے، یا پاک نہ ہوگا کیونکہ اس کو دھو کر پاک کرنے میں ضرورت نہیں، تو میں نے اس مسئلہ میں ایک مدت تک توقف کیا، پھر میں نے خزانۃ الفتاوٰی میں دیکھا کہ جب حوض کا پانی فاسد ہو جائے اور اس سے کوئی شخص پیالہ بھر کرلے اور اس کو نالی کے نیچے روک کر رکھے پھر پانی داخل ہو اور پیالہ کا پانی بہہ نکلے اب اس پانی سے وضو کرے تو جائز نہ ہوگا اھ اور ظہیریہ کے حوض میں مسئلہ میں ہے، اگر پانی دوسری طرف سے نکل گیا تو اُس وقت

عـه اقول: فی(۱) الاحتجاج بکلام الظهیریة علی الخزانة نظر فلقائل ان یقول مفادہ ان عدم الطهارة فی القصعة متفق علیه للاستشهاد به والتصحیح انما یرجع الی الحوض منه۔(م)

میں کہتا ہوں ظہیریہ کے کلام سے جو استدلال خزانہ کے خلاف کیا ہے اس میں نظر ہے، کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس کا مفاد یہ ہے کہ پیالہ میں پاک نہ ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے کیونکہ اس سے استشہاد کر رہے ہیں اور تصحیح صرف حوض کی طرف راجع ہے۔(ت)

اُخر [عہ۱] سئلت عنه(۱)وهو ان دلوا تنجس [عہ۲] فافرغ فيه رجل ماء حتى امتلأ وسال من جوائبه هل يطهر بمجرد ذلك والذى يظهر لى الطهارة اخذا مما ذكرنا هنا [عہ۳] ومما مر من انه لايشترط ان يكون الجريان بمدد نعم على ماقدمناه على الخلاصة من تخصيص الجريان بان يكون اكثر من [عہ۴] ذراع او	تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ جتنا اس میں تھا اس سے تین گنا زیادہ نہ نکلا ہو جیسا کہ پیالہ کا حکم ہے، یہ بعض حضرات کے نزدیک ہے، اور صحیح یہ ہے کہ پاک ہو جائیگا اگرچہ اتنا پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ پیالہ میں تھا اھ تو بظاہر خزانہ میں جو ہے وہ صحیح کے برعکس ہے، بدائع میں اس کی تائید ہے اور اسی پر حمام کے حوض یا برتنوں کا قیاس ہے، یعنی ان کے ناپاک ہو جانے کی

عــہ۱ **اقول:** هو هو(۲)بعينه لاشيئا أخر ولا احتمال لاختلاف الحكم باختلاف صورة القصعة والدلو منه۔(م)

اقول یہ بعینہٖ وہی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور پیالہ اور ڈول کی صورت کے مختلف ہونے کی وجہ سے حکم کے مختلف ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔(ت)

عــہ۲ **اقول:** لابد من التقييد بتنجسه من داخل اذلو تنجس من تحت لم يعمل فيه السيلان على ظاهره اومن خارج فمالم يسل على الموضع المتنجس منه بحيث يذهب النجاسة كما روى عن الامام الثانى رضى الله تعالى عنه فى ازار المغتسل منه غفرله(م)

اقول: اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ وہ ڈول اندر سے ناپاک ہو کیونکہ اگر وہ نیچے سے ناپاک ہو تو اس میں پانی کے بہانے کا اسکے ظاہر پر کوئی اثر نہ ہوگا یا خارج سے ناپاک ہو تو ایسی صورت میں پانی کا اس جگہ پر بہانا لازم ہے جو ناپاک ہے اور اس موجود نجاست کا ختم ہو جانا ضروری ہے، جیسا دوسرے امام ابو یوسف سے منقول ہے غسل کرنے والے کے تہبند کی بابت۔(ت)

عــہ۳ **اقول:** (۳)رحمك الله ليس الجريان ههنا الا بمدد فاى حاجة للبناء على مختلف فيه منه۔(م)

میں کہتا ہوں اللہ آپ پر رحم کرے یہاں پر جریان مدد سے ہے تو اس میں اختلاف کی بنا رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔(ت)

عــہ۴ **اقول:**(۴)صوابه الاقتصار على ذراعين اذ عبارة الخلاصة اماقدر ذراع اوذراعين فلا منه(م)

میں کہتا ہوں عبارت کو ذراعین پر ختم کرنا مناسب ہے کیونکہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے اما قدر ذراع او ذراعين فلا۔(ت)

ذراعین یتقید بذلك هنا لکنه مخالف لاطلاقهم طهارة الحوض بمجرد الجریان[1] اھ مختصرا

صورت میں اھ اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ قول صحیح پر برتن محض پانی کے جاری ہو جانے سے پاک ہو جائیں گے، تو اب حکم واضح ہوگیا، وللہ الحمد، اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ڈول ناپاک ہوگیا اور اس میں پانی بہایا گیا یہاں تک کہ وہ بھر کر بہنے لگا تو کیا وہ محض اس طریقہ سے پاک ہو جائیگا؟ تو مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک ہو جائیگا اس کی دلیل وہی ہے جو ہم نے یہاں ذکر کی اور جو گزری، یعنی یہ شرط نہیں کہ پانی کا جاری ہونا مدد کے حساب سے ہو، ہاں جو ہم نے خلاصہ سے نقل کیا ہے یعنی کہ بہنے کو اس امر سے مقید کیا جائے کہ وہ ایک یا دو ذراع سے زیادہ ہو، تو وہی قید یہاں بھی معتبر ہوگی، مگر یہ چیز فقہاء کے اطلاقات کے مخالف ہے وہ فرماتے ہیں حوض محض پانی کے جاری ہونے سے ہی پاک ہو جائیگا اھ مختصراً۔ (ت)

اقول: قد افاد واجاد، واوضح المراد، کما هو دابه علیه رحمة الکریم الجواد، لکن عبارة الخلاصة هکذا اما حوض الحمام اذا وقعت فیه نجاسة قال فی التجرید عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انها لاتستقر وهو کالماء الجاری فان تنجس حوض الحمام فدخل الماء من الانبوب وخرج من الجانب الاخر فهو کالحوض الصغیر وفیه اقاویل ستأتی ولاباس بدخول الحمام للرجال والنساء وفی الفتاوی

میں کہتا ہوں انہوں نے اپنی عادت کے مطابق بڑی وضاحت سے اپنے مقصود کو ظاہر کردیا، لیکن خلاصہ کی عبارت اس طرح ہے "بہرحال حمام کا حوض جبکہ اس میں نجاست گر جائے، تجرید میں حضرت امام ابو حنیفہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایسی نجاست ٹھہرے گی نہیں اور یہ جاری پانی کی طرح ہے، اب اگر حمام کا حوض ناپاک ہوگیا اور اس میں ایک نالی سے پانی داخل ہو کر دوسری طرف سے خارج ہوگیا تو یہ چھوٹے حوض کی طرح ہے، اس میں متعدد اقوال ہیں جو عنقریب آئیں گے، اور مردوں

[1] ردالمحتار بحث عشر فی عشر مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۳

حوض الماء اذا اغترف رجل منه وبيده نجاسة وكان الماء يدخل من انبوبه فی الحوض والناس يغترفون من الحوض غرفاً متداركا لم يتنجس۔ الحوض الصغير اذا تنجس فدخل الماء من جانب وخرج من جانب فيه اقاويل قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالٰی المختار انه طاهر وان لم يخرج مثل ما فيه وكذا البئر ولو امتلأ الحوض و خرج من جانب الشط علی وجه الجريان حتی بلغ المشجرة يطهر اما قدر ذراع اوذراعين فلا ولو(۱)خرج من النهر الذی دخل الماء فی الحوض لايظهر [1] اھ۔ كلامه الشريف بلفظ المنيف (۲)فقوله ولو امتلأ الحوض وهو كذلك بالواو لابالفاء فی نسختی الخلاصة القديمة جدا ليس تتمة قول الصدر الشهيد ولا داخلا تحت المختار وقد قدمنا عن الهندية عن المحيط عن الصدر الشهيد انه كما سال يطهر وقد وعد ان فيه اقاويل ستأتی فلو كان هذا تتمته لم يذكر الا قولا واحدا فوجب ان يكون هذا قولا اخر مقابل المختار ولا يمكن جعل ماذكر عن الفتاوٰی قولا اٰخر لان الكلام فی حوض تنجس وتلك صورة عدمه وقد قدم مثلها عن

اور عورتوں کو حَمام میں داخل ہونے میں حرج نہیں، اور فتاوٰی میں ہے کہ پانی کے حوض میں اگر کسی شخص نے اپنا ناپاک ہاتھ ڈالا اور اس حوض میں پانی نالی سے آرہا ہے اور لوگ اس حوض سے مسلسل چُلّو بھر کر پانی لے رہے ہیں تو یہ حوض ناپاک نہ ہوگا۔ چھوٹا حوض جب ناپاک ہوا اور اس میں پانی ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل گیا تو اس میں کئی اقوال ہیں، صدر الشہید نے فرمایا مختار یہ ہے کہ یہ پاک ہے خواہ اس سے اتنی مقدار میں پانی نہ نکلا ہو جتنا کہ اس میں موجود ہے، اور یہی حکم کنویں کا ہے اور حوض بھر کر کنارے سے نکل گیا اور بہتا رہا یہاں تک کہ مشجرہ تک پہنچ گیا تو پاک ہوجائے گا، اور ایک ہاتھ یا دو ہاتھ پاک نہ ہوگا، اور اگر اُس نہر سے پانی نکلا جس سے حوض میں داخل ہُوا تھا تو پاک نہ ہوگا اھ تو ان کا قول "ولو امتلأ الحوض" میرے پاس خلاصہ کے قدیم نسخہ میں یہ ایسا ہی واؤ کے ساتھ ہے فاء کے ساتھ نہیں، یہ نہ تو صدر الشہید کے قول کا تتمہ ہے اور نہ مختار کے تحت داخل ہے اور ہم نے ہندیہ سے محیط سے صدر الشہید سے نقل کیا کہ وہ بہتے ہی پاک ہوجائیگا، اور انہوں نے وعدہ کیا کہ اس میں کئی اقوال ہیں جو آئیں گے تو اگر یہ تتمہ ہوتا تو صرف ایک ہی قول ذکر کرتے تو لازم ہے کہ یہ قولِ مختار کے مقابل ہے اور جو فتاوٰی سے انہوں نے نقل کیا اس کو دوسرا قول قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ کلام اُس

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الجنس الاول فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۵

التجرید فان کونها لا تسقر لیس الا للغرف المتدارك فلیس فی الخلاصة اختیار تخصیص الجریان باکثر من ذراعین حتی یعکر علیه بمخالفته اطلاقهم وانما حکاه قولا وجعل المختار هو الاطلاق اما عبارتا الظهیریة الاخیرتان فاقول هما فیما دخل الماء الحوض وملأه حتی طش منه علی جوانبه علی وجه الانتضاح الخفیف اللازم للامتلاء بدخول قوی عنیف ولا یصدق علیه السیلان من الجانب الاٰخر(۱)فلیس فیهما ماینافی عبارته(۲)الاولی الا تری الی قوله فی الثالثة لایطهر مالم یخرج من جانب اخرنا ط الطهارة بمجرد الخروج فعلم ان ماذکر لایسمی خروجا من جانب اٰخر وما هو الا الانتضاح الذی ذکرنا هکذا ینبغی ان یفهم کلام العلماء ولله الحمد۔

وبه ظهر ان(۳)قول العلامة ش فی صدر المسألة حتی^{عــه} طف من جوانبها حقه

حوض میں ہے جو ناپاک ہوگیا اور وہ اُس کے ناپاک نہ ہونے کی صورت ہے اور اسی کی مثل تجرید سے انہوں نے نقل کیا، کیونکہ اس کا برقرار نہ رہنا تسلسل سے چُلّو بھرنے کی ہی وجہ سے ہے، تو خلاصہ میں دو ہاتھ سے زائد جاری ہونے کی تخصیص کو اختیار نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ وہ ان کے اطلاقات کی مخالفت کر رہے ہیں، انہوں نے تو اس کو محض حکایت کیا ہے، اور مختار اطلاق ہی کو قرار دیا ہے، اور ظہیریہ کی دو آخری عبارتوں کے متعلق میں کہتا ہوں یہ دونوں اُس صورت سے متعلق ہیں جبکہ پانی حوض میں داخل ہوا اور اس کو بھر دیا اور اس کے کناروں سے آہستہ آہستہ چھلکنے لگا یہ چیز عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب حوض میں پانی یک دم سختی کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اور اس پر دوسری جانب سے بہنا صادق نہیں آتا ہے، تو ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کی پہلی عبارت کے منافی ہو، چنانچہ وہ تیسری صورت کے بارے میں فرماتے ہیں "وہ اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک دوسری طرف سے خارج

عــه لم ارهذا الفعل ولا مصدره فی الصحاح ولا الصراح ولا المختار ولا القاموس ولا تاج العروس ولا مفردات الراغب ولا نهایة ابن الاثیر ولا الدر النثیر ولا مجمع البحار ولا المصباح المنیر انما فی القاموس طُفّ المکوك والاناء

اس فعل اور اس کے مصدر کو میں نے صحاح، صراح، مختار، قاموس، تاج العروس، مفرداتِ راغب، نہایہ ابن اثیر، درنثیر، مجمع البحار اور مصباح المنیر میں نہیں پایا۔ قاموس میں اتنا ہی ہے کہ برتن اور پیمانے کا طَف، طفَف (حرکت کے ساتھ) اور طَفاف

ان یقول حتی سال من الجانب الأخر فربما لایزید ماذکر علی الانتضاح اولا یبلغه ولا(۱) حاجة الی السیلان من جمیع الجوانب انما اللازم الخروج من جهة المقابل للدخول فلو(۲) کان الاناء مائلا فی ارض غیر مستویة وادخل فیه الماء من جانبه العالی وخرج من السافل کفی نعم لوصب فی الجانب السافل فعاد منه لم یکف کما فی اٰخر عبارة الخلاصة وبالله التوفیق۔

اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ علامہ ش کی گفتگو مسئلہ کی ابتدا میں حتی طف من جوانبها اس کی بجائے یوں کہنا چاہئے تھا کہ حتی سال من الجانب الأخر، تو جو انہوں نے ذکر کیا ہے وہ چھینٹوں سے نہیں بڑھے گا یا اس تک نہیں پہنچے گا، اور تمام کناروں سے بہنے کی حاجت نہیں ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ جس طرف سے پانی داخل ہوا ہو اس کی مخالف جہت سے بہہ نکلے، اب اگر برتن کسی ناہموار زمین پر ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے اور اس میں پانی اوپر کی طرف سے داخل ہو کر نچلی طرف سے نکل جائے تو کافی ہے، ہاں اگر نچلے حصہ میں بہایا جائے اور اُس سے واپس آجائے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کی عبارت کے آخر میں ہے وبالله التوفیق۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وطففه محرکة وطفافه ویکسر ما ملاء اصباره او ما بقی فیه بعد مسح رأسه او هو جمامه اوملؤه واناء طفّان بلغ الکیل طفافه اھ فی تاج العروس هذا طف المکیال وطفافه اذا قارب ملأه اھ وقوله اصباره ای جوانبه وجمامه ما علی رأسه فوق طفافه ویکون ذلك فی الدقیق ونحوه یعلو رأسه بعد امتلائه منه غفرله۔ (م)

(طا کو کسرہ بھی دیا جاتا ہے) اس کو کہا جاتا ہے جو اس کے کناروں کو بھر دے یا جو برتن کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد باقی بچ جائے یا اس کا ابھرنا ہے یا بھرنا ہے اور اناء طفاف اس برتن کو کہا جاتا ہے جو مقرر ناپ تک بھر جائے اھ تاج العروس میں ہے کہ کہا جاتا ہے "یہ پیمانے کا طف ہے اور اس کا طفاف ہے"۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پیمانہ بھرنے کے قریب ہو اھ اور قاموس نے "اصبارہ" جو کہا ہے تو اس سے مراد اس کے اطراف ہیں، اور "جمامہ" سے مراد وہ ہے جو برتن بھرنے کے بعد اور اُبھرا ہو اور یہ چیز آٹے وغیرہ میں پائی جاتی ہے کہ برتن بھرنے کے بعد اوپر تک اٹھا ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اصل ۵: اقول یہاں سے ظاہر ہوا کہ (۱) کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اگرچہ گزوں ہو اُس محل کے حق میں جریان نہ ٹھہرے گی اُس کے بطن میں پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے پر ہوئی مگر اُس سے خارج تو نہ ہوا تو جریان کے دو رکن نہ پائے گئے مگر اُس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر اور ہو اور پانی اس میں جاکر اُسے ابال دے تو اس کے حق میں ضرور جریان ہوجائیگا کہ اس میں سب ارکان متحقق ہوگئے اگرچہ دوسرے کے جوف سے خروج نہ ہو مثلاً دیگ میں ایک کٹورا رکھا ہے کٹورے میں ایک مینگنی پڑ گئی وہ نکال کر پھینک دی اور کٹورے پر پانی بہایا کہ اُبل کر نکل گیا مگر دیگ سے نکلنا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو بے شک کٹورا اور اس کا پانی پاک ہوگیا کہ زمین پر یا دیگ کے اندر رکھے ہونے کو حکم میں کچھ دخل نہیں وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت واضح ہے۔ت)

اصل ۶: اقول: اس جریان سے اگرچہ طہارت ہوجائے گی اور نجاست (۲) مرئیہ تھی اور نکال لی یا غیر مرئیہ تھی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت رہے گی جب تک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرئیہ ہے اور نہ نکالی تو حکمِ طہارت اُس وقت تک ہے جب تک یہ جریان باقی ہے پانی تھمتے ہی ظرف اور اس کے اندر کا پانی پھر ناپاک ہوجائیں گے کہ سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کہ جریان تھا زائل ہوگیا وھذا ایضا بوضوحه غنی عن الایضاح (اور یہ بھی اپنے واضح ہونے میں کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ت) منحۃ الخالق میں شرح ہدیہ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

اذا وضع السرقین فی مقسم الماء الی البیوت وجری مع الماء فی القساطل[عہ] فالماء نجس	جب گوبر پانی میں ایسے مقام پر رکھ دیا جائے کہ وہاں سے پانی مختلف گھروں کو منقسم ہوکر جاتا ہو اور وہ گوبر پانی

عہ اعتید فی بلادنا القاء زبل الدواب فی مجاری الماء الی البیوت لسد خلل تلك المجاری المسماۃ بالقساطل اھ ش لایجری الماء الابه ای بالزبل لکونه یسد خروق القساطل لا ینفذ الماء منها ویبقی جاریا فوقه اھ شرح ھدیة ابن العماد قلت وھی لغة مستحدثة منه غفرله۔(م)

ہمارے ممالک میں چوپایوں کا گوبر وغیرہ پانی کی گزرگاہ میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ان نالیوں کے سوراخ بند ہوجائیں، اس خلل کو قساطل کہتے ہیں اھ ش تو پانی اس گوبر کے ساتھ ہی جاری ہوگا کیونکہ یہ اُن سوراخوں کو بند کرتا ہے جن سے پانی جاری ہوتا ہے، تو پانی ان کے اندر سے نہیں نکلتا ہے بلکہ اوپر سے بہتا ہے اھ شرح ہدیہ ابن العماد، میں کہتا ہوں یہ جدید لغت ہے۔(ت)

فاذا رکد الزبل فی وسط القساطل وجری الماء صافیا کان نظیر مالو جری ماء الثلج علی النجاسة اوکان بطن النهر نجسا وجری الماء علیه ولم یتغیر احد اوصافه بالنجاسة فان ذلك الماء طاهر کله کذلك هذا فاذا وصل الماء الی الحیاض فی البیوت فان وصل متغیر احد اوصاف بالزبل اوعین الزبل ظاهرة فیه فهو نجس من غیر شك فاذا استقر فی حوض دون القدر الکثیر فهو نجس وان صفا بعد ذلك فی الحوض و زال تغیرہ بنفسه لانه ماء نجس والماء النجس لایطهر بزوال تغیرہ بنفسه لاسیما وقد رکد الزبل فی اسفله وان استقر فی حوض کبیر فهو نجس ایضا مادام متغیرا او زال تغیرہ بنفسه ایضا واما اذا استمر الماء جاریا وزوال تغیر الحوض بالماء الصافی یطهر الماء کله سواء کان الحوض صغیرا اوکبیرا وان کان الزبل فی اسفله راکدا مادام الماء الصافی فی ذلك الحوض یدخل من مکان ویخرج من مکان فاذا انقطع الجریان وکان الحوض صغیرا والزبل فی اسفله راکدا فالحوض نجس[1] اھ۔	کے ساتھ قساطل میں جاری ہوا، تو پانی ناپاک ہوجائیگا، تو اگر گوبر قساطل کے درمیان جم گیا اور صاف پانی بہنے لگا، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ برف کا پانی نجاست پر بہنے لگے یا نہر کا پیٹ ناپاک ہو اور اس پر پانی جاری ہو اور نجاست سے اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہوا تو یہ پورا پانی پاک ہے، اب پانی جب گھروں کے حوضوں میں پہنچے تو اگر پانی کا کوئی وصف متغیر ہو کر پہنچا ہے یا پانی میں بعینہٖ گوبر ظاہر ہے تو وہ بلاشبہ ناپاک ہے، اور اگر کثیر مقدار میں نہ ہو اور حوض میں ٹھہر جائے تو وہ ناپاک ہے، اگرچہ اس کے بعد حوض میں صاف ہوجائے اور اس کا تغیر خود بخود زائل ہوجائے کیونکہ وہ ناپاک پانی ہے اور ناپاک پانی تغیر کے ازخود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ گندگی اس کے نیچے جمی ہوئی ہے اور اگر گندگی بڑے حوض میں جم جائے تو جب تک متغیر رہے گا ناپاک رہے گا، یا اس کا تغیر خود بخود ختم ہوجائے، اور اگر پانی مسلسل جاری رہے اور حوض کا تغیر صاف پانی کی وجہ سے ختم ہوجائے، اس صورت میں کل پانی پاک ہوجائیگا خواہ حوض چھوٹا ہو یا بڑا، اگرچہ

[1] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۵

اقول: کلام طیب من طیب طیب اللہ تعالٰی ثراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا یتعلق ھھنا بجملته الاخیرۃ غیر ان قوله وجری مع الماء فالماء نجس یحمل علی ما اذا تغیر فان(۱) المحقق المعتمد ان الجاری لاینجس مالم یتغیر حتی موضع المرئیة وکذا الکثیر الملحق به علی المعتمد رجحه المحقق علی الاطلاق وقال تلمیذہ قاسم انه المختار درواستحسنه تلمیذہ الاٰخر ابن امیر الحاج وایدہ بالحدیث وکذا ایدہ سیدی عبدالغنی وھو ظاھر المتون ش وفی الدر عن جامع الرموز عن جامع المضمرات عن النصاب علیه الفتوٰی وفی ش عن البحر عن الحلیة عن النصاب به یفتی فاذا کان ھو الثابت بالحدیث وھو ظاھر المتون وعلیه الفتوی فقد سقط ماسواہ ثم قوله رحمه اللہ تعالٰی الماء النجس لایطھر بزوال تغیرہ بنفسه۔ فاقول ھذا کما ذکرہ فی غیر الجاری لقول الخلاصة ماء نجس(۲) یجعلونه فی نھر کبیر ان کان کثیرا بحیث لایتغیر لایتنجس وان تغیر تنجس ویطھر

گندگی اُس کی تہ میں جمی ہوئی ہو بشرطیکہ صاف پانی اس میں ایک جانب سے داخل ہوتا ہو اور دوسری جانب سے خارج ہوتا ہو، توجب پانی کا جاری ہونا بند ہوجائے اور حوض چھوٹا ہو اور گندگی اس کی تہ میں جمی ہوئی ہو تو حوض ناپاک ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں یہ بہت اچھا کلام ہے، اس کو شامی نے برقرار رکھا ہے اور یہاں ہماری غرض آخری جُملہ سے متعلق ہے البتہ اتنی بات ہے کہ اس کا قول "وجری مع الماء فالماء نجس" اس کو اس پر محمول کیا جائیگا جبکہ پانی میں تغیر آجائے کیونکہ محقّق معتمد قول یہ ہے کہ جاری پانی اس وقت تک نجس نہ ہوگا جب تک کہ اس میں تغیر نہ آجائے یہاں تک کہ نجاست مرئیہ کی جگہ بھی اور اسی طرح کثیر بھی قول معتمد پر اسی کے ساتھ ملحق ہے، اس کو محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی اور ان کے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی مختار ہے (دُر) اور اس کو ان کے دوسرے شاگرد ابن امیر الحاج نے مستحسن قرار دیا اور اس کی تائید حدیث سے کی اور اس کی تائید سیدی عبدالغنی نے بھی کی اور متون سے بھی یہی ظاہر ہے "ش" اور دُر میں جامع الرموز سے جامع المضمرات سے نصاب سے یہ ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور شامی میں بحر سے حلیہ سے نصاب سے ہے بہ یفتی پھر جب حدیث سے یہی ثابت اور متون سے بھی یہی ظاہر اور فتوی بھی اسی پر ہے تو اس کے ہوتے ہوئے باقی سب ناقابلِ اعتبار ہے۔ پھر اُن کا قول "نجس پانی اس کے تغیر کے ازخود زائل ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا" میں کہتا ہوں یہ اُس پانی میں ہے جو جاری نہ ہو، کیونکہ خلاصہ میں ہے کہ ایک نجس پانی کو اگر بڑی نہر میں کرلیں تو اگر وہ کثیر ہے اور متغیر نہیں ہوتا ہے تو ناپاک

بساعة یعنی اذا انقطع اللون والرائحة اھ۔
زاد فی نسخة مانصه فی نسخة القاضی الامام سلمه اللّٰه تعالٰی [1] اھ۔ ای هذا مذکور فی نسخته والمراد به الامام فقیه النفس ولم اره فی فتاواه واللّٰه تعالٰی اعلم ولقول سیدی نفسه اذا رکدا لزبل فی وسط القساطل وجری الماء صافیا طهر، وفی ردالمحتار فی دیارنا انهار المساقط تجری بالنجاسات وترسب فیها لکنها فی النهار تتغیر ولا کلام فی نجاستها ح وفی اللیل یزول تغیرها فیجری فیها الخلاف لجریان الماء فیها فوق النجاسة قال فی خزانة الفتاوی(ا)لوکان جمیع بطن النهر نجسا فانکان الماء کثیرا لایری ماتحته فهو طاهر والافلا وفی الملتقط قال بعض المشائخ الماء طاهر وان قل اذا کان جاریا [2] اھ۔
اقول: مافی الملتقط مبتن علی الصحیح المفتی به ومافی الخزانة علی القول الاٰخر الدائر فی کثیر من الکتب الجاری ان جری نصفه او اکثر علی نجاسة مرئیة تنجس وهی المرادة فی الخزانة

نہ ہوگا اور اگر متغیر ہوگیا تو ناپاک ہوجائے گا اور فوراً ہی پاک ہوجائے گا یعنی جُونہی رنگ اور بُو ختم ہوگی اھ۔
زائد کیا ایک نسخہ میں، اصل عبارت یہ ہے "قاضی امام سلّمہ اللہ تعالٰی کے نسخہ میں اھ" یعنی یہ اُن کے نسخہ میں مذکور ہے اور اس سے مراد امام فقیہ النفس ہیں اور یہ چیز ان کے فتاوٰی میں نہیں دیکھی ہے **واللہ تعالٰی اعلم** اور سیدی عبدالغنی خود فرماتے ہیں کہ جب گندگی قساطل کے درمیان جم جائے اور پانی صاف جاری ہو تو پاک ہوجائیگا، اور ردالمحتار میں ہے کہ ہمارے ملک میں گندگی گرنے کی جگہوں پر جو نہریں ہوتی ہیں ان میں نجاست جاری رہتی ہے اور پھر بہتی جاتی ہے اور یہ نجاست دن میں متغیر ہوجاتی ہے اور اس وقت ان کی نجاست میں کوئی کلام نہیں اور رات کو اُن کا تغیر زائل ہوجاتا ہے تو اس میں اختلاف ہے کیونکہ اس میں پانی نجاست کے اوپر جاری رہتا ہے، خزانۃ الفتاوٰی میں فرمایا "اگر نہر کا کل پیٹ ناپاک ہو تو اگر پانی کثیر ہے کہ اس کی تہہ نظر نہ آتی ہو تو وہ پاک ہے ورنہ نہیں، اور ملتقط میں ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا پانی پاک ہے اگرچہ کم ہو جبکہ جاری ہو اھ (ت)
میں کہتا ہوں جو کچھ ملتقط میں ہے وہ صحیح مفتی بہ پر مبنی ہے، اور جو خزانہ میں ہے وہ دوسرے قول پر مبنی ہے جو بہت سی کتابوں میں مذکور ہے کہ جاری پانی اگر اس کا نصف یا زائد کسی نجاست مرئیہ پر جاری ہو تو ناپاک ہوجائے گا، اور یہی

[1] خلاصۃ الفتاوی جنس آخر فی التوضی الخ نولکشور لکھنؤ ۹/۱
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱۳۸/۱

لقول الهندیة عن المحیط اذا کانت الجیفة تری من تحت الماء لقلة الماء لالصفائه کان الذی یلاقیها اکثر اذا کان سدعرض الساقیة وان کانت لاتری اولم تأخذ الا الاقل من النصف لم یکن الذی یلاقیها اکثر [1] اھ

وایاك ان تظن ان کلام الخزانة علی ظاهر اطلاقه ولو تنجس بطن النهر بغیر مرئیة توهما ان بطن النهر اذا کان نجسا وهو یری فقدمر الماء کله علی نجاسة مرئیة وان کان لایری لکثرة الماء لالکدرته فانما جری علی غیر مرئیة فلا یتأثر بالتغیر وذلك لان العبرة بالنجس لاالمتنجس کما بیناه فی فتاونا لکن لقائل ان یقول ان العلة فی غیر المرئیة انه اذالم یظهر اثرها علم ان الماء ذهب بعینها کما فی البحر وغیره اما ههنا فبطن النهر کله نجس فالماء اینما ذهب لایلاقی الا نجسا تأمل ولا حاجة فان الفتوی علی اعتبار الاثر مطلقا فی الجاری والکثیر(ا)معا نعم ظاهر کلام سیدی وتقریر الشامی ههنا ان الکثیر الملحق بالجاری لایلحق به فی التطهیر بزوال التغیر لقوله وان استقر فی حوض کبیر فهو نجس وان زال تغیره بنفسه

خزانہ میں مراد ہے، اس لئے کہ ہندیہ میں محیط سے ہے کہ جب مردار پانی کے نیچے نظر آئے اس کی کمی کے باعث نہ کہ پانی کی صفائی کے باعث تو جو اُس مردار سے متصل ہو جائے وہ زیادہ ہوگا، جبکہ نہر کی چوڑائی کو بند کردے، اور اگر مردار نظر نہ آئے یا آدھے سے کم راستے کو بند کرے تو جو اُس سے ملاقات کرتا ہے وہ پانی اکثر نہیں ہوگا اھ اور خزانہ کے کلام کو اُس کے ظاہر پر محمول نہ کرنا چاہئے اور اگر نہر کی تہ نجاستِ غیر مرئیہ سے ناپاک ہو گئی اس تو ہم پر کہ نہر کی تہہ جس وقت ناپاک ہو اور وہ نظر آتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کل پانی نجاستِ مرئیہ پر جاری ہوگیا، اگرچہ وہ نظر نہ آتی ہو پانی کی کثرت کے باعث، نہ کہ اس کے گدلے پن کے باعث، کیونکہ وہ پانی نجاستِ غیر مرئیہ پر جاری ہوا ہے تو وہ تغیر سے متاثر نہ ہوگا، کیونکہ اعتبار نجاست کا ہوگا نہ کہ ناپاک ہونے والی شَے کا، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا، لیکن کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ علۃ غیر مرئیہ میں یہ ہے کہ جب اس کا اثر ظاہر نہ ہوا تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نجاست کو پانی بہالے گیا ہے جیسا کہ بحر وغیرہا میں ہے، اور یہاں نہر کا پیٹ تمام کا تمام ناپاک ہے تو پانی جہاں بھی جائیگا نجس سے ملاقات کرے گا تأمل، اور کوئی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ جاری اور کثیر پانی میں فتوٰی مطلقاً اثر کے اعتبار پر ہے، ہاں سیدی عبدالغنی

[1] ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

فلیحرر ولینظر وجهه فان الذی فی المنیة من فصل الحیاض فی مسألة حوض الحمام مانصه الا تری ان الحوض الکبیر الحق بالماء الجاری علی کل حال لاجل الضرورة [1] قال فی الحلیة الجملة من الذخیرة [2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور شامی کی تقریر کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کثیر جو جاری کے ساتھ ملحق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پاک ہونے میں اس کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائیگا پاک ہونے میں تغیر کے ختم ہوجانے کے باعث کیونکہ وہ فرماتے ہیں اور اگر وہ بڑے حوض میں ٹھہر جائے تو ناپاک ہے اگرچہ اس کا تغیر از خود زائل ہوجائے، اس کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے اور اس کی وجہ پر غور کرنا چاہیئے کیونکہ منیہ میں حوضوں کی فصل میں حمام کے حوض کے بیان میں ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے "کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بڑا حوض جاری پانی سے ملحق ہے اور یہ علٰی کل حال ہے اور اس کی وجہ ضرورت ہے، حلیہ میں فرمایا یہ تمام ذخیرہ سے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اصل ۷: فتوٰی اس پر ہے کہ پانی کا عرض میں پھیلنا اس کے جریان کو نہیں روکتا جبکہ پانی آگے نکل جاتا ہو، مثلًا ۹ در ۹ حوض ہے اُس میں پانی ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہوگیا اگرچہ عرض میں نو ہاتھ پھیلنے کے لئے ضرور وقفہ درکار ہوگا اور اُتنی جلد پانی اُس سے نہ نکل سکے گا جس قدر جلد تین چار ہاتھ کے عرض سے نکل جاتا ہندیہ میں ہے:

اذا کان الحوض صغیرا یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب یجوز الوضوء من جمیع جوانبه وعلیه الفتوی من غیر تفصیل بین ان یکون اربعا فی اربع اواقل فیجوز او اکثر فلا یجوز کذا فی شرح الوقایة وهکذا فی الزاهدی ومعراج الدرایة [3]۔	جب حوض چھوٹا ہو اور اس میں پانی ایک طرف سے دوسری طرف سے نکل جاتا ہو تو اس کے تمام اطراف سے وضو جائز ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے، اس میں یہ تفصیل بھی نہیں کہ وہ چار در چار ہو یا کم ہو تو جائز ہوگا اور اگر زائد ہو تو جائز نہ ہوگا کذا فی الشرح الوقایہ والزاہدی ومعراج الدرایہ۔ (ت)

بحر میں ہے:

فی معراج الدرایة یفتی بالجواز مطلقا	معراج الدرایہ میں ہے جواز کا مطلقًا فتوٰی دیا جائیگا

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۳
[2] حلیۃ
[3] ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

واعتمدہ فی فتاوی قاضی خان[1]۔	اور قاضی خان میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔(ت)

فتاوٰی ذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری پھر حلیہ میں ہے:

علیہ الفتوی لان ھذا ماء جار[2]۔	اسی پر فتوی ہے کیونکہ یہ جاری پانی ہے۔(ت)

بلکہ پانی کا گھومنا ایک (ا) دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مانع جریان نہیں کہ بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دے کر نکال دیتا ہے اوپر سے دوسرا پانی آتا اب اسے گھما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گمان ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی گھوم رہا ہے یہ بات غیر آب کے ڈالنے سے متمیز ہوسکتی ہے مثلاً اوپر سے لکڑی ڈالی جائے بھنور پر پہنچ کر چکر کھا کر اُس طرف نکل جائے گی اور اگر بھنور قوی ہوا اسے گھمانے میں د، با کر دو۲ ٹکڑے کردے گا اور چکّر دے کر نکال دے گا، فسبحن من خلق ماشاء کیف شاء ولا یجری فی ملکہ الا مایشاء (پاک وہ ذات جس نے پیدا کیا جو چاہا جیسے چاہا اور نہیں چلتی کوئی شے اس کے ملک میں مگر جسے وہ چاہے۔(ت) منیہ مسئلہ حوض چار در چار میں ہے:

الظاھر ان الماء لایستقر فی مثلہ بل یدور حولہ ثم یخرج فیکون کالجاری[3]۔	ظاہر یہ ہے کہ پانی ایسی جگہ میں نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کے ارد گرد چکر کھاتا ہے پھر نکل جاتا ہے تو یہ جاری پانی کی طرح ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

کذا فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری حکایۃً عن الشیخ الامام ابی الحسن الرستغفنی[4]۔	جیسے ذخیرۃ اور تتمۃ الفتاوی الصغری میں شیخ الامام ابی الحسن الرستغفنی سے حکایت ہے(ت)

اصل ۸: حوض وغیرہ کے جریان میں اگرچہ خروج لازم تھا مگر ملحق بالجاری یعنی دہ دردہ میں اس کی حاجت نہیں گرمیوں ۲ کے خشک تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اُسے بھر دیا اگر تالاب کے جوف میں جہاں سے پانی نے گزر کر اُسے بھرا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہوگیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک بھر کر اُبل نہ جائے۔

---

[1] بحرالرائق عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۱

[2] حلیہ

[3] منیۃ المصلی فصل فی الحیض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۷۲

[4] حلیہ

اقول اس لئے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اس کے جوف میں داخل ہوا اب جب تک کہ اُس کے بطن میں متحرک رہے گا جاری نہ کہلائے گا کہ جریان کے لئے خروج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اُس وقت ملا کہ ہنوز دہ در دہ نہ تھا کہ جوف میں اس کے مدخل ہی پر نجاستیں تھیں تو نہ جاری ہے نہ کثیر لاجرم ناپاک ہوگیا یوں ہی جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور نجس پانی کثیر ہوجانے سے پاک نہیں ہوسکتا جب تک جاری نہ ہوجائے اور اگر مدخل آب میں اتنی دُور تک نجاست نہیں کہ وہاں تک آنے والے پانی کے عرض طول کا مسطح سَو ہاتھ تک پہنچ گیا اُس کے بعد نجاست سے مِلا تو اب ناپاک نہ ہوگا کہ کثیر ہو کر ملا اگرچہ جوف سے باہر نہ گیا۔

اقول: وبما قررنا ظهران المسألة مبتنية على الاصل الثالث لاعلى خلافية مرور نصف الماء او اكثره على نجاسة مرئية فان الفتوى فيها على الطهارة مطلقا مالم يتغير نعم ان(۱)لقى الماء النجاسات فى طريقه على شاطيئ الغدير قبل ان يدخله كان على الخلافية لانه جار بخلاف المتحرك فى بطن الغدير كما علمت۔	**اقول**: اور جو تقریر ہم نے کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ تیسری اصل پر مبنی ہے، اس اختلافی مسئلہ پر مبنی نہیں ہے کہ آدھا پانی یا اکثر نجاست مرئیہ پر گزرے، کیونکہ اس میں فتوٰی مطلقًا طہارت پر ہے تاوقتیکہ تغیر نہ ہو، ہاں اگر پانی ملے اپنے راستہ میں ان نجاستوں کے ساتھ جو گڑھے کے کنارے پر ہے قبل اس کے کہ وہ گڑھے میں داخل ہو، تو یہ اختلافی مسئلہ ہوگا، کیونکہ وہ جاری ہے بخلاف اس پانی کے جو تالاب کی تہ میں حرکت کررہا ہو جیسا کہ تو نے جانا۔ (ت)

فتاوٰی خانیہ وخزانۃ المفتین اور محیط پھر حلیہ نیز خلاصہ وفتح القدیر میں فتاوٰی اور بحر وہندیہ میں فتح اور غیاثیہ نیز ذخیرہ پھر حلیہ میں فتاوائے اہل سمرقند سے ہے:

واللفظ لفقيه النفس غدير عظيم يلبس فى الصيف وراثت الدواب فيه(زاد فى الخلاصة والفتح والذخيرة والناس)ثم دخل فيه الماء وامتلأ ينظر ان كانت النجاسة فى موضع دخول الماء فالكل نجس وان انجمد ذلك الماء كان نجسا لان كل مادخل فيه صار نجسا فلا	اور الفاظ فقیہ النفس کے ہیں، ایک عظیم تالاب جو گرمی میں خشک ہوگیا اور اس میں چوپایوں نے لید کردی (خلاصہ اور فتح میں اور ذخیرہ میں لوگوں کا بھی اضافہ ہے) پھر اس میں پانی داخل ہوگیا اور وہ گڑھا بھر گیا، تو دیکھا جائے گا اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ پر ہے تو کل پانی نجس ہے، اور اگر یہ پانی منجمد ہوگیا تو نجس ہوجائیگا، کیونکہ اس

يطهر بعد ذلك وان لم تكن النجاسة فى موضع دخول الماء واجتمع الماء فى مكان طاهر وهو عشر فى عشر ثم تعدى الى موضع النجاسة كان الماء طاهرا والمنجمد منه طاهر مالم يظهر فيه اثر النجاسة(قال فى الذخيرة لان الماء صار كثيرا قبل ان يتنجس فلا يتنجس بعد ذلك لاتصال النجاسة به اھ زاد فى الخانية)(ا)وكذا الغدير اذا قل ماؤه فصارا ربعا فى اربع ووقعت نجاسة ثم دخل الماء الى ان صار الماء الجديد عشرا فى عشر قبل ان يصل الى النجس كان طاهرا[1]۔	میں جو بھی داخل ہوگا وہ نجس ہوجائیگا، اور اس کے بعد پاک نہ ہوگا، اور اگر نجاست پانی کے داخل ہونے کی جگہ نہ ہو اور پانی پاکیزہ جگہ پر جمع ہوجائے، اور وہ دَہ در دَہ ہو پھر پانی نجاست کی جگہ چلاگیا تو پانی پاک ہوگا اور جو منجمد ہوگیا وہ اس وقت تک پاک رہے گا جب تک نجاست کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو(ذخیرہ میں فرمایا اس لئے کہ پانی نجس ہونے سے پہلے کثیر ہوگیا تو اس کے بعد نجس نہ ہوگا نجاست کے پانی کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے اھ۔خانیہ میں اضافہ کیا)اور اسی طرح تالاب کا پانی جب کم ہوجائے اور چار در چار ہوجائے اور اس میں نجاست داخل ہوجائے پھر اس میں نیا پانی آجائے یہاں تک کہ نجاست کو پہنچنے سے قبل دہ در دہ ہوجائے تو پاک ہوجائے گا۔(ت)

ایساعــہ ہی جواہر اخلاطی میں ہے۔

اصل۹: اقول: وباللّٰہ التوفیق ایک فائدہ نفیسہ ہے کہ شاید اس کی تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اثر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جریان چاہئے سیلان کافی نہیں سائل وجاری میں عموم وخصوص مطلق ہے ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو بطن حوض میں جو پانی نل سے داخل ہوا اور دوسرے کنارے تک پہنچا اُس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جب تک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور اس پر دلیل

عــہ ونصها حوض عشر فى عشر قل ماؤه ثم وقعت النجاسة ثم دخل الماء حتى امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيئ لايجوز التوضى به لانه كلما دخل الماء يتنجس اھ منه غفرله(م)	اس کی عبارت یہ ہے کہ ایک حوض دہ در دہ ہو اس کا پانی کم ہوجائے پھر اس میں نجاست پڑ جائے پھر حوض بھر جائے اور اس سے کچھ نہ نکلے، تو اس سے وضو جائز نہیں اس لئے کہ جو پانی بھی داخل ہوگا وہ ناپاک ہوجائیگا اھ(ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴ والمزید من الذخیرۃ وھی لیست بموجودہ

قاطع آب وضو ہے کہ ضرور اعضائے وضو پر سائل ہے **فانہ غسل ولا غسل الا بالاسالۃ** (پس بیشک وضو دھونا ہے اور دھونا بغیر اسالۃ کے ممکن نہیں ہے۔ت) مگر جاری نہیں ورنہ مستعمل نہ ہوتا کہ آب جاری استعمال تو استعمال نجاست سے متاثر نہیں ہوتا جب تک متغیر نہ ہو یونہی بدن یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے دھوئی اس نے بدن یا ثوب پر سیلان ضرور کیا ورنہ استخراج نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہو جاتا حالانکہ تین بار (۱) دھونے میں امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہو جائے پاک ہے، تنویر میں ہے:

ماء ورد علی نجس نجس کعکسہ[1]۔	پانی جو وارد ہوا نجس پر نجس ہے جیسا کہ اس کا عکس ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الورود یشمل مااذا جری علیھا وھی علی ارض اوسطح وما اذا صب فوقھا فی اٰنیۃ بدون جریان[2]۔	ورود کا لفظ اس صورت کو بھی شامل ہے جب پانی نجاست پر بہے اور وہ زمین یا سطح پر ہو اور اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب پانی نجاست کے اوپر بہایا جائے کسی برتن میں اور اس میں جریان نہ ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

القیاس یقتضی تنجس الماء باول الملاقاۃ للنجاسۃ لکن سقط للضرورۃ سواء کان الثوب فی اجانۃ و اورد الماء علیہ اوبالعکس عندنا فھو(۲)طاھر فی المحل نجس اذا انفصل سواء تغیرا ولا وھذا فی الماءین اتفاقا اما الثالث فھو نجس عندہ لان طھارتہ فی المحل ضرورۃ تطھیرہ وقد زالت طاھر عندھما اذا انفصل(۳)والاولی فی غسل الثوب النجس وضعہ فی الاجانۃ	قیاس یہ چاہتا ہے کہ پانی پہلی ہی ملاقاۃ میں ناپاک ہو جاتا ہے نجاست کی وجہ سے لیکن ضرورت کی وجہ سے قیاس ساقط ہو گیا خواہ کپڑا ٹب میں ہو اور اس پر پانی وارد ہو یا بالعکس ہو یہ ہمارے نزدیک ہے، تو یہ اپنے محل میں طاہر ہے اور جب جُدا ہوگا تو نجس ہوگا خواہ متغیر ہو یا نہ ہو، یہ دو پانیوں میں اتفاقاً ہے، اور تیسرا تو وہ ان کے نزدیک نجس ہے کیونکہ اس کی طہارت محل میں ضرورت کی وجہ سے ہے، اور یہ ضرورت محل کی طہارت کی ہے اور وہ ضرورت

[1] الدرالمختار فصل الانجاس مجتبائی دہلی ۵۵/۱

[2] ردالمحتار فصل الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۸/۱

من غیرماء ثم صب الماء علیہ لاوضع الماء اولا خروجا من خلاف الامام الشافعی فانہ یقول بنجاسۃ الماء [1]۔	زائل ہوگئی، صاحبین کے نزدیک جُدا ہوتے ہی پاک ہوجائیگا نجس کپڑے کو دھونے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کو خشک ٹب میں رکھا جائے پھر اس پر پانی بہایا جائے یہ نہیں کہ پہلے ٹب میں پانی موجود ہو امام شافعی کے اختلاف سے بچنے کیلئے اس میں امام شافعی کا قول ہے کہ پانی نجس ہوجائیگا۔(ت)

ردالمحتار میں اس کے بعد فرمایا:

(۱)ولا فرق علی المعتمد بین الثوب المتنجس والعضو [2]اھ۔ یشیر الی خلاف ابی یوسف لاشتراط الصب فی العضو کما فی البدائع۔ اقول وظاھر التعلیل بضرورۃ تطھیر الثوب انہ طاھر فی حق ذلك الثوب(۲)لاغیر فلو وضع الثوب النجس فی اجانۃ وصب الماء فوقع فیہ ثوب اٰخر طاھر یتنجس وان لم ینفصل الماء عن الثوب الاول بعد لان ماکان بضرورۃ تقدر بقدرھا فمن کان یصلی و وقع طرف ردائہ فی الاجانۃ فاصابہ اکثر من الدرھم وھو یتحرك بتحرکہ لم تجز صلاتہ ھذا ماظھر فلیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔	معتمد قول کے مطابق ناپاک کپڑے اور عضو کے درمیان کوئی فرق نہیں اھ ط اھ اس میں ابویوسف کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے وہ عضو پر پانی بہانے کو شرط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ بدائع میں ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں**، اور بظاہر تعلیل یہ ہے کہ یہ کپڑا ضرورۃً پاک ہے تو یہ پاکی اِسی کپڑے تک محدود رہے گی لہٰذا اگر ایک ناپاک کپڑا طشت میں رکھا گیا اور اس پر پانی بہایا گیا پھر اسی طشت میں کوئی اور پاک کپڑا گر گیا تو وہ ناپاک ہوجائے گا اگرچہ اب تک پہلے کپڑے سے پانی جُدا نہ ہوا ہو کیونکہ جو چیز بوجہ ضرورت ہوتی ہے وہ بقدرِ ضرورت ہی رہتی ہے، اب اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اُس کے کپڑے کا کنارہ ٹب میں گر گیا تو اگر درہم سے زائد ہو اور وہ کپڑے کے ہلنے سے حرکت کرے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اس کو اچھی طرح سمجھ لیں واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ توہم زائل ہوگیا کہ پانی تالاب کے اِس کنارے سے اُس کنارے تک

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۹/۱

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۹/۱

بہتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہوا یہ سیلان ہے جریان نہیں اور وہ فرق کھل گیا جو اصل ۸ میں ہم نے ذکر کیا کہ تالاب کے اندر مدخل آب کے قریب نجاست ہے اور پانی اس پر ہو کر گزرا ناپاک ہوگیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تالاب کے باہر زمین پر کنارے کے قریب نجاست ہے اور پانی اُس پر گزرتا تالاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا جب تک وصف نہ بدلے کہ وہ جاری ہے اور اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جوف زخم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر بہے تو ناقض وضو ہے فافہم یہی مبنی ہے اس مسئلہ (ا) کا کہ استنجاء کرنے کو لوٹے سے پانی کی دھار ڈالی ہاتھ تک پہنچنے سے پہلے اُس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک نہ ہوگی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجا کرنے سے ناپاک ہوجائے گی کہ بدن پر جاری نہیں ردالمحتار میں ہے:

قال فی الضیاء ذکر فی الواقعات الحسامیة لواخذ الاناء فصب الماء علی یدہ للاستنجاء فوصلت قطرة بول الی الماء النازل قبل ان یصل الی یدہ قال بعض المشائخ لاینجس لانہ جار قال حسام الدین ھذا القول لیس بشیئ والا لزم ان تکون غسالة الاستنجاء غیر نجسة قال فی المضمرات وفیہ نظر والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس بجار والنازل من الماء قبل وصولہ الی الکف جار ولا یظھر فیہ اثر القطرة فالقیاس ان لایصیر نجسا وما قالہ حسام الدین احتیاط اھ ویؤید عدم التنجس ما ذکرنا من الفروع واللہ تعالٰی اعلم [1] اھ	ضیاء میں کہا "واقعات حسامیہ میں ہے کہ اگر برتن سے استنجاء کرنے کیلئے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا، اور پیشاب کا کوئی قطرہ اس پانی تک کسی طرح پہنچ گیا جو اوپر سے آرہا ہے اور ابھی تک عضو تک نہیں پہنچا تھا تو بعض مشائخ فرماتے ہیں ناپاک نہ ہوگا کیونکہ یہ جاری پانی ہے، حسام الدین نے فرمایا اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ورنہ تو لازم کہ استنجاء کا دھوون ناپاک نہ ہو۔ مضمرات میں فرمایا اس میں نظر ہے اور فرق یہ ہے استنجاء کرنے والے کے ہاتھ میں جو پانی ہے وہ جاری نہیں اور اُوپر سے آنے والا پانی جو ہنوز ہاتھ تک نہیں پہنچا ہے جاری پانی ہے اس میں قطرہ کا اثر ظاہر نہ ہوگا تو قیاس یہی ہے کہ نجس نہ ہو اور حسام الدین نے جو فرمایا ہے وہ بطور احتیاط ہے اھ اور ناپاک نہ ہونے پر وہ فروع دلالت کرتی ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں واللہ تعالٰی اعلم اھ (ت)
اقول: وقد جزم بہ فی الخلاصة عازیا للفتاوٰی وفی البزازیة ولم یحکوا	**میں کہتا ہوں** اس پر خلاصہ میں جزم کیا اور اس کو فتاوٰی کی طرف منسوب کیا اور بزازیہ میں کسی اختلاف کا

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۹/۱

خلافاه نصها فی مایتصل بالماء الجاری فی الفتاوی رجل استنجی فلما صب الماء من القمقمة علی یده لاقی الماء الذی یسیل من القمقمة البول قبل ان یقع علی یده بعض ماخرج فهو طاهر [1] اھ قال ش بخلاف مسألة الجیفة فان الماء الجاری علیها لم یذهب بالنجاسة ولم یستهلکها بل هی باقیة فی محلها وعینها قائمة علی ان فیها اختلافا ولهذا استدرك الشارح بقوله ولکن قدمنا ان العبرة للاثر [2] اھ کلام الشامی وقدمنا ان مااستدرك به الشارح هو المفتی به المعتمد والله تعالٰی اعلم۔	ذکر نہیں کیا، اور اس کی اصل عبارت، جو جاری پانی سے متصل ہے فتاوٰی میں یہ ہے، کہ ایک شخص نے استنجاء کیا، تو جب اُس نے ٹونٹی سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا تو وہ پانی ہاتھ پر گرنے سے قبل پیشاب کے قطرہ سے مل گیا، تو یہ پانی پاک ہے اھ "ش" نے فرمایا یہ مسئلہ مردار کے مسئلہ کے خلاف ہے کیونکہ جو پانی اس پر گرتا یا جاری ہوتا ہے وہ نجاست کو بہا کر نہیں لے جاتا ہے اور نہ ہی نجاست کو ختم کرتا ہے بلاالکہ نجاست کا عین اپنی حالت پر ہی باقی رہتا ہے، پھر اس میں اختلاف بھی ہے اس لئے شارح نے یہ کہہ کر استدراک کیا ہے ولکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اھ شامی کا کلام ختم ہوااور ہم پہلے ذکر کرآئے ہیں کہ جو استدراک شارح نے کیا ہے وہی مفتی بہ اور معتمد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اصل ۱۰: ہماری کتابوں میں اتنافرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر، دونوں کا یکساں حکم ہے **کما تقدم عن التنویر وذکر مثله الجم الغفیر وفی الغرر الوارد کالمورود** (جیساکہ تنویر سے گزرااور اس کی مثل بہت سے لوگوں نے ذکر کیاہےاور غرر میں ہے کہ وارد مورود کی طرح ہے۔ت)

اقول: وبالله التوفیق یہاں ایک فرق ہے غامض ودقیق اور تحقیق انیق ہے قبول کی حقیق۔ نجاست (۱) حقیقیہ کے لئے ایک دفع ہےاور ایک رفع۔ دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور رفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود زائل ہوجائے دفع جاری وکثیر کے ساتھ خاص ہےاور رفع ہر مائع طاہر مزیل کیلئے اور ملاقات نجاست وآب کے ثمرے چار ہیں:

(۱)اعمال (۲)اہمال (۳)انتقال (۴)استیصال

[1] خلاصۃ الفتاوٰی وماتتصل بالماء الجاری نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹

اعمال یہ کہ نجاست اپنا عمل کرے۔

اہمال یہ کہ عمل نہ کرسکے۔

انتقال یہ کہ اُس کا اثر جس شے پر تھا اُس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہوجائے۔

استیصال یہ کہ نجاست سرے سے فنا ہوجائے۔

نجاست جب آب قلیل راکد یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف اعمال ہے یعنی اُسے ناپاک کردے گی اور خود اُس میں باقی رہے گی اور جب آبِ (۱) جاری یا کثیر پر وارد ہو تو محض اہمال ہے یعنی باقی تو اس میں رہے گی مگر اثر کچھ نہ کرسکے گی،

وما ذکرنا من انتقالھا عند ائمۃ بلخ وبخاری وماوراء النھر فی الجواب الثالث فذاك انتقال فی الماء لا عن الماء۔	اور جو ہم نے تیسرے جواب میں ذکر کیاکہ یہ منتقل ہوجائیگی ائمہ بلخ یہ بخاری اور ماوراء النہر کے نزدیک ہے تو یہ پانی میں منتقل ہونا ہے نہ کہ پانی سے۔(ت)

اور جب آبِ راکد نجاست پر وارد ہو جیسے کپڑا یا بدن پاک کرنے میں، تو یہاں انتقال ہے یعنی نجاست اُس کپڑے یا بدن سے منتقل ہو کر اس پانی میں آجائے گی وہ پاک ہوجائے گا اور یہ ناپاک۔ اور جب آب (۲) جاری نجاست پر وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورتوں میں گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہوگیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نجاست کہیں باقی ہی نہ رہی، ہاں جاری وکثیر اگر نجاست سے متغیر ہوجائیں تو دونوں صورتوں میں قلیل راکد کی طرح ہیں بالجملہ ورود آب بر نجاست ہیں اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نجاست اُس شے سے دُور کرکے اپنے اوپر لے لے گا کہ اس میں دفع کی قوت نہیں اور اگر دافع بھی ہے تو فنا کردے گا کہ اُس ناپاک شدہ شے سے رفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اس کیلئے کوئی محل ہی نہ رکھا اصل ۴ میں ظہیریہ کی عبارت گزری کہ حوض بھی پاک ہوگیا اور یہ پانی جو اُس سے باہر نکل گیا اُسے اُٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہوگیا ظاہر ہے کہ یہ اعمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی پاک رہا نہ اہمال ہوا کہ وہ ہوتا تو اُس وقت تک ہوتا کہ پانی بہ رہا تھا جب ٹھہر گیا اور ہے قلیل تو نجاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا کہ اصل ۶ میں گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اس پانی کو اٹھا کر اُس سے وضو جائز ہُوا تو یہ نہیں مگر نجاست کا استیصال۔ اسی طرح تصریح فرماتے ہیں کہ (۳) ناپاک زمین پر پانی بہایا کہ ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور یہ پانی بھی پاک رہا،

فی ردالمحتار عن الذخیرۃ عن الحسن بن ابی مطیع اذا صب علیھا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر	ردالمحتار میں ذخیرہ سے حسن بن ابی مطیع سے ہے کہ جب اس پر پانی بہایا گیا اور ایک ذراع کی مقدار اس پر جاری ہوا تو زمین اور پانی پاک ہیں بمنزلہ جاری پانی کے،

بمنزلۃ الماء الجاری قال ش فھذا نص فی المقصود وللہ الحمد[1] اھ۔	"ش" نے فرمایا یہ عبارت ہمارے مقصود پر نص صریح ہے وللہ الحمد اھ (ت)

یوں ہی تصریحات ہیں کہ دو برتن ہیں (۱) ایک میں مثلاً پانی یا دُودھ پاک ہے دوسرے میں ناپاک، دونوں کی دھار ہوا میں ملا کر چھوڑی کہ ایک ہو کہ تیسرے برتن میں پہنچی یا (۲) دونوں کو ملا کر مثلاً پاک پکی چھت پر بہایا کہ ایک دھار ہو کر بہے سب پاک ہو گیا خزانہ وخلاصۃ وبزازیہ وردالمحتار میں ہے:

اناء ان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ ولو اجری ماء الاناء ین فی الارض صار بمنزلۃ ماء جار[2]۔	دو برتن ہیں ان میں ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہے، اب دونوں سے اوپر سے پانی بہایا پھر یہ دونوں پانی ہوا میں باہم مل گئے پھر نیچے آئے تو پاک ہیں، اور اگر دونوں برتنوں کا پانی زمین پر بہادیا گیا تو دونوں بمنزلہ جاری پانی کے ہوگئے۔ (ت)

اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ثمرہ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرئیہ میں ہے مرئیہ جب تک باقی ہے معدوم نہیں کہی جاسکتی، ہاں کثیر وجاری میں اثر نہ کرسکے گی قلیل و راکد ہوتے ہی اپنا عمل دکھائے گی مگر یہ کہ اس سے پہلے نجاست نکال دی یا پانی (۳) میں مستہلک یا مٹی (۴) کی طرف مستحیل ہو گئی تھی کہ پہلی دو صورتوں میں مرئیہ نہ رہی غیر مرئیہ ہو گئی اور پچھلی میں نجاست ہی نہ رہی منحۃ الخالق میں ہے:

قال العلامۃ عبدالرحمٰن افندی العمادی مفتی دمشق فی کتابہ ھدیۃ ابن العماد قال صاحب مجمع الفتاوٰی فی الخزانۃ ماء الثلج اذا جری علی طریق فیہ سرقین ونجاسۃ ان تغیبت النجاسۃ واختلطت حتی لایری اثرھا یتوضؤ منہ[3]۔	علّامہ عبدالرحمٰن آفندی عمادی مفتی دمشق نے اپنی کتاب ہدیۃ ابن العماد میں فرمایا صاحب مجمع الفتاوٰی نے خزانہ میں فرمایا کہ برف کا پانی ایسے راستے میں بہا جس پر گوبر پڑا ہوا تھا اور نجاست بھی تھی اگر نجاست اس میں اس طرح گھل مل گئی کہ اس کا اثر نظر نہیں آتا تو اُس سے وضو کیا جائے گا۔ (ت)

یوں ہی بزازیہ وخلاصہ وفتاوٰی سمرقند میں ہے شرح ہدیہ میں بعد کلام مذکور اصل ۶ فرمایا:

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۸

[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۹

[3] منحۃ الخالق علی حاشیۃ بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۵

فالحوض نجس الی ان یصیر الزبل فی اسفله حمأة وھی الطین الاسود فلا یکون نجسا حینئذ واذا کان الحوض کبیرا فالامر فیه یسیر[1]۔	تو حوض اس وقت ناپاک ہے جب تک کہ جو گندگی اس کے نیچے ہے کیچڑ میں تبدیل ہوجائے تو اس وقت وہ ناپاک نہ ہوگا، اور اگر حوض بڑا ہو تو معاملہ آسان ہے۔(ت)

منحہ میں ہے:

یعنی اذ اجری بعد ذلك لابمجرد صیرورة الزبل حمأة کمایعلم مما مر[2] اھ **اقول**: تبین مما حققنا ان المراد بالماء فی قولھم ماء ورد علی نجس نجس کعکسه ھو الماء الراکد القلیل اذبه تستقیم القضیتان علی عمومھما وقد اشار الیه ملك العلماء حیث قال لاخلاف ان النجس یطھر بالغسل فی الماء الجاری وکذا بالغسل بصب الماء الجاری وکذا بالغسل بصب الماء علیه واختلف ھل یطھر بالغسل فی الاوانی قال ابو حنیفة ومحمد یطھر حتی یخرج من الاجانة الثالثة طاھرا ،وقال ابو یوسف لایطھر البدن مالم یصب علیه الماء وفی الثوب عنه روایتان وجه قول ابی یوسف القیاس یابی الطھارة بالغسل اصلا لان الماء متی لاقی النجاسة یتنجس سواء ورد الماء علی النجاسة او وردت النجاسة علی الماء الا انا حکمنا بالطھارة لحاجة	یعنی اس کے بعد پانی جاری بھی ہوا ہو کیونکہ محض کیچڑ بن جانا کافی نہیں، جیسا کہ سابقہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** جو تحقیق ہم نے کی اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کے قول ماء ورد علی نجس نجس کعکسہ میں ماء سے مراد وہ تھوڑا پانی ہے جو ٹھہرا ہوا ہو، کیونکہ اسی تشریح سے دونوں قضیے درست ہوں گے اور ان کا عموم صحیح قرار پائیگا اور ملک العلماء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نجس چیز جاری پانی میں دھونے سے پاک ہوجائے گی اور اسی طرح اگر اس پر پانی بہا کر اس کو دھودیا جائے تو پاک ہوجائے گی، اس میں اختلاف ہے کہ آیا برتنوں میں دھو کر بھی پاک ہوگی یا نہیں؟ ابو حنیفہ اور محمد فرماتے ہیں پاک ہوجائے گی یہاں تک کہ تیسرے ٹب سے پاک نکلے گا، اور ابو یوسف نے فرمایا بدن اس وقت تک پاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوپر پانی نہ بہایا جائے اور کپڑے کے بارے میں اُن سے

[1] منحۃالخالق علی حاشیۃ بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۵/۱
[2] منحۃالخالق علی حاشیۃ بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۵/۱

الناس والحاجة تندفع بالحکم بالطھارة عند ورود الماء علی النجاسة فبقی ما وراء ذلك علی القیاس فعلی ھذہ لایفرق بین البدن والثوب ووجه الفرق له علی روایة ان فی الثوب ضرورة اذکل من تنجس ثوبه لایجد من یصب ولا یمکنه الصب بنفسه، وجه قولھما ان القیاس متروك فی الفصلین لتحقق الضرورة فی المحلین اذلیس کل من اصابت النجاسة بدنه یجد ماء جاریا او من یصب وقد لایتمکن من الصب بنفسه مع ان ماذکرہ من القیاس غیر صحیح لان الماء لاینجس اصلا مادام علی المحل النجس [1] اھ مختصرا فقد افاد مرتین ان القضیتین فی غیر الجاری ای وما فی حکمه من الکثیر، والعجب ان المدقق العلائی حمل الکلام علی الجاری فقال فی شرحه(ورد)ای جری(نجس)اذا ورد کله اواکثرہ ولو اقله لاکجیفة فی نھر اونجاسة علی سطح لکن قدمنا ان العبرة للاثر (کعکسه)ای اذا وردت النجاسة علی الماء تنجس الماء اجماعا [2] اھ۔

دو روایتیں ہیں، ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دھونے سے طہارت بالکل نہ ہو کیونکہ پانی جب نجاست سے ملاقی ہوگا تو ناپاک ہوجائیگا خواہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر وارد ہو، مگر ہم نے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔ اور حاجت پانی کے نجاست پر وارد ہونے کی صورت میں پاکی کے حکم کے ساتھ رفع ہوجاتی ہے تو اُس کے علاوہ قیاس کے مطابق رہے گا، اس بنا پر بدن اور کپڑے میں فرق نہیں کیا جائیگا، اور ان کے نزدیک وجہ فرق ایک روایت پر یہ ہے کہ کپڑے میں ضرورت ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کا کپڑا ناپاک ہوجائے اس کو یہ سہولت حاصل نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے کپڑے پر اُوپر سے پانی بہائے اور خود بھی وہ نہیں بہاسکتا ہے،
اور طرفین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قیاس دونوں صورتوں میں متروک ہے کیونکہ دونوں جگہ ضرورت متحقق ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کو نجاست لگ جائے نہ تو بہتا ہوا پانی پاتا ہے اور نہ ہی کسی بہانے والے کو پاتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نہیں بہا سکتا ہے، اور اس کے علاوہ جو قیاس اُنہوں نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پانی جب تک نجس جگہ پر رہے ناپاک نہیں ہوتا ہے اھ مختصر، تو دو مرتبہ انہوں نے

[1] بدائع الصنائع اما طریق التطہیر بالغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷
[2] الدرالمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۵

بتایا کہ دونوں قضیے غیر جاری پانی میں ہیں یعنی اُس پانی میں جو جاری پانی کے حکم میں ہو، مثلاً کثیر پانی، تعجب ہے کہ مدقق علائی نے کلام کو جاری پانی پر محمول کیا ہے، اور اپنی شرح میں فرمایا ہے (ورد) یعنی جاری ہوا (ناپاک) جب وارد ہوا اس کا کل یا اکثر، اگر کم جاری ہوا تو یہ حکم نہیں ہوگا جیسا کہ نہر میں مردار یا چھت پر نجاست، لیکن ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اعتبار اثر کا ہے (جیسا کہ اس کا عکس) یعنی جب کہ نجاست پانی پر وارد ہو تو پانی اجماعاً ناپاک ہو جائیگا اھ (ت)

اقول: (۱) بل لا یتنجس اجماعا اذا کان جاریا مالم یتغیر بہا فالمراد الراکد القلیل قطعا (۲) ولو حمل علیہ لم یحتج فی الاولی الی تقییدہا ولا الاستدراك علیہا والعجب ان السادات الثلثۃ ح وط و ش کلہم حملوہ علی مایعم الراکد والجاری فاعترض الاولان علی الشارح قائلین علی قولہ جری ہذا خاص بما اذا جری علی ارض اوسطح ولا یشمل ما اذا صب علی نجاسۃ لان الصب لایقال لہ جریان مع ان الحکم عام فالاولی ابقاء المصنف علی عمومہ[1] اھ۔

میں کہتا ہوں بلالکہ ناپاک نہ ہوگا اجماعاً جبکہ جاری ہو، جب تک متغیر نہ ہو، تو مراد تھوڑا سا ٹھہرا ہوا پانی ہے قطعاً، اور اگر اس پر محمول کیا جائے تو پہلی میں اس کی تقیید کی حاجت نہ ہوگی اور نہ ہی استدراک کی ضرورت ہوگی اور تعجب یہ ہے کہ سادات ثلثہ ح، ط اور ش نے اس کو ٹھہرے اور جاری پانی دونوں میں عام کر رکھا ہے تو پہلے دو نے شارح پر اعتراض کیا، اور کہا ہے کہ ان کا قول جری یہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ وہ پانی زمین یا سطح پر جاری ہو اور اس صورت کو شامل نہیں ہے جبکہ کسی نجاست پر بہایا جائے کیونکہ بہانے کو جاری ہونا نہیں کہا جاتا ہے حالانکہ حکم عام ہے، تو اولٰی وہی ہے کہ مصنّف نے اس کو اس کے عموم پر باقی رکھا ہے اھ۔ (ت)

اقول: (۳) اترون ماء جاریا اوکثیرا ورد علی نجس اوبالعکس ہل یتنجس بالورود فاین العموم واشار الثالث الی جوابین فقال فسر الورود بہ لیتأتی لہ التفصیل والخلاف اللذان ذکرہما والا فالورود اعم وایضا فالجریان

میں کہتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جاری پانی یا کثیر پانی جو کسی نجاست پر وارد ہو یا بالعکس، صرف وارد ہونے سے نجس ہو جائے گا؟ تو عموم کہاں ہوا؟ اور تیسرے نے دو جوابوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ورود کی تفسیر اس کے ساتھ اس لئے کی گئی ہے تاکہ وہ اس کی تفصیل کر سکیں اور اس کے خلاف کا بھی ذکر کریں

---
[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الانجاس بیروت ۱/ ۱۶۱

ابلغ من الصب فصرح به مع علم حکم الصب منه بالاولی رفعا لتوهم عدم ارادته[1] اھ اقول:(۱)لاعموم وعلی(۲)فرضه کیف یصح تفسیرہ بخاص لیتأتی له تقییدہ وجعله خلافیة بل کان علیه ان یبقیه علی عمومه ویقول وان کان جاریا اذا ورد کله۔۔۔الخ	جن کا انہوں نے ذکر کیا، ورنہ ورود اعم ہے اور نیز جاری ہونا ابلغ ہے بہانے سے، تو اس کی تصریح کردی حالانکہ بہانے کا حکم اس سے معلوم ہوگیا تھا بطریقِ اولٰی، تاکہ ارادہ نہ کرنے کا وہم دفع ہوجائے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** کوئی عموم نہیں ہے، اگر فرض کیا جائے تو اُس کی تفسیر خاص سے کیسے صحیح ہوسکتی ہے تاکہ وہ اس کو مقید کرسکیں اور اس کو اختلافی بناسکیں، بلالکہ ان پر لازم تھا کہ وہ اس کو اس کے عموم پر باقی رکھیں، اور کہیں کہ اگرچہ جاری ہو جبکہ اس کا کُل وارد ہوالخ (ت)

یہ جواہر زواہر بحمدہ تعالٰی عطیہ سرکار رسالت علیه افضل الصّلوٰۃ والتحیة ہیں والحمدللّٰه علی تواتر اٰلائه، وافضل الصلاۃ والسلام علی سید انبیائه، وعلیهم وعلٰی اٰله وصحبه واولیائه، باقیین دائمین بدوامه وبقائه، اٰمین والحمدللّٰه رب العٰلمین۔

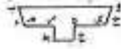
جب یہ اصول عشرہ ممہد ہولیے اب **تفریعات** کی طرف چلئے۔

فاقول: وباللّٰه التوفیق اس مسئلہ میں **۱۲۰** صورتیں ہیں، جواب چہارم میں حوض کی قسمیں مذکور ہوئیں۔ قسم دوم وہ کہ اسفل اُسی کا جُز ہو شکل واحاطہ میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ۔ قسم چہارم وہ کہ اسفل شکل جداگانہ ہو۔ **صغیر تابع** وہ کہ پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہو **مستقل** وہ کہ پچیس ہاتھ یا زائد ہو مگر سَو سے کم ہو، حوضِ زیریں **ناقابل اجرا** ایک وہ کہ پانی اُس کی حدود سے باہر تک حوض بالا کے بطن میں بھرا ہو کہ باہر سے جو پانی آئیگا اُس کا بہاؤ اُس حوضِ صغیر میں داخل ہو کر نکلنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس کا اجرا ہو بلکہ حوض بالا ہی کے بطن میں متحرک سمجھا جائے گا کہ جریان نہیں (اصل ۳ و ۵) ظاہر ہے کہ اگر دیگ میں ایک کٹورا رکھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھرا ہے لبالب بھردینے سے بھی کٹورے کا پانی پاک نہ ہوگا نہ دیگ کا کہ اُن میں کسی کا اجرا نہ ہوا بخلاف اس کے کہ صرف کٹورے میں پانی ہو اور اُس پر پاک پانی ڈالیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلے ضرور کٹورا اور اُس کا پانی پاک ہوجائیگا کہ اُس کا اجرا ہوگیا اگرچہ جوفِ دیگ میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اُبل کر بہنے کو جگہ نہ ہو جیسے اس صورت میں کہ اگرچہ پانی صرف

ح ع تک ہو آگے منتہی تک بلالندی ہے۔ **قابل اجرا** وہ کہ پانی اُسی کے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو **قلّت منتہی** یہ کہ حوضِ بالا کی فضا کہ اس حوضِ زیریں کی محاذات میں ہے مع فضائے حوضِ زیریں دہ در دہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۳۸



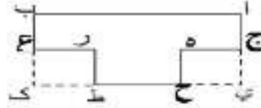
اب کہ اب سَو ہاتھ اور ح ع کم ہے **کثرت منتہی** یہ کہ یہاں بھی دہ در دہ ہو جیسے اسی شکل میں جب کہ سطح ح ع سَو ہاتھ اور سطح اب زائد ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ اب و ح ع دونوں مساوی ہیں کثرتِ مبدء یہ کہ ناپاک پانی جہاں تک بھرا ہے مثلاً بحالی قابلیت اجراہ سے ر تک یا بحال عدمِ قابلیت ی سے م تک وہاں سے مدخل آب تک اتنی جگہ ہے کہ آنے والا پاک پانی وہ دہ در دہ ہو کر ناپاک پانی سے ملے گا مثلاً اسے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں ہ سے ناپاک پانی تھا تو ہ تک پہنچنے سے پہلے سطح ح ہ میں سَو ہاتھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر اوپر سطح ح ی میں دہ در دہ کی وسعت ہو **قلّت مبدء** یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ دہ در دہ سے کم رہ کر اُس سے ملے بہر حال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے پہلے نکال لی گئی تو مخرجہ ہے ورنہ **باقیہ راسبہ** خواہ طافیہ ظاہر ہے کہ حوض زیر بحث قسم دوم سے ہوگا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور دونوں قابل اجرا یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہوگا یا قلیل بروجہ دوم منتہی بھی قلیل ہوگا یا کثیر یہ تین ہو کر پندرہ[15] ہوئیں۔ بہر حال نجاست غیر مرئیہ ہوگی یا مرئیہ اور مرئیہ **مخرجہ** یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ چار ہو کر ساٹھ[60] ہوئیں بہر صورت حوض بالا بھر کر اُبلا یا نہیں جملہ ایک سو بیس[120]۔ اب ہم بتوفیقہ تعالٰی ان کا ضبط کریں کہ ہر تقسیم اُسی صورت میں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو۔

فاقول: وباللہ ربی استعین اولاً: حوض اگر قسمِ دوم سے ہو یا قسم چہارم سے اور صغیر ناقابل اجرا تابع خواہ مستقل اور بہر حال نہ کثیر المبدء تھا نہ بھر کر اُبلا تو مطلقاً سب ناپاک ہوگیا عام ازیں نجاست کسی قسم کی ہو اور منتہی قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر طاہر نہیں ہوسکتا یہ تین صورتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی کہ ناقابلِ اجرا سب کو شامل ہے اور تفصیلاً بالحاظ کثرت و قلّت منتہی واقسام نجاست چوبیس[24]۔

ثانیاً: انہی صور ثلثہ سے پہلی دو[2] صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر اُبلا تو مطلقاً سب پاک ہوگیا یہ چار صورتیں ہوئیں بلکہ دو ہی کہ نامستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس ۳۲ کو کثیر المبدء اُبلے یا نہیں اور اُبلنے والے قلیل المبدء میں منتہی قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم دوم سے ہو یا ناجاری تابع اور بہر حال نجاست کسی قسم کی۔

ثالثاً: انہی کی صورت سوم ناجاری مستقل میں کثرتِ مبدء یا اُبلانے سے حوضِ بالا مطلقاً پاک رہے گا

کہ اُس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہو کر ملا (اصل ۸) یا بعد کو بہ گیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقًا ناپاک ہونا چاہئے۔ اگرچہ نجاست غیر مرئیہ ہو کر بہا نہیں اور مستقل ہے (جواب ۴) تو نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود صورت کثرت مبدء تو واضح ہے اور صورت اجرا میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس کا استقلال اس کے اجرا کو اس کا اجرا ہونے سے مانع ہوگا اگر کہیے کہ مانع نہ ہوگا شکل



ج میں ج ح اور ر ک زمین کے ٹکڑے جنہوں نے حائل ہو کر ہ ط کو اء سے ممتاز شکل کر دیا اگر ہٹادئے جائیں تو شک نہیں کہ اب کا اجرا تمام شکل اک کا اجرا ہوگا جس میں ہ ط بھی داخل تو اتنے ٹکڑے کم کر لینے سے اثر اجرا کہ ہ ط تک پہنچتا تھا ہ ر پر کیوں ختم ہو جائیگا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے ہٹ جائیں تو ر ک شکل واحد میں سب پانی ایک ہے. بخلاف اس صورت کے کہ اب دو شکلوں میں دو پانی ہیں **فلیتأمل** یہ دو صورتیں ہوئیں اور تفصیلًا اُسی طرح سولہ [۱۶]۔

رابعا: صغیر قابلِ اجرا اور نہ ہوگا مگر قسم چہارم سے کہ قسم دوم اصلًا قابلِ اجرا نہیں جب تک سارا حوض بھر کر نہ بہے ظاہر ہے کہ اب جو پانی اُوپر سے آئیگا ضرور اُسے بھر کر بہادے گا (اصل ۵) تو اُس وقت اس کی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عام ازیں کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجرا سے طہارت کے لئے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ ہے تو عود نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۱۰) تو مطلقًا زیر و بالا دونوں حصّے پاک ہیں اگرچہ نہ مبدء کثیر ہو نہ منتہیٰ کہ جریان کیلئے کوئی حد خاص مقدر نہیں (اصل ۴) خواہ بھر کر اُبلے یا نہیں کہ طاہر کو اجرا کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوئیں کہ قابل اجرا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرئیہ یا مخرجہ بلکہ ایک ہی کہ قابل اجرا اور نجاست غیر مرئیہ کہ بعد اخراج مرئیہ بھی غیر مرئیہ ہے اور تفصیلًا چوبیس [۲۴] کہ ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہو یا قلیل اور منتہیٰ کثیر یا وہ بھی قلیل اور ہر صورت پر اُبلے یا نہیں۔

خامسا: اسی صورت قابل اجرا میں نجاست باقیہ ہو تو مبدء یا منتہی کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافیہ ہے مطلقًا دونوں حصے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل کبیر اُبلے یا نہ اُبلے کہ جریان صغیر نے اُسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافیہ تھی اس میں نہ رہی آبِ بالا کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ آب بالا اُسے بہانے والا اُس سے متاثر نہ ہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالتِ جریان تو پاک تھا ہی (اصل ۴) اور یہ جریان منتہی نہ ہوا جب تک اُس فضائے حوض کبیر کو کہ محاذات صغیر میں ہے بھر نہ دیا (اصل ۴) کہ عرض میں پھیلنا جریان کا مانع نہیں (اصل ۷) اور اس وقت دہ در دہ ہو چکا تھا بہر حال قابل قبول نجاست نہ ہوا یوں ہی اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقوف جریان کے وقت نجاست اُس میں موجود تھی مگر آبِ بالا بوجہ کثرت متاثر نہ ہوا اور یہ بوجہ تبعیت اُس کے ساتھ شے واحد ہے تو پاک ہی رہے گا

اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے حوض قسم دوم کا اسفل ہے اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اُس میں نجاست موجود ہو جب اوپر کثیر ہے یا اجرا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہے گا ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل ہے تو کبیر کہ کثیر ہے پاک رہے گا اور صغیر پھر ناپاک ہونا چاہئے کہ اُس سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا اور اُس وقت نجاست خود اس میں موجود ہے اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا بھی اگر ہوا سے مفید نہیں اور اگر مبدء و منتہٰی دونوں قلیل ہیں اور حوض بالا بہا بھی نہیں تو مطلقًا دونوں حصے ناپاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نجاست طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجرائے صغیر نے اسے پاک کیا اور اُس وقت تک وہ آنے والا پانی بھی پاک تھا مگر جریان ٹھہرا قلّت پر تو آب قلیل ساکن میں نجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیہ ہے یا زیریں میں اگر راسبہ تو وہ نجس ہو گیا (اصل ۶) اور دوسرا قلیل کہ اوّل میں زیریں اور دوم میں بالا ہے اس آبِ نجس سے متصل ہے تو دونوں نجس ہوگئے اور بعد کو جو پانی بڑھا بطنِ حوض میں متحرک ہوا تو دوبارہ اجرانہ ہوا (اصل ۳ و ۵) اس بڑھنے میں سیلان سہی مگر وہ جریان کیلئے کافی نہیں (اصل ۹) اور اگر حوض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب پاک اگرچہ نجاست راسبہ ہو لما مر اٰنفا (جیسے ابھی گزرا۔ ت) اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ اتصال نجاست ناپاک ہونا چاہئے اگرچہ طافیہ ہو کہ وقوف جریان کے وقت بالا بسبب قلّت ناپاک ہو گیا تھا اور یہ اُس سے متصل پھر جب بالا کا جریان ہوا وہ بوجہ استقلال اس کا جریان نہ ٹھہرنا چاہئے تو یہ نجس ہی رہا اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہو گیا یہ نو صورتیں ہیں کہ کثرت مبدء یا منتہٰی ہر ایک میں تین ہیں طافیہ مطلق اور راسبہ میں صغیر تابع یا مستقل یونہی قلّت ہر دو میں تین ہیں عدمِ جریان بالا مطلق اور جریان میں تبعیت واستقلال بلاکلہ چھ ۶ ہی ہیں کہ دونوں کثرتیں وقوف علی الکثرۃ میں آگئیں اور تفصیلًا چوبیس کہ کثرتِ مبدء یا منتہٰی یا قلتِ ہر دو ہر ایک میں نجاست طافیہ ہے یا راسبہ۔ صغیر تابع ہے یا مستقل بالا بہا یا نہیں آٹھ آٹھ ہو کر چوبیس ۲۴ ہوئیں مجموع ایک سو بیس اور ضابطہ میں بیس ۲۰ ہی بلاکلہ صرف بارہ ۱۲۔

اختصار هذا الضابط	ضابطہ کا اختصار
اقول: ان کان جوف الحوض النجس لایجری بدخول الماء الطاهر فان کثر المبدء اوجری الکبیر طهر الکل لوالصغیر تابعا والکبیر فقط لومستقلا والا تنجس الکل وان کان یجری به و	**میں کہتا ہوں** اگر ناپاک حوض کی تہ پاک پانی کے داخل ہونے سے جاری نہیں ہوتی ہے، تو اگر مبدء زائد ہو گیا یا بڑا جاری ہوا، تو کُل پاک ہے اگر صغیر تابع ہے اور کبیر فقط اگر مستقل ہو ورنہ سب ناپاک ہو گیا، اور اگر اس کے ساتھ جاری ہو اور

النجاسة غير مرئية طهر الكل وان باقية فان وقف عن الجريان كثيرا وهي طافية اوالصغير تابع طهر الكل والا فالكبير وحده وان وقف قليلا ولم يجر الكبير تنجس الكل وان جرى طهر الكل لو الصغير تابعا والكبير فقط لومستقلا۔	نجاست مرئیہ نہ ہو تو کُل پاک اور اگرچہ نجاست باقی ہو تو اگر جاری ہونے سے بہت دیر رک جائے اور نجاست اوپر تیرتی ہو یا صغیر تابع ہو تو کل پاک ورنہ کبیر صرف پاک ہوگا، اور اگر تھوڑی دیر ٹھہرا اور کبیر جاری نہ ہوا تو کل ناپاک ہوا، اور اگر جاری ہوا تو کل پاک ہوا اگر صغیر تابع ہو اور کبیر فقط اگر مستقل ہو۔ (ت)

ضابطہ بروجہ دوم متفرق کہ ہر حصہ کی طہارت کا جدا ضابطہ۔

۱۔ آب طاہر کثیر ہو کر نجس تک پہنچے، یا

۲۔ حوض بھر کر ابل جائے، یا

۳۔ صغیر کو بہائے اور نجاست غیر مرئیہ رہ گئی ہو، یا

۴۔ صغیر کو بہا کر دہ در دہ پر ٹھہرے۔

اور طہارت زیریں تابع مطلقًا تابع طہارت بالا ہے اور طہارت زیریں مستقل کو تین شرطیں درکار:

اوّل: اس کا جاری ہونا۔

دوم: نجاست کا راسبہ ہونا۔

سوم: یا تو نجاست غیر مرئیہ ہو یا طافیہ ہے تو جریان حد کثرت پر ٹھہرے اُنہی کے اجتماع وافتراق سے زیر وبالا کے احکام پیدا ہوں گے طہارت بالا کی اگر کوئی صورت نہ پائی جائے دونوں حصّے مطلقًا نجس ہیں کہ اس مسئلہ میں نجاست بالا وطہارتِ زیریں معقول نہیں اور اگر اُن میں سے کوئی صورت متحقق ہو اور اُس کے ساتھ غیر صغیر مستقل نہ ہو یا ہو تو اُس کی تینوں شرطیں جمع ہوں تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالا کی کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہے اور اس کی کوئی شرط منتفی ہوئی تو اسفل ناپاک اعلیٰ پاک۔

ضابطہ بروجہ سوم کہ توزیع احکام کرے حکم تین ہیں:

۱۔ سب پاک

۲۔ سب ناپاک

۳۔ صرف حصہ بالا پاک۔ اس ضابطہ میں ہر حکم کی صورتیں جُدا کی جائیں گی۔

فاقول: اگر (۱) آب طاہر آب نجس سے نہ کثیر ہو کر ملا نہ بعد کو اُبلا نہ نجاست غیر مرئیہ میں صغیر کو بہایا

نہ باقیہ میں بہا کر دہ در دہ پر ٹھہرا تو ان ۱۔ اٹھائیس [۲۸] صورتوں میں دونوں حصّے مطلقًا ناپاک ہیں اور [۲] اگر حوض قسم دوم سے ہو یا چہارم میں صغیر تابع قابل اجرانہ ہو اور دونوں صورتوں میں آب طاہر کثیر ہو کر نجس سے ملا یا [۳] بعد کو اُبلا، یا [۴] آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل میں قابل اجرا تھا اور نجاست غیر مرئیہ ۲۔ رہ گئی تھی اگرچہ دہ در دہ سے کم پر ٹھہرا، یا [۵] مرئیہ میں وہ صغیر تابع تھا اگرچہ راسبہ ہوا اور اُسے بہا کر ۳۔ کثرت پر ٹھہرایا [۶] بعد کو اُبلا، یا [۷] صغیر مستقل تھا اور نجاست طافیہ اور بہا کر کثرت پر ٹھہرا ۴۔ ان ستر [۷۰] صورتوں میں دونوں حصے مطلقًا پاک رہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اُسے نہ بہایا کہ جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اس کی حدود سے باہر تھا یا بہایا تو نجاست راسبہ تھی اور ان دونوں صورتوں میں پانی [۸،۹] اُس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہا کر کثرت پر ٹھہرایا [۱۱،۱۰] دونوں صورتوں میں بعد کو اُبلا یا [۱۲] نجاست طافیہ تھی اور قلّت پر ٹھہر کر آخر میں اُبلا ان ۵۔ بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلٰی پاک۔

۱۔ حوض قسم دوم سے ہے یا صغیر ناجاری تابع خواہ مستقل بہر حال مبدء یا مبدء و منتہی دونوں قلیل بہر صورت نجاست چاروں قسم کے کسی کی۔ ۲۴ یہ ہُوئیں اور صغیر جاری سے تابع خواہ مستقل اور نہ کثرت پر ٹھہرا نہ بعد کو اُبلا بہر تقدیر نجاست طافیہ ہے یا راسبہ چار یہ ہوئیں جملہ ۲۸ اور ضابطہ میں ایک ۱۲ منہ (م)

۲۔ غیر مرئیہ رہ جانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجاست سرے سے غیر مرئیہ تھی یا تھی مرئیہ اور قبل جریان نکال دی گئی کہ غیر مرئیہ رہ گئی ۱۲ منہ (م)

۳۔ کثرت پر ٹھہرنا دونوں صورتوں کو شامل ہے ابتدا ہی سے کثیر ہو کر ملا یا کثیر ہو کر جریان پر ٹھہرا ۱۲ منہ (م)

۴۔ حوض قسم دوم سے یا صغیر ناجاری تابع۔ بہر حال اگر مبدء کثیر ہے تو بعد کو اُبلے نہ اُبلے یا [۳] بعد کو اُبلا تو منتہی کثیر یا قلیل۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ہر صورت پر نجاست کی ہر قسم حاصل ۳۲۔ اور ضابطہ میں دو۔ اور [۴] اگر صغیر جاری ہے تابع خواہ مستقل اور نجاست غیر مرئیہ خواہ مخرجہ۔ چار ہوئیں۔ بہر صورت مبدء کثیر ہے یا قلیل اور منتہی کثیر یا دونوں قلیل بارہ [۲] ہوئیں بہر صورت اُبلا یا نہیں، حاصل ۲۴۔ اور ضابطہ میں ایک اور [۵] صغیر جاری تابع میں مبدء کثیر ہے یا منتہی بہر حال اُبلا یا نہیں چار یہ اور پانچویں یہ کہ [۶] دونوں قلیل اور اُبلا بہر صورت نجاست طافیہ یا راسبہ حاصل [۱۰]۔ اور ضابطہ میں دو [۷] صغیر جاری مستقل اور نجاست طافیہ اور منتہی کثیر اس میں ممکن کو مبدء کثیر تھا یا قلیل بہر حال اُبلا یا نہیں حاصل ۴۔ اور ضابطہ میں ایک مجموع ستّر [۷۰] اور ضابطہ میں چھ۔ منہ (م)

۵۔ صغیر [۸] مستقل ناجاری میں اگر مبدء کثیر ہے تو اُبلے خواہ نہیں اور [۹] اُبلا ہے تو منتہیٰ کثیر ہو یا قلیل۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول اولا: یہیں سے ظاہر ہوا کہ کلام علمائے کرام حوض قسم دوم میں ہے ورنہ بانوے ۹۲ صورتوں سے نقض وارد ہو جن میں سے ستّر میں طہارت کل یقینی ہے اور بائیس میں طہارت اعلیٰ۔ تردّد ہے تو نجاست اسفل میں اور حوض قسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلیٰ اسفل سب ناپاک صرف دو استثنا ہیں جن میں سب پاک ہوگا ایک یہ کہ بھر کر اُبل جائے یہ صراحةً اُن کے کلماتِ عالیہ میں مذکور حلیہ وبدائع وفتح سے گزرا **امتلأ ولم یخرج منه شیئ** (وہ بھر گیا اور اس سے کوئی چیز خارج نہ ہوئی۔ ت) دوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کہ اُس نجس سے ملے یہ بجائے خود معلوم ومعہود کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام صحیح وبے غبار ہے اور تحقیق بازغ وتنقیح بالغ یہ ہے جو بتوفیقہ عزّوجل قلبِ فقیر پر القا ہوئی۔

ثانیا: نیز یہ بھی واضح (۱) ہوا کہ قول دوم بھی بے وجہ نہیں بلالکہ وہ اُن ستّر صور پر محمول جن میں سب پانی پاک رہتا ہے وباللہ التوفیق۔

ثالثا: یہ بھی لائح ہوا کہ یہ محل (۲) ایک قول کی تصحیح دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلالکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں،

وللّٰه الحمد کثیرا طیبا مبارکا فیه کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللّٰه تعالٰی وبارك وسلّم علی المصطفٰی الارضی، واٰله وصحبه وابنه وحزبه ما علت سماء ارضا، والحمدللّٰه ربّ العٰلمین واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	اللہ ہی کیلئے بہت پاکیزہ حمد ہے اس میں برکت ہو جتنی ہمارے رب کو پسند ہے اور اتنے درود وسلام ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آپ کی آل، اصحاب، اولاد، گروہ سب پر جب تک آسمان زمین سے بلند رہے، والحمدللہ رب العالمین واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

تنبیہ جلیل

وتشیید التفریع والتاصیل، وعلی اللّٰه ثم علی رسوله التعویل، جل وعلا	اور اصل بیان کرنے اور فروعی مسائل کا استنباط کرنے کی بنیاد، اور بھروسا اللہ عزّوجلّ پر ہے پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ چار ہوئیں اور بہر تقدیر نجاست کی ہر قسم۔ حاصل ۱۶ اور صغیر ۱۰ مستقل جاری میں مبد وکثیر ہو یا منتہی بہر حال اُبلے یا نہیں اور نجاست خاص راسبہ۔ یہ چار ہوئیں اور ۱۱ اگر دونوں قلیل ہیں اور اُبلا تو نجاست راسبہ ہو خواہ ۱۲ طافیہ یہ دو مل کر چھ ۶ ہوئیں، حاصل ۲۲، اور ضابطہ میں ۵۔ مجموع ۱۲۰، اور ضابطہ میں ۱۲۔ منہ (م)

وصلی الله تعالٰی علیه وسلم بالتبجیل.	اس کے رسول پر ہے، اللہ تعالٰی ان پر عظمت والا درود بھیجے۔(ت)

اصل سوم میں گزرا کہ دخول وخروج دونوں اس جریان کے رکن ہیں اُن میں سے جو نہ پایا جائے گا جریان نہ ہوگا اور اصل نہم میں ردالمحتار وضیاء وجامع المضمرات وبزازیہ وخلاصہ وفتاوٰی سے گزرا کہ لوٹے کی دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی جاری ہے حالانکہ یہ محض خروج بلادخول ہے۔

اقول: وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (اللہ ہی کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور اسی کی مدد سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچنا ہے۔ت) اس کی تنقیح و تطبیق ایک اور خلافیہ کی توضیح وتوفیق پر مبنی ہے علما(۱) مختلف ہوئے کہ جاری ہونے کیلئے اوپر سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلامدد کسی مائع کاآپ بہنا بھی جریان ہے محقق علی الاطلاق نے اول کو ترجیح دی فتح میں فرمایا:

الحقوا بالجاری حوض الحمام اذا کان الماء ینزل من اعلاہ حتی لودخلت القصعة النجسة اوالید النجسة فیه لاینجس وھل یشترط مع ذلك تدارك اغتراف الناس منه فیه خلاف ذکرہ فی المنیة ثم لابد من کون جریانه لمدد له کما فی العین والنھر ھو المختار [1] اھ ۔ثم ذکر مسألة الاستنجاء بالقمقمة ونقل عن التجنیس النظر فیه بعین مانظر الامام حسام الدین ثم قال قال ای المصنّف فی(۲)التجنیس ونظیرہ ما اوردہ المشائخ فی الکتب ان المسافر اذا کان معه میزاب واسع(ای یسع لان یتوضأ فیه)واداوۃ ماء یحتاج الیه ولا یتیقن وجود الماء لکنه عـــه علی طمعه قبل	جاری پانی کے ساتھ حمام کے حوض کو بھی شامل کیا گیا ہے، جبکہ پانی اس کے اُوپر سے اُتر رہا ہو یہاں تک کہ اگر اس میں ناپاک پیالہ یا ناپاک ہاتھ ڈالا تو ناپاک نہ ہوگا اور آیا اس میں یہ شرط بھی ہے کہ لوگ پے درپے اس میں سے چُلّو بھر کر پانی نکالتے ہوں؟ اس میں اختلاف ہے، اس کو منیہ میں ذکر کیا، پھر اس کے جاری رہنے کیلئے اس کو مدد دینے والی چیز ضروری ہے جیسا کہ چشمہ اور نہر میں ہوتا ہے یہی مختار ہے اھ پھر استنجاء ٹونٹی کے ساتھ کا مسئلہ نقل کیا اور پھر تجنیس سے نقل کیا کہ اس میں نظر ہے یہ وہی نظر ہے جو حسام الدین نے کی تھی، پھر کہا کہ مصنّف نے تجنیس میں کہا ہے اور اس کی نظیر مشائخ کا یہ قول ہے کہ مسافر کے پاس جب واسع پر نالہ ہو(یعنی اس میں اتنی گنجائش ہو کہ اس میں وضو کیا جاسکے(

عـــه **اقول:** لعل وجه التقیید به التنصیص علی انه یجوز ھذا الاحتیال وان کان علی من الماء فعند عدمه اولی ۱۲منه غفرله(م)	اس قید کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس بات پر نص کرنا مقصود ہو کہ یہ حیلہ جائز ہے اگرچہ پانی ملنے کی امید ہو توجب امید نہ ہو تو بدرجہ اولٰی جائز ہوگا۔(ت)

[1] فتح القدیر بحث الماء الجاری نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

ینبغی ان یأمر احدا یصب الماء فی طرف المیزاب وھو یتوضؤ وعند الطرف الاٰخر اناء طاھر یجتمع فیہ الماء فانہ یکون الماء طاھرا وطھورا لانہ جار قال بعضکم ھذا لیس بشیئ لان الجاری انما لایصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنھر وما اشبھہ ومما اشبھہ حوضان صغیران یخرج الماء من احدھما ویدخل فی الاٰخر فتوضأ فی خلال ذلك جاز لانہ جار وکذا اذا(۱)قطع الجاری من فوق وقد بقی جری الماء کان جائزا ان یتوضأ بما یجری فی النھر قبل استقرارہ[1] اھ بالتقاط۔	اور پانی کا برتن ہو جس کی ضرورت ہو اور پانی کا پایا جانا یقینی نہ ہو لیکن ملنے کی امید ہو، تو ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی کو حکم دے کہ وہ پر نالے کے ایک کنارے سے پانی بہائے اور وہ شخص وضو کرے اور پر نالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن ہو جس میں پانی جمع ہوتا ہو تو وہ پانی طاہر اور طھور ہوگا کیونکہ وہ جاری ہے بعض علماء نے فرمایا یہ کچھ نہیں کیونکہ جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس میں نیا پانی شامل ہو رہا ہو جیسے چشمہ اور نہر اور اس کے مشابہ چیزیں، اور اس کے مشابہ دو چھوٹے حوض ہیں جن میں سے ایک میں سے پانی نکل کر دوسرے میں داخل ہو رہا ہو تو کسی نے اس کے درمیان کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ جاری ہے اور اسی طرح اگر اوپر سے جاری پانی کو قطع کیا اور پانی کا جاری رہنا باقی ہو تو یہ جائز ہے کہ جو پانی نہر میں جاری ہو اس سے وضو کرلے اس کے استقرار سے قبل اھ (ت)

اور علامہ حدادی نے سراج وہاج اور علامہ سراج ہندی نے توشیح میں دوم کی تصحیح کی بحر وتنویر ودُر وغیرہا میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا:

وفی السراج الوھاج ولایشترط فی الماء الجاری المدد ھو الصحیح[2] اھ ثم ذکر فی البحر عن التجنیس والمعراج وغیرھا مسألۃ جواز الوضوء بما یجری فی نھر سد من فوقہ[3]۔	اور سراج الوہاج میں ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہیں اور یہی صحیح ہے اھ پھر بحر میں تجنیس اور معراج وغیرہ سے یہ مسئلہ منقول ہے کہ وہ نہر جو اُوپر سے بند ہو اس میں جاری پانی سے وضو جائز ہے۔ (ت)

[1] فتح القدیر بحث الماء الجاری نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

[2] بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

[3] بحر الرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

اقول ای فیہ اوبہ اذا وقع فیہ نجس کما لایخفی ثم رأیت فی الحلیۃ اخذ بمثلہ علی متنہ اذقال ظاھر عبارتھم فی ھذہ المسألۃ کما فی الذخیرۃ وواقعات الناطفی اذاسد من فوق فتوضأ بما یجری فی النھر جاز اھ ان یکون الوضوء فی النھر فکان علی المصنف ان یذکر فیہ لان من الواضح جدا جواز الوضوء بہ جاریا کان اوغیر جار خارجہ اما باغتراف اواخذ منہ باناء فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء موقعا ثم ھم اعلی کعبا من ذکر مثلہ[1] اھ

میں کہتا ہوں یعنی اس میں یا اُس سے جبکہ اس میں نجاست گر جائے کمالایخفی، پھر میں نے حلیہ میں دیکھا کہ متن میں انہوں نے اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں ان کی عبارت کا ظاہر اس مسئلہ میں جیسا کہ ذخیرہ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ جب نہر کو اُوپر سے بند کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اس پانی سے وضو کرے جو نہر میں جاری ہے تو جائز ہے، اور یہ کہ وضو نہر میں ہو، تو مصنّف پر لازم تھا کہ "**فیہ**" کا ذکر کرتے کیونکہ اس سے وضو کا جواز بہت واضح ہے، خواہ وہ جاری ہو یا نہ ہو، وضو کرنے والا نہر سے باہر چلّو کے ذریعے نہر سے پانی لے کر یا کسی برتن کے ذریعے حاصل کرکے وضو کرے بہر صورت بقائے جریان کی قید درست نہیں پھر اُن کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ اس قسم کی چیزیں وہ ذکر کریں اھ (ت)

اقول: ای(۱)عتب علی المصنف اذا کانوا ھم المعبرین بالباء دون فی فھذا محل التفسیر لاالاخذ کما فعل الفقیر قال البحر فھذا یشھد لما فی السراج[2] اھ

میں کہتا ہوں جب وہ خود "باء" سے تعبیر کرتے ہیں تو مصنّف پر کیا اعتراض ہے، تو یہ تفسیر کا محل ہے نہ کہ گرفت کرنے کا، جیسا کہ فقیر نے کیا ہے، بحر نے فرمایا یہ اس چیز کی شہادت دیتا ہے جو سراج میں ہے اھ (ت)

اقول: نعم(۲)لکن لاینبغی عزوہ للتجنیس فانہ لیس جانحا الیہ بل ھو فی عداد ما رد علیہ کما یظھر من عبارۃ الفتح حیث نقل عن التجنیس فی مسئلۃ القمقمۃ

میں کہتا ہوں، ہاں، لیکن اس کو تجنیس کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، کیونکہ وہ اس کی طرف مائل نہیں ہیں بلاالکہ وہ اس پر رد کرتے ہیں، جیسا کہ فتح کی عبارت سے ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے ٹونٹی

[1] حلیہ
[2] بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

هذا لیس بشیئ ثم قال ونظیره فذکر مسألة المیزاب ثم قال وما اشبهه وجعل منه مسألة الحوضین وهذه المسألة ثم قال فی البحر وذکر السراج الهندی عن الامام الزاهد ان من(۱) حفر نهرا من حوض صغیر واجری الماء فی النهر وتوضأ بذلك الماء فی حال جریانه فاجتمع ذلك الماء فی مکان فحفر رجل اخر نهرا من ذلك المکان واجری الماء فیه وتوضأ به حال جریانه فاجتمع فی مکان اٰخر ففعل رجل ثالث کذلك جاز وضوء الکل لان کل واحد انما توضأ بالماء حال جریانه والجاری لایحتمل النجاسة مالم یتغیر[1] اھ

اقول: ای ان وقعت الحقیقیة اوالحکمیة ان توضأ فیه بغمس الاعضاء فلا ینبغی علی نجاسة المستعمل ثم هذه مثل مسألة الحوضین بل هی بعبارة ابسط وقد ذکرها صاحب المنیة عن المحیط وفی الذخیرة عن القاضی الامام علی السغدی وفی الخانیة و غیرها وقال فی الحلیة المصنّف نقل عن المحیط تقیید الجواز بما اذا کان بین المکانین مسافة وان کانت قلیلة یوافقه ما فی الخانیة تاویله اذا کان بین المکانین قلیل مسافة وفی مسألة الحفرتین(ای یخرج من احدهما الماء و

کے مسئلہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے "یہ کچھ نہیں" پھر فرمایااور اس کی نظیر اس کے بعد انہوں نے پر نالہ کا مسئلہ ذکر کیا، پھر فرمایا وما اشبھہ اور اس میں دو حوضوں کے مسئلہ کو شامل کیا اور اس مسئلہ کو بھی، پھر فرمایا بحر میں "اور ذکر کیا سراج ہندی نے امام زاہد سے کہ اگر کسی شخص نے چھوٹے حوض سے ایک نہر نکالی اور نہر میں پانی چھوڑ دیا، اور جب پانی جاری ہوگیا تو اُس سے وضو کیا، پھر وہ پانی ایک جگہ جمع ہوگیا تو پھر کسی دوسرے شخص نے اس جگہ سے نہر نکالی اور اس میں پانی چھوڑ دیا اور اس پانی سے وضو کیا اس حال میں کہ پانی جاری تھا پھر وہ پانی کسی دوسری جگہ جمع ہوگیا پھر کسی تیسرے شخص نے بھی یہی عمل کیا تو سب کا وضو جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے جاری پانی سے وضو کیا ہے اور جاری اس وقت ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک اس میں تغیر پیدا نہ ہوا اھ (ت)۔ **میں کہتا ہوں** یعنی اس صورت میں جبکہ نجاست حقیقیہ یا حکمیہ اس میں گر گئی ہو، اگر اس نے اس میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا تو اس کی بناء مستعمل کی نجاست پر نہ ہوگی یہ دو حوضوں کے مسئلہ کی طرح ہے بلاالکہ مختصر عبارت کے ساتھ یہ بعینہٖ وہی مسئلہ ہے اس کو صاحبِ مُنیہ نے محیط سے نقل کیا ہے اور ذخیرہ میں قاضی علی السغدی سے اور خانیہ وغیرہ میں، اور حلیہ میں کہا کہ مصنّف نے محیط سے جواز کی قید کو اس صورت میں نقل کیا ہے جبکہ دونوں جگہوں میں مسافت ہو خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، خانیہ میں بھی اس کی موافق عبارت موجود ہے، اس کی تاویل یہ ہے کہ جبکہ دونوں جگہوں

[1] بحرالرائق الماء الجاری سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

یدخل فی الاخری وھی مسألۃ الفتح)لوکان بینھما قلیل مسافۃ کان الماء الثانی(ای المجتمع فی الحفرۃ الاخری)طاھرا کذا قالہ خلف بن ایوب ونصیر بن یحیی وھذا لانہ اذا کان بین المکانین مسافۃ فالماء الذی استعملہ الاول یرد علیہ ماء جار قبل اجتماعہ فی المکان الثانی فلا یظھر حکم الاستعمال(ای لایثبت) اما اذا لم تکن بینھما مسافۃ فالماء الذی استعملہ الاول قبل ان یرد علیہ ماء جار یجتمع فی(ا)المکان الثانی فیصیر مستعملا فلا یطھر بعد ذلک انتھی وھذا کلہ بناء علی نجاسۃ المستعمل[1] اھ

کے درمیان کم درجہ کی مسافت موجود ہو، اور دو گڑھوں کے مسئلہ میں (یعنی ایک گڑھے سے پانی نکلے اور دوسرے میں داخل ہو اور یہ فتح کا مسئلہ ہے) اگر دونوں کے درمیان کم مسافت ہے تو دوسرا پانی (یعنی جو دوسرے گڑھے میں اکٹھا ہے) پاک ہوگا، خلف بن ایوب اور نصیر بن یحیٰی نے ایسا ہی کہا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب دونوں جگہوں میں مسافت ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا ہو اس پر دوسرا جاری پانی وارد ہوگا قبل اس کے کہ وہ دوسری جگہ جمع ہو، تو استعمال کا حکم ظاہر نہ ہوگا (یعنی ثابت نہ ہوگا، اور جب اُن دونوں کے درمیان مسافت نہ ہو تو وہ پانی جس کو پہلے نے استعمال کیا دوسرے جاری پانی کے وارد ہونے سے پہلے وہ دوسری جگہ اکٹھا ہوجائیگا تو مستعمل ہوجائیگا اور اب طاہر نہیں ہوسکتا ہے انتہٰی، اور یہ تمام اُس صورت میں ہے جب مستعمل پانی کو ناپاک قرار دیا جائے اھ (ت)

اقول: حوض یکری منہ نھر فیجری فیہ ماء فیجتمع فی مکان اٰخر کیف یتصور ھذا من دون مسافۃ بینھما نعم یمکن فی الحفرتین ان تکونا متجاورتین یکون خروج الماء من احدھما دخولہ فی الاخری۔

میں کہتا ہوں ایک ایسا حوض جس سے نہر نکالی جائے اور اس میں پانی چھوڑ دیا جائے، پھر وہ پانی دوسری جگہ جمع ہوجائے، یہ عمل دونوں میں مسافت کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ ہاں دونوں گڑھوں میں اس امر کا امکان ہے کہ قریب قریب ہوں، کہ ایک سے پانی نکلتے ہی دوسرے میں داخل ہوتا ہو۔ (ت)

فان قلت: المراد مسافۃ فوق مایغمس فیھا المتوضیئ اعضائہ لیتحرك

اگر یہ کہا جائے کہ مسافت سے مراد ایسی مسافت ہے کہ جو وضو کرنے والے کے اعضاء کے ڈوبنے

[1] حلیہ

علی الارض بعد انفصاله من اعضائه فیأتی علیه ماء اٰخر قبل دخوله فی المکان الثانی۔

اقول: اذھو جار فلا یتأثر ولا یفتاق الی ان یجریه جار اٰخر فلو اجتمع من فوره فی المکان الثانی لکان طھورا فالوجه(۱)ان لا یجعل ھذا تقییدا(۲)ولا تأویلا بل بیانا لفائدۃ التصویر بکری النھر ویوجه بانه لولا ذلك لانقطع جریانه بدخوله فی بطن الثانی کما قدمنا تحقیقه ان الحرکة فی البطن سیلان لاجریان فیقع الوضوءفی الراکد فیفسد ثم(۳)البناء علی مسألة فرق الملاقی کما فعلنا فلا حاجة الی البناء علی مھجور لکن صاحب الحلیة مال الی التسویة ثم ذکر السراج مسألة المیزاب وعزاھا للشیخ الزاھد ابی الحسن الرستغفنی وقال فیھا وھو یتوضؤ فیه[1] اھ

اقول: ای بالغمس وبه یتضح ماجمله فی الفتح قال لان استعماله حصل حال جریانه والماء الجاری لایصیر مستعملا باستعماله ثم قال السراج ومن

سے زائد ہوتا کہ پانی اس کے اعضاء سے جُدا ہونے کے بعد حرکت کرے، اور اس کے دوسری جگہ داخل ہونے سے پہلے دوسرا پانی اس پر آجائے۔(ت)

میں کہتا ہوں چونکہ وہ جاری ہے اس لئے متاثر نہ ہوگا اور نہ محتاج ہوگا اس بات کا کہ اس کو کوئی دوسرا جاری پانی جاری کرے اب اگر وہ فوراً ہی دُوسری جگہ جمع ہوجائے تو طہور ہوگا تو وجہ یہ ہے کہ اس کو قید نہ بنایا جائے اور نہ ہی اس کو تاویل قرار دیا جائے بلالکہ وہ نہر کھودنے کے فائدے کا بیان ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا جاری ہونا دوسرے بطن میں داخل ہونے کے سبب منقطع ہوجاتا، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی ہے کہ حرکت بطن میں سیلان کہلاتی ہے نہ کہ جریان، اور اس طرح وضو ٹھہرے ہوئے پانی میں ہوگا اور پانی فاسد ہوجائیگا، پھر ملاقی کے فرق کے مسئلہ پر اس کی بنا ہے جیسا کہ ہم نے کیا ہے، تو کسی مہجور ومتروک چیز پر بنا کی حاجت نہیں، لیکن صاحبِ حلیہ کا میلان برابری کی طرف ہے، پھر سراج نے پرنالہ کا مسئلہ بیان کیا اور اس کو شیخ زاہد ابوالحسن الرستغفنی کی طرف منسوب کیا اور اس میں کہا "اور حالانکہ وہ اس میں وضو کررہا ہے اھ(ت)

میں کہتا ہوں یعنی وہ اعضاء کو ڈبو کر وضو کررہا ہے اور اسی سے وہ چیز واضح ہوتی ہے جس کا انہوں نے فتح میں اجمال کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا استعمال پانی کے جاری رہنے کی صورت میں ہوا ہے اور جاری پانی

[1] بحوالہ بحرالرائق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱

المشائخ من انکر ھذا القول وقال الماء الجاری انما لایصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنھر قال والصحیح القول الاول بدلیل مسألۃ واقعات الناطفی فذکر مسألۃ سد النھر ممن فوق قال فان ھناك لم یبق للماء مدد ومع ھذا یجوز التوضؤ بہ[1] اھ	کسی کے استعمال سے مستعمل نہیں ہوتا ہے، پھر سراج نے فرمایا: اور بعض مشائخ نے اس قول کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہیں ہوتا ہے جبکہ اس کا سوتا ہو جیسے چشمہ یا نہر، فرمایا اور صحیح پہلا قول ہے، اس پر دلیل واقعات الناطفی کی عبارت ہے، پھر انہوں نے نہر کو بند کرنے کا مسئلہ ذکر کیا کہ اس صورت میں پانی کی مدد باقی نہ رہی لیکن اس کے باوجود اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

اقول: ولا تنس ماقدمناہ (ہم نے جو پہلے ذکر کیا ہے اُسے نہ بُھولیے۔ت) علامہ نے ردالمحتار میں اور مسائل سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویؤیدہ ایضا مامر من انہ لوسال(۱) دم رجلہ مع العصیر لاینجس خلافاً لمحمد[2] (فرمایا اور اس کی تائید یہ عبارت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کا خون پھلوں کے رس کے ساتھ جاری ہوا تو نجس نہ ہوگا، اس میں محمد کا خلاف ہے اھ۔ت)

قلت المسألۃ فی الدر عن الشمنی وغیرہ وفی المنیۃ عن المحیط وفی الحلیۃ عن المجتبیٰ وعن مختارات النوازل وھی مقیدۃ بأن کان العصیر لیسیل ولم یظھر فیہ اثر الدم کما نصوا علیہ قال وفی الخزانۃ (فذکر ماقدمنا فی الاصل العاشر من مسألۃ اختلاط ماء الانائین فی الھواء اواجرائہ فی الارض قال ونظمھا المصنف فی تحفۃ الاقران قال وفی الذخیرۃ فذکر مامر فی العاشر عن الحسن بن ابی مطیع۔	میں کہتا ہوں مسئلہ دُر میں شمنی وغیرہ سے اور منیہ میں محیط اور حلیہ میں مجتبٰی سے اور مختارات النوازل سے ہے، اور یہ اس امر سے مقید ہے کہ عصیر بہہ رہا ہو اور اس میں خون کا اثر ظاہر نہ ہو، جیسا کہ علماء نے صراحت کی ہے فرمایا، اور خزانہ میں ہے پھر اُنہوں نے وہ عبارت نقل کی جو ہم نے اصل عاشر میں ذکر کی یعنی دو برتنوں کا پانی جو ہوا میں آپس میں مل گیا یا زمین پر جاری کیا، فرمایا مصنّف نے اس کو تحفۃ الاقران میں ذکر کیا فرمایا اور ذخیرہ میں ہے پھر وہ ذکر کیا جو فصل عاشر میں حسن ابن ابی مطیع سے ہے۔(ت)

[1] بحوالہ بحرالرائق بحث الماء جاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۶/۱
[2] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۹/۱

یہاں تک تائید قول دوم میں سات مسئلے ہوئے:

۱۔ حوض صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اُس میں وضو۔

۲۔ پرنالے میں پانی ڈلوا کر اس میں وضو۔

۳۔ نہر کہ اوپر سے اُس کا مینڈھا باندھ دیا ہے اُس میں وضو۔

۴۔ شیرہ انگور نچوڑ رہا ہے اور وہ جاری ہے کچھ خون اُس میں ٹپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہوگا۔

۵۔ پاک ناپاک برتنوں کے پانی ہوا میں ملا کر چھوڑے۔

۶۔ یا زمین میں بہائے دونوں پاک ہوگئے۔

۷۔ ناپاک زمین پر پانی بہایا ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک پانی بھی پاک

اقول: ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ برف پگھلا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاسات ہیں اگر نجاسات کا اثر اس میں ظاہر نہ ہوا اس سے وضو ہوسکتا ہے،

وھو ماقدمناہ فی الاصل العاشر عن المنحۃ عن الھدیۃ عن الخزانۃ وعن البزازیۃ وعن الخلاصۃ عن الفتاوٰی۔	یہ وہ ہے جو پہلے اصل عاشر میں ذکر کرآئے ہیں منحہ سے، ہدیہ سے، خزانہ سے، بزازیہ سے، خلاصہ سے اور فتاوٰی سے۔(ت)

شرح ہدیہ میں فرمایا:

ھذا مبنی علی عدم اشتراط المدد فی الماء الجاری[1] اھ۔ **ثم اقول اولا:** ھذہ الفروع متوزعۃ علی انحاء منھا ماھو مؤید ولا شك وھی مسألۃ نھر سد من فوق والتی زدت ومنھا مالا تائید فیہ اصلا وھما المسألتان الاولیان ولا ادری کیف اتفق الفریقان علی جعلھما مما لامدد لہ فانہ انما	یہ اس بناء پر ہے کہ جاری پانی میں مدد کی شرط نہ ہو۔(ت) **پھر میں کہتا ہوں** اوّلا یہ فروع کئی قسم کی ہیں، بعض تو وہ ہیں جن کی تائید موجود ہے اور جس میں شک نہیں، اس میں وہ فرع ہے جس میں ایسی نہر کا ذکر ہے جس کو اوپر سے بند کر دیا گیا ہو اور اس کے ساتھ وہ اضافے جو میں نے کئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی تائید بالکل نہیں ملتی ہے اور

[1] بحوالہ منحۃ الخالق بحث الماء الجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۵

(۱)یتوضؤ فی النهر بین الحوضین اوفی(۲)المیزاب ولا شك ان الحوض الاعلی والاداوة یمدان ماء هما(۳)الا تری کیف اتفقوا علی الحاق حوض الحمام بالماء الجاری اذاکان الماء من الانبوب نازلا والغرف متدارکا۔

(۴)وقد جزم به فی الفتح ههنا کما رأیت ونظیره ماقدمنا عن العلامة ش فی الاصل الرابع ان طهارة الدلو اذا افرغ فیه ماء حتی سال مبنی علی عدم اشتراط المدد ومنها ماللنزاع فیه مجال وفی * وان اومی الی التائید فمن طرف خفی، فان(۵)الماء الممتزج فی الهواء(۶)اوالجاری علی الارض فی الخامسة والسادسة یمده(۷)الصب بل وکذلك فی السابعة وان کان لفظ الذخیرة صب علیها الماء فجری قدر ذراع لا حتی جری کی یدل ظاهرا علی عدم انقطاع الصب الی هذه الغایة فان الفاء وان لم یدل دلالة حتی غیر انها لا تدل ایضا علی الانقطاع والاحتمال یقطع الاستدلال(۸)وکذلك فرع العصیر فان له مددا ما دام العصر قائما،

فانقلت المسألة مرسلة فیشمل ماأذا انقطع العصر **قلت:** قالوا فیها والعصیر لیسیل فالاستشهاد بها یتوقف علی کون السیلان الباقی بعد انقطاع

یہ پہلے دو مسئلے ہیں، اور میں نہیں سمجھتا کہ دونوں فریق ان دونوں مسئلوں کو مدد نہ ملنے والے پانی سے بنادینے پر کیونکر متفق ہوگئے ہیں؟ کیونکہ وضو کرنے والا یا تو نہر میں وضو کرے گا جو دو حوضوں کے درمیان ہے یا پرنالہ سے کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ اوپر والا حوض اور برتن دونوں پانی کو مدد پہنچاتے ہیں، پھر مقامِ غور ہے کہ وہ حمّام کے حوض کو جاری پانی سے لاحق کرنے پر کیوں راضی ہوئے جبکہ پانی نالی کے ذریعہ اوپر سے اُتر رہا ہو اور چُلّو سے مسلسل پانی لیا جارہا ہو، اور فتح نے یہاں جزم کیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس کی نظیر وہ ہے جو ہم نے علّامہ "ش" سے چوتھی اصل میں نقل کی کہ ڈول کی پاکی جب اس میں پانی بہایا جائے یہاں تک کہ اس کے اوپر سے بہہ نکلے مدد کے شرط نہ ہونے پر مبنی ہے اور ان فروع میں سے بعض وہ ہیں جن میں نزاع کی گنجائش کافی ہے اور اس میں تائید کی طرف ہلکا سا اشارہ ہے کیونکہ ہوا میں ملِا ہوا پانی، یا زمین پر جاری پانچویں چھٹی صورت میں اس کو بہانا مدد دیتا ہے بلکہ ساتویں میں بھی ایسا ہی ہے اگرچہ ذخیرہ کے الفاظ "صب علیها الماء فجری قدر ذراع" الخ ہیں، نہ کہ حتی جری، اگر حتی کہا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بہانا اس غایت تک منقطع نہیں ہوا، کیونکہ "فا" اگرچہ "حتی" کے مفہوم پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ انقطاع پر بھی دلالت نہیں کرتی اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال ختم ہو جاتا ہے اور اسی طرح عصیر کی فرع کیونکہ اس کو

المدد جریانا وهو اول الکلام فانقلت نعم هو جریان بالاتفاق الم تسمع مانقل فی الفتح والتوشیح عن شارط المدد ان الماء الجاری انما لایصیر مستعملا اذا کان له مدد زاد السراج اما اذا لم یکن له مدد یصیر مستعملا اھ[1] فقد سماه جاریا **قلت**: جعله فی حکم الراکد والمقصود الحکم فلا شك ان المراد لیسیلان العصیر وجریان الماء مالا یقبل به اثر النجاسة ویطهر بعضه بعضًا نعم قد یقال فی الخامسة والسادسة ان الامتزاج فی الهواء اوعلی الارض انما یکون بعد الصب فقدر ما یخرج بالصب یمتزج فیحصل المزج الاخیر بعد تمام الصب فلولم یبق جاریا بعده نجس الممتزج الاخیر کله۔

وثانیا: الاشهر فی حد الجاری مایذهب بتبنة والاظهر مایعد جاریا کما فی الدر وهو الاصح کما فی البدائع والتبیین والبحر والنهر ولا شك انهما صادقان علی نهر سد من فوقه فانه یذهب بحزمة فضلا عن تبنة ولا یسوغ لاحد

اس وقت تک مدد ملتی رہتی ہے جب تک نچوڑنا برقرار رہتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مسئلہ تو مطلق ہے یہ اُس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ نچوڑنا ختم ہوجائے، اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اس میں فقہاء نے فرمایا ہے اور عصیر بہہ رہا ہو تو اس سے استدلال اس امر پر موقوف ہے کہ باقی کا بہنا انقطاع مدد کے بعد جاری ہو اور یہی پہلی بات ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہاں یہ تو بالاتفاق جاری ہوتا ہے، کیا تم نے وہ نقل نہیں سُنی جو فتح اور توشیح میں مدد کے شرط کرنے والے سے منقول ہے کہ جاری پانی اس وقت مستعمل نہ ہوگا جبکہ اس کیلئے مدد ہو سراج نے اتنا اور اضافہ کیا کہ اگر اس کیلئے مدد نہ ہوئی تو وہ مستعمل ہوجائیگا اھ تو اس کو انہوں نے جاری ہی کہا، میں کہتا ہوں انہوں نے اس کو ٹھہرے ہوئے کے حکم میں کیا ہے اور مقصود حکم ہے تو اس میں شک نہیں کہ عصیر کے بہنے اور پانی کے جاری ہونے سے مراد وہ ہے جو اثر نجاست کو قبول نہ کرے اور جس کا بعض حصہ بعض کو پاک کر دے، ہاں پانچویں چھٹی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ہوا میں ملنا یا زمین پر جاری ہونا بہنے کے بعد ہی ہوگا تو جس قدر بہانا ہوگا وہ مل جائے گا اور آخری ملنا مکمل بہانے کے بعد ہی متحقق ہوگا تو اگر وہ جاری نہ رہا اس کے بعد تو آخری ملنے والا مکمل طور پر نجس ہوجائے گا۔(ت) اور ثانیا، جاری کی جو مشہور تعریف ہے وہ یہ ہے کہ جاری پانی وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے اور اظہر یہ ہے کہ جس کو جاری سمجھا جائے جیسا کہ دُر میں ہے اور وہ ہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع، تبیین، بحر اور نہر میں ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں تعریفات اُس نہر پر صادق ہیں جو اوپر سے

[1]

اهل العرف ان یقول انه راکد فمن(۱) العجب بعد ذکرہ اختیار اشتراط المدد الا ان یقال ان الوضوء بغمس الاعضاء انما یکون فیما بعد السد منفصلا عنه لا فی الاجزاء الملاصقة له وما انفصل عن السد فله من فوقه مدد تأمل۔

وثالثا:(۲) یظهر لی والله تعالٰی اعلم ان لیس(۳) جریان الماء الا حرکته بطبعه فی فضاء وبقاؤه جاریا علی محل واحد هو الذی یحتاج الی المدد لان الجاری لایقف فلولم یمد لاخلی المحل وبالمدد یتجدد علیه امثاله فیستمر جاریا علیه مادام المدد غیران الجریان دافع لاثر النجاسة عن الماء ما استمر جاریا لارافع له عنه(۴) فلوجری الماء المتنجس بنفسه بان کان فی صبب سد مجراہ ففتح ففاض لم یطهر ابدا بل لابد للطهارة من جریانه مع الطاهر فجریان الطاهر لایحتاج الی المدد کنهر سد من فوقه وکما تری اذا اشتد المطر ووقف لایزال الماء الواقع علی الارض والسطوح جاریا مدة بعده ولا یصح لاحد ان یقول وقف الواقع فور وقوف المطر وجریان النجس المطهرله یحتاج الی مدد من طاهر فلیکن محمل

بند کردی گئی ہو کیونکہ یہ تو پورا ایک گھنٹا بہر کرلے جائے گی چہ جائیکہ تنکا اور اہلِ عرف میں سے کسی کو روا نہیں کہ وہ اس پانی کو ٹھہرا ہوا کہے، تعجب ہے کہ یہ بات ذکر کرنے کے بعد انہوں نے مدد کے شرط ہونے کو اختیار کیا ہے، تاہم یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اعضاء ڈبو کر وضو اسی پانی سے ہوسکتا ہے جو بندش کے بعد اس سے جدا ہو، اس پانی میں نہیں ہوسکتا جس کے اجزاء بندش کے ساتھ ملے ہوئے ہوں اور جو بندش سے جدا ہے اس کو اوپر سے مدد مل رہی ہے تأمل

محل واحد پر جاری رہنا مدد کا محتاج ہے کیونکہ جو جاری ہے وہ ٹھہرے گا نہیں، تو اگر اس کو مدد نہ ملے تو وہ جگہ خالی ہوجائے گی اور مدد کی اور **ثالثا**، جو اللہ کے فضل سے مجھ پر منکشف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پانی کے جاری ہونے سے فضا میں اس کی طبعی حرکت مراد ہے اور اس کا وجہ سے اس پر اس کے امثال کا تجدد ہوگا تو وہ اس پر جاری رہے گا جب تک مدد ملتی رہے گی، البتہ جریان پانی سے نجاست کے اثر کو دفع کرنے والا ہے جب تک کہ وہ جاری ہے اس سے رفع کرنے والا نہیں ہے تو اگر ناپاک پانی ازخود جاری ہوا مثلاً کسی ڈھلوان میں تھا جو بند تھا پھر اس کو کھولا گیا تو وہ پانی جاری ہوگیا تو اس طرح وہ کبھی پاک نہ ہوگا بلکہ پاکی کیلئے ضروری ہے کہ وہ پاک پانی کے ساتھ جاری ہو، تو پاک کا جاری ہونا مدد کا محتاج نہیں جیسے کوئی نہر کہ اوپر سے بند کردی جائے، اور جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ شدید

القولین وباللہ التوفیق۔

بارش کے بعد چھتوں وغیرہ پر جمع شدہ پانی بہت دیر تک بہتا رہتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ گرنے والا پانی بارش کے ٹھہرنے کے فوراً بعد ٹھہر گیا اور ناپاک پانی کا بہنا جو اس کو پاک کردے، پاک پانی کی مدد کا محتاج ہے تو دونوں قولوں کا یہ محمل ہے وباللہ التوفیق۔(ت)

ثم اقول:(۱)ھذا اذا کان الماء فی فضاء اما اذا کان فی جوف کحوض اوظرف فلا بد مع ذلك من خروجه عنه لان الماء کان واقفا فیه والماء لایقف ماصادف منحدرا فدل وقوفه علی عدمه فاذا دخله ماء اٰخر فلا یدفعه الی منحدر بل یعلیه الی فوق فلا یکون جاریا الی ان یقطع العوائق بامتلاء المحل فیجد متسعا فینحدر فعند ذلك یصیر جاریا فمن اجل ھذا شرط فیه مع الدخول الخروج(۲)فاذا کان حوض فی حوض والماء وراء الصغیر اوماؤہ کان واقفا فیه لانعدام المنحدر فلا یجری مالم یخرج من الاعلی لما علمت اما اذا لم یکن الا فی الصغیر ووراءہ مسیل فدخل الطاھر وملأہ وجعل الماء یخرج منه ویسیل فقد جری الی ان یصل الی مایحاذیه من سطح الکبیر فیقف لانعدام المنحدر فما یدخل الیه بعدہ لایجریه بل یعلیه الی ان یملأ الاعلی ثم یفیض۔

پھر میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ پانی فضا میں ہو، لیکن پانی اگر کسی تہ میں ہے جیسے حوض یا برتن تو ضروری ہے کہ وہ اس برتن سے خارج بھی ہو کیونکہ پانی اس میں ٹھہرا ہوا تھا اور پانی اترتی ہوئی چیز سے متصل ہونے کے وقت ٹھہر نہیں سکتا ہے، تو اس کا ٹھہرنا اس کے عدم کی دلیل ہے تو اب جب اس میں دوسرا پانی داخل ہوا تو اس کو ڈھلوان کی طرف دھکا نہیں دے گا بلکہ اس کو اوپر کی طرف بلند کرے گا تو وہ اس وقت تک جاری نہ ہوگا جب تک کہ وہ رکاوٹوں کو محل کے پُر کرنے سے دُور نہ کردے، پھر وہ کشادگی پائیگا اور اُترے گا اُس وقت وہ جاری ہوگا، اسی وجہ سے اس میں دخول کے ساتھ ہی خروج کی شرط بھی رکھی گئی ہے، تو جب ایک حوض دوسرے حوض میں ہو اور پانی چھوٹے حوض کے پیچھے ہو یا اس کا پانی ٹھہرا ہوا ہو کیونکہ اس میں ڈھلوان موجود نہیں تو جب تک اوپر سے خارج نہ ہو جاری نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے جانا اور اگر پانی صرف چھوٹے میں ہو اور اس کے پیچھے پانی کے بہنے کا راستہ ہو اور پاک اس میں داخل ہوگیا ہو اور اس کو بھر دیا ہو یہاں تک کہ پانی اُس میں سے بہہ کر نکل رہا ہو تو اب جاری ہوگا یہاں تک کہ بڑے حوض کی مقابل سطح تک جا پہنچے، اب ٹھہر جائیگا کیونکہ ڈھلوان موجود نہیں ہے

ثم اقول: ھذا کلہ فی الجریان الحقیقی اما ما الحقوا بہ کحوض صغیر للحمام اوللوضوء یدخل فیہ الماء من الانابیب والمیازیب ویخرج بالغرف المتدارك والبئر(ا)ینبع فیھا الماء من تحت ویخرج بالاستقاء المتوالی او بفتح منفذ فیھا ان امکن کمامر^{عـہ}عن الھندیۃ عن الظھیریۃ وعن المنحۃ عن الخیر الرملی وفی البحر عن البدائع عن الامام الحسن بن زیاد عند تکرار النزح ینبع الماء من اسفلہ ویؤخذ من اعلاہ فیکون[1] کالجاری اھ وھو عندی محمل مافی الحلیۃ عن الامام محمد قال اجتمع رأیي ورأی ابی یوسف علی ان ماء البئر فی حکم الماء الجاری لانہ ینبع من اسفل ویؤخذ من اعلاہ فلا یتنجس بوقوع النجاسۃ فیہ[2]اھ ونقلہ فی العنایۃ بلفظ قال محمد الخ ثم رأیت الامام ملك العلماء نقلہ فی البدائع بعین لفظ الحلیۃ وذکر تمامہ کحوض الحمام

تواب اس کے بعد جو آئے گا وہ اس کو جاری نہ کرے گا بلالکہ اس کو بلالند کرے گا یہاں تک کہ اُوپر والے کو بھر دے گا پھر بہے گا۔(ت)

پھر میں کہتا ہوں یہ سب بحث جریان حقیقی میں ہے، لیکن فقہاء نے اس کے ساتھ جس کو لاحق کیا ہے جیسے چھوٹا حوض نہانے کیلئے یا وضو کیلئے جس میں پانی نلوں یا پرنالوں سے آتا ہے اور مسلسل چُلّو بھرنے سے نکلتا ہے، اور یا وہ کنواں جس میں نیچے پانی کے سوتے ہیں، اور مسلسل بھرنے سے وہ پانی نکلتا رہتا ہے یا اس میں کوئی سوراخ کھول دیا گیا ہے اگر ممکن ہو، جیسا کہ ہندیہ سے ظہیریہ سے اور منحہ سے خیر رملی سے گزرا، اور بحر میں بدائع سے امام حسن بن زیاد سے منقول ہے کہ پانی بار بار نکالا جائے تو نیچے سے نکلتا رہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے، تو یہ مثل جاری کے ہوگا اھ

اور میرے نزدیک یہ اس چیز کا محمل ہے جو حلیہ میں امام محمد سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا میری اور ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ کنویں کا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نیچے سے نکلتا ہے اور اوپر سے لے لیا جاتا ہے تو اس میں نجاست کے گرنے سے نجس نہ ہوگا اھ اور عنایہ میں اس کو "**قال محمد**" کے لفظ سے ذکر کیا الخ پھر بدائع میں اس کو بعینہٖ انہی الفاظ میں ذکر کیا جو حلیہ کے ہیں فرمایا

عـہ نشر علی ترتیب اللف ۱۲(م)

اجمال کی ترتیب پر تفصیل ہے۔(ت)

[1] بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[2] بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۵

اذا کان یصب الماء فیه من جانب ویغترف من جانب اٰخر انه لاینجس بادخال الید النجسة فیه[1] اھ وکذلك فی الفتح الی قوله کحوض الحمام[2] اھ فاکد ذلك ماذکرته من المحمل۔

اقول: وعند ھذا فھو فرع جید مقبول(۱) ولا وجه لردہ کما یعطیه کلام الحلیة تبعا للبدائع انه کان القیاس فی البئر ان لاتتنجس اصلا کما نقل عن محمد اولا تطھرا بدا کما قاله بشر المریسی الا ان اصحابنا ترکوا القیاسین بالاٰثار ھذا حاصل مافیھا حملا منھما ایاہ علی الاطلاق ولیس الاولی بنا ان نرد ما جاء عن الائمة مع وجود محمل له صحیح فقد(۲) تظافرت کلماتھم علی قبول ھذا المعنی فی الحوض الصغیر فلم لایقبل فی البئر ولا تخالفه الا فی حیأة ولامدخل لھا فی الحکم فکل صغیر سواء او ان الماء یدخل فیه من اعلاہ وفیھا من اسفلھا ولا یختلف به الحکم فقد قال فی(۳) الفتح لوتنجست بئرفاجری ماؤھا بان حفرلھا منفذ فصار الماء یخرج

جیسے حمام کا حوض کہ اس میں ایک جانب سے پانی ڈالا جائے اور دوسری جانب سے چُلّو کے ذریعہ نکالا جائے تو ناپاک ہاتھ کے ڈالے جانے سے نجس نہ ہوگا اھ اور اسی طرح فتح میں "کحوض الحمام" تک ہے اھ تو اِس نے تاکید کردی اُس محمل کی جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں اور اس وقت یہ اچھی فرع ہے مقبول ہے، اور اس کے رد کی کوئی وجہ نہیں جیسا کہ حلیہ میں بدائع کی تبعیت میں ہے کہ کنویں میں قیاس یہ تھا کہ کبھی ناپاک نہ ہو جیسا کہ محمد سے منقول ہے یا یہ کبھی پاک نہ ہو جیسا کہ بشر مریسی سے منقول ہے، مگر ہمارے اصحاب نے دونوں قیاسوں کو آثار کی وجہ سے ترک کردیا، یہ اُن دونوں کتابوں کا حاصل ہے کہ انہوں نے اس کو اطلاق پر محمول کیا ہے، اور جو چیز ائمہ سے منقول ہے اور اس کا مناسب محمل بھی موجود ہو تو اس کو رَد کردینا مناسب نہیں، کیونکہ چھوٹے حوض میں وہ اس حکم کو قبول کرتے ہیں تو پھر اس کو کنویں میں کیوں نہ قبول کیا جائے حالانکہ کنواں چھوٹے حوض سے صرف صورت میں مختلف ہے یا صورت کا حکم میں کیا دخل ہے؟ ہر چھوٹا برابر ہے، اور یہ کہ حوض میں پانی اوپر سے آتا ہے اور اس میں نیچے سے آتا ہے، تو اس سے حکم مختلف نہ ہوگا، چنانچہ

[1] بحوالہ بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۵/۱

[2] فتح القدیر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۸۶/۱

منه حتى خرج بعضه طهرت لوجود سبب الطهارة وهو جريان الماء وصار كالحوض اذا تنجس فاجرى فيه الماء حتى خرج بعضه[1] اھ واغترف منه فی البحر واقره وفی الدر یکفی نزح ماوجد وان قل وجریان بعضه[2] اھ قال ش بان حفرلها منفذ یخرج منه بعض الماء کما فی الفتح[3] اھ وقدمنا فی الاصل الثالث عن البحر فی مسألة جریان الحوض الصغیر بدخول ماء اُخر فیه وخروج البعض منه حال دخوله قال السراج الهندی وکذا البئر[4] اھ ومثله فی البزازیة وقدمناه عن الخلاصة فلولا انهم اعتبروا نبع الماء من اسفله لم یکن له معنی فان الجریان دافع لارافع فالنجس لایطهر به ابدا مالم یجرمع الطاهر(۱) هذا وبالجملة کل ماالحق بالجاری علی هذا المنوال اعنی اقامة الاخراج مقام الخروج فقد زید فیه قید اُخرو هو توالی الاخراج واستمرار تحرکه به حتی لوسکن لم یلتحق وذلك لان لازم الجریان شیاٰن تعاقب الاجزاء

فتح میں فرمایا کہ اگر کنواں ناپاک ہوجائے اور اس کا پانی جاری کیا جائے مثلاً اس میں کوئی سوراخ کر دیا جس سے کنویں کا کچھ پانی نکل گیا تو کنواں پاک ہوگیا، کیونکہ سببِ طہارت پایا گیا اور وہ پانی کا جاری ہونا ہے اور یہ حوض کی طرح ہوا کہ ناپاک ہوجائے اور اس میں پانی جاری کیا جائے یہاں تک کہ کچھ پانی نکل جائے اھ اس کو بحر میں ذکر کیا اور برقرار رکھا اور دُر میں ہے کہ جو پانی اس میں ہے اس کا نکال دینا کافی ہے خواہ کم ہی ہو اور جاری ہونا بعض کا اھ "ش" نے کہا کہ مثلاً کنویں میں کوئی سوراخ کردیا جس سے کچھ پانی نکال دیا جیسا کہ فتح میں ہے اھ اور ہم نے تیسری اصل میں بحر سے چھوٹے حوض کے جاری ہونے کے مسئلہ میں بیان کیا کہ اس میں نیا پانی داخل ہو اور اس کے داخل ہوتے وقت کچھ اس سے خارج ہو، سراج ہندی نے کہا کہ اس طرح کنویں کا حال ہے اھ اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے اور ہم نے اس کو پہلے خلاصہ سے نقل کردیا ہے تو اگر وہ پانی کے نیچے سے پھُوٹنے کا اعتبار نہ کرتے تو یہ بے معنی بات ہوتی کیونکہ جاری ہونا دافع ہے رافع نہیں تو جب تک وہ نجس طاہر کے ساتھ جاری نہ ہو کبھی بھی پاک ہونے کا نہیں، اس کو اچھی طرح سمجھئے۔ خلاصہ

---

[1] فتح القدیر آخر فصل فی البئر نوریہ رضویہ سکھر ۹۳/۱

[2] الدرالمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۹۳/۱

[3] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱۶۰/۱

[4] بحرالرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۱

یزول منه جزء فیخلفه اٰخر وعدم الاستقرار بدوام التحرك فاذا دخل الماء فی الحوض والبئر من جانب واخرج من اٰخر بالغرف والاستقاء وجد الاول واذا استمر ذلك حصل الثانی فتم الشبه فساغ الالتحاق ولذا اعتبروا تدارك الغرفات بان لایسکن وجه الماء بین الغرفتین لا الموالاة الحقیقیة اذ بهذا القدر یحصل دوام التحرك المحصل للشبه هذا ما عندی واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	یہ کہ ہر وہ پانی جس کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے اور اس میں اخراج کو خروج گردانا گیا ہے تو اس میں ایک اور قید کا اضافہ کیا گیا ہے اور وہ تسلسل کے ساتھ اخراج کی قید ہے اور اس کی وجہ سے اس کا مسلسل متحرک رہنا، اور اگر وہ ٹھہر گیا تو جاری کے حکم میں نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جاری ہونے کو دو چیزیں لازم ہیں ایک تو اجزاء کا تعاقب کہ ایک جزء زائل ہو اور دوسرا جُزء اس کے پیچھے آئے، اور مسلسل حرکت کی وجہ سے ایک جگہ نہ ٹھہرتا، تو جب حوض اور کُنویں میں پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے چلّوؤں اور ڈولوں یا نالیوں کے ذریعہ نکالا جائے تو پہلی چیز حاصل ہوگی اور یہ سلسلہ جاری رہے تو دوسری چیز حاصل ہوگی اور مشابہت مکمل ہوجائیگی اور اس کا لاحق کیا جانا جائز ہوگا اور اس کیلئے چلّوؤں کا پے درپے ہونا معتبر ہوگا، اور پے درپے کا مطلب ہے کہ دو چلّوؤں کے درمیان پانی میں ٹھہراؤ نہ آئے حقیقی موالات مراد نہیں ہیں کیونکہ اس مقدار سے تحرک کا دوام حاصل ہوجاتا ہے جس سے مشابہت پوری ہوتی ہے هذا ماعندی واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم۔ (ت)

اس تقریر سے واضح ہوا کہ ندی[1] کا پانی جس کا مینڈھا اوپر سے باندھ دیا ہو اور[2] گلا ہوا برف کہ زمین پر بہ رہا ہو اور[3] مینہ کا پانی کہ بارش تھمنے پر ہنوز رواں ہو اور[4] دو پانیوں کی دھار جو ہوا میں مل کر اُتر رہی ہے یا[5] زمین پر ایک ہو کر بہ رہی ہے اور[6] انگور کا شیرہ کہ ابھی رواں ہے اگرچہ ان کی مدد منقطع ہوگئی ہو جب تک کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کو مانع ہو سب جاری ہیں تو لوٹے کی دھار کہ ابھی ہاتھ تک نہ پہنچی بدرجہ اولٰی اور دخول وخروج دونوں کی شرط اُس مائع میں ہے جو کسی جوف میں رُکا ہوا ہے اور پانی ایک طرف سے آنا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جانا کہ جنبش تھمنے نہ پائے یہ ملحق بہ آب جاری میں ہے والحمدللّٰه علی توالی اٰلائه، وافضل صلوٰته واکمل تسلیمات علی افضل انبیائه، وعلٰی اٰله وصحبه وابنه واحبائه، والحمدللّٰه رب العٰلمین واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تجدید النظر بوجہ آخر، وابانۃ موھواحلی وازھر، واجلی واظھر

ایک اور طریقہ سے نظرِ ثانی، اور عمدہ، روشن اور اظہر طریقہ پر وضاحت:

اللھم لک الحمد، والیک الصمد، ارعبیدك الصواب، وقه التباب، فی کل باب، یاوھاب، وصلّ وسلّم وبارك علی السید الاواب، الذی تحکی نفحة من کرمه الریح المرسلة ورشحة من فیضه ھامر السحاب، وعلٰی اٰله وصحبه وابنه وحزبه خیر حزب واٰل واصحاب، اٰمین۔	اے اللہ تیرے لئے یہ حمد ہے اور تُو بے نیاز ہے، اے وہاب! اپنے بندوں پر ہر معاملہ میں اچھا راستہ کھول اور ہلاکت سے بچا، اور صلوٰۃ وسلام اور برکتیں ہوں رجوع لانے والے آقا پر جس کے کرم کا ایک جھونکا، چلتی ہوئی ہوا کے مشابہ ہے اور جس کے فیض کا ایک چھینٹا بہت برسنے والے بادل کی طرح ہے اور آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور گروہ سب پر سلامتی ہو۔ آمین۔ ت

جماہیر مشاہیر کتب معتمدہ متداولہ مستندہ کی تصریحات واضحہ و تلویحات لائحہ کا یہی مفاد کہ جو پانی یا مائع کسی جوف میں ہو تازہ آمد کتنی ہی ہو اُسے جاری نہ کرے گی جب تک بھر کر نہ اُبلے حوض وغیرہ کے بطن میں پانی کا بہنا اُس کے پانی کے لئے جریان نہیں کتب کثیرہ سے فروع متکاثرہ وتصریحاتِ متوافرہ اس معنی پر جوابات سابقہ میں گزریں، جواب سوم کے بعض احکام اور آخر چہارم کی تقریر اور پنجم کے اکثر مباحث اسی پر مبنی تھے اور اصل سوم تو خود یہی تھی اور یہی اصل پنجم کی تمہید اور ششم کا حصہ اولین اور نہم کا اوّل واخیر پھر تفریعات میں جو کچھ ان پر متفرع ہے لیکن یہاں ایک قول یہ ہے کہ جریان کیلئے خروج شرط نہیں، حوض کبیر جس کی تہہ میں نجاستیں یا نجس پانی تھا مجرد بھر جانے سے پاک ہو جائیگا منیہ[1] میں اگرچہ اس قول کو بصیغہ ضعف نقل کیا کہ وقیل لایصیر نجسا اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں ہوگا۔ ت اور حلیہ[2] میں اُس کا ضعف اور مسجّل کردیا کہ اس کی کچھ وجہ ظاہر نہیں غنیہ[3] میں اس کے خلاف کی تصریح تصحیح کی امام ابو القاسم صفار[4] وامام فقیہ ابو جعفر[5] وامام فقیہ ابو اللیث[6] وامام صدر الشہید[7] وامام ابو بکر اعمش[8] وامام علی سغدی[9] وامام نصیر بن یحیٰی[10] وامام خلف بن ایوب[11] وغیرہم اجلّہ اکابر قدست اسرارہم ورحمنا اللہ تعالٰی بہم فی الدارین کے ارشادات واختیارات اور ظہیریہ[12] ومبتغی[13] ومحیط[14] وبرہانی ورضوی[15] وغنیہ کی تصحیحات اس کے خلاف پر ہیں ان کتابوں اور ان کے سوا بدائع[16] وفتح القدیر[17] وتبیین[18] وتوشیح[19] وبحر[20] وتاتارخانیہ[21] وخانیہ[22] وخلاصہ[23] وذخیرہ[24] وفتاوٰی اہل سمرقند[25] وغیاثیہ[26] وعالمگیریہ[27] وخزانۃ المفتین[28] وجواہر اخلاطی[29] وشرح ہدیہ ابن العماد[30] وغیرہا عامہ کتب جلیلہ نے فروع

کثیرہ وافرہ میں اصلاً اس کی طرف التفات بھی نہ کیا یہ امور بتاتے ہیں کہ وہ قول مہجور جمہور و نامقبول و نامنصور ہے ولہذا ہم نے بھی باتباع ائمہ اُس کی طرف میل نہ کیا مگر انصافاً (۱) وہ ساقط محض نہیں بجائے خود ایک قوت رکھتا ہے متعدد مشائخ اور کثیر یا اکثر فقہائے بخارا و بعض ائمہ بلخ نے اُسے اختیار کیا اور امام یوسف ترجمانی نے اسے **بہ یفتی** کہا۔ امام کردری نے وجیز میں اسے مقرر رکھا اور یہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے منیہ کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئی اس کے متصل ہی ہے:

حوض کبیر و فیہ نجاسات فامتلاء قیل ھو نجس وقیل لیس بنجس وبہ اخذ اکثر مشائخ بخاری رحمہم اللہ ذکرہ فی الذخیرۃ[1]	حوض کبیر جس کی تہہ میں نجاستیں ہوں پھر وہ بھر جائے تو ایک قول کے مطابق نجس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نجس نہیں بخارا کے اکثر مشائخ (اللہ ان پر رحم کرے) نے اسی کو اختیار کیا ہے اس کو ذخیرہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غنیہ میں قولِ اوّل کی تعلیل کی:

لتنجس الماء شیئا فشیئا[2]۔	کیونکہ پانی تھوڑا تھوڑا کرکے نجس ہوتا جاتا ہے۔ (ت)

اور دوم کی:

لکونہ کبیرا فصار کما لوکان ممتلئا فوقعت فیہ النجاسات[3]۔	کیونکہ یہ بڑا حوض ہے تو یہ اسی حکم میں ہوگا کہ پہلے وہ بھر گیا ہو پھر اس میں نجاستیں واقع ہوئی ہوں۔ (ت)

حلیہ میں ذخیرہ کا نص یوں ذکر کیا:

وفی نظم الزندویسی اذا کان الحوض کبیرا وفیہ نجاسات فدخل الماء فامتلاء قال اھل بلخ وابو سھل الکبیر البخاری ھو نجس وقال الفقیہ ابوجعفر البلخی والفقیہ اسمٰعیل وابن الحسن الزاھدی البخاری الکل طاھر وبہ اخذ کثیر من	اور نظم زندویسی میں ہے کہ جب حوض بڑا ہو اور اس میں نجاسات ہوں، پھر پانی داخل ہو کر اس کو بھر دے تو بلخ والوں اور ابو سہیل کبیر بخاری کا قول ہے کہ یہ نجس ہے اور فقیہ ابو جعفر البلخی، فقیہ اسمٰعیل اور ابن الحسن الزاہدی البخاری نے کہا کہ سب پاک ہے اور اس قول کو بخارا کے کثیر فقہاء نے

[1] منیۃ المصلی فصل فی الحیاض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۷۲
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

فقہاء بخارٰی وھکذا افتی عبدالواحد مرارا وھکذا کان یفتی الفقیہ ابو بکر العیاضی وکان یقول الماء الکثیر فیحکم الماء الجاری انتہٰی[1]۔	اختیار کیا ہے، اور عبدالواحد نے بھی اس پر کئی بار فتوٰی دیا اور ابو بکر عیاضی بھی اسی طرح فتوٰی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کثیر پانی جاری پانی کے حکم میں ہے انتہی۔(ت)

پھر فرمایا:

ونقل الزاھدی عن یوسف الترجمانی فی انہ قال وبہ یفتی[2]۔	زاہدی نے یوسف الترجمانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اور اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

بزازیہ میں ہے:

تنجس الحوض ثم دخل فیہ ماء کثیر وخرج منہ ایضاً قیل طھر الحوض وان قل الخارج وقیل لاحتی یخرج مثل مافیہ وقیل مثلاہ اوثلثۃ امثالہ وقیل یطھر وان لم یخرج شیئ قال ابو یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی وبہ یفتی[3] اھ **اقول**:(۱)تفرد بشیئین احدھما قید الکثیر فی الماء الداخل وھم قاطبۃ ارسلوہ وقال ش وان قل الداخل[4] اھ وکانہ واللہ تعالٰی اعلم رعایۃ للقول الاخیر اذ یختص بالحوض الکبیر فدل علی کبرہ بدخول الماء الکثیر والاٰخر زیادۃ	حوض ناپاک ہوگیا پھر اس میں بہت سا پانی داخل ہوگیا اور نکل گیا تو ایک قول ہے کہ حوض پاک ہوگیا خواہ نکلنے والا پانی کم ہی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک اتنا پانی نہ نکلے جتنا کہ حوض میں تھا پاک نہ ہوگا جبکہ ایک قول یہ ہے کہ جب تک حوض کا دوگنا یا تین گنا پانی نہ نکلے پاک نہ ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ پاک ہو جائے گا خواہ کچھ بھی نہ نکلے، یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اسی پر فتوٰی ہے۔(ت) میں کہتا ہوں وہ دو چیزوں میں متفرد ہیں ایک تو داخل ہونے والے پانی میں کثرت کی قید لگانے میں، جبکہ تمام فقہاء نے یہ قید نہیں لگائی ہے اور "ش" نے فرمایا اگرچہ داخل ہونے والا پانی قلیل ہو اھ اور گو یا واللہ تعالٰی اعلم آخری قول کی رعایت ہے کیونکہ یہ بڑے حوض کے ساتھ خاص ہے

[1] حلیہ
[2] حلیہ
[3] بزازیہ علی الھندیۃ نوع فی الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۸/۴
[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۳۸

مثلیه وانما یذکرون مثلا وثلاثا فالثانی لتثلیث الغسل والاول قیاسا علی البئر فان نزح مافیها لها تطهیر افاده فی البدائع اما التثنیة فلا وجه لها هذا، ثم قال فی الحلیة لکن فی الذخیرة قبل هذه المسألة وفی فتاوٰی اهل سمرقند غدیر کبیر لایکون فیه ماء فی الصیف ویروث فیه الناس والدواب(فذکر ماقدمنا عن الخانیة وغیرها عشرة کتب فی الاصل الثامن)قال فعلی قیاس الجواب فی هذه المسألة یکون الجواب ایضا فی المسألة التی ذکرها المصنف ان کان الماء الذی یدخل اولا یدخل علی ماء نجس اومکان نجس فهو نجس وان کان یدخل علی طاھر ویستقر فیه حتی یصیر عشرا فی عشر ثم یتصل بالنجس فھو طاھر قال فھذا قول ثالث فی المسألة المذکورة تخریجا کما یمکن ان یتأتی القولان المذکوران فیھا نصا فی ھذه المسألة التی ذکرناھا نحن عن الذخیرة ایضاتخریجا[1]اھ

تو کثیر پانی کا داخل ہونا حوض کی بڑائی پر دلالت کرے گا، اور دوسری چیز دگنا ہونے کی زیادتی، اور دوسرے فقہا ایک گنا اور تین گنا کا ذکر کرتے ہیں، تو دوسرا دھونے میں تثلیث کے لئے ہے اور پہلا کنویں پر قیاس کرتے ہوئے ہے، کیونکہ کنویں میں جو کچھ ہے وہ اگر نکال لیا جائے تو کنواں پاک ہوجائیگا، بدائع میں یہی ہے، اور دگنا ہونے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں، ہذا۔ پھر حلیہ میں فرمایا اور لیکن ذخیرہ میں اس مسئلہ سے قبل اور اہل سمرقند کے فتاوٰی میں ہے کہ اگر کوئی بڑا تالاب ایسا ہو جو گرمیوں میں سُوکھ جاتا ہو اور اس میں انسان اور چوپائے بول وبراز کرتے ہوں (تو اس کا حکم وہ بیان کیا جو ہم نے آٹھویں اصل میں خانیہ وغیرہا دس کتب سے نقل کیا) فرمایا اس مسئلہ کے جواب پر قیاس کرتے ہوئے مصنّف نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کا بھی جواب ہوگا، اور وہ یہ کہ اگر داخل ہونے والا پانی پہلے نجس پانی پر داخل ہوتا ہے یا نجس جگہ پر تو وہ نجس ہے اور اگر پاک پر داخل ہوتا ہے اور اس میں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ دہ در دہ ہوجائے پھر نجس سے متصل ہو تو وہ پاک ہے فرمایا یہ مسئلہ مذکورہ بطور تخریج تیسرا قول ہے اور دو مذکور قول اس میں بطور نص ہیں جس کو ہم نے ذخیرہ سے بطور تخریج نقل کیا ہے۔ اھ (ت)

اقول: رحم الله المحقق لاتثلیث

میں کہتا ہوں اللہ محقق پر رحم کرے نہ تو

[1] حلیه

ولا تخریج(۱)اما الثانی فظاهر فان المسألة المذکورة مسألة المتن حوض کبیر وفیه نجاسات فامتلأ والتی اوردتموها عن الذخیرة غدیر کبیر لایکون فیه ماء فی الصیف ویروث فیه الناس والدواب وای فرق بینهما الا فی اللفظ فلا قیاس ولا تخریج بل القولان المذکوران فی المتن منصوص علیهما فی مسألة الذخیرة والتفصیل المذکور فیها منصوص علیه فی مسألة المتن.(۲)واما الاول فلانه لیس لاحد ان یقول الماء وان کثر فی بطن الحوض قبل وصوله الی النجس یتنجس حین یصل الیه وکیف یتنجس وقد فرض کثیرا هذا خلاف الاجماع فالتفصیل المذکور فی الذخیرة هو المراد قطعا فی القول الاول وانما طووا ذکره للعلم به کما قلتم ههنا ان من المعلوم حیث قلنا فی هذه المسألة اوامثالها ان الماء طاهر فهو مشروط بکونه لااثر للنجاسة فیه فترك التقیید به فی ذلك للعلم به وایاك والذهول عنه فیذهبن بك الوهم الی تخطئتهم فی ذلك وهم من ذلك[1] براء اھ.(۳)فهل یسوغ لاحد ان یجعل التقیید بعدم ظهور الاثر قولا رابعا فی المسألة وقد اشرنا الیه بعد ذکر الضابط الثالث فما ثم الا قولان التفصیل المذکور

تثلیث ہے اور نہ تخریج، دوسرا تو ظاہر ہے کیونکہ مسئلہ مذکورہ متن کا مسئلہ ہے تثلیث کہ ایک بڑا حوض ہو جس میں نجاستیں ہوں اور بھر جائے، اور جس کو تم نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے یعنی بڑا تالاب جو گرمیوں میں خشک ہو جاتا ہے اور اس میں انسان اور جانور بول وبراز کرتے ہوں، ان دونوں میں لفظی فرق کے علاوہ اور کیا فرق ہے، تو نہ قیاس ٹھیک ہے اور نہ تخریج درست ہے بلاالکہ دونوں قول جو متن میں مذکور ہیں اور ان کو ذخیرہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے اور اس میں جو تفصیل ہے وہ متن میں منصوص ہے، لیکن پہلا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا جبکہ پانی حوض میں کثیر ہو نجس تک پہنچنے سے پہلے، تو وہ نجس ہو جائیگا جب وہ نجاست تک پہنچے گا، اور نجس کیسے ہوگا حالانکہ اس کو کثیر فرض کیا گیا ہے یہ اجماع کے خلاف ہے جو تفصیل ذخیرہ میں ہے وہی قطعاً مراد ہے پہلے قول میں اور اس کو ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ پہلے ہی معلوم ہے، جیساکہ تم نے یہاں کہا ہے کہ یہ بات معلوم ہے جبکہ ہم نے اس مسئلہ میں اور اس جیسے مسائل میں کہا کہ پانی پاک ہے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ نجاست کا اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو اس قید کو معلوم ہونے کی بناپر چھوڑ دیا گیا ہے، اس سے آپ غافل نہ ہوں ورنہ آپ ان کو خطاکار قرار دیں گے حالانکہ وہ بے قصور ہیں اھ تو کیا کوئی اثر کے ظاہر نہ ہونے کی قید لگانے کو چوتھا قول قرار دے سکتا ہے۔

[1] حلیه

فی الکتب العشرۃ واطلاق الطھارۃ وباللّٰه التوفیق۔	اور ہم نے تیسرے ضابطہ کے بعد اس کی طرف اشارہ کیا ہے، تو وہاں صرف دو ہی قول ہیں مذکورہ تفصیل دسوں کتب میں ہے اور طہارت کا اطلاق ہے۔ (ت)

ثم اقول: وبہ استعین (اللہ سے مدد چاہتے ہوئے میں کہتا ہوں) یہاں دو بحثیں ہیں:

بحث اوّل ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضا میں اس کا اپنے میل طبعی سے رواں ہونا اور فضائے غیر محدود غیر مقصود اور محدود بطن حوض میں بھی موجود بارش یا سیل وغیرہ کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہوا آیا اور بطنِ حوض میں داخل ہوا وہ قطعاً اب بھی بہ رہا ہے جب تک کنارہ مقابل پر جاکر رک نہ جائے۔

اولاً: جاری کی دونوں تعریفیں اشہر واظہر اس پر صادق ہیں وہ ایک تنکا کیا ایک گھٹا بہالے جائیگا اور بے شک جب تک اُس کا بہاؤ نہ ٹھہرے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب حوض کے کنارے تک پہنچتے ہی تھم گیا اب اس میں روانی نہ رہی جب تک بھر کر اُبال نہ دے پہلے کنارے پر تھم جائے تو حوض کو بھرے کون اور اُبالے کیوں کر۔

ثانیاً: نہر جاری میں سیلاب کی دھار آکر گری اب چاہیئے کہ وہ نہر جاری نہ رہے جب تک بھر کر اُبل نہ جائے کہ اعتبار وئے آب کا ہے اور اب روئے آب یہ سیلاب ہے جسے جوفِ نہر میں داخل ہوتے ہی ساکن مان لیا گیا۔

ثالثاً: مینہ کا پانی (ا) کہ چھت پر بہتا پر نالوں سے گرتا صحنِ خانہ میں رواں ہو قطعاً آب جاری ہے اگرچہ ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کو چھت تک لبریز کرکے دیواروں پر سے اُبال دینا تو قیامت ہے،

بدائع میں ہے:

ان کانت الانجاس متفرقۃ علی السطح ولم تکن عند المیزاب ذکر عیسٰی بن ابان (ای تلمیذ محمد رحمھما اللّٰه تعالٰی) انہ لایصیر نجسا مالم یتغیر وحکمہ حکم الماء الجاری وقال محمد ان کانت النجاسۃ فی جانب من السطح اوجانبین لاینجس الماء ویجوز التوضوء بہ وان کانت فی ثلثۃ جوانب ینجس اعتبار	اگر نجاستیں چھت پر پراگندہ ہوں اور یہ پرنالہ کے پاس نہ ہوں، تو عیسٰی بن ابان نے ذکر کیا (یعنی محمد کے شاگرد نے) کہ وہ نجس نہ ہوگا جب تک کہ متغیر نہ ہو اور اس کا حکم جاری پانی کی طرح ہے اور محمد نے فرمایا کہ اگر نجاست چھت کی ایک جانب یا دو جانب ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور اس سے وضو جائز ہے اور اگر نجاست تین کناروں پر ہو تو غالب کا اعتبار کرتے ہوئے پانی

اللغالب[1] اھ	ناپاک ہو جائیگا اھ (ت)

ہندیہ میں ہے:

لوکان علی السطح عذرۃ فوقع علیہ المطر فسال المیزاب ان کانت النجاسۃ عند المیزاب وکان الماء کلہ یلاقی العذرۃ اواکثرہ اونصفہ فھو نجس والا فھو طاھر وان کانت العذرۃ علی السطح فی مواضع متفرقۃ ولم تکن علی رأس المیزاب لایکون نجسا وحکمہ حکم الماء الجاری کذا فی السراج الوھاج، وفی(۱) بعض الفتاوٰی قال مشائخنا المطر مادام یمطر فلہ حکم الجریان حتی لواصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الا ان(۲) یتغیر المطر اذا اصاب السقف وفی السقف نجاسۃ فوکف واصاب الماء ثوبا فالصحیح انہ اذا کان المطر لم ینقطع بعد فما سال من السقف طاھر ھکذا فی المحیط وفی العتابیۃ اذا لم یکن متغیرا کذا فی التاتارخانیۃ(۳) واما اذا انقطع المطر وسال من السقف شیئ فما سال فھو نجس کذا فی المحیط وفی النوازل قال مشائخنا المتأخرون ھو المختار کذا	اگر چھت پر پاخانہ پڑا ہو اور بارش ہو جائے پھر پر نالہ بہے تو اگر نجاست پر نالہ کے پاس ہو اور کل پانی پاخانہ سے لگ کر آرہا ہو یا اکثر یا نصف تو وہ ناپاک ہے ورنہ پاک ہے اور اگر نجاست چھت پر متفرق جگہوں پر ہو اور پر نالہ کے سر پر نہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا اور اس کا حکم جاری پانی کا سا ہے۔ اسی طرح سراج الوہاج میں ہے، اور بعض فتاوٰی میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا اگر بارش ہو رہی ہو تو جاری پانی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ اگر یہ پانی چھت پر پڑے ہوئے پاخانہ سے لگ کر بھی آئے اور پھر کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے، ہاں اگر بارش متغیر ہو جائے جبکہ چھت پر پہنچے اور چھت پر نجاست ہو اور پھر چھت ٹپکنے لگے اور یہ پانی کسی کپڑے پر لگ جائے تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی منقطع نہیں ہوئی ہے تو جو پانی چھت سے بہا وہ پاک ہے ھکذا فی المحیط۔ اور عتابیہ میں ہے کہ جبکہ متغیر نہ ہو، اور اسی طرح تاتار خانیہ میں ہے اور اگر بارش بند ہونے کے بعد چھت سے پانی ٹپکے تو جو بہا ہے وہ ناپاک ہے کذا فی المحیط، اور نوازل میں ہے کہ ہمارے متأخر مشائخ نے فرمایا یہی

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

ی التتارخانیة[1] اھ **اقول:** سال من السقف ای وکف کما قدم اما السائل من المیزاب فجار قطعا وان وقف المطر کما قدمنا۔	مختار ہے کذا فی التتارخانیہ اھ (ت) **میں کہتا ہوں** چھت سے بہنے کا مطلب چھت سے ٹپکنا ہے جیسا کہ گزرا اور جو پرنالے سے بہتا ہے وہ قطعاً جاری ہے خواہ بارش ٹھہری ہوئی ہو۔ (ت)

بالجملہ آنے والے پانی کے بطن حوض میں جاری ہونے سے انکار ظاہر نہیں، ہاں جب حد مقابل پر پہنچے جہاں جاکر رک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھے گا بلاالکہ اُوپر چڑھے گا یہ حرکت طبعی نہ ہوگی بلاالکہ قسری خلاف طبع تو اُس وقت بیشک جریان جاتا رہے گا۔

بحث دوم: آب نجس کی تطہیر کو آبِ طاہر سے مل کر اُس کا جاری ہونا درکار ہے یا آب طاہر جاری کا اُس پر آنا کافی اول نص محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے،

فی ردالمحتار عن جامع الرموز عن التمرتاشی عن محمد المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارته باجرائه مع جنسه مختلطا به[2]۔	اور ردالمحتار میں جامع الرموز سے تمرتاشی سے محمد سے ہے۔ کہ بہنے والا جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ اس کی طہارت اس کو اسی کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: اور اسی کے مؤید ہے اُسے قول دائر وسائر الماء الجاری یطھر بعضه بعضا (کہ بعض جاری پانی بعض دوسرے پانی کو پاک کر دیتا ہے۔ ت) کے تحت میں لانا،

فانھما اذا جریا مختلطین کان بعض الجاری طاھرا وبعضه نجسا فیطھر الاول الاٰخر بخلاف مااذا لم یجر النجس وقد یمکن ان یستأنس للثانی بما قدمنا فی الاصل الرابع عن الحلیة عن المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل به صار فی الحکم جاریا[3] اھ۔ لکنه ذکرہ	کیونکہ وہ دونوں جب مل کر بہیں تو بعض جاری پاک اور بعض نجس ہوگا تو پہلا دُوسرے کو پاک کر دیگا بخلاف اس صورت کے جبکہ نجس جاری نہ ہو اور دوسرے کیلئے جو ہم نے چوتھی اصل میں حلیہ سے محیط رضوی سے نقل کیا ہے استدلال ہوسکتا ہے کہ جب جاری پانی اس میں مل گیا تو جاری کے حکم میں ہوگا اھ لیکن اس کا تذکرہ انہوں نے وہاں کیا ہے جہاں
فی اشتراط الخروج من الجانب الاٰخر وان قل	دوسری جانب سے نکل جانے کی شرط لگائی ہے خواہ کم ہی ہو

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فیما یجوز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷

[2] ردالمحتار مطلب یطھر الحوض بمجرد الجریان مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۴

[3] حلیہ

فالمراد الاتصال فی الجریان ومعلوم ان الجاری بعضه لاکل مافیه ویحکم بطهارة الکل فلذا قال صار فی الحکم جاریا فافهم۔	تو مراد جاری ہونے میں اتصال ہے اور یہ معلوم ہے کہ جاری بعض ہی ہے کل نہیں ہے۔ اور حکم کل کی طہارت کا لگایا جائیگا اور اسی لئے فرمایا کہ یہ جاری کے حکم میں ہوگیا۔ (ت)

فقیر کے نزدیک منشاء اختلاف یہی ہے اُن بعض نے جبکہ دیکھا کہ نیا آنے والا پانی بہتا ہوا اس آب نجس سے ملا اس کی طہارت کا حکم دیا پھر اگر نجاست غیر مرئیہ ہے یا مرئیہ تھی اور نکال دی گئی جب تو ظاہر ہے کہ ان کے طور پر سب پانی پاک رہنا چاہئے اگرچہ حوض صغیر ہو کہ جاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو اُسے فنا کر دیتا ہے **کما حققناہ فی الاصل العاشر** (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اصل عاشر میں کی ہے۔ ت) تو بعد وقوف اگرچہ محل قلیل میں ٹھہرا نجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرئیہ باقیہ میں ضرور کبر محل درکار کہ وقت وقوف بوجہ کثرت عود نجاست نہ ہوسکے اور جمہور نے یہ نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہو مگر آب نجس کو جاری نہ کیا کہ بطنِ حوض میں رُکا ہوا تھا اور اُس کا رُکنا ہی دلیل واضح تھا کہ اُسے آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو آب داخل اُسے آگے نہ بڑھائے گا بلکہ اوپر چڑھائیگا تو اُس کا اجرا نہ ہوگا جو اُس کی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ حوض بھر جائے اُس وقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو اُبلے گا پاک ہو جائیگا کہ اب آگے بڑھنے اور منحدر میں اُترنے کو جگہ وسیع ہے اگر کہیے مانا کہ بطن حوض میں آب نجس کا اجرا نہ ہوگا مگر غسل یعنی دھونا تو ہو جائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا آکر اُس کے تمام اجزا پر چھا گیا۔

اقول اولاً: پانی کو دھونا شرع سے معہود نہیں مگر وہی طاہر سے ملا کر اُس کا اجرا۔

ثانیاً: غسل ہوگا تو فقط سطح بالائے آب نجس کا اور وہ کوئی جامد (۱) شیئ نہیں کہ ضرورۃً غسل سطح قائم مقام غسل کل ہو،

وهذه فائدة استنبطها الفقیر مما فی فتح القدیر فی بیان مذهب الصاحبین ان(۲)کانت الانفحة جامدة تطهر بالغسل [1] اھ ای اذا اخذت من بطن جدی میت	یہ فائدہ خود فقیر نے جہاں صاحبین کا مذہب فتح القدیر میں بیان ہوا ہے میں نے مستنبط کیا ہے، اگر دُودھ خشک ہو تو دھونے سے پاک ہو جائیگا اھ یعنی مُردہ بکری کے بچّہ کے پیٹ سے نکالے گئے ہوں کیونکہ

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوز بہ الوضوء سکھّر ۸۴/۱

لتنجسها عندهما بوعائها المتنجس بالموت واستظهره فی مواهب الرحمٰن وذکر طهارتها جامدة بالغسل کالفتح وعند الامام طاهرة لانه لااثر للتنجس شرعا مادامت فی الباطن النجاسة فضلا عن غیرها فتح وهو الراجح دروالانفحة اللبن فی بطن الجدی الراضع۔	صاحبین کے نزدیک وہ ظرف کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نجس ہوجائیں گے کیونکہ اس کا ظرف موت کی وجہ سے ناپاک ہوگیا، اور مواہب الرحمٰن میں اس پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خشک ہوں (یعنی دودھ جم جائے) تو دھونے سے پاک ہوجائیں گے، جیسا کہ فتح میں ہے اور امام صاحب کے نزدیک پاک ہیں کیونکہ جب باطن میں کوئی نجاست ہو تو شرعاً وہ نجاست نہیں چہ جائیکہ اور کوئی چیز ہو فتح، اور یہی راجح ہے در، اور انفحہ اس دُودھ کو کہتے ہیں جو بکری کے شیر خوار بچّے کے پیٹ میں ہوتا ہے۔(ت)

ثالثاً: علی التسلیم (غَسل (دھونا) اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو۔ت)[1] غسل کیلئے تثلیث درکار ہوتی یا ذہاب نجاست پر غلبہ ظن۔ بہرحال مائے غاسل کا مغسول پر سے زوال ضرور کہ جب تک جُدا نہ ہوا مغسول سے زوال نجاست نہ ہوا تو حکم طہارت نہ ہوا۔ یوں بھی خروج لازم ہوگیا ظاہر ان وجوہ سے جمہور نے حکم نجاست دیا۔

اقول: مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوئی یونہی قول اوّل پر بحث اول وارد ہوگی۔ ان اکابر نے بطن حوض میں سَیلان آب کو جریان ہی نہ ٹھہرایا شرط خروج کی تصریحات وتصحیحات کہ جوابِ دوم میں غنیہ[1] وظہیریہ[2] اور جواب پنجم اصل دوم میں ملک العلماء[3] وفقیہ ہندوانی[4] وفقیہ سمرقندی[5] اور اصل سوم میں تبیین[6] وفتح[7] وبحر[8] ومحیط[9] وتوشیح[10] وامام حسام شہید[11] وتاتارخانیہ[12] وظہیریہ[13] وہندیہ[14] اور اصل چہارم میں بتنغی[15] ومحیط[16] رضوی وحلیہ[17] وخلاصہ[18] وردالمحتار[19] ودو[20] عبارت ظہیریہ[21] وامام[22] ابوبکر اعمش[23] وغیرہ اور اصل ششم میں شرح[24] ہدیہ ومنحہ[25] سے گزریں ان کی توبہ توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض میں تھا اس کے جریان وتطہیر کیلئے خروج ضرور ہے تازہ پانی کہ اُوپر سے آیا ان سے اس کے جریان کی نفی نہیں ہوتی مگر ان نصوص کثیر کا کیا جواب جو صراحۃً اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہیں اگرچہ بطنِ حوض میں کتنی ہی دُور حرکت کرتا جائے مثلاً:

اولاً: وہ تصریحیں کہ پانی اگر بطنِ حوض میں دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملے گا جتنا آتا جائیگا ناپاک ہوتا جائے گا جیسا کہ جواب چہارم میں امام[1] صفار سے گزرا امام[2] ملک العلماء نے اُسے مقرر رکھا اصل ہشتم فتاوٰی[3] امام قاضی خان وجواہر[4] اخلاطی سے اور ایسا ہی خزانۃ[5] المفتین وفتاوٰی[6] ذخیرہ میں ہے حلیہ[7] میں اُس پر تقریر ہے غنیہ[8] میں اس کے معنے ہیں اگر جاری مانا جاتا وہ دہ در دہ ہونا کیا شرط ہوتا کہ جاری کتنا ہی قلیل ہو ناپاک

نہیں ہوسکتا جب تک نجاست سے اس کا کوئی وصف نہ بدلے لوٹے کی دھار کا مسئلہ اصل ۹ میں گزرا۔

ثانیاً یہ تعلیل وشرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ دوّارہ کا نفس حکم کہ کتبِ معتمدہ جماہیر مشاہیر میں دائر وسائر ہے خود اُسے جاری نہ ماننے پر برہان ظاہر ہے جواب چہارم میں منیہ[9] وبدائع[10] وصفار[11] وحلیہ[12] اور پنجم میں حلیہ[13] وغنیہ[14] اور اس کی اصل ہشتم میں خانیہ[15] وخزانۃ[16] المفتین ومحیط[17] وحلیہ[18] وخلاصہ[19] وفتح[20] وفتاوٰی[21] سمرقند وبحر[22] وہندیہ[23] وغیاثیہ[24] وذخیرہ[25] وفرع[26] آخر قاضی خان وجواہر[27] الاخلاطی سے تصریحیں اور تصحیحیں گزریں کہ حوض کتنا ہی کبیر ہو جب اس میں قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب بھر گیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جب تک حد قلّت میں تھا یہ کہہ سکتے تھے کہ آنے والا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچنے تک جاری رہامگر وہاں جاکر تو رُک گیا اور ہے قلیل اور نجاست یا آب نجس سے متصل تو اب ناپاک ہوجائیگا اسی طرح جو پانی آتا جائے گا حدِ قلّت تک یہی حکم پائیگا وھم انما قالوا کل ماد خل صار نجسا لا کما دخل تنجس مگر حوض تو کبیر ہے جب حدِ قلّت سے آگے بڑھے گا کیا کہا جائے گا۔ آیا بہتا ہوا اور ٹھہرا کثیر ہوکر تو کسی وقت قابلِ قبول نجاست نہ ہوا پھر یہ حکم کیوں ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک۔ بلالکہ لازم تھا کہ یا تو حصہ بالا کو جہاں سے حدِ کثرت ہے اور ممکن ہے کہ حوضِ کبیر کا معظم حصہ وہی ہو پاک کہیں اور حدِ قلّت سے نیچے تک ناپاک یا نظر برآں کہ حصّہ زیریں ممتاز صورت نہ رکھنے کے باعث بالا کا تابع ہے سب پاک۔

اقول: اور ظاہر ایہی اقیس ہوتا آخر نہ دیکھا کہ حوض کتنا ہی (۱) عمیق ہو بلالکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب بھر کر اُبل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہوگیا کہ آب جاری ہوگیا حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے قلیل حصہ کو پہنچے گی آنے والا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر ساتھ بہا کر اُبلے اُبالے گا اُتنے ہی پر جریان واقع ہوگا نیچے گزوں تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہوگی اور ٹھہرا سب پاک۔ اُسی لئے کہ صورت واحدہ وشیئ واحد ہے، یوں[2] ہی آبِ کثیر کی صورت واحدہ رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست راسبہ پڑی کہ تہ تک پہنچی سب پاک رہے گا روئے آب کی کثرت وطہارت تہ تک عمل کرے گی کذا ھذا۔

فان قلت: فی الجواب عنھما ان العبرۃ فی الکثرۃ والقلۃ لا وان الوقوع وھذا کان قلیلا عندہ والمستشھد بہ کثیرا فافترقا اما الجریان فمعتبر بنفسہ لالحاظ فیہ لکثرۃ اوقلۃ وقت الوقوع فاذا اجری وجھہ وھو شیئ واحد	اگر تم ان دونوں کی طرف سے جواب میں یہ کہو کہ کثرت وقلّت میں اعتبار گرنے کے وقت کا ہے اور یہ گرتے وقت قلیل تھا اور جس پر استدلال کیا جارہا ہے وہ کثیر ہے تو دونوں میں فرق ہوگیا، اور جاری ہونا تو وہ بنفسہ معتبر ہے اس میں کثرت وقلّت کا کوئی اعتبار نہیں، وقوع کے وقت میں، تو جب وہ جاری

فقد جری کله فلا یقاس علیه طهارة الاعلی لاستقرارہ علی الکثرة فانها غیر الجریان

اقول: اولا اذ احکمنا بطهارة الکل لاجل الجریان انقطع حکم وقت الوقوع فاذا وقف فکانما الاٰن وقع وهو حینئذ کثیر اذالعبرة للوجه وما تحته تبعه فما وقع الا فی الکثیر والفصل الاٰن بین الا علی والاسفل بالکثرة والقلة خروج عن حکم الواحدة وعلی هذا یلزم تنجس الاسفل المستشهدبه ایضا لان النجس الراسب لم یصل الیه الاحین قلته هف

وثانیا: لئن سلم فهذا مضر سیعود نافعا فان الماء الداخل حیث کان جاریا حتی الوصول الی المنتهی والصورة واحدة فقد جری الکل فانتفت النجاسة رأسا ان کانت غیر مرئیة وکذا لومرئیة وقد اخرجت فلا معنی لعودها حین استقرارہ ولو علی القلة وانتقلت الی الاعلی الکثیر لو باقیة طافیة فلم یتنجس اذا استقر کثیرا وقد طهر ماتحته بالجریان فلا یبقی الا ما اذا کانت مرئیة باقیة راسبة وکلامهم مطلق حاو للصور قاطبة۔

ہوااسکی سطح سے حالانکہ وہ شیئ واحد ہے تو گویا کل جاری ہوا، تو اس پر اوپر والے کی طہارت کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا کہ وہ کثرت پر مستقر ہے کیونکہ یہ جریان نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اولاً جب ہم نے کل کی طہارت کا حکم لگایا جاری ہونے کی وجہ سے تو گرنے کے وقت کا حکم منقطع ہوگیا، تو جب ٹھہرا تو گویا وہ ابھی گرا ہے اور اس وقت وہ کثیر ہے کیونکہ اعتبار سطح کا ہے، اور جو اس کے نیچے ہے وہ اُس کے تابع ہے تو کثیر ہی میں واقع ہوا اور اعلیٰ اور اسفل میں اب کثرت و قلّت کے اعتبار سے فرق کرنا وحدتِ حکم سے خروج ہوگا اور اس بناپر نیچے والے کا نجس ہونا لازم آئیگا جس سے استشہاد بھی کیا گیا ہے کیونکہ نجاست راسبہ اس تک نہیں پہنچی ہے مگر قلّت کے وقت یہ خلاف مفروض ہے۔

اور **ثانیاً** اگر تسلیم کرلیا جائے تو یہ ہمارے لئے مضر ہے اور عنقریب نافع ہوجائیگا، کیونکہ داخل ہونے والا پانی جاری تھا یہاں تک کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچا اور صورتِ واحدہ ہے تو کل جاری ہوگیا اور نجاست اگر غیر مرئیہ ہو اور اس طرح اگر مرئیہ نکال دی گئی ہو تو سرے سے ختم ہوجائیگی تو اس کے لوٹنے کے کوئی معنی نہیں جب کہ پانی ٹھہرا ہوا ہو اگرچہ کم ہی ہو اور وہ نجاست اوپر والے کثیر پانی کی طرف منتقل ہوگئی، اگرچہ وہ اوپر تیر رہی ہو، تو جب کثیر پانی ٹھہرا ہو تو وہ ناپاک نہ ہوگا اور اس کا نچلا حصہ پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پاک ہوگیا تو باقی نہ رہے گا مگر جو مرئی اور تہ میں باقی ہو اور ان کا کلام مطلق ہے اور تمام صورتوں کو شامل ہے۔ (ت)

ثالثاً جواب چہارم میں عبارت ۲۸ فتح القدیر در بارہ حوضِ صغیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہے گا اُسی عدم تسلیم جریان پر دال ورنہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ کہ نکال دی ضرور زائل ہوجاتی۔

رابعاً تنبیہ جلیل میں منیہ ۲۹ ومحیط ۳۰ وحلیہ ۳۱ وخانیہ ۳۲ وہندیہ ۳۳ وذخیرہ ۳۴ کی عبارات ائمہ اجلہ علی سغدی ۳۵ ونصیر ۳۶ بن یحیٰی وخلف ۳۷ بن ایوب رحمہم اللہ تعالٰی کے ارشادات کہ ایک حوض سے دوسرے میں انتقال آب کے جریان ہونے کو اُن میں کچھ مسافت ہونا ضرور ورنہ اس میں سے نکل کر اُس کے جوف میں جاتے ہوئے اُس میں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہوگا اگر بطن میں حرکت کو جریان مانتے تو جس وقت پانی اول سے دوم میں گر رہا اور یہاں سے منتہی تک بہ رہا ہے اُس میں وضو ضرور آبِ جاری میں وضو ہوتا بیچ میں فاصلہ مسافت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرنا الیہ ثمہ ان ۳۷ عبارتوں سے روشن کہ جمہور اس سیلان کو خود اُس آب داخل ہی کا جریان نہیں مانتے اور یہ اُنہیں وجوہ سے کہ بحث اول میں گزریں اشکال سے خالی نہیں۔اگر کہیے آبِ راکد کے کثیر وناقابل نجاست ہونے کے لئے صرف مساحت سطحِ آب یا طول وعرض دہ در دہ کافی نہیں بلکہ اتنا عمق ۱ بھی درکار ہے کہ اس میں سے پانی ہاتھ سے لیں تو زمین کُھل نہ جائے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہا کتب کثیرہ اسی پر فتوٰی ہے ظہیرہ خلاصہ درایہ جوہرہ وغیرہا ولہذا ۲ فتاوٰی امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ وغنیہ میں فرمایا: واللفظ لھا یعنی الفاظ غنیہ کے ہیں:

ان علا الماء من ثقب الجمد وانبسط علی وجہ الجمد وکان عشرا فی عشر فان کان بحیث لوغرف منہ لاینحسر ماتحتہ من الجمد لم عـہ یفسد بوقوع المفسد وان کان ینحسر اوکان دون عشر فی عشر یفسد بہ[1]۔	جب پانی برف کے سوراخ سے اوپر چڑھے اور پھیل جائے برف کی سطح پر اور پانی دہ در دہ ہو اس طور پر کہ اگر کسی نے چُلّو بھر کر اس سے پانی لیا اور اس کے نیچے برف نہ کھلی تو مفسد کے گرنے سے فاسد نہ ہوگا اور اگر نیچے والی برف کھل گئی یا وہ پانی دہ در دہ نہ تھا تو وہ پانی فاسد ہوجائیگا۔(ت)

عـــہ ولفظ الاولین جاز فیہ الوضوء والافلا اھ فلیتنبہ فستأتیك فائدتہ فی الرسالۃ الاٰتیۃ ان شاء اللہ تعالٰی منہ غفرلہ۔(م)	پہلی دو کتابوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں وضو جائز ہے ورنہ نہیں اھ خبردار اس کا فائدہ آئندہ رسالہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۰

تحفۃ الفقہاء وبدائع میں امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی اور تبیین الحقائق میں در بارہ آب جاری امام ابو یوسف سے اور عبد الحلیم علی الدرر و جامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں ہاتھوں سے، پانی لینا مراد ہے یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھُلے اور قہستانی سے مفہوم کہ اُس کا اندازہ، پانچ انگل دَل ہے۔

حیث قال(ان کان)وجه الماء(عشرا فی عشر لاینحسر ارضه بالغرفة)ای یرفع الماء بالکفین وھذا قول بعض المشائخ فی تقدیر العمق وعلیه الفتوی کما فی الخلاصة وھو علی مااختارہ من المقدارین والعمق الذی ھو خمس اصابع تقریبا[1] الخ	قہستانی نے کہا کہ اگر پانی کا بالائی حصہ ایسا دہ در دہ ہو کہ چُلّو بھرنے سے پانی کی زمین نہ کھلے یعنی دونوں ہاتھوں سے پانی اٹھانے سے۔ اور عمق کی مقدار میں یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے، اور یہ وہ ہے جس کو مقداروں میں سے اختیار کیا ہے، اور عمق تقریباً پانچ انگل ہے الخ (ت)

اقول: وھو تقریب قریب مشھود له بالتجربة(یہ اچھی تقریب ہے تجربہ اس پر گواہ ہے۔ت) تو آبِ کثیر ہونے کو یہ چاہئے کہ سو ہاتھ مساحت میں تقریباً پانچ انگل دَل کا پانی پھیلا ہوا ہو کہیں اس سے کم دل نہ ہو تالاب یا حوض کہ بارش کے بہاؤ یا چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں ان کی دھار کبھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا حوض میں گر کر تمام سطح مطلوب پر اُس کنارے تک معاً پانچ اُنگل پانی چڑھادے پانی بالطبع طالب مرکز ہے اُس کے اجزاء زیر و بالا اُسی وقت تک رہ سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزاء ڈھلکنے کی جگہ نہ پائیں گے جب محل پائیں گے فوراً اتر کر پھیل جائیں گے پرنالے سے جتنے دَل کی دھار اُتر رہی ہے زمین پر آکر ہر گز اُتنے دل پر نہ رہے گی معاً پھیلے گی یہی سبب ہے کہ مثلاً حوض میں ایک پورے کنارے سے پانی جس حجم کا اتارے باآنکہ مدد برابر جاری اور حوض کے سارے عرض میں معاً ساری ہے تو چاہئے تھا کہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارے پر معاً اُتنے دَل کا پانی ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اُس کنارے پر بتدریج بڑھتا ہے اور اوپر گزرا کہ دوسرے کنارے پر پہنچ کر یہ جریان ٹھہر جاتا ہے تو مساحت کی کثرت کیا نفع دے گی جبکہ معاً پانچ انگل دَل نہ ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے اتنا ناپاک ہوگیا اور آیا وہ بھی یونہی کم تھا یونہی ناپاک ہوا یہاں تک کہ حوضِ کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا۔ ہاں عظیم سیلابوں میں اتنے اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اُس کنارے پر معاً چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں

---

[1] جامع الرموز بحث عشر فی عشر مطبعہ کریمیہ قزان، ایران ۱/ ۴۸

تالاب کو بھر کر اُبال دیں گے تو اس صورتِ نزاع میں رہے گا ہی نہیں اور بالفرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اُتنے عظیم بہاؤ کا پانی آئے اور کنارے ہی پر رک رہے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکامِ فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہ ہے اُس حکم دائر سائر کا منشا اور یہ ہے اُس تعلیل کا مفاد کہ کل ماد خل صار نجسا یہ ہے وہ غایت عذر کہ تالاب میں باہر سے آنے والے پانی کو جاری مان کر بھی بحال نجاست مرئیہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہو اگرچہ مسئلہ حوضین ومسئلہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ مخرجہ کا اب بھی جواب نہ ہوا۔

اقول: مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہے کہ اگر پانی تالاب میں داخل ہو کر پہلے دہ در دہ ہو لیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہوگا کہ وہ دہ در دہ سہی پانچ اُنگل دَل بھی تو درکار۔ اگر کہیے ملنے سے پہلے اُس پُوری مساحت میں اُتنا دَل پیدا ہونا بعید نہیں کہ پھیلنا تو بہتے میں ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ ملنے سے پہلے کہیں ٹھہر کر دَل پیدا کرلے پھر ملے۔ یہی سِر ہے کہ صورتِ مذکورہ خانیہ میں ان لفظوں سے ارشاد ہوئی:

واجتمع الماء فی مکان طاھر وھو عشر فی عشر [1]۔	اور پانی پاک جگہ اکٹھا ہوگیا اور وہ دہ در دہ ہے۔ (ت)

خلاصہ میں:

ان کان الماء الذی یدخل فی الغدیر یستقر فی مکان طاھر حتی صار عشرا فی عشر [2]۔	اگر وہ پانی جو تالاب میں داخل ہورہا ہے پاک جگہ ٹھہر گیا یہاں تک کہ دہ در دہ ہوگیا۔ (ت)

فتح القدیر وبحر الرائق میں:

انکان دخل فی مکان طاھر واستقر فیہ حتی صار عشرا فی عشر [3]۔	اور اگر پاک جگہ پانی داخل ہو کر ٹھہر گیا یہاں تک کہ وہ دہ در دہ ہوگیا۔ (ت)

ذخیرہ وحلیہ میں:

انکان الماء الذی یدخل الغدیر ولا	اگر وہ پانی جو تالاب میں داخل ہوتا ہے داخل ہوتے ہی پاک

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴
[2] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الحیاض نولکشور لکھنؤ ۱/۵
[3] فتح القدیر الغدیر العظیم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

انکان الماء الذی یدخل الغدیر ولایستقر فی مکان طاھر حتی یصیر عشرا فی عشر[1]۔	جگہ نہیں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ دہ در دہ ہوجائے۔(ت)

ورنہ صرف دہ در دہ ہونے کیلئے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہولینا کیوں درکار ہوتا۔

اقول: اس وقت کادَل کیا فائدہ دے گا جبکہ اُسے آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملنا ہے بڑھے گا پھر اُسی بہنے پھیلنے سے جو اُس میں وہ حجم نہ رہنے دیں گے۔ اگر کہیے اتصال نجاست یوں بھی ممکن کہ آبِ نجس بڑھ کر اُس سے ملے۔

اقول: یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور خانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے: **ثم تعدی الی موضع النجاسۃ**[2] (پھر نجاست کی جگہ تک تجاوز کرجائے۔ت) بقیہ کتب مذکورہ میں ہے: **ثم انتھی الی النجاسۃ** عـــہ[3] (پھر نجاست تک پہنچ جائے۔ت) بالجملہ کلمات جمہور کسی طرح اُس آنے والے پانی کا بھی بطن حوض میں جریان درست نہیں آتا۔

وانا اقول: وباللہ التوفیق تحقیق(۱) یہی ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مثلاً نصف لوٹے میں ناپاک پانی ہو جس میں نجاست غیر مرئیہ ہو یا مرئیہ تھی اور نکال دی اُس کے بعد لوٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نہ نکلا بلالکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈال دیا جو اُس کے ایک کنارے سے دوسرے تک بہہ گیا تو چاہئے کہ سب پانی اور لوٹا پاک ہوجائے کہ جریان ہوگیا اور وہ نجاست غیر مرئیہ کو فنا کردیتا ہے اور اُس میں کوئی مساحت شرط نہیں اور بعد فنائے نجاست قلّت پر استقرار کیا مضر حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں یہ مشائخ کہ خروج اصلا شرط نہیں کرتے اُن کا کلام بھی حوض کبیر میں ہے ولہذا منیہ وذخیرہ ونظم زندویسی میں فرمایا **اذا کان الحوض کبیرا**[4]

عـــہ: تنبیہ اس مسئلہ کی تحقیق جلیل رسالہ ہبۃ الحبیر میں آتی ہے وہاں سے بتوفیقِ الٰہی یہ توفیق ظاہر ہوگی کہ پانی کے فی نفسہ کثیر ہونے کیلئے عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ زمین کہیں کھلی نہ ہو اور یہ جو اتنا عمق شرط کیا گیا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے اُس حالت میں ہے کہ اُس کے اندر وضو وغسل کریں اس تقدیر پر توجیہ مذکور کی گنجائش ہی نہیں **واللہ تعالٰی اعلم** ۲۱منہ غفرلہ (م)

[1] حلیہ

[2] قاضی خان الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[3] بحر الرائق ابحاث الماء ایچ،ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

[4] منیۃ المصلی فصل فی الحیض مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص۶۷

بزازیہ میں بظاہر حوض کو صفت کثرت سے مطلق رکھ کر فرمایا: **ثم دخل ماء کثیر**[1] (پھر کثیر پانی داخل ہو۔ ت) غنیہ میں اُن کے حکم کی تعلیل یوں فرمائی:

(قیل لیس بنجس) لکونہ کبیرا[2] الخ کما تقدم کل ذلك۔	(کہا گیا ہے کہ یہ نجس نہیں ہے) کیونکہ یہ بڑا ہے الخ جیسا کہ یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)

تو یہ اعتراض بھی اسی قول دوم پر رہا مگر یہ اُن کا کلام مرئیہ باقیہ سے مخصوص کیا جائے۔ اب رہے وجوہ ثلثہ مذکورہ بحث اول اقول وبہ استعین جو ظرف حبس وحفظ آب کیلئے ہو اُس میں پانی کی حرکت عرفاً جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹورا بھر پانی ہو اسے دہانہ باندھ کر زیر و بالا کیجئے کہ پانی اِدھر سے اُدھر جائے اسے کوئی جاری ہو نا نہ کہے گا۔ جب دہانے سے نکل کر بہے گا اب کہیں گے کہ پانی بہا یہاں سے تینوں وجوہ کا جواب ہو گیا کہ بطن ظرف میں متحرک کو عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اور اس کی دیواریں کوئی ظرفِ آب نہیں اور نہر ظرف ہے مگر نہ ظرف حبس بلکہ محلِ جریان بخلاف تالاب اور حوض کے، اگرچہ کبیر ہو، تو بحمد اللہ تعالٰی قول جمہور ہی پر عرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ:

العمل علی قول الاکثر ویداللہ علی الجماعۃ ھذا کلہ ما فاض علی قلب الفقیر، من فیض اللطیف الخبیر، مع تشتت البال، وتراکم البلبال، وہجوم الحساد، بانواع الفساد، واللہ المستعان، وعلیہ التکلان، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم النصیر، عدت العادون وجاروا ورجوت اللہ عجیرا وکفٰی باللہ ولیا وکفٰی باللہ نصیرا	عمل اکثر کے قول پر ہی ہوتا ہے، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہی ہوتا ہے، یہ سب کچھ فقیر کے دل پر اُترا، مہربان باخبر خدا کے فیض کرم سے ہے، حالانکہ طبیعت پراگندہ اور پیہم مصائب میں گرفتار ہوں اور حاسدوں نے الگ کئی قسم کے فساد برپا کر رکھے ہیں اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اسی پر بھروسا کیا جاتا ہے اور طاقت و قوت اللہ ہی سے ملتی ہے جو بلند اور باعظمت ہے، ہمیں اللہ کافی ہے اور معتبر کارساز ہے، بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے دشمنوں نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔ اور میں اللہ کے کرم کی امید کرتا ہوں حالتِ انکساری میں اور اللہ کافی کارساز ہے اور اللہ کافی مددگار ہے

[1] بزازیہ مع الہندیہ نوع فی الحیض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۸
[2] غنیۃ المستملی عشر فی عشر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۱

وما قلت فیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم، مستجرا بذیله الاکرم۔ رسول الله انت المستجاب فلا اخشی الاعادی کیف جاروا
بفضلك ارتجی ان عن قریب تمزّق کیدھم والقوم باروا
وقلت۔ رسول الله انت بعثت فینا کریما رحمة حصنا حصینا تخوّفنی العدٰی کیدا متینا اجرنی یا امان الخائفینا وما قلت قدیما فی ربیع الاٰخر سنة الف وثلثمائة فرأیت الاجابة فوق العادة، وفوق المطلب والارادة، سریعا فی الساعة ولله الحمد ابدا، وارجو مثله سرمدا۔
الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد وصلاته دوما علی خیرا لانام محمد والاٰل والاصحاب ھم مأوای عند شدائدی فالی العظیم توسلی بکتا به وبا حمد وبمن [ع] اتی بکلامه وبمن ھدی وبمن ھدی وبطیبة وبم جوَت وبمنبر وبمسجد

میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں آپ کے دامن کی پناہ حاصل کرنے کیلئے یہ اشعار کہے ہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، تو اب مجھے دشمنوں کا کچھ خوف نہیں کہ وہ کیا ظلم ڈھائیں گے، مجھے آپ کے فضل سے امید ہے کہ عنقریب ان کا مکر پارہ پارہ ہو جائیگا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔
اور عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول! آپ ہم میں مبعوث کئے گئے رحمت بنا کر اور مضبوط قلعہ بنا کر۔ مجھے دشمن اپنی مضبوط چالوں سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اے خوفزدہ لوگوں کی پناہ! مجھے پناہ دیجئے۔ اور اس سے پہلے ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ میں کہا تھا تو امید سے فزوں تر حیرت انگیز طور پر میری مرادیں پُوری ہو گئیں ولله الحمد، خدا کرے ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے۔
تمام تعریفیں خدائے یکتا کو سزاوار ہیں جو اپنے جلال میں یکتا ہے، اور اس کی رحمتیں مدام، بہترین مخلوق محمد پر نازل ہوں، اور آل واصحاب پر، جو سختیوں میں میری پناہ گاہ ہیں، تو خداوند عظیم کی بارگاہ میں، میں وسیلہ لاتا ہوں، اس کی کتاب اور احمد کا۔ اور ان کا جو اللہ کے کلام کو

[ع] ھو جبریل علیه الصلاة والسلام ونبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم وحملة القرآن من اٰله وصحبه وامته (صلی الله تعالٰی علیه وعلیھم وسلم) منه غفرله (م)

اور وہ جبریل علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حاملین قرآن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آل، اصحاب اور امت میں سے ہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

وبکل من وجد الرضا من عند رب واجد
لاھمّ عــہ قدھجم العدای من کل شأوٍ ابعد
فی خیلھم ورجالھم مع کل عاد معتد
ھاوین زلۃ مثبتٍ باغین ذلۃ مھتد
لکنّ عبدك اٰمن اذمن دعاك یؤید
لااختشی من باسھم ید ناصری اقوی ید
لاھُمَّ فادفع شرھم وقنی مکیدۃ کائد
وآدِم صلاتك والسلا م علی الجیب الاجود
والاٰل امطار النّدا والصحب سحب عوائد
ماغرّدَتْ ورقا علی بانٍ کخیر مغرِّد
واجعل بھا احمد رضا عبدا بحرز السید

واللہ تعالٰی وتبارک، صلی وسلم وبارک، علی المولی الکریم المبارک، واٰلہ وصحبہ، وابنہ وحزبہ، صلاۃً تخل العقد، تُحِلُّ المدد، وتقینا شر حاسد اذا حسد، ومکرحا قد اذا حقد، وضر عاند اذا عند، بحرمۃ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

والحمدللہ رب العالمین الی الابد، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

لائے اور جنہوں نے ہدایت دی اور جن سے ہدایت لی جاتی ہے، اور مدینہ منورہ کو اور ان کو جو مدینہ میں رہتے ہیں، اور منبر اور مسجد شریف کو اور ان تمام کو جنہیں خوشنودی میسر آئی رب کی جانب سے۔ اے اللہ! دشمنوں نے مجھ پر ہلّہ بول دیا ہے ہر دُوری سے ان کے پیادوں اور ان کے سواروں نے، ہر حد سے تجاوز کرنے والے ظالم نے، جو ثابت قدم کی لغزش کی امید کرتے ہیں، اور ہدایت یافتہ کی ذلت کے خواہاں ہیں، مگر آپ کا غلام بے خوف ہے کیونکہ جو آپ کو پکارتا ہے اس کی تائید کی جاتی ہے، میں ان کی طاقت وقوت سے خوفزدہ نہیں۔ میرے مددگار کا ہاتھ مضبوط تر ہے۔ یا اللہ! ان کے شر کو دفع کردے، اور مکار کے مکر سے مجھے بچالے، اور اپنے صلوٰۃ وسلام کو سخی تر حبیب پر ہمیشہ نازل فرما، اور اُن کی آل پر جو جُود وسخا کی بارش ہیں، اور اصحاب پر جو فوائد کے بادل ہیں، جب تک قمریاں بان کے درخت پر بہترین گانے گاتی رہیں۔ اور اس صلوٰۃ وسلام کے طفیل احمد رضا کو، آقا کا امان یافتہ غلام بنادے۔ اور اللہ تبارک وتعالٰی صلوٰۃ وسلام اور برکتیں نازل فرمائے آقا، کریم اور مبارک پر، اور ان کی آل واصحاب اور بیٹے اور ان کی جماعت پر، وہ صلوٰۃ جو گرہوں کو کھول دے اور مدد عطا کردے، اور ہمیں حاسدوں کے حسد سے اور کینہ پروروں کے کینوں سے اور سرکشوں کی شرارت سے بچادے، بطفیل قل ھو اللہ احد الخ کے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

عــــہ: لغۃ فی اللھم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اَللّٰھُمَّ میں ایک لغت ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فتوٰی مسمّٰی بہ
ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر [۱۳۳۴ھ]

ابرِ باراں کاعطیہ زیادہ پانی کی گہرائی میں (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴: ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آبِ **کثیر کے لئے جو** مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھُلے اس سے چُلّو مراد ہے یا لپ، **بیِّنوا توجروا۔**

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اُس کے عُمق میں گیارہ" قول ہیں:

(۱) کُچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اُتنی مساحت میں زمین کہیں کھُلی نہ ہو۔

(۲) بڑا درہم کے ۴۰ ماشے ہوتا ہے اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔

(۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اُٹھائیں تو زمین کھُل نہ جائے۔

(۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔

اقول یہ اپنے سابق سے زائد ہے **کما لایخفی۔**

(۵) ٹخنوں تک ہو۔

(۶) چار اُنگل کشادہ

اقول: یہ تقریباً نو انگل یعنی تین گرہ ہوا۔

(۷)ایک بالشت

(۸)ایک ہاتھ

(۹)دو ہاتھ

(۱۰) سفید سکہ اس میں ڈال کر مرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔

اقول: یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اس کی کدرت سے۔

(۱۱)اپنی طرف سے کوئی تعیین نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے۔

اقول: یعنی جو جتنے گہراؤپر سمجھے کہ آب کثیر ہوگیا،اس کے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اس کیلئے قلیل ہے۔

اقول وھو غیر الاول فھو سلب التقدیر وھذا تفویضه الٰی رأی المبتلی به وبالجملة فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فانقلت انما التفویض فی ظاھر الروایة فی الطول والعرض اذبھما الخلوص وعدمه وفیم یفوض الیه النظر فی العمق۔	میں کہتا ہوں وہ اول کا غیر ہے تو وہ سلب تقدیر ہے، اور یہ اُسی شخص کی رائے کی طرف سپرد کرنا ہے جو اس میں مبتلا ہو، اور خلاصہ یہ ہے کہ پہلا حکم عدم ہے اور یہ عدم حکم ہے۔ تو اگر تم کہو کہ تفویض ظاہر روایت میں صرف طول و عرض میں ہے کیونکہ انہی دونوں سے خلوص اور عدمِ خلوص کا علم ہوتا ہے تو عمق میں اس کی رائے کی طرف کیونکر سپرد کیا جائے گا۔(ت)
اقول: اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریك وھی الروایة المتفقة عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر البخاری ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحة وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ولا شك ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول	**میں کہتا ہوں** عدمِ خلوص کے معیار میں اختلاف ہے کہ آیا وہ تحریک ہے اور یہی متفقہ روایت ہمارے اصحاب کی ہے، یا صرف رنگنا ہے اور یہی قول امام ابو حفص الکبیر بخاری کا ہے، یا گدلا کرنا ہے، اور یہ امام ابو نصر محمد بن محمد بن سلام کا ہے، یا مساحت ہے اور یہ امام ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے۔ یہ تمام تفصیل بدائع میں ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گدلا کرنا گہرائی کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، اور غالباً یہ قائل اسی قول کی طرف۔

ففوضہ الی رای الناظر واللہ تعالٰی اعلم۔	مائل ہے اور اسی لئے انہوں نے اس معاملہ کو دیکھنے والوں کی رائے کی طرف سپرد کیا ہے۔(ت)

ان میں قول سوم عامہ کتب میں ہے اور اوّل ودوم وہفتم وہشتم بدائع وتبیین وفتح میں نقل فرمائے اور چہارم خانیہ وغنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم ویازدہم قہستانی ونہم شرح نقایہ برجندی میں۔
ان میں صرف دو قول مصحح ہیں اوّل وسوم وبس۔

اما ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ جمع الماء فی خندق لہ طول مثلا مائۃ ذراع وعرضہ ذراع اوذراعان فی جنس ھذہ المسألۃ اقوال فی قول یجوز التوضی منہ بغیر فصل وھو الماخوذ وفی قول لووقعت فیہ نجاسۃ یتنجس من طولہ عشرۃ اذرع وفی قول ان کان الماء مقدار مالوجعل فی حوض عرضہ عشرۃ فی عشرۃ ملیئ الحوض وصار عمقہ قدر شبر یجوز التوضی بہ والا فلا وھو الصحیح تیسیرا للامر علی الناس وقیل لایجوز التوضی فیہ وان کان من بخاری الی سمرقند[1] اھ	جواہر الاخلاطی میں ہے کہ کسی شخص نے کسی خندق میں پانی جمع کیا جس کا طول سو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ یا دو ہاتھ ہو، تو اس مسئلہ میں چند اقوال ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے وضو مطلقًا جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں نجاست گر جائے تو وہ لمبائی میں دس ہاتھ ناپاک ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس میں اتنا پانی ہے کہ اگر اس کو ایک ایسے حوض میں کر لیا جائے جس کی چوڑائی دہ در دہ ہو تو حوض بھر جائے، اور اس کی گہرائی ایک بالشت ہو، تب تو اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور یہی صحیح ہے کہ اس میں لوگوں پر آسانی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں اگرچہ وہ بخارا سے سمرقند تک ہو اھ۔(ت)
فاقول: قولہ ھو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحۃ وحدھا من دون اشتراط الامتدادین وبہ یوافق تصحیحہ الاول بقولہ ھو الماخوذ الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیہ قول البرجندی، قال	**میں کہتا ہوں** ان کا قول ھو الصحیح صرف پیائش کو دیکھتے ہوئے ہے، دونوں امتدادوں کی اس میں شرط نہیں، اور اسی کی وجہ سے یہ ان کی پہلی تصحیح کے مطابق ہوجائیگا، وہ فرماتے ہیں یہی ماخوذ ہے، اس میں ایک بالشت کی گہرائی کی

[1] جواہر الاخلاطی

الامام ابو بکر الطرخانی اذ الم یکن له عرض صالح وکان طوله من بخاری الی سمرقند لایجوز التوضی منه وقال محمد بن ابرهیم المیدانی ان کان بحال لوجمع ماؤہ یصیر عشرا فی عشرو صار عمقه بقدر شبرجاز التوضی به الکل فی الفتاوی الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان الفقیه ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشهید وفی الملتقط انکان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاهر[1] اھ" فانما الضمیر فی قول اخذ به وقوله علیه اعتماد الی اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هکذا ان کان الماء له طول وعمق ولیس له عرض کانهار بلخ ان کان بحال لوجمع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمان الجوزجانی وبه اخذا لفقیه ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لایجوز وان کان من هنا الی سمرقند[2] اھ

شرط نہیں اور اس کی دلیل برجندی کا قول ہے امام ابو بکر طرخانی نے فرمایا جب اس کی چوڑائی مناسب نہ ہو اور اس کی لمبائی خواہ بخارٰی سے سمرقند تک ہو تو اُس سے وضو جائز نہیں"۔ اور محمد بن ابراہیم میدانی نے فرمایا اگر حوض اتنا بڑا ہو کہ اگر اس کا پانی اکٹھا کیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے اور اس کی گہرائی بقدر ایک بالشت ہو تو اس سے وضو جائز ہے، یہ سب فتاوٰی ظہیریہ سے ماخوذ ہے، اور خلاصہ میں ذکر کیا کہ فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور ملتقط میں ہے کہ اگر تالاب کی چوڑائی دو ہاتھ ہو اور اس کی لمبائی چوڑائی میں دہ در دہ ہو اور اس میں کوئی انسان پیشاب کردے تو پانی پاک ہے اھ

اور ضمیر ان کے قول اخذ بہ اور علیہ میں اعتبار مساحت کی طرف راجع ہے اگرچہ جمع کے اعتبار سے ہو ورنہ تو حوالہ رائج نہ ہوتا کیونکہ خلاصہ کی عبارت جنس فی النہر میں اس طرح ہے کہ اگر پانی کیلئے لمبائی گہرائی ہو اور چوڑائی نہ ہو جیسے بلخ کی نہریں، ان میں کا پانی اگر جمع کر لیا جائے تو وہ دہ در دہ ہو جائے تو اُس سے وضو جائز ہے اور یہ ابو سلیمان الجوزجانی کا قول ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر صدر الشہید کا اعتماد ہے، اور امام ابو بکر الطرخانی نے فرمایا جائز نہیں اگرچہ یہاں سے

[1] نقایۃ برجندی کتاب الطہارت نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[2] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی الانہار نولکشور لکھنؤ ۱/۹

فلیس فیه ذکر العمق اصلا فضلا عن تقدیرہ بشبر کیف والامام الجوزجانی اُخذ فی العمق بالقول الاول وھو نفی التقدیر رأسا قال فی البدائع اما العمق فھل یشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمان الجوزجانی انه قال ان اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم اعتبروا البسط دون العمق [1] اھ فالمیدانی اخذ بقوله فی اعتبار المساحة دون الامتدادین وزاد من عند نفسه قدر العمق فنقلاہ فی الجواھر وشرح النقایة وذکرا تصحیحه باعتبار اصله مع قطع النظر عن الزیادة لان المحل محل الخلافیة الاصل لاخلافیة العمق والله تعالٰی اعلم۔	سمرقند تک ہو اھ اس میں گہرائی کا سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ چہ جائیکہ ایک بالشت کے اندازے کا ذکر ہو پھر امام جوزجانی نے گہرائی کے بابت پہلا قول ہی اختیار کیا ہے، جس میں اندازہ کو مطلقًا ترک کیا گیا ہے، بدائع میں فرمایا کہ گہرائی کی بابت سوال یہ ہے کہ اس کو طول وعرض کے ساتھ مشروط کیا جائے گا، ابو سلیمان الجوزجانی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہمارے اصحاب نے چوڑائی کا اعتبار کیا ہے گہرائی کا نہیں، اھ تو میدانی نے پیائش میں ان کے قول کو لیا ہے نہ کہ دو امتدادوں میں اور اپنی طرف سے انہوں نے گہرائی کی مقدار کا اضافہ کیا، تو ان دونوں نے اس کو جواہر اور شرح نقایہ میں ذکر کیا اور ان دونوں نے اس کی تصحیح اصل کے اعتبار سے کی ہے اور زیادتی سے قطع نظر کیا ہے، کیونکہ یہ محل ہے جس کے اصل میں اختلاف ہے نہ کہ جس کے عمق میں اختلاف ہے واللہ اعلم۔(ت)

قول اول کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی:

قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجه الارض یکفی ولا تقدیر فیه فی ظاھر الروایة [2]۔	تبیین میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ جب زمین کی سطح پر پانی پھیل جائے تو وہ کافی ہے ظاہر الروایۃ میں کسی مقدار کا ذکر نہیں۔(ت)

بحر الرائق میں ہے:

ھو الاوجه لما عرف من اصل ابی حنیفة [3]۔	یہی اوجہ ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کی اصل سے معلوم ہوا۔(ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ

---

[1] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر بہ المحل نجساً ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] تبیین الحقائق بحث عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

[3] بحر الرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

الماء الخ[1]	وہ فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ جب پانی لے الخ۔(ت)

اقول: یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اس کی تایید میں اور شاید اسی لئے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اس کی قوت پر حاکم **و باللہ التوفیق**

اما التائید فلعل زاعما یزعم ان الکثیر قدالحق بالجاری فی کل حکم کما حققه فی الفتح والجاری لاتقدیر فیه للعمق کما دلت علیه فروع کثیرۃ منها مسألة المطر النازل علی سطح فیه نجاسات فکذا ھھنا۔ **اقول:** ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انه متی یکون کثیرا فلا یمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرۃ لاتحتاج الی العمق الا تری ان الجاری لاتقدیر فیه بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیه فروع جمة ذکرناھا فی رحب الساحة منها الماء النازل من الابریق علی ید المستنجی قبل وصوله الیھا ولا یلزم منه عدم التقدیر بھما ھھنا ایضا فکذا العمق واللہ تعالٰی اعلم۔واما التزییف ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاھر الروایة وھو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضه الی رأی المبتلی به من دون تقدیر بشیئ ومعرّف ذلك التحریك عند ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی	اور جہاں تک تائید کا تعلق ہے شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ کثیر کو جاری کے حکم میں کیا گیا ہے تمام احکام میں، جیسا کہ اس کی تحقیق فتح میں ہے اور جاری کی گہرائی میں کوئی مقدار نہیں ہے، اور اس پر فروع کثیرہ دلالت کرتی ہیں ایک فرع ان میں سے یہ ہے کہ بارش چھت پر ہو اور وہاں مختلف نجاستیں ہوں تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔(ت) میں کہتا ہوں مان لیا کہ کثیر تمام احکام میں جاری کے ساتھ ملحق ہے لیکن اصل گفتگو تو اس میں ہے کہ وہ کب کثیر ہوگا تو اس کو اس کے ساتھ ملحق کرنا اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ کثرت گہرائی کی محتاج نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جاری میں طول وعرض کا کوئی اندازہ نہیں، اس پر بہت سی فروع دلالت کرتی ہیں جن کا ذکر ہم نے رحب الساحۃ میں کیا، ایک فرع یہ ہے کہ لوٹے سے پانی استنجاء کرنے والے کے ہاتھ پر گرے اس تک پہنچنے سے قبل اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا اندازہ نہ ہو یہاں بھی، تو عمق کا بھی یہی حال ہے واللہ تعالٰی اعلم۔اور تزییف کا بیان یہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں دو ۲ معتمد قول ہیں پہلا ظاہر الروایۃ ہے اور وہ بطور گمان عدم خلوص کا اعتبار ہے اور اس میں کوئی مقدار نہیں بلاالکہ جو اس

[1] فتح القدیر بحث عشر فی عشر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

عنهم وهو بالتوضی علی الاصح والثانی معتمد عامة المتأخرین وعلیه الفتوی وهو التقدیر بعشر فی عشراعنی مساحة مائة علی الصحیح فعدم التقدیر الموافقُ لاصل الامام رضی الله تعالٰی عنه انما هو علی الروایة الاولی اما الاٰن فالکلام علی تقدیر التقدیر فکیف یلاحظ فیه اصل عدم التقدیر کما فعل البحرام کیف یراعی فیه ظاهر الروایة کما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاهر الروایة۔

میں مبتلی ہے اس کی رائے پر چھوڑا گیا ہے اور اس کی پہچان ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرکت دینا ہے اور یہ حرکت اصح قول کے مطابق وضو سے ہوگی، اور دوسرا قول عام متأخرین کا مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور اس سے مراد دہ در دہ کی مقدار ہے، یعنی سو ہاتھ کی پیمائش صحیح قول پر ہے، اور اندازہ نہ ہونا جو امام کی اصل کے مطابق ہے وہ پہلی روایت کے مطابق ہے، اور اب گفتگو مقدار کی تقدیر پر ہے تو اس میں عدم تقدیر کی اصل کا لحاظ کیسے ہوگا جیسا کہ بحر نے کیا ہے یا اس میں ظاہر الروایۃ کی رعایت کیسے ہوگی؟ جیسا کہ امام فخر نے کیا ہے جبکہ دَہ در دہ ظاہر روایۃ میں کوئی قول نہیں۔(ت)

اقول:(۱)والتحقیق عندی ان التقدیر بعشر فی عشر لیس حکما منحازا برأسه(۲)فیحتاج الی ابداء اصل له کما تجشمه الامام صدر الشریعة(۳)ویطعن فیه بانه لایرجع الی اصل فی الشرع کما قاله فی البحر وتبعه فی الدر ویرد بمخالفته لقول الامام المصحح من کثیرین اعلام کما یتوهم بل هو تقدیر منهم رحمنا الله تعالٰی بهم لما فی ظاهر الروایة من عدم الخلوص وجدوا هذا القدر لایخلص فحکموا به

میں کہتا ہوں میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ دہ در دہ کا اندازہ مستقل حکم نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی اصل تلاش کرنا ہو، جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اس کی کوشش کی ہے، اور اس پر یہ اعتراض کہ یہ چیز شریعت کی کسی اصل پر متفرع نہیں، جیسا کہ بحر میں فرمایا اور دُر نے اس کی متابعت کی اور اس کو اس بنا پر رد کر دیا جائے کہ یہ قول اکثر علماء کے مطابق امام کے صحیح قول کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے بلا لکہ یہ اُن کی طرف سے اندازہ ہے، کیونکہ ظاہر روایۃ میں عدم خلوص ہے اور اس مقدار میں انہوں نے خلوص نہ پایا تو انہوں نے اس پر یہ حکم لگایا۔

قال فی البدائع ذکر ابوداؤد لایکاد یصح لواحد من الفریقین حدیث عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی تقدیر الماء ولهذا رجع اصحابنا فی التقدیر الی الدلائل

بدائع میں فرمایا ابو داؤد نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث جو پانی کے اندازہ سے متعلق ہے فریقین میں سے کسی کیلئے کوئی حدیث

الحسیة دون السمعیة ثم اختلفوا فی تفسیر الخلوص فاتفقت الروایات عن اصحابنا انه یعتبر بالتحریك وابو حفص الکبیر اعتبر الخلوص بالصبغ وابو نصر بالتکدیر والجوزجانی بالمساحة فقال ان کان عشرا فی عشر فهو مما لایخلص وان کان دونه فهو مما یخلص [1] اھ۔فقد جعل هذا تفسیر الما فی المذهب وقال فی الغنیة تحت قوله الحوض اذا کان عشرا فی عشر المقصود من هذا التقدیر حصول غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة [2] اھ۔ فاذا کان هذا تفسیر ما فی ظاهر الروایة وجبت رعایتها فیه وبقی عمقه علی اصل الامام لان هذا انما هو تقدیر ما لایخلص وما لایخلص لم یعتبر فیه عمق فی ظاهر الروایة فلا داعی الی اعتبارہ هنا اللهم الا ان یثبت ان للعمق مدخلا فی خلوص الحرکة وعدمه ایضا فح یقال ان ظاهر الروایة حیث احالت الامر علیه ارسلت الامتدادات ارسالا وکان ذلك الواجب حینئذ اما انتم فقدرتم الامتدادین ولیس ان کل عمق

صحیح نہیں، اور اسی لئے ہمارے اصحاب نے اندازہ میں دلائل حسّیہ کی طرف رجوع کیا نہ کہ سمعیۃ کی طرف اب خلوص کی تفسیر میں اختلاف ہے تو ہمارے اصحاب کی متفقہ روایت میں ہلانے کا اعتبار ہے اور ابو حفص کبیر نے خلوص رنگنے کو کہا اور ابو نصر نے گدلا ہونے کو کہا اور جوزجانی نے پیائش کو کہا، فرمایا کہ اگر وہ دہ در دہ ہو تو اس میں خلوص نہیں اور اگر اس سے کم ہے تو اس میں خلوص ہے اھ انہوں نے یہ مذہب کی تفسیر بنائی ہے غنیہ میں مصنف کے قول الحوض اذا کان عشر فی عشر کے تحت ہے کہ اس تقدیر سے مقصود نجاست کے عدم خلوص کی بابت ظن غالب کا حصول ہے اھ اور جب یہ ظاہر روایت کی تفسیر ہے تو اس کی رعایت اس میں لازم ہے، اور امام کی اصل کے مطابق عمق باقی رہا کیونکہ یہ اسکی تقدیر ہے جس میں خلوص نہ ہو اور جس میں خلوص نہ ہو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس میں عمق معتبر نہیں، تو یہاں اس کے اعتبار کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اگر عُمق کا دخل خلوص حرکت اور عدمِ خلوص میں ثابت کردیا جائے، تو اُس وقت کہا جائیگا کہ ظاہر روایت نے جہاں معاملہ کا دارومدار اس پر رکھا ہے تو امتدادات کو مطلق رکھا ہے اور اس وقت یہی لازم تھا اور تم نے دونوں امتدادوں کی تقدیر کی ہے اور ان دونوں کے بعد ہر عمق برابر نہیں تو تم پر لازم ہے کہ ایک ایسے عمق کی تقدیر کرو

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
[2] غنیۃ المستملی فصل فی احکام الحیاض سہیل اکیڈمی لاہور ص۹۸

بعدھما سواء فیجب علیکم تقدیر عمق لایقبل معه الامتدادان الخلوص فافھم۔ فافھم ،وح لایضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ ترك التقدیر فی ظاھر الروایة لایکون اذن لنفیه بل لعدم تعینه واختلافه باختلاف الامتدادات فیصح التفویض الی رأی الناظر لکنه شیئ یحتاج الی ثبت ودونه خرط القتاد بل یدفعه ان لوکان کذلك لم یصح تعیین عشر فی عشر فانه یختلف الامتدادان المانعان للخلوص علی ھذا باختلاف الاعماق فکیف یجوز التحدید علی شیئ منھا وھو عود علی المقصود بالنقض فترجح ان الاوجه ھو ظاھر الروایة بل ھی الوجه ھذا ماعندی واللہ تعالٰی اعلم۔	کہ اس کے ہوتے ہوئے دونوں امتداد خلوص کو قبول نہ کریں۔اس صورت میں گیارھواں قول پہلے قول کی ضد نہ ہوگا کہ ظاہر روایت میں تقدیر کاترک کرنا اس کی نفی کیلئے نہ ہوگا بلاکہ اس کی عدمِ تعیین کیلئے ہوگا اور اس کا اختلاف امتدادات کے اختلاف کی وجہ سے ہوگا تو دیکھنے والے کی رائے کی طرف اس کو سپرد کرنا صحیح ہوگا، مگر یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو دلیل کی ضرورت ہے حالانکہ اس کی دلیل مشکل ہے بلاکہ اس کا رَد یہ ہے کہ اگر بات یہی ہوتی تو دہ در دہ کی تعیین صحیح نہ ہوئی، کیونکہ جو دو امتداد خلوص کے مانع ہیں اس بنا پر گہرائیوں کے اختلاف سے مختلف ہونگے تو ان میں سے کسی ایک کی تحدید کیونکر درست ہوگی اور یہ تو نقض کے سبب مقصود کی طرف عود کرنا ہے تو راجح یہی قرار پایا کہ ظاہر روایت ہی درست ہے بلاکہ صرف ایک یہی وجہ ہے ھذا ماعندی الخ(ت)

اس قول کی تصحیح امام زیلعی کے سوا دوسرے سے نظر میں نہیں:

اما ما فی البحر فی البدائع اذا اخذ ای الماء وجه الارض یکفی ولا تقدیر فیه فی ظاھر الروایة وھو الصحیح[1] اھ **فاقول:** ھذا کما تری کلام التبیین ولیس فی البدائع انما ذکر فیه عن الجوزجانی ماتقدم ثم قال وعن الفقیه ابی جعفر	اور جو بحر میں ہے کہ بدائع میں ہے جب پانی زمین کی سطح کو چھپادے یہ اس کیلئے کافی ہے اور ظاہر الروایۃ میں کوئی تقدیر متعین نہیں،اور یہی صحیح ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** یہ تبیین کا کلام ہے اور یہ بدائع میں نہیں اس میں تو جوزجانی سے جو منقول ہے وہ بیان ہوچکا ہے پھر فرمایا فقیہ ابو جعفر

[1] بحرالرائق بحث عشر فی عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۷

الھندوانی ان کان بحال لورفع انسان الماء بکفیه انحسرا سفله ثم اتصل لایتوضؤ[1] به ثم ذکر الزیادة علی عرض الدرھم والشبر والذراع ولم یصحح شیئا منها نعم قال قبله فی الماء الجاری اختلف المشائخ فی حد الجریان قال بعضھم ھو ان یجری بالتبن والورق وقال بعضھم ان کان بحیث لووضع رجل یدہ فی الماء عرضا لم ینقطع جریانه فھو جار والا فلا، وروی عن ابی یوسف ان کان بحال لواغترف انسان الماء بکفیه لم ینحسر وجه الارض بالاغتراف فھو جار والا فلا وقیل مایعدہ الناس جاریا فھو جار ومالا فلا وھو اصح الاقاویل[2] اھ فقد افاد(۱)تصحیح عدم التقدیر بعمق لکنه فی الجاری وھو کذٰلك فیه بلاشك والکلام ھھنا فی الراکد الکثیر

اما قول البحر ھو الاوجه فاقول ھو رحمه اللّٰه تعالٰی مع علو کعبه الرجیح، لیس من ارباب الترجیح، کما یعرفه من رزق حظا من النظر الصحیح، وخدمة ھذا

ہندوانی کہتے ہیں کہ اگر پانی ایسا ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کی تہ کھل جائے پھر جُڑ جائے تو اُس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے، پھر درہم، بالشت اور ایک ہاتھ سے زائد کی چوڑائی کا ذکر کیا اور ان میں سے کسی کی تصحیح کا ذکر نہیں کیا ہاں اس سے قبل جاری پانی کی بابت کہا کہ مشائخ کا حدِ جریان میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ پانی میں چوڑائی میں ڈالے تو پانی کا جاری رہنا ختم نہ ہو تو وہ جاری ہے ورنہ نہیں (بعض نے فرمایا کہ اگر اس پانی میں کوئی تنکا ڈالا جائے یا پتّہ ڈالا جائے تو بہا لے جائے)، اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ ایسا پانی ہو کہ اگر کوئی شخص اس میں سے چُلّو بھر کر پانی لے تو زمین کھلنے نہ پائے، ایسا پانی جاری ہے ورنہ نہیں، ایک قول ہے کہ جس کو لوگ جاری سمجھیں وہ جاری ہے اور جس کو جاری نہ سمجھیں وہ جاری نہیں اور سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے اھ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے گہرائی کا تعین نہیں فرمایا، لیکن یہ جاری پانی میں ہے اور اس میں شک نہیں، اور گفتگو یہاں ٹھہرے ہوئے کثیر پانی میں ہے۔ لیکن بحر کا قول معقول تر ہے، **میں کہتا ہوں** وہ بلالندی مقام کے باوجود اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں جیسا کہ صاحبِ نظر اور فن کا ماہر جانتا ہے، ابن عابدین نے اپنی منظوم کی شرح عقود رسم المفتی میں بحر سے نقل کے

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان المقدار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

الفن یفکر نجیح، وقال سیدی محمد بن عابدین رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح منظومۃ عقود رسم المفتی بعد مانقل عن البحر فیما نقلوا عن اصحابنا انہ لایحل لاحدان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا ان ھذا الشرط کان فی زمانھم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کما فی القنیۃ وغیرھا فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ [1]اھ مانصہ یؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انہ نفسہ لیس من اھل النظر فی الدلیل فاذ اصحح قولا مخالفا لتصحیح غیرہ لایعتبر فضلا عن الاستنباط والتخریج علی القواعد خلافا لما ذکرہ البیری عند قول صاحب البحر فی کتابہ الاشباہ النوع الاول معرفۃ القواعد التی تردُّ الیھا وفرعوا الاحکام علیھا وھی اصول الفقہ فی الحقیقۃ وبھا یرتقی الفقیہ الی درجۃ الاجتھاد ولوفی الفتوٰی واکثر فروعہ ظفرت بہ [2]الخ فقال البیری بعد ان عرف المجتھد فی المذھب بما

بعد جو اصحاب سے نقل کیا وہ یہ کہ کسی شخص کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوٰی دے تاوقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کے بعد فرمایا یہ اُن کے زمانہ میں تھا، مگر ہمارے زمانہ میں صرف یاد پر اکتفاء کرنا کافی ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے تو امام کے قول پر فتوٰی حلال ہے بلاکہ واجب ہے خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ انہوں نے کہاں سے یہ قول لیا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پر قول امام پر فتوٰی دینا واجب ہے خواہ یہ قولِ مشائخ کے خلاف ہو اھ صاحبِ بحر کا قول یہ ہے "ہم پر قول امام پر فتوٰی واجب ہے الخ وہ خود دلیل میں غور وفکر کی اہلیت نہیں رکھتے، اب اگر وہ کسی قول کی تصحیح کریں جو غیر کی تصحیح کے خلاف ہو تو اعتبار نہ ہوگا چہ جائیکہ استنباط وتخریج جو قواعد کے مطابق ہو، بیری نے اس کے خلاف کیا ہے، یہ صاحب بحر کے اس قول کے پاس ہے جہاں وہ اپنی کتاب "الاشباہ" میں فرماتے ہیں، پہلی قسم اُن قواعد کی معرفت میں جن پر فقہاء نے احکام متفرع کئے ہیں، اور یہی حقیقۃً میں اصولِ فقہ ہیں، اور ان کے ذریعہ فقیہ درجہ اجتہاد تک پہنچتا ہے خواہ یہ اجتہاد فتوٰی میں ہو، اور اُس کی اکثر فروع پر مجھے کامیابی ہوئی ہے الخ بیری نے مجتہد فی المذہب کی تعریف کی جو ہم نے

[1] شرح المنظومۃ المسماۃ بعقود رسم المفتی من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۸

[2] الاشباہ والنظائر بکون ہذا النوع الثانی منہا ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۵

قدمناہ عنہ۔وفی ھذا اشارۃ الی ان المؤلف قدبلغ ھذہ المرتبۃ فی الفتوٰی وزیادۃ وھو فی الحقیقۃ قد من اللہ تعالٰی علیہ بالاطلاع علی خبایا الزوایا وکان من جملۃ الحفاظ المطلعین انتھی اذ لایخفی ان ظفرہ باکثر فروع ھذا النوع لایلزم منہ ان یکون لہ اھلیۃ النظر فی الادلۃ التی دل کلامہ فی البحر علی انھا لم تحصل لہ وعلی انھا شرط الاجتھاد فی المذھب فتأمل[1]اھ

بیان کی پھر فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ مصنف فتوی میں خود اس مرتبہ پر فائز ہے، بلاالکہ اس سے زیادہ ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اسرار و رموز پر مطلع فرمایا تھااور وہ حفاظ میں سے تھے انتہی، یہ مخفی نہ رہے کہ اُن کااس کی اکثر فروع پر مطلع ہونااس امر کی دلیل نہیں کہ وہ صاحبِ فکر ونظر بھی ہیں کہ یہ مقام ان کو حاصل نہیں، یہ مجتہد فی المذہب کی شرائط ہیں **فتأمل** اھ (ت)

اقول: ای بالمعنی الذی عرفہ بل بیری زادہ شاملا للمجتھد فی المسائل واھل التخریج والمجتھد فی الفتوی حیث(۱)قال المجتھد فی المذھب عرف بانہ المتمکن من تخریج الوجوہ علی منصوص امامہ والمتبحر فی مذھب امامہ المتمکن من ترجیح قول لہ علی اٰخر[2]اھ لا المجتھد فی المذھب الذی ھی الطبقۃ الثانیۃ الفائقۃ علی الثلثۃ الباقیۃ لقول البحر ولو فی الفتوی۔

میں کہتاہوں، یعنی اُس معنی کے اعتبار سے جو بیری زادہ نے کیے ہیں یہ مجتہد فی المسائل کو بھی شامل ہے اور اہلِ تخریج اور مجتہد فی الفتوی کو بھی، انہوں نے فرمایا کہ مجتہد فی المذہب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا عالم ہوتا ہے جو اپنے امام کے بیان کردہ مسئلہ کی وجوہ کی تخریج پر قادر ہو، اور مذہب امام کا متبحر عالم ہو اس کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دے سکتا ہو، نہ کہ مجتہد فی المذہب، جو دوسرے طبقہ میں ہوتا ہے جو باقی تین پر فائق ہوتا ہے، کیونکہ بحر نے فرمایا "اگرچہ فتوی میں"۔(ت)

واقول: لم یدع البحران من عرف

میں کہتاہوں بحر نے یہ دعوی نہیں کیا کہ جو

---

[1] بیری زادہ

[2] بیری زادہ

الفروع ارتقی الی مرتبۃ الاجتھاد واین جمعھا من اھلیۃ النظر فی الدلیل والصیدلۃ من الطب وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقائقھا وان الفروع کیف تستنبط منھا وتردُّ الیھا کان ذلك سلّما لہ یرتقی بھا الی ادنی درجات الاجتھاد ولم یدع ھذا لنفسہ انما ذکر الظفر باکثر الفروع فاین ھذا من ذاک(۱) والعجب کیف خفی ھذا علی العلامۃ بیری مع وضوحہ ثم ھو ایضا لم(۲) یشھد بحصول درجۃ الاجتھاد فی الفتوی لہ رحمھما اللہ تعالی انما زعم ان فی کلام البحر اشارۃ الیہ وشھد بکونہ من الحفاظ المطلعین وھذا لاشك فیہ وقد قال السید ابو السعود الازھری فی فتح اللہ المعین لایعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولا علی فتاوی عـــہ

شخص بھی فروع کو جانے گا وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوجائے گا، فروع کا یاد کرنا اور ہے اور فکر ونظر چیزے دگر است، یہ بالکل ایسا ہے جیسے دوافروش اور طبیب کا فرق ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان قواعد کو پہچاننے لگے اور اُن سے استنباطِ مسائل کا طریقہ معلوم کرلے، تو یہ اجتہاد کے ادنی درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور انہوں نے خود اپنے لئے اس مقام کا دعوی نہیں کیا ہے انہوں نے تو محض یہ کہا ہے کہ وہ اکثر فروع کو جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے تعجب ہے کہ یہ حقیقت علامہ بیری پر کیسے مخفی رہی، حالانکہ بالکل واضح ہے، پھر اُنہوں نے اپنے لئے درجہ اجتہاد فی الفتوی کا دعوی بھی نہیں کیا ہے رحمہما اللہ تعالی، صرف یہ کہا ہے کہ بحر کے کلام میں اس طرف اشارہ ہے اور انہوں نے اس امر کی شہادت دی ہے

عـــہ **اقول**: کذا قال ولم اطلع علیھا لاعلم حالھا لکن قال فی کشف الظنون من الذال تحت ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر انھا للعالم الفاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ اربع والف ثم قال قال الامینی فی خلاصۃ الاثر اخذ عن الشیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ حتی برع وتفنن والف مؤلفات ورسائل فی الفقہ کثیرۃ کان یفتی وفتاواہ جیدۃ

میں کہتا ہوں انہوں نے یہی فرمایا ہے، لیکن میں اس پر مطلع نہیں ہوا، مگر کشف الظنون میں ذال کی تختی میں ذخیرۃ الناظر فی الاشباہ والنظائر کے تحت ہے کہ یہ کتاب عالم فاضل علی الطوری المصری الحنفی المتوفی ۱۰۰۴ھ کی ہے پھر انہوں نے کہا کہ امینی نے خلاصۃ الاثر میں کہا کہ انہوں نے شیخ زین الدین بن نجیم وغیرہ سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ وہ عظیم المرتبت عالم ہوگئے اور علمِ فقہ میں بہت سی کتب ورسائل تصنیف کیے وہ فتوے دیتے تھے اور ان کے فتوے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

الطوری [1] اھ واقرہ ش فی غیر موضع من رد المحتار، وفی ط عنہ سمعت کثیرا من شیخنا (یرید اباہ السید علیا رحمھما اللہ تعالٰی) فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لایوثق بھما الا اذا تأیدت بنقل اخر [2] اھ وکیف یصح لمجتھد فی الفتوی ان یمنع العمل بفتاواہ۔	کہ وہ حفاظ میں سے ہیں، اور اس میں شک کی گنجائش نہیں، ابو السعود الازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا نہ تو ابن نجیم کے فتاوٰی پر اعتماد کیا جائے اور نہ ہی طوری کے فتاوی پر اھ اور اس کو "ش" نے برقرار رکھا یہ چیز ردالمحتار کے کئی مقامات پر مذکور ہے، اور "ط" میں انہی سے منقول ہے کہ ہم نے اپنے شیخ سے بکثرت سُنا ہے (اس سے مراد ان کے باپ سید علی ہیں) وہ فرماتے تھے فتاوٰی طوری شیخ زین کے فتاوٰی کی طرح ہیں، ان دونوں کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر کسی اور نقل سے ان کی تائید ہوجائے تو اور بات ہے، اور ایک مجتہد فی الفتوی کو یہ بات کب زیب دے سکتی ہے کہ وہ اپنے فتوی پر عمل کی مخالفت کردے۔ (ت)

قول سوم کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ[۱] ونقایہ[۲] واصلاح[۳] وغرر[۴] وملتقی متون[۵] ووجیز کردری[۶] وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان[۷] نے اسی کو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ[۸] ودرر[۹] ومجمع الانہر[۱۰] ومسکین[۱۱] ومراقی الفلاح[۱۲] وہندیہ[۱۳] میں اسی کو صحیح اور ذخیرہ العقبی[۱۴] میں اصح اور غیاثیہ[۱۵] وغنیہ[۱۶] وخزانۃ المفتین[۱۷] میں مختار کہا معراج[۱۸] الدرایہ وفتاوی ظہیریہ[۱۹] وفتاوی خلاصہ[۲۰] وجوہرہ نیرہ[۲۱] وشلبیہ[۲۲] وغیرہا میں علیہ الفتوی فرمایا اس قول میں عبارت علماء تین طور پر آئیں:

اول مطلق اغتراف یا غرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ وخزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر وشامی وغیرہا۔

دوم لفظ کف یا ید بصیغہ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا، فتاوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مقبولۃ وبالجملۃ فھو فی فقہ الحنفیۃ الجامع الکبیر لہ الشھرۃ التامۃ فی عصرہ والصیت الذائع انتھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)	بہت عمدہ اور مقبول ہوتے تھے، خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فقہ حنفی میں جامع ہے اور اسے اپنے زمانہ میں شہرت تامہ حاصل ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین بحوالہ ردالمحتار رسم المفتی مصطفی البابی مصر ۱/۵۲

[2] طحطاوی

امام قاضی خان میں ہے:

ان کان بحال لو رفع الماء بکفه لاینحسر ماتحته من الارض فهو عمیق رواہ ابویوسف عن ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنهما[1]۔	اگر پانی اس حال پر ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے تو زمین نیچے سے نہ کھلے تو وہ گہرائی والا ہے اس کو ابویوسف نے ابو حنیفہ سے روایت کیا۔(ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

وعمقه بحال لو رفع الماء بکفه لاینحسر ماتحته من الارض وهو المختار[2]۔	پانی کی گہرائی یہ ہے کہ اگر ہتھیلی سے پانی اٹھائے زمین نیچے سے نہ کھلے یہی مختار ہے۔(ت)

چلپی علی صدر الشریعۃ میں ہے:

والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وهو الاصح[3]۔	غرف ہاتھ کے ذریعے وضو کیلئے پانی لینے کو کہتے ہیں اور یہی اصح ہے۔(ت)

سوم کفین بصیغہ تثنیہ یہ امام ابویوسف سے مروی آیا اور اسی کو امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے:

عن ابی یوسف اذا کان لاینحسر وجه الارض بالاغتراف بکفیه فهو جار[4]اھ وقدمناہ عن ملك العلماء واذا کان هذا فی الجاری حقیقة ففی الملحق عــہ	اور ابویوسف سے مروی ہے کہ جب دوچلّو بھر کر پانی اٹھانے سے زمین کی سطح نہ کھلے تو یہ پانی جاری ہے اھ ہم اس کو ملک العلماء سے پہلے ہی نقل کر آئے ہیں، جب یہ بات حقیقی جاری پانی میں ہے تو

عــہ **اقول:** وهذا بخلاف مافعل فی البحر فان تصحیح الاطلاق فی الجاری لایستلزم تصحیحه فی الملحق به واشتراط العمق فیه یستلزم اشتراطه فی الملحق بالاولی منه غفرله۔(م)	**میں کہتا ہوں** یہ اس کے خلاف ہے جو بحر میں کیا ہے کیونکہ جاری میں اطلاق کی تصحیح سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو جاری سے ملحق ہو اس میں بھی یہی تصحیح ہوگی اور گہرائی کی شرط اس میں اس امر کو مستلزم ہے کہ یہی شرط ملحق میں بھی ہو۔(ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/۴

[2] خزانۃ المفتین

[3] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطہارت مطبعہ اسلامیہ لاہور ۱/۶۸

[4] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعہ الازہریہ مصر ۱/۲۳

بہ بالاولی۔	جو جاری پانی سے ملحق ہوگا اس میں بطریق اولیٰ ہوگی۔(ت)

بدائع میں ہے:

عن الفقیه ابی جعفر الهندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیه انحسر اسفله ثم اتصل لایتوضؤ به وان کان لاینحسر اسفله لاباس بالوضوء منه [1]۔	فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ پانی ایسا ہو کہ اگر کوئی اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھائے تو اس کے نیچے زمین کھل جائے اور پھر مل جائے، ایسے پانی سے وضو نہیں ہوگا اور اگر اس کے نیچے سے زمین نہ کھلتی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

جامع الرموز میں ہے:

بالغرفة ای برفع الماء بالکفین [2]۔	بالغرفۃ یعنی دو ہتھیلیوں سے پانی اٹھانا۔

عبدالحلیم الدرر میں ہے:

ای باخذ الماء بالکفین [3]۔	یعنی دو ہتھیلیوں میں پانی لینا۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قوله بالغرف منه ای بالکفین کما فی القهستانی وفی الجوهرة علیه الفتوی [4]۔	بالغرف منہ یعنی دو ہتھیلیوں سے جیسا کہ قہستانی میں ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے۔(ت)
اقول:(۱) ربما یتوهم منه ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلك فانما عبارة الجوهرة اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لاتنحسر الارض بالاغتراف وعلیه الفتوی [5] اھ فکان ینبغی ان یقدم	**میں کہتا ہوں** ممکن ہے اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ فتوی کفین پر ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جوہرہ کی عبارت یہ ہے "اور گہرائی کی مقدار میں اصح یہ ہے کہ چُلّو بھرنے سے زمین نہ کھلتی ہو، اسی پر فتوی ہے اھ۔ تو ان کو جوہرہ کی عبارت پہلے لانی چاہئے تھی۔

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار الخ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳
[2] جامع الرموز بحث عشر فی عشر الکریمیہ قزان ایران ۱/۴۸
[3] حاشیۃ علی الدرر للعبد الحلیم مطبعہ عثمانیہ مصر ۱/۱۷
[4] طحطاوی علی مراقی الفلاح نور محمد کتب خانہ کراچی ص۱۶
[5] الجوہرۃ النیرۃ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۶

عبارتها ویقول قوله بالغرف علیه الفتوی جوهرة ای بالکفین قهستانی۔	اور یوں کہنا چاہئے تھا قوله بالغرف علیه الفتوی جوهرة یعنی بالکفین قہستانی۔ (ت)

علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا:

حیث قال بالکف الواحد علی ماهو المفهوم من اطلاقات الکتب ویحتمل ان یکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معاعلی ماهو المتعارف [1]اھ **اقول:** وقد یؤخذ ترجیح له من فحوی الدرر فان نصها الصحیح ان یکون بحیث لاتنکشف ارضه بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال [2]اھ۔ وذلك لان المراد ههنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظهر الفرق بین الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاٰخر بالکفین کما هو المعتاد فی الغسل وح یعود الیه تصحیح ذخیرة العقبی المذکور ویزیده قوة انه المروی عن الامام هذا کله ظاهر النظر۔	اس لئے فرمایا کہ بالکف الواحد، یہی کتابوں کے اطلاقات سے مفہوم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بالغرف سے مراد دونوں چُلّوؤں سے لینا ہو، جیسا کہ متعارف ہے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** کبھی اس کی ترجیح درر کے فحوی سے بھی معلوم ہوتی ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وضو کیلئے چُلّو سے پانی لیتے وقت اس کی زمین نہ کھلتی ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ غسل کیلئے پانی لیتے ہوئے نہ کھلتی ہو اھ کیونکہ یہاں چُلّو سے مراد ہاتھ کا چلّو بھرنا ہے نہ کہ برتن کا چلّو، اور وضو کیلئے چلّو سے پانی لینے اور ہاتھ سے غسل کرنے میں صرف یہی فرق ہے کہ وضو ایک ہاتھ سے اور غسل دو ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسا کہ عادتاً غسل میں کیا جاتا ہے اور اس وقت اس کیلئے ذخیرۃ العقبیٰ کی تصحیح ہوگی، اور اس کو مزید تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ امام سے مروی ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر نظر میں ہے۔ (ت)

واقول: وبالله التوفیق ترجیح علامہ برجندی میں نظر ہے،

اولا(۱) اذ اعترف انه المتعارف فلم لاینصرف المطلق الیه۔	جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہی متعارف ہے تو مطلق اسی کی طرف کیوں نہیں پھرتا۔ (ت)

ثانیا: وہ عندالتحقیق (۲) منعکس ہے اطلاقات متون وعامہ کتب سے اعتراف کفین ہی مستفاد،

[1] قہستانی برجندی کتاب الطہارۃ نولکشور بالسرور ۱/۳۳

[2] الدرر فرض الغسل دارالسعادۃ مصر ۱/۲۲

وذلك لان الغرف کما قلتم مطلق شامل باطلاقه الغرفة بکف وکفین غیر انه لیس ههنا فی کلام موجب بل سالب(۱) والمطلق وان کان یوجد بوجود فرد لاینتفی الابانتفاء الافراد جمیعا فی التحریر ثم فواتح الرحموت من بحث النکرة المنفیة نفی المطلق یوجب نفی کل فرد[1] اھ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا غرف مطلق ہے خواہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے، البتہ یہ کلام موجب میں نہیں ہے کلام سالب میں ہے، اور مطلق اگرچہ ایک فرد کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے مگر اس کا انتفاء اسی وقت ہوگا جب تمام افراد کا انتفاء ہوگا تحریر میں پھر فواتح الرحموت میں نکرہ منفیہ کی بحث سے ہے کہ مطلق کی نفی ہر فرد کی نفی کو ثابت کرتی ہے۔ (ت)

بل **اقول**: اللام فی الغرف والاغتراف لیس للعهد ضرورة فان کان للاستغراق فذاك فانه لکل فرد لا لمجموع الافراد والا فللجنس وهو الوجه المفهوم ونفی(۲) الجنس فی العرف واللغة لایکون الا بنفی جمیع الافراد[2] فواتح فافهم۔

بلاکہ **میں کہتا ہوں** لام "الغرف" اور "الاغتراف" میں عہد کیلئے نہیں، اور اگر یہ استغراق کیلئے ہو تو درست ہے کہ وہ ہر فرد کیلئے ہے مجموعہ افراد کیلئے نہیں، ورنہ یہ جنس کیلئے ہوگا، اور یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، اور جنس کی نفی عرف و لغت میں تمام افراد کی نفی سے ہی ہوتی ہے، فواتح فافہم۔

ولا شك ان من اغترف بکفیه فانحسرت الارض یقول انها ارض تنحسر بالغرف وان کانت لاتنحسر بکف واحدة واذا صدق به الانحسار لایصدق عدمه الا اذالم تنحسر بشیئ من الغرفات وتوجیه الدرر بما فیه ان المعتاد فی الوضوء ایضا الاغتراف بالکفین فی غسل الوجه مطلقا وفی غسل الرجلین اذالم یکن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندی تعارفه علی

اور اس میں شک نہیں کہ جس نے دونوں ہتھیلیوں سے پانی لیا اور زمین کھلی تو یہی کہا جائیگا کہ چلّو بھرنے سے زمین کھلی ہے، اگرچہ ایک ہتھیلی سے نہ کھلے اور جب اس کی وجہ سے کھلنا صادق آگیا تو نہ کھلنا صادق نہیں آئے گا، صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ کسی چلّو سے زمین نہ کھلے اور درر میں یہ توجیہ ہے کہ وضو میں بھی عام طور پر دونوں ہاتھ سے چلّو بھرا جاتا ہے چہرے کے دھونے میں مطلقًا اور دونوں پیروں کے دھونے میں جبکہ ڈبو کر نہ دھویا جائے، برجندی نے تعارف کو مطلق

---

[1] فواتح الرحموت بحث النکرۃ المنفیۃ مطبعۃ امیر قم ۱/۲۶۱

[2] فواتح الرحموت بحث النکرۃ المنفیۃ مطبعۃ امیر قم ۱/۲۶۰

انی لم (۱) ار من فرق ھھنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلك فی معرفة الخلوص من جانب الی آخر بالتحریك ولم یتکلم علیه محشوہ الشرنبلالی وعبدالحلیم والحسن العجیمی والخادمی رحمهم الله تعالٰی وردہ الثانی بقوله ان کلامنهما(ای من الوضوء والغسل یحتاج الی اخذہ بهما(ای بالیدین)قال فظهران لاوجه لتضعیف الثانی [1] اھ

اقول: والوجه عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی وللغسل بالقصاع والاباریق والله تعالٰی اعلم اما المروی عن الامام فلیس نصا فی الوحدة قال فی غمز العیون اطلق الید و اراد الیدین لانه اذا(۲)کان الشیاٰن لایفترقان من خلق اوغیرہ اجزاء من ذکرهما ذکر احدهما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك ومثل العینین المنخران والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسة [2] اھ وقد بسطت الکلام علی هذا فی رسالتی صفائح اللجین فی

رکھا ہے علاوہ ازیں میں نے نہیں دیکھا کہ یہاں کسی نے وضو اور غسل میں فرق کیا ہو، اس سلسلہ میں معروف یہ ہے کہ خلوص کی معرفت ایک جانب سے دُوسری جانب تک حرکت کے ذریعے ہوگی اس پر اس کے حاشیہ نگاروں، شرنبلالی، عبدالحلیم، حسن العجیمی اور خادمی رحمہم اللہ نے کلام نہیں کیا، اور دوسرے نے اس کی تردید اس طرح کی ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک (یعنی غسل و وضوء میں سے) محتاج ہوتا ہے پانی کیلئے (دونوں ہاتھوں کی طرح) فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی تضعیف کی کوئی وجہ نہیں ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں میرے نزدیک وجہ یہ ہے کہ وضو کیلئے چلّو بھر لینے سے مراد ہاتھوں سے چلّو بھرنا مراد ہو اور غسل کیلئے پیالوں اور لوٹوں کے ذریعہ پانی کا لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم، اور جو چیز امام سے مروی ہے وہ وحدت میں نص نہیں ہے، غمز العیون میں فرمایا ید بول کر یدین کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ جو دو چیزیں پیدائشی طور پر جُڑی ہوئی ہوں یا کسی اور سبب سے تو ان میں سے ایک کا ذکر دوسری کے ذکر کو بھی کافی ہوگا، جیسے عین، کہا جاتا ہے کحلتُ عینی اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں میں سُرمہ لگایا اور آنکھ کی طرح نتھنے، پیر، موزے اور جُوتے ہیں لبست خفی کہا جاتا ہے اور

[1] حاشیة علی الدرر للعبدالحلیم بحث عشر فی عشر عثمانیہ مصر ۱/۱۷

[2] غمز العیون مع الاشباہ الفن الاول قواعد کلیة ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۹

کون التصافح بکفی الیدین۔	اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے دونوں موزے پہنے، کذافی شرح الحماسۃ اھ، میں نے اس پر مکمل تفصیلی گفتگو اپنے رسالہ "صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین" (چاندی کی تختیاں، اس مسئلے میں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ت) میں کی ہے۔(ت)

تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے،

اوّلاً یہی متون کا مفاد

ثانیاً یہی عامہ کتب سے مستفاد

ثالثاً کتب متعددہ میں اُس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں۔

رابعاً کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اس میں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولٰی۔

خامساً زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے ورنہ دو ۲ پانی جُدا ہو جائیں گے۔

تبیین میں ہے:

المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاغتراف لانه اذا انحسر ینقطع الماء بعضه عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی اھ[1] ثم ذکر التصحیح المار۔	گہرائی میں معتبر یہ ہے کہ وہ حوض ایسا ہو کہ چلّو بھرنے سے کُھل نہ جاتا ہو کیونکہ اگر کھلا تو پانی کا ایک حصہ دوسرے حصے سے جُدا ہو جائیگا، اور پانی دو جگہوں میں ہو جائیگا، ہندوانی نے اسی کو اختیار کیا ہے اھ پھر اس نے گزشتہ تصحیح کو ذکر کیا ہے۔(ت)

مثلاً حوض پورا دہ در دہ ہے اُس کے وسط میں سے پانی اٹھایا اور زمین کُھل گئی تو اُس وقت وہ کسی طرف دس ۱۰ ہاتھ نہیں بلکہ طول وعرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قدرے کم تو آب قلیل ہوگیا لہٰذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اس کی ضرورت وضو وغسل دونوں کیلئے ہے بلکہ غسل کیلئے زائد۔

ہدایہ میں فرمایا:

الحاجة الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی[2]۔	حوضوں میں نہانے کی ضرورت بہ نسبت وضو کے زیادہ ہوتی ہے۔(ت)

---

[1] تبیین الحقائق عشر فی عشر بولاق مصر ۱/۲۲

[2] الہدایۃ الغدیر العظیم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۲۰

عنایہ میں فرمایا:

لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ [1]۔	کیونکہ وضوعام طور پر گھر میں ہوتا ہے۔(ت)

اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلّوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہی ہاتھ سے لینا مراد واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد۔

توفیق انیق و تحقیق دقیق بحسن التوفیق، والحمدللہ علٰی تیسر الطریق۔

اقول: وباللہ استعین، وھو نعم المعین، یہ سب تنقید و تنقیح و تصحیح و ترجیح اُس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور بعونہ عزجلالہ و عم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلاخلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور مذیل بطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اوجہ و مصحح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار و مرجح و مفتی بہ ہے اسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اُسی کے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ در دہ یا عدمِ خلوص پر مفوضہ بہر حال اُتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہے گی ولہٰذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھلی نہ ہو تو اُس قدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت، مگر کثرت ۲ وقت استعمال چاہئے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہوگیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی اب اس میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھُل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کیلئے شرط کیا تھا کب باقی رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہوگیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہوگئی اور پھر پانی مل جانا طاہر نہ کردیگا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہوجاتا اور جن کے نزدیک مائے مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر ڈالا یہ مستعمل و نجس ہو کر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اسی مائے مستعمل سے نجس ہوگیا۔ یوں ہی جن کے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر مائے مطلق سے اُس کا اختلاط مطلقاً اُسے ناقابلِ طہارت کردیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہٰذا وقت اغتراف حفظ کثرت کیلئے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اُس وقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجہ الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلاکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔

اس توفیق رفیق کے مؤیدات **اقول اولا** خود یہی تبیین مبین تعلیل تبیین کہ اتنا عمق اس لئے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھُل کر دو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہے گی قلیل ہو جائیگا معلوم ہوا کہ تابقائے

---

[1] العنایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۰

مساحت کثیر ہے تفریق مساحت تقلیل کرے گی۔

ثانیاً اگر کثرت فی نفسہ اس پر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دے گی اور وقت اغتراف وہی دقّت پیش آئے گی۔ شرط ہے تو ساری مساحت میں نہ کہ بعض میں۔ غیاثیہ میں ہے:

المختار ان لاینحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع [1]۔	مختار یہ ہے کہ چُلّو لینے سے زمین نیچے سے نہ کھُلے مطلقًا اس میں زیادہ گہرا ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔(ت)

اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہیں مگر اُتنی جگہ صرف جو بھی عرض کا پانی رہ گیا تو اب کیا آبِ قلیل نہ ہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت میں اُتنا عمق نہیں۔ ظاہر ہوا کہ یہ عمق مطلوب نہ تھا بلالکہ وہی زمین کا کہیں سے کھُلانہ ہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہے گا نہ وہ عمق۔

ثالثاً: اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع وتبیین سے گزری کہ خود جاری پانی میں بھی اتنا عمق شرط فرماتے ہیں یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہیں ہوسکتا کون عاقل کہے گا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہ ہوگا جب تک چار پانچ انگل دَل نہ ہوجائے امام ابویوسف کی شان اس سے ارفع واعلٰی ہے وہ قطعاً عرفاً وشرعاً ہر طرح جاری ہے اگرچہ صرف جو بھر عہ دَل ہو لاجرم کوئی شبہ نہیں کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کیلئے شرط فرمائی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کھُل گئی دو پانی ہوگئے اور اس وقت جریان جاتا رہا کہ اُتنی دیر اُوپر کا پانی رک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا، اور ہم رسالہ رحب الساحۃ میں بیان کرچکے کہ جریان کیلئے مدد کا اشتراط بھی ایک قول مصحح ہے امام ابن الہمام نے اس کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے

عـــہ بلالکہ فتاوے امام قاضی خان میں ہے:

الجنب اذا قام فی المطر الشدید متجردا بعد ما تمضمض واستنشق حتی اغتسلت اعضاؤہ جاز لانہ جار یعنی (فـــ۱) جنب اگر کُلی کرکے ناک میں پانی موضع فرض تک چڑھا کر زور کے مینہ میں ننگا کھڑا ہو کہ سارا بدن دُھل گیا غسل ہوگیا کہ مینہ جاری پانی ہے ظاہر ہے کہ مینہ کی دھاریں متفرق ہوتی ہیں اور اُن میں کوئی دھار آدھا انگل بھی دَل نہیں رکھتی بلالکہ اکثر جَو بھر سے زیادہ نہیں ہوتا مگر وہ بلاخلاف جاری پانی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب المیاہ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ ص ۵

واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابویوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اس لئے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری میں یہ عمق درکار یوں ہی یہاں نفس کثرت اس سے مشروط نہیں بلالکہ وقت اغتراف کثیر رہنا **وللہ الحمد**۔

رابعاً اسی کے مؤید ہے وہ کہ ہمارے رسالہ رحب الساحۃ میں کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن میں نجاستیں پڑی ہیں بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستوں تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ در دہ ہوگیا اُس کے بعد نجاستوں کی طرف بڑھ کر اُن سے ملا ناپاک نہ ہوا یوں سارا تالاب پاک رہے گا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت میں پانچ انگل دل ہونا ضرور نہیں بلالکہ نادر ہے جس کا بیان اُسی رسالہ میں گزرا مگر اس کا لحاظ نہ فرمایا اور مطلقاً حکمِ طہارت دیا اس کا وہی مبنی ہے کہ فی نفسہٖ کثرت کے لئے دَل کی حاجت نہیں بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کیلئے صرف اس قدر درکار کہ مساحت بھر میں کوئی جگہ پانی سے کھلی نہ ہو یہی ظاہر الروایۃ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کیلئے لازم کہ اُس سے زمین کھل نہ جائے ورنہ قلیل ہوجائے گا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے۔

ثم اقول یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کرے گی۔

اوّل اغتراف [1] مطلق رہے گا جس طرح متون وہدایہ وعامہ کتب میں ہے کہ پانی فی نفسہٖ ہر طرح کثیر ہے مقصود اُس وقت زمین کا بالفعل نہ کھُلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلّو ہو یا لپ جس طرح پانی لیا اُس سے نہ کھلنا چاہئے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہوسکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہیں برتن سے لیں خواہ کسی سے اُس وقت زمین کھُلے نہیں۔

دوم ساری [2] مساحت میں اس عمق کی حاجت نہیں صرف وہیں کافی ہے جہاں سے پانی لیا گیا۔

سوم یہ شرط دہ در دہ میں فرمائی ہے پانی اگر [3] اس درجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا گیا اگر زمین کھُل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑہ دہ در دہ رہے تو کھُلنا مضر نہ ہوگا کہ اگرچہ دو پانی ہوگئے مگر دونوں کثیر ہی ہیں۔

چہارم مذہب معتمد یہ ہے کہ آب مستعمل طاہر ہے اور آبِ مطلق میں اُس کا اختلاط مانع طہارت نہیں جب تک مقدار میں اُس سے زائد نہ ہوجائے اور آب قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اُس میں پڑنے سے سب مستعمل ہوجاتا ہے مگر بضرورتِ اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل **الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی** میں مبرہن ہوچکے تو وہ پانی [4] جس میں سے وقتِ اغتراف زمین کھل کر اُس کے ٹکڑے دہ در دہ نہ رہیں اگر اس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہوجائیگا

یوں عــہ ہی اگر ضرورت چُلّو کی تھی اور لپ سے لیا سب پانی مستعمل ہوجائیگا کہ دُوسرا بے دُھلا ہاتھ بے ضرورت پڑا عام ازیں کہ چلّو سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کہئے استعمال بعد انفصال ید ہوگا اور اس وقت اتصال آب ہو کر کثیر ہوجائیگا۔

اقول: انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزء اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصالِ آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال ید حرکتِ آب سے بھرے گی

عــہ **اقول:** ظهر بهذا التحقيق ان مسألة الخانية وغيرها من الكتب المعتمدة ان خرج الماء من النقب وانبسط على وجه الجمد بقدر مالو رفع الماء بكفه لاينحسر ماتحته من الجمد جاز فيه الوضوء والا فلا اھ۔ نقلها في الغنية بالمعنى فاقام مقام جواز الوضوء فيه وعدمه فساده بوقوع المفسد وعدمه وليس كذلك عند التحقيق فانه اذا كان كثيرا لمساحة لايفسد بوقوع شيئ مالم يتغير اوينحسر بوقوعه فيبقى ماء بين قليلين بخلاف الوضوء فيه بغمس الاعضاء فانه يفسد به مطلقا لان الفرض انه ينحسر بالغرف فبالغمس اولى وبه ظهر ان الاولى ترك النقل بالمعنى مطلقا فلربما يحصل به تغير دقيق في غاية الخفاء وبالله التوفيق اھ منه غفرله۔(م)

میں کہتا ہوں کہ ہماری اس تحقیق سے ظاہر ہوگیا کہ فتاوٰی خانیہ وغیرہ کتب معتبرہ میں جو یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر پانی سوراخ سے نکلا اور منجمد پانی پر اتنا پھیل گیا کہ اگر کوئی شخص ہاتھ سے پانی اٹھائے تو نیچے کا جامد پانی منکشف نہیں ہوتا اس صورت میں اس پانی میں وضو کرنا جائز ہے ورنہ اس سے وضو جائز نہیں (اھ) اس مسئلے کو غنیہ میں معنیً نقل کرتے ہوئے وضو کے جواز اور عدمِ جواز کی جگہ پلیدی کے واقع ہونے سے اس پانی کے پلید ہونے اور نہ ہونے کو رکھ دیا، حالانکہ تحقیق کی رُو سے اس طرح نہیں ہے، کیونکہ جب پانی کی پیمائش زیادہ ہو تو کسی چیز کے واقع ہونے سے وہ فاسد نہیں ہوگا جب تک اس میں تغیر نہ آئے یا پلیدی کے گرنے سے نیچے کی سطح منکشف نہ ہوجائے، اس صورت میں پانی دو تھوڑے حصّوں میں تقسیم ہوجائیگا برخلاف اس صورت کے کہ اس پانی میں اعضاء ڈبو کر وضو کیا جائے تو اس سے پانی مطلقاً فاسد ہوجائیگا کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ چُلّو میں پانی لینے سے نیچے کی سطح منکشف ہوجاتی ہے تو ڈبونے سے بطریقِ اولیٰ منکشف ہوجائیگی، اس بیان سے واضح ہوگیا کہ بہتر یہ ہے کہ مسئلہ معنیً مطلقاً نقل نہ کیا جائے، ورنہ اس سے بہت ہی پوشیدہ اور باریک فرق پیدا ہوجائیگا، اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔(ت)

اور حرکت تدریجیہ ہے تو بفور انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہو جائیگا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلّو یا لپ حسبِ ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھُلنے سے پانی قلیل ہو گیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کیلئے نہ ہو اور اس وقت اگرچہ اس کے پاؤں اُس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دُھل چکے ہیں ہاں اُس زمین کے کھُلتے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائیگا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کی گئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتی بہ دونوں متوافق اور باہم اصل وفرع ہیں وللہ الحمد۔

هذا كله ماظهر لكثيرا لسيأت وبه تجتمع الكلمات، وتندفع الشبهات، والحمدلله واهب المرادات، وصلى الله تعالٰى وسلم وبارك على مصحح الحسنات، مقيل العثرات، واله وصحبه الاكارم السادات، وابنه وحزبه الاجلة الاثبات، وعلينا معهم، وبهم ولهم، الى يوم يقوم حبيبنا فيه بالشفاعات، عليه وعليهم الصلوات الزاكيات، والتسليمات الناميات، والتحيات المباركات، اٰمين، والحمدلله رب العٰلمين، ومع ذلك لااقول ان الحكم هذا انما اقول هذا ماظهر لى فان كان صوابا فمن الوهاب الكريم وله الحمد وان كان خطأ فمنى ومن الشيطان وانا ابرؤ الى الله منه والحمد لله رب العٰلمين والله تعالٰى اعلم۔

یہ تمام وہ ہے جو اس کثیر المعاصی پر ظاہر ہوا اور اس سے ائمہ کے ارشادات جمع ہو جاتے ہیں اور شبہات دفع ہو جاتے ہیں، تمام تعریفیں مرادیں دینے والے اللہ تعالٰی کیلئے، اور اللہ تعالٰی رحمتیں نازل فرمائے نیکیوں کے صحیح کرنے والے اور غلطیوں کو معاف فرمانے والے پر اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ ساداتِ کرام پر، اور آپ کے بیٹے اور جلیل القدر راسخ علم والی جماعت پر اور ان کے ساتھ ہم پر، ان کی بدولت اور ان کے وسیلے سے اس دن تک جب ہمارے حبیب شفاعتوں کیلئے کھڑے ہوں گے، ان پر اور ان کے تمام متبعین پر پاکیزہ رحمتیں، نشوونما پانے والے سلام اور بابرکت تحفے، آمین، سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کیلئے، اس کے باوجود میں یہ نہیں کہتا کہ حکم یہ ہے، میں تو صرف اتنا کہتا ہوں کہ حکم یہ ہے جو مجھے ظاہر ہوا، اگر درست ہے تو اللہ تعالٰی وہابِ کریم کی طرف سے اور اس کے لیے حمد ہے، اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان سے ہے، میں اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شیطان سے برات کا اظہار کرتا ہوں، تمام تعریفیں اللہ رب العٰلمین کیلئے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

بشارة: ماتقدم من قول البحران العمل والفتوى ابدا بقول الامام الاعظم رضى الله تعالٰى عنه۔

بشارت: اس سے پہلے بحر کا جو قول بیان ہوا کہ عمل

وان افتی المشائخ بخلافه اقره الشامی فی مواضع ونازعه فی مواضع وکنت اردت ان اذکر ھذا البحث ثمه ثم رأیت ان الکلام یطول، ویقطع بالاجنبی الفصل الطویل، فطویته ثمه، وافرزته بحمدالله تعالٰی رسالة مھمة، رأیت الحاقھا ھھنا اتماما للکلام، واسعافا بالمرام، وھاھی ذہ والحمدلله ولی الانعام۔

اور فتوٰی ہمیشہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دیں، علامہ شامی نے متعدد مقامات میں اس قول کی تائید کی اور کئی جگہوں میں اس سے اختلاف کیا، میرا ارادہ تھا کہ اس بحث کو اس جگہ ذکر کرتا، پھر خیال ہوا کہ کلام طویل ہو جائیگا، اور غیر متعلق گفتگو سے فاصلہ طویل ہو جائیگا، لہٰذا اس جگہ میں نے گفتگو سمیٹ لی اور بحمداللہ تعالٰی اسے اہم رسالے کی صورت میں الگ کر دیا، گفتگو کی تکمیل اور مقصد کے پورا کرنے کیلئے اس جگہ اس کے لاحق کرنے کا فیصلہ کیا، اور وہ رسالہ یہ ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالٰی مالک انعام کیلئے۔ (ت)

(**نوٹ:** اصل کتاب میں یہاں رسالہ "**اجلی الاعلام**" تھا جسے رسم المفتی کے طور پر جلد اول میں شامل کر دیا گیا ہے)



فتوی مسمّٰی بہ
النور والنورق[عہ] لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ
(آبِ مطلق کا حکم روشن کرنے کیلئے نور اور رونق)

مسئلہ ۵۵ : ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو وغسل کیلئے درکار ہے اُس کی کیا تعریف ہے آبِ مقید کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیطھرنا بہ تطھیرا، حمدا مطلقاً غیر مقید بعدد او امد دائماً ابدا کثیرا کثیرا والصلاۃ و السلام علی الطیب الطاھر الطھور المطھر المفضل علی الخلق فضلا کبیرا، وعلٰی اٰلہ و صحبہ وابنہ وحزبہ ما امطرت السحب ماء نمیرا امین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے آسمان سے پاک پانی اتارا کہ اس کے ذریعے ہمیں پاک صاف کرے مطلق تعریفیں بغیر کسی قید عددی اور غائی کے ہمیشہ ہمیشہ بہت زیادہ اسی کیلئے ہیں طیب، طاہر، پاک کرنے والے اور مخلوق پر فضیلت رکھنے والے پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ پر بے شمار صلوٰۃ وسلام ہوں جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں، آمین۔ اے اللہ ہمیں سچّے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما۔ (ت)

یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے۔ فقیر بتوفیق القدیر اول[1] جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر[2] تعریفِ مطلق ومقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لئے معیار پھر[3] ضوابط جزئیہ متون پھر[4] ضوابط کلیہ متاخرین پھر[5] جزئیات جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا باللہ

عہ: اگرچہ تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ "النورق" ہے مگر کتب لُغت میں یہ لفظ نہیں ملا۔ میری رائے میں یہ "الرونق" ہونا چاہئے اس سے عدد اور معنٰی دونوں درست رہتے ہیں۔ (دائم)

علیه توکلت والیه انیب۔

یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا:

فصل اول: جزئیات منصوصہ، اور وہ تین قسم ہیں:

قسم اول: وہ پانی جن سے وضو صحیح عـــہ۱ ہے:

(۱) مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابلِ ذکر مائے مبارک زمزم شریف عـــہ۲ ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو و غسل بلاکراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع۔ تنویر و درمختار میں ہے:

یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودیة وعیون وابار وبحار وماء زمزم بلا کراھة وعن احمد یکرہ[1]۔	حدث مطلق پانی سے رفع ہوتا ہے جیسے آسمان کا پانی، وادیوں، چشموں، کنوؤں، نہروں، سمندروں اور زمزم کا پانی، زمزم کے پانی سے رفع حدث بلا کراہت ہوتا ہے جبکہ امام احمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

نیز حج در میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال[2]۔	زمزم کے پانی سے استنجا مکروہ ہے غسل کرنا مکروہ نہیں۔ (ت)

شامی میں ہے:

وکذا ازالة النجاسة الحقیقیة من ثوبه اوبدنه حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلك اھ[3]۔	اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا، یہاں تک بعض علماء نے تو اس کو حرام تک لکھ دیا ہے۔ (ت)

عـــہ۱ یعنی اُن سے طہارت کی جائے تو ہو جائے گی اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ اُس پانی کا استعمال مکروہ بلکہ حرام ہو جیسا کہ مفصلاً بیان ہوگا ۱۲ (م)۔ عـــہ۲ سب سے اعلٰی سب سے افضل دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زمزم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز حضور انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل مگر اب وہ کہاں نصیب اور آگے ہر قسم کے پانی مذکور ہوں گے اُن کے سلسلے میں بلاضرورت اس کا نام لینا مناسب نہ جانا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] درمختار آخر کتاب الحج مجتبائی دہلی ۱/۱۸۴

[3] ردالمحتار آخر کتاب الحج مصطفی البابی مصر ۲/۲۷۸

اقول: (۱)مطلق الکراھۃ للتحریم (۲) واطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیر بعید (۳) فلاخلف نعم (۴) اذا استنجی بالمدر فالصحیح انہ مطھر فلا یبقی الا اساءۃ ادب فیکرہ تنزیھا بخلاف الاغتسال ففرق بیّن بین القصدی والضمنی ھذا ماظھر لی۔	**میں کہتا ہوں** مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے، اور حرام کااطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے ڈھیلے سے استنجا کرلیاتو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سوءِ ادبی رہے گی اور مکروہِ تنزیہی ہوگا۔بخلاف غسل کے تو ارادی اور ضمنی کاموں میں واضح فرق ہوتا ہے **ھذا ماظھر لی**۔ (ت)

اقول: یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے **مستعمل** ہے ورنہ غسل واستنجا میں فرق نہ ہوتا۔ (۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول کہ اُس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے اور جمہور امت کا اُس سے جواز وضو پر اجماع ہے،

فی البحر وفی قولہ والبحر رد قول من قال ان ماء البحر لیس بماء حتی حکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال فی ماء البحر التیمم احب الی منہ کما نقلہ عنہ فی السراج الوھاج [1] اھ وقال السید ط فی حاشیۃ المراقی قال ابن سیدہ فی المحکم البحر الماء الکثیر ملحا اوعذبا وغلب علی الملح فالتنصیص علیہ دفع لتوھم عدم جواز التطھیر بہ لانہ مرمنتن کما توھم بعض الصحابۃ [2] اھ۔**اقول:** (۵) ھذا اللفظ بعید عن الادب فلیجتنب قال وفی الخبر من لم یطھرہ ماء البحر فلا طھرہ اللہ [3] اھ **قلت:** رواہ الدار قطنی والبیھقی	اور اس کے قول "**والبحر**" میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں ماء البحر پانی نہیں ہے یہاں تک کہ ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے سمندری پانی سے میرے نزدیک تیمّم کرلینا زیادہ پسندیدہ عمل ہے، سراج الوہاج میں نقل کیا ہے، اور "ط" نے حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا کہ ابن سیدہ نے محکم میں فرمایا بحر سے مراد کثیر پانی ہے خواہ میٹھا ہو یا نمکین، لیکن عام طور پر اس کا استعمال نمکین کے لئے ہوتا ہے، اس کی تصریح اس وہم کو دفع کرنے کیلئے ہے کہ اس سے پاکی کا حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ کڑوا اور بدبودار ہوتا ہے جیسے کہ بعض صحابہ نے توہم کیا اھ۔ **میں کہتا ہوں** یہ لفظ بے ادبی کے ہیں، ان سے بچنا چاہئے، فرمایا ایک روایت میں ہے کہ جس کو سمندر کا پانی پاک نہ کرسکے تو خدا اسکو کبھی پاک نہ کرے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس کو دار قطنی اور بیہقی نے

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ بحث الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

کلاھما فی السنن بسند واہ بدون لفظ ماء عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالاولی (۱) الاقتصار علی ماتمسك بہ شارحہ اعنی العلامۃ الشرنبلالی حیث قال لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الطھور ماؤہ الحل میتتہ[1] اھ ـ **قلت:** رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح واحمد وابن ماجۃ والاخیران والدار قطنی والطبرانی فی الکبیر عن جابر وابن ماجۃ عن ابی الفراسی والدار قطنی والحاکم عن علی وعن ابی عمرو وعبدالرزاق عن انس والدار قطنی عنہ وایضا عن ابن عمر وایضا عن جابر عن ابی بکر الصدیق وابنا مردویہ والنجار عن ابی الطفیل عن الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی اخری لابن مردویہ کالدار قطنی عن ابی الطفیل عن الصدیق من قولہ ولعبد الرزاق وابی بکر بن ابی شیبۃ عن عکرمۃ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبحٰن اللہ فای ماء اطھر من ماء البحر وفی لفظ اطیب[2] ولھذا وابن عبد الحکم فی فتوح مصر والبیھقی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اغتسلوا

اپنی سنن میں کمزور سند سے روایت کیا، یہ ابو ہریرہ کی روایت نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے اور اس میں ماء کا لفظ نہیں ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس پر اکتفاء کیا جائے جس سے اس کے شارح نے استدلال کیا ہے، یعنی علامہ شرنبلالی نے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردہ حلال۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس کو احمد اور چاروں نے اور ابن حبان، حاکم نے ابوھریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے، اور احمد ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، دار قطنی اور طبرانی نے کبیر میں جابر سے اور ابن ماجہ نے ابو الفراسی سے اور دار قطنی اور حاکم نے علی سے اور ابن عمرو سے اور عبدالرزاق نے انس سے اور دار قطنی نے انس سے اور ابن عمرو سے نیز جابر سے ابو بکر صدیق سے اور ابن مردویہ اور ابن نجار نے ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، دوسری سند میں ابن مردویہ نے دارقطنی کی طرح ابو الطفیل سے ابو بکر صدیق سے ان کے قول سے۔ اور عبدالرزاق اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سمندر سے وضو کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ، سمندر کے پانی سے زیادہ کون سا پاک ہے، اور ایک روایت میں اطیب کا لفظ ہے، اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن عبد الحکم نے فتوح مصر میں اور بیہقی نے اُن سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا سمندر کے پانی سے غسل کرو کیونکہ وہ مبارک ہے،

[1] مراقی الفلاح بحث الماء البحر ص ۱۳ مطبعہ ازہریہ مصر
[2] مصنف عبدالرزاق باب الوضوء من ماء البحر ۱/۹۵ مکتبۃ الاسلامی بیروت

من ماء البحر فانه مبارك[1]

قال ط ومن الناس من کرہ الوضوء من[2] البحر (۱) الملح لحدیث ابن عمر انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لایرکب البحر الا حاج او معتمر او غازی فی سبیل الله فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا تفرد به ابو داؤد[3] اھ

اقول: لم یتفرد به بل (۲) رواہ قبله سعید بن منصور فی سننه واُخرون الا ان یرید التفرد من بین الستة ثم لیس ھذا (۳) حدیث ابن عمر الفاروق رضی الله تعالٰی عنھم انما رواہ د عن مطرف ھو ابن طریف ثقة فاضل عن بشر ابی عبدالله ھو الکندی مجھول قال الذھبی لایکاد یعرف عن بشیر[4] بن مسلم ھو ابو عبدالله الکندی الکوفی مجھول عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنھما یعنی ابن العاص قال خ لم یصح حدیثه واوردہ ابن حبان علی قاعدته فی ثقات اتباع التابعین وقال روی عن رجل عن ابن عمرو والله تعالٰی اعلم[5] نعم فی مسند

"ط" نے کہا کچھ لوگ نمکین سمندر سے وضو کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے کہ سمندر میں صرف حاجی یا عمرہ کرنے والا یا غازی سفر کرے غیر نہیں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے، اس کی روایت میں ابو داؤد متفرد ہیں۔ (ت)

میں کہتا ہوں وہ متفرد نہیں ہیں بلالکہ اُن سے قبل اسی کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے، ہاں چھ کے درمیان تفرد کا دعوٰی ہو تو درست ہے۔ پھر یہ حدیث ابن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نہیں ہے اس کو "د" نے مطرف سے جو ابن ظریف ہیں روایت کیا اور وہ ثقہ ہیں فاضل ہیں، بشر ابو عبداللہ الکندی سے، یہ مجہول ہیں، ذہبی نے کہا کوئی نہیں جانتا بشیر بن مسلم سے وہ ابو عبداللہ الکندی الکوفی مجہول ہیں، عبداللہ بن عمرو سے یعنی ابن العاص سے، خ نے کہا ان کی حدیث صحیح نہیں اور اس کو ابن حبان نے اپنے قاعدہ کے مطابق اتباع تابعین کے ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا ایک شخص سے مروی ہے ابن عمرو سے واللہ تعالٰی اعلم، ہاں مسند فردوس

[1] بحوالہ کنز العمال فصل فی المیاہ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۵۷۲/۹
[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء البحر مطبعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳
[3] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث الماء البحر مطبعہ ازہریہ مصریہ ص ۱۳
[4] میزان الاعتدال بشر عبداللہ بیروت ۳۲۷/۱
[5] میزان الاعتدال بشیر بن مسلم بیروت ۳۲۹/۱

الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما رفعہ تحت البحر نار وتحت النار بحر وتحت البحر نار[1] اھ ویمکن ان تکون فی قولہ تعالٰی والبحر المسجور اشارۃ الیہ واللہ تعالٰی اعلم قال ط وکان ابن عمر لایری جواز الوضوء بہ ولا الغسل عن جنابۃ[2] اھ اقف لہ علی اصل فاللہ اعلم بہ

میں ابن عمر سے مروی ہے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے اھ، اس کو انہوں نے مرفوعًا روایت کیا، اور ممکن ہے کہ اللہ کے قول والبحر المسجور میں اس طرف اشارہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم "ط" نے فرمایا: ابن عمر سمندر سے وضو اور غسلِ جنابت کو جائز نہیں سمجھتے تھے اھ (ت)

اقول: یذکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال ماء البحر لایجزئ من وضوء ولا جنابۃ ان تحت البحر نارا ثم ماء ثم نارا حتی عد سبعۃ ابحر وسبع انیار[3] ولم وانما الذی فی الحلیۃ ان کون الطھارۃ جائزا بھذہ المیاہ سواء کانت عذبۃ اومالحۃ مما دل علیہ الکتٰب والسنۃ ولم یعرف فی شیئ منھا خلاف نعم نقل عن بعض الصحابۃ کراھۃ الوضوء بماء البحر منھم عبداللہ بن عمر و الجمھور علی عدم الکراھۃ[4] اھ وفی ھامش الا نقرویۃ عن مختارات النوازل حکی عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم انھما قال الوضوء بماء البحر مکروہ[5]

میں کہتا ہوں ابن عمر سے یہ روایت منسوب ہے کہ سمندر کا پانی وضو اور غسلِ جنابت کیلئے کافی نہیں بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے پھر پانی پھر آگ ہے یہاں تک کہ انہوں نے سات سمندروں اور سات آگوں کا ذکر کیا، اور مجھے اس کی کسی اصل پر اطلاع نہیں واللہ اعلم، حلیہ میں یہ ہے کہ ان پانیوں سے طہارت جائز ہے خواہ میٹھے ہوں یا نمکین ہوں، اس پر کتاب وسنّت دلالت کرتے ہیں، اور اس میں کوئی خلاف معروف نہیں، ہاں بعض صحابہ سے کراہت منقول ہے کہ اِن سے وضو مکروہ ہے، اُن میں عبداللہ بن عمر بھی شامل ہیں، اور جمہور کا قول ہے کہ کراہت نہیں ہے اھ اور انقرویہ کے حواشی میں مختارات النوازل سے ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں

[1] مسند فردوس
[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳
[3] یذکر عن ابن عمر
[4] حلیہ
[5] علی حاشیۃ فتاوٰی انقرویہ بحث ماء البحر دار الاشاعۃ العربیہ قندھار ۱/۲

اھ۔ قال ط وکذا روی ابی ھریرۃ[1] اھ

اقول: وھذا عجب مع ما صح عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ماسمعناك نعم فی البدائع روی عن ابی العالیة الریاحی انه قال کنت فی جماعة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی سفینة فی البحر فحضرت الصلاۃ قضی ماؤھم ومعھم نبیذ التمر فتوضأ بعضھم نبیذ التمروکرہ التوضؤ بماء البحر وتوضأ بعضھم بماء البحر ذکرہ التوضؤ بنبیذ التمرو عــہ ،وھذا حکایة الاجماع فان من کان یتوضؤ بماء البحر کان یعتقد

حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے اھ "ط" اسی طرح ابوہریرہ سے مروی ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ زیادہ عجیب ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروایت صحیح جو تھا وہ ہم نے نقل کیا، ہاں بدائع میں ابو العالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہوچکا تھا ان کے پاس شیرہ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کرلیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کرلیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے

عــہ **اقول:** لم یبلغ فھمی القاصر کیف کان ھذا حکایة الاجماع علی جواز الوضوء بنبیذ التمر عند عدم الماء فان من توضأ بماء البحر جاز ان لم یر الوضوء بالنبیذ فی الحالة الراھنة لوجود الماء وجاز ان لم یر الوضوء به اصلا حتی لو وجدہ وعدم الماء تیمم کما ھو المفتی به عندنا والکراھة فی عرف السلف لایدل علی الجواز منه غفرله (م)

میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اجماع کیونکر ہوگیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمّم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (ت)

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح بحث ماء البحر ازہریہ مصر ص ۱۳

جواز التوضؤ بماء البحر فلم یتوضأ بنبیذ التمر لکونه واجدا للماء المطلق ومن کان یتوضؤ بالنبیذ کان لایری ماء البحر طھورا اوکان یقول ھو ماء سخطة ونقمة کانه لم یبلغه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی صفة البحر ھو الطھور ماؤہ الحل میتة فتوضأ بنبیذ التمر لکونه عادما للماء عـــه الطاھر [1] اھ فھذا ما ابداہ احتمالا وانما لفظ الروایة ما سمعت۔	نبیذ تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضو کررہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا اھ تو یہ انہوں نے بطور احتمال فرمایا ورنہ روایت کے الفاظ وہ ہیں جو آپ نے سُنے۔ (ت)
اقول: ویجوز ان یکونوا معتقدین جواز الوضوء بھما اذا کان الماء غالبا فی النبیذ کما سیأتی اِن شاء اللہ تعالٰی فمن توضأ به کرہ التوضوء بماء البحر کراھة تنزیه ولم یشك ان النبیذ الذی عندہ ماؤہ غالب ومن توضأ بماء البحر شك فی النبیذ الذی عندہ فکرہ التوضوء به کراھة امتناع وتوضأ بماء البحر واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ اِن شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو مکروہ تنزیہی سمجھا اور اس میں شک نہیں جانا کہ جو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اُس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت تحریمی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کرلیا، **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

عـــه ھکذا فی نسختی البدائع وکأنھا زلة من قلم الناسخ والوجه الطھور منه غفرله (م)

میرے پاس بدائع کا جو نسخہ ہے اس میں اسی طرح ہے شاید کاتب نے غلط لکھ دیا مناسب الطھور ہے۔ (ت)

(۳ و ۴) پالا اولے جب پگھل کر پانی ہوجائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کُرہ زمہریر کی سردی سے

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶

یخ بستہ ہوگیا،

فی الدر یرفع الحدث بماء مطلق کالثلج مذاب وبرد و جمد وندی [1]اھ وفی البحر والنھر وعن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النھر الاصح قولھما [2]اھ ونسبہ فی جامع الرموز للصاحبین حیث قال لایتوضوء بالثلج الا اذا تقاطر وعن الصاحبین انہ یتوضوء بہ والاول ھو الصحیح کما فی الظھیریۃ [3]اھ۔ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ **اقول:** (۱) لیس ھذا محل خلاف وتصحیح اذ لاوضوء الابالغسل ولا غسل الا بالاسالۃ ولا اسالۃ الا بالتقاطر فھو المراد اھ۔ ماکتبت علیہ اقول نعم یروی عن الثانی ان الغسل بل المحل وان لم یسل[4] کما فی البحر وھذا لا یختص بالثلج والبرد وقدمنا فی تبیان الوضوء ان مرادہ سال من العضو قطرۃ اوقطرتان ولم یتدارك فلا خلاف [5] قال ش الظاھر ان معنی لم یتدارك لم یقطر علی الفوربان قطر بعد مھلۃ [6]اھ	دُر میں ہے حدث کو دُور کیا جاسکتا ہے مطلق پانی سے جیسے برف یااَولوں کا پگھلا ہوا پانی، منجمد پانی یا تری اھ اور بحر و نہر میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ وضو جائز ہے اگرچہ ٹپکنے والا نہ ہو یہ صحیح ہے اور لفظ نہر اصح ہے ان دونوں کا قول اھ اور جامع الرموز میں اس کو صاحبین کی طرف منسوب کیا ہے، فرمایا کہ برف سے اس وقت تک وضو نہ کرے جب تک وہ ٹپکنے نہ لگے اور صاحبین سے مروی ہے کہ اس سے وضو کرے، اور پہلا ہی صحیح ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اھ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ یہ محل خلاف اور تصحیح نہیں ہے کیونکہ دھوئے بغیر تو وضو ہو نہیں سکتا ہے اور دھونا بہائے بغیر نہ ہوگا اور بہانا بغیر تقاطر کے نہ ہوگا، اور یہی مراد ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** ہاں دوسرے امام سے یہ مروی ہے کہ دھونا جگہ کے تر کرنے کو کہتے ہیں خواہ نہ بہے، جیسا کہ بحر میں ہے اور یہ چیز برف اور اَولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے اور ہم نے تبیان الوضوء میں بیان کیا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ عضو سے ایک یا دو قطرے بہہ جائیں

[1] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴
[2] بحرالرائق آخر الماء البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۷
[3] جامع الرموز بحث الماء السماء مطبعۃ کریمیہ قزان ایران ۱/۴۶
[4] بحرالرائق فرض الوضو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱
[5] ردالمحتار فرض الوضو البابی مصر ۱/۷۱
[6] ردالمحتار فرض الوضو البابی مصر ۱/۷۱

اور تدارک نہ ہو اس میں اختلاف نہیں "ش" نے فرمایا کہ لم یتدارك کے معنی یہ ہیں کہ فورًا قطرات نہ بہیں، بلالکہ مہلت کے بعد قطرات بہیں اھ (ت)

اقول: (ا) بل الظاهر ان المعنی لم تتتابع القطر کثرۃ یقال تدارك القوم ای تلاحقوا ومنه قوله تعالٰی حتی اذا دارکوا فیها کما فی الصحاح[1] ومعلوم انه لم یثبت الفور فی دخول طائفة منهم بعد اخری والله تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** بلکہ معنی یہ ہیں کہ قطرات کثرت سے نہ بہیں کہتے ہیں "تدارك القوم" یعنی ایک دوسرے سے ملے اور اسی سے فرمان الٰہی ہے "حتی اذا دارکوا فیها" صحاح میں بھی ایسا ہی ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت کا دوسری جماعت کے فورًا بعد داخل ہونا مراد نہیں، والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۵) یوں ہی کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا ومر عن الدر وجمد وھو محرکا الماء الجامد ط عن ح عن القاموس (اور گزرا ہے کہ اَلْجَمَد حرکت کے ساتھ جما ہوا پانی (برف) ہے یہ ط سے ح سے قاموس سے ہے۔ ت)

(۶) شبنم

اقول: یعنی جبکہ پتّوں پھُولوں پر سے یا پھیلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر اتنی جمع کرلی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھو دے مثلًا روپے بھر جگہ پاؤں میں باقی ہے اور پانی ختم ہوگیا اور شبنم جمع کئے سے اتنی مل سکتی ہے کہ اُس جگہ پر بہ جائے تو تیمّم جائز نہ ہوگا یا اوس (۲) میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگر ہاتھ نہ پھیرے گا وضو ہوجائیگا اگرچہ سنّت ترک ہوئی یوں ہی شبنم (۳) سے تر گھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہوجائے گا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھنگلیا کے طول وعرض کے سہ چند بھیگ جائے،

ومر عن الدر وندا قال ش قال فی الامداد وھو الطل وھو ماء علی الصحیح وقیل نفس دابة[2] اھ	اور دُر سے گزرا وندًا "ش" نے امداد میں کہا یہ شبنم ہے اور صحیح قول کے مطابق یہ پانی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چوپائے کا سانس ہے۔ (ت)

[1] صحاح الجوہری درک بیروت ۱۵۸۲/۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱۳۲/۱

اقول: لااعلم له اصلا ولو کان کذا لم یجز الوضوء به لانه لیس بماء ولو جاز به لکان ریق الانسان وعرقه احق بالجواز ثم رأیت فی مسح الخفین من الفتح ولا فرق بین حصول ذلك بیده اوباصابة مطر اومن حشیش مشی فیه مبتل ولو بالطل علی الاصح وقیل لایجوز بالطل لانه نفس دابة لاماء ولیس بصحیح[1] اھ۔	**میں کہتا ہوں** مجھے اس کی اصل معلوم نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس کے ساتھ وضو جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ پانی نہیں اور اگر اس سے وضو جائز ہوتا تو انسان کے تھوک اور پسینہ سے بطریق اولٰی جائز ہوتا، پھر فتح کے مسح علی الخفین میں ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں کہ یہ ہاتھ سے ہو یا بارش کی وجہ سے ہو یا تر گھاس میں چلنے کی وجہ سے ہو یا شبنم سے ہو اصح قول کے مطابق، اور ایک قول یہ ہے کہ شبنم سے جائز نہیں کیونکہ وہ چوپائے کا سانس ہے پانی نہیں، اور یہ صحیح نہیں اھ (ت)

(۷) زلال

اقول: لغۃً وعرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے ہلکے خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں،

فی القاموس ماء زلال کغراب وامیر وصبور وعلابط سریع المرفی الحلق باردعذب صاف سهل سلس[2] اھ۔ ولم یعرج علی معنی غیرہ وفی صحاح الجوھری ماء زلال ای عذب[3] اھ وفی حیاة الحیوان الکبری المشهور علی الالسنة ان الزلال هو الماء البارد[4]۔	قاموس میں ہے ماء زلال، زلال غراب کے وزن پر بھی آتا ہے اور امیر، صبور اور عُلابِط کے وزن پر بھی (یعنی زلیل زُلول زلازِل) اس پانی کو کہا جاتا ہے جو حلق سے بآسانی گزرے اور ٹھنڈا، میٹھا، صاف، لطیف اور رواں ہو اھ اور اس کے علاوہ کوئی معنٰی نہیں بتائے، اور صحاح جوہری میں ماء زلال یعنی میٹھا اھ اور حیوۃ الحیوان میں ہے زبانوں پر مشہور یہ ہے کہ زلال ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں (ت)

[1] فتح القدیر مسح الخفین رضویہ سکھر ۱/۱۳۲

[2] القاموس المحیط (زللت) مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۰

[3] صحاح الجوہری (زلل) بیروت ۴/ ۱۷۱۸

[4] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۳۷

اس تقدیر پر تو اس کے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے،

حیث قال عقیب ذکر الطل اقول وکذا الزلال قال ابن حجر وھو مایخرج من جوف صورۃ توجد فی نحوا الثلج کالحیوان ولیست بحیوان[1]۔	انہوں نے طل کے ذکر کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں اور اسی طرح "زلال" ہے، ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ برف میں حیوانی شکل کی ایک چیز پائی جاتی ہے جو دراصل حیوان نہیں ہوتی ہے اس کے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے۔ (ت)

اقول: یہ اگر ثابت (ا) ہو تو اُس کے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اُس کی صورت جانور کی ہے اور کتابوں اور جمہور ائمہ شافعیہ کی کتب میں اُسے حیوان کہا انگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتّیاں اور خود اُس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے:

الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابیضہ اذا مات جعل فی الماء فیبردہ ومنہ سمی الماء البارد زلالا[2]۔	زُلال، پیش کے ساتھ سفید جسم کا ایک چھوٹا سا جانور ہے، جب مرجاتا ہے تو اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں یہ پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور اسی لئے ٹھنڈے پانی کو ماءِ زُلال کہتے ہیں۔ (ت)

حیاۃ الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے:

الزلال بالضم دود یتربی فی الثلج وھو منقط بصفرۃ یقرب من الاصبع یاخذہ الناس من اماکنہ لیشربوا مافی جوفہ لشدۃ بردہ[3]۔	زُلال پیش کے ساتھ، ایک کیڑا جو برف میں پلتا ہے اس پر پیلے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں، تقریبًا ایک انگلی کے برابر ہوتا ہے لوگ اس کو پکڑتے ہیں تاکہ اس کے پیٹ میں سے جو نکلتا ہے وہ پی سکیں، کیونکہ یہ پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے (ت)

اُس کے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابنِ حجر شافعی نے اُس پانی کو قے ٹھہرا کر ناپاک بتایا۔

قال ش عن ابن حجر بعد مامر فان تحقق	ش نے ابنِ حجر سے نقل کیا پس اگر متحقق ہو (یعنی

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[2] تاج العروس فصل الزامن باب الدم مطبوعہ احیاء التراث العربی ۷/ ۳۵۹

[3] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

(ای کونه حیوانا) کان نجسا لانه قیئ[1]۔	اس کا حیوان ہونا ثابت ہو جائے) تو وہ نجس ہوگا اس لئے کہ وہ قے ہے۔ (ت)

اقول: قے کی تعریف' اس پر صادق آنے میں کلام ہے اور کتبِ شافعیہ میں اُس سے جوازِ وضو مصرح شرح وجیز ابو الفرج عجلی شافعی میں ہے:

الماء الذی فی دود الثلج طهور[2]۔	وہ پانی جو برف والے کیڑے میں ہوتا ہے پاک طہور ہے۔ (ت)

حیاۃ الحیوان میں ہے:

الذی قاله یوافق قول القاضی حسین فیما تقدم فی الدود[3]۔	جو انہوں نے کہا وہ قاضی حسین کے قول کے موافق ہے جیسا کہ دود کے ذکر میں پہلے گزرا۔ (ت)

علامہ شامی نے جب تک اُس جانور کا دموی ہونا ثابت نہ ہو پانی پاک مگر نا قابلِ وضو بتایا۔

حیث قال نعم لایکون نجسا عندنا مالم یعلم کونه دمویا اما رفع الحدث به فلا یصح وان کان غیر دموی[4]۔	انہوں نے فرمایا جب تک اس کا دموی ہونا معلوم نہ ہو ہمارے نزدیک نجس نہیں، رہا اس سے پاک حاصل کرنا تو یہ صحیح نہیں اگرچہ وہ غیر دموی ہو۔ (ت)

اقول: ظاہراً اُس پانی کی طہارت محلِ اشتباہ نہیں جیسے ریشم [۲] کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اس کا پانی بلالکہ بیٹ بھی پاک عالمگیریہ میں ہے:

ماء دود القزو عینه وخرؤه طاهر کذا فی القنیة[5]۔	ریشم کا کیڑا اس کا پانی اور اس کی بیٹ پاک ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

لکہ خلاصہ میں ہے:

(۳) الدودة اذا تولدت من النجاسة قال شمس الائمة الحلوائی انها لیست	کیڑا جو نجاست میں پیدا ہو تو شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ وہ ناپاک نہیں ہے اور یہی حال ہر حیوان کا ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[2] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

[3] حیاۃ الحیوان الکبرٰی (زلال) البابی مصر ۱/ ۵۳۶

[4] ردالمحتار باب المیاہ البابی مصر ۱/ ۱۳۲

[5] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فے الاعیان النجسۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۶

بنجسة وکذا کل حیوان حتی لوغسل ثم وقع فی الماء لاینجسه وتجوز الصلاۃ معها[1]۔	تو اگر کسی حیوان کو دھویا جائے پھر وہ پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا، اور اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ (ت)

(ا) اور جب ظاہر ہے تو جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ پانی نہیں بلکہ اُس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اُس کی رطوبت اِس میں نصف یا زاید ملی ہوئی ہے ناقابلِ وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہرًا وہ برف ہی کا پانی ہے کہ اس کے جوف میں ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر طہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خلط غیر سے مائے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہوجائے ثانی یہاں قطعًا منتفی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہوسکتا۔

الا تری ان النجاسة لاتثبت بالشك وھی تسلب الطھوریة والطھارۃ معا فضلا عن التقیید۔	نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ طہوریت کو سلب کرتی ہے اور طہارت کو بھی چہ جائیکہ تقیید۔ (ت)

(۸) گرم پانی

وھذا وفاق الا مایحکی عن مجاھد من کراھة۔ (اس بات میں اتفاق ہے مگر وہ جو مجاہد سے اس کی کراہت منقول ہے۔ ت)

اقول: مگر اتنا گرم کہ (ا) اچھی طرح ڈالا نہ جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہی اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وہ وضو نہ ہوگا وفی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بالحمیم[2] (صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گرم پانی سے وضو فرمایا۔ ت)

(۹) اُپلوں سے گرم کیا ہُوا اور بچنا بہتر، درمختار میں ہے: وکرہ احمد المسخن بالنجاسة[3] (نجاست کے ذریعے گرم شدہ پانی کو امام احمد نے مکروہ گردانا ہے۔ ت)

(۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقًا مگر گرم ملک (۲) گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہوجائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہئے وضو سے غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہوجائے پہننا مناسب نہیں کہ اُس پانی کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السابع فیما یکون نجسًا الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴

[2] جامع للبخاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲

[3] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی لاہور ۱/ ۳۴

بدن کو پہنچنے سے معاذاللہ احتمالِ برص ہے اختلافات اس میں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فے الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنااور مختصر الفاظ میں اُسے ذکر کیا اُسی کی نقل بس ہے

وھو ھذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لاتغتسلوا بالماء انشمس فانہ یورث البرص [1] قط وابو نعیم عن ام المؤمنین انہا سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لاتفعلی یاحیمراء فانہ یورث البرص [2] وقیدہ العلماء بقیود ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع صابر تحت المطرقۃ کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والاحجار والخشب ولا للشمس فی الحیاض والبرک قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربالا فی الثواب الا اذا لبسہ رطبا اومع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لاباس علی الاصح وقیل لافرق علی الصحیح ووجہ ورد فالاول الاوجہ قیل وان لایکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین	دارقطنی نے عامر سے اور عقیلی نے انس سے مرفوعًا روایت کی، دارقطنی اور شافعی نے عمر فاروق سے موقوفًا روایت کی کہ تم آفتاب سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے، دارقطنی اور ابو نعیم نے ام المؤمنین سے روایت کی کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیلئے آفتاب سے پانی گرم کیا تو آپ نے فرمایا: آیندہ ایسا نہ کرنا اے حمیراء کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔ اور علماء نے اس میں کچھ قیود لگائی ہیں مثلًا یہ کہ گرم پانی گرم علاقہ میں ہو، گرم وقت میں ہو، یہ کہ پانی کسی دھات کے بنے ہوئے برتن میں جیسے پانی لوہے تانبے کے برتن میں گرم ہوا ہو اصح قول کے مطابق مگر سونے چاندی کے برتن میں گرم نہ کیا گیا ہو معتمد قول کے مطابق مٹی کھال پتھّر اور لکڑی کے برتنوں کو دھوپ میں رکھ کر گرم نہ کیا گیا ہو۔ حوض اور گڑھے میں سورج کا گرم شدہ پانی قطعًا نہ ہو، یہ پانی بدن میں استعمال ہوا ہو، اگرچہ پی لیا تو بھی یہی خطرہ ہے، کپڑے دھوئے تو حرج نہیں، ہاں اگر کپڑا دھو کر تر ہی پہن لیا تو خطرہ ہے، یا کپڑا پہنا اور جسم پر پسینہ تھا، یہ پانی گرم استعمال کیا جائے اگر ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال کیا تو حرج نہیں، اصح قول یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے

[1] سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹

[2] سنن الدارقطنی باب الماء المسخن نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۸

مالم یبرد واللہ تعالٰی اعلم۔	کہ فرق نہیں، اور یہی صحیح ہے، اس کی توجیہ بھی ہے اور اس پر رد ہے، تو اول کی وجہ زیادہ درست ہے، ایک قول یہ ہے کہ برتن کھُلا ہوا نہ ہو، اور راجح ولو کان الاناء منکشفا ہے (یعنی اگرچہ برتن کھلا ہو) تو خلاصہ یہ ہے کہ دھوپ کے گرم پانی کا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن سے جسم پر پہنچانا، گرم وقت میں اور گرم علاقہ میں بلا ٹھنڈا کیے ممنوع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اور **تحقیق**[۱] یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اُس پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنھایۃ (جیسا کہ فتح، بحر، درایہ، قنیہ اور نہایہ میں صراحت کی گئی ہے۔ ت) اور یہ کراہت شرعی تنزیہی ہے

کما اشار الیہ فی الحلیۃ والامداد ھذا ماحققہ ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراھۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انھا طبعیۃ عند الشافعیۃ وھو خلاف نصھم۔ **اقول:** (۲) وزیادۃ التنویر قید القصد حیث قال وبماء قصد تشمیسہ لیس اتفاقیا بل الدلالۃ علی الاول واشارۃ الی نفی ماوقع فی المعراج ان الکراھۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافھم۔	جیسا کہ حلیہ اور امداد میں اشارہ کیا "ش" نے یہی تحقیق کی، تنویر اور دُر میں اس کے خلاف ہے، ان دونوں حضرات نے مطلقًا کراہت کا انکار کیا ہے، اور تنویر کی عبارت کو مکروہ تحریمی پر محمول کرنا ممکن ہے مگر در میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک وہ کراہت طبعیہ ہے اور یہ ان کی تصریحات کے خلاف ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** تنویر میں ارادہ کی قید کا اضافہ ہے انہوں نے فرمایا "اور اس پانی سے جس کو دھوپ میں قصدًا گرم کیا گیا ہے، یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلاالکہ پہلی پر دلالت کے لئے ہے اور جو معراج میں فرمایا ہے اسکی نفی کیلئے ہے کہ شافعیوں کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب بالقصد ہو فافہم۔ (ت)

(۱۱) عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہوا گرچہ اس پانی سے خلوتِ تامّہ میں اُس نے طہارت کی ہو، خلافا لاحمد والمالکیۃ (اس میں احمد اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ ت) ہاں مکروہ (۳) ضرور ہے۔

بل فی السراج لایجوز للرجل ان یتوضأ ویغتسل بفضل وضؤ المرأۃ[1] اھ وھو نص	بلکہ سراج میں ہے کہ مرد کو جائز نہیں کہ وہ عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے اھ

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸

فی کراھۃ التحریم واستظھرھا ط من قول الدر من منھیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ[1] قال وفیہ نظر واجاب ش بانہ یشمل المکروۃ تنزیھا فانہ منھی عنہ اصطلاحا حقیۃ کما قدمناہ عن التحریر[2] اھ۔ وعللہ ط بخشیۃ التلذذ وقلۃ توقیھن النجاسات لنقص دینھن قال وھذا یدل علی ان کراھتہ تنزیھیۃ[3]۔

باور یہ مکروہ تحریمی میں نص ہے، اور طحطاوی نے اس پر دُر کے قول "عورت کے باقیماندہ پانی سے وضوء نہ کیا جائے" سے استدلال کیا ہے، فرمایا اس میں نظر ہے، اور 'ش' نے جواب دیا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے کہ یہ منہی عنہ ہے اصطلاحی طور پر حقیقۃً جیسا کہ ہم نے تحریر سے نقل کیا اھ اور طحطاوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک تو تلذذ کا خطرہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے دینی نقصان کی وجہ سے نجاستوں سے نہیں بچتی ہیں، فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد کراہت تنزیہی ہے اھ۔(ت)

اقول: علی (۱) الاول یعم النھی عکسہ اعنی توضوء المرأۃ من فضل طھورہ وفیہ کلام یاتی اما الثانی۔

میں کہتا ہوں پہلے قول کے مطابق نہی اُس کے عکس کو شامل ہے یعنی عورت کا مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوئ کرنا، اس میں کچھ بحث ہے جو آئے گی۔ رہا دوسرا قول تو اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ یہ دیہاتی، غلام اور جاہل سب کو عام ہے، اور سب سے زیادہ نابینا لوگوں کو۔ تو اس میں عورت کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اور **ثانیا**، یہ قید نہیں کہ اس کا طہور ہو چہ جائیکہ عورت کا خلوت میں اس کو استعمال کرنا، بلالکہ اس کا محض پانی کو چھُولینا بھی کافی ہوگا۔ اور تیسرا یہ کہ اُن کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نجاستوں سے کم بچتی ہیں اس میں اعتراض ہے،

فاوّلا: یقتضی (۲) تعمیمہ رجال البد و العبید والجھلۃ واشد من الکل (۳) العمیان فلا تبقی خصوصیۃ للمرأۃ۔

وثانیًا: لا یتقید بطھورھا فضلا عن اختلائھا بہ لک اذن یکفی مسھا۔

وثالثًا: (۵) فی قلۃ توقیھن النجاسات نظر ونقص دینھن ان احدٰھن تقعد شطر دھرھا لاتصوم ولا تصلی کما فی الحدیث وھذا لیس من صنعھا الا ان یعلل بغلبۃ

[1] طحطاوی علی الدر المختار مکروہات الوضوء بیروت ۱/ ۷۶
[2] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸
[3] طحطاوی علی الدر المختار مکروہات الوضوء بیروت ۱/ ۷۶

الجهل علیهن فیشارکهن العبید والاعراب۔ **ورابعاً:** (ا) العلة توجد فی حق المرأة الاخری والکراهة خاصة بالرجل وجعل ش النهی تعبدیا۔ **اقول:** وهو الاولی لما عرفت عدم انتهاض العلل وبه صرحت الحنابلة ولا بدلهم عن ذلك اذعدم الجواز لایعقل له وجه اصلا وکونه تعبدیا لما رواه الخمسة ؏ انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم نهی ان یتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة[1] ثم ذکر عن غرر الافکار نسخه بحدیث مسلم ان	اور ان کے دین کا نقص محض یہ ہے کہ وہ ایک زمانہ تک گھر بیٹھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور نہ نماز پڑھتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، اور اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، ہاں اس کی تعلیل یہ ہوسکتی ہے کہ ان میں جہل کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ بات غلاموں اور دیہاتی لوگوں میں بھی ہوتی ہے۔ چوتھے، یہ علّت دوسری عورت کے حق میں بھی پائی جاتی ہے حالانکہ کراہت مرد کے ساتھ خاص ہے اور "ش" نے اس مخالفت کو محض تعبّدی امر قرار دیا ہے۔ (ت)

عــہ: اقول المعروف فی اطلاق الخمسة ارادة الستة الا البخاری وهذا انما رواه احمد والاربعة نعم هو اصطلاح عبدالسلام ابن تیمیة فی المنتقی لانه ادخل الامام احمد فی الجماعة فاذ اراده غیر الشیخین قال رواه الخمسة منه غفرله۔ (م)

میں کہتا ہوں عام طور پر خمسہ کا اطلاق بخاری کے علاوہ باقی اصحابِ ستّہ پر ہوتا ہے جبکہ اس کو امام احمد اور اربعہ نے روایت کیا ہے۔ ہاں منتقی میں عبدالسلام ابن تیمیہ کی یہ اصطلاح ہے کہ کیونکہ وہ امام احمد کو بھی اصحابِ صحاح کی جماعت میں داخل کرتے ہیں جس حدیث کو شیخین کے علاوہ باقی اصحابِ صحاح نے روایت کیا ہو تو کہتے ہیں رواه الخمسة منه غفرله (ت)

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۱/ ۹۸

میمونه قالت اغتسلت من جفنة ففضلت فیھا فضلة فجاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یغتسل فقلت انی اغتسلت منه فقال الماء لیس علیه جنابة قال ش مقتضی النسخ انه لایکرہ عندنا ولا تنزیھا وفیه ان دعوی النسخ تتوقف علی العلم بتأخرا لناسخ ولعله ماخوذ من قول میمونة رضی اللہ تعالٰی عنھا انی قد اغتسلت فانه یشعر بعلمھا بالنھی قبله قال وقد صرح الشافعیة بالکراھة فینبغی کراھته وان قلنا بالنسخ مراعاة للخلاف فقد صرحوا بانه یطلب مراعاة الخلاف وقد علمت انه لایجوز التطھیر به عند احمد[1] اھ۔

اقول: ولاقرب الی الصواب ان لانسخ ولا تحریم بل النھی للتنزیه والفعل لبیان الجواز وھو الذی مشی علیه القاری فی المرقاة نقلا عن السید جمال الدین الحنفی وبه اجاب الشخ عبدالحق الدھلوی فی لمعات التنقیح ان النھی تنزیه لاتحریم فلا منافاة[2] وقال فی الباب قبله اجیب

میں کہتا ہوں یہی بات بہتر ہے، کیونکہ دوسری علتیں درست نہیں ہے، اور حنبلی حضرات نے بھی یہ علت بیان کی ہے، اور ایسا کرنا ان کیلئے ضروری تھا، کیونکہ عدم جواز کی کوئی وجہ موجود نہیں، اور اس کے تعبدی ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو پانچوں محدثین نے نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی ممانعت فرمائی، پھر غرر الافکار کے حوالہ سے اس کا منسوخ ہونا نقل کیا۔ اس میں مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک ٹب میں غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے غسل کا ارادہ فرمایا" تو انہوں نے عرض کی کہ "ہم نے اس سے غسل کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "پانی پر جنابت کا اثر نہیں ہوتا"۔ ش نے فرمایا نسخ کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نہ وہ مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہِ تنزیہی، اس میں اعتراض ہے کہ نسخ کا دعوی اس پر موقوف ہے کہ ناسخ کے متاخر ہونے کا علم ہو، اور شاید یہ حضرت میمونہ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ میں نے غسل کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس سے قبل ہی نہی کا علم تھا، اور شافعیہ نے کراہت کی تصریح کی ہے تو چاہئے کہ یہ مکروہ ہو، اگرچہ ہم اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے نسخ کا قول کریں، کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خلاف کی رعایت کی جائے اور یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ احمد کے نزدیک اس پانی سے طہارت جائز نہیں اھ۔ (ت) **میں کہتا ہوں** زیادہ صحیح بات یہ ہوگی کہ نہ تو نسخ ہے اور نہ ہی تحریم ہے بلاکہ نہی محض تنزیہی ہے اور فعل بیان جواز کے لئے ہے ملّا علی قاری نے بھی مرقاۃ میں سید جمال الدین حنفی سے یہی نقل کیا ہے اور لمعات التنقیح میں محدث عبدالحق دہلوی نے بھی یہی جواب دیا ہے کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں

[1] ردالمحتار مکروہات الوضوء البابی مصر ۱/ ۹۸
[2] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۲۲

ان تلك عزيمة وهذا رخصة[1] اھ وبهذا جزم فی الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال الامام العينی فی عمدة القاری اما فضل المرأة فيجوز عند الشافعی الوضوء به للرجل سواء خلت به اولا قال البغوی وغيره فلا كراهة فيه للاحاديث الصحيحة فيه وبهذا قال مالك وابو حنيفة وجمهور العلماء وقال احمد وداود لايجوز اذا خلت به و روی هذا عن عبدالله بن سرجس والحسن البصری و روی عن احمد كمذهبنا وعن ابن المسيب والحسن كراهة فضلها مطلقًا[2] اھ۔ واذ احملنا المنفية على كراهة التحريم لم يناف ثبوت كراهة التنزيه وكيفما(۱) كان فما فی السراج غريب جدا ولم يستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا يظهر له وجه وقد قال(۲) فی كشف الظنون السراج الوهاج عده المولی المعروف ببركلی جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة اھ۔ قال چلپی ثم اختصر هذا الشرح وسماه الجوهر النير[3] اھ۔

اقول: بل الجوهرة النيرة وهی من

تو کوئی منافاۃ نہیں، اس پہلے باب میں فرمایا کہ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عزیمۃ تھی اور یہ رخصۃ ہے اھ اور اشعۃ اللمعات میں اسی پر جزم کیا ہے عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے عورت کا بچے ہوئے پانی سے امام شافعی کے نزدیک مرد کیلئے وضو جائز ہے خواہ اُس عورت نے اس سے خلوت کی ہو یا نہ کی ہو بغوی وغیرہ نے فرمایا تو اس میں کراہت نہیں ہے کہ صحیح احادیث اس بارے میں موجود ہیں یہی قول مالک، ابو حنیفہ اور جمہور علماء کا ہے، اور احمد اور ابو داؤد نے فرمایا کہ جب عورت اس پانی کے ساتھ خلوت کرے تو جائز نہیں، یہ قول عبداللہ بن سرجس اور حسن بصری سے منقول ہے، اور احمد کی ایک روایت مذہب ابی حنیفہ کے مطابق ہے، اور ابن المسیّب اور حسن سے اس بچے ہوئے کی کہ کراہت مطلقًا منقول ہے اھ اور اگر ہم منفی کو کراہتِ تحریم پر محمول کریں تو اس سے کراہت تنزیہی کے ثبوت کی نفی لازم نہ آئے گی، بہرصورت جو سراج میں ہے وہ بہت ہی غریب ہے اور کسی معتمد کتاب کی سند اس پر موجود نہیں، بلاکہ کتب معتمدہ اور نقول مستندہ کے صریح خلاف ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی ہے، کشف الظنون میں ہے کہ سراج الوہاج کو مولی المعروف برکلی نے کتبِ متداولہ، ضعیفہ غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے اھ اور چلپی نے فرمایا پھر اس کتاب کو مختصر کیا گیا اور اس کا نام جوہر نیر ہوا اھ (ت) **میں کہتا ہوں** بلاکہ جوہرہ نیرہ ہے اور وہ کتب معتبرہ سے

[1] لمعات التنقیح باب الغسل المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۱۲
[2] عمدۃ القاری وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/ ۸۳
[3] کشف الظنون ذکر مختصر القدوری بغداد ۲/ ۱۶۳

الکتب المعتبرۃ کما نص علیه فی ردالمحتار ونظیرہ(۱) ان مجتبی النسائی المختصر من سننه الکبرٰی من الصحاح دون الکبرٰی۔

ثم اقول: ھھنا اشیاء یطول الکلام علیھا ولنشر الی بعضھا اجمالا منھا(۲) لاتبتنی کراھته مطلقا علی قول الامام احمد بعدم الجواز لانه مخصوص عندہ بالاختلاء ومنھا(۳) ان مراعاۃ الخلاف انما ھی(۴) مندوب الیھا فیما لایلزم منھا مکروہ فی المذھب کما نص علیه العلماء منھم العلامه ش نفسه وترک(۵) المندوب لایکرہ کما نصوا علیه ایضا منھم نفسه فی ھذا الکتاب فکیف تبتنی الکراھة علیھا لاسیما بعد تسلیم(۶) ان نسخ التحریم ینفی کراھة التنزیه ایضا ومنھا(۷) ھل الحکم مثله فی عکسه ای یکرہ لما ایضا فضل طھورہ روی احمد وابو داؤد والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اربع سنین وابن ماجة عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالٰی عنھما نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان تغتسل المرأۃ بفضل الرجل اویغتسل بفضل المرأۃ[1] لکن قال الشیخ ابن حجر

ہے جیسا کہ اس کی صراحۃ ردالمحتار میں موجود ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ نسائی کی مجتبٰی جو ان کی سنن کبرٰی سے مختصر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے جبکہ کبری صحاح میں شمار نہیں ہوتی۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں یہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے کلام میں طوالت ہوگی تاہم کچھ کا ذکر اجمالی طور پر کیا جاتا ہے، کراہت کی بنیاد مطلقًا امام احمد کے عدمِ جواز کا قول نہیں، کیوں کہ اُن کے نزدیک یہ قول خلوت کے ساتھ مختص ہے، خلاف کی رعایت ایسے امور میں مندوب ہے جن میں اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے جیسا کہ علماء نے اس کی صراحت کی ہے، خود علامہ 'ش' نے ایسا ہی کیا ہے اور مندوب کا ترک مکروہ نہیں جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے خود 'ش' نے اس کتاب میں صراحت کی ہے، تو پھر کراہت اس پر کیسے مبنی ہوگی؟ خاص طور پر جبکہ اس امر کو تسلیم کرلیا گیا کہ تحریم کا منسوخ ہوجانا تنزیہی کراہت کی بھی نفی کرتا ہے، کیا اس کے عکس میں بھی ایسا ہی حکم ہوگا؟ یعنی عورت کیلئے بھی مرد کا چھوڑا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہوگا؟ تو احمد، ابو داؤد اور نسائی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک صحابی جو چار سال تک آپ کے ساتھ رہے، سے روایت کی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن سرجس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع کیا کہ عورت

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب مخالطۃ الجنب مجتبائی دہلی ص ۵۰

المکی فی شرح المشکوٰۃ لاخلاف فی ان لھا الوضوءبفضلہ [1]اھ وقال ایضا ان احدالم یقل بظاھرہ ومحال ان یصح وتعمل الامۃ کلھا بخلافہ [2]اھ وتعقبہ الشیخ المحقق الدھلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع مافیہ من التفصیل والخلاف فی مشایخ [3]مذھبہ الی اخر ماذکر من خلافیاتھم۔

اقول: (۱) رحم اللہ الشیخ ورحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئھا بفضلہ وقول الامام احمد وخلافیات مشایخ مذھبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ حکی ابو عمر خمسۃ مذاہب الثانی یکرہ ان یتوضأ بفضلھا وعکسہ والثالث کراھتہ فضلھا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لاباس بفضل کل منھما وعلیہ فقھاء الامصار [4]اھ ملتقطا فھذا یثبت الخلاف واللہ تعالٰی اعلم۔

مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ مگر شیخ ابن حجر مکّی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرسکتی ہے اھ۔ نیز فرمایا کہ کسی ایک نے بھی اس کے ظاہر کے خلاف نہیں فرمایا اور یہ محال ہے کہ ایک چیز صحیح بھی ہو اور تمام اُمّت اس کے خلاف عمل پیرا ہو اھ۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس پر رد کیا اور فرمایا احمد بن حنبل نے جو فرمایا ہے اس میں تفصیل ہے اور ان کے مذہب کے مشائخ میں بھی اختلاف رہا ہے، پھر وہ اختلاف ذکر کیا۔ (ت)

میں کہتا ہوں اللہ رحم کرے شیخ پر اور ہم پر، ابن حجر نے مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت کے وضو کرنے کی بابت جو کلام کیا ہے اور امام احمد کا قول اور ان کے مشائخ مذہب کے اختلافات اس کے برعکس صورت میں ہیں، ہاں عینی نے عمدہ میں فرمایا کہ ابو عمر نے پانچ مذاہب گنائے ہیں، ان میں دوسرا یہ ہے کہ مرد کا عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اس کا عکس بھی مکروہ ہے اور تیسرا یہ ہے کہ عورت کا بچا ہوا مرد کیلئے مکروہ ہے اور اس کے عکس میں رخصت ہے اور پانچواں یہ ہے کہ دونوں کے بچے ہوئے پانی میں کچھ حرج نہیں، اور اسی پر شہروں کے فقہاء ہیں اھ۔ ملتقطا، اس سے خلاف ثابت ہوتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

(۱۲) اُس کنویں یا [۲] حوض کا پانی جس سے بچّے عورتیں گنوار جہّال فسّاق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے

[1] شرح المشکوٰۃ لابن حجر
[2] شرح المشکوٰۃ لابن حجر
[3] لمعات التنقیح باب مخالطۃ الجنب المعارف العلمیہ لاہور ۲/ ۱۳۰
[4] عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ مصر ۳/ ۸۵

گھڑے ڈال کر پانی بھریں جب تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

یتوضوء من البئر التی یدلی فیه الدلاء والجرار الدنسة یحملها الصغار والعبید الذین لایعلمون الاحکام ویمسها الرستاقیون بالایدی الدنسة مالم یتعلم نجاسة[1]۔	جس کو کنویں میں بچّے اور غلام میلے ڈولوں اور ٹھلیوں سے پانی بھرتے ہوں اور جن کو سقّے مَیلے ہاتھ لگاتے ہوں ایسے کنوؤں سے وضو کرنے میں حرج نہیں، ہاں اگر نجاست کا یقین ہو تو جائز نہیں (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے:

قال الامام محمد حوض تملؤ منه الصغار والعبید بالایدی الدنسة والجرار الوسخة یجوز الوضوء منه مالم تعلم نجاسة[2]۔	امام محمد نے فرمایا وہ حوض جس سے چھوٹے بچّے اور غلام پانی بھرتے ہوں، اُن کے ہاتھ اور ٹھلیاں مَیلی ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

(۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو زمین پر رکھا جاتا ہے جس کے پیندے کی طہارت پر یقین نہیں جب تک نجاست پر یقین نہ ہو فتح القدیر میں ہے:

قالوا ولاباس بالتوضی من حب یوضع کوزه فی نواحی الدار ویشرب منه مالم یعلم به قذر[3]۔	فقہاء نے فرمایا وہ تالاب جس کے کوزے گھر کے گوشے میں رکھے جاتے ہوں اور اس سے پانی پیا جاتا ہو تو اُس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، جب تک اس کی گندگی کا علم نہ ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوٰی سے ہے:

وکذا الکوز الموضوع فی الارض اذا ادخل فی الحب للشرب منه یعنی یجوز مالم یعلم النجاسة[4]۔	اسی طرح وہ لوٹا جو زمین پر رکھا ہوا ہو جب اس کو تالاب میں ڈال کر اس سے پینے کیلئے پانی نکالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یعنی جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ (ت)

یہی حکم اُن۲ لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے بلاکہ بیت الخلاء میں لے جاتے ہیں جبکہ موضع نجاست

---

[1] فتح القدیر غدیر عظیم سکھر ۱/ ۷۲

[2] الاشباہ والنظائر الیقین لایزول بالشک ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۷

[3] فتح القدیر غدیر عظیم سکھر ۱/ ۷۲

[4] حدیقہ ندیہ صنف ثانی من المصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۶۷

سے جُدا ہوں۔

(۱۴) ہنود[1] وغیرہم کفار کے کنوؤں یا برتنوں کا پانی اس سے طہارت ہوسکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی جب تک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنئہ ہر گونہ نجاست ہیں عینی شرح بخاری میں زیر اثر **توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من بیت نصرانیۃ** (حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے گھر سے وضو کیا۔ ت) فرمایا:

الذی یدل ھذا الاثر جواز استعمال میاھھم ولکن یکرہ استعمال اوانیھم وثیابھم سواء فیہ اھل الکتاب وغیرھم وقال الشافعیۃ فان تیقن طھارتھا فلا کراھۃ ولا نعلم فیھا خلافا واذا تطھر من اناء کافر ولم یتیقن طھارتہ ولا نجاستہ فان کان من قوم لایتدینون باستعمالھا صحت طھارتہ قطعا والا وجھان اصحھما الصحۃ وممن کان لایری بأسا بہ الاوزاعی والثوری وابو حنیفۃ والشافعی واصحابھما وقال ابن المنذر لااعلم احدا کرھہ الا احمد وابن اسحٰق قلت وتبعھما اھل الظاھر واختلف قول مالك ففی المدونۃ لایتوضوء بسؤر النصرانی ولا بمأ ادخل یدہ فیہ وفی العتبیۃ اجازہ مرۃ وکرھہ اخری[1] اھ	اس اثر سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پانیوں کا استعمال جائز ہے لیکن ان کے برتنوں اور کپڑوں کا استعمال مکروہ ہے اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب برابر ہیں اور شافعی حضرات فرماتے ہیں اگر ان کی پاکی کا یقین ہو تو کراہت بھی نہیں، اور ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور جب کسی برتن سے کسی کافر نے پاکی حاصل کی اور اس کی طہارت ونجاست میں سے کسی کا یقین نہیں، تو اگر وہ ایسے لوگوں کا برتن ہے جو نجاست کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے، تو اس کو طہارت قطعًا ثابت ہے ورنہ اس میں دو صورتیں ہیں، دونوں میں اَصَحّ صحت ہے، امام اوزاعی، ثوری، ابو حنیفہ، امام شافعی اور دونوں کے اصحاب اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابنِ منذر فرماتے ہیں میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے احمد اور ابن اسحاق کے، میں کہتا ہوں اہلِ ظاہر نے ان دونوں کی متابعت کی اور مالک کے قول میں اختلاف پایا جاتا ہے، مُدَوّنہ میں ہے نصرانی کے جھُوٹے سے اور اُس پانی سے جس میں اُس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہو وضو نہ کیا جائے، اور عتبیہ میں ایک قول جواز کا ہے اور ایک کراہت کا۔ (ت)

[1] عمدۃ القاری باب وضوء الرجل مع امرأتہٖ مصر ۳/ ۸۲

اقول: افاد کراهة التحریم لمقابلتها بالاجازة وهی محمل قول احمد واسحٰق ونفی البأس مرجعه الی خلاف الاولٰی وقد بینا المسألة بابسط مماهنا فی فتاوٰنا۔	بلہ اجازت سے ہے، اور اسی پر احمد اور اسحاق کے قول کو محمول کیا گیا ہے اور جہاں بأس کی نفی ہے اس کا مطلب خلاف اولٰی ہے، ہم نے اس مسئلہ کو بہ نسبت اِس مقام کے اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس سے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مقاب

ذخیرہ میں ہے:

یکرہ الاکل(۱) والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاهر من حال اوانیهم النجاسة[1]۔	مشرکین کے برتنوں میں دھونے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن میں بظاہر ناپاک ہوتے ہیں۔ (ت)

(۱۵) جس پانی۲ میں بچّہ نے ہاتھ یا پاؤں ڈال دیا یہاں بھی وہی حکم ہے کہ قابلِ طہارت ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو مگر اولٰی احتراز ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

اذا ادخل الصبی یدہ فی کوزماء اورجله فان علم ان یدہ طاهرة بیقین یجوز التوضؤ به وان کان لایعلم انها طاهرة اونجسة فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ ومع هذا لوتوضأ اجزأہ کذا فی المحیط[2]۔	بچّے نے پانی کے کُوزے میں اگر ہاتھ یا پیر ڈالا تو اگر یقین سے یہ معلوم ہے کہ اس کا ہاتھ یا پَیر پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم نہیں کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کیا جائے، لیکن اگر وضو کر ہی لیا تو جائز ہے کذا فی المحیط۔ (ت)

(۱۶) یوں ہی ۳ جس میں مشکوک کپڑا اگر گیا حتی کہ بچّے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ زیادہ ہے، جواہر الفتاوٰی باب اول فتاوٰی امام رکن الدین ابوالفضل کرمانی میں ہے:

قطعة قطن من فراش صبی وقعت فی بئرولا یدری انها نجسة ام طاهرة	بچّے کے بچھونے سے رُوئی کا ایک ٹکڑا کُنویں میں گر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ پاک ہے یا ناپاک، تو محض شک

[1] حدیقہ ندیۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ فصل فیمالایجوزبہ التوضؤ پشاور ۱/ ۲۵

قال لایحکم بکونھا نجسة بالشك والاحتمال ولو احتیط ونزح کان اولی[1]۔	اور احتمال کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا اور اگر احتیاط سے کام لیا جائے اور تمام پانی نکال دیا جائے تو بہتر ہے۔ (ت)

(۱۷) وہ پانی جس میں استعمال جُوتا گر گیا جبکہ نجاست نہ معلوم ہو یہاں پر بھی وہی حکم ہے تاتارخانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے:

سئل الامام الخجندی عن رکیة وھی البئر وجد فیھا خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لا[2] اھ ملخصا۔	امام خجندی سے ایسے کنویں کی بابت دریافت کیا گیا جس میں ایسا موزہ (ہلکا جوتا) پایا گیا جسے پہن کر عام راستوں پر چلا جاتا ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کب گرا ہے، اور اس پر بظاہر نجاست کا اثر بھی نہیں تو کیا کنواں ناپاک ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اھ (ت)

(۱۸تا۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلّی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو یہ اُس وقت مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقد بیناہ فی فتاوٰنا (ہمارے فتاوٰی میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ت)

(۲۲) اُس جانور کا جھوٹا جس میں خون سائل نہیں جیسے بچھّو وغیرہ اس میں کراہت بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

سؤر مالادم له طاھر طھور بلاکراھة[3]۔	اس جانور کا جھُوٹا جس میں خون سائل نہیں بلا کراہت پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ (ت)

(۲۳) حوض ۲ کا پانی جس میں بدبُو آتی ہو جبکہ اُس کی بُو نجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ خانیہ میں ہے:

یجوز التوضوء فی الحوض الکبیر المنتن اذالم تعلم نجاسة لان تغیر الرائحة	بڑے حوض میں اگر بدبو ہو تو بھی اس سے وضوء جائز ہے بشرطیکہ اس میں نجاست معلوم نہ ہو کیونکہ

---

[1] جواہر الفتاوٰی

[2] حدیقہ ندیۃ صنف ثانی من الصنفین نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۴

[3] الدرالمختار فی البئر مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰

قد یکون بطول المکث[1] اھ **اقول:** وکذا الصغیر وانما قید بالکبیر لاجل فی معناہ ان الکبیر اذا تغیر احد اوصافه بنجس ینجس فالحوض الکبیر المنتن قدیتوقاہ الموسوس توهما ان نتنه بالنجس فافادانه وهم لایعتبر۔	پانی کے ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی کبھی بدبُو پیدا ہوجاتی ہےاھ (ت) **میں کہتا ہوں** چھوٹے حوض کا بھی یہی حکم ہے۔ بڑے کی قید محض اس لئے لگائی ہے کہ بڑے حوض کا پانی جب نجاست کی وجہ سے متغیر ہوجائے اور اس کا کوئی وصف بدل جائے تو نجس ہے اگر بڑے حوض میں بدبو پائی جائے تو وہمی شخص اس سے پرہیز کرسکتا ہے کہ شاید اس کی بدبو نجاست کے باعث ہے، لیکن اس عبارت سے یہ بتادیا کہ یہ وہم معتبر نہیں ہے۔ (ت)

(۲۴) مولٰی کریم رؤف رحیم عزجلالہ، اپنے حبیب اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے دونوں جہان میں بچائے جس بستی پر (۱) عیاذًا باللہ عذاب اُترا اُس کے کُنوؤں تالابوں کا پانی کہ اُس کا استعمال کھانے پینے طہارت ہر شے میں مکروہ ہے یوں ہی اس کی مٹی سے تیمّم، ہاں زمین (۲) ثمود کا وہ کُنواں جس سے ناقۂ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی پیتا اُس کا پانی مستثنٰی ہے، صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمین ثمود پر اُترے وہاں کے کنوؤں سے پانی بھرا اُس سے آٹے گوندھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلادیں چاہِ ناقہ سے پانی لیں۔ ردالمحتار میں ہے:

ینبغی کراھة التطهیر ایضا اخذا مما ذکرناہ وان لم ارہ لاحد من ائمتنا بماء وتراب من کل ارض غضب علیها الا بئرالناقة بارض ثمود وقد صرح الشافعیة بکراھته ولا یباح عند احمد ثم نقل الحدیث عن شرح المنتهی الحنبلی وانه قال ظاهرہ منع الطهارة	جس زمین پر بھی غضب نازل ہوا ہو، اس کے پانی اور مٹّی سے طہارت حاصل کرنا مکروہ ہونا چاہئے سوائے ناقہ کے کنویں کے جو زمین ثمود میں پایا جاتا ہے۔ یہ بات اس تحقیق سے معلوم ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے، اگرچہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ ہمارے ائمہ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہو، البتہ شافعیہ نے اس کے مکروہ ہونے کی

[1] قاضی خان الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴

به قال وبئر الناقة هی البئر الکبیرة التی یردھا الحجاج فی ھذہ الازمنة [1] اھ۔ وقوله اخذا مما ذکرنا یشیر الی ماقدم من تعلیل الکراھة بمراعاة الخلاف۔

تصریح کی ہے، اور امام احمد کے نزدیک مباح نہیں ہے، پھر حدیث نقل کی شرح منتہی حنبل سے، اور فرمایا اس سے بظاہر طہارت کا ممنوع ہونا مفہوم ہوتا ہے، فرمایا اونٹنی کے کنویں سے مراد وہ بڑا کنواں ہے جس پر آج کل حاجی آتے ہیں اور اس کے قول اخذا مما ذکرنا سے مراد کراہت کی علّت ہے جو انہوں نے بیان کی کہ اختلاف کی رعایت مقصود ہے۔ (ت)

اقول: (۱) وفیه ماقدمنا لکن الکراھة ھھنا واضحة فقد کرہ الاٰجر فی القبر مما یلی المیت لاثر النار کما فی البدائع وغیرھا فھذا اولی بوجوہ کما لایخفی علی من اعتبر فجزاہ الله تعالٰی خیرا کثیرا فی جنات الفردوس کما نبه علی ھذہ الفائدة الفازة۔

میں کہتا ہوں اس پر وہ اعتراض ہے جو ہم نے ذکر کیا، لیکن کراہت یہاں واضح ہے، کیونکہ آگ میں پکی ہوئی اینٹ قبر میں میت سے لگا کر استعمال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں آگ کا اثر ہوتا ہے، جیسا کہ بدائع وغیرہ میں ہے تو یہ بطریق اولی مکروہ ہے کئی وجوہ سے جیسا کہ عبرت حاصل کرنے والے پر مخفی نہیں الله تعالٰی اسے جنۃ الفردوس میں خیر کثیر عطا فرمائے جیسا کہ اس عمدہ فائدہ میں تنبیہ کی گئی ہے۔ (ت)

(۲۵) آبِ ۲ مغصوب۔ آبِ مغصوب میں تو کراہت ہی تھی آب مغصوب کا استعمال صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضو وغسل صحیح ہو جائیں گے اور ان سے نماز ادا ہو جائے گی لان **المنع للمجاور** (یہ ممانعت ساتھ ملنے کی وجہ سے ہے۔ت) ردالمحتار میں زیر قول شارح یجوز رفع الحدث بما ذکر (حدث کا دور کرنا جائز ہے ان چیزوں سے جو ذکر کی گئیں) فرمایا **ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب** [2] (یعنی صحیح ہے اگرچہ حلال نہیں مغصوب پانی کی شکل میں۔ت)

(۲۶) وہ ۳ پانی کہ کسی کے مملوک کنویں سے بے اس کی اجازت بلاکہ باوصف ممانعت کے بھرا اس کا پینا وضو وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغضوب کی حد میں نہیں کہ کنویں ۴ کا پانی جب تک کُنویں میں ہے کسی کی مِلک نہیں آبِ باراں کی طرح مباح وخالص مِلک الله عزجلالہ ہے۔ ردالمحتار میں ہدایہ سے ہے: **الماء فی البئر غیر مملوك** [3] (کنویں کے اندر کا پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ت) اُسی میں ولوالجیہ سے ہے:

---

[1] ردالمحتار　مکروہات الوضوء　مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸

[2] ردالمحتار　باب المیاہ　مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۵

[3] ردالمحتار　فصل الشرب　مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۶

اونزح ماء بئر رجل بغیر اذنه حتی یبست لاشیئ علیه لان صاحب البئر غیر مالك للماء [1]۔	اگر کسی شخص کے کنویں کا پانی اس کی اجازت کے بغیر نکالا اور اتنا نکالا کہ وہ کنواں خشک ہوگیا تو اس شخص پر کوئی ضمان نہیں، کیونکہ وہ شخص پانی کا مالک نہیں۔ (ت)

اُسی میں ذخیرہ سے ہے:

الماء قبل الاحراز بالاوانی لایملك فقد اتلف مالیس بمملکوك لغیرہ [2]۔	پانی کو جب تک برتنوں میں نہ بھر لیا جائے مِلک ثابت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے وہ چیز تلف کی ہے جو غیر کیمملوک نہیں۔ (ت)

اُسی میں درمختار سے ہے:

الماء تحت الارض لایملك [3]۔	زمین کے نیچے جو پانی ہے اس پر کسی کی مِلک نہیں۔ (ت)

اِسی طرح کُتب کثیرہ میں ہے:

اقول: والعبرة للمنقول وان بحث البحر تبعا للفتح لزوم کون ماء البئر مملوکا للحافر بناء علی احد قولین فی الکلاء۔ **اقول:** وقد کان یخالج صدری نظر الی ان من نصب(ا) شبکة لیتعلق بها صید ملکه لا لونصبها للجفاف تنویروغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکه اما اذالم یضع* لذلك واجتمع* فالماء لمن رفع خیریة وغیرها	میں کہتا ہوں اعتبار منقول کو ہے، اگرچہ بحر نے اس پر فتح کی متابعت میں بحث کی ہے، اور فرمایا ہے کہ جس نے کنواں کھودا ہے پانی بھی اسی کی ملکیت میں ہے اس بناء پر کہ گھاس میں بھی ایک قول یہی ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** میرے دل میں یہ خلجان تھا کہ جس شخص نے جال لگایا کہ اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو شکار اسی کی ملکیت ہوگا بشرطیکہ اس نے جال خشک کرنے کیلئے نہ لگایا ہو، تنویر وغیرہ۔ اور اگر کسی شخص نے برتن رکھا کہ اس میں بارش کا پانی جمع ہوجائے، پھر پانی جمع ہوا تو وہ اسی کی مِلک ہے،

[1] فتاوٰی خیریہ مسائل الشرب بیروت ۲/ ۱۸۶
[2] ردالمحتار فصل الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۷
[3] ردالمحتار کتاب احیاء الموات مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۰۸

وظهر الجواب بحمده تعالٰی ان ملك(۱) المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالاحراز وقدتم فی الشبکة والاناء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملاء الدلو من البئر ولم یبعده من رأسها لم یملکه عندالشیخین اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین [1] اھ۔اماما بحثه الفتح فقد اجاب عنه فی النھر فراجع ش من البیع الفاسد مسألة بیع المراعی۔

اقول: (۲) ویؤیده مافی الھندیة عن المبسوط ماانبته صاحب الارض (۳) بان سقی ارضه وکربھا لینبت فیھا الحشیش لدوابه فھو احق بذلك ولیس لاحدان ینتفع بشیئ منه الابرضاه لانه کسبه والکسب للمکتسب [2] اھ فلا یقاس علیه ماء البئر فانه لیس من کسب حافرھا انما صنعه فیه رفع الحجاب کالفصاد۔ قال تعالٰی

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی

جب برتن پانی جمع ہونے کیلئے نہ رکھا ہو اور پانی جمع ہو جائے تو وہ پانی اس کی ملکیت میں ہوگا جس میں اٹھایا، خیر یہ وغیرہ۔ اور یہ جواب معلوم ہوا کہ مباح چیز پر ملکیت استیلاء اور غلبہ سے ہوتی ہے اور استیلاً اس چیز کو قبضہ میں لے لینے سے ہوتی ہے، اور یہ چیز جال اور برتن کی شکل میں تو پائی جاتی ہے لیکن کنویں کی صورت میں نہیں "ش" میں جامع الرموز سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کنویں سے ڈول بھرا لیکن اس کو کنویں کے منہ سے دُور نہ کیا تو وہ اس کی ملک میں نہ ہوگا، یہ شیخین کے نزدیک ہے، کیونکہ احراز کسی چیز کو محفوظ جگہ رکھنے کو کہا جاتا ہے اھ اور جو بحث فتح میں ہے تو اس کا جواب نہر میں ہے اس سلسلہ میں بیع فاسد کا باب تحت مسئلہ چراگاہوں کے بیچنے 'ش' میں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس کی تائید ہندیہ کے اُس حوالہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے مبسوط سے نقل کیا ہے، حوالہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی زمین میں جانوروں کو کھلانے کیلئے گھاس اگائی تو وہ اسی کی ہے اور کوئی شخص اُس سے اس کی مرضی کے بغیر استفادہ نہیں کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس کی کمائی ہے، اور ہر شخص کی کمائی اسی کی ہوتی ہے اھ مگر اس پر کنویں کے پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ پانی کنویں کے کھودنے والے کی کمائی نہیں ہے اُس نے تو صرف اتنا کام کیا کہ پانی پر جو حجاب تھا وہ رفع کردیا،

[1] ردالمحتار فصل الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۷

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/ ۳۹۲

الْاَرْضِ [1] وتقریر الاٰیۃ فی میاہ الدر واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسے فصد کے عمل میں ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو اللہ تعالٰی نے اس کو چشموں میں جاری کردیا، اس آیت کی تقریر در کے باب المیاہ میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲۷) یونہی [۱] کسی کا برتن صحن میں تھا، مینہ برسا، برتن بھر گیا، پانی بھی اس کی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اس کی ملک ہے جو اس پانی کو لے لے وہی اس کا مالک ہوجائے گا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا ہے ہاں اس کے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا۔

(۲۸) اگر [۲] اس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آبِ باراں اس میں جمع ہو تو اب وہ پانی اُس کی ملک ہے دوسرے کو بے اس کی اجازتِ صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہوجائے گی گناہ کے ساتھ فتاوٰی کبرٰی پھر ہندیہ میں ہے:

وضع طستا علی سطح فاجتمع فیہ ماء المطر فجاء رجل ورفع ذلک فتنازعا ان وضع صاحب الطست الطست لذلک فھو لہ لانہ احرزہ وان لم یضعہ لذلک فھو للرافع لانہ مباح غیر محرز [2]۔	کسی شخص نے چھت پر پانی کا طشت رکھا تو اس میں بارش کا پانی جمع ہوگیا، اب ایک شخص نے آخر وہ طشت اٹھالیا، تو اگر طشت کے مالک نے یہ طشت اسی مقصد سے رکھا تھا تو وہ مالک کا ہی ہے اور اگر اس نے یوں ہی رکھ دیا تھا تو جس نے طشت اٹھایا پانی اسی کا ہوا کیونکہ احراز کا فعل اس کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت) اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اس سے طہارت نہیں کرسکتا۔

(۲۹) سبیل [۳] جو پینے کیلئے لگائی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اُس سے وضو، غسل اگرچہ صحیح ہوجائیں گے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اس سے طہارت نہیں کرسکتا۔

اقول: مگر جبکہ مالک [۴] آب کی اجازت مطلقًا یا اس شخص خاص کیلئے صراحةً خواہ دلالةً ثابت ہو، صراحةً یہ کہ اُس نے یہی کہہ کر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پیئے وضوء کرے نہائے، اور اگر فقط پینے اور وضوء کے لئے کہا تو اس سے غسل روانہ ہوگا اور خاص اس شخص کیلئے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اُسے اُس سے وضوء یا غسل کی اجازت خود یا اس کے سوال پر دے دی اور دلالةً یوں کہ لوگ اس سے وضوء کرتے ہیں اور وہ منع نہیں

---

[1] القرآن ۳۹/۲۱

[2] فتاوٰی خیریۃ بالمعنی مسائل الشرب بیروت ۱۸۶/۲

نہیں کرتا یا سقایہ قدیم ہے اور ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلاآیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہے کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہوا کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فان الصریح یفوق الدلالۃ (کیونکہ صراحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ت) اور شخص خاص کے لئے یوں کہ اس میں اور مالک آب میں کمال انبساط واتحاد ہے یہ اُس کے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اُسے ناگوار نہیں ہوتا۔

لان المعروف کالمشروط کما ھو معروف فی مسائل لاتحصی وفی الھندیۃ عن السراج الوھاج ان کان بینھما انبساط یباح والافلا[1]۔	کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے، اور یہ چیز بے شمار مسائل میں ہے، اور ہندیہ میں سراج الوہاج سے ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان بے تکلفی کارشتہ ہو تو یہ مباح ہے ورنہ نہیں۔(ت)

محیط وتجنیس ووالوالجیہ وخانیہ وبحر ودر مختار میں ہے:

واللفظ لہ الماء المسبل فی الفلاۃ لایمنع التیمّم مالم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا قال ویشرب ماللوضوء[2]۔	لفظ درمختار کے ہیں وہ پانی جو جنگل میں سبیل کے طور پر ہو مانع تیمّم نہیں تاوقتیکہ کثیر نہ ہو، اگر کثیر ہو تو معلوم ہوگا کہ یہ وضوء کے لئے بھی ہے۔ نیز فرمایا: جو پانی وضوء کیلئے ہے وہ پیا جائیگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ المسبل ای الموضوع فی الحباب لابناء السبیل قولہ لایمنع التیمّم لانہ لم یوضع للوضوء بل للشرب فلا یجوز الوضوء بہ وان صح قولہ مالم یکن کثیرا قال فی شرح المنیۃ الاولی الاعتبار بالعرف لابالکثرۃ الا اذا اشتبہ[3]اھ کلام ش۔ **اقول:** وانت(۱) تعلم ان ماذکر الفقیر	ان کا قول مسبل یعنی وہ پانی جو مٹکوں میں ہو مسافروں کیلئے، ان کا قول "لایمنع التیمم" کیونکہ وہ وضوء کیلئے نہیں رکھا گیا ہے بلاکہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں اگرچہ صحیح ہے ان کا قول مالم یکن کثیرا، شرح منیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ اعتبار عرف کا ہے نہ کہ کثرۃ کا، مگر جب مشتبہ ہو اھ کلام ش۔(ت) میں کہتا ہوں جو کچھ فقیر نے ذکر کیا ہے

[1] سراج الوہاج
[2] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۵
[3] ردالمحتار باب التیمم مصر ۱/ ۱۸۵

اجمع واشمل وانفع واکمل۔	وہ جامع، مانع، زیادہ مفید اور مکمل ہے۔ (ت)

تنبیہ: یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالۃً ہم نے ذکر کی اُس حالت میں ہے کہ پانی وقتِ اجازت بھی اجازت دہندہ کی ملِک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اس میں نہ کسی کو تغیر کا اختیار نہ کسی کی اجازت کا اعتبار،

فی البحر ثم الدر من الوضوء مکروھہ الاسراف فیہ لوبماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ (۲) ماء المدارس فحرام[1] اھ وفی ش عن الحلیۃ لانہ انما یوقف ویساق لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتھا لغیر ذلک[2] اھ وفی ط تحت عبارۃ الدر السابقۃ قولہ المسبل ای الموقوف الذی یوضع علی السبل قولہ مالم یکن کثیرا محل ذلک عنہ عدم التیقن بانہ للمشرب اما اذا تیقن انہ للشرب فیحرم الوضوء لان شرط الواقف کنص الشارع قولہ (۳) وشرب مالللوضوء ظاھرہ وان لم یکن للضرورۃ وفیہ انہ لایلزم مخالفۃ شرط الواقف[3] اھ واشار 'ش' الی الجواب عن ھذا بقولہ کأن الفرق ان الشرب اھم لانہ لاحیاء النفوس بخلاف الوضوء لان لہ بدلا فیاذن صاحبہ بالشرب منہ عادۃ[4] اھ	بحر اور دُر کے باب الوضوء میں ہے وضوء میں پانی کا اسراف مکروہ ہے خواہ نہر کا پانی ہو یا اپنا مملوک پانی ہو، اور جو پانی پاکی حاصل کرنے والوں کیلئے وقف ہوتا ہے، جس میں مدارس کا پانی بھی شامل ہے، اس کا اسراف عام ہے اھ اور 'ش' میں حلیہ سے منقول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی انہی لوگوں کیلئے وقف ہے جو شرعی وضوء کرنا چاہتے ہیں، اور دوسروں کیلئے مباح نہیں ہے اھ اور 'ط' میں در کی سابقہ عبارت کے تحت فرمایا 'مسبل' وہ پانی جو راستوں میں وقف رکھا جاتا ہے اور اس کے قول مالکم یکن کثیرا اس کے مفہوم یہ ہے کہ جب یہ یقین نہ ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے، اگر یہ یقین ہو کہ یہ پینے کیلئے ہے تو اس سے وضو حرام ہے کیونکہ شرط واقف نص شارع کی طرح ہوتی ہے۔ اور ان کا قول "شرب مالللوضوء" کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ اگرچہ وہ پانی ضرورت کیلئے نہ ہو، اور اس میں یہ قباحت ہے کہ اس میں شرط واقف کی مخالفت ہے اھ اور 'ش' نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا، غالبًا اس میں

[1] الدرالمختار مکروہات الوضوء مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴

[2] ردالمحتار مکروہات الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۸

[3] طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/۱۲۳

[4] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۵

فرق یہ ہے کہ پانی کا پینا اہم ہے کیونکہ اس میں زندگی بچانا ہے جبکہ وضوء میں یہ چیز نہیں، کیونکہ وضو کا متبادل ہوتا ہے اس لئے مالک عام طور پر پینے کی اجازت دے دیتا ہے اھ (ت)

اقول: ای یکون ذلك منویا عند الوقف بحکم العادة فلا یلزم خلاف الشرط ولیس المراد حدوث الاذن الاٰن کما یوھمه تعبیر یاذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملکه فلا یعمل فیه اذنه کما ھو ظاھر (۱) لکن ھھنا تحقیق شریف للعبد الضعیف فی بحث صحة وقف الماء لابد من التنبه له قال فی التنویر والدر (و) (۲) صح وقف کل (منقول) قصدا (فیه تعامل) للناس (کفأس وقدوم) بل (ودراھم (۳) ودنانیر) ومکیل وموزون فیباع ویدفع ثمنه مضاربة اوبضاعة فعلی ھذ (۴) لووقف کرا علی شرط ان یقرضه لمن لابذر له لیزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغیره وھکذا جاز خلاصة (۵) وفیھا وقف بقرة علی ان ماخرج من لبنھا اوسمنھا للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان یجوز (۶) (وقدر وجنازة) وثیابھا ومصحف وکتب لان التعامل یترك به القیاس[1] اھ قال ش قال الرملی لکن فی الحاقھا بمنقول فیه تعامل نظر	میں کہتا ہوں، یعنی یہ چیز عادۃً وقف کے وقت واقف کی نیت میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں شرط واقف کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی، یہ مراد نہیں کہ اب اجازت دی ہے، جیسا کہ "یاذن" کے لفظوں سے ظاہر ہے، کیونکہ وقف جب مکمل ہوجاتا ہے تو ملک واقف سے نکل جاتا ہے تو اس کی اجازت کا کوئی اثر نہ ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے میں نے پانی کے وقف کے سلسلہ میں ایک تحقیق کی ہے، اس کا جاننا ضروری ہے، تنویر اور دُر میں فرمایا (اور) صحیح ہے وقف ہر (منقول کا) قصدا جس میں لوگوں کا تعامل ہو (جیسے پھاوڑا اور کلھاڑی) بلاکلہ (دراہم ودنانیر کا) اور ناپ تول والی چیز کا، تو اس کو بیچا جائے گا اور اس کی قیمت بطور مضاربت دی جائے گی یا بطور سامان۔ اس بناپر اگر کسی شخص نے ایک بوری غلّہ اس شرط پر وقف کیا کہ یہ ایک شخص کو قرض دیا جائے جو اپنے لئے کاشت کرتا ہو، اور جب اس کی کھیتی پک جائے تو اُس سے یہ مقدار واپس لے لی جائے اور کسی دوسرے کو قرض دے دیا جائے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے تو یہ جائز ہے، خلاصہ اسی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گائے

[1] الدرالمختار باب الوقف مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۰

اذھی مما لاتنتفع بھا مع بقاء عینھا وما استدل بہ فی المنح فی مسألة البقرة ممنوع بما قلنا اذینتفع بلبنھا وسمنھا مع بقاء عینھا اھ قلت ان الدراھم لاتتعین بالتعیین فھی وانکانت لاینتفع بھا مع بقاء عینھا لکن بدلھا قائم مقامھا لعدم تعینھا فکأنھا باقیة ثم قال عن الفتح عن الخلاصة عن الانصاری وکان من اصحاب زفر فیمن وقف الدراھم اوما یکال اویوزن ایجوز قال نعم قیل وکیف قال یدفع الدراھم مضاربة ثم یتصدق بھا فی الوجه الذی وقف [1] اھ ورأیتنی کتبت علیه مانصه۔ **اقول:** ھذا التعلیل من العلامة الرملی لمنع وقف الدراھم وجواب المحشی بانھا لاتتعین فکانھا باقیة ببقاء بدلھا وما ذکر الامام الانصاری وتبعه فی الخلاصة والفتح والدر وکثیر من الاسفار الغر من طریق الابقاء فی الدراھم والمکیل والموزون ومامر (ای فی ردالمحتار) من ان التأبید معنی شرط صحة الوقف بالاتفاق علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشایخ کل ذلك یقضی بان الماء المسبل لایکون وقفا لعدم امکان

اس شرط پر وقف کی کہ اس کا دُودھ اور گھی فقراء کے استعمال میں لایا جائے، تو اگر یہ چیز ان کی عرف میں ہے تو امید ہے کہ جائز ہے (اور دیگ اور جنازہ کی چارپائی) اور جنازہ کی چادریں اور مصحف اور کتابیں، کیونکہ تعامل کے مقابلالہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے اھ
"ش" نے کہا کہ رملی نے فرمایا اس کو منقول سے ملانے میں جس میں تعامل ہو اعتراض ہے کہ اس کے عین کے باقی رہتے ہوئے اس سے انتفاع نہیں ہوتا ہے اور گائے کا مسئلہ جس سے منح میں استدلال کیا ہے ناقابلِ تسلیم ہے، کیونکہ اس کے دودھ اور گھی سے گائے کو باقی رکھتے ہوئے نفع حاصل کیا جاتا ہے اھ میں کہتا ہوں دراہم متعین کردینے سے متعین نہیں ہوتے ہیں، تو ان کو باقی رکھتے ہوئے اگرچہ ان سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، لیکن ان کا بدل ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ خود متعین نہیں، تو گویا کہ یہ باقی ہیں۔ پھر فتح سے خلاصہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ انصاری جو اصحاب زفر سے تھے ان سے پُوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے دراہم یا کیلی یا وزنی چیز وقف کی تو کیا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ اس کی شکل کیا ہوگی؟ تو انہوں نے فرمایا دراہم مضاربت پر کسی کو دے دے پھر اُن کو اُس مقصد پر خرچ کرتا رہے جس کیلئے ان کو صدقہ کیا گیا تھا اھ میں نے ان کی بیان کردہ نص

[1] ردالمحتار باب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۱۰

الانتفاع بہ الا باستھلاکہ فیکون من باب الاباحۃ دون الوقف نعم (۱) السقایۃ بناء تعورف وقفہ کالقنطرۃ فیصح ولا یقال ان فی السقایۃ الموقوفۃ یصیر الماء وقفا (۲) تبعا للسقایۃ وھو جائز وفاقا کما تقدم فی الشرح وذلك لان الماء ھو (۳) المقصود بالسقایۃ وھی تبع فلا یعکس الامر ولای شی تجعل السقایۃ وقفا مقصودا فیتبعہ الماء علا انہ ان تبع تبع مافیھا دون الابدال المتعاورۃ ولیس الماء مما لایتعین حتی یجعل بقاء الابدال بقاءہ مع (۴) ان لی نظرا فی ھذا العذر فقد افاد ش فی فصل فی التصرف فی المبیع والثمن ان عدم تعین النقد لیس علی اطلاقہ بل ذلك فی المعاوضات الخ[1] وذکر تفصیلا وقع فیہ خلط وخبط من الناسخین نبھت علیہ فیما علقت علیہ وقال (۵)قبلہ فی البیع الفاسد الدراھم والدنانیر تتعین فی الامانات والھبۃ والصدقۃ والشرکۃ والمضاربۃ والغصب[2] اھ فالوقف اشبہ شیئ بالصدقۃ بل ھو منھا عند الامام ویظھرلی واللہ تعالٰی اعلم ان النقدین والتجارات نامیات

پر لکھا ہے

اقول: عدم تسلیم کی یہ علت جو رملی نے بیان کی ہے دراہم کے وقف کے ممنوع ہونے کی بابت ہے اور محشی کا یہ جواب دینا کہ دراہم متعین نہیں ہوتے، تو اپنے بدل کے باقی رہنے کی وجہ سے باقی رہیں گے، اور جو امام انصاری نے ذکر کیا اور خلاصہ اور فتح اور در اور بہت سی کتب میں اس کی متابعت کی گئی ہے کہ کس طرح دراہم اور مکیل و موزون باقی رہتے ہیں اور جو گزرا (یعنی درمختار میں) یعنی صحت وقف کے شرائط میں سے اس کا ہمیشہ کیلئے ہونا ہے، یہی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے اور محققین مشائخ نے اس پر نص کیا ہے، اور اس تمام بحث کا تقاضا یہی ہے کہ سبیل کا پانی وقف نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کو ختم کئے بغیر اس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں، تو یہ اباحت قرار پائے گا نہ کہ وقف، ہاں سقایہ جو عمارت ہوتی ہے اس کا وقف کرنا متعارف ہوگیا ہے جیسا کہ پُل ہوتا ہے تو یہ صحیح ہے، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب سقایہ وقف ہوا تو پانی بھی اس کی متابعت میں وقف ہوگیا، اور اس پر اتفاق ہے جیسا کہ شرح میں گزرا، کیونکہ سقایہ میں مقصود تو پانی ہی ہے اور سقایہ تو تابع ہے تو معاملہ برعکس نہیں کیا جائے گا، اور پھر سقایہ کیونکر وقف مقصود ہوسکتا ہے تاکہ پانی اس کا تابع ہو

[1] ردالمحتار فصل فی التصرف فی البیع البابی مصر ۴/ ۱۸۵

[2] ردالمحتار فصل فی التصرف فی البیع البابی مصر ۴/ ۱۸۵

شرعا وحسا فبقاؤھا بنماء ھا اذھی الاصل المتولد منه فتشبه مالیتھا شجرۃ تبقی فتؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا وکیفما کان لایقاس علیھا الماء وقد عللوا ماذا ملأ صبی کوزا من حوض ثم صبه فیه لایحل لاحد شربه بان الصبی ملك ماخذہ من ماء الحوض المباح فاذاصبه فیه اختلط ملکه به فامتنع استعماله[1] کما فی الحدیقة الندیة اخر نوع العشرین من اٰفات اللسان وغمز العیون من احکام الصبیان والطحطاوی من فصل فی الشرب وفی ھذا الکتاب اعنی ش من الفصل المذکور عن ط عن الحموی عن الدرایة عن الذخیرۃ والمنیة وقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو کان وقفا لم یملکه الصبی باخذہ فی کوزہ فان (ا) الوقف لایملك وقد عرفه شمس الائمة السرخسی بانه حبس المملوك عن التملیك عن الغیر[2] اھ کما فی ش بخلاف غلة ضیعة موقوفة علی الذراری فانھم یملکونھا عند ظھورھا فمن مات منھم بعدہ یورث عنه قسطه کما یاتی فی الکتاب فان الوقف ھی الضعیفة وھذہ نماؤھا۔

علاوہ ازیں یہ کہ اگر پانی تابع ہو بھی تو اسی قدر تابع ہوگا جو سقایہ میں موجود ہے نہ کہ اس کے بدل جو بار بار لوٹ کر آرہے ہیں اس کے تابع ہوں، اور پانی ایسی چیز نہیں جو متعین نہ ہوتا کہ بدل کے باقی رہنے کو اس کی بقاء قرار دیا جائے۔ مجھے اس عذر پر اعتراض ہے "ش" نے "تصرف فی المبیع والثمن" کی بحث میں فرمایا کہ نقود کا غیر متعین ہونا مطلق نہیں، یہ صرف معاوضات میں ہے الخ پھر انہوں نے اس میں ایک تفصیل ذکر کی جس میں ناقلین سے کچھ خلطِ مبحث ہوگیا، میں نے اس پر جو تعلیقات کی ہیں ان میں اس پر تنبیہ کی ہے، اور اس سے قبل باب 'بیع فاسد' میں فرمایا: اور دراہم ودنانیر، امانات، ہبہ، صدقہ، شرکۃ، مضاربۃ اور غصب میں متعین ہوجاتے ہیں اھ۔ وقف صدقہ سے بہت مشابہ چیز ہے بلکہ امام کے نزدیک صدقہ ہی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں (واللہ تعالٰی اعلم) کہ سونا چاندی اور تجارتی معاملات شرعًا اور حسًّا نامی چیزیں ہیں تو ان کی بقاء ان کی نماز کے باعث ہوگی، کیوں کہ ان سے جو چیز متولد ہوتی ہے وہ یہی ہے، تو ان کی مالیت اُس درخت کی طرح ہوگی جو باقی رہتا ہے اور موسم پر اس کا پھل آتا رہتا ہے اور جو بھی صورت ہو بہرحال اس پر پانی کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں۔ اگر کسی بچّے نے ایک حوض سے پانی کا ایک کوزہ بھرا

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع العشرین من آفات اللسان رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۶۹
[2] ردالمحتار کتاب الوقف البابی مصر ۳/ ۳۹۲

پھر اس کو اس میں انڈیل دیا، تواب اس حوض کا پانی کسی کو پینا جائز نہیں اور اس کی علّت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ بچّے نے مباح حوض سے جو پانی لیا، وہ پانی اس کی ملکیت میں آگیا، اور پھر اُس پانی کو جب اسی حوض میں ڈال دیا تواس کی ملک اس کے ساتھ مخلوط ہو گئی تواب اس کا استعمال ممنوع ہو گیا، حدیقہ ندیہ آفات اللسان، بیسویں نوع کا آخر۔ غمز العیون، بچّوں کے احکام۔ طحطاوی، فصل شرب۔ اور 'ش' میں، مذکور فصل میں 'ط' سے 'حموی' سے 'درایہ' سے 'ذخیرہ سے' اور منیہ سے ہے کہ فقہاء نے حوض کے پانی کو مباح قرار دیا ہے، اگر یہ پانی وقف ہوتا تو بچہ اس کو کوزہ میں لینے سے اس کا مالک نہ ہو جاتا، کیونکہ وقف پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ مملوک کو تملیک سے روکنا ہے، یعنی غیر اس کا مالک نہیں ہو سکتا اھ جیسا کہ "ش" میں ہے، یہ اس کے خلاف ہے کہ کوئی شخص ذرّیت پر کسی زمین کی آمدنی وقف کردے، کیونکہ جب یہ آمدنی ظاہر ہوگی تو ذرّیت اس کی مالک ہو جائے گی، ذریت میں سے جو اس کے بعد وفات پائے گا اس کی میراث جاری ہوگی، جیسا کہ کتاب میں آئے گا، کیونکہ وقف تو زمین ہے اور یہ اس کا "نماء" ہے۔ (ت)

فان قلت: الیس قد تقدم فی وضؤ الکتاب مانصه مکروهه الاسراف فیه الٰی آخر مامر نقله **اقول:** وبالله التوفیق (۱) المراد به الماء المسبل بمال الوقف کماء المدارس والمساجد والسقایات التی تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لایملکه احد ولا یجوز صرفه الا الی جهة عینها الواقف وهذا هو حکم الوقف اما(۲) الماء الذی یسلبه المرء من ملکه فلا یصیر وقفا سواء کان فی الحباب اوالجرار اوالحیاض اوالکسقایات انما غایته الاباحة یتصرف فیها الناس وهو علی ملکه فلا تتأتی فیه مسألة کوزا لصبی المذکورة هذاماظهر لی وارجوان یکون هو الصواب* باذن الملك الوهاب* وله الحمد وعلی حبیبه الکریم والاٰل والاصحاب، صلاة

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کتاب کے وضو کی بحث میں گزرا ہے، اس وضوء کے مکروہات میں اسراف ہے الٰی آخر مانقلہ میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد سبیل کا پانی ہے جو وقف ہو، جیسا کہ مدارس، مساجد، سقایات کا پانی جو ان کے اوقاف کی آمدنی سے بھرا جاتا ہے، کیونکہ اس پانی کا کوئی مالک نہیں، اور اس کو فقط اُسی جہت میں صَرف کیا جاسکتا ہے جو اُس کے واقف نے اس کیلئے متعین کی ہے، اور یہی وقف کا حکم ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی مِلک سے پانی کی سبیل لگائے تو وہ وقف نہ ہوگی، خواہ وہ مٹکوں میں ہو یا چھوٹے گھڑوں میں یا حوضوں اور سقایوں میں، کیونکہ اُس سے تو صرف اتنا مقصود ہے کہ پانی مالک کی مِلک میں رہتے ہوئے لوگوں کیلئے مباح کردیا جائے تو اس میں بچّے کے کوزہ کا مذکورہ مسئلہ نہیں چلے گا، مجھ پر یہی ظاہر ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہی

وسلام یدوماں بلاعدد ولاحساب اٰمین۔	صحیح ہوگا.... (ت)

(۳۰) اقول: یوں ہی مسجد کے سقائے[1] یا حوض جو اہلِ جماعتِ مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقًا جب تک ابتدا سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی مِلک سے بھروائے ہوں تو بے اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کیلئے لیجانا روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف ومالک کی وہی تفصیل ہے جو آبِ سبیل میں گزری والدلیل الدلیل (اور دلیل بھی وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے) جاڑوں[2] میں کہ سقائے گرم کئے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لے جاتے ہیں اس میں بہت احتیاط چاہئے کہ غالبًا بے صورتِ جواز واقع ہوتا ہے۔

اماما فی الخانیة ثم الھندیة من کتاب الشرب یجوز ان یحمل ماء السقایة الی بیته لیشرب اھله اھ۔ فھو فی المعد للشرب بدلیل اٰخرہ وصدرہ اختلفوا فی التوضی بماء السقایة جوز بعضھم وقال بعضھم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا وکذا کل ماء اعد للشرب حتی قالوا فی الحیاض التی اعد للشرب لایجوز فیه التوضی ویمنع منه وھو الصحیح ویجوز ان یحمل[1] الخ بناء علی ان الذی (۳) یعد للشرب لایمنع منه مخدرات الحجال وبالجملة لاشك ان المبنی العرف فان (۴) علمنا ان المسبل للشرب خص به الواردین ولا یرضی بحمله الی البیوت لم یجز ذلك قطعا بل لو علم خصوص فی المارة لم یجز لغیرھم من الواردین کما یفعله بعض الجھلة فی عشرة المحرم بسبل	پھر خانیہ اور ہندیہ کے کتاب الشرب میں ہے کہ اگر کوئی شخص سقایہ کا پانی اپنے گھر بیوی بچّوں کو پلانے کیلئے لے جائے تو جائز ہے اھ تو اس سے مراد وہ پانی ہے جو خاص پینے ہی کیلئے رکھا گیا ہو، عبارت کا اوّل وآخر یہی بتاتا ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ "سقایہ" کے پانی سے وضوء جائز ہے یا نہیں، بعض نے جواز کا قول کیا، اور بعض نے کہا کہ اگر پانی زائد ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہی حکم ہر اُس پانی کیلئے ہے جو پینے کیلئے رکھا گیا ہو، یہاں تک فقہاء نے اُس حوض کی بابت بھی یہی فرمایا ہے جو پینے کیلئے بنایا گیا ہو کہ اُس میں وضوء جائز نہیں، اور اگر کوئی کرے تو اس کو منع کیا جائیگا، اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ جائز ہے کہ وہ پانی گھر لے جائے الخ اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو پانی پینے کیلئے رکھا جائے اس سے پردہ نشینوں کو محروم نہ رکھا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اصل دارومدار عُرف پر ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ سبیل کا پانی پینے کیلئے ہے اور وہی لوگ اس سے

[1] ہندیۃ الباب الاول من کتاب الشرب پشاور ۵/ ۳۹۱

الماء والشربة لمن مع الضریح المختلق بدعة محدثة یسموھا تعزیۃ فلا یجوز شربہ لغیرھم وان جعلوہ لمن مع الضریح الفلانی لم یجز لاھل ضریح وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم لاجرم ان قال فی متفرقات کراھیة البزازیة حمل ماء السقایة الی اھلہ ان ماذونا للحمل یجوز والالا[1] اھ۔ وھذا عین ماقررت وللہ الحمد۔	استفادہ کرسکیں گے جو اس پر وارد ہوں تو ایسے پانی کو گھر نہیں لے جایا جاسکتا ہے بلاالکہ اگر بطور خاص گزرنے والوں کیلئے ہے تو دوسرے وارد ہونے والوں کو اُس کا استعمال جائز نہ ہوگا، چنانچہ بعض جاہل محرّم کے عشرہ میں پانی یا دُودھ کی سبیل تعزیہ کے ساتھ گزرنے والوں کے لئے بطور خاص لگاتے ہیں، یہ بدعث محدثہ ہے، اس کا استعمال دوسروں کو جائز نہیں بلاالکہ اگر ایک تعزیہ کے لئے جائز ہے تو دوسرے تعزیہ کے شرکاء کو اس کا استعمال جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ بزازیہ میں ہے (متفرقات کراہیۃ میں) (ت) سِقایہ کا پانی گھر والوں کیلئے لے جانا اگر اُس کی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اھ اور یہ بعینہٖ وہی ہے جو میں نے کہا ہے وللہ الحمد (ت)

(۳۱) سفر میں[۱] طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اُس جانور اگرچہ وہ کُتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملے گا تو ان صورتوں میں اُس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائے گی منع ہے بلکہ اپنے یا دُوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صور میں تیمّم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں[۲] جانوروں کی پیاس کیلئے اگر وضو یا غسل کا پانی کس برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمّم باطل۔

اقول: یوں[۳] ہی اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنالے وغیرہ میں وضو کرنے کا ہم نے رحب الساحہ میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر مبیح تیمّم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی **کمالا یخفی**۔

بحر الرائق ودُر مختار میں ہے:

والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو اوعطش) ولو لکلبہ اورفیق القافلة حالا اومآلا وکذا لعجین اوازالة نجس وقید ابن الکمال عطش	عبارت دُر کی ہے (جو شخص بوجہ خوفِ دشمن یا پیاس پانی کے استعمال سے عاجز ہو) خواہ اپنے کُتّے یا رفیق قافلہ کیلئے، اب یا آیندہ، اور اسی طرح آٹا گوندھنے کیلئے یا نجاست دور کرنے کیلئے، اور

[1] بزازیۃ الہندیۃ التاسع فی المتفرقات من الکراہیۃ پشاور ۶/ ۳۷۲

دوابه بتعذر حفظ الغسالة لعدم الاناء (تیمم[1])۔	ابن الکمال نے یہ قید لگائی کہ اس کے جانور پیاسے رہ جائیں گے کہ برتن نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھوون کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے (توایسی صورتوں میں وہ تیمّم کرے)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولو لكلبه قيده فی البحر والنهر بكلب الماشية والصيد ومفادہ انه لولم كذلك لايعطى هذا الحكم والظاهر ان كلب الحراسة للمنزل مثلهما ط قوله اورفيق القافلة سواء كان رفيقه المخالط له اواٰخر من اهل القافلة بحرو عطش دابة رفيقه كعطش دابته نوح قوله حالا اومآلا ظرف لعطش اوله ولرفيق على التنازع كما قال ح ای الرفیق فی الحال اومن سیحدث له قال سیدی عبدالغنی فمن عنده ماء كثير فی طريق الحاج اوغيره وفی الركب من يحتاج اليه من الفقراء يجوز له التيمم بل ربما يقال اذا تحقق احتياجهم يجب بذله اليهم لاحياء مهجهم قوله وكذا لعجين فلو احتاج اليه لاتخاذ المرقة لايتمم لان حاجة الطبخ دون حاجة العطش بحر قوله اوازالة نجس ای اكثر من قدرا لدرهم وفی الفيض لومعه مايغسل بعض النجاسة	اس کا قول اور اگرچہ اپنے کُتے کیلئے، اس کتے کو بحر ونہر میں، اُس کُتّے سے مقید کیا گیا ہے جو مویشی کی حفاظت یا شکار کیلئے رکھا گیا ہو، اُس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا جائے اس کا بھی یہی حکم ہے ط، اس کا قول یا رفیق قافلہ کیلئے عام ازیں کہ وہ اس کا اپنا شریک رفیق ہو یا دوسرا ہو اہل قافلہ سے (بحر) اور اس کے ساتھی کی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس کی اپنی سواری کے پیاسا رہ جانے کا خطرہ ہے (نوح) اس کا قول حالاً اومالاً، عطش کا ظرف ہے یا اس کا اور رفیق کا بر سبیل تنازع ہے جیسا کہ "ح" نے فرمایا یعنی رفیق فی الحال یا من سیحدث لہ، عبدالغنی نے فرمایا جس کے پاس حاجیوں وغیرہ کے راستے میں زائد پانی ہو، اور قافلہ میں کوئی فقیر پانی کا ضرورت مند ہو، تو اس کو تیمّم جائز ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر اُس پانی کی ضرورت واقعی اہلِ قافلہ کو ہو تو ان کی زندگیاں

[1] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/ ۴۱

لایلزمه اھ۔ **قلت**: وینبغی تقییدہ بما اذالم تبلغ اقل من قدر الدرھم فاذا کان فی طرفی ثوبه نجاسة وکان اذاغسل احد الطرفین بقی مافی الطرف الاٰخر اقل من قدر الدرھم یلزمه[1] اھ

اقول: ھھنا ابحاث الاول کلب حراسة المنزل مساو لکلب الماشیة بل اولی ولکلب الصیدان کان الحاجة الیه للاکل فان المال شقیق النفس والافاولی وعلی کل ھو ثابت منھما بالفحوی فلیس (۱) ھذا محل الاستظھار ولذا عبرت بکلب یحل اقتناؤہ وفی الحدیث الصحیح الا کلب صید اوزرع اوماشیة[2] **الثانی** قید (۲) رفیق القافلة وفاق فربما تسایر قافلتان اواکثر ولا یعد من فی احدھما رفیق من فی الاخری والحکم لایختص بمن فی قافلته فان احیاء مھجة المسلم فریضة علی الاطلاق فلذا غیرته وبمسلم عبرته۔

بچانے کیلئے پانی صرف کرنا واجب ہے قولہ وکذاالعجین، تو اگر کسی کو شوربہ بنانے کیلئے پانی کی ضرورت ہو تو تیمّم جائز نہ ہوگا کیونکہ کھانا پکانے میں جو ضرورت ہے وہ پیاس سے کم ہے، بحر، قولہ اوازالۃ نجس، اس سے مراد نجاست ہے جو ایک درہم سے زاید ہو، اور فیض میں ہے، اگر اس شخص کے پاس اتنا پانی موجود ہو کہ کچھ نجاست کو دھولے گا تو دھونا لازم نہیں اھ۔ **میں کہتا ہوں** اس میں یہ قید لگانی چاہئے کہ یہ نجاست درہم سے کم نہ ہو، تو اگر اس کے کپڑے کے دونوں جانب نجاست ہو، اور ایک طرف دھونے سے دوسری طرف باقی رہتی ہو، مگر ایک درم سے کم رہتی ہے تو اس کا دھونا لازم ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہاں کئی بحثیں ہیں:

پہلی بحث: گھر کی حفاظت کیلئے جو کتا پالا گیا وہ ریوڑ کی حفاظت کے کتے کے برابر بلاکلہ اُس سے اولیٰ ہے، اسی طرح شکار کے کتے کی مانند ہے، جبکہ شکار کھانے کی ضرورت ہو کیونکہ مال جان کا ہم پلہ ہے ورنہ تو وہ اولیٰ ہے، اور بہر صورت یہ چیز دونوں کے منطوق سے ثابت ہے، اور یہ محل استظہار نہیں اور اس لئے میں نے کہا ہے، وہ کتا جس کا پالنا جائز ہو، اور حدیث صحیح میں ہے مگر شکار، کھیتی یا جانوروں کا کتّا۔

دوسری بحث: "رفیق قافلہ" کی قید اتفاقی ہے کیونکہ عام طور پر دو یا دو سے زیادہ قافلے چلتے ہیں اور ایک قافلے کا آدمی دوسرے کا رفیق شمار نہیں ہوتا، اور یہ حکم اس کے ساتھ خاص نہیں جو اُس کے قافلہ

[1] ردالمحتار باب التیمم البابی مصر ۱/ ۱۷۳
[2] صحیح للمسلم باب الامر بقتل الکلاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۱

اقول: (۱) ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظهر فان لهم مالنا وعلیهم ماعلینا نعم الحربی لاحرمة لروحه بل امرنا بافنائه فکیف یلزمنا السعی فی ابقائه ولذا صرحوا(۲) ان لووجد فی بریة کلبا وحربیا یموتان عطشا ومعه ماء یکفی لاحدهما یسقی الکب ویخلی الحربی یموت ومن (۳) الحربیین کل رجل یدعی الاسلام وینکر شیأا من ضروریات الدین لان المرتد حربی کما نصوا علیه وهم مرتدون کما حققناه فی المقالة المسفرة۱۲۹۹ھعن حکم البدعة المکفرة۔

میں کہتا ہوں، بظاہر اس میں ذمی بھی شامل ہے، کیونکہ جو حقوق ہمارے لئے ہیں وہی ذمیوں کیلئے بھی ہیں، اور جو فرائض ہم پر ہیں وہ ذمیوں پر بھی ہیں، ہاں حربی کی جان کی کوئی حرمت نہیں ہے، بلاالکہ ہمیں اُس کے فنا کردینے کا حکم ہے، تو ہم پر اس کی زندگی بچانے کی سعی کیونکر لازم ہوگی؟ اس لئے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی جنگل میں ایک کتا اور ایک حربی ملے اور دونوں پیاس سے مر رہے ہیں اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہو کہ ایک بچ سکتا ہو تو کتے کو پلا دے اور حربی کو مرنے کیلئے چھوڑ دے، اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو وہ حربی ہے، کیونکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق مرتد حربی ہے، اور یہ سب حربی ہیں ہم نے اس کی تصریح المقالة المسفرة عن حکم البدعة المکفرة میں کردی ہے۔

الثالث التیمم لعطش رفیق سیحدث یجب تقییده بما اذا تیقن لحوقه وانه لاماء معه والا فلا یجوز التیمم للتوهم الرابع (۴) تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوته عینا لایتوقف علیه وجوب البذل الا تری الی قولهم لخوف عطش وبمعنی ثبوته ذهنا ان ارید به الیقین فکذا (۵) فان الظن الغالب ملتحق به فی الفقه اومایشمله فلا محل للترق اذعلیه یدورالحکم والظن المجرد مثل الوهم **الخامس** (۶) حاجة الطبخ لیست دون حاجة العطش اذالم یتأت الاکل

تیسری بحث: کسی دوست کی پیاس کیلئے تیمّم کرنا جس کی ملاقات متوقع ہو، اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس دوست کے قافلے کے ساتھ ملنا یقینی ہو، اور اس کے پاس پانی نہ ہو، ورنہ محض وہم کی بنیاد پر تیمّم جائز نہیں۔

چوتھی بحث: ضرورت کا یہ مفہوم لینا کہ وہ وقت محسوس طور پر موجود ہو، درست نہیں، اور نہ ہی اس پر پانی کا خرچ کرنا موقوف ہے، چنانچہ فقہاء کا قول ہے "لخوف عطش" اور اس کا ذہنًا ثابت ہونا، اگر اس سے یقین مراد ہو تو ایسا ہی ہے، کیونکہ فقہ میں ظن غالب کا حکم وہی ہے جو یقین کا ہے یا جو یقین کو

الا بالطبخ الاتری ان حاجة العجن ساوت حاجة العطش لان عامة الناس لایمکنهم التعیش باستفاف الدقیق فما العجن الا للخبز وما هو الامن الطبخ فالاولی ان یقال ان حاجة المرقة دون حاجة العطش **السادس** (۱) قید الزیادة علی درهم مساحة اومثقال زنة فی النجاسة الغلیظة اما الخفیفة فمقدرة بالربع فلذا عبرت بالقدر المانع **السابع** مابحث السید ش فی تقلیل النجاسة حسن وجیه فلذا عبرت بمالا یبقیها مانعة۔	شامل ہو، تو ترقی کا کوئی محل نہیں، کیونکہ حکم کا دارومدار اسی پر ہے اور محض ظن تو وہم کے حکم میں ہے۔ **پانچویں بحث:** پکانے کی حاجت پیاس کی حاجت سے کم نہیں جبکہ وہ چیز بلا پکائے نہ کھائی جاسکتی ہو، مثلاً آٹا گوندھنا پیاس کے برابر ہے، کیونکہ عام لوگ آٹا پھانک کر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، تو آٹا گوندھنا روٹی پکانے کیلئے ہے اور یہ بھی پکانے کا ایک حصہ ہے تو اولٰی یہ ہے کہ کہا جائے کہ شوربہ کی ضرورت پیاس کی ضرورت سے کم ہے۔

چھٹی بحث: ایک درہم سے زیادہ ہونے کی قید پیائش میں اور ایک مثقال سے زیادہ کی قید وزن میں، نجاست غلیظہ میں ہے اور خفیفہ میں اس کی تقدیر چوتھائی سے ہے اسی لئے میں نے یہ تعبیر کی ہے کہ "جس سے مانع نماز نہ رہے۔"

ساتویں بحث: سید 'ش' نے نجاست کی کمی میں جو بحث کی ہے وہ بہت اچھی ہے اس لئے میں نے اس کی تعبیر "**مالا یبقیها مانعة**" سے کی ہے۔ (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

(رسالہ ضمنیہ) عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ

(بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عطیہ)

(۳۲ تا ۴۸) نابالغ[۲] کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل وکثیر الشقوق ہے کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر اُمید کرتا ہے کہ اُس میں کلام شافی وکافی ذکر کرے **فاقول وباللہ التوفیق** پانی تین قسم ہیں ۱ مباح غیر مملوک ۲ مملوک غیر مباح ۳ مباح مملوک

اول: دریاؤں نہروں کے پانی تالاب جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنوئیں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا جس کی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں کا پانی کہ مالِ وقف سے بھرا گیا اس کا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسی کی مِلک نہیں۔

دوم: برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھرایا بھروا کر رکھا وہ خاص اس کی مِلک ہے۔ بے اس کی

اجازت کے کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں۔

سوم: سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھرا یا اپنے مال سے بھر وایا بہر حال اس کی ملک ہو اور اس نے لوگوں کیلئے اس کا استعمال مباح کر دیا وہ بعد اباحت بھی اُسی کی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہ ہوگا کہ لینے والا اس کا مالک ہی نہیں ہوتا۔یوں ہی قسم دوم میں جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا ہاں اگر مالک کیا تو اب فرق احکام آئے گا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونوں قسم اخیر میں مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مغصوب ہے۔زیادہ تفصیل طلب اور یہاں مقصود بالبحث قسم اوّل ہے اس کیلئے

تنقیح اول: (۱) ان اصول پر نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آبِ مذکور یا جنگل کی خود رو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصول ملک کیلئے ہیں کتب میں اس کے جزئیات میں متفرق طور پر مذکور ہوئے جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الھادی۔

فاقول: وبہ استعین یہ تو ظاہر ہے کہ مباح[۲] چیز احراز واستیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول بار جس کا ہاتھ اُس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضے میں کرلیا اُسی کی ملک ہو جائیگی مگر یہ قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اُس کا قبضہ ٹھہرتا ہے اس کی تفصیل یہ[۳] ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہیں اُس[۱] شے کو اپنے لئے لے گا یا دُوسرے کیلئے۔بر تقدیر ثانی بطور خود یا اس سے کہے سے۔بر تقدیر ثانی بلامعاوضہ[۳] یا باجرت۔بر تقدیر ثانی اُس دوسرے کا اجیر[۴] مطلق ہے جیسے خدمتگار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کیلئے اجیر کیا بر تقدیر ثانی اجارہ[۵] وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلاتعین بر تقدیر ثانی وہ شے مباح[۶] متعین کر دی تھی۔مثلاً یہ خاص درخت یا یہاں سے یہاں تک کہ یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعیین بھی نہ تھی۔بر تقدیر ثانی اجیر[۷] قبول کرتا ہے کہ یہ شے میں نے مستاجر کیلئے لی یا نہیں۔بر تقدیر ثانی اگر اس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف میں ہوتا ہو تو وہ ظرف[۸] مستاجر کا تھا یا نہیں، یہ نو[۹] صورتیں ہُوئیں۔ان میں صورت اولیٰ میں تو ظاہر ہے کہ وہ شے اُسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اس سے علاقہ ہی نہیں،یوں ہی صورت دوم میں بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلار کھا ہے وہ اس کا ہے دوسرے کیلئے محض نیت اس ملک کو منتقل نہ کر دے گی۔فتح القدیر میں ہے:

لوقیل علیہ ھذا اذا استولی علیہ بقصدہ لنفسہ فاما اذا قصد ذلك لغیرہ فلم لایکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس	اگر اس پر کہا جائے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس پر استیلاء کیا اور قصد اپنے نفس کے لئے کیا،اور اگر کسی دوسرے کیلئے اس کا ارادہ کیا، تو یہ غیر کیلئے کیوں نہ ہوگا،اس کا یہ جواب ہے کہ حضور

شرکاء فی ثلاث لایفرق بین قصد وقصد [1] اھ۔ وکتبت علیہ۔**اقول**: الاحراز سبب الملك وقدتم له فملك ولا ینتقل لغیرہ بمجرد القصد کمن شری غیر مضاف الٰی زید ونیته انه یشتریه لزید لم یکن لزید۔	صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں" ایک قصد اور دوسرے قصد میں فرق نہیں کرتا ہے اھ اس پر میں نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں حاصل کرلینا اسبابِ ملک میں سے ہے اور ملک اس کیلئے تام ہوچکی ہے اور وہ مالک ہوگیا اور یہ ملک دوسرے کی طرف محض قصد کی وجہ سے منتقل نہ ہوگی، جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور اس کو زید کی طرف مضاف نہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ زید کیلئے ہے، تو وہ زید کیلئے نہ ہوگی۔(ت)

اسی طرح صورتِ سوم میں بھی کہ تحصیل ' مباح کیلئے دوسرے کو اپنا نائب ووکیل وخادم ومعین بنانا باطل ہے درمختار کتاب الشرکۃ فصل شرکت فاسدہ میں ہے:

التوکیل فی اخذ المباح لایصح [2]۔	مباح چیز کو لانے کیلئے کسی کو وکیل بنانا درست نہیں ہے۔(ت)

جامع الصغار فصل کراہیت میں ہے:

الاستخدام فی الاعیان المباحة باطل [3]۔	اعیان مباحہ میں استخدام باطل ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

الشرع جعل سبب ملك المباح سبق الید الیه فاذا وکله به فاستولی علیه سبق ملکه له ملك الموکل [4]۔	شریعت نے مباح اشیاء میں مِلک کا سبب سبقت ید کو بتایا ہے، توجب کسی نے اس پر کسی کو وکیل بنایا اور اس نے اس پر استیلاء حاصل کرلیا موکل کی مِلک اس پر ثابت ہوجائیگی تو وکیل مالک ہوجائیگا۔(ت)

ہندیہ اجارات باب ۱۶ میں قنیہ سے ہے:

[1] فتح القدیر فصل فی شرکۃ فاسدہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۱۰

[2] الدرالمختار شرکۃ فاسدہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۴

[3] جامع احکام الصغار مع جامع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۷

[4] فتح القدیر فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ سکھر ۵/ ۴۱۰

قال(۱)نصیر(هو ابن یحیی)قلت(ای للامام ابی سلیمٰن الجوزجانی رحمهما الله تعالٰی)فان استعان بانسان یحتطب ویصطاد له(ای من دون اجر)قال الحطب والصید للعامل وکذا ضربة القانص قال استاذنا(وهو البدیع استاذ الزاهدی)وینبغی ان یحفظ هذا فقد ابتلی به العامة والخاصة یستعینون بالناس فی الاحتطاب والاحتشاش وقطع الشوك والحاج عـــه واتخاذ المجمدة فیثبت الملك للاعوان فیها ولا یعلم الکل بها فینفقونها قبل الاستیهاب بطریقه اوالاذن فیجب علیهم مثلها اوقیمتها وهم لایشعرون لجهلهم وغفلتهم اعاذناالله عن الجهل ووفقنا للعلم

نصیر (ابن یحیٰی نے) کہا، میں نے کہا (یعنی امام ابو سلیمان الجوزجانی کو) اگر کسی شخص نے لکڑیاں جمع کرنے یا شکار کرنے کیلئے دوسرے شخص کی مدد حاصل کی (یعنی بلا اجر) فرمایا اس صورت میں لکڑیاں اور شکار اُسی کا ہے جس نے کیا ہو، اور اسی طرح شکاری کا ایک مرتبہ جال ڈال کر شکار نکالنا، ہمارے استاذ نے فرمایا (یعنی بدیع استاذ الزاہدی) اور اسے یاد کرلینا چاہیئے کیونکہ اس میں ہر عام وخاص مبتلا ہے، لوگ دوسروں سے لکڑیاں جمع کرانے، کانٹے اکٹھے کرانے اور گھاس جمع کرانے میں مدد لیتے ہیں، اسی طرح ایک قسم کا درخت منگواتے ہیں یا آسمانی برف جمع کراتے ہیں، توجو لوگ عملاً یہ کام کرتے ہیں ان پر انہی لوگوں کی مِلک ثابت ہوجائے گی، لوگ یہ مسئلہ نہیں جانتے، وہ ان لوگوں سے نہ تواجازت

عــه: الحاج باهمال اوله واعجام اٰخره جمع حاجة وهی الشوك وقیل نبت من الحمص وقال ابن سیده ضرب من الشوك وقیل شجر وقال ابو حنیفة الدینوری الحاج ماتدوم خضرته وتذهب عروقه فی الارض بعیدا یتداوی بطبیخه وله ورق دقاق طوال کانه مساو للشوك فی الکثرة اھ من تاج العروس ۱۲ منه غفرله۔(م)

اِلحاج، حاءِ مہملہ اور جیم کے ساتھ، جمع حاجہ کی ہے، کانٹوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق ترش گھاس ہے۔ ابن سیدہ کے مطابق کانٹوں کی ایک قسم ہے۔ ایک قول کے مطابق درخت ہے۔ اور ابو حنیفہ الدینوری نے فرمایا یہ ایسا درخت ہے جو سدا بہار رہتا ہے اور اُس کی جڑیں زمین میں دور تک چلی جاتی ہیں اس کو ابال کر دوا کے کام میں لایا جاتا ہے، اس کے پتّے باریک اور لمبے ہوتے ہیں اور کانٹوں کی طرح زیادہ ہوتے ہیں اھ تاج العروس ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

والعمل[1] اھ **اقول:** وقوله لایعلم الکل بها اشارة الی الجواب عن سؤال وھم انھم اذا اتوا به الی المستعین واعطوہ واخذ کان ھبة بالتعاطی فاجاب بانه ھذا یکون لوعلموا ان الملك قدثبت للاعوان فیکون الاعطاء والاخذ ایجاب الھبة وقبولها لکنھم جمیعا عنه غافلون وانما یحسبون المعونة فی کفایة المؤنة کمن ارسل احدالی دارہ لیحمل منها کرسیا مثلا یاتیه به۔ **اقول:** ھو کما قال لکن(ا)الاذن ثابت لاشك وھم انما ینوون الاخذ له ولا یؤدونه الیه الا لیتصرف فیه ولا غصب منه حتی یجب الضمان۔ **فانقلت** لایحسبون انفسھم ملاکه وھو یاخذہ بجعل نفسه کانه ھو المستولی علیه بدء فیتصرف فیه علی انه ملکه فلم یتحقق الاذن لانھم لایدرون انه لھم وبجعلھم یصیرله حتی یاذنوا له فی التصرف وانما یظن ویظنون انه	لیتے ہیں، اور نہ ہی بطور ہبہ لیتے ہیں اور اِن اشیاء کو خرچ کر بیٹھتے ہیں، تو ان پر ان کا مثل واجب ہوگا یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں یا قیمت لازم آئے گی، ان کو جہالت کی وجہ سے اس کا علم نہیں اللہ ہمیں جہل سے محفوظ رکھے اور ہمیں علم وعمل کی توفیق دے(آمین)اھ (ت) **میں کہتا ہوں** اس کا قول "لایعلم الکل بها" ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کارندے اِن اشیاء کو اُس شخص کے پاس لے آئیں جس نے ان کو جمع کرنیکا حکم دیا ہے تو وہ اسکو دے دیں اور یہ حاصل کرلے تو گویا انکی طرف سے دینا شمار ہوگا اور اس کی طرف سے لینا ہوگا، اور یہ ہبہ کا ایجاب وقبول شمار ہوگا تواس کاجواب دیا کہ یہ اس وقت ہے کہ جب انہیں علم ہو کہ اعوان کیلئے ملک ثابت ہے تو یہ دینا لینا ہبہ کا ایجاب قبول ہوگا لیکن وہ سب کے سب اس سے غافل ہیں، اور وہ مدد کفایت مؤنت میں سمجھتے ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو گھر میں بھیجا کہ وہاں سے کُرسی اٹھالائے۔(ت) **میں کہتا ہوں** وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا لیکن اِذن بلاشبہ ثابت ہے اور ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اُس شخص کیلئے لیں، اور اس کو دیتے بھی اس لئے ہیں کہ وہ اُس میں تصرف کرے، وہ غصب تونہیں کررہا ہے کہ ضمان واجب ہو۔(ت) **اگر یہ اعتراض کیا جائے** کہ وہ لوگ اپنے آپ کو ان اشیاء کا مالک نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ شخص ان چیزوں پر اس طرح قابض ہوتا ہے گویا وہ ان چیزوں کا پہلا مالک ہے، اور اس طرح تصرف کرتا ہے گویا وہ اِن چیزوں کا مالک ہو تو ایسی صورت میں اذن متحقق نہ ہوگا کیونکہ ان کو توپتا ہی نہیں کہ

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

لمالك له ولا عبرة بالظن البين خطؤه كمن(۱) حسب ان الشیئ الفلانی من ودائع زيد عند ابيه فاداه الى وارثيه فتصرفوا ثم تبين انه لابيه لالزيد فان له ان يرجع عليهم به قائما اوبضمانه هالكا۔فی العقود الدرية من كتاب الشركة من دفع شياا ليس بواجب عليه فله استرداده الا اذا دفعه علی وجه الهبة واستهلكه القابض كما فی شرح النظم الوهبانی وغيره من المعتبرات [1] اھ وفيها وفی الخيرية من كتاب الوقف قد صرحوا(۲)بان من ظن ان عليه دينا فبان خلافه يرجع بما ادى ولو كان قداستهلكه رجع ببدله [2] اھ۔

اقول: هذا فيما لوعلم انه ليس للمدفوع اليه لم يدفع اليه اماهنا فانما ياتون به له ولوعلموا ان الملك يقع لهم لم يتخلفوا عن اعطائه له فرضاهم بتصرفه فيه ثابت علی كل تقدير ولهذا لم يكترث

یہ چیز ان کی ملکیت میں ہے اور اُس کی مِلک میں اُسی وقت ہوگی جب وہ اِذن دیں،اور اِس صورت میں اس کو گمان ہے کہ وہ مالک ہے اور ان کو بھی گمان ہے کہ وہی مالک ہے،اور جس گمان کا خطا ہونا ظاہر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں،مثلاً کوئی شخص یہ گمان کر بیٹھے کہ فلاں چیز زید کی امانتوں میں سے اس کے باپ کے پاس ہے اور اس پر گمان پر وہ چیز زید کے وارثوں کو دے دیتا ہے اور وہ اس میں تصرف کرلیتے ہیں پھر بعد میں اس کو پتا چلتا ہے کہ وہ چیز تواس کے باپ ہی کی ہے زید کی نہیں ہے،تو اگر وہ چیز موجود ہو تو وہ ان سے واپس لے سکتا ہے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو اس کا ضمان لے سکتا ہے،"العقود الدریہ" کے کتاب الشرکۃ میں ہے کہ جس نے کوئی ایسی چیز دی جو اُس پر واجب نہ تھی تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے،ہاں اگر بطور ہبہ دی ہو اور اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے،یہی چیز شرح نظم وہبانی وغیرہ معتبر کتب میں ہے اھ اور اس میں اور الخیریہ کے کتاب الوقف کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ گمان کیا کہ اُس پر دین ہے۔بعد میں معلوم ہوا کہ غلط ہے،تو جو دیا ہے وہ واپس لے گا،اور اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا بدل لے گا اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اس کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ مدفوع الیہ کے لئے نہ تھا تو اُس کو نہ دے گا،اور یہاں تو وہ اُسی کیلئے لاتے ہیں اور اگر ان کو یہ علم ہو کہ مِلک ان کیلئے واقع ہوگی تو اس کے دینے سے تخلف نہ کریں گے،تو

[1] عقود الدریۃ کتاب الشرکۃ قندھار افغانستان ۱/ ۹۱

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف بیروت ۱/ ۱۳۰

به الخاصة فضلا عن العامة کما اعترف به فلاوجه لنسبتهم الی الجهل والغفلة واقامة النکیر، هذا ماعندی والعلم بالحق عند اللطیف الخبیر۔	اُن کا اُس کے تصرف پر راضی ہونا بہر تقدیر ثابت ہے اور اس لئے خاص لوگ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتے چہ جائیکہ عام لوگ، جیسا کہ خود انہوں نے اعتراف کیا، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کو جہل، غفلت کی طرف منسوب کیا جائے یا انہیں نکیر کی جائے ھذا ماعندی الخ (ت)

تنبیہ اوّل: یہ بلا' معاوضہ تین صورتوں کو شامل ہے: ایک یہ کہ وہ اس کا اجیر ہی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلامعاوضہ ہی ہوا۔ تیسرے یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جس میں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اُس سے اس کام کیلئے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اُس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلامعاوضہ ہے ولہٰذا ہم نے اِن صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا۔

صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی مِلک ہوگا یعنی جب کہ اُس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت سوم میں داخل ہے کمامر اِس صورت میں مِلک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اُس کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں اور اُس کا اُس کے حکم سے قبضہ بعینہٖ اُس کا قبضہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

(۲) الاجیر الخاص الذی یستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل کمن استؤجر شهرا للخدمة اولرعی الغنم) وانما سمی اجیر وحدلانه لایمکنه ان یعمل لغیره لان منافعه فی المدة صارت مستحقة له والاجر مقابل بالمنافع ولهذا یبقی الاجر مستحقا وان نقض العمل (لاضمان علی ماتلف من عمله) لان المنافع متی صارت مملوکة للمستأجر فاذا امره بالتصرف فی ملکه صح ویصیر نائبا منابه فیصیر فعله منقولا الیه	وہ خاص اجیر جو اجرت کا مستحق ہوتا ہے کہ ایک مدت کے لئے اپنے آپ کو سپرد کردے خواہ کام نہ کرے (مثلاً کسی شخص کو ایک ماہ کے لئے خدمت یا بکریاں چرانے کیلئے اجرت پر لیا) اس کو اجیر وحد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کا کام نہیں کرسکتا ہے کیونکہ اس مدت میں اس کے منافع سب اس کیلئے مخصوص ہوگئے ہیں اور اجر منافع کے مقابل ہوتا ہے اس لئے اجیر مستحق رہتا ہے اگرچہ کام ختم ہوجائے (اس کے عمل سے اگر کوئی چیز تلف ہوجائے تو اس پر ضمان نہیں ہے) کیونکہ منافع جب مستاجر کی مِلک ہوگئے تو اب جب اُس نے اپنی مِلک میں تصرف کا حکم دیا تو صحیح ہوگیا، اور وہ

کانہ فعلہ بنفسہ فلھذا لایضمنہ[1]۔	اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کا فعل اس کی طرف منقول ہوگا گویا یہ فعل اس نے خود کیا ہے، اس لئے وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔(ت)

یوں ہی صورت پنجم میں اور اجیر اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیحہ ہے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح مِلک مستاجر ہوگی مگر اجیر مثل پائے گیا جو مسمّٰی سے زاید نہ ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

اقول: ویظھر لی ان الوجہ فیہ واللہ تعالٰی اعلم ان الاجارۃ اما علی العمل اعنی التصرف فی شیئ من النقل والحمل والقطع والقلع وغیر ذلك وھو فی الاجیر المشترك والمقصود فیہ حصول ذلك التصرف کیفما کان ولذا لم یتقید بعمل الاجیر نفسہ واما علی منافع الاجیر وھو فی الاجیر الخاص والاجارۃ فی المباحات لاتعقل علی الوجہ الاول لانھا لاتختص بالمستأجر ونسبتھا الی الکل سواء فکیف یکون حصول تصرف فیھا موجبا للاجر علی المستأجر بل انما الاجر مقابل فیھا بمنافع الاجیر حیث یرید المستأجر ان یستعملہ فی حاجتہ فلا یکون الا اجیر وحد ولا تتقدر منافعہ الا بتعیین المدۃ فاذالم تذکر بقی المعقود علیہ مجھولا ففسدت ولذا لوکان الشیئ ملك المستأجر کأن یقول اقطع شجرتی ھذہ بدرھم جاز کما یاتی واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** مجھے اس کی جو وجہ معلوم ہوتی ہے **واللہ تعالٰی اعلم** وہ یہ ہے کہ اجارہ یا تو عمل پر ہوگا یعنی کسی چیز میں تصرف کرنا، نقل وحمل، کاٹنے یا اکھاڑنے کے طور پر اور اس کو اجیر مشترک کہتے ہیں، اور مقصود اس میں اس تصرف کا حاصل ہونا ہے خواہ کسی طرح ہو لہٰذا اس میں یہ قید نہیں کہ اجیر خود ہی عمل کرے اور یا اجارہ اجیر کے منافع پر ہوگا یہ اجیر خاص میں ہوتا ہے، اور مباح چیزوں میں پہلی صورت میں اجارہ متصور نہیں، کیونکہ وہ مستاجر کے ساتھ مخصوص نہیں، اور سب کی طرف اس کی نسبت یکساں ہے، تو اس میں تصرف کا حصول مستاجر پر اجر کو کیونکر لازم کرے گا، بلکہ ان میں اجر اجیر کے منافع کے مقابل ہے کہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرے، تو یہ اجیر وحد ہوگا، اور اس کے منافع کا اندازہ مدۃ کی تعیین وتحدید سے ہی ہوگا اور جب مدۃ کا ذکر نہیں کیا گیا تو معقود علیہ مجہول رہے گا اور اجارہ فاسد رہے گا، اور اسی لئے اگر کوئی چیز مستاجر کی مِلک ہو، مثلاً مستاجر یہ کہے کہ میرا یہ درخت ایک درہم میں اٹ دو تو جائز ہے جیسا کہ آئے گا، واللہ اعلم۔(ت)

[1] الہدایۃ باب ضمان الاجیر مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۰۸/۲

فتاوٰی علمگیریہ میں قنیہ سے ہے:

قال(۱)نصیر سألت ابا سلیمٰن عمن استأجرہ لیحتطب لہ الی اللیل قال ان سمی یوما جاز والحطب للمستأجر(۲)ولوقال ھذا الحطب فالاجارۃ فاسدۃ والحطب للمستأجر وعلیہ اجر مثلہ(۳)ولوکان الحطب الذی عینہ ملك المستأجر جاز[1]۔ **اقول:** والمراد اجر المثل بالغاما بلغ ان لم یسم معینا والا فالاقل منہ ومن المسمی کما ھو الاصل المعروف ولذا عولت علیہ وسیاتی التصریح بہ۔	نصیر نے فرمایا میں نے ابو سلیمان سے پوچھا کہ ایک شخص کسی مزدور سے معاہدہ کرے کہ وہ رات تک اس کیلئے لکڑیاں جمع کرے، تو فرمایا کہ اگر ایک دن کا نام لیا تو جائز ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہوں گی، اور اگر اشارہ کرکے کہا کہ یہ لکڑیاں تو اجارہ فاسد ہے اور لکڑیاں مستاجر کی ہیں اور اس پر اجرِ مثل ہے، اگر وہ لکڑیاں مستاجر کی مِلک ہیں تو جائز ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** مراد اجر مثل ہے خواہ جتنا بھی ہو اگر اس نے معین نہ کیا ہو ورنہ اجر مثل اور اجر معین سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، جیسا کہ کلیہ معروف ہے، اس لئے میں نے اس پر اعتماد کیا اور اس کی تصریح بھی آجائے گی (ت)

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

(استأجرہ لیصیدلہ اویحتطب لہ فان وقت)لذلك وقتا(جاز والالا)فلولم یوقت وعین الحطب فسد (الا اذعین الحطب وھو)ای الحطب(ملکہ فیجوز) مجتبی وبہ یفتی صیرفیۃ[2]اھ۔قال العلامۃ ش قولہ والالا ی والحطب للعامل ط قولہ فسد قال فی الھندیۃ ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر مانقلنا قال قولہ وبہ یفتی صیرفیۃ قال فیھا ان ذکر الیوم	(اس کو اس لئے مزدوری پر لیا کہ وہ اس کے لئے شکار کرے یا لکڑیاں چنے تو اگر اس کا وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں) اور اگر وقت مقرر نہ کیا، اور لکڑیاں مقرر کردیں تو یہ عقد فاسد ہے (ہاں اگر لکڑیاں متعین کردیں اور وہ لکڑیاں اسی کی مِلک ہیں تو جائز ہے) مجتبٰی اسی پر فتوی ہے "صیرفیۃ اھ"۔علامہ "ش" نے فرمایا "اور اس کا قول والالا یعنی لکڑیاں عامل کی ہوں گی ط ان کا قول "فسد" ہندیہ میں ہے ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

[2] الدرالمختار اجارہ فاسدہ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۸۰

اقول: والمراد اجر المثل بالغاما بلغ ان لم یسم معینا والا فالاقل منه ومن المسمی کما هو الاصل المعروف ولذا عولت علیه وسیاتی التصریح به۔ فالعلف للاٰمر والا فللمامور وهذه روایة الحاوی وبه یفتی قال فی المنح وهذا یوافق ماقدمناه عن المجتبٰی ومن ثم عولنا علیه فی المختصر [1] اھ۔

اقول: ھھنا تنبیھان الاول کون الحطب للعامل اذالم یوقت علی مافی الصیرفیة وتبع اطلاقها الفاضلان ط و ش محله مااذالم یعین الحطب ایضا والاکان للاٰمر کما قدمنا عن الهندیة عن القنیة عن نصیر عن ابی سلیمٰن وقد نقلاه ایضا واقراه وفی غمز العیون استأجره لیصید له اولیحتطب جاز ان وقت بان قال هذا الیوم اوهذا الشهر ویجب المسمی لان هذا اجیر وحد وشرط صحته بیان الوقت وقد وجد وان لم یوقت ولکن عین الصید والحطب فالاجارة فاسدة لجهالة الوقت فیجب اجر المثل وما حصل یکون للمستأجر کذا فی الولوالجیة [2] اھ۔ وفی خزانة المفتین رجل استأجر اجیرا لیخیط له الی اللیل بدرهم جاز وکذا لیصتاد له الی اللیل اولیحتطب جاز ویکون الحطب والصید للمستأجر ولو قال لیصطاد هذا الصید اولیحتطب

جو ہم نے نقل کیا ہے فرمایا ان کا قول وبه یفتی صیرفیة اس میں ہے کہ اگر مستاجر نے دن کا ذکر کیا تو چارہ حکم دینے والے کے لئے ہوگا ورنہ اس کا ہوگا جس کو حکم دیا گیا، اور یہ حاوی کی روایت ہے اور اس پر فتوی ہے۔ منح میں ہے اور یہ اُس کے موافق ہے جو ہم مجتبٰی سے نقل کر آئے ہیں اور اس لئے ہم نے اس پر مختصر میں اعتماد کیا اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہاں دو تنبیہات ہیں:

پہلی تنبیہ: لکڑیوں کا عامل کیلئے ہونا جبکہ اس نے وقت کا تعین نہ کیا ہو، جیسا کہ صیرفیہ میں ہے، اور دو ۲ فاضلوں یعنی ط اور ش نے اس کے اطلاق کی متابعت کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب لکڑیوں کا تعین بھی نہ کیا ہو ورنہ لکڑیاں آمر کی ہوں گی، جیسا کہ ہم نے ہندیہ اور قنیہ کے حوالہ سے نقل کیا، یہ روایت نصیر کی ابو سلیمان سے ہے، اور اُن دونوں نے اس کو نقل کیا اور برقرار رکھا، اور غمز العیون میں ہے کسی شخص نے مزدور کو اُجرت پر لیا کہ اُس کیلئے شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس نے اس وقت کا تعین کردیا ہو مثلاً یہ کہا ہو کہ اس دن یا اِس ماہ میں، اور جو طے کیا ہو وہ واجب ہوگا کیونکہ یہ اجیر محض ہے، اور اس کی صحت کی شرط وقت کا بیان ہے جو پائی گئی ہے اور اگر وقت کا تعین نہ کیا ہو لیکن شکار اور لکڑیوں کا تعین کیا ہو تو اجارہ فاسدہ ہے کہ وقت کی جہالت ہے، تو اس صورت میں اجرِ مثل

[1] ردالمحتار اجارہ فاسدہ البابی مصر ۵/ ۴۳

[2] غمز العیون مع الاشباہ کتاب الاجارۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۶

هذا الحطب فهو اجارة فاسدة والحطب والصید للمستأجر وعلیه للاجیر اجر المثل ولو استعان من انسان فی الاحتطاب والاصطیاد فان الصید والحطب یکون للعامل[1] اھ۔

(۱)وفی الهندیة عن محیط السرخسی عن محمد رحمه الله تعالٰی فیمن قال لغیره اقتل هذا الذئب او هذا الاسد ولك درہم و الذئب او الاسد صید فله اجر مثله لایجاوز به درهما والصید للمستأجر[2] اھ۔وبالجملة النقول فیه مستفیضة فما(۲)کان ینبغی اطلاق کون الحطب للعامل عند عدم التوقیت لشموله صورة تعیین الحطب وقد(۳)ذکرها الشارح تفریعا علیه بل(۴)اشار الیها الماتن ایضا کما تری والثانی وقع فی الهندیة عن القنیة قبل مانقلناہ متصلا به مانصه استأجر لیقطع له الیوم حاجا ففعل لاشیئ علیه والحاج للأمور قال نصیر سألت ابا سلیمن[3] الخ۔وکتبت علیه مانصه۔

واجب ہوگا،اور جو حاصل ہوگا وہ مستأجر کو ملے گا کذا فی الولوالجیہ اھ۔اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ کسی شخص نے ایک اجیر لیا کہ وہ رات تک اس کے لئے سلائی کرے اور ایک درہم لے،تو جائز ہے،یا رات تک شکار کرے یا لکڑیاں جمع کرے،اور یہ لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا،اور اگر کہا کہ یہ شکار کرے یا یہ لکڑیاں اکٹھی کرے،تو اجارہ فاسد ہے،اور لکڑیاں اور شکار مستاجر کا ہوگا اور اس کے ذمہ اجیر کیلئے اجر مثل ہوگا،اور اگر کسی انسان سے لکڑیاں اکٹھی کرنے یا شکار میں مدد طلب کی تو شکار اور لکڑیاں عمل کرنے والے کی ہونگی اھ۔اور ہندیہ میں محیط السرخسی سے محمد رحمۃاللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے کہا کہ یہ بھیڑیا ہلاک کردو یا یہ شیر،اور تم کو ایک درہم ملے گا۔تو بھیڑیا اور شیر شکار شمار ہوگا اور اُس کا اجر مثل ملے گا جو ایک درہم سے زائد نہ ہوگا،اور شکار مستاجر کا ہوگا اھ۔خلاصہ یہ کہ اس میں نقول مشہور ہیں تو وقت کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں لکڑیوں کا مطلقًا عامل کیلئے قرار دینا درست نہیں،کیونکہ یہ لکڑیوں کے متعین کرنے کی صورت کو بھی شامل ہے،اور اس کو شارح نے اس کی تفریع کے طور پر ذکر کیا ہے،بلکہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ماتن نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے ــــ **دوسری تنبیہ**: ہندیہ نے قنیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے

[1] خزانۃ المفتین

[2] ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

[3] ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

اقول:(۱)انظر ما وجهه فانه اجير وحد وشرطه بيان المدة وقد وجد كما فى الغمز وش(۲)وقد قال عن ابى سليمٰن بعده ان مسمى يوما جازو ذكر بعده باسطر عن محيط(۳)السرخسى لو استأجر ليصيد له اوليغزل له اوللخصومة اوتقاضى الدين اوقبض الدين لايجوز فان فعل يجب اجر المثل ولو ذكر مدة يجوز فى جميع ذلك[1] اھ۔ويظهر لى فى تأويله ان ليس المراد باليوم الوقت المعلوم الممتد الى غروب الشمس بل هو فيه بمعنى الظرفية اى يقع القطع فى هذا اليوم فهو للاستعجال مثل خطه لى اليوم بدرهم فى(۴)الهداية من استأجر رجلا ليخبزله هذه العشره المخاتيم من الدقيق اليوم بدرهم فهو فاسد عند ابى حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد رضى الله تعالٰى عنهم جازلانه يجعل المعقود عليه عملا وذكر اللوقت للاستعجال تصحيحا للعقد وله ان المعقود عليه مجهول لان ذكر الوقت يوجب كون المنفعة معقودا عليها وذكر العمل يوجب كونه معقودا عليه

کسی نے کوئی مزدور اس کام کیلئے لیا کہ وہ آج اُس کیلئے گھاس کاٹے گا،اُس نے ایسا ہی کیا تو اس کیلئے کوئی اُجرت لازم نہیں،اور گھاس اُسی کی ہوجائے گی۔نصیر نے کہا میں نے ابوسلیمٰن سے دریافت کیاالخ۔(ت)

میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محض اجیر ہے،اور اس کی شرط بیان مدۃ ہے جو پائی گئی کما فی الغمز و'ش'اور اس کے بعد ابوسلیمان سے کہا کہ اگر ایک دن کا کہا تو جائز ہے اور چند سطور بعد محیط سرخسی سے نقل کیا کہ اگر کسی کو اجرت پر لیا تاکہ اس کے لئے شکار کرے یا سُوت کاتے یا اُس کی وکالت کرے یا قرض طلب کرے یا قرض وصول کرے تو جائز نہیں،تو اگر ایسا کیا تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مدۃ کا ذکر کیا تو ان تمام صورتوں میں جائز ہے اھ۔اور اس کی تاویل مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوم سے مراد دن کا وہ معین وقت نہیں ہے جو غروبِ آفتاب تک دراز ہو،بلاالکہ اس یہاں ظرفیت کے معنی ہیں یعنی گھاس کا کاٹنا اس دن میں واقع ہو،تو یہ جلدی کے اظہار کیلئے ہے،جیسے یہ کہا کہ آج ہی یہ چیز مجھے سی کردو،ایک روپے میں،ہدایہ میں ہے جس نے کسی شخص کو اُجرت پر لیا تاکہ آج ایک درہم میں یہ دس بوری آٹا پکادے تو یہ اجارہ ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے،اور صاحبین نے فرمایا جائز ہے،صاحبین معقود علیہ عمل کو قرار دیتے ہیں اور ذکرِ وقت کو عجلت کیلئے قرار دیتے ہیں تاکہ عقد صحیح ہو،امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے کیونکہ

[1] ہندیۃ الباب السادس عشر پشاور ۴/ ۴۵۱

ولا ترجیح ونفع المستأجر فی الثانی ونفع الاجیر فی الاول فیفضی الی المنازعة(۱)وعن ابی حنیفة انه یصح الاجارة اذا قال فی الیوم وقدسمی عملا لانه للظرف فکان المعقود علیه العمل بخلاف قوله الیوم وقدمر مثله فی الطلاق [1] اھ۔اوالامران القنیة ذکرت ھذا برمز ثم رمزت لاٰخر وذکرت ماعن نصیر فیکون ھذا قول بعض علی خلاف ماعلیه الناس وعلی خلاف ماعلیه الفتوی کما فی(۲)الصیرفیة ومن عادة الهندیة نقل عبارة القنیة بحذف(۳)الرموز فتصیر الاقوال کقول واحد کما نبهت علیه فی بعض المواضع من ھو امشها واللہ تعالٰی اعلم۔	وقت کا ذکر منفعت کو معقود علیہا بناتا ہے،اور عمل کا ذکر اس کو معقود علیہ کرتا ہے،اور کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، مستاجر کا نفع دوسرے میں ہے اور اجیر کا پہلے میں ہے، تو اس میں جھگڑا پیدا ہوگا،اور ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ اجارہ اس وقت صحیح ہوگا جبکہ "دن میں" کہا اور کسی عمل کا نام لیا، کیونکہ یہ ظرف ہے تو معقود علیہ عمل ہوا بخلاف اس کے قول "الیوم" کے اور اسی کی مثل طلاق کے باب میں گزرا اھ یا معاملہ اس طرح ہے کہ قنیہ نے اسکو ثم کے رمز سے ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا،اور جو کچھ نصیر سے مروی ہے وہ نقل کیا، یہ بعض کا قول ہے اور بعض کے خلاف ہے،اور فتوٰی بھی اس کے خلاف پر ہے کما فی الصیرفیة اور ہندیہ کی عادت ہے کہ وہ قنیہ کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کردیتے ہیں، تو چند اقوال ایک ہی قول کے مانند ہوجاتے ہیں،اس پر میں نے اس کے بعض حواشی پر تنبیہ کی ہے،واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

صورت ہفتم خود ظاہر ہے کہ اُس کے اقرار سے ملک مستاجر ہے۔

اقول: وذلك لان الاجیر عامل لغیرہ وقد اعترف انه عمل علی وجه الاجارة واخذہ لمن استأجرہ۔	**میں کہتا ہوں** اس کی وجہ یہ ہے کہ اجیر دوسرے کا عامل ہوتا ہے اور اس نے یہ اعتراف کیا ہے وہ وہ بطور اجیر کام کررہا ہے اور وہ چیز مستاجر کیلئے لے رہا ہے۔(ت)

یوں ہی صورتِ ہشتم میں کہ ظرف مستاجر میں احراز دلیل ہے کہ مستاجر کیلئے ہے، جامع الصغار میں ہے:

[1] الہدایۃ اجارہ فاسدہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳۰۴/۳

الاجیر اذا حمل الماء بکوز المستأجر یکون محرزا للمستأجر[1]۔	اجیر جب مستاجر کے کُوزے میں پانی لائے تو وہ مستاجر کا ہوگا۔(ت)

رہی صورت نہم ظاہر ہے کہ اس میں مِلک اجیر ہے۔

اقول: اور اس پر تقریر دلیل یوں کہ یہ اجیر نہ بیان مدّت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اس وقت میں اُس کا کام خواہی نخواہی آمر کیلئے ہو نہ شیئ کی تعیین ہوئی کہ بوجہ قبول اُس کا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اس وقت جو اُس نے لیا بربنائے جارہ بغرض مستاجر لیا ہو نہ وہ مقر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہذا مِلک اجیر ہی ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

اقول: ویترا أی لی ان مَثَل الاستیلاء عند الفقهاء کمثل الشراء، مهما وجد نفاذ(ا) انفذ فاذا وکله بشراء عبد، والموکل لم یعین العبد، ولا الوکیل اضاف الیه العقد، ولا وقع من ماله النقد، ولا اقرانه شراه له، فانه یکون للشاری لالمن وکله، والمسألة فی الهدایة والدر، وعامة الاسفار الغر، فالتوقیت ههنا کالاضافة ثمه لانتقال فعله الی الأمر کمامرو الاحراز بظرفه کالنقد من ماله والا قرار الاقرار والتعیین التعیین واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	اور مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ استیلاء کی مثال فقہاء کے نزدیک شراء کی سی ہے جب نفاذ پایا جائیگا اس کو نافذ کر دیا جائیگا۔اب کسی نے کسی شخص کو غلام خریدنے کیلئے کہا اور موکل نے غلام کی تعیین نہ کی اور نہ وکیل نے عقد کو اس کی طرف مضاف کیا اور نہ اس کے مال سے ادائیگی کی اور نہ یہ کہا کہ اُس نے اس کیلئے خریدا ہے، تو یہ غلام خریدنے والے کا ہوگا نہ کہ حکم دینے والے کا، یہ مسئلہ ہدایہ، در اور عام کتب میں مذکور ہے، تو یہاں توقیت کی حیثیت وہاں اضافت کی طرح ہے کیونکہ اس کا فعل آمر کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اُس کے ظرف کا حاصل کرلینا اس کے مال سے ادائیگی کی طرح ہے اور یہ اقرار اس اقرار کی طرح اور یہ تعیین اس تعیین کی طرح ہے، **واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**(ت)

بالجملہ یہ نو صورتیں ہیں جن میں سے چار میں وہ شے مباح لینے والے کی مِلک ہے اور پانچ میں دوسرے کی۔یہ جبکہ لینے والا حُر ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اس کا جو کچھ ہے اس کے مولی کا ہے **ھذا**

[1] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

ماظھر لی نظرا فی کلماتھم وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا ان کے کلمات کو دیکھتے ہوئے اور مجھے امید ہے کہ یہی صحیح ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ت)

تنقیح دوم یہ اصول مطلق استیلائے مباح میں ہُوئے یہاں کہ گفتگو نابالغ میں ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اُس کے والدین اگر اُس سے کوئی شے مباح مثلاً کنویں سے پانی یا جنگل سے پتّے منگائیں تو اُس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورہ استیلاء میں کوئی تفاوت آئے گا یا نہیں، اگر آئے گا تو کیا۔اس میں علماء کے تین قول ہیں:

اوّل کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات میں استخدام کا اختیار نہیں صبی اگرچہ ان کے حکم سے اُنہیں کے لئے انہیں کے ظرف میں لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اُس میں تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔

اقول: یعنی بحالت فقر بلاقیمت اور بحالتِ احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں بوعدہ قیمت تصرف کرسکتے ہیں ذخیرہ ومنیہ پھر معراج الدرایہ پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے:

لوامر صبیا ابوہ اوامہ باتیان الماء من الوادی اوالحوض فی کوز فجاء بہ لایحعل لابویہ ان یشربا من ذلك الماء اذالم یکونا فقیرین لان الماء صار ملکہ ولایحل لھما الاکل ای والشرب من مالہ بغیر حاجۃ[1]۔	اگر کسی بچّہ کو اپنے باپ یا ماں نے وادی یا حوض سے لوٹے میں پانی لانے کو کہا پھر وہ پانی لے آئے تو اس کے ماں باپ کیلئے اس پانی کو پینا جائز نہیں بشرطیکہ وہ فقیر نہ ہوں، کیونکہ پانی اُس بچّہ کی مِلک ہوگیا اور اُن دونوں کیلئے اس کے مال سے بلاحاجت کھانا پینا جائز نہیں۔(ت)

جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

(۲)اذا احتاج الاب الی مال ولدہ فان کانا فی المصر واحتاج لفقرہ اکل بغیر شیئ وانکانا فی المفازۃ واحتاج الیہ لانعدام الطعام معہ فلہ الاکل بالقیمۃ[2]۔	جب باپ کو بچّہ کے مال کی حاجت ہو اور وہ شہر میں ہو اور فقر کی وجہ سے بچہ کا مال کھانے کا محتاج ہو تو کھالے اور اس پر کوئی شے نہیں، اور اگر یہ صورت حال جنگل میں پیش آئے اور باپ کے پاس کھانا موجود نہ ہو اور اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو وہ قیمت کے ساتھ کھاسکتا ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷۳

جامع الفصولین فوائد امام ظہیر الدین سے ہے:

لوکان الاب فی فلاۃولہ مال فاحتاج الی طعام ولدہ اکلہ بقیمۃ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاب احق بمال ولدہ اذا احتاج الیہ بالمعروف والمعروف ان یتناولہ بغیر شیئ لوفقیرا والا فبقیمتہ[1]۔	اگر باپ جنگل میں ہو اور اس کے پاس مال ہو اور پھر اس کو اپنے بیٹے کا مال کھانے کی ضرورت لاحق ہو تو وہ اس کی قیمت دے کر کھا سکتا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال کا معروف طریقہ کے مطابق زیادہ حق ہے اور معروف طریقہ یہی ہے کہ بلاقیمت استعمال کرے اگر فقیر ہو، ورنہ قیمت کے ساتھ استعمال کرے۔(ت)

مگر اس اجازت سے احکام مذکورہ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ مِلک نابالغ ہی کی قرار پائی۔ماں باپ کو قیمتًا یا مفت اُس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلاء سے خاص نہیں صبی کی ہر مِلک میں ہے۔

دوم: فقیر والدین کی طرح غنی ماں باپ کو بھی بچہ سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی روا کہ عرف ورواج مطلق ہے یہ امام محمد سے ایک روایت ہے ذخیرہ اور اس کے ساتھ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے: **وعن محمد یحل لھما ولوغنیین للمعروف والعادۃ**[2]۔ (محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان دونوں کے لئے حلال ہے اگرچہ دونوں غنی ہوں کیونکہ عرف اور عادت کا اعتبار ہے۔ت)

اقول: اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالٰی **مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ**[3] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ت) تو یہ روایت صورنہ گانہ استیلاء سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔ جامع احکام الصغار میں ہے:

فی ھبۃ فتاوی القاضی ظھیر الدین	قاضی ظہیر الدین کے فتاوٰی کی ہبہ کی بحث میں ہے

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

[2] جامع الفصولین الفصل السابع والعشرون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹

[3] القرآن ۴/ ۶

رحمہ اللہ تعالٰی اذا اھدی الصغیر شیأ من المأکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ یباح لوالدیہ وشبہ ذلک بضیافۃ المأذون واکثر مشایخ بخارٰی انہ لایباح[1]۔	کہ جب بچّہ کھانے کی کوئی چیز بطور ہدیہ دے تو امام محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو اس میں سے کھانا جائز ہے، اور انہوں نے اس کو ماذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا اور بخارا کے اکثر مشائخ کہتے ہیں یہ مباح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شامی میں تاتارخانیہ وذخیرہ سے ہے اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بے علاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کیلئے اباحتِ تصرف کرتی ہے نہ کہ اثباتِ مِلک تو ضابطہ بحال ہے۔

سوم: اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہوں گے ورنہ صبی جیسے اجیر۔

اقول: یعنی جس کانہ وقت معین کیانہ کسی معین شے کیلئے اجیر نہ اُس نے مستاجر کیلئے اقرار کہ ان حالتوں میں ظرف پر لحاظ نہیں، جامع الصغار میں ہے:

فی بیوع فوائد صاحب المحیط الاب اوالام اذا امر ولدہ الصغیر لینقل الماء من الحوض الی منزل ابیہ ودفع الیہ الکوز فنقل قال بعضھم الماء الذی فی الکوز یصیر ملکا للصبی حتی لایحل للاب شربہ الا عند الحاجۃ لان الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل وقال بعضھم ان کان الکوز ملکا للاب یصیر ملکا للاب ویصیر الابن محرز الماء لابیہ کالاجیر اذاحمل الماء بکوز المستأجر یکون محرز اللمستأجر کذا ھذا[2]۔	صاحبِ محیط کی فوائد کے باب البیوع میں ہے کہ ماں باپ نے چھوٹے بچے کو حوض سے اپنے گھر پانی لانے کو کہا اور اس کو لوٹا بھی دیا چنانچہ وہ پانی لے آیا، تو ایسی صورت میں بعض علماء کے نزدیک لوٹے کا پانی بچّہ کی مِلک ہے یہاں تک کہ باپ بلا ضرورت اس میں سے پی بھی نہیں سکتا کیونکہ مباح اشیاکے حصول کیلئے اس سے خدمت لینا باطل ہے، اور بعض نے کہا کہ اگر لوٹا باپ کی ملک ہے تو پانی بھی باپ کی ملک ہوگا اور بیٹا مزدور کی طرح پانی کو اپنے باپ کے لئے جمع کرنے والا قرار پائے گا کیونکہ اجیر اگر مستاجر کے لوٹے میں پانی لائے تو وہ پانی مستاجر ہی کا ہوگا، یہی حال اس کا ہے۔ (ت)

[1] جامع احکام الصغار مع الفصولین اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۶

[2] جامع احکام الصغار مع الفصولین اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۷

اول کو وہ سید علامہ طحطاوی وشامی نقل کرکے فرمایا اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے مدفوع ہے،

وحاول ش ان یوھنه بالدلیل فنازعه بان للاب ان یستخدم ولدہ قال فی جامع(۱)الفصولین وللاب ان یعیر ولدہ الصغیر لیخدم استاذہ لتعلیم الحرفة(۲)وللاب او الجد اوالوصی استعماله بلاعوض بطریق التھذیب والریاضة [1]اھ۔قال الا ان یقال لایلزم من ذلك عدم ملکه لذلك الماء المباح وان امرہ به ابوہ واللّٰه تعالٰی اعلم [2]اھ۔	اور "ش" نے اس کو دلیل کے ذریعہ کمزور دکھانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ باپ کو تو ویسے بھی حق ہے کہ بلامعاوضہ بیٹے سے کام لے۔جامع الفصولین میں فرمایا کہ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو استاد کی خدمت کیلئے متعین کرسکتا ہے تاکہ استاد اس کو صنعت وحرفت سکھائے،اور باپ دادا اور وصی بچّے سے کام لے سکتے ہیں تاکہ اس کو ادب وتہذیب سکھائیں اور اس کو کام کرنے کی عادت ہو اھ۔فرمایا مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہوگا،خواہ اس نے اپنے باپ کے حکم سے پانی لیا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)
اقول:(۳)الجواب صحیح نظیف ماکان یستاھل التزییف بل(۴)کان واضحا من قبل فلم یکن للسؤال محل(۵)بل السؤال ساقط من رأسه فھم لاینکرون جواز الاستخدام للاب لکن ذلك حیث یصح ویتحقق فان الشیئ انما یجوز بعد مایصح والباطل لاوجود له وقد علمت انه فی الاعیان المباحة باطل وبه انکشف ایھامان واقعا فی کلامه فی کتاب الشرکة حیث کان فی التنویر(۶)والدر لاتصح شرکة فی احتطاب	میں کہتا ہوں،جواب بالکل درست ہے اس کو ضعیف قرار دینا درست نہ ہوگا،بلکہ پہلے سے واضح تھا،تو سوال کی گنجائش ہی نہ تھی،بلاکلہ سوال کی بنیاد ہی ساقط ہے،کیونکہ مشائخ اس امر کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ باپ بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے لیکن یہ صرف اُسی صورت میں ہے جبکہ متحقق ہو اور صحیح ہو،کیونکہ شے اسی وقت جائز ہوتی ہے جبکہ صحیح ہو اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور آپ جان چکے ہیں کہ یہ اعیان مباحہ میں باطل ہے،ان کی کتاب کی کتاب الشرکۃ میں دو وہم تھے وہ بھی اس

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب البابی مصر ۵/ ۳۱۲

[2] ردالمحتار فصل فی الشرب البابی مصر ۵/ ۳۱۲

واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر مباحات لتضمنها اوکالة والتوکیل فی اخذ المباح لایصح وما حصله احدهما فله وما حصلاه معافلهما نصفین ان لم یعلم مالکل وما حصله احدهما باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله[1] اھ۔

فکتب رحمه الله تعالٰی علی قوله وما حصلاہ فلهما یؤخذ من هذا ماافتی به فی الخیریة(۱) لواجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونَمَا المَالُ فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی العمل والرای اھ۔قال ثم هذا فی غیر الابن مع ابیه لما فی القنیة(۲) الاب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیئ فالکسب کله للاب انکان الابن فی عیاله لکونه معیناله[2] اھ۔

اقول:(۳) فایراده هذا الفرع فی هذا المبحث ربما یوهم ان لواجتمع رجل وابنه فی عیاله فی تحصیل مباح کان کله للاب ویجعل الابن معیناله(۴) ولیس کذلك فان الشرع المطهر جعل فی المباح

بگفتگو سے ختم ہوگئی، دُر اور تنویر میں ہے لکڑیاں اکٹھی کرنے، گھاس جمع کرنے، شکار کرنے اور پانی بھرنے میں شرکت جائز نہیں، اور یہی حال دوسری مباحات کا ہے کیونکہ یہ وکالت کو متضمن ہے اور مباح کے لینے میں توکیل جائز نہیں، دو میں سے کسی ایک نے جو حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونوں نے مل کر حاصل کیا ہو تو وہ آدھا آدھا ہے، اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کتنا لیا تھا اور جو کچھ ایک نے اپنے ساتھی کی مدد سے لیا وہ اُسی ایک کا ہوگا اور ساتھی کو اجر مثل ملے گا اھ۔ توانہوں نے اس کے قول وماحصلاہ فلھما پر لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خیریہ میں جو فتوی ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے اگرچہ کچھ بھائی مل کر اپنے باپ کے ترکہ میں کام کریں، اور پھر کچھ مال حاصل ہوا تو وہ ان کے درمیان برابری کی بنیاد پر تقسیم ہوگا خواہ عمل اور رائے میں اختلاف ہی کیوں نہ رہا ہو اھ۔ فرمایا یہ حکم اُس صورت میں نہیں ہے جبکہ بیٹا باپ کے ساتھ مصروف عمل ہو، کیونکہ قنیہ میں ہے اگر باپ بیٹا ایک ہی صنعت میں کام کرتے ہوں اور اُن کے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ ہو تو کل کمائی باپ کی شمار ہوگی بشرطیکہ بیٹا باپ کے عیال میں ہو، کیونکہ وہ اس کا مددگار ہے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں ان کا اِس فرع کو اس بحث میں لانا یہ وہم پیدا کرتا ہے اگر بیٹا باپ کے عیال میں ہو اور باپ بیٹا کسی مباح چیز کے حاصل ہونے میں مل کر کام کریں تو حاصل شدہ چیز پوری کی پوری باپ کی ہوگی اور بیٹا اس کا مددگار قرار پائے گا،

[1] الدرالمختار شرکت فاسدۃ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۴

[2] ردالمحتار شرکت فاسدۃ البابی مصر ۳/ ۳۸۳

سبب الملك الاستیلاء فمن استولی فھو المالك ولا ینتقل الملك الٰی غیرہ الابوجه شرعی کھبة وبیع ولا ینسب اخذہ لغیرہ الابوجه شرعی ککونه عبدہ اواجیرہ علیه اما الاعانة مجانا فھی الخدمة وقد علمت بطلان الاستخدام فی تلك الاعیان وکتب علی قوله باعانة صاحبه سواء کانت الاعانة بعمل کما اذا اعانه فی الجمع والقلع اوالربط اوالحمل اوغیرہ اوباٰلة کما لودفع له بغلا او راویة لیستقی علیھا اوشبکة لیصید بھا حموی وقھستانی ط [1] اھ۔

حالانکہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مباح اشیاء میں مِلک کا سبب استیلاء کو قرار دیا ہے تو جو بھی کسی مباح پر قابض ہوجائے وہی مالک ہے اور دوسرے کی طرف اب اس کی ملک شرعی طریقوں سے ہی منتقل ہوسکتی ہے جیسے ہبہ اور بیع وغیرہ اور اس کا لینا اس کے غیر کی طرف صرف شرعی سبب سے ہی منسوب ہوگا، مثلاً یہ کہ وہ اس کا غلام ہو، یا مزدور ہو، اور مفت کی اعانت تو یہ خدمت ہے، اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مباح چیزوں میں خدمت لینا باطل ہے، اور "باعانة صاحبه" پر لکھا کہ عام ازیں اعانت عملی ہو، جیسے کسی چیز کے جمع کرنے، اکھاڑنے، باندھنے، اٹھانے وغیرہ میں مدد کرے، یا آلہ کے ذریعے مدد ہو جیسے اس کو خچر دیا، پانی بھرنے کا بڑا ڈول دیا یا شکار کے لئے جال دیا، حموی وقہستانی ط اھ۔ (ت)

اقول:(۱) فلا یتوھمن منه الاعانة فی قلع الحطب بان یقلع البعض ھذا والبعض ھذا لانه ھو تحصیلھما (۲) بل المعنی انه وضع یدہ مع یدہ فی القلع حتی ضعف تعلقه فقلعه المعان اوعمل ھذا اولا وترکه قبل ان ینقلع ثم عمل ذاك فقلعه یکون الاول معینا والملك للقالع (۳) کمن استقی من بئر فاذا دنا الدلو من رأسه اخرجھا ونحاھا عن رأس البئر غیرہ فان الملك للثانی وکذلك اذا

میں کہتا ہوں اس سے یہ وہم پیدا نہ ہو کہ لکڑیاں اکھاڑنے میں مدد دینا بھی اسی طرح ہے، مثلاً بعض لوگ اس طرف سے اور بعض اُس طرف سے لکڑیاں اکھاڑیں اس لئے یہ اُن دونوں کا حاصل کرنا ہے، بلالکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی لکڑی پر ہاتھ رکھیں اور دونوں ایک ساتھ اس کو اکھاڑیں، یا یہ کہ پہلے ایک شخص نے ایک درخت پر زور آزمائی کی اور ہٹ گیا پھر دوسرے نے زور آزمائی کی اور اس کو اکھاڑ لیا، تو پہلا مددگار قرار پائے گا اور ملک اکھاڑنے والے کی ہوگی، جیسے کوئی شخص ڈول بھر کر کنویں سے

[1] ردالمحتار شرکت فاسدۃ البابی مصر ۳/ ۳۸۳

اثار احد صیدا وجاء به علی اخر فاخذه کان للاٰخذ وما احسن وابعد عن الایهام عبارة الهدایة حیث قال(۱)وان عمل احدهما واعانه الاٰخر فی عمله بان قلعه احدهما وجمعه الاٰخر اوقلعه وجمعه وحمله الاٰخر فللمعین اجر المثل [1]۔	پانی نکالے اور جب ڈول کنویں کے دہانے تک آجائے تو دوسرا شخص نکال کر رکھ دے۔اس صورت میں مِلک دوسرے کی ہوگی،اسی طرح کسی نے شکار کو ہنکایا اور دوسرے شخص کے قریب آیا اور دوسرے شخص نے پکڑ لیا،تو جس نے پکڑا اسی کا ہوگا۔مگر ہدایہ کی عبارت ہر قسم کے وہم سے پاک صاف ہے اس میں ہے کہ اگر عمل ایک نہ کیا اور دوسرے نے اس عمل میں معاونت کی،مثلًا یہ کہ درخت ایک شخص نے اکھاڑے اور دوسرے نے جمع کئے یا اکھاڑے اور جمع کئے لیکن اٹھائے دوسرے نے،تومددگار کو اجر مثل ملے گا۔(ت)

دوم: کہ نص محرر المذہب سے مروی نظر ظاہر گمان کرے گی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اُس پر اعتماد کیا فتاوٰی(۱)اہل سمرقند پھر فتاوٰی ۲خلاصہ میں اُس کے حوالہ سے ہے:

رجل(۲)وهب للصغیر شیأا من المأکول یباح للوالدین ان یاکلا منه کذاروی عن محمد رحمهاﷲ تعالٰی [2]۔	اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کیلئے وہ چیز بھی کھانا جائز ہے محمد رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

وهب للصغیر من المأکول شیأ یباح للوالدین ان یاکلاه [3]۔	اگر کسی شخص نے بچے کو کھانے کی چیز ہبہ کی تو اس کے والدین کو اس چیز کا کھانا صحیح ہے۔(ت)

فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

اذا وهب الصبی شیئا من الماکول قال محمد رحمه اللہ تعالٰی مباح لوالدیه ان یاکلا منه وقال اکثر مشایخ	اگر کسی نے بچہ کو کھانے کی کوئی چیز ہبہ کی تو محمد نے فرمایا اس کے والدین کیلئے اس میں سے کھانا مباح ہے۔اور بخارٰی کے اکثر مشائخ نے فرمایا

[1] الہدایۃ فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ جزثانی المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۶۱۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الہبۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۴۰۰

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ کتاب الہبۃ پشاور ۶/ ۲۳۷

بخارٰی لایحل [1]اھ اقول:(۱)وتفرد بتعبیر قال محمد فان عبارۃ العامۃ روی عندہ واللہ تعالٰی اعلم۔	والدین کو کھانا حلال نہیں اھ (ت) **میں کہتا ہوں** "قال محمد" کی عبارت تنہا انہوں نے ہی استعمال کی ہے کیونکہ عام کتب کی عبارت یہ ہے کہ ان سے مروی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فتاوٰی (۵) ظہیریہ پھر غمز (۶) العیون میں ہے:

اذا اھدی للصغیر شیئ من المأکولات روی عن محمد انہ یباح لوالدیہ وشبہ ذلك بالضیافۃ واکثر مشایخ بخارٰی علی انہ لایباح بغیر حاجۃ [2]۔	جب بچہ کو کسی نے کھانے کی چیزیں ہدیہ میں دیں، تو محمد سے مروی ہے کہ اس کے والدین کو ان کا کھانا مباح ہے اور یہ ضیافت کی طرح ہے اور بخارٰی کے اکثر مشائخ کا کہنا ہے کہ بغیر حاجت جائز نہیں۔(ت)

بحرالرائق (۷) میں ہے:

یباح للوالدین ان یاکلا من المأکول الموھوب للصغیر کذا فی الخلاصۃ فافاد ان غیر المأکول لایباح لھما الا عند الاحتیاج کما لایخفی [3]۔	والدین کو بچّہ کی موہوبہ چیز کا کھانا مباح ہے کذا فی الخلاصہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ماکول کو استعمال میں لانا مباح نہیں، ہاں ضرورۃً جائز ہے کمالایخفی۔(ت)

درمختار میں ہے:

وفیھا ای فی السراجیۃ یباح لوالدیہ ان یاکلا من مأکول وھب لہ وقیل لاانتھی۔فافاد ان غیر الماکول لایباح لھما الا لحاجۃ [4]اھ اقول: وکانہ اخذہ من ان العمل	سراجیہ میں ہے بچہ کے والدین کو مباح ہے کہ بچہ کو ہدیہ کی گئی چیز سے کھائیں اور ایک قول ہے کہ جائز نہیں انتہی، اس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول سے بلاحاجۃ استفادہ جائز نہیں اھ (ت) **میں کہتا ہوں** شاید انہوں نے یہ فتوٰی اس اصول سے

[1] فتاوٰی سراجیۃ مسائل متفرقۃ من ہبۃ لکھنؤ ص ۹۶
[2] جامع الصغار مع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۶
[3] بحرالرائق کتاب الھبۃ سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸۸
[4] الدرالمختار کتاب الھبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

بقول اصحاب الامام اذا لم یوجد عنه قول ولا یوازیه قول المشایخ وان کثروا کماذکرنا نصوصه فی رسالتنا اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام لاسیما وقد عبره بقال محمد والا فلیس فی السراجیة قیل کما اسمعناك نصها۔	اخذ کیا ہے کہ امام کے اصحاب کے قول پر اس وقت عمل ہوگا جب امام سے کوئی قول نہ پایا جائے اور امام کے قول کے ہمسر مشائخ کے اقوال نہیں ہو سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اس کے نصوص ہم نے اپنے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام میں ذکر کئے ہیں خاص طور پر انہوں نے اس کو "قال محمد" سے تعبیر کیا ہے ورنہ سراجیہ میں قلیل نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس کی نص ذکر کی ہے۔(ت)

تاتارخانیہ[9] پھر ردالمحتار[10] میں ہے:

روی عن محمد نصا انه یباح وفی الذخیرة واکثر مشائخ بخاری علی انه لایباح[1]	محمد سے مروی ہے بطور نص کہ یہ مباح ہے اور ذخیرۃ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخاری اس پر ہیں کہ مباح نہیں۔(ت)

اسی طرح جواہر[11] اخلاطی وہندیہ[12] میں ہے جامع[13] الصغار کی عبارت اوپر گزری۔

اقول: مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں اگرچہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالٰی سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے مِلک صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادت فاشیہ جاری ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچّوں ہی کے نام کرکے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ توقطعًا نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشار تام وعام دیکھ کر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل وتوضیح فرمادی۔ فتاوٰی[1] سمرقند پھر تاتاخانیہ[2] پھر شامیہ[3] نیز کتاب[4] **التجنیس والمزید** پھر جامع[5] الصغار میں ہے:

اذا اھدی الفواکه الی الصبی الصغیر یحل للاب والام الاکل اذا ارید بذلك برالاب والامام لکن اھدی الی الصغیر استصغار اللھدیة[2]۔	جب چھوٹے بچے کو کسی نے میوہ جات ہدیہ کئے تو اس کے ماں باپ کو اس میں سے کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس ہدیہ کا مقصد ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک ہو اور بچہ کو محض اس لئے ہدیہ کیا گیا ہو کہ ہدیہ کو چھوٹا سمجھا گیا ہو۔(ت)

[1] ردالمحتار کتاب الھبۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۷۲

[2] جامع الصغار مع الفصولین الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۶

ملتقط[6] پھر اشباہ[7] کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہے۔

حیث قالا اذا(ا)اھدی للصبی شیئ وعلم انه له فلیس للوالدین الا کل منه لغیر حاجة [1]اھ۔ **اقول:** بنی المنع علی علم انه للصغیر فافاد الاباحة اذالم یعلم شیئ ردا الی العادة الفاشیة۔	انہوں نے فرمایا کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہدیہ کی گئی ہو اور معلوم ہو کہ وہ صرف بچے کیلئے ہے تو والدین اس میں سے بلا حاجت نہیں کھا سکتے اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** والدین کیلئے اس کا استعمال جائز نہ ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ اُسے علم ہو کہ یہ بچّہ کا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ جب علم نہ ہو تو مباح ہے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا گیا ہے۔(ت)

امام ظہیرالدین نے اُن عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرما کر اس امر کا تصفیہ فرمادیا، ظہیریہ[8] پھر علمگیریہ[9] میں ہے:

اھدی للصغیر الفوا کہ یحل لوالدیه اکلھا لان الاھداء الیھما وذکر الصبی لاستصغار الھدیة[2] اھ۔ **اقول:**ومن ھھنا ظھر ان ماتقدم عن جامع الصغار عن الظھیریة اذا اھدی الصغیر شیا من الماکولات ان لم یکن عن نقله بالمعنی لان المسألة فی سائر الکتب فیما وھب شیئ للصغیر وقد نقل عن الظھیریة نفسھا فی الغمز بلفظ اذا اھدی للصغیر شیئ کما سمعت فلیس مرادہ الا اھداؤہ مما اھدی الیه لاان یبتدی الصبی فیھدی من ملکه شیا	بچہ کو پھل ہدیہ کیے گئے تو اس کے والدین کو اُن کا کھانا جائز ہے کیونکہ ہدیہ دراصل والدین کو ہی تھا بچہ کے ہاتھ میں اس لئے دیا گیا کہ ہدیہ کو معمولی سمجھا گیا۔(ت) **میں کہتا ہوں** اس سے معلوم ہوا کہ جو عبارت جامع صغیر سے ظہیریہ سے گزری کہ جب بچہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہدیہ کرے، اگر یہ اس کی نقل بالمعنی نہیں ہے کیونکہ تمام کتب میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ کوئی چیز بچہ کو ہبہ کی گئی اور خود ظہیریہ میں غمز سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ جب بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی جیسا کہ تم نے سنا، تو ان کی مراد یہ ہے کہ بچّہ اس چیز سے ہدیہ کرے جو اس کو ہدیہ کی گئی ہو، یہ نہیں کہ بچہ ابتداء کرے اور اپنی مِلک سے کچھ ہدیہ کرے، اور اس کی دلیل

[1] الاشباہ والنظائر احکام الصبیان ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۴۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث من الھبۃ پشاور ۴/ ۳۸۱

والدلیل علیه قوله وشبه ذلك بضیافة المأذون فالمأذون(۱)لایضیف من مال نفسه بل مولاه ومولاه انما اذن فی التجارة لکن العوائد قضت ان امثال الضیافات لابدمنها فی التجارات فکان اذنه فی التجارة اذنا فیها کذلك الصبی لاهدی من مال نفسه بل مال المهدی والمُهدی انما سمی الصبی لکن فشت العوائد ان امثال الهدایا لایمنع عنها ابواه فکان اهداؤه الیه اهداء الیهما۔	ان کا یہ قول ہے کہ اور یہ مشابہ ماذون کو ضیافت کے ہے کہ ماذون اپنے مال سے ضیافت نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے مولٰی کے مال سے کرتا ہے اور اس کے مولٰی نے اس کو تجارت کی اجازت دی ہے، لیکن عرف میں یہ عادت ہے کہ تجارت میں اس قسم کی ضافتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، تو تجارت کی اجازت دینا ضیافت کی اجازت کے مترادف ہے، اسی طرح بچہ اپنے مال سے ہدیہ نہیں دیتا ہے بلاکلہ ہدیہ دینے والے کے مال سے ہی ہدیہ دیتا ہے اور ہدیہ دینے والے نے بچہ کا نام لیا مگر عام طور پر عادت یہ ہے کہ اس قسم کے ہدایا سے ماں باپ کو منع نہیں کیا جاتا ہے تو بچوں کو ہدیہ دینا ماں باپ کو ہدیہ دینا سمجھا جاتا ہے۔(ت)
اقول: والوجه فیه ان المأکولات ممایتسارع الیها الفساد فیکون اذنا من المهدی لهما فی التناول دلالة وذلك بان یقع الملك لهما بخلاف مایدخر فظهر اصابة البحر والدر فی قولهما افادان غیر المأکول لایباح لهما الا لحاجة [1] (۲)واندفع ماوقع للعلامة ش حیث قال بعد نقل مامر عنه عن التتارخانیة عن فتاوی سمرقند قلت:وبه یحصل التوفیق ویظهر ذلك بالقرائن وعلیه فلا فرق بین المأکول وغیره بل غیره اظهر [2] اھ	میں کہتا ہوں کھانے پینے کی چیزیں عام طور پر جلدی گل سڑ جاتی ہیں تو ہدیہ دینے والے کی طرف سے والدین کو اشارۃً کھانے کی اجازت سمجھی جائے گی، اور اس طرح مِلک والدین کے لئے ثابت ہوگی اور جو اشیاء جلد خراب ہونے والی نہیں ہیں ان کا یہ حکم نہیں ہے، تو بحر اور دُر کے قول کی صحت ظاہر ہوگئی، ان کا قول ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے کی نہیں ان کا استعمال والدین کے لئے جائز نہیں، ہاں حاجت کے وقت جائز ہے، اور علامہ "ش" کا اعتراض ختم ہوا انہوں نے تو وہ عبارت نقل کی جو تتارخانیہ، فتاوی سمرقند سے گزری، پھر فرمایا **میں کہتا ہوں**

[1] الدرالمختار کتاب الہبۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[2] ردالمحتار کتاب الہبۃ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۵۷۲

ای فان ارادۃ الولد بھبۃ المأکول اظھر واکثر فاذا ساغ الاکل ثمہ عند عدم دلیل یقتضی باختصاص الھدیۃ بالولد فھذا اولی وقد عرفت الجواب وباللہ التوفیق۔	اس سے موافقت ظاہر ہو گئی اور یہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے اس میں ماکول اور غیر ماکول کا کوئی فرق نہیں بلاکلہ اس کا غیر اظہر ہے اھ۔ یعنی ماکول کے ہبہ سے بچہ کا ارادہ اظہر ہے اور اکثر ہے تو جب وہاں کھانا جائز ہوا کسی ایسی دلیل کے نہ ہونے کے وقت جو ہدیہ کے بچہ کے ساتھ مختص ہونے کا تقاضا کرتی ہو تو یہ اولٰی ہے اور آپ کو اس کا جواب مل چکا ہے وباللہ التوفیق۔ (ت)

بالجملہ یہ روایات غیر مِلک صبی میں ہیں اور یہاں کلام مِلک صبی میں کہ مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی مِلک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی مِلک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے **قال اللہ عزوجل:**

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ[1]

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پُوچھتے ہیں فرمادیجئے ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔ (ت)

اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے:

وفی الزاھدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما المخالطۃ ان تأکل من ثمرہ ولبنہ و قصعتہ وھو یاکل من ثمرتك ولبنك وقصعتك (۱) والاٰیۃ تدل علی جواز المخالطۃ فی السفر والحضر یجعلون النفقۃ علی السواء ثم لایکرہ ان یاکل احدھما اکثر لانہ لما جاز	اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دودھ پیئے اور تمہارے پیالے میں کھائے اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو

[1] القرآن ۲/ ۲۲۰

فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار اولی ھذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع وحجۃ علی کثیر من المتعصبین فی زماننا[1] اھ۔ **اقول:**(۱)فاذن مافی جامع الصغار عن فتاوٰی رشید الدین من باب دعوی الاب والوصی لولم تکن الام محتاجۃ الی مالہ ولکن خلطت مالھا بمال الولد واشترت الطعام واکلت مع الصغر ان اکلت مازاد علی حصتھا لایجوز لانھا اکلت مال الیتیم[2] اھ۔معناہ الزیادۃ(۲)المتبینۃ ففی جامع الرموز عن الباب المذکور من الفتاوی المذبورۃ قبیل ھذا صبی یحصل المال ویدفع الی امہ والام تنفق علی الصبی وتأکل معہ قلیلا نحو لقمۃ اولقمتین من غیر زیادۃ لایکرہ[3]۔	برابر کارکھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز جب بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولیٰ جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں، یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں،**تو جامع الصغار میں فتاوٰی رشید الدین سے (دعوی الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو، لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا اور بچّہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا اھ۔اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو، اسی فتاوی کے مذکور باب سے جامع الرموز میں منقول ہے، اس سے کچھ ہی پہلے، کہ ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور مال کو دیتا رہتا ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں، تو یہ مکروہ نہیں ہے۔(ت)

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس سے ہے:

قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتواریت خلف	فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں

[1] تفسیراتِ احمدیۃ بیان اصلاح کریمی کتب خانہ بمبئی ص ۱۰۳

[2] جامع الصغار مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

[3] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل الکراہیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۸

باب فجاء فحطأنی حطأة عـه وقال اذهب ادع لی معویة [1]۔	ایک دروازہ کے پیچھے چھُپ گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تھپکی دی اور کہا کہ معٰویہ کو بلالاؤ۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فیه جواز ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیه فی مثل ھذا ولا یقال ھذا تصرف فی منفعة الصبی لان ھذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحة فیه للحاجة واطرد به العرف وعمل المسلمین [2]۔	اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچہ کو اس جیسے کام کیلئے بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ (ت)

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔ سوم میں امر ابوین کو اجارہ پر قیاس کیا۔
اقول اولا: یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیان (۲) مباحہ میں توکیل خلاف نصوص ہے وعللوہ بوجوہ (اور انہوں نے اس کی کئی علتیں بیان کی ہیں)

الاول: ان صحة التوکیل تعتمد صحة امر الموکل بما وکل به وصحة الامر تعتمد الولایة ولا ولایة للموکل علی المباح ونقض بالتوکیل بالشراء فان الموکل لاولایة له علی المشری۔ والثانی ان التوکیل احداث ولایة للوکیل ولا یصح ھنا لانه یملك اخذ المباح بدون تملیکه ونقض بالتوکیل	**اول:** توکیل کی صحت کا دارومدار اس پر ہے کہ جو کام موکل نے وکیل کو سپرد کیا ہے وہ درست ہے اور اس کام کی صحت کا مدار ولایت پر ہے اور مُباح کام پر موکل کو کوئی ولایت نہیں ہے اور اس پر توکیل بالشراء سے اعتراض وارد ہے، کیونکہ موکل کو خریدی جانے والی چیز پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔ **دوم:** توکیل کے معنی وکیل کیلئے ولایت

عـه: حطأنی بحاء ثم طاء مهملتین وبعدهما همزة وهو الضرب بالید مبسوطة بین الکتفین اھ حدیقه ندیه۔	حطاء نی حاء پھر طاء دونوں بغیر نکتہ کے اور ان کے بعد ہمزہ ہے، معنٰی ہے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ سے تھپکی دینا اھ حدیقہ ندیہ۔ (ت)

[1] صحیح للمسلم باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۵
[2] شرح للنووی باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۵

بشراء شیئ لابعینه فان الوکیل یملکه قبل التوکیل وبعده واجاب فی العنایة ان معناه یملکه بدون امر الموکل بلا عقد وصورة النقض لیست کذلك فانه لایملکه الا بالشراء [1] اھ۔

اقول:(۱) رحمك الله تعالٰی لیس المراد ملك العین بل ولایة ذلك الفعل کالاخذ ثمه والشراء ھھنا وھو لایملکه بالعقد بل العقد ناشیئ عن ملکه ثم رأیت سعدی افندی اومأ الیه اذقال فیه تأمل فان الموکل به ھو الشراء فالوکیل یملکه فلا یندفع النقض [2] اھ۔ والصواب فی الجواب انه لم یکن له من قبل ولایة ان یشغل ذمة الموکل بالثمن ورده المحقق فی الفتح بان حاصل ھذا ان التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل یتوقف علی اثباته الولایة علیه فی ذلك والکلام فی التوکیل بخلافه [3] اھ ای باخذ المباح فانه لایثبت فیه حق علی الموکل۔

کا ایجاد کرنا ہے اور وہ یہاں درست نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی تملیک کے بغیر ہی مباح کو لے سکتا ہے اور اس پر یہ نقض ہے کہ کسی کو غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا، کیونکہ وکیل تو توکیل سے پہلے اور اس کے بعد بھی اس کا مالک ہے۔ اور عنایہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا مالک ہے موکل کے حکم کے بغیر، اور بغیر عقد کے۔ اور نقض کی صورت یہ نہیں ہے، کیونکہ وہ خریدے بغیر اس کا مالک نہیں ہے اھ۔ (ت) **میں کہتا ہوں**

اس سے مراد ملک عین نہیں ہے ب ملک عین نہیں ہے بلکہ اُس کام کے کرنے کا اختیار ہے جیسے وہاں لینا اور یہاں خریدنا، اور وہ عقد کی وجہ سے اس کا مالک نہیں، بلالکہ عقد تو خود اس کی مِلک سے پیدا ہوتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ سعدی افندی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں تامل ہے، کیونکہ جس چیز کا وکیل بنایا ہے وہ "شرا" ہے تو وکیل اس کا مالک ہے، تو نقض مرتفع نہ ہوگا اھ۔ تو اس کا صحیح جواب یہ ہوگا کہ موکل کو پہلے یہ ولایت حاصل نہ تھی کہ وہ موکل کے ذمہ کو ثمن کے ساتھ مشغول رکھے، اور محقق نے اس کا فتح میں رد کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسی چیز کی توکیل جو موکل پر حق ثابت کرے اس امر پر موقوف ہے کہ وہ اس پر ولایت کو ثابت کرے اور گفتگو توکیل میں اس کے برخلاف ہے اھ۔ یعنی مباح کے لینے میں، کیونکہ اس میں موکل پر حق ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] عنایة مع الفتح القدیر الشرکة الفاسدة نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۰۹

[2] حاشیة چلپی الشرکة الفاسدة نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۰۹

[3] فتح القدیر الشرکة الفاسدة نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۱۰

اقول:(۱)ھذا اعتراف بالمقصود فان التوکیل مطلقاً اثبات ولایۃ للوکیل لم تکن من قبل ولایوجد ھھنا فلایصح التوکیل بہ بخلاف الشراء ولیس ان احداث الولایۃ مطلوب خصوصاً فی التوکیل بما یوجب حقاً علی الموکل حتی یقال لیس التوکیل باخذ المباح من ھذا الباب فلا یحتاج الی احداث الولایۃ۔	**میں کہتا ہوں** یہ مقصود کا اعتراف ہے کیونکہ توکیل مطلقاً وکیل کے لئے ولایت کا اثبات ہے، ایسی ولایت جو اس کو پہلے حاصل نہ تھی، اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی ہے، تو اس کی توکیل صحیح نہ ہوگی، اور شراء میں یہ چیز نہیں ہے، اور ولایت کا ایجاد و احداث مطلوب نہیں ہے خاص طور پر اس توکیل میں، جو موکل پر کسی حق کو واجب کرتی ہو، اگر ایسا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ مباح کے لینے پر وکیل بنانا اس باب سے نہیں ہے، تو اس میں ولایت کی ایجاد کی حاجت نہیں ہے۔ (ت)
والثالث ان المقصود بالتوکیل نقل فعل الوکیل الی الموکل ولا یتحقق ھھنا فان الشرع جعل سبب ملك المباح سبق الید الیہ والسابقۃ ید الوکیل فیثبت الملك لہ ولا ینتقل الی الموکل الا بسبب جدید اشار الیہ المحقق۔	**سوم:** توکیل سے مقصود یہ ہے کہ وکیل کے فعل کو موکل کی طرف نقل کیا جائے اور یہ چیز یہاں متحقق نہیں کیونکہ شریعت نے مباح کی ملکیت کا سبب قبضہ میں پہل کو قرار دیا ہے، اور یہاں وکیل نے قبضہ میں پہل کی ہے، تو مِلک اس کیلئے ثابت ہوگی اور موکل کی طرف اسی وقت منتقل ہوگی جبکہ اس کا سبب جدید ہو، محقق نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

ثانیًا: یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم نہ رہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی اُن کے لئے مثبت مِلک ہو اگرچہ اُن کے ظرف میں نہ لے کہ مقیس علیہ اعنی اجارہ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل مدار (۲) نیت پر ہے جبکہ نہ اجیر کا یہ وقت بکا ہے نہ شیئ معین ہے تو وہ اپنے لئے بھی لے سکتا ہے اور اپنے مستاجر کیلئے بھی جس کیلئے لے گا اُسی کی مِلک ہوگی، ہاں اگر لیتے وقت کسی کی نیت نہ تھی یا وہ کہے میں نے اپنے لئے نیت کی تھی اور مستاجر کہے میرے لئے کی تھی تو اُس وقت ظرف پر فیصلہ رکھیں گے اُس کے ظرف میں لی تو اُس کیلئے ہے ورنہ اپنے لئے۔

واصل ذلك الوکیل بشراء شیئ لابعینہ الحکم (۳)فیہ للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجدا وتخالفا فیھا فللنقد ای ان اضاف العقد الی مال الموکل فالشراء للموکل	اور اس کی اصل یہ مسئلہ ہے کہ کسی شخص کو غیر معین شیئ کے خریدنے کا وکیل بنایا تو اس میں حکم اضافت کا ہے، اگر اضافت نہ پائی گئی تو نیت معتبر ہوگی، اگر نیت بھی نہ پائی گئی یا دونوں میں اختلاف ہوا تو حکم

وان زعم انه اشتری لنفسه اوالی مال نفسه فلنفسه اوالی مطلق مال فلایهما نوی کان له فان لم تحضره النیة عند الشراء اوقال نویت لی وقال الموکل اوبالعکس حکم النقد فی الثانی بالاجماع وفی الاول عند ابی یوسف خلافا لمحمد فانه یجعل اذن للعاقد [1] وقع فی ردالمحتار عکس هذا وهو سهو۔

نقد کا ہے، یعنی اگر عقد کو موکل کے مال کی طرف مضاف کیا تو خریدنا موکل کیلئے ہوا اگرچہ اس نے یہ گمان کیا کہ اُس نے اپنے لئے خریدا ہے، اور اگر اضافت خود اس کے مال کی طرف ہے تو خریدنا اس کیلئے ہوا، اور اگر مطلق مال کی طرف اضافت ہے تو دونوں میں سے جس کی نیت کی اس کیلئے ہوگا، اور اگر خریدنے کے وقت کوئی نیت ہی نہ تھی یا کہا کہ میں نے اپنے لیے نیت کی تھی اور موکل نے کہا کہ میرے لئے کی تھی یا بالعکس تو دوسرے میں بالاجماع نقد کو حکم بنایا جائیگا اور پہلے میں صرف ابویوسف کے نزدیک ہوگا، امام محمد اس کو اس صورت میں عاقد کیلئے قرار دیتے ہیں، اور ردالمحتار میں اس کا برعکس کہا ہے اور یہ سہو ہے۔ (ت)

اقول: (۱) وقدم قاضی خان قول ابی یوسف واخر فی الهدایة دلیله فافادا ترجیحه وقال فی البحر تحت قول الکنز ان کان بغیر عینه فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل اویشتریه بماله مانصه ظاهر مافی الکتاب ترجیح قول محمد من انه عند عدم النیة یکون للوکیل لانه جعله للوکیل الا فی مسألتین [2] اھ۔ای النیة للموکل واضافة العقد الی ماله اذهو المراد من الشراء بماله کما فی الهدایة فاذالم یضف ولم ینو کان للعاقد کما هو

میں کہتا ہوں قاضی خان نے ابویوسف کا قول مقدم کیا ہے اور ہدایہ میں اس کی دلیل کو موخر کیا ہے جس سے اس کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور بحر نے کنز کے اس قول کے تحت فرمایا کہ اگر غیر معین چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا تو شراء وکیل کیلئے ہے، مگر یہ کہ موکل کی نیت کرلے یا اس کو اپنے مال سے خریدے۔ ان کی عبارت یہ ہے کتاب میں جو ہے اس سے بظاہر محمد کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ کہ نیت نہ ہونے کی صورت میں وہ شراء وکیل کیلئے ہوگی، کیونکہ انہوں نے شراء وکیل کیلئے ہی کی ہے سوائے دو مسئلوں کے اھ۔ یعنی یہ کہ نیت

[1] عنایۃ مع فتح القدیر وکالۃ بالشراء سکھر ۷/ ۴۵

[2] بحرالرائق وکالۃ بالبیع والشراء سعید کمپنی کراچی ۷ /۱۶۰

مذہب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔ **اقول:** (۱) لکن الامام ابا یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انما حکم النقد لانہ دلیل النیۃ قال فی الھدایۃ عند ابی یوسف یحکم النقد لان مع تصادقھما یحتمل النیۃ للاٰمر وفیما قلناہ حمل حالہ علی الصلاح کما فی حالۃ التکاذب [1] قال فی العنایۃ (یحتمل) انہ کان نوی للاٰمر ونسیہ (وفیما قلنا) یعنی تحکیم النقد (حمل حالہ علی الصلاح) لانہ اذا کان النقد من مال الموکل والشراء لہ کان غصبا (کما فی حالۃ التکاذب [2]) اھ۔ فعلم ان تحکیم النقد داخل فی اعتبار النیۃ ولایستغرب مثلہ فی ایجاز الکنز۔	موکل کیلئے ہو اور اضافت اُس کے مال کی طرف ہو، اس لئے کہ اس کے مال سے خریدنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے، توجب اضافت نہ کی اور نیت بھی نہ کی تو عاقد کیلئے ہوگی جیسا کہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں،** لیکن امام ابویوسف نے نقد کو حکم بنایا کیونکہ وہ نیت کی دلیل ہے۔ ہدایہ میں فرمایا ابویوسف کے نزدیک نقد کو حکم بنایا جائیگا، کیونکہ اگر وہ دونوں اتفاق کرلیں تو احتمال ہے کہ نیت حکم دینے والے کی ہو، اور جو ہم نے کہا ہے اس میں اُس کے حال کو صلاح پر محمول کیا گیا ہے، جیسے کہ دونوں ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے، عنایہ میں فرمایا (احتمال ہے) کہ اُس نے حکم دینے والے کیلئے نیت کی ہو اور پھر بھُول گیا ہو (اور جو ہم نے کہا اُس میں) اس سے مراد نقد کو حکم بنانا ہے (اس کے حال کو صلاح پر محمول کرنا ہے) کیونکہ جب ادائیگی موکل کے مال سے ہو اور خریدنا اس کے لئے ہو تو یہ غصب ہوگا (جیسے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں ہے) اھ۔ تو معلوم ہوا کہ نقد کو حکم بنانا نیت کے اعتبار میں داخل ہے اور کنز کے ایجاز میں ایسی بات عجیب نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ قول سوم خلاف اصول ومخالف منقول ہے اور قول اول میں حرج بشدت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف وکتاب وسنت لہذا فقیر اُسی کے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورہ صور استیلاء میں نسبت ابوت وبنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالٰی ممہد ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جن کا سلسلہ شماریوں ہے۔

(۳۲) وہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا۔

---

[1] الہدایۃ وکالۃ بالبیع والشراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۸۳

[2] عنایۃ مع الفتح القدیر وکالۃ بالبیع والشراء نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۴۶

(۳۳) وہ کہ مملوک غیر مباح سے بے اجازت لیا۔

(۳۴) وہ کہ اس سے باجازت لیا مگر مالک نے اسے ہبہ نہ کیا صرف بطورِ اباحت دیا۔

(۳۵) نابالغ خدمتگار نے آقا کے لئے نوکری کے وقت میں بھرا۔

(۳۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اُس کا اجیر بتعیین وقت تھا اُسی وقت میں بھرا۔

(۳۷) مستاجر نے پانی خاص معین کردیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی۔

اقول: اور یہ تعین نہ ہوگا کہ اس حوض یا کنویں سے دس مشکیں کہ دس مشک باقی سے جدا نہیں جس کی تعیین ہوسکے۔

(۳۸) اس نے باذن ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کیلئے بھرا۔

(۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اُس کے برتن میں بھرا۔

(۴۰) نابالغ کسی کا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اُس پانی کا مالک ہی نہ ہوا پہلی تین صورتوں میں مالک آب کا ہے پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر باذنِ مولٰی کسی کے لئے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں ملک مستاجر کی پائی گئیں تو پانی مستاجر کا ورنہ بہرحال اس کے مولٰی کا یہاں تک کہ خاص اپنے لئے جو بھرا ہو وہ بھی مولٰی ہی کی مِلک ہوگا۔ یہ پانی جس جس کی مِلک ہو اُسے تو جائز ہی ہیں اُس کی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلاکہ بحال[1] انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسی کے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اس کے بھائی یا دوست جو اس کے ایسے مال میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اُس سے بے پُوچھے بھی نابالغ مذکور کا بھرا ہوا پانی اُس سے لے کر اپنے صرف میں لاسکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اُس کے نوکر سے وقت نوکری میں بھرواسکتے ہیں کہ بہرحال اُس دوست کی مِلک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی۔

(۴۱) نابالغ[2] حُر کو مالک آب نے پانی تملیکاً دیا۔

(۴۲) حُر غیر اجیر نے آب مباح غیر مملوک سے اپنے لئے بھرا۔

(۴۳) دوسرے کیلئے بطور خود۔

(۴۴) اُس کی فرمائش سے بلا معاوضہ۔

(۴۵) اجیر کے آقا کے کہنے سے بھرا اگر اس کے یہاں کسی اور خاص کام کیلئے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل تھا۔

(۴۶) داخل تھا جیسے خدمتگاری مگر نوکری کے وقتِ مقرر سے باہر بھروایا۔

(۴۷) خاص پانی ہی بھرنے پر اسے اجیر کیا نہ وقت مقررہ ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اُس کے لئے بھرانہ اُس کا برتن تھا جس میں بھرا۔

(۴۸) وقت مقرر ہوا اور اُس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اُس نابالغ کی مِلک ہے اور اُس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اُس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائے گی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اُتنے پانی کا اس پر تاوان رہے گا مگر یہ کہ اس کے ولی سے یا بچّہ ماذون[1] ہو جس کے ولی نے اسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اس سے پُورے داموں خرید لے ورنہ[2] مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی مِلک دوسرے کو نہ خود وہ دے سکتا ہے نہ اُس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسبِ روایت امام محمد اُن کو جائز ہے کہ اُس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اُن کو بھی رواہ نہیں مگر وہی بعد شرا۔

تنبیہ ۱: یہاں[3] سے اُستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچّے جو اُن کے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اُن سے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہاں تک معروف ہے اور اس سے بچّے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اُن سے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اُن کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں۔

اقول: وعرفهم الحادث على خلاف الشرع لا يعبؤبه فانه لم يكن فيمن مضى من اهل الخير ومر الامام الكسائی رحمه الله تعالٰى على سكة عطشان فاستسقى من بعض بيوتها ثم تذكر انه اقرأ بعض اهلها فمرولم يشرب۔	**اقول:** اور ان کی نئی اصطلاح جو شریعت کے برخلاف ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں یہ اصطلاح سلف صالحین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ایک مرتبہ امام کسائی کا گزر ایک گلی سے ہوا آپ پیاسے تھے تو ایک گھر سے پانی طلب کیا، پھر انہیں یاد آیا کہ انہوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو پڑھایا ہے، چنانچہ آپ نے پانی واپس کر دیا اور پیاسے ہی وہاں سے گزر گئے۔ (ت)

تنبیہ ۲: کنویں کا پانی جب تک کنویں سے باہر نہ نکال لیا جائے کسی کی مِلک نہیں ہوتا فان سببه الملك الاحراز ولا احراز الا بعد التنحية عن رأس البئر[1] (سبب مِلک احراز ہے اور احراز پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ت) تو استاد[1] جسے بچّے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچّے سے بھروائے یہاں تک کہ ڈول کنویں کے لب تک آئے اُس کے بعد خود اسے نکال لے کہ یہ پانی بچّے کی مِلک نہ ہوگا بلاکہ خود اُس کی۔

فی الهندية عن القنية والساقين	ہندیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ جو شخص

[1] اس کی تحقیق نمبر ۲۶ میں گزری ۱۲ (م)

من البئر لایملك بنفس ملأ الدلو حتی ینحیه عن رأس البئر [1] اھ۔	کنویں سے پانی بھرتا ہے وہ محض ڈول کے بھرنے سے پانی کا مالک نہیں ہوجائے گا، اُس وقت مالک ہوگا جب اُس پانی کو کنویں کی منڈیر سے الگ کرکے رکھ دے اھ۔
وفی ردالمحتار لواحرزه فی جرة اوجب اوحوض مسجد من نحاس اوصفر اوجص وانقطع جریان الماء فانه یملکه وانما عبربالاحراز لا الاخذ اشارة الی انه لوملأ الدلو من البئر ولم یبعده عن رأسها لم یملك عند الشیخین رضی الله تعالٰی عنهما اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین [2] اھ۔	اور ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے ٹھلیا، مٹکے یا مسجد کے حوض میں پانی جمع کیا، یہ حوض تانبے، پیتل یا گچ کا ہو، اور اس طرح پانی کا بہنا بند ہوگیا ہو تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا، انہوں نے اس کو اِحراز سے تعبیر کیا، اخذ سے نہیں۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ڈول کنویں سے بھرا مگر وہاں سے ہٹایا نہیں تو شیخین کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ "اِحراز" کے معنی کسی چیز کو محفوظ جگہ پر رکھنے کے ہیں اھ۔ (ت)
اقول: فاذالم یملکه کان باقیا علی اباحته فالذی نحاه هو الذی احرز المباح فیملکه اھ۔	**میں کہتا ہوں** جب یہ شخص اس طرح اس کا مالک نہ ہوا تو پانی اپنی اباحت پر ہی باقی رہا، تو جس نے اس کو کنویں سے ایک طرف ہٹا کے رکھا اس نے اس اس کو محفوظ کیا تو وہی اس کا مالک ہوا۔ (ت)

تنبیه ۳: بہشتیوں (ا) کے بچّے اکثر کنویں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ ان سے وضو یا پینے کو لے لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے **ولا حول ولا قوة الّا بالله العلی العظیم۔**

اقول: مگر یہاں ۲ ایک دقیقہ ہے یہ بچّے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھرکے برتن معین یہ شخص جس نے نابالغ بہشتی سے پانی لیا اگر وہ ۱ اس کے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقاً جائز نہیں اور اگر بھرتا ہے مگر یہ ۲ مشک جسے وہ بھر رہا تھا اور اُس کے ڈول سے پانی اس نے لیا دوسرے کے یہاں لے جائے گا تو ناجائز ہے اور اگر ۳ اسی کے یہاں لے جانے کو ہے مگر قرار داد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دئے جائیں گے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اُس سے زائد ہے یوں ۴ ہی اگر مشکوں کا قرار داد ہے اور یہ مشک بھی اُس سے پُوری لی تو ناجائز ہے ہاں ۵ اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی گھر پر نہ پہنچوایا یہیں لے لیا یا ۶ برتنوں کا قرار داد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہہ دیا یا ۷ جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لے جاتا ہے اُس سے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب من کتاب الشرب نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۹۲

[2] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفٰی البابی مصر ۵/ ۳۱۱

اس قدر پانی کی اجازت لے لی اور اُس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہئے کہ اگرچہ پانی[1] ابھی سقاہی کی مِلک تھا جب برتنوں میں ڈالے گا اُس وقت اس کی بیع ہوگی اور جس کے یہاں بھرا گیا اُس کی مِلک ہوگا یہ اس لئے کہ بہشتی اجیر مشترک ہیں نہ اُن کا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جب تک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اُس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہذا اُس وقت تک پانی انہی کا ہوتا ہے مگر مقصود اس مول لینے والا کا قبضہ ہے اور اس کی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اسی کا قبضہ ہے اگر دس مشکیں اس کے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہے کہ اُن میں سے دو کا چھڑکاؤ یہیں سڑک پر کردو ضرور بیع صحیح ہوجائیگی اسی طرح اگر اس میں سے ایک لوٹا یا جس قدر چاہا زید کو دلوایا، **ھذا ماظھر لی واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

تنبیہ ۴: معتوہ[2] بوہرا جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اُس میں یوں ہی جاری ہوں گے۔

اقول: مگر غنی ماں[3] باپ کا اُس کے بھرے ہوئے سے انتفاع امام محمد سے دربارۂ صبی مروی اور اُس کا مبنی عرف وعادت اور معتوہ میں اس کی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہ ندرتِ عتہ لزوم حرج نہیں تو یہاں ظاہرًا قول اول ہی مختار ہونا چاہئے **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

فائدہ: یہاں تک وہ پانی تھے جن میں اُن کا غیر نہ مِلا آگے خلط غیر کی صورتیں ہیں۔

(۴۹ تا ۶۵) کتب کثیرہ معتمدہ میں تصریح ہے کہ اگر نابالغ[4] نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور اس میں سے کچھ پانی پھر اُس حوض میں ڈال دیا اب اُس کا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا۔

فی ش[1] عن ط[2] عن الحموی[3] عن الدرایة[4] عن الذخیرة[5] والمنیة[6] وفی غمزالعیون[7] عن شرح المجمع[8] لابن الملك عن الذخیرة وفی الاشباہ[9] من احکام الصبیان وفی الحدیقة الندیة[10] عن الاشباہ فی النوع العشرین من افات اللسان وفی غیرھا من الکتب الحسان عبد اوصبی اوامة ملأ الکوز من ماء الحوض واراق	ش میں ط سے حموی سے درایہ سے ذخیرہ سے اور منیہ سے ہے اور غمز العیون میں شرح مجمع سے یہ ابن ملک کی کتاب ہے ذخیرہ سے ہے، اور اشباہ میں احکام الصبیان میں اور حدیقہ ندیہ میں اشباہ آفات اللسان کی بیسویں نوع میں اور دوسری کتب میں ہے کسی غلام بچّے یا باندی نے حوض کے پانی س لوٹا بھرا پھر اس میں سے کچھ اُسی کے اندر انڈیل دیا تو اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ اِس حوض سے

بعضه فيه لايحل لاحدان يشر من ذلك الحوض لان الماء الذى فى الكوز يصير ملكا للاٰخر فاذا اختلط بالماء المباح ولا يمكن التمييز لايحل شربه[1]۔	پانی پئے کیونکہ حوض کا پانی لینے والے کی ملک ہوجاتا ہے توجب یہ ملک مباح سے مل گیااور اس میں تمیز ممکن نہیں تواس کاپینا حلال نہ ہوگا^{عـــه}۔(ت)

علامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے اسے نقل کرکے فرمایااس حکم میں حرج عظیم ہے۔

اقول: یہاں بہت استثنا وتنبیہات ہیں: **اول:** مراد (۱) آب مباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ حوض سے خاص بلاکلہ کنوؤں کو بالعموم حاوی ہے کہ کُنواں اگرچہ مملوک ہواس کا پانی مملوک نہیں **کما تقدم تحقیقه** (جیساکہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ت) اور وہ حوض جس کا پانی مملوک ہے اُس کا مالک اگر عاقل بالغ ہے توبچّہ ہزار باراس میں سے پانی بھر کراس میں پلٹ دے کچھ حرج نہ آئے گا کہ مال جس کا (۲) تناول اس کے مالک نے مباح کیا ہو بعد اخذ تصرف بھی ملک مالک سے خارج نہیں ہوتا یہاں تک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی مِلک پر کھایا جاتا ہے توبچہ اس پانی کا مالک ہی نہ ہوگا اصل پانی کی ملک پر رہے گااور ڈال دینے سے اُسی کی ملک میں جائے گا۔ **دوم:** ہماری تحقیقاتِ بالا سے واضح ہواکہ ہر مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہیں ہوجاتا تو پانی کو مباح ومملوک کو شامل لے کر وہی سترہ۱۷ صورتیں یہاں بھی پیدا ہوں گی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں نو۹ صورتوں میں وہ پانی اُس بھرنے والے کی مِلک نہ ہوگا بلاکلہ اصل مالک آب یا مستاجر یا مولیٰ کی مِلک ہوگا وہ اگر عاقل یا

عـــه: حکم کی شدت نے اس مسئلہ کو مشکل بنادیا ہے کیونکہ عوام وخواص کے ابتلاء کی وجہ سے یہ حکم بموجب حرج اور تنگی ہے جبکہ ابتلاء عوام داعی یسر وآسانی ہے اللہ تعالیٰ بے حساب رحمتیں نازل فرمائے فقہاءِ کرام پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت فرمائی اور ایسے پیچیدہ اور مشکل مسائل کو حل فرمایا جس سے عوام الناس کیلئے آسانی اور سہولت کی راہ ہموار ہوئی چنانچہ امام احمد رضا بریلوی (مصنف) نے اس مسئلہ کی شدّت کو محسوس فرمایااور انہوں نے فقہاء احناف کے اقوال کی روشنی میں اس کا حل صفحہ ۵۴۷ پر خود بیان فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے مسئلہ مذکورہ اگرچہ جنابت وطہارت کا نہیں بلاکلہ اسکا تعلق حظر واباحت سے ہے، تاہم پاک پانی میں نجس پانی کے اختلاط کے مسئلہ میں فقہاءِ احناف کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں اس کو حل کیا جاسکتا ہے عراقی فقہاء نے پاک پانی میں نجس پانی گرنے سے متعلق فرمایاکہ بڑے حوض کے کثیر پانی میں جس جگہ نجس پانی گراہواس جگہ کو چھوڑ کر باقی حوض سے وضو جائز ہے کیونکہ باقی جگہوں تک نجاست کا پہنچنا مشکوک ہے لہذا شک کی بناپر باقی پانی کی طہارت زائل نہ ہوگی جبکہ جمہور فقہاء نے ایسی صورت میں تمام حوض حتّٰی کہ جس جگہ نجاست گری ہے اس جگہ پر بھی وضو کو جائز فرمایا کیونکہ پانی طبعی طور پر سیال ہے اور ہواؤں وغیرہ کی تحریک کی وجہ سے پانی ایک جگہ ساکن نہیں رہتا لہذا حوض کے باقی حصّوں میں نجاست پہنچنے نہ پہنچنے کے احتمال کی وجہ سے باقی بلاکلہ تمام پانی کو بالیقین نجس نہیں کہہ سکتے لہذا نجاست کا یقین زائل ہوجانے پر پانی کا اصل حکم یعنی طہارت باقی رہے گااس طرح حوض کے ہر حصہ کے پانی کو پاک قرار دیا جائیگا، عراقی یا جمہور فقہاء کرام کے ضابطہ پر نابالغ بچّے کی ملکیت پانی کو قیاس کرتے ہوئے مذکورہ مشکل مسئلہ کا حل واضح ہوجاتا ہے، عراقی ضابطہ کے پیش نظر جہاں نابالغ بچّہ کا پانی گرااُس جگہ کو چھوڑ کر باقی تمام پانی کااستعمال مباح ہوگا جبکہ جمہور فقہاء کے ضابطہ کے تحت نابالغ کے پانی گرنے کی جگہ سمیت تمام پانی مباح ہوگا مصنّف کی اصل عبارت میں تفصیل موجود ہے۔ عبدالستار سعیدی

---

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفیٰ البابی مصر ۵/۲

بالغ نہیں تو البتہ یہی دقّت عود کرے گی ورنہ اُس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہے گا۔

سوم: صبی کی خصوصیت نہیں معتوہ بھی اسی کے حکم میں ہے **کما تقدم**۔

چہارم: جس طرح کلامِ علماء میں پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسی طرح کچھ یہی شرط نہیں کہ حوض یا کنویں سے پانی لے کر ہی ان میں ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اس میں واپس دے یا وہ نابالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلالکہ مقصود اُسی قدر ہے کہ مال مباح میں نابالغ کی مِلک کا اس طرح مل جانا کہ جُدانہ ہوسکے تو اگر صبی[1] کی مِلک کا پانی اُس کے گھر سے لاکر کسی شخص اگرچہ خواہ اُس کے ولی نے کسی کنویں یا مباح حوض میں ڈال دیا اس کا استعمال تابقائے آب مذکور ناجائز ہوگیا۔

پنجم: ظاہر ہے کہ یہ عدم جواز اوروں کے حق میں بوجہ اختلاط ملک صبی ہے خود صبی استعمال کرسکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اسکی ملک یا مباح۔

ششم: اُس کے[2] ماں باپ بھی بشرطِ حاجت بالاتفاق اور بلاحاجت روایت امام محمد پر استعمال کرسکتے ہیں تو **لایحل لاحد** (کسی کیلئے جائز نہیں۔ت) عام مخصوص ہے۔ ہفتم: اگر وہ کنواں یا حوض ترک کردیں اور صبی بلوغ کو پہنچے اور اُس وقت اس پانی کو مباح کردے تواب کوئی مانع نہیں۔

ہشتم: اگر وہ صبی انتقال کرجائے اس کے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب ان کی اجازت پر دقّت نہ رہے گی اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اسے خود حلال خالص ہے کسی کی اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

نہم: اگر وہ پانی کہ صبی کی ملک سے اُس میں مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح ہوجائے گا کہ مانع زائل ہوگیا۔

دہم: مسئلہ[3] سابقہ یعنی نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں جو ایک صورتِ جواز اُس سے اگر ماذون ہو ورنہ اُس کے دل سے خرید لینے کی تھی یہاں جاری نہیں ہوسکتی کہ مِلک صبی کا پانی جب اُس آبِ مباح میں مل گیا قابلِ بیع نہ رہا کہ مقدور التسلیم نہیں۔

یازدہم: آبِ مباح کی ضرورت بھی اُس حالت میں ہے کہ بچّہ کا اُس میں سے بھر کر اُس میں ڈال دینا لیں کہ مباح پر ملک یوں ہی ہوگی ورنہ[4] مِلک نابالغ کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا تو اُس کا استعمال بھی حرام ہوجائے گا حتی کہ اُس مالک آب کو۔

دوازدہم: ایک یا دونوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلالکہ کسی کے[5] مملوک پانی میں بچے کی مِلک کا عرق یا دودھ یا کسی کے مملوک عرق یا دُودھ میں بچّے کی ملک کا پانی یا چاول میں چاول گیہوں میں گیہوں مل جائیں

جب بھی یہی حکم ہے کہ اس میں تصرف خود مالک کو بھی حرام ہوگیا تو مسئلہ کی تصویر (۱) یوں ہونی چاہئے کہ اگر کسی شے مباح یا مملوک میں کسی غیر مکلّف کی مِلک اس طرح خلط ہوجائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یونہی کہ مثلاً مباح غیر مملوک پانی سے صبی یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھرا اور اگر وہ کنواں ہے تو اُس سے بھر کر باہر نکال لیا اور اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ یہ مستاجر کیلئے لینے کا مقر نہ اُس کے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں اُس کا کوئی حصّہ اُس میں کسی نے ڈال دیا یا پڑ گیا تو جب تک اُس غیر مکلّف کی مِلک اُس مباح یا مملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلّف ہے اور مِلک اُس سے منتقل نہ ہو گئی اُس وقت اُس غیر مکلّف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقاً اُس کے ماں باپ کے سوا کسی کو اُس میں تصرف حلال نہیں۔

سیز دہم: حدیث العبد والامة ردہ ش بان العبد لایملك وان ملك فیکون لمالکه لانه مالك اکسابه[1] اھ۔ **اقول:** (۲) ماکانوا لیذھلوا عن مثل ھذا وانما القصد ابانة الفرق بین الحر العاقل البالغ وبین الصبی والمعتوہ والرقیق فان الاول اذا ملأ ملك فاذا صب اباح وھؤلاء لایملکون الاباحة فلا یحل بصبھم ولیس المراد تأبید التحریم بل الی ان تلحق الاجازۃ ممن ھی له ففی الصبی اوالمعتوہ حتی یبلغ اویعقل فیجیز وفی (۳) الرقیق حتی یجیز المالك المکلف الحاضر حالا اومآلا اویبلغ الغائب اویبلغ الصبی اویفیق المعتوہ فیجیزوا۔	**سیز دہم:** غلام اور باندی کے مسئلہ کو "ش" نے یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ غلام پانی کا مالک نہیں بنے گا اور اگر مالک ہوگا بھی تو وہ پانی اُس کے مالک کی ملکیت میں آجائے گا کیونکہ اس کی تمام کمائی کا مالک اُس کا مالک ہی ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** فقہاء سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ اتنی معمولی سی بات اُن کے ذہن میں نہ آئی ہو، دراصل ان کا مقصود آزاد عاقل بالغ اور بچہ، بیوقوف اور غلام کے درمیان فرق کو ظاہر کرنا ہے، کیونکہ آزاد شخص جب پانی بھرے گا تو مالک ہوجائے گا اور جب بہائے گا تو مباح کردے گا، اور یہ لوگ اباحت کا حق نہیں رکھتے ہیں، لہٰذا پانی ان کے انڈیل دینے سے مباح نہ ہوگا اور مراد یہ نہیں کہ حرمت ہمیشہ رہے گی، بلکہ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس کا مالک اجازت نہ دے دے، چنانچہ بچہ اور بیوقوف کی صورت میں بلوغ یا عقل کی درستی کے بعد اجازت دینے سے اس کا پینا حلال ہوجائے گا اور غلام کی صورت میں اس کے آقا کی اجازت سے جو مکلّف حاضر ہو

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

چاردہم: عدش من اشکالاته انه لویبین متی یحل الشرب منه [1] اھ۔(۱)واشرت الی جوابه بقولی مابقی فیه ذلك الماء لان المنع لاجله فاذا ذھب ذھب۔

پانزدہم: قال وھی ثم فرق بین الحوض الجاری اومافی حکمه وبین غیرہ [2] اھ۔

اقول:(۲)تعبیرھم بالحوض(۳)ظاھر فی رکودہ فان الجاری یسمی نھرا لاحوضا(۴)والاطلاق یشمل الصغیر والکبیر وھو الوجه فان الماء الجاری یذھب ذلك الماء یقینا فیزول السبب ولاکذلك الراکد۔

شانزدہم: قال وینبغی ان یعتبر غلبة الظن بانه لم یبق مما اریق فیه شیئ منه بسبب الجریان اوالنزح و الا یلزم ھجر الحوض وعدم الانتفاع به اصلا [3] اھ۔

فی الحال یا فی المآل، یا غائب پہنچ جائے یا بچہ بالغ ہوجائے یا بیوقوف عاقل ہوجائے، اور وہ اجازت دے دیں۔(ت)

چہاردہم: "ش" نے اس پر یہ اشکال محسوس کیا ہے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا پینا کب حلال ہوگا اھ۔ میں نے اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک اس میں یہ پانی باقی ہے کیونکہ حرمت اسی کی وجہ سے ہے جب یہ ختم ہوجائےگا تو حرمت بھی ختم ہوجائے گی۔(ت)

پندرھواں، کیا حوض جاری اور جو اس کے حکم میں ہے اس میں اور دوسرے پانیوں میں اس سلسلہ میں فرق ہے؟(ت)

میں کہتا ہوں فقہاء کا حوض سے تعبیر کرنا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی مراد ٹھہرا ہوا پانی ہے کیونکہ جاری پانی کو نہر کہا جاتا ہے حوض نہیں کہتے ہیں اور اطلاق چھوٹے بڑے دونوں کو شامل ہے اور یہی معقول وجہ ہے کیونکہ جاری پانی اِس پانی کو جو پھینکا گیا ہے بہالے جائےگا، تو سببِ حُرمت زائل ہوجائےگا اور ٹھہرے ہوئے پانی کی یہ صورت نہیں۔(ت)

سولھواں: فرمایا غلبہ ظن کا اعتبار بھی کیا جانا چاہئے یعنی یہ کہ پانی کے جاری رہنے یا اُس میں سے پانی کے نکالے جانے کے باعث جو پانی کہ اس میں ڈالا گیا تھا اُس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا، ورنہ تو پھر حوض کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہنا پڑے گا۔(ت)

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

[2] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

[3] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

اقول: (۱) لاینبغی الشك فی الجواز بعد النزح لما سیاتی انما الشأن فی جواز النزح (۲) وکیف یحل مع ان فیه اضاعة ملك الصبی ان صب فی الارض اولانتفاع به ان سقی به نحو زرع اوبستان وکذلك الاجراء وان ابیح ذلك الاٰن فلم لایباح الشرب والاستعمال من رأس اذلیس فیه فوق هذا باس نعم (۳) ان جری بمطر اوسیل فذلك حل من دون اثم۔

میں کہتا ہوں، جب اس حوض کا پانی نکل جائے تو پھر جواز میں کوئی شک نہیں لیکن قابلِ غور امر یہ ہے کہ آیا اُس تمام پانی کا نکال دینا جائز ہے؟ اس میں اشکال یہ ہے کہ نکال کر اگریوں ہی بہادیا جائے تو بچہ کا مال ضائع ہوجائے گا اور کسی باغ یا کھیت وغیرہ کو لگادیا جائے تو اُس سے نفع حاصل کرنا لازم آئے گا، اسی طرح جاری کرکے بہادینا بھی درست نہیں اور اگر اس سے یہ تمام کام کرنا جائز ہیں تو شروع ہی سے اس کا پینا اور اس کو استعمال کرنا کیوں جائز نہیں، اُس میں اس سے زیادہ کیا حرج تھا؟ ہاں یہ صورت ہوسکتی ہے کہ بارش یا سیلاب کی وجہ سے حوض کا پانی بہہ نکلا تو وہ بلاحرج حلال ہوجائے گا۔ (ت)

ہفدہم: قال ویمکن ان یعتبر بالنجاسة فیحل الشرب من نحو البئر بالنزح ومن غیرها بالجریان بحیث لوکان نجاسة لحکم بطهارتها فلیتامل [1] اھ۔

سترھواں: فرمایا یہ ممکن ہے کہ نجاست کا اعتبار کیا جائے، تو کنویں سے پانی نکال کر پینا جائز ہوگا، اور کنویں کے علاوہ دوسری چیزوں سے اُس پانی کے جاری ہونے کی وجہ سے پینا جائز ہوجائے گا، گویا اگر اس میں نجاست بھی ہوتی تو اس کی طہارت کا حکم دیا جاتا، فلیتامل اھ۔ (ت)

اقول: (۴) عرفت مافیه (۵) والنزح فی النجاسة معدول به عن سنن القیاس فکیف یعتبر به وکأنه رحمه الله تعالٰی الٰی هذه الابحاث اشار بقوله فلیتأمل۔

میں کہتا ہوں، اس پر جو اعتراض ہے وہ معلوم ہوچکا ہے، اور کل پانی کا نجاست کی صورت میں نکالنا برخلاف قیاس ہے تو اس پر آگے قیاس کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور غالبًا انہوں نے ان ابحاث کی طرف **فلیتأمل** سے اشارہ کیا ہے (ت)

ہیجدہم: (۶) سب سے زیادہ اہم اس کا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیونکر ہو سید طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ اس میں حرج عظیم ہے سید شامی نے جو علاج بتائے دفع اثم کو کافی نہیں ہوتا،

[1] ردالمحتار فصل فی الشرب مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۱۲

واشار سیدی العارف باللہ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ، فی الحدیقة الی ان تفریجه باذن الولی حیث قال فی النوع العشرین من اٰفات اللسان بعد مانقل المسألة عن الاشباہ وعللها بما قدمنا مانصه وظاہرہ الا ان یاذن الولی قال ونظیرہ عدم حل الشرب من کیزان الصبیان الاباذن الولی وکذلك فی اکل مامعهم اذا اعطوہ لاحد [1] اھ۔ فلاوجه لصحته ولا باذن الولی وھذا من الثالث و وجه ھذا السھو منه رحمه اللہ تعالٰی قول الماتن فی الطریقة المحمدیة حیث ذکر السؤال المنهی عنه

اقول: رحم اللہ سیدی ورحمنا به(۱) انما الولایة نظریة ولیس للولی اتلاف ماله ولا ان یاذن به غیرہ(۲) کیف وقد تقرر ان التصرفات ثلاثة نفع محض کقبول هبة فیستبدبه الصبی العاقل ودائر بین النفع والضرر کالبیع والشراء فیحتاج الی اذن الولی وضرر محض کالطلاق والعتاق والھبة ثم(۳) قال(حرمة السؤال لاتقتصر علی المال بل تعم الاستخدام خصوصا اذا کان صبیا اومملوکا للغیر۔(۴) اماصبی نفسه

عارف باللہ سید عبدالغنی نے اس بات کی طرف اشارہ کیاکہ اس کا حل یہ ہے کہ اگر ولی اجازت دے تو جائز ہے یہ بات انہوں نے آفات اللسان کی بیسویں نوع میں اس مسئلہ کو اشباہ سے نقل کرنے اور اس کو علّت بیان کرنے کے بعد کہی ہے جس کی عبارت ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ "مگر یہ کہ ولی اجازت دے دے" اور اس کی مثال یہ ہے کہ بچوں کے کوزوں سے پانی پینا ولی کی اجازت ہی سے جائز ہے، اور اسی طرح دوسری کھانے والی اشیاء کا حال ہے بچّے جب وہ کسی کو دیں۔(ت)

میں کہتا ہوں اللہ عبدالغنی پر رحم کرے اور ہم پر بھی ولی کی ولایت صرف نظری (بچہ کی بھلائی کیلئے) ہے ولی بچہ کا مال تلف نہیں کرسکتا ہے اور نہ دوسروں کو دے سکتا ہے، یہ بات طے شدہ ہے کہ تصرفات تین قسم کے ہیں نفع محض جیسے بچّہ کا ہبہ کا قبول کرنا، عاقل بچہ بذاتِ خود ہبہ قبول کرسکتا ہے اور ایک وہ جس میں نفع کا بھی احتمال ہے اور نقصان کا بھی۔ جیسے خرید وفروخت اس میں ولی کی اجازت ضروری ہوگی اور سراسر نقصان والی بات، جیسے طلاق، آزاد کرنا اور ہبہ کرنا، تو اس کی صحت کی کوئی صورت نہیں، ولی کی اجازت سے بھی نہیں، اور یہ تیسری قسم ہی میں شامل ہے، اُن کو یہ سہو اس لئے لاحق ہوا کہ ماتن نے طریقہ محمدیہ میں منہی عنہ کے سوال کا ذکر کیا ہے۔ پھر یہ لفظ کہے ہیں "حرمة السؤال لاتقتصر علی المال الخ سوال جو بے ضرورت شرعیہ حرام ہے یہ صرف مال

[1] حدیقہ ندیہ النواع العشرون من افات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۶۹

فیجوز)للاب والام والجد والجدة(استخدامه ان کان)المستخدم(فقیرا)لاقدرة له علی شراء خادم اواستئجارہ(اواراد تهذیبه وتأدیبه بخلاف[1] عـه استخدام مملوکه واجیره(۱) وزوجته فی مصالح البیت وتلمیذه)فی تعلیم قراٰن اوعلم اوصنعة(باذنه)یعنی برضاه(ان کان بالغا اوباذن ولیه ان کان صبیا)فان الصبی محجور علیه من التصرف فی ماله فی منافع نفسه الا باذن الولی[2] اھ۔ملتقطا۔مزیدا من شرحة رحمه الله تعالٰی(۲)فالاذن الذی ذکره الماتن فی استخدامه عداه الی ماله وشتان ماهما فان فی الاول نفعه من تأدیبه وتهذیبه مع ضرر استعماله فکان من القسم الثانی فجاز باذن الولی بخلاف الثالث(۳)والذی افاد من حل الشرب من کوز الصبی واکل مامعه باذن الولی۔ (ت)

مانگنے پر ہی موقوف نہیں بلاکہ اجنبی سے کسی خدمت کا کہنا بھی حرام سوال میں داخل ہے خصوصًا دوسرے کے نابالغ بچے یاغلام سے۔اگر کسی کا اپنا بچہ ہے تو باپ،ماں،دادا اور دادی کیلئے (اس سے خدمت لینا جائز ہے،اگر)خدمت لینے والا (فقیر ہو) خادم نہ خرید سکا ہو یا کسی کو ملازم نہ رکھ سکتا ہو (یا بچہ کی تہذیب وتربیت کا ارادہ ہو مگر اس شرط میں غلام،مزدور،بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا شامل نہیں کہ ان سے بغیر احتیاج کے گھر کا کام لینا جائز ہے اور شاگرد سے خدمت لینا درست ہے مثلًا طالبعلم سے قرآن سکھانے یا کوئی علم سکھانے یا کسی حرفت کے سکھانے کا کام لیا جائے (اس کی مرضی سے،اگر وہ بالغ ہے،ورنہ اس کے ولی کی رضا سے اگر وہ بچّہ ہے) کیونکہ بچہ اپنی منفعت کیلئے بھی اپنے مال میں ولی کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا ہے اھ ملتقطًا ہے اور شرح سے اضافہ ہے تو وہ اجازت جس کا ذکر ماتن نے کیا ہے اس کے استخدام ہیں،توشارح نے اس کو مال تک بڑھادیا ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے،کیونکہ پہلی صورت میں اس کا نفع ہے کہ اس کی تادیب وتہذیب ہے جبکہ اُس سے کام کرانے میں ضرر بھی ہے،تو یہ دوسری قسم میں داخل ہوا،اس لئے ولی کی اجازت سے جائز ہوگا،جبکہ تیسرا ایسا نہیں ہے،اور جس کا انہوں نے فائدہ دیا ہے وہ بچہ کے کُوزہ سے پانی پینے کا جواز ہے یا جو چیز بچّہ کے پاس ہے اس کے کھانے کا جواز ہے ولی کی اجازت سے۔(ت)

عـه: ناظرًا الی قوله اذا کان صبیا اومملوکا للغیر ۱۲ منه غفرله۔(م)

اس کے قول اذا کان صبیا او مملوکا للغیر کی طرف نظر کرتے ہوئے۔(ت)

[1] حدیقہ ندیہ النوع العشرون من افات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۲۶۷

[2] حدیقہ ندیہ النوع العشرون من افات اللسان نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۲۶۸

فاقول:(۱)محله اذا كان الماء والطعام للولی اعطاهما الصغير على وجه الاباحة دون الهبة فحينئذ يكون للولی ان ياذن لمن شاء فبقائهما على ملكه بخلاف ما اذا كان الشی مملوكًا للصغير فلا معنى اذًا لاذن الولی باستهلاكه من دون عوض وقد تقدمت مسألة الذخيرة والمنية ومعراج الدراية فی ماء جاء به الصبی من الوادی لايجوز لابويه الشرب منه الا فقيرين [1]۔	تو **میں کہتا ہوں** اگر پانی اور کھانا ولی کا ہے اور بطورِ اباحت (نہ بطور ہبہ) اس نے بچہ کو دے رکھا ہے تو ایسی صورت میں ولی کسی کو بھی اجازت دے سکتا ہے، کیونکہ یہ دو چیزیں اب بھی ولی کی ملکیت میں باقی ہیں یہ اُس صورت سے مختلف ہے جبکہ یہ اشیاء بچہ کی ملکیت میں ہوں تو ایسی صورت میں ولی کی اجازت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ولی کی اجازت سے صغیر کے مال کو بغیر عوض ضائع کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اور ذخیرہ، منیہ اور معراج الدرایہ کا مسئلہ گزر چکا ہے کہ بچّہ وادی سے جو پانی لائے اس کو والدین کے لئے پینا جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ فقیر ہوں۔ (ت)

غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں ضرور حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے۔

وانااقول: وبالله التوفيق پانی کی مِلک صبی ہوا نجس نہیں کہ اُس کے گرنے سے اور پانی ناپاک ہوجائے حرمت اس وجہ سے ہے کہ مباح ومحظور مختلط ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلاشبہ جواز ہوگا اور ہم نے رحب الساحہ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ مشائخ عراق کے نزدیک حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موقع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے منتقل نہ ہوگی اور مشائخ بلخ وبخارا اور ماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیال ہے ہواؤں وغیرہا کی تحریک سے اُسے ایک جگہ نہ رہنے دے گا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موقع وقوع سے ہو تو پانی کہ بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قول عراقیاں لیا جائے جب تو خاص اُسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں نابالغ کی مِلک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے **لما علمت انه لاتعدية فيه فكان كغير مرئية فی حوض كبير** (جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس میں تجاوز نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا حوضِ کبیر میں نجاست غیر مرئیہ ہو) (ت) اور اگر قول جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط مِلک صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلاکہ موضع مجہول ومبہم میں ہے اور ایسے ۲ یقین پر جب اُس شے کے بقاوزوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل حاصل ہوتا ہے جیسے دائیں ۳ چلانے میں بیل ضرور پیشاب کرتے اور اناج کا ایک حصہ یقینًا ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا

[1] ردالمحتار بالمعنی باب الشرب البابی مصر ۵/ ۳۱۲

تو بعد تقسیم یا اُس سے کُچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہو جائے گا کہ ہر ایک کہے گا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں رہے یا گئے ہوں، یوں ہی (۱) چادر پر ناپاکی کی یقین ہے اور جگہ معلوم نہیں یا یاد نہ رہی اور تحری کسی طرف نہیں پڑی کہیں سے پاک کر لی جائے پاک ہو جائے گی کہ اب اس متیقن مبہم کی بقا میں شک ہو گیا اور سب (۲) سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محررِ مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ اس میں ایک ذمی ہے مگر اُسے پہچانتے نہیں اُن کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اُن میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کر دے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہو گیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہو گیا۔

وقد حققه العلامة ابراهيم الحلبي فی الغنية فافاد واجاد* عليه رحمة الجواد* فراجعه فانه من اهم مايستفاد* ويكفينا منه هنا قوله تنجس طرف من الثوب فنسيه فغسل طرفا منه بتحر او بلا تحر طهر لان بغسل بعضه مع ان الاصل طهارة الثوب وقع الشك فی قيام النجاسة لاحتمال كون المغسول محلها فلا يقضی بالنجاسة بالشك كذا اورده الاسبيجابی فی شرح الجامع الكبير قال وسمعت الشيخ الامام تاج الدين احمد بن عبدالعزيز بقوله ويقيسه علی مسألة فی السير الكبير هی اذا فتحنا حصنا وفيهم ذمی لايعرف لايجوز قتلهم لقيام المانع بيقين فلو قتل البعض اواخرج حل قتل الباقی للشك فی قيام المحرم كذا هنا۔[1]	اس کی تحقیق ابراہیم حلبی نے غنیہ میں بہت اعلٰی اور مفید طریق پر کی ہے جس کو دیکھنا ہو وہاں ملاحظہ کرے، یہاں اس کی صرف یہ عبارت نقل کرنا کافی ہوگی "اگر کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا مگر بھُول گیا کہ کون سا کنارہ ہے تو تحرّی کرکے یا بلا تحرّی ایک کنارہ دھولیا تو کپڑا پاک ہو جائے گا" کیونکہ کپڑے میں اصل طہارت ہے اور جب ایک کنارہ دھولیا تو اب نجاست کے ہونے میں شک ہو گیا، کیونکہ جو حصہ دھویا گیا ہے اس میں امکان ہے کہ وہی ہو جو نجس تھا، تو شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اسبیجابی نے شرح جامع کبیر میں ایسا ہی لکھا ہے، فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ تاج الدین احمد بن عبدالعزیز کو فرماتے ہوئے سنا وہ اس کو سِیر کبیر کے اس مسئلہ پر قیاس کرتے تھے کہ اگر ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں ایک ذمی ہے مگر معلوم نہیں کہ کون ہے، تو اس قلعہ کے لوگوں کا قتل جائز نہیں، کیونکہ یقین کرنے کا مانع موجود ہے، اور اگر بعض کو قتل کر دیا گیا یا نکال دیا گیا تو باقی کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ مُحرِّم کی موجودگی میں شک ہے۔ (ت)

[1] غنیۃ المستملی فروع من النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہولیا یہاں بھی اُس کا اجرا کریں جتنا(ا) پانی اُس نابالغ نے ڈالا ہے اسی قدر یا اُس سے زائد اُس حوض یا کنویں سے عـہ۱ نکال کر اُس نابالغ عـہ۲ کو دے دیں یہ دینا یقینا جائز ہوگا کہ اگر اِس میں مِلک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جات ہے، بخلاف بہادینے یا ڈول کھینچ کر پھینک دینے کے کہ وہ مِلک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہیں اب کہ اُس قدر یا زائد پانی اُس صبی کو پہنچ گیا اُس کے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا تو وہ یقین کہ موضع مجہول کیلئے تھا زائل ہوگیا اور حوض وچاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا۔

ثم اقول: اس پر واضح دلیل مثلیات[۲] مشترکہ مثلاً گیہوں وغیرہ میں وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کرلینے کا جواز ہے اور اس کی یہ تقسیم جائز ومقبول رہے گی اگر نابالغ کا حصہ اُس کیلئے سلامت رہے تلف نہ ہوجائے جامع الفصولین میں فتاوٰی اور جامع الصغار میں ذخیرہ سے ہے:

کیلی او وزنی بین حاضر وغائب اوبین بالغ وصبی اخذ الحاضر اوالبالغ نصیبه فانما تنفذ قسمته بلاخصم لوسلم نصیب الغائب والصبی حتی لوهلك مابقی قبل ان یصل الی الغائب اوالصبی هلك علیهما[1]۔	کوئی مکیل یا موزوں شے حاضر وغائب کے درمیان یا بالغ اور بچّہ کے درمیان مشترک ہے تو حاضر یا بالغ نے اپنا حصّہ لے لیا اور اس کی تقسیم بلاخصم نافذ ہوجائے گی بشرطیکہ غائب اور بچہ کا حصہ باقی رہا اور اگر غائب اور بچہ تک پہنچنے سے قبل ہی وہ حصہ ہلاک ہوگیا تو ان کا حصہ ہی ہلاک ہوگا۔(ت)

عـہ۱: اگر کہیے مائے مباح سے جولے گا مالک ہوگا تو یہ پانی کہ کوئی شخص کنویں یا مباح حوض سے بھر کر نابالغ کو دے گا اپنی ملک دے گا اور ایک شے پر دو مِلکیں جمع نہیں ہوسکتیں تو یہ پانی مِلک صبی نہ تھا پھر اس کے نکلنے سے مِلک صبی کا نکل جانا کیونکر محتمل ہوا۔

اقول: جبکہ اس پانی میں مِلک صبی مخلوط ہے تو اب مائے مباح نہیں مائے محظور ہے بھرنے والا اس کا مالک نہ ہوگا جو بھرا محتمل ہے کہ وہی مائے مملوک صبی ہو یا مائے مباح کا حصہ اول پر بھرنے والا اُس کا مالک نہیں ہوسکتا ہے اور دوم ہے تو ہوگا اور مِلک شک واحتمال سے ثابت نہیں ہوسکتی لہذا وہ احتمال قائم رہا کہ یہ وہی پانی ہے جو ملک صبی تھا ۱۲منہ غفرلہ (م)

عـہ۲: **اقول:** بلاکہ اگر خود نابالغ نے دوبارہ اُتنا یا اُس سے زائد پانی اُس میں سے بھر لیا تو اب بھی رفع مانع ہوجانا چاہئے کہ اگرچہ نابالغ کیلئے پانی ممنوع نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں گزرا اور وہ جو دوبارہ بھرے گا ضرور اس کا مالک ہوگا مگر یہ اُس احتمال کا مانع نہیں کہ اس بار وہی پانی آیا جو اس نے پہلے ڈال دیا تھا اور یہی احتمال رفع منع کو بس ہے **واللہ تعالٰی اعلم** ۱۲منہ غفرلہ (م)

---

[1] جامع الصغار مع جامع الفصولین مسائل القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۰

ظاہر ہے کہ یہاں بھی مِلک صبی ایسی ہی مختلط تھی کہ جُدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اس میں تصرف ناروا تھا بقدر حصہ صبی اُس میں سے الگ کردینا حصہ صبی کا جدا ہوجانا اور بالغ کے لئے جواز تصرف کا سبب ہوا۔

اقول:(ا) ولاشك ان الماء مثلی بمعنی ان اجزاءہ لاتتفاوت وبہ جزم کثیرون کما فی الخیریۃ من احیاء الموات فی الولوالجیۃ وکثیر من الکتب لوصب ماء رجل کان فی الحب یقال لہ املأ الماء فان صاحب الحب مالك للماء وھو من ذوات الامثال فیضمن مثلہ [1] اھ وان کان قیمیا لانہ لایکال ولایوزن کما فی الخیریۃ من البیوع عن جامع الفصولین عن فوائد صاحب المحیط وفتاوٰی رشید الدین الماء قیمی عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما وفیہ عن مختلفات القاضی ابی القاسم العامری عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ الماء لایکال ولا یوزن قال الطحاوی معناہ لایباع بعضہ ببعض وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی الماء مکیل [2] اھ وبالجملۃ لاشك انہ یقبل الافراز کالحب بل ابلغ فربما تتفاوت قلیلا حبات طعام واحد بخلاف قطرات ماء واحد۔	اقول: اور اس میں شک نہیں کہ پانی مثلی ہے یعنی اس لئے کہ اُس کے اجزاء میں تفاوت نہیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی پر جزم کیا ہے، جیسا کہ خیریہ (احیاء الموات) اور ولوالجیہ میں ہے اور بہت سی کتب میں ہے، اگر کسی شخص نے مٹکے کا پانی گرادیا تو اس سے کہا جائے گا کہ مٹکا بھرے کیونکہ مٹکے کا مالک پانی کا بھی مالک تھا، اور پانی مثلی اشیاء میں سے ہے تو وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا اھ اگرچہ وہ قیمت والی چیز ہے، اس لئے کہ وہ نہ مکیل ہے اور نہ ہی موزون ہے جیسا کہ خیریہ کی بیوع میں جامع الفصولین سے، فوائد صاحب المحیط سے اور فتاوٰی رشید الدین میں ہے کہ پانی ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت والی چیز ہے اور اس میں مختلفات ابی القاسم العامری سے ابو یوسف سے ابو حنیفہ سے ہے کہ پانی نہ کیلی ہے نہ وزنی ہے۔ طحاوی نے فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ پانی کا بعض، بعض سے بیچا نہیں جاتا ہے اور محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ پانی کیلی ہے اھ خلاصہ یہ کہ پانی کو الگ کیا جاسکتا ہے جیسے مٹکے میں، بلکہ زیادہ ہے کیونکہ بسا اوقات کھانے کی ایک ہی چیز کے دانوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پانی کے قطرات میں نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] فتاوٰی خیریۃ فصل فی الشرب بیروت ۲/ ۱۸۶
[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب البیوع بیروت ۱/ ۲۲۸

ثم اقول: یہ طریقہ اثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اس کے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ ودانستہ براہِ جہالت خواہ بے پرواہی احکامِ شریعت اُس میں سے اُتنا پانی یا اُس سے زاید بھر کرلے گیا تو اگرچہ وہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا کہ اُتنا نکل جانے سے حوض وچاہ میں اُس کی بقا پر یقین نہ رہا کما قال محمد لایجوز قتلھم فلوقتل البعض حل قتل الباقی [1] (جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں ان کا قتل جائز نہیں اگر بعض قتل ہوجائیں تو باقی کا قتل جائز ہوگا۔ت)

تنبیہ اقول: یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جریان[۱] نہ ضرور نہ کافی اگر صبی[۲] کا پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے میں نکل سکتا ہے تو جریان کی حاجت نہیں۔ اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اس میں نہ نکلے گا تو یہ جریان کافی نہیں جب تک اُس قدر نکل نہ جائے۔

اقول: (۳) وبه فارق النجاسة لان زوال وصفها وحصول ضدها بالجریان لمعنی فیه وهوانه لایقبل النجاسة بحکم النص وما قام به طهر بعضه بعضا ولایلزم منه حل الانتفاع بملك الصبی فلا بد من خروج قدر المصبوب، هذا ماظهر لی وقد انکشفت به الغمة علی احسن وجه مطلوب، والحمد لله سبحنه کاشف الکروب، والصلٰوة والسلام علی اکرم محبوب، وعلی اٰله وصحبه هداة القلوب، اٰمین۔	**میں کہتا ہوں** اور اسی وجہ سے نجاست سے دور ہوگیا، کیونکہ نجاست کے وصف کا زائل ہونا اور جاری ہونے کی وجہ سے اسکی ضد کا حاصل ہونا ایک معنی سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ وصف یعنی جریان نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے، کیونکہ نص میں یہی ہے، اور جو اس کے ساتھ قائم ہے اس کے بعض نے بعض کو پاک کردیا ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بچہ کی ملک سے نفع حاصل کرنا جائز ہو، تو جتنا بہا ہے اُس کی مقدار میں نکلنا ضروری ہے، یہ بحث وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی، اور اس سے عمدہ طور پر پریشانیاں دُور ہوگئیں۔ اللہ تعالٰی کیلئے حمد ہے جو مصیبتوں کو دُور کرنے والا ہے اور اس کے محبوب ترین اور اس کی آل وصحابہ پر صلٰوۃ وسلام۔ آمین (ت)

(۳) نمبر ۳۲ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل وتحقیق سے ہوا کتابوں میں اُس چند سطروں سے زائد نہ ملے گا۔ ممکن ہے کہ اسے رسالہ مستقلہ کیجئے اور عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ نام رکھئے، ولله الحمد۔ رسالہ ضمنیہ عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی تمام ہوا۔

(۶۶) جس[۴] پانی میں مائے مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصًا جبکہ اس کی دھار پہنچی جب تک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف بچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو وغسل کرتے ہیں نہ پڑی ہوں۔

وذلك انه روی الافساد مطلقا وان قل الاما ترشش فی الاناء عند التطهر فهو عفو	یہ اس لئے کہ مستعمل پانی کے بارے میں ایک روایت ہے کہ مستعمل مطلقًا خواہ قلیل ہو، پانی کو فاسد کردیتا ہے

[1] غنیۃ المستملی فروع من النجاسۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۴

دفعا للحرج ولا عبرة لمن اطلق وقد نص فی البدائع انه فاسد[1]۔

وروی الافساد بالکثیر ثم الکثرة باستبانة مواقع القطر فی الماء الطهورام ان یسیل فیه سیلانا قولان ففی الجامع الصغیر للامام قاضی خان انتضاح الغسالة فی الماء اذا قل لایفسد الماء یروی ذلك عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ولان فیه ضرورة فیعفی القلیل وتکلموا فی القلیل عن محمد وما کان مثل رؤس الابر فهو قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر فی الماء فکثیر وان کان لایستبین کالطل فقلیل[2] اھ نقله فی زهر الروض وفی الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شیء فی انائه لم یفسد علیه الماء اما اذا کان یسیل فیه سیلانا افسده وکذا حوض الحمام علی هذا وعلی قول محمد لایفسده مالم یغلب علیه یعنی لایخرجه من الطهورية[3] اھ ثم علله بعضهم بان الماء مفروض راکدا قلیلا فلا ینتقل الماء المستعمل الواقع فیه من موقعه الیه اشار فی وجیز الکردری اذیقول التوضیٔ من سردابه لایجوز لانه

مگر طہارت کے وقت جو چھینٹے پانی والے برتن میں پڑیں وہ معاف ہیں تاکہ حرج لازم نہ آئے، ان چھینٹوں کے بارے میں اطلاق کا اعتبار نہیں ہوگا حالانکہ بدائع میں اس کو فاسد کہا ہے۔

اور ایک روایت میں کثیر کو فاسد کرنے والا کہا گیا، پھر کثیر کی تعریف میں دو قول ہیں، یا تو پاک پانی میں وہ نمایاں طور پر معلوم ہو یا مستعمل پاک پانی میں بہہ کر داخل ہو، پھر امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ دھوون اگر کم مقدار میں پانی میں گرا تو پانی کو فاسد نہیں کرے گا یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نیز ضرورت کی بنا پر قلیل معاف ہوگا۔ اب انہوں نے قلیل کے بارے میں بحث کی ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ اگر مستعمل پانی کے چھینٹے سوئی کے سوراخ کے برابر ہوں تو قلیل ہے اور امام کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی میں گرنے کی جگہ نمایاں معلوم ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے جیسے شبنم کے قطرے، اس مضمون کو زہر الروض میں نقل کیا ہے، اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اجنبی شخص سے غسل کرتے وقت اپنے برتن میں چھینٹے پڑ گئے تو اس سے پانی نجس نہ ہوگا۔ اگر غسالہ بہہ کر برتن میں پڑا تو پھر برتن کا پانی ناپاک ہوجائے گا۔ حمام کے حوض کا بھی یہ حکم ہے۔ اور امام محمد کے قول کے مطابق اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا تاوقتیکہ مغلوب نہ ہوجائے

[1] بدائع الصنائع طہارۃ حقیقیۃ سعید کمپنی کراچی ۶۸/۱
[2] جامع صغیر للقاضی خان
[3] خلاصۃ الفتاوی مع الہندیۃ الماء المستعمل نولکشور لکھنؤ ۸/۱

یتکرر الاستعمال[1] اھ	یعنی اس کو طہوریت سے نہیں نکالے گا اھ

پھر بعض نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو پانی فرض کیا گیا ہے وہ ٹھہرا ہوا قلیل ہے تو مستعمل پانی جو اس میں گرا ہے اپنے گرنے کی جگہ سے اس کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ امام کُردری کی وجیز میں اسی صورت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب انہوں نے یہ کہا کہ چھوٹے حوض میں وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ پانی دوبارہ استعمال میں آتا ہے اھ۔ (ت)

اقول: ویلزمھم التجویز اذا حرك الماء عند کل غرفة او اغترف کل مرة من غیر موقع الغسالة واٰخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا یستهلك فیه فیؤثر فی کله لقلته بخلاف اللبن او بول الشاة علی قول محمد بطهارته هکذا اختلفوا والصحیح المعتمد فی المذهب الاعتبار بالغلبة فلا یخرج عن الطهوریة مادام اکثر من المستعمل هو الذی اعتمده الامة وصححه الائمة۔	**میں کہتا ہوں** ان کو یہ قول کرنا لازم ہوگا کہ اگر ہر چُلو پر پانی کو حرکت دے یا ہر دفع غسالہ کی بجائے دوسری جگہ سے چُلو لے تو وضو جائز ہونا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ مستعمل پانی مطلق پانی کا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس میں فنا نہیں ہوگا اور اس کے کل میں اثر کرے گا کیونکہ وہ کم ہے۔ بخلاف دودھ یا بکری کے پیشاب کے بقول امام محمد، کیونکہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں اس طرح مستعمل پانی کے بارے میں یہ اختلاف ہے لیکن صحیح اور مذہب قابل اعتماد یہ ہے کہ اس میں غلبہ کا اعتبار ہے لہٰذا جب تک مطلق پانی غالب اور زیادہ ہے تو مستعمل پانی کے ملنے سے ناپاک نہ ہوگا اور قابلِ طہارت رہے گا، یہی اُمت کا معمول اور ائمہ کرام کا صحیح کردہ مسلک ہے۔ (ت)

یہ ٦٦ وہ پانی تھے جن میں شیئ غیر کا اصلاً خلط نہ تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا۔ اب وہ پانی ہیں جن میں غیر آب کا خلط ہے۔ (٦٧ و ٦٨) وہ پانی[1] جس میں آبِ دہن یا آبِ بینی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی ریزش پڑ جائے اس سے وضوء جائز مگر مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبزاق جاز به التوضیئ ویکره[2]۔	اگر پانی میں تھوک یا ناک کا پانی گرے تو اس سے وضو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (ت)

(٦٩) وہ پانی جس[2] میں مٹی، ریتا، کیچڑ کسی قدر مل جائے جب تک اس کی روانی باقی ہو اعضا پر پانی کی

---

[1] فتاوٰی بزازیہ نوع فی الحیاض نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمالایجوز بہ التوضیئ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹

طرح بہے۔

(۷۰) یونہیں اہلے کا پانی اگرچہ کتنا ہی گدلا ہوا گرچہ رنگ کے ساتھ مزہ بھی بدلا ہو اگر ریتے مٹی کے سوا کچھ بھی بہا کر لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے۔

(۷۱) یوہیں وہ ندیاں جو برسات میں گدلی ہو جاتی ہیں۔ امام ملک العلما بدائع میں فرماتے ہیں:

لوتغیر الماء المطلق بالطین اوبالتراب یجوز التوضیٔ بہ[1]۔	اگر مطلق پانی کیچڑ یا مٹی سے تبدیل ہوگیا تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا[2]۔	سیلاب کا پانی جس میں کیچڑ کی آمیزش ہو اُس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس میں پانی کی رقت غالب ہو اور اگر کیچڑ غالب ہو تو جائز نہیں۔ (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

خصہ بالذکر لانہ یاتی بغثاء واشجار واوراق[3]۔	بطور خاص اس کو ذکر کیا کیونکہ سیلاب کے پانی میں میل کچیل، درخت اور پتّے وغیرہ بھی بہہ کر آتے ہیں۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ماء السیل لورقیقا لیسیل علی العضو یجوز التوضی بہ[4]۔	سیلاب کا پانی اگر اتنا رقیق ہو کہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے:

یجوز الطھارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان	اس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی

---

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز الخ سکھر ۱/۶۵

[3] جوہرۃ نیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[4] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ نوع المستعمل الخ پشاور ۴/۱۰

یکون الغلبة للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنه اسم الماء وان یکون رقیقا بعد فحکمه حکم الماء المطلق[1]۔	جس میں زعفران مل گئی ہو، بشرطیکہ اجزا کے اعتبار سے غلبہ پانی کو ہی ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو اور یہ کہ رقیق ہو، تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

المد السیل وانما خصه بالذکر لانه یجیئ بغثاء ونحوه الا ان قوله غیر احد اوصافه وقد سبقه الی هذه العبارة القدوری فی مختصره یفید ان الجواز مقید بما اذاغیر وصفا واحدا لاغیر وحینئذ لایحتاج الی ان یقول بشرط ان یکون الغلبة للماء من حیث الا جزاء ولم یزل عنه اسم الماء وان یکون رقیقا بعدمع ان قوله بشرط ان تکون الغلبة للماء من حیث الاجزاء مغن عن الثانی کما هو ظاهر لان المخالط المذکور اذا لم یغیر سوی وصف واحد لایکون بحیث یغلب الماء من حیث الاجزاء لیقع الاحتراز عنه ویجعل شرطا[2] اھ **اقول: اولاً**(۱)سیاتی الکلام ان شاء الله تعالٰی علی مقتضی التعبیر باحد وحسبك ان الزعفران یغیر اوصاف الماء الثلثة وکذا السیل ربما یتغیرله وصفان	"المد" سیلاب کو کہتے ہیں اور اس کو بطور خاص ذکر کرنا اس لئے ہے کیونکہ سیلاب کا پانی کوڑا کرکٹ بھی ساتھ لاتا ہے مگر یہ کہ ان کا قول "اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدل دیا" اور ان سے پہلے قدوری بھی اپنی مختصر میں یہ عبارت لاچکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے جواز اس صورت سے مقید ہے کہ جب صرف ایک وصف بدل جائے اس وقت یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ "شرط یہ ہے کہ غلبہ پانی کو ہو اجزاء کے اعتبار سے" اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہو، اور یہ کہ رقیق ہو، باوجودیکہ ان کا قول بشرطیکہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو ہو، یہ دوسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے کہ ملنے والی مذکورہ شے پانی کا اگر صرف ایک ہی وصف بدلے تو وہ پانی کے اجزاء پر غالب نہ ہوگی تاکہ اس سے احتراز ہو اور اس کو شرط کیا جائے اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** اوّل "احد" سے تعبیر کرنے پر کلام آگے آئے گا، اور پھر یہ دلیل کافی ہے کہ زعفران جو پانی کے تینوں اوصاف تبدیل کردیتی ہے، اور اسی طرح سیلاب کہ اس سے کبھی دو وصف بدل جاتے ہیں

[1] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ، لاہور ص ٦٣

[2] حلیہ

بل الکل **وثانیا**: (۱) الماء قد یخالطه شیئ لایخالفه الا فی وصف واحد فلا یغیر الا ایاہ وان زاد علی الماء اجزاء والوضوء به باطل وفاقا فلیس فی التعبیر باحد غنی عن شرط غلبة الماء من حیث الاجزاء کما ذهب الیه وهله رحمه الله تعالی **وثالثا** قد (۲) لایغلب الشیئ علی الماء اجزاء ویزیل اسمه عنه کما یاتی فی الزعفرانی والزاج والعفص والنبیذ فلا یغنی الشرط الاول عن الثانی ورابعا لایخفی ان (۳) الثانی مغن عن الثالث لان بزوال الرقة لایسمی ماء قال فی الفتح ماخالط جامدا فسلب رقته لیس بماء مقید بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیه قول المصنف فی المختلط بالاشنان الا ان یغلب فیصیرکالسویق لزوال اسم الماء عنه [1] اھ فالعجب تعرضه بحکم الاغناء حیث لم یکن وترکه حیث کان ثم راجعت الغنیة فرأیته عکس فاصاب وافادان الثالث تفسیر قال واشتراط عدم زوال اسم الماء یغنی عن اشتراط الرقة فان الغلیظ قدزال عنه اسم الماء بل زوال الرقة یصلح ان یکون تفسیر الزوال اسم الماء [2]۔

اور کبھی تمام اوصاف بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔

دوم: پانی میں کبھی ایسی چیز مل جاتی ہے جو صرف ایک وصف میں اُس کے مخالف ہوتی ہے اور اسی ایک وصف کو بدلتی ہے خواہ اجزاء کے اعتبار سے وہ پانی سے زائد ہی ہو، ایسے پانی سے بالاتفاق وضو باطل ہے، لہٰذا "ایک وصف بدلنے" کا ذکر اس قید سے بے نیاز نہیں کرتا ہے کہ پانی کا اجزاء کے اعتبار سے غلبہ ہو، جیسا کہ وہلہ رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا۔

سوم: بعض چیزیں اجزاء کے اعتبار سے پانی پر غالب نہیں آتیں اور اس سے پانی کا نام سلب ہوجاتا ہے جیسے زعفران، پھٹکڑی، مازو اور نبیذ میں ہوتا ہے تو پہلی شرط دوسری سے بے نیاز نہیں کرے گی۔

چہارم: مخفی نہ رہے کہ دوسرا تیسرے سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب رقّت زائل ہوگئی تو اب اس کو پانی نہیں کہاجائے گا، فتح میں فرمایا پانی کسی جامد سے ملا اور اس کی رقت ختم ہوگئی تو یہ مقید پانی نہیں بلاکہ سرے سے پانی ہی نہیں جیسے کہ مصنف نے مختلط بالاشنان میں اشارہ کیا ہے، مگر یہ کہ اتنا غالب ہوجائے کہ ستوؤں کی مثل بن جائے کہ اب اس پر پانی کا نام

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء سکھر ۱/ ۶۵

[2] غنیۃ المستملی المیاہ سہیل اکیڈمی، لاہور ص ۹۰

نہیں بولا جائے گا اھ تو تعجب اس پر ہے کہ جہاں اِغناء نہ تھا وہاں وہ اِغناء کا ذکر کر رہے ہیں اور جہاں تھا وہاں چھوڑ دیا ہے، پھر میں نے خود غنیہ کو دیکھا تو وہاں اُلٹ نکلا، تو انہوں نے مفید اور درست بات کہی کیونکہ وہ فرماتے ہیں تیسرا تفسیر ہے، اور پانی کا نام زائل نہ ہونے کی شرط رقت کی شرط لگانے سے بے نیاز کرتی ہے، کیونکہ گاڑھے سے پانی کا نام ختم ہوگیا، بلاالکہ زوالِ رقت میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پانی کے نام کے زوال کی تفسیر بن سکے۔ (ت)

(۷۲) وہ پانی کہ کاہی کی کثرت سے جس کی بُو وغیرہ میں تغیر آگیا، جوہرۃ نیرۃ میں ہے:

لوتغیر الماء بالطحلب کان حکمه حکم الماء المطلق[1]۔	اگر پانی کاہی (پانی میں سبز دھاریاں ہوتی ہیں) سے متغیر ہوجائے تو اس کیلئے مطلق پانی کا حکم ہے۔ (ت)

(۷۳) کچی کنیاں کا پانی جس میں بھرا سڑ کر بدبو آجاتی بلاالکہ رنگ ومزہ سب متغیر ہوجاتا ہے۔

(۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے۔ فتاوٰی شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونه وطعمه وریحه بحبله المعلق علیه لاخراج الماء منه فهل یجوز ام لا اجاب یجوز عند جمهور اصحابنا[2] اھ ملتقطا۔	اُن سے اُس پانی سے وضو اور غسل کی بابت دریافت کیا گیا جس کا رنگ، مزا اور خوشبو اُس رسّی کے باعث بدل گئے جس پر کہ اس رسّی کو لٹکایا گیا تھا، تاکہ اُس سے پانی نکالا جائے، تو کیا جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک جائز ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

(۷۵) کُونڈے میں آٹے کا لگاؤ ہو اُس میں پانی رکھنے سے مزے وغیرہ میں تغیر آجاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

قد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیه واٰله وسلم یوم الفتح من قصعة فیها اثر العجین رواه النسائی والماء بذلك یتغیر ولم یعتبر للمغلوبیة[3]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایسے پیالے میں وضو فرمایا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا اس کو نسائی نے روایت کیا، اس سے پانی میں تغیر آتا ہے اور مغلوبیت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہ فرمایا۔ (ت)

[1] جوہرۃ نیرۃ طہارت امدادیہ ملتان ۱/ ۱۴

[2] فتاوٰی غزی تمرتاشی

[3] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء سکھر ۱/ ۶۴

(۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسمِ خزاں میں پتّے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لینے سے صاف نظر آتا ہے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

(۷۷) پتّے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہوگیا چُلّو میں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابلِ وضو ہے جب تک گاڑھا ہو کر اپنی رقت سے نہ اُتر جائے۔

اقول: ہاں مگر[۱] اس حالت میں اُس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعتِ علماءاُس سے وضو صحیح نہ ہونے کی قائل ہے۔امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا:

اما الماء الذی تغیر بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی اذارفع فی الکف یظھر فیہ لون الاوراق فلا یجوز بہ الوضوء لانہ کماء الباقلی[1]۔	وہ پانی جوپتّوں کے زیادہ گرنے کی وجہ سے بدل گیا،اتنا کہ ہاتھ میں اٹھایا جائے توپتّوں کا رنگ آئے تواُس سے وضوجائز نہیں جیسے کہ باقلی(لوبیا)کے پانی سے وضوجائز نہیں۔(ت)

فتاوٰی غزی میں ہے:

وبعضھم ذھب الی عدم الجواز بالماء الذی غیرتہ کثرۃ الاوراق بحیث یظھر لونھا فی کف عند رفعہ کما جزم بہ فی الکنز وغیرہ[2] اھ **اقول:**(۲)انما نص الکنز لابماء تغیر بکثرۃ الاوراق[3] اھ ولیس فیہ ذکر ظھور اللون بالرفع فی الکف وانما ضمیر تغیر للماء والماء عبارۃ عن العین وتغیر عینہ بذھاب رقتہ لاجرم ان قال فی البحر محمول علی ما اذا زال عنہ اسم الماء بان	اور بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اُس پانی سے وضو جائز نہیں جس کو پتّوں کی کثرت نے بدل دیا ہو تو ہاتھ میں اٹھانے سے اس میں پتّوں کا رنگ نظر آتا ہو، جیسے کنز وغیرہ میں اس پر جزم کیا ہے اھ(ت) **میں کہتا ہوں** کنز کا نص تو یہ ہے کہ نہ اُس پانی سے جو پتّوں کی کثرت سے متغیر ہوگیا ہو اھ۔اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ ہاتھ میں اٹھانے سے پتوں کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہو،اور تغیر کی ضمیر پانی کی طرف لوٹتی ہے،اور پانی ایک عین ہے اور اُس کے عین کا تغیر اس وقت ہوگا جب اس کی رقت

[1] شرح وقایۃ، مایجوزبہ الوضوء، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۸۶/۱
[2] فتاوٰی غزی
[3] کنزالدقائق میاہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ص۱۱

صار ثخینا[1] اھ۔ورحم الله العلامة الحلبی اذ اوضح المرام وازاح الاوھام بقوله فی متنه الملتقی لابماء خرج عن طبعه بکثرة الاوراق[2] اھ قال فی مجمع الانھر طبعه ھو الرقة والسیلان[3] اھ

اقول:(۱)ولم یکن بعدہ محل لان یعلله بتغیر اوصافه جمیعا ویقول وان جوزہ الاساتذة امامانقل عن الفرائد عن اخی چلپی انه لایمکن الحمل الا علی اختلاف الروایتین ثم قال لکن یمکن الحمل علی مابین انفا[4] اھ

فاقول:(۲)اولا مابین صریح منطوق المتن فتعبیرہ بالحمل(۳)ثم تضعیفه بیمکن لامحل لھما **وثانیا**:(۴)لامحل لھذا الحمل فی کلام صدر الشریعة وما یاتی من کلام المیدانی فلا محید عن الاختلاف(۵)ومن المسامحة تعبیرہ باختلاف الروایتین(۶)فان قول المشائخ لایقال له روایة۔

ختم ہوجائے،اس لئے بحر میں فرمایا یہ اس پر محمول ہے جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہوگیا ہو،مثلاً یہ کہ وہ گاڑھا ہوگیا اھ۔ اللہ تعالٰی حلبی پر رحم فرمائے کہ انہوں نے شبہات کو دُور فرما کر وضاحت مقصود کردی،وہ ملتقی کے متن میں فرماتے ہیں "نہ اس پانی سے جو پتوں کی کثرت کی وجہ سے پانی کی طبیعت سے خارج ہوگیا ہو اھ"۔ مجمع الانہر میں فرمایا پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اھ۔(ت)

میں کہتا ہوں اس کے بعد اس کا موقع نہ تھا کہ اس کی علت یہ بیان کریں کہ اس کے تمام اوصاف بدل جائیں اور یہ فرمائیں کہ "اگرچہ اس کو اساتذہ نے جائز قرار دیا ہے" اور اخی چلپی سے فرائد سے جو منقول ہے کہ "اس کو صرف اختلاف روایتین پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے" پھر فرمایا اس کا حمل اس پر ممکن ہے جس کو انہوں نے ابھی بیان کیا ہے اھ۔(ت) **تو میں کہتا ہوں** اوّلاً جو انہوں نے بیان کیا ہے وہ متن کی صریح عبارت ہے تو اس کو حمل سے تعبیر کرنا پھر اس کو تضعیف یمکن کے لفظ سے،ان دونوں باتوں کا یہ محل نہیں۔ سے تو کوئی مَفَر نہیں،اور اس کو اختلاف روایتین سے تعبیر کرنا اس میں مسامحت ہے کہ قولِ مشائخ کو روایت نہیں کہا جاتا ہے۔(ت) دوم،اِس حمل کا صدر الشریعۃ کے کلام میں کوئی محل نہیں،اور اسی طرح میدانی کے کلام میں بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں،تو اختلاف

[1] بحرالرائق میاہ الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸
[2] الملتقی الابحر شرح مجمع الانہر الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/ ۲۸
[3] الملتقی الابحر شرح مجمع الانہر الطہارۃ بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/ ۲۸
[4] عقد الفرائد

منیہ میں ہے:

اذا تغیر لون الماء اوریحه اوطعمه بطول المکث اوبسقوط الاوراق تجوز به الطهارة الا اذا غلب لون الاوراق فیصیر مقیدا [1]۔	جب پانی کا رنگ، بُو یا مزہ تبدیل ہوجائے زیادہ ٹھہرا رہنے کی وجہ سے، یا اس میں پتّوں کے گرنے کی وجہ سے، تو اس سے طہارت جائز ہے ہاں اگر پتّوں کا رنگ غالب ہوگیا تو اب یہ پانی مقید ہوگیا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

اخذہ مما فی الذخیرة الفتاوی الصغری سئل الفقیه احمد بن ابراهیم المیدانی عن الماء الذی تغیر لونه لکثرة الاوراق الواقعة فیه حتی یظهر لون الاوراق فی الکف اذا رفع الماء منه هل یجوز التوضی به قال لاولکن یجوز شربه وغسل الاشیاء به اما شربه وغسل الاشیاء فلانه طاهر واما عدم جواز التوضی به فلانه لما غلب علیه لون الاوراق صار مقیدا کماء الباقلاء وغیرہ لکن نص فی تحفة الفقهاء علی انه عند الضرورة یجوز التوضی بماء تغیر بامتزاج غیرہ من حیث اللون والطعم بان وقع الاوراق والثمار فی الحیاض حتی تغیر لانه تتعذر صیانة الحیاض عنها [2]۔ **اقول:** فاذن یکون هذا قولا ثالثا	اس کو ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ سے لیا ہے، فقیہ احمد بن ابراہیم المیدانی سے اُس پانی کی بابت دریافت کیا گیا جس کا رنگ پتّوں کی کثرت کی وجہ سے متغیر ہوگیا ہو یہاں تک کہ جب پانی کو ہاتھ میں اٹھایا جائے تو اس میں پتّوں کا رنگ ظاہر ہوتا ہو، آیا اِس پانی سے وضو جائز ہے؟ تو فرمایا "نہیں" لیکن اس کو پی سکتے ہیں اور اس سے دوسری اشیا کو دھو سکتے ہیں، اس کا پینا اور دوسری اشیا کا دھونا اس لئے جائز ہے کہ یہ پانی پاک ہے اور وضو اس لئے جائز نہیں کہ اس پر پتّوں کا رنگ غالب ہوچکا ہے اور یہ مقید پانی ہوگیا ہے جیسے باقلی (لوبیا) وغیرہ کا پانی۔ مگر تحفۃ الفقہاء میں صراحت ہے کہ ایسے پانی سے جس میں کسی چیز کے مل جانے کی وجہ سے رنگ اور مزہ تبدیل ہوگیا ہو، ضرورت کے وقت وضو جائز ہے جیسے حوضوں میں پھل اور پتّے گرتے رہتے ہیں اور پانی متغیر ہوجاتا ہے کہ ان چیزوں سے حوضوں کا بچانا متعذر ہے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** اس صورت میں یہ تیسرا قول

[1] منیۃ المصلی مکتبہ قادریہ لاہور ص ۶۴

[2] حلیہ

انہ انما یجوز الوضوء بہ عند الضرورۃ والا لا وتبعہ فی مجمع الانہر(۱) ولیس ھکذا وانما نص البدائع شرح التحفۃ وھو عین نصھا ولوتغیر الماء المطلق بالطین اوبالتراب اوبالجص او بالنورۃ اوبوقوع الاوراق اوالثمار فیہ اوبطول المکث یجوز التوضئ بہ لانہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضا مع مافیہ من الضرورۃ الظاھرۃ لتعذرصون الماء عن ذلك[1] اھ۔فلم یقیدہ بالضرورۃ ولم یقصر وجھہ علیھا بل عللہ بانہ ماء مطلق باق علی اطلاقہ وایدہ بانہ ساقط الحکم للضرورۃ(۲)وفرق بین بین بناء الحکم علی الضرورۃ بحیث یتقید بھا وبین اسقاط حکم رأسا لضرورۃ لازمۃ وھذا من ذاك(۳)الاتری انہ نظمہ مع المخلوط بالتراب ونحوہ فی سلك واحد وھل یسوغ لاحد ان یقول انما یجوز الوضوء بماء کدر اذا لم یجد غیرہ والا لم یصح ثم(۴)لانظیر لھذا فی المذھب ان یجوز الوضوء بماء عند الضرورۃ لافی السعۃ امانبیذ التمر فانما الحکم فیہ علی خلاف المعتمد المفتی بہ لاجل ورود النص فعدل بہ عن سنن القیاس عند عدم الماء المطلق کما نصوا علیہ و

ہوگا یعنی یہ کہ بوقت ضرورت اس سے وضو جائز ہے ورنہ نہیں، اور مجمع الانہر میں اس کی متابعت کی، اور بات ایسی نہیں ہے اور بدائع شرح تحفہ کا نص بعینہٖ یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ "اگر مطلق پانی کیچڑ، مٹی، گچ یا نورہ سے بدل گیا یا اس میں پتّے اور پھل گرے اور بدل گیا یا زیادہ عرصہ تک کھڑا رہنے کی وجہ سے بدل گیا تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا، اور اس کے معنی بھی باقی ہیں، اور بظاہر اس میں ضرورت بھی ہے کیونکہ پانی کو ان اشیاء سے بچانا متعذر ہے اھ۔ تو اس کو ضرورت سے مقید نہیں کیا اور اس کی وجہ اس مقصور نہ کی بلکہ اس کی تعلیل اس طرح کی کہ وہ مطلق پانی ہے اور اپنے اطلاق پر باقی ہے اور اس کی تائید میں فرمایا کہ اس کا حکم بوجہ ضرورت ساقط ہوگیا، اور اس میں کہ حکم ضرورت کی وجہ سے لگایا جائے اور وہ ضرورت سے متقید ہوجائے اور اس میں کہ حکم ضرورت لازمہ کی وجہ سے بالکل ساقط کیا جائے، بڑا فرق ہے، اور یہ اُسی قبیل سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے اس کو مخلوط بالتراب اور اس کی مثل کے ساتھ ملایا ہے، اور ان دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے، اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ گدلے پانی کے ساتھ وضوء جائز ہے بشرطیکہ دُوسرا موجود نہ ہو ورنہ نہیں؟ پھر اس پر مذاہب میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

سیاتی ولامساغ لهذا ههنا وبالله التوفیق۔ ثم اورد علیه فی الحلیة نفسها بما حاصله ان لامعنی للتفرقة بین السعة والضرورة فان الشرع لم ینقل المکلف عن الماء المطلق عند عدم القدرة علیه الیه الماء المقید فی حالة دون حالة بل نقله عند العجز عنه الی التیمم فی سائر الحالات اعنی سواء کان یجد مع ذلك الماء المقید اولم یجده ایضا فان کان هذا ماء مطلقا جاز الوضوء مطلقا والا لم یجز مطلقا[1] اھ۔بمحصله اقول: هذا ایراد علی مافهمه رحمه الله تعالٰی من کلام التحفة لاعلیه کما علمت ولله الحمد۔	کسی پانی سے ضرورت کے وقت تو وضو جائز ہو اور بلا ضرورت جائز نہ ہو،اور جہاں تک نبیذ تمر کا معاملہ ہے سواس میں جو حکم ہے وہ معتمد مفتی بہ کے خلاف ہے، کیونکہ نص وارد ہے لہٰذا وہاں قیاس سے عدول کیا گیا ہے جبکہ مطلق پانی نہ ہو، جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے،اور یہ عنقریب آئے گا،اور یہ چیز یہاں نہیں چل سکتی ہے، پھر انہوں نے خود حلیہ میں اعتراض کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ گنجائش اور ضرورت کی صورتوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ شریعت نے مکلّف کو مطلق پانی سے قدرت نہ ہونے کی صورت میں مقید پانی کی طرف منتقل نہیں کیا ہے کسی خاص حالت میں، بلالکہ ایسی صورت میں اس کو تیمّم کرنے کا حکم دیا ہے تمام حالات میں، خواہ اس کو مقید پانی مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، تو اگر یہ مطلق پانی ہے تو وضو مطلقًا جائز ہے ورنہ مطلقًا وضو جائز نہیں اھ۔ میں کہتا ہوں یہ اعتراض اُس مفہوم پر ہے جو انہوں نے تحفہ سے سمجھا خود تحفہ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ نے جان لیاولله الحمد۔(ت)

(۷۸) پھلوں کے گرنے

(۷۹) تالاب میں سنگھاڑے کی بیل سڑ جانے سے پانی کے سب اوصاف بدل جائیں جب بھی حرج نہیں جب تک رقیق وسیال رہے۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

(یجوز ماء خالطه طاهر جامد)مطلقا(کفاکهة و ورق شجر)وان غیر کل اوصافه(فی الاصح ان بقیت رقته)ای واسمه[2] اھ۔**اقول:** احتاج الی زیادة واسمه لکلامه	(وضو ایسے پانی سے جائز ہے جس میں کوئی جامد پاک چیز مل گئی ہو)مطلقًا(جیسے خشک میوہ اور درخت کے پتّے)خواہ اس کے تمام اوصاف کو بدل دیا ہو(اصح یہی ہے بشرطیکہ اس کی رقت باقی رہی ہو)یعنی

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] الدر المختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵

فی کل طاھر جامد ومنه مایزیل الاسم مع بقاء الرقة کما یاتی فی الزعفران ونحوہ فلا یجوز الوضوء به مع بقاء رقته ونحن فی غنی من ھذا القید ھنا فانه ھنا لایتبدل الاسم مادامت الرقة فلذا لم نعرج علیه۔	اس کا نام بھی اھ۔ **میں کہتا ہوں** ہر طاہر جامد کے ساتھ نام کے باقی رہنے کی قید ضروری ہے، اسی میں وہ بھی ہے جس کا نام تو ختم ہوگیا مگر رقت باقی رہی ہو جیسا کہ زعفران وغیرہ میں آئے گا تو رقت کے باقی رہتے ہوئے بھی وضو جائز نہ ہوگا، اور ہمیں یہ قید لگانے کی ضرورت نہیں کہ یہاں نام اس وقت تک تبدیل ہوتا ہی نہیں جب تک کہ رقت باقی رہتی ہے، اسی لئے ہم نے یہ قید نہیں لگائی۔ (ت)

غرر ودرر میں ہے:

وان غیر اوصافه فی الاصح[1]	(اصح یہ ہے کہ اگرچہ وہ پانی کے اوصاف کو بدل دے۔ت)

عبدالحلیم میں ہے:

ھو الاصح بل الصحیح کما قال فی المنبع[2]۔	(یہی اصح ہے بلاکہ صحیح ہے، جیسا کہ منبع میں فرمایا۔ت)

سراج الوہاج وعلمگیریہ وجوہرہ نیرہ وفتاوی غزی میں ہے:

فان تغیرت اوصافه الثلثة بوقوع اوراق الاشجار فیه وقت الخریف فانه یجوزبه الوضوء عند عامة اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی[3]۔	اگر اس کے تینوں اوصاف موسم خزاں کے پتوں کے گرنے کی وجہ سے تبدیل ہوگئے، تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے رحمہم اللہ تعالٰی۔ (ت)

مجتبٰی، شرح قدوری پھر فتاوٰی غزی میں ہے:

لوغیر الاوصاف الثلثة بالاوراق ولم یسلب اسم الماء عنه ولا معناہ فانه یجوز التوضئ به[4]۔	اگر پانی کے تینوں اوصاف پتّوں کے گرنے کی وجہ سے متغیر ہوگئے اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا اور نہ اس کے معنی سلب ہُوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

---

[1] درر غرر ملّا خسرو فرض الغسل مطبعہ کاملیۃ بیروت ۱/۲۱

[2] درر غرر عبدالحلیم فرض الوضوء مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۱۷

[3] ہندیۃ فیمالایجوزبہ الوضوء پشاور ۱/۲۱

[4] فتاوٰی غزی

نہایہ امام سغناقی پھر عنایہ وحلیہ وغنیہ وبحر ونہر ومسکین وردالمحتار کتبِ کثیرہ میں ہے:

المنقول عن الاساتذۃ انہ یجوز حتی لو ان اوراق الاشجار وقت الخریف تقع فی الحیاض فیتغیر ماؤھا من حیث اللون والطعم والرائحۃ ثم انھم یتوضؤون منھا غیر نکیر[1]۔	اساتذہ سے یہ منقول ہے کہ جائز ہے، یہاں تک موسم خزاں میں درختوں کے پتّے حوضوں میں گرنے کی وجہ سے پانی کا رنگ، مزہ، بُو بدل جاتا ہے پھر بھی وہ ایسے پانی سے وضو کرلیتے تھے، اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا۔

ردالمحتار میں زیر قول مذکور وان غیر کل اوصافہ فی الاصح فرمایا:

مقابلہ ماقیل انہ ان ظھر لون الاوراق فی الکف لایتوضأ بہ لکن یشرب والتقیید بالکف اشارۃ الی کثرۃ التغیر لان الماء قد یری فی محلہ متغیرا لونہ لکن لورفع منہ شخص فی کفہ لایراہ متغیرا تأمل[2]اھ۔ **اقول:** لاادری لم امر بالتأمل وھو امر صحیح مشاھد ھذا وزعم یوسف چلپی فی ذخیرۃ العقبی الاصح ماذکرہ الشارح یرید صدرالشریعۃ لانہ بغلبۃ لون الاوراق صار مقیدا[3] اھ۔ **اقول:**(۱)ھو رحمہ اللہ تعالٰی(۲)لیس من اھل الترجیح ولم یسندہ لمعتمد فلا یعارض	اس کے مقابل یہ قول ہے کہ اگر پتّوں کا رنگ چُلو کے پانی میں ظاہر ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں، لیکن یہ پانی پیا جاسکتا ہے، اور ہتھیلی کی قید لگانا یہ ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ تغیر بہت زیادہ واقع ہوا ہے، کیونکہ پانی اپنے محل میں کبھی متغیر نظر آتا ہے لیکن اگر اُسے چُلّو میں اٹھایا جائے تو متغیر نظر نہیں آتا ہے تامل اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** کہ معلوم نہیں، انہوں نے تامل کا حکم کیوں دیا، یہ ایک صحیح بات ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، اور یوسف چلپی نے ذخیرہ العقبٰی میں فرمایا کہ اصح وہ ہے جس کو شارح نے ذکر کیا، ان کی مراد صدر الشریعۃ ہیں، کیونکہ وہ پتّوں کے رنگ کے غلبہ کی وجہ سے مقید پانی ہوگیا ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** وہ (رحمہ اللہ) اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں اور انہوں نے کسی قابل اعتماد شخصیت کی طرف نسبت

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۷

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۷

[3] ذخیرۃ العقبٰی المبحث فی الموجبات الغسل مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۴۵

ماعلیه الجمهور ونصوا انه الاصح ونص الامام النسفی فی المستصفی عن شیخه شمس الائمة الکردری انها الروایة الصحیحة کما سیاتی فی ۹۷ اما(۱)ما استدل به فمصادرة علی المطلوب وکفی(۲)ردا علیه قول المحقق فی الفتح تقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان ویقول احدهما للأخر هنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقه مع تغیر اوصافه بانتقاعها فظهر لنا من اللسان ان المخالط المغلوب لایسلب الاطلاق[1] اھ۔وقال المحقق فی الحلیة لعل مانقل من وضوء الاساتذه من الماء المذکور کان فیه ادنی تغیر فی صفاته الثلثة عـــہ بحیث لم یزل عنه اسم الماء المطلق اذلیس کل تغیر فی مجموع الصفات الثلاث یوجب جعل ذلك الماء مقیدا بل هذا هو الظاهر من حالهم اذلا یظن بهم الوضوء بالماء المقید[2] اھ۔

اقول: (۳)ان اراد ان کثرة تغیر الاوصاف

بھی نہیں کی، تو یہ جمہور کے قول سے متعارض نہ ہوگا، جمہور نے تصریح کی ہے کہ یہی اصحّ ہے، اور امام نسفی نے مستصفٰی میں اپنے شیخ شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ یہی صحیح روایت ہے، جیسا کہ عنقریب ۹۷ میں آئے گا اور جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے تو وہ مصادرہ علی المطلوب ہے اور محقق نے اس کی تردید فتح میں کردی ہے کہ موسم خزاں میں پتّے حوضوں میں گرتے ہیں اب وہاں سے دو دوست گزرتے ہیں ایک دُوسرے سے کہتا ہے کہ آؤ یہاں پانی موجود ہے اسے پیتے ہیں اور اس سے وضو کرتے ہیں تو وہ اس پر پانی کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ اُس کے اوصاف متغیر ہوچکے ہیں تو معلوم ہوا کہ عام محاورہ میں اس سے پانی کا نام سلب نہیں ہوتا ہے اھ۔ محقق نے حلیہ میں فرمایا اساتذہ کا جو اس پانی سے وضو کرلینا مذکور ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس پانی کے اوصاف میں زیادہ تغیر واقع نہ ہوا ہوگا اتنا کہ اُس سے مطلق پانی کا نام ہی مسلوب ہوجائے کیونکہ اوصافِ ثلٰثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بناتا ہے بلکہ اُن کے حال سے یہی ظاہر ہے، کیونکہ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ مقید پانی سے وضو کرلیا کرتے تھے۔(ت)

میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد یہ ہے کہ پانی کے

عـــہ کذا هو فی نسختی الحلیة باثبات التاء فی الثلثة ۱۲ منه غفرله

میرے پاس موجود حلیہ کے نسخہ میں اسی طرح ثلٰثۃ میں تاء کو ثابت رکھا گیا ہے۔(ت)

[1] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء سکھر ۱/ ۶۴

[2] حلیہ

بوقوع الاوراق یجعل الماء مقیدا مع بقاء رقته فغیر مسلم ولا واقع فبوقوع الاوراق مع بقاء الرقة لایزول اسم الماء ابدا وان تغیرت الاوصاف مهما تغیرت وان اراد بالتغیر الکثیر زوال الرقة فلا حاجة الی الترجی بل هو المراد قطعا قال فی العنایة بعد نقل النهایة وکذا اشار فی شرح الطحاوی الیه لکن شرطه ان یکون باقیا علی رقته اما اذا غلب علیه غیره وصاربه ثخینا فلایجوز[1] اھ۔ثم قال فی الحلیة کما ان الظاهر ان محل جواب المیدانی المذکور مابلغ به بماوقع فیه من الاوراق الی حد التقیید فان تغیر لون الماء بکثرة الاوراق الواقعة فیه یوجب تغییر الطعم بل والرائحة ایضا ان کانت الاوراق ذات رائحة[2] اھ۔

اقول: (۱) فکان ماذا فقد ذکرتم ان لیس کل تغیر فی الصفات الثلاث جمیعا یوجب جعل الماء مقیدا ولا تقیید ههنا الازوال الرقة والامام المیدانی انما بنی الجواب علی ظهور لون الاوراق فی الکف وبهذا

اوصاف میں پتّوں کے وقوع سے زیادہ تغیر پیدا ہونے سے پانی مقید ہوجاتا ہے باوجودیکہ اُس کی رقت باقی رہتی ہے، تو یہ بات نہ تو مسلّم ہے اور نہ ایسا واقع ہے، کیونکہ پتّوں کے گرنے سے جبکہ رقت باقی ہو ہمیشہ پانی کا نام تبدیل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اوصاف تبدیل ہوتے رہیں، اور اگر ان کی مراد کثرتِ تغیر سے یہ ہے کہ رقّت زائل ہوجائے، تو ترجی (لفظ لعل) کی حاجت نہیں، بلاالکہ قطعیت کے ساتھ یہی کہنا ہوگا، عنایۃ میں نہایۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ طحطاوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن یہ شرط یہ ہے کہ اس کی رقّت باقی ہو، اور اگر پانی پر کوئی دوسری چیز غالب ہوگئی اور اُس کی وجہ سے وہ گاڑھا ہوگیا تو اُس سے وضو جائز نہیں اھ۔ پھر حلیہ میں فرمایا جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ میدانی کا مذکور جواب پتّوں کی اُس مقدار سے متعلق ہے جس کی وجہ سے پانی مقید ہوجائے، کیونکہ پتّوں کی کثرت کے باعث جب پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے تو ساتھ ہی مزہ بلاالکہ بُو بھی تبدیل ہوجاتی ہے بشرطیکہ پتّوں میں کوئی خاص بُو موجود ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس سے کیا ثابت ہوا؟ آپ نے خود بھی ذکر کیا ہے کہ اوصاف ثلٰثہ کا ہر تغیر پانی کو مقید نہیں بنادیتا ہے، اور یہاں کوئی تقیید زوالِ رقّت کے سوا نہیں ہے اور میدانی کے جواب کی بنیاد یہ ہے کہ پتّوں کا رنگ چلّو میں ظاہر ہوجائے، اور

[1] عنایۃ مع الفتح الماء الذی یجوز بہ الوضوء سکھر ۱/ ۶۳

[2] حلیہ

القدر جعله مقيدا وبه صرح صدرالشريعة ومعلوم انه لايستلزم الثخانة فانى ينفع التاويل، وعلى الله ثم على رسوله التعويل، جل جلاله وعليه الصلاة والسلام بالتعجيل۔	اس مقدار سے انہوں نے پانی کو مقید بنادیا، اور اسی کی تصریح صدر الشریعۃ نے کی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس سے اس کا گاڑھا ہونا لازم نہیں، تو تاویل کا کچھ فائدہ نہیں۔۔۔۔(ت)

(۸۰ و۸۱) شنجرف یا کسم زردی کاٹنے کے لئے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب زردی کٹ آئی پانی پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اس کی رنگت وغیرہ بدل گئی قابلِ وضو ہے جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو،

خانیہ میں ہے:

التوضئ بزردج العصفر يجوز ان كان رقيقا والماء غالب[1] اھ۔ اقول: والحاصل واحد فكانه اضيف اليه بالعطف عليه تعليلا له۔	پیلے رنگ کے زردج کے پانی سے وضو جائز ہے اگر پتلا ہو اور پانی غالب ہو اھ (ت) **میں کہتا ہوں** حاصل ایک ہی ہے، تو غالبًا یہ چیز بطور عطف اس کے ساتھ اس کی تعلیل کیلئے ملائی گئی ہے۔(ت)

بزازیہ میں ہے:

ماء الزردج والصابون والعصفر لو رقيقا يسيل على العضو يجوز[2]۔	زردج، صابون اور عُصفر کا پانی اگر اتنا پتلا ہو کہ عضو پر بہہ سکے تو اُس سے وضو جائز ہے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

وهو الصحيح كذا اختاره الناطفى والامام السرخسى رحمهما الله تعالٰى[3]۔	اور یہی صحیح ہے، اسی کو ناطفی اور امام سرخسی رحمہما اللہ نے پسند کیا ہے۔(ت)

مغربِ میں ہے:

ماء الزردج هو ماء يخرج من العصفر المنقوع فيطرح ولا يصبغ به[4]۔	زردج کا پانی وہ ہے جو نچوڑے ہوئے عصفر سے نکلتا ہے پھر اس کو پھینک دیتے ہیں اور یہ رنگنے کے کام نہیں آتا ہے۔(ت)

---

[1] قاضی خان فیما لا یجوز بہ التوضئ نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الماء المقید وغیرہ پشاور ۴/۱۰

[3] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[4] جوہرۃ نیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

اسی طرح جوہرہ وغنیہ وحلیہ وعنایہ میں ہے۔

اقول: انما الزردج معرب زرده وھی الصفرة التی تخرج من العصفر فی الماء المنقوع فیہ فیسمی ذلك الماء ماء الزردج لاان ماء یخرج من العصفر یسمی ماء الزردج ھذا ھو الوجہ عندی فی اللفظ وتبعوا فیہ المطرزی وکانہ لم یتقنہ لخلو کتب اللغة عنہ حتی القاموس المدعی الاحاطة وتاج العروس المستدرك علیہ بکثیر ولا الکلمة من لسان العرب واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** "زردج" زردہ کا معرّب ہے، یہ وہ زردی ہے جو عُصفر سے نکل کر اس پانی میں آجاتی ہے جس میں اسے ڈبویا گیا ہو اس کو ماءِ زردج کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود عصفر سے جو پانی نکلتا ہے اس کو ماءِ زردج کہا جاتا ہو، میرے نزدیک اس لفظ کا صحیح مفہوم یہی ہے، جبکہ دوسرے حضرات نے اس میں مطرزی کی پیروی کی ہے، غالبًا مطرزی اس کو اچھی طرح نہیں سمجھتا، کیونکہ لغت کی کتب میں یہ موجود نہیں، یہاں تک کہ قاموس جس کا دعوی ہے کہ اس نے تمام کلمات کااحاطہ کیا ہےاس سے خالی ہے، اور پھر تاج العروس جس میں اس سے بھی زیادہ کلمات کا احاطہ ہے اس میں بھی یہ موجود نہیں، اور نہ ہی یہ کلمہ لسان العرب میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۸۲و۸۳) جس پانی میں گچ یاچُونا مل جائے لقولہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضا (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا اور معنی بھی باقی ہے۔ت)

(۸۴) چُونے کا پانی، گٹی بجھنے کے بعد تہ نشین ہوتی اور اوپر نتھرا پانی رہ جاتا ہے جس میں قدرے سپیدی متفرق طور پر رہتی ہے اسے چُونے کا پانی کہتے ہیں قابلِ وضو ہے اذلم یزل اسم الماء ولاطبعہ (کیونکہ نام بھی سلب نہیں ہوا اور طبیعت بھی زائل نہیں ہوئی۔ت)

(۸۵) ریشم کو پکانے کیلئے کپیوں کو پانی میں جوش دیتے ہیں اور اُن میں ریشم کے کیڑے ہوتے ہیں اُس پانی سے وضو جائز ہے کیڑے تر ہوں یاخشک جب تک اس کثرت سے نہ ہوں کہ اُن کے اجزا پانی پر غالب آجائیں۔ جواہر الفتاوٰی باب ثانی فتاوٰی امام جمال الدین بزدوی میں ہے:

الفیلق اذاطرح فی الماء الذی اغلی بالنارلسدا الا بریسم وفی الفیلق دودمیتة یابسة اوغیریابسة بقیت فی الماء یکون طاھرا لانہ لیس لہ دم سائل وان غلب	کپیوں کو جب آگ پر جوش دئے ہوئے پانی میں ڈالا جائے تاکہ ابریشم کا تار حاصل کیا جاسکے، اور ان کپیوں میں مُردہ کیڑے بھی موجود ہوں، خواہ خشک حالت میں یا غیر خشک حالت میں تو یہ پانی جس میں

اجزاؤھا علی الاماء یمنع التوضی بہ کما لوغلب شیئ اٰخر [1]۔	یہ کپیاں ڈالی گئی ہوں پاک رہے گا،اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کیڑوں میں سیال خون نہیں ہوتا ہے،اور اگر ان کیڑوں کے اجزاء پانی پر غالب ہوجائیں تو دوسری اشیاء کی طرح اس سے وضو جائز نہ ہوگا۔(ت)

درمختار میں ہے:

فی الوھبانیۃ دود القز وماؤہ وبذرہ وخرؤہ طاھر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ [2]۔	وہبانیہ میں فرمایا ریشم کا کیڑا،اس کا پانی،اس کا انڈا اور اس کی بیٹ اُسی طرح پاک ہے جس طرح نجاست سے پیدا ہونے والے دوسرے کیڑوں کا حکم ہے۔(ت)

ردالمحتار میں شرح وہبانیہ للعلّامہ عبدالبر سے ہے:

یحتمل ان المراد مایوجد فیما ھلك منہ قبل ادراکہ وھو شبیہ باللبن اوالذی یغلی فیہ عند حلہ حریرا [3]۔	ہوسکتا ہے کہ پانی سے مراد وہ پانی ہو جو ان کیڑوں میں پایا جاتا ہے جو کپیوں کے پکنے سے پہلے ہی ہلاک ہوجاتے ہیں،یہ پانی دودھ کے مشابہ ہوتا ہے یا وہ پانی ہوسکتا ہے جس میں انکو ریشم نکالتے وقت اُبالا جائے۔(ت)

(۸۶) پانی[1] میں مینڈک یا کوئی آبی جانور یا وہ غیر آبی جس میں خون سائل نہ ہو جیسے زنبور، کژدم، مکّھی وغیرہا مر جائے اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ ریزہ ریزہ ہو کر اس کے اجزاء پانی میں ایسے مل جائیں کہ جُدا نہ ہوسکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقّت پر رہے،ہاں اس حالت میں اس کا پینا یا شوربا کرنا حرام ہوگا جبکہ وہ جانور حرام ہو،اور اگر ٹیری یا غیر طافی مچھلی ہے تو یہ بھی جائز۔درمختار میں ہے:

لوتفتت فیہ نحوضفدع جاز الوضوء بہ لاشربہ لحرمۃ لحمہ [4] قال ش عن البحر لانہ صارت اجزاؤہ فی الماء فیکرہ الشرب تحریما [5] اھ	اور اگر پانی میں مینڈک کی قسم کی کوئی چیز پھُول پھٹ جائے تو اُس سے وضو جائز ہے پینا جائز نہیں کہ اس کا گوشت حرام ہے،ش نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اس لئے کہ اس کے اجزاء پانی میں شامل ہوگئے تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہوگا۔(ت)

---

[1] جواہر الفتاوی

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵

[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۵

[4] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵

[5] درمختار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۶

اقول: کل(۱)مالادم فیه حرام غیر الجراد والسمك الغیر الطافی واذا اختلطت اجزاؤہ بالماء فازدادھا فی شربه متیقن فای وجه للنزول من الحرمة الی کراھة التحریم وراجعت البحر فوجدت نصه ھکذا روی عن محمد رحمه الله اذا تفتت الضفدع فی الماء کرھت شربه لاللنجاسة بل لحرمة لحمه وقدصارت اجزاؤہ فی الماء وھذا تصریح بان کراھة شربه تحریمیة وبه صرح فی التجنیس [1] فقال یحرم شربه۔	**میں کہتا ہوں** ہر وہ جانور جس میں خون نہ ہو وہ حرام ہے سوائے ٹڈی اور اُس مچھلی کے جو مُردہ حالت میں سطحِ سمندر پر تیرتی ہوئی نہ پائی گئی ہو، اور جب اس کے اجزا پانی میں مل جائیں تو ان کا پیتے وقت پانی میں شامل ہونا یقینی امر ہے تو پھر حرمت سے گھٹ کر کراہت تحریم کا حکم کیوں لگایا گیا؟ میں نے بحر کو دیکھا تو اس میں یہ تھا "امام محمد سے مروی ہے جب مینڈک پانی میں پھُول پھَٹ جائے تو میں اس پانی کے پینے کی کراہت کا قول کروں گا اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں بلاکلہ اس کے گوشت کی حرمت کی وجہ سے اور اس حرام گوشت کے اجزاء پانی میں بھی شامل ہوگئے ہیں، یہ اس امر کی صراحت ہے کہ اس کے پینے کی کراہت تحریمی ہے اور اسی کی تصریح تجنیس میں ہے، فرمایا کہ اس کا پینا حرام ہے۔(ت)
اقول:(۲)الکراھة عرف القدماء اعم من الحرمة یقولون اکرہ کذا والمعنی احرمه راجع کتابی فصل القضاء فی رسم الافتاء فمعنی قول البحران الکراھة فی کلام الامام للتحریم(۳) الاتری الی قوله وبه صرح فی التجنیس وانما صرح بانه حرام۔	**میں کہتاہوں** کراہت کا لفظ متقدمین کے عرف میں حُرمت کو بھی عام ہے وہ فرماتے ہیں میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ میں اس کو حرام سمجھتا ہوں۔ دیکھئے میری کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" تو بحر کی مراد یہ ہے کہ امام کے کلام میں کراہت سے مراد تحریم ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا وبه صرح فی التجنیس اور اس میں ان کی تصریح یہ ہے کہ حرام ہے۔(ت)

(۸۷) چاول کھچڑی دال دھو کر ڈالے جاتے ہیں ان کے دھونے سے جو پانی بچا قابلِ وضو ہے جبکہ بے وضو ہاتھ سے نہ دھوئے ہوں اگرچہ اس کے رنگ میں ضرور تغیر آجاتا ہے بلاکلہ اگرچہ مزہ بُو بھی بدل جائیں۔

اقول: وھذا عندی وفاقا حتی ممن یجعل ماء الحمص والباقلاء المنقوعین	میں کہتا ہوں یہ میرے نزدیک متفقہ طور پر ہے، یہاں تک کہ جو حضرات چنوں اور باقلی (لوبیا)

[1] بحر الرائق موت مالادم له سعید کمپنی کراچی ۱/۸۹

فیه مقید الان بمجرد الغسل لایسری الیه مایسری بالنقع والتغیر الذی یحدث به لیس للحب بل لما علیه من نحو الغبار وا للہ تعالٰی اعلم۔	کے صاف کئے ہوئے پانی کو مقید قرار دیتے ہیں وہ بھی اسی کے قائل ہیں، کیونکہ صرف دھونے سے پانی میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا ہے جو صاف کرنے سے ہوتا ہے، اور جو تغیر پانی میں پیدا ہوتا ہے وہ دانہ کے باعث نہیں ہے بلالکہ اس کے اوپر غبار کی وجہ سے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۸۸) جس پانی میں چنے بھگوئے کتنی ہی دیر بھیگے رہیں تحقیق یہ ہے کہ اُس سے وضو جائز ہے مگر یہ کہ اناج کے اجزا اُس میں مل کر اُسے گاڑھا کردیں کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی نہ رہے۔

(۸۹) یوں ہی جس میں باقلا عـــہ بھگوئیں یونہی ہر اناج۔ مختصر امام ابوالحسن قدوری میں تھا:

لا(ای یجوز الوضوء)بماء غلب علیه غیره فاخرجه عن طبع الماء کماء الباقلا والمرق [1]۔	نہیں (یعنی وضو جائز نہیں) اُس پانی سے جس پر اُس کے غیر کا غلبہ ہوگیا ہو، اور اس وجہ سے پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کردیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔(ت)

اس پر ہدایہ میں فرمایا:

المراد بماء الباقلاء وغیره ماتغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی به [2] اھ۔واقره علیه فی الفتح والعنایة وتبعه فی الجوهرة فقال قوله وماء الباقلاء المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن وان لم یطبخ فهو من قبیل وتجوز الطهارة بماء خالطه شیئ طاهر [3] اھ	باقلاء کے پانی سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے کی وجہ سے متغیر ہوگیا ہو اور اگر بلا پکائے متغیر ہوگیا ہو تو اُس سے وضو جائز ہوگا اھ۔اور اس کو اس پر برقرار رکھا فتح اور عنایہ میں اور جوہرہ میں اس کی متابعت کی اور فرمایا: ان کا قول "اور باقلی کا پانی" اس سے مراد پکا ہُوا پانی ہے جو ٹھنڈا کئے جانے پر گاڑھا ہو جاتا ہے، اور اگر اس کو پکایا نہ گیا ہو تو یہ اس پانی کی طرح ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

عـــہ: یہ بھی ایک معروف غلہ ہے اگرچہ یہاں اس کا رواج نہیں اس کی پھلیاں پکاتے ہیں سالن کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔(م)

[1] قدوری کتاب الطہارت مطبع مجیدی کان پور، ص ۶

[2] الہدایۃ کتاب الطہارت مکتبہ عربیہ کراچی ۱/ ۱۸

[3] جوہرۃ نیرۃ کتاب الطہارت امدادیہ ملتان ۱/ ۱۴

اقول: رحمہ اللہ الشیخ الامام ورحمنا بہ کلام [عہ] ابی الحسن فیما اذا اخرجہ عن طبع الماء بان اختلطت فیہ اجزاؤہ فثخن ولم یبق رقیقا وحینئذ لایجوز التوضی بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایۃ لابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء اوبالطبخ کماء الباقلی والمرق فقال الامام الشارح المراد بہ ان یخرجہ عن طبع الماء وھو الرقۃ والسیلان وماء الباقلی نظیر ماغلب علیہ غیرہ اجزاء والمرق نظیر ماغلب علیہ بالطبخ[1] اھ۔

وفی الاصلاح والایضاح لابماء زال طبعہ وھو الرقۃ والسیلان بغلبۃ غیرہ اجزاء کماء الباقلا [2] اھ۔نعم الظاھر ممامر عن الذخیرۃ والتتمۃ عن المیدانی وتبعہ صدر الشریعۃ من قیاس ماتلون بوقوع الاوراق علی ماء الباقلی ان المراد مانقع فیہ فغیرہ وصفا لاذاتا وھو خلاف المعتمد۔ففی الخانیۃ یجوز التوضؤ بما القی فیہ حمص اوباقلاء لیبتل وتغیر لونہ وطعمہ

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی شیخ الامام پر اور ہم پر رحم فرمائے، ابو الحسن کی گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کہ پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دے مثلاً یہ کہ اس میں اس کے اجزاء مل جائیں اور وہ گاڑھا ہو جائے اور اس کی رقّت باقی نہ رہے تو ایسی صُورت میں اس سے وضوء جائز نہ ہوگا خواہ پکایا نہ گیا ہو، اور وقایہ میں فرمایا "نہ کہ اُس پانی سے جو دُوسری شیئ کے غلبہ کی وجہ سے اپنی طبیعت سے خارج ہوگیا ہو یا پکائے جانے کی وجہ سے طبیعت ماء سے خارج ہوگیا ہو، جیسے باقلی (لوبیا) کا پانی یا شوربہ۔امام شارح نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے اور باقلی (لوبیا) کا پانی اُس پانی کی نظیر ہے جس پر دوسرے اجزاء غالب آگئے ہوں، اور شوربہ اُس پانی کی مثال ہے جس کو پکایا گیا ہو تو اس پر دوسری شیئ غالب آجائے اھ۔اور اصلاح اور ایضاح میں ہے کہ نہ اُس پانی سے کہ جس کی طبیعت زائل ہو گئی ہو یعنی رقّت اور سیلان، اور یہ دوسری

[عہ]: الحمد للہ فتح المولی سبحنہ وتعالٰی بما یصحح الکلام ویوضع المرام ویزیل الاوھام کما یاتیک فی سادس ضوابط الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ وحفظہ ربہ

اللہ تعالٰی کے لئے حمد ہے اللہ پاک نے وہ کھول دیا ہے جس کے ذریعے کلام صحیح ہوتا ہے، مقصود واضح ہوتا ہے اور وہم ختم ہوتے ہیں جیسا کہ فصلِ ثالث کے چھٹے ضابطہ میں آئے گا۔(ت)

[1] شرح وقایۃ کتاب الطہارت رشیدیہ دہلی ۱/ ۸۵
[2] اصلاح والایضاح

ولکن لم تذھب رقتہ [1] اھ۔ وفی الفتح فی الینابیع لونقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز التوضی بہ [2] اھ۔ ومثلہ عنھا فی فتاوی الغزی ومثلہ فی المنیۃ وعزاہ فی الحلیۃ للملتقط وتجنیس الملتقط والظھیریۃ۔	اشیاء کے اجزاء کے غلبہ کی وجہ سے ہوا ہو جیسے باقلی (لوبیا) کا پانی اھ۔ ہاں ذخیرہ اور تتمہ کی گزشتہ عبارت جو میدانی سے منقول ہے اور جس کی متابعت صدرالشریعۃ نے کی ہے، جس پانی میں پتّے گرے ہوں اور اس کا رنگ بدل گیا ہو اس کو باقلی کے پانی پر قیاس کیا، اور کہا کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جس میں کسی چیز کو صاف کیا گیا ہو، جس سے پانی کا وصف بدل گیا ہو نہ کہ ذات بدلی ہو، اور یہ معتمد کے خلاف ہے۔ خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں چنے ڈال دئے گئے ہوں یا باقلی (لوبیا) ڈال دیا ہو تاکہ تر ہوجائے اور اس سے اس کا رنگ اور مزا بدل گیا ہو لیکن اس کی رقت ختم نہ ہوئی ہو اھ۔ اور فتح میں ہے ینابیع میں ہے کہ اگر چنوں اور باقلی کو پانی میں صاف کیا جس سے پانی کا رنگ، مزا اور بُو بدل گئی تو اُس سے وضو جائز ہے اور اسی کی مثل اس سے فتاوٰی غزی میں ہے اور اسی کی مثل منیہ میں ہے اور حلیہ میں اس کو ملتقط اور تجنیس ملتقط اور ظہیریہ کی طرف منسوب کیا۔ (ت)

فائدہ: اقول: یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھوڑے کے دانے سے جو پانی توبڑے میں بچ رہے قابلِ وضو ہے جبکہ رقیق سائل ہو اور اسے بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو کہ مذہب[۱] صحیح میں گھوڑے کا جھوٹا قابلِ وضو ہے۔ درمختار میں ہے:

وسؤر ماکول لحم ومنہ الفرس فی الاصح طاھر طھور بلاکراھۃ [3]۔	وہ جانور جن کا گوشت حلال ہے ان کا جھوٹا پاک ہے اور اس سے بلاکراہت طہارت حاصل ہوتی ہے اور گھوڑا بھی انہی میں سے ہے اصح قول کے مطابق۔ (ت)

(۹۰) یہ ہوا اور۔ **(۹۱)** گائے بھینس[۲] بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھُوٹا جبکہ اُس وقت اُن کے منہ کی نجاست نہ معلوم ہو اگرچہ نر ہو اور بعض[۳] نے کہا نر کا جھوٹا ناپاک ہے کہ اُس کی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پیشاب کرے اپنا منہ وہاں لگا کر سُونگھتا ہے نیز زمین پر اگر اس کا پیشاب پڑا پائے تو اُسے مگر صحیح طہارت ہے۔ درمختار

[1] قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

[2] فتح القدیر فیما لایجوز بہ التوضی سکھر ۱/۶۵

[3] درمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/۴۰

میں ہے:

سؤر حمار اھلی ولو ذکرا فی الاصح مشکوك فی طھوریتہ لاطھارتہ[1]۔	پالتو گدھے کے جھُوٹے کی طہوریت مشکوک ہے طہارت مشکوک نہیں اصح قول کے مطابق۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الاصح قالہ قاضیخان ومقابلہ القول بنجاستہ لانہ ینجس فمہ بشم البول قال فی البدائع وھو غیر سدید لانہ امر موھوم لایغلب وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بحر[2] اھ **اقول:**(۱)ان کان المناط الندرۃ یظھر تنجیس سؤر التیس فان شمہ بول العنز انکان نادرا فانہ یتکرر منہ کل یوم مرارا انہ یدلی ذکرہ والمذی والبول نابعان فیمصہ بل الوجہ عندی و اللہ تعالٰی اعلم ان(۲)الجفاف سبب الطھارۃ فی ابدان الحیوانات کما فی الارض وقد حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی باب الانجاس من فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔	اس کا قول "فی الاصح" یہ قاضی خان کا قول ہے اور اس کے مقابل اس کی نجاست کا قول ہے اس لئے کہ اس کا منہ پیشاب کو سُونگھنے کی وجہ سے نجس ہوجاتا ہے، بدائع میں فرمایا یہ درست نہیں کیونکہ یہ بات محض وہم ہے، عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے تو جو ثابت ہے اس کے ازالہ میں موثر نہ ہوگا بحر اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** اگر مناط(علت)نادر ہونا ہے تو بکرے کے جھُوٹے کا نجس ہونا بھی ظاہر ہوگا، کیونکہ وہ بکری کے پیشاب کو تو کم ہی سُونگھتا ہے مگر یہ عمل دن میں کئی بار اس سے سرزد ہوتا ہے کہ وہ اپنا ذکر لٹکاتا ہے اور مذی اور پیشاب دونوں اس سے نکلتے ہیں، تو وہ بکرا اس ذکر کو چوستا ہے بلکہ اس کی وجہ میرے نزدیک(و اللہ اعلم)یہ ہے کہ خشک ہونا حیوانات کے بدن میں سبب طہارت ہے جیسا کہ زمین کا حال ہے اور ہم نے بتوفیق اللہ اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کے باب الانجاس میں کی ہے و اللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اقول: ہاں۳ اگر دیکھیں کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سُونگھا یا بکرے نے اپنا آلہ تناسل نکال کر چُوسا اور اُس وقت مذی اور بول نکل رہے تھے اور قبل اس کے کہ اس کا منہ پاک ہوجائے پانی میں ڈال دیا تو

[1] درمختار فصل فی البئر مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۵

اب بیشک پانی ناپاک ہوجائے گا،اور اگر چار برتنوں[1] میں منہ ڈالا تو پہلے تین ناپاک ہیں چوتھا پاک و قابلِ وضو۔اسے نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھنا تھامگر ارادہ الٰہیہ یونہی واقع ہوا **وله الحمد علی ماصنع، وعلی ما اعطی وعلی مامنع، وصلی الله تعالی وبارك وسلم علی الشفیع المشفع، واٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمع۔**

(۹۲) پانی میں کولتار پڑ گیا جس سے اس میں سخت بدبُو آگئی مگر گاڑھانہ ہوگیا اس سے وضو جائز ہے۔ فتاوٰی زینیہ میں ہے:

سئل عن الماء المتغیر ریحه بالقطران هل یجوز الوضوء منه ام لا اجاب نعم یجوز[1] اه والقطران بالفتح وبالکسر کظربان عصارة الابهل والارز[2] قاموس والارز ثمر الصنوبر قاله ابو حنیفة[3] تاج العروس ومثله فی بلادنا ماذکرت۔	سوال کیا گیا کہ وہ پانی جس کی بُو کولتار کی وجہ سے متغیر ہوگئی ہو، کیا اس سے وضو جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، اور قطران بالفتح اور بالکسر ظربان کی طرح ابھل اور ارز کا نچوڑ ہے قاموس، اور ارز صنوبر کے درخت کا پھل ہوتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے تاج العروس۔اس قسم کا ہمارے ملک میں ہوتا ہے جیسا میں نے ذکر کیا۔(ت)

اقول: مگر بوجہ[2] خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہئے خصوصًا اگر اس کی بدبُو نماز میں باقی رہی کہ باعث کراہت تحریمی ہوگی۔

(۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اس کے تو اجزاء جلد منتشر ہوجاتے ہیں مگر جب تک پانی کو ستّو کی طرح گاڑھانہ کردیں رقیق وسیال رہے قابلِ وضو ہے اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں، خانیہ میں ہے:

لو بل الخبز بالماء وبقی رقیقا جاز به الوضوء[4]۔	اگر روٹی کو پانی میں بھگویا اور وہ پانی پتلا رہا تو اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

(۹۴) یونہی جس میں آم بھگوئے۔

(۹۵) اقول اسی طرح گوشت کا دھوون اگرچہ پانی میں ایک گونہ سُرخی آجائے کہ صحیح[2] مذہب میں

---

[1] فتاوٰی زینیہ علی حاشیہ فتاوٰی غیاثیہ کتاب الطہارۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳

[2] قاموس المحیط باب الراء فصل القاف مصر ۱۳۲/۲

[3] لسان العرب بیروت ۳۰۶/۵

[4] قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۹/۱

گوشت کاخون بھی پاک ہے نہ کہ وہ سُرخی کہ بعض جگہ اُس کی سطح پر ہوتی اور پانی میں دُھل جاتی ہے۔

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے:

الدم الخارج من اللحم المهزول عند القطع ان منه فطاهر وکذادم مطلق اللحم [1]۔	دبلے گوشت سے نکلنے والا خون کاٹتے وقت، اگر اس سے نکلے تو پاک ہے اور اسی طرح مطلق گوشت کے خُون کا حکم ہے۔(ت)

(۹۶) صابون

(۹۷) اُشنان کہ ایک گھاس ہے اُسے حُرض بھی کہتے ہیں۔

(۹۸) ریحان جسے آس بھی کہتے ہیں۔

(۹۹) بابونہ

(۱۰۰) خطمی

(۱۰۱) بیری کے پتّے کہ یہ چیزیں میل کاٹنے اور زیادتِ نظافت کو آب غسل میں شامل کی جاتی ہیں اس سے غسل ووضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے جب تک رقّت باقی رہے مختصر امام ابوالحسن میں ہے:

یجوز الطهارة بماء خالطه شیئ طاهر فغیر احد اوصافه کماء المد والماء الذی اختلط به اللبن او الزعفران اوالصابون اوالاشُنان [2]۔	اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اُس کے کسی وصف کو بدل دے جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں دودھ، زعفران، صابون یا اُشنان ملی ہو۔(ت)

اس پر جوہرہ نیرہ میں ہے:

فان غیر وصفین فعلی اشارة الشیخ لایجوز الوضوء ولکن الصحیح انه یجوز کذا فی المستصفی [3]۔	تو اگر وہ اس کے دو اوصاف کو بدل دے تو شیخ کے اشارہ کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی المستصفٰی۔(ت)

حلیہ میں ہے:

التقیید باحد الاوصاف الثلثة فیه	تین میں سے ایک وصف کے ساتھ مقید کرنے

[1] بزازیہ مع الہندیہ السابع فی النجس پشاور ۴/۲۱

[2] قدوری الطہارت مجیدی کانپور ص ۶

[3] جوہرۃ نیرۃ الطہارت امدادیہ ملتان ۱/۱۴

نظر فقد نقل الشیخ حافظ الدین فی المستصفی عن شیخه العلامة الکردری ان الروایه الصحیحة خلافه[1]۔	میں نظر ہے، کیونکہ شیخ حافظ الدین نے مستصفٰی میں اپنے شیخ علّامہ کردری سے نقل کیا ہے کہ صحیح روایت اس کے برخلاف ہے۔(ت)

مجتبٰی شرح قدوری میں ہے:

قول المصنف فغیراحد اوصافه لایفیدالتقیید به حتی لوتغیرت الاوصاف الثلثة بالاشنان اوالصابون اوالزعفران ولم یسلب اسم الماء عنه ولا معناه فانه یجوز التوضو به[2]۔	مصنف کا قول "فغیراحد اوصافہ" اس کے ساتھ تقیید مفید نہیں ہے یہاں تک کہ اگر تینوں اوصاف اُشنان، صابون یا زعفران سے بدل گئے اور اُس سے نہ تو پانی کا نام سلب ہوا اور نہ معنی سلب ہُوئے تو اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

ماء صابون وحرض ان بقیت رقته ولطافته جازالتوضوء به[3]۔	صابون اور حرض(اُشنان جس سے کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہیں)کے پانی کی رِقّت ولطافت اگر باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے۔(ت)

(۱۰۲تا۱۰۷) یہی چھ چیزیں اگر پانی میں ڈال کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جب تک رقت باقی ہے،

ہدایہ میں ہے:

ان تغیر بالطبخ بعد ماخلط به غیرہ لایجوز التوضی به الا اذاطبخ فیه مایقصد به المبالغة فی النظافةکالاشنان ونحوہ لان المیت قد یغسل بالماء الذی اغلی بالسدربذلك وردت السنة الا ان یغلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق	اگر پانی دوسری چیز کی ملاوٹ کے بعد پکانے سے متغیر ہوگیا تو اس سے وضو جائز نہیں، ہاں اگر اس میں ایسی چیز ڈال کر پکائی گئی جس سے نظافت میں زیادتی مطلوب ہو جیسے اُشنان وغیرہ کیونکہ مُردہ کو کبھی بیری(کے پتّے)ڈال کر اُبلے ہُوئے پانی سے غُسل دیا جاتا ہے،اور یہ حدیث میں بھی مذکور ہے،

---

[1] حلیہ

[2] البنایہ شرح ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنٹر فیصل آباد ۱/۱۸۹

[3] فتاوٰی قاضی خان فیمالایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

المخلوط لزوال اسم الماء عنه [1]۔	ہاں اگر اس قسم کی چیزیں پانی پر غالب آجائیں اور وہ پانی ستوؤں کی طرح ہوجائے تو وضو جائز نہیں کہ اب اس پر پانی کا اطلاق نہ ہوگا۔(ت)

فتاوٰی شیخ الاسلام غزی میں ہے:

ماء الصابون لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز الوضوء به وکذا لو اغلی بالاشنان وان ثخن لاکما فی البزازیه [2]۔	صابون کا رقیق پانی جو اعضاء پر بہے اس سے وضو جائز ہے، اسی طرح اگر پانی میں اُشنان ڈال کر جوش دیا گیا تو وضو جائز ہے اگر وہ گاڑھی ہوجائے تو وضو جائز نہیں کمافی البزازیہ۔(ت)

خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے:

وکذا لوطبخ بالماء مایقصد به المبالغة فی التنظیف کالسدر والحرض وان تغیر لونه ولکن لم تذهب رقته یجوز وان صار ثخینا مثل السویق لا [3]۔	اور اسی طرح اگر پانی میں ایسی چیز کو جوش دیا گیا جس سے نظافت میں مبالغہ مقصود ہو، جیسے بیری(کے پتّے)اور حرض، خواہ اس کا رنگ بدل جائے لیکن اس کی رقت ختم نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھی ہوجائے تو جائز نہیں۔(ت)

منیہ وغنیہ میں ہے:

(ذکر فی المحیط لوتوضأ بماء اغلی باشنان اوبآس جاز الوضوء به مالم یغلب علیه)بان اخرجه عن رقته [4]۔	(محیط میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے ایسے پانی سے وضو کیا جس کو اُشنان یا آس(ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے)میں جوش دیا گیا تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ پانی پر غالب نہ ہو کہ اس کو اس کی رقّت سے نکال دے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

فی الذخیرة وتتمة الفتاوی الصغری نقلا	ذخیرہ اور تتمہ فتاوٰی صغری میں ابویوسف سے

---

[1] الہدایہ کتاب الطہارۃ مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] فتاوٰی غزی

[3] فتاوٰی قاضی خان فیمالایجوزبہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹

[4] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۹۱

عن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی اذا طبخ الاٰس اوالبابونج فی الماء فان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والاٰس لایجوز التوضی به انتھی وعزی الی الاجناس بمانصه قال محمد رحمه الله تعالٰی فی الماء الذی یطبخ فیه الریحان اوالاشنان اذالم یتغیر لونه حتی یحمر بالاشنان اویسود بالریحان وکان الغالب علیه الماء فلاباس بالوضوء به فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبة الاجزاء ثم فی التتمة والذخیرة والحاصل من مذھب ابی یوسف ان کل ماء خلط بشیئ یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء وھو التطھیرفالتوضی به جائزبشرط ان لایغلب ذلك المخلوط علی الماء حتی لاتزول به الصفة الاصلیه وھی الرقة وذلك مثل الصابون اوالاشنان وانکان ذلك المخلوط لایناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء ففی بعض الروایات اشترط لمنع جواز التوضی غلبة ذلك الشیئ الماء وفی بعض الروایات لم یشترط ومحمد اعتبر فی جنس ھذه المسألة غلبة المخلوط الماء لمنع جواز التوضی ولکن فی بعضھا اشار الی الغلبة من حیث اللون وفی بعضھا اشار الی الغلبة من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفة الرقة من الماء ویبدلھا بضدھا	منقول ہے جب آس یا بابونہ کو پانی میں ابالا جائے اور وہ پانی پر غالب آجائے یہاں تک کہ بابونہ یا آس (ایک درخت جو ریحان کے نام سے مشہور ہے) کا پانی کہلانے لگے تو اس سے وضو جائز نہیں انتہٰی، اور اجناس کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ امام محمد نے اُس پانی کی بابت فرمایا جس میں ریحان (پھول) یا اُشنان کو جوش دیا گیا ہو اور اس کا رنگ تبدیل نہ ہوا ہو، یعنی نہ تو اُشنان کی وجہ سے سرخ ہوا ہو اور نہ ریحان کی وجہ سے سیاہ ہوا ہو، اور اس پر پانی ہی کا غلبہ ہو تو اس سے وضو کرنے میں حرج نہیں، تو امام محمد پانی کے رنگ کا اعتبار کرتے ہیں اور ابو یوسف غلبہ اجزاء کا اعتبار کرتے ہیں، پھر تتمہ اور ذخیرہ میں ہے کہ ابو یوسف کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو پانی سے مناسبت رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس کے مطابق ہو اگر وہ پانی میں مل جائے تو وہ مطہر ہے اس سے وضو جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ مخلوط شَے پانی پر غالب نہ ہو تاکہ پانی کی صفت اصلیہ یعنی رقّت زائل نہ ہو۔ اس کی مثال صابون اور اُشنان ہے اور اگر یہ مخلوط پانی سے مناسبت نہ رکھتی ہو اور پانی کے استعمال سے جو مقصود ہے اس سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو بعض روایات کے مطابق اس سے وضو کا عدمِ جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہوگا کہ یہ شیئ پانی پر غالب آجائے اور بعض روایات میں کوئی شرط نہیں، اور امام محمد اس طرح کے مسئلہ میں پانی پر مخلوط شیئ کے غلبہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس سے وضو جائز قرار نہیں دیتے

وھی الثخونۃ انتھی [1]۔	لیکن بعض روایات میں اس طرف اشارہ ہے کہ غلبہ سے مراد رنگ میں غلبہ ہے اور بعض میں اشارہ غلبہ من حیث الاجزاء مراد ہے کہ پانی کی صفت رقّت سلب ہوجائے اور اس کے بدلے میں گاڑھاپن اس میں پیدا ہوجائے انتہٰی۔(ت)

نیز حلیہ میں ایک کلام بدائع نقل کرکے فرمایا:

ذکر فیھا وفی التحفۃ ومحیط رضی الدین وفتاوٰی قاضی خان وغیرھا اذا کان المخالط مما یطبخ الماء بہ اویخلط الزیادۃ التطھیر لایمنع التوضی بہ ولو تغیر لون الماء وطعمہ وذلك کالصابون والاشنان والسدر الا اذا صار غلیظا بحیث لا یجری علی العضو فانہ حینئذ لایجوز لانہ زال عنہ اسم الماء [2] اھ۔	اس میں اور تحفہ اور محیط رضی الدین اور فتاوی قاضیخان وغیرہ میں ذکر کیا کہ پانی میں مخلوط شیئ اگر اس قسم کی ہے کہ اس کو پانی میں پکانے یا خلط کرنے سے مقصود تطہیر میں زیادتی ہوتی ہے تو اس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کا رنگ اور مزہ تبدیل ہوگیا ہو، جیسے صابن، اشنان اور بیری (کے پتّے)، ہاں اگر پانی اتنا گاڑھا ہوگیا کہ اس کا سیلان ختم ہوگیا اور وہ عضو پر بہنے کے لائق بھی نہ رہا، تو اس صورت میں اس سے وضو جائز نہیں، کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ہی سلب ہوگیا ہے اھ۔(ت)
اقول: واضفت الخطمی اخذا مما قالوہ فی الجنائز (۱) یغسل رأسہ ولحیتہ بالخطمی ان وجد والا فبالصابون ونحوہ [3] تنویر وفی التبیین اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغسل رأسہ بالخطمی وھو جنب واکتفی بہ ولم یصب علیہ الماء [4]۔	**میں کہتا ہوں** میں نے مذکورہ اشیاء میں خطمی کا اضافہ کیا ہے، یہ فقہاء کے اُن اقوال کی روشنی میں ہے جو انہوں نے جنائز میں ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں میت کے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے اگر میسر ہو، ورنہ صابن وغیرہ سے دھوئیں اور یہ تنویر میں ہے، اور تبیین میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور جنابت کی حالت میں اپنے سر کو خطمی سے دھویا اور اسی پر اکتفاء کیا اور اسی پر مزید پانی نہ بہایا۔(ت)

[1] حلیہ

[2] حلیہ

[3] درمختار صلوٰۃ الجنائز مجتبائی دہلی ۱/۱۲۰

[4] تبیین الحقائق کتاب الطہارت بولاق مصر ۱/۲۱

(۱۰۸و۱۰۹) اقول: دوایا غذا پانی میں پکانے کو ڈالی اور آنچ کی مگر وہ شے ابھی کچی ہے اور پانی گاڑھا نہ ہوگیا تو اس سے وضو جائز ہے،

لانہ لم یوجد الطبخ ولا زوال الطبع فلا الاسم قال ش عن(ا) القاموس الطبخ ھو الانضاج استواء[عـہ۱] اھ [1] وقال فی الغنیہ القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء [2]۔	کیونکہ اس میں نہ تو پکانا پایا گیا ہے اور نہ ہی طبیعت ماء زائل ہوئی تو اسم بھی زائل نہ ہوا، "ش" نے قاموس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا طبخ کے معنی استواء پکانے کے ہیں اھ اور غنیہ میں فرمایا مخالطۃ بالطبخ میں قاعدہ یہ ہے کہ مطبوخ پانی میں پک جائے۔(ت)

(۱۱۰) **اقول:** یونہی چائے دم کرنے کو گرم پانی میں ڈالی یا جوش ہی میں شریک کی اور جلد نکال لی کہ اثر نہ کرنے پائی اس قابل نہ ہوا کہ اُسے چائے کہہ سکیں اگرچہ ہلکی سے ہلکی، تو اُس سے بھی وضو میں حرج نہیں **لبقاء الاسم والطبع وایضا عدم الانضاج والطبخ** (کیونکہ پانی کا نام اور طبیعت باقی ہے اور پکنا پکانا بھی نہیں پایا گیا۔(ت) یہاں پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ میں اُس کی رقّت اور شے جوشاندہ کی حالت پر۔

(۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق گاؤزبان یا اُترے ہوئے گلاب کیوڑا بید مشک جن میں خوشبو نہ رہی اور اتنے ہلکے ہیں کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہیں ہوتا پانی میں کسی قدر مل جائیں جب تک پانی سے مقدار میں کم ہوں گی مثلاً لبالب گھڑے میں وہی گھڑا گلے تک بھرا تو اُس سے وضو ہوسکتا ہے۔ بحرالرائق میں ہے:

ان کان مائعا موافقا للماء فی الاوصاف الثلثۃ کالماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور وماء الورد الذی انقطعت[عـہ۲] رائحتہ	اگر کوئی مائع پانی کے ساتھ اوصاف ثلٰثہ میں مطابقت رکھتا ہے اور رقیق ہے جیسے وہ پانی جو عمل تقطیر کے ذریعہ گاؤزبان سے حاصل کیا جائے اور گلاب کا

عـہ۱ سیاتی مافیہ فی الفصل الثالث بیان الطبخ ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)	اس میں ایک اعتراض ہے جو فصل ثالث میں طبخ کے بیان میں آئے گا۔(ت)
عـہ۲ و زدت انقطاع الطعم لما ستعلم ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ (م)	اور میں نے انقطاعِ طعم کا اضافہ کیا ہے اس کی وجہ ان شاء اللہ تعالٰی آپ جان لیں گے۔(ت)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۵
[2] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

اذا اختلط بالمطلق فالعبرة للاجزاء فان کان الماء المطلق اکثر جاز الوضوء بالکل وان کان مغلوبالایجوز وان استویا لم یذکر فی ظاهر الروایه وفی البدائع قالواحکمه حکم الماء المغلوب احتیاطا[1] اھ وعبارة الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر تعتبر فیه الغلبة بالاجزاء[2] اھ **اقول**:(۱)واطلاقه ینافی ضابطته التی تبع فیها الامام الزیلعی فان من المستقطر مایخالف الماء فی وصف اووصفین اوالثلثة کما لایخفی۔	پانی جس کی خوشبُو جاتی رہی ہو جب وہ مطلق پانی کے ساتھ ملایا جائے تو اعتبار اجزاء کا ہوگا تو اگر مطلق پانی زیادہ ہو تو سب سے وضو جائز ہے اور اگر مغلوب ہو تو جائز نہیں اور اگر دونوں برابر ہوں تو ظاہر روایت میں اس کا حکم مذکور نہیں اور بدائع میں ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ اس کا حکم بھی احتیاطًا وہی ہے جو مغلوب پانی کا ہے اھ اور درر میں ہے کہ جڑی بُوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔(ت) **میں کہتا ہوں** ان کا اس کو مطلق رکھنا ان کے اس ضابطہ کے منافی ہے جس میں انہوں نے امام زیلعی کی متابعت کی ہے، کیونکہ عمل تقطیر سے جو پانی حاصل ہوتا ہے وہ عام پانی سے ایک وصف یادو یا تین میں مختلف ہوتا ہے کما لایخفی۔(ت)

(۱۱۵) یونہی ہر عرق کہ پانی سے رنگ ومزہ وبُو کسی میں ممتاز نہ ہو جیسے عطاروں کے یہاں کے اکثر عرق۔
ثم اقول: کمی بیشی میں اعتبار مقدار کا ہے اور ان میں بہت چیزیں پانی سے ہلکی ہوتی ہیں تو اگر وزن میں کمی لی جائے بارہا مقدار میں بیشی ہوجائے گی لہذا ہم نے لبالب گھڑے اور گلے تک بھرے سے تمثیل دی۔

وبه(۲)ظهر مافی عبارة المنحة حیث فسر العبرة للاجزاء بقوله ای القدر والوزن[3] اھ وفی عبارة ابی السعود اذقال الغلبة من حیث الوزن[4] وقد نص(۳) محمد ان الماء کیلی	اور اسی سے وہ ظاہر ہوا جو منحہ کی عبارت میں ہے، جہاں انہوں نے اجزاء کی تعبیر مقدار اور وزن سے کی ہے، اور جو ابو السعود کی عبارت میں ہے اس لئے کہ غلبہ وزن کے اعتبار سے ہے اور امام محمد نے

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۹
[2] درر علی الغرر فرض الغسل کاملیہ بیروت ۱/ ۲۳
[3] منحۃ الخالق علی البحر الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۹
[4] فتح المعین الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۴

واجمع ائمتنا انه لیس وزنیا وقال العینی ثم ابن الشلبی لوکان الماء رطلین والمستعمل رطلا فحکمه حکم المطلق وبالعکس کالمقید [1] اھ ولکن(ا)العجب من العلامة الشرنبلالی قال فی نور الایضاح وشرحه الغلبة فی مائع لاوصف له یخالف الماء تکون بالوزن فان اختلط رطلان من المستعمل اوماء الورد الذی انقطعت رائحته برطل من الماء المطلق لایجوز به الوضوء وبعکسه جاز اھ فذکر الوزن وعاد الی الکیل [2]۔	تصریح کی ہے کہ پانی کیلی چیز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ پانی وزنی چیز نہیں، اور عینی نیز ابن الشلبی نے فرمایا کہ اگر پانی دو رطل ہے اور مستعمل ایک رطل ہے تو اس کا حکم مطلق پانی کا ہے اور اگر بالعکس ہو تو اس کا حکم مقید کا سا ہے اھ لیکن علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے انہوں نے نورالایضاح اور اس کی شرح میں فرمایا کہ سیال چیز جس کا کوئی وصف ایسا نہ ہو جو پانی کے مخالف ہو، تو غلبہ وزن کے اعتبار سے ہوگا تو اگر دو رطل مستعمل پانی یا گلاب کا پانی جس کی خوشبو ختم ہوچکی ہو ایک رطل مطلق پانی میں ملے گا تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو وضو جائز ہے اھ تو ذکر وزن کا کیا اور لوٹ کر کیل کی طرف آئے۔(ت)

نوعِ آخر اس نوع میں وہ اشیاء مذکور ہوں گی جن کی بعض صورتوں میں حکم منقول [عہ] کتب کچھ ہے اور

عــہ: **تنبیہ ضروری:** واضح ہو کہ مائے مقید میں ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول صرف دو[۲] قول ہیں:

اول: قولِ امام ابویوسف جنہوں نے تبدلِ اوصاف آب کا اعتبار ہی نہ فرمایا صرف غلبہ اجزاء اُن معانی پر کہ فصل ثالث میں بیان ہوں گے معتبر رکھا اور یہی صحیح و معتمد و مختار جمہور ہے۔

دوم: قولِ امام محمد جس میں تبدل اوصاف پر بھی لحاظ فرمایا یہاں ہم کو ضابطہ امام زیلعی رحمہ اللہ تعالٰی پر کلام کرنا منظور ہے انہوں نے بھی لحاظِ اوصاف کیا ہے تو قول امام ابی یوسف کا خلاف تو ابتدا ہی سے ہُوا قولِ امام محمد پر جو احکام کتب میں منقول ہیں اُن سے ضابطہ زیلعیہ کا موازنہ کرنا ہے کہ اتنی جگہ اس کے موافق پڑا اور ان ان مواضع میں اس کے بھی خلاف رہا تو اقوالِ ائمہ مذہب سے یکسر خارج ہُوا ان مباحث میں اتفاق اختلاف سے یہی مراد ہے کہ مذہب امام محمد پر احکام منقولہ اور مقتضائے زیلعیہ کا توافق یا تخالف ورنہ اصل

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] الشلبی علی التبیین الطہارت بولاق مصر ۱/ ۲۰

[2] مراقی الفلاح الطہارت بولاق مصر ص۱۷

ضابطہ امام زیلعی جس کا بیان بعونہ تعالٰی فصل چہارم میں آتا ہے اس کا مقتضٰی کچھ۔ان اشیاء کی جس صورت میں حکم منقول مقتضائے ضابطہ جواز پر متفق ہیں وہ اس قسم اول میں مذکور ہوگی اور جس میں عدم جواز پر متفق ہیں وہ قسم دوم میں اور جہاں دونوں مختلف ہیں وہ صورتیں قسم سوم کیلئے ہیں۔یہ اشیاء دو صنف ہیں: **صنف اوّل** خشک چیزیں۔

(۱۱۶) پانی میں چھوہارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ نبیذ نہ ہوگیا اگرچہ خفیف سی شیرینی اس میں آگئی اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفید والمزید پھر عینی شرح صحیح بخاری و تبیین وحلیہ عــــہ وہندیہ وغیرہا میں ہے:

الماء الذی القی فیہ تمیرات فصار حلوا ولم یزل عنہ اسم الماء وھو رقیق یجوز بہ الوضوء بلاخلاف بین اصحابنا[1] اھ	وہ پانی جو کھجوروں کے ڈالے جانے کی وجہ سے میٹھا ہوگیا مگر اس کو پانی ہی کہا جاتا ہو اور اس کی رقّت بھی زائل نہ ہوئی تو اُس سے وضو کے جواز میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اھ (ت)
اقول: امامافی البدائع لابد من معرفۃ نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف وھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء وھکذا ذکر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تفسیر نبیذ التمر الذی توضأ بہ	**میں کہتا ہوں** بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آجائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مذہب صحیح معتمد کہ مذہب امام ابو یوسف ہے وہ تو صور عدم جواز میں ان کے اتفاق سے بھی بعض جگہ خلاف پڑے گا جسے ہم آخر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی نیز ان نقول کے لانے میں بڑا فائدہ مذہب امام محمد پر اطلاع ہے کہ وہ بھی بجائے خود ایک باقوت قول ہے تو بنظرِ احتیاط اُس کا لحاظ مناسب وب اللہ التوفیق ۱۲ منہ غفرلہ وحفظہ ربہ عزوجل (م)

عــہ عزاہ للحلیہ فی الھندیہ ولم ارہ فیہا لافی التیمم ولا فی المیاہ فلعلہ ساقط من نسختی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)	ہندیہ میں حلیہ کی طرف نسبت کی ہے اور مجھے اس میں یہ بات نہیں ملی نہ باب التیمم میں نہ باب المیاہ میں شاید یہ میرے نسخہ سے ساقط ہو واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ فیمالایجوزبہ التوضو پشاور ۱/۲۲

رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لیلة الجن فقال تمیرات القیتها فی الماء [1] اھ فیحمل علی ما حلا و خرج عن الاطلاق کیف وفی صدر الحدیث عند ابن ابی شیبة ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال له هل معك من وضوء قال قلت لاقال فما فی اداوتك قلت نبیذ تمر قال تمرة حلوة وماء طیب [2] فلولا انه خرج من الاطلاق لما قال لا۔

اقول: وبهذا(۱)یضعف ماجاب به ابنا حجر فی شرحی البخاری والمشکوۃ انه محمول علی ماء القیت فیه تمرات یابسة لم تغیرله وصفا قال العسقلانی وانماکانوا یصنعون ذلك لان غالب میاههم لم تکن حلوة [3] اھ واستشعر المکی ان هذا لایسمی نبیذا فقال وتسمیه ابن مسعود له نبیذامن مجاز الاول زادا والمراد به الوضع اللغوی وهو ماینبذ فیه شیئ وان لم یغیره [4] اھ

نے اسی سے لیلۃ الجن میں وضوفرمایا تھا،آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں اھ تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو، جیسا اس حدیث کی ابتداء میں بروایت ابن شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیاکیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔آپ نے فرمایا تمہارے توشہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے،تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ نہ فرماتے۔(ت)

میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ دو۲ شرحوں(شرح بخاری وشرح مشکوٰۃ) میں دوابن حجر نے جوجواب دیا ہے وہ ضعیف ہے وہ جواب یہ ہے کہ..... اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس میں خشک کھجوریں ڈال دی گئی ہوں جس نے پانی کاوصف نہ بدلا ہو، عسقلانی نے فرمایااہلِ عرب ایسااس لئے کرتے تھے کہ عام طور پراُن کا پانی میٹھا نہیں ہوتا تھااھ اور مکی نے فرمایا کہ اس کو نبیذ نہیں کہا جاتا ہے،اور فرمایا ابن جائے خواہ وہ اس پانی کو متغیر نہ کرے اھ۔(ت)

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[2] مصنف ابن ابی شیبۃ وضو بالنبیذ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۶

[3] فتح الباری لایجوز الوضوء بالنبیذ بیروت ۱/۳۰۵

[4] شرح مشکوٰۃ لملّا علی قاری باب احکام المیاہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۶۰

اقول:(۱)وکل ھذا کما تری خروج عن الظاھر غیران ملك العلماء قال بعدماقدمناعنه لان من عادة العرب انھاتطرح التمر فی الماء الملح لیحلو[1] اھ۔ **اقول**: (۲)فھذا میل الی ماقالاہ ولا اراہ یستقیم اذلوکان کذا لبقی علی مائتیه وکان مطلقا فجاز به الوضوء مطلقا وقد قال الشیخ الامام فی اٰخر الکلام الجواز فی نبیذ التمر ثبت معدولابه عن القیاس لان القیاس یابی الجوازالا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انه لا یجوز التوضو به مع القدرة علی الماء المطلق الا انا عرفناالجواز بالنص[2] اھ ولذا احتجناالی الجواب عن الحدیث بانه منسوخ باٰیة التیمم ونو زع ولذامال الاتقانی الی قول(۳)محمدانه یجمع بینھما لیقع الطھر بالیقین۔اقول وھو حسن جدا واللہ تعالٰی اعلم۔	مسعود نے اس کو مجازًا نبیذ کہا تھااول نے مزید فرمایا کہ یااس سے مراد اس کے لغوی وضعی معنی ہیں،یعنی وہ پانی جس میں کوئی چیز ڈال دی میں کہتا ہوں یہ تمام تاویلات ظاہر کے برخلاف ہیں،تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی،فرمایا:عرب کی عادت تھی کہ وہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا ہوجائے۔(ت) **میں کہتا ہوں** یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے،مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں،کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتااور مطلق رہتااور اس سے مطلقا وضو جائز ہوتا۔شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے،کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو،اور یہ مطلق پانی نہیں ہے،اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضو جائز نہیں،لیکن اس کا جواز ازروئے نص ثابت ہے اھ اس لئے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں،اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمّم سے منسوخ ہے،اور اس لئے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہوئے کہ وضو اور تیمّم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین حاصل ہوجائے۔(ت)**میں کہتا ہوں** یہ جواب بہت اچھا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۱۱۷)**اقول**: یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکّر یا بتاشے اتنے کم پڑے کہ شربت کی حد تک

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[2] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس آگئی تو اُس سے وضو روا ہے۔

(۱۱۸) **اقول:** یوں ہی دوا پانی میں بھگوئی جب تک پانی میں اُس کا اثر نہ آجائے کہ اب اسے دوا کہیں پانی نہ کہیں اُس وقت تک اُس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں **وکفی شاھدا علیہ مسألۃ الاوراق فی الحیاض** (اس پر دلیل حوضوں میں پتّوں کا مسئلہ کافی ہے۔ت)

(۱۱۹) کسم

(۱۲۰) کیسر

(۱۲۱) کسیس

(۱۲۲) مازو

یہ چیزیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہُوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہوگیا تو اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

وذلك ان العبارات جاء ت فیھا علی اربعۃ مسالك الاوّل یجوز مطلقا مالم تغلب علی الماء بالاجزاء قال فی الھدایہ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز التوضی بماء الزعفران واشباھہ ممالیس من جنس الارض لانہ ماء مقید الاتری انہ یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لایخلو عنھا عادۃ ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الا تری انہ لم یتجدد لہ اسم علیحدۃ واضافتہ الی الزعفران کاضافتہ الی البئر والعین ولان الخلط القلیل لامعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء لابتغیر اللون ھو الصحیح[1] اھ	**پہلا مسلک:** وضو مطلقًا جائز ہے تاوقتیکہ اُس کے اجزاء پانی پر غالب نہ ہوجائیں، ہدایہ میں ہے امام شافعی نے فرمایا زعفران اور اسی کی مثل دوسری اشیاء کے پانی سے وضو جائز نہیں یعنی وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں، کیونکہ یہ مقید پانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں زعفران کا پانی، اور زمین کے اجزاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ پانی عام طور پر ان اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے کیونکہ اس کا کوئی نیا نام نہیں ہے، اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہے جیسے پانی کی اضافت کُنوئیں اور چشمے کی طرف ہوتی ہے اور تھوڑی ملاوٹ کا

[1] ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

وفی الانقرویه یجوزالتوضی بماء الزعفران عندناوعند الشافعی لایجوز [1]اھ وفی الظھیریه ثم البحر وفی الخانیه اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود(زاد فی الخانیه لکن لم تذھب رقته)جاز به الوضو [2]اھ ومثل الخانیه فی المنیه عن الملتقط وزاد وکذا العفص اھ قال فی الغنیه عـه جازمع تغیر لونه وطعمه وریحه [3]اھ وفی الخانیه لابماء ورد وزعفران اذاذھبت رقته وصار ثخیناوان بقیت رقته ولطافته جاز [4] اھ وفی جواھر الاخلاطی اذاخالط شیئ من الطاھرات ولم یطبخ کالزعفران والزردج یجوز التوضی به [5]اھ ای وقید بقاء الرقة معلوم لاحاجة الی ابانته وفی مسکین علی الکنز لایجوز بماغلب علیه

کوئی اعتبار نہیں کہ اُس سے بچنا ممکن نہیں، جیسا کہ زمین کے اجزاء میں ہوتا ہے، تو غالب کا اعتبار ہوگا اور غلبہ باعتبار اجزاء ہوتا ہے نہ کہ رنگ کے بدلنے سے، یہی صحیح ہے اھ (خانیہ میں یہ اضافہ بھی یہ ہے مگر اس کی رقت زائل نہ ہوئی) تو اس سے وضو جائز ہے اھ۔ اور فتاوٰی انقرویہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک زعفران کے پانی سے وضو جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اھ، ظہیریہ، بحر اور خانیہ میں ہے کہ جب زردج پانی میں ڈالا گیا خانیہ میں یہ اضافہ بھی ہے مگر اسکی رقت زائل نہ ہوئی) وضو جائز ہے اھ اور خانیہ کی طرح منیہ میں ملتقط سے منقول ہے اس میں عفص کا اضافہ بھی ہے اھ غنیہ میں ہے اس کے مزے بُو اور رنگ کے بدل جانے کے باوجود وضو جائز ہے اھ اور خانیہ میں ہے نہ کہ گلاب اور زعفران کے پانی سے جبکہ اس کی رقّت ختم ہوجائے اور گاڑھا ہوجائے، اور اگر اس کی رقّت ولطافت باقی رہے تو اُس سے وضو جائز ہے اھ جواہر اخلاطی میں ہے کہ جب کوئی پاک شیئ پانی میں مل جائے اور اس کو

عـــه: وفی صغیره القلیل من الزعفران یغیر الاوصاف الثلثة مع کونه رقیقا فیجوز الوضوء و الغسل به ۱۲ منه(م)

اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ تھوڑی زعفران پانی کے تینوں اوصاف کو بدل دے مگر پانی رقیق ہو تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] رسائل الارکان بالمعنی فصل فی المیاہ مطبع علوی ص ۲۴

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

[3] غنیہ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

[4] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضی خان فصل فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱۹/۱

[5] جواہر الاخلاطی

غیر الماء مثل الزعفران اجزاء وھواحتراز عن الغلبة لونا وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی [1] اھ وفی وجیز الکردری ماء الزردج والصابون والعصفر والسیل لورقیقایسیل علی العضو یجوز التوضی بہ [2] اھ بل فی الغرر یجوز وان غیر اوصافہ جامد کزعفران وورق فی الاصح [3] وفی نورالایضاح لایضر تغیراوصافہ کلھابجامع کزعفران [4] اھ فھذہ نصوص متظافرة امامافی الخانیہ التوضو بماء الزعفران وزردج العصفر یجوز انکان رقیقاوالماء غالب فان غلبتہ الحمرة وصار متماسکالایجوز [5] اھ۔

فاقول: اولہ صریح فی اعتبارالرقة وفی اٰخرہ وان ذکرالحمرة فقد تدارکہ بقولہ وصار متماسکا فلم یکتف بغلبة اللون مالم یثخن ثم اکدہ بان قال

پکایانہ گیاہو جیسے زعفران اور زردج، تواس سے وضو جائز ہے اور رقت کے بقاء کی قید سب کو معلوم ہے لہٰذااظہار کی طرف کوئی محتاج نہیں اور مسکین علی الکنز میں ہے کہ جب پانی پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران جبکہ یہ غلبہ اجزاء کے اعتبار سے ہو،اور اجزاء کی قید سے لون (رنگ) اس سے خارج ہوگیااور یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اھ اور وجیز کردری میں ہے کہ زردج، صابون، عصفراور سیلاب کا پانی اگر رقیق ہو اور یہ پانی عضوپر بہہ سکتا ہو تواس سے وضو جائز ہے اھ بلاالکہ غرر میں ہے کہ اگرچہ کوئی جامد چیز اس کے اوصاف کو بدل دے تو بھی وضو جائز ہے جیسے زعفران اور پتّے، اصح قول کے مطابق۔اور نور الایضاح میں ہے کہ کسی جامد چیز کا پانی کے اوصاف کو متغیر کردینا مضر نہیں، جیسے زعفران اھ تو یہ نصوص ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں،اور جو خانیہ میں ہے کہ زعفران، زردج، عصفر کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ رقیق ہو اور پانی کا غلبہ ہو پس اگر اس پر سرخی غالب ہوجائے اور گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس کی ابتداء رقت کے اعتبار میں صریح ہے اور اس کے آخر میں اگرچہ سرخی کا ذکر ہے لیکن اس کا تدارک اس لفظ سے کردیا کہ وہ گاڑھا ہوجائے، توجب تک گاڑھا نہ ہو رنگ کے غلبہ کا

[1] فتح المعین کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

[2] فتاوٰی بزازیہ علی الھندیہ نوع المستعمل والمقید والمطلق نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰

[3] الغرر متن الدرر کتاب الطہارۃ مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۲۱

[4] نور الایضاح کتاب الطہارت مطبعۃ علیمیہ لاہور ص ۳

[5] فتاوٰی قاضی خان فیمالایجوز بہ التوضی مطبعۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۹

متصلا به اما عند ابی یوسف رحمه ا لله تعالٰی تعتبر الغلبة من حیث الاجزاء لامن حیث اللون هو الصحیح[1] اه ومثل هذا مافی الخلاصة رجل توضأ بماء الزردج اوالعصفر اوالصابون انکان رقیقایستبین الماء منه یجوزوان غلبت علیه الحمرة وصار نشاستج لایجوز[2] ه فصرح بالبناء علی الثخونة وبقی ذکرالحمرة فی الکتابین کالمستدرك[عـــه].

اعتبار نہیں پھر اس کی تائید میں متصلاً فرمایا کہ ابو یوسف کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے غلبہ معتبر ہے رنگ کے اعتبار سے نہیں، یہی صحیح ہے اھ اور اسی کی مثل خلاصہ میں ہے کہ کسی شخص نے زردج، عصفر یا صابن کے پانی سے وضو کیا، اگر وہ رقیق ہو جس سے پانی واضح ہوتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر اس پر سُرخی غالب ہو گئی ہو اور نشاستہ بن گیا ہو تو وضو جائز نہیں اھ تو اس میں اس کی تصریح ہے کہ دار ومدار گاڑھے پن پر ہے اور دونوں کتابوں میں سرخی کا ذکر مستدرک کی طرح ہے۔(ت)

الثانی:لایجوزمطلقافی شرح الطحاوی ثم خزانة المفتین المقید مثل ماء الاشجاروالثمار وماء الزعفران[3] اه وفی المنیه لاتجوز بالماء المقید کماء الزعفران[4] اه قال فی الحلیه محمول علی ماذا کان الزعفران غالبا[5] اه

دُوسرا مسلک: مطلقاً جائز نہیں، شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین میں ہے مقید جس طرح درخت، اور پھلوں کا پانی اور زعفران کا پانی اھ اور منیہ میں ہے کہ مقید پانی سے وضو جائز نہیں جیسے زعفران کا پانی اھ حلیہ میں کہا کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ زعفران غالب ہو اھ۔(ت)

اقول: هذا مبهم یحتمل الغلبة

میں کہتا ہوں یہ مبہم ہے اس میں اجزاء کے

عـــه: ستأتی فائدة له اٰخر الضابطة السادسة من الفصل الثالث ولذا قال کالمستدرك ای فی النظر الظاهر ۱۲ منه غفرله(م)

تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ کے آخر میں اس کے لئے ایک فائدہ بیان کیا ہے اس لئے فرمایا کالمستدرک یعنی نظر ظاہر میں ۱۲ منہ (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/
[2] خلاصۃ الفتاوٰی بیان الماء المقید مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۸
[3] خزانۃ المفتین
[4] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۳
[5] حلیہ

بالاجزاء وباللون وافصح فی الغنیه فقال المرادماخثر به وخرج عن الرقة اومایستخرج منه رطبا کمایستخرج من الورد [1] اھ

اعتبار سے بھی غلبہ کااحتمال ہے اور رنگ کے اعتبار سے بھی ہے،اور غنیہ میں وضاحت ہے،فرمایااس سے مراد وہ پانی ہے جو گاڑھا ہوگیاہو اور رقّت ختم ہوگئی ہو، یاوہ ہے جو اس سے تر نکلتا ہو جیسا کہ گلاب سے نکلتا ہے اھ (ت)

اقول: فعلی الثانی یخرج من البین وعلی الاول یرجع الی الاول وھوالذی نص علیه فی المنیه نفسهامن بعداذقال تجوزالطهارة بالماء الذی اختلط به الزعفران بشرط ان تکون الغلبة للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنه اسم الماء [2] اھ۔

میں کہتا ہوں تو دوسری صورت میں یہ اختلافی صورت سے الگ ہوجائیگا،اور پہلی صورت میں پہلی کی طرف رجوع کرے گا یہ وہ ہے جس پر منیہ میں صراحت ہے،انہوں نے کہاکہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں زعفران ملائی گئی ہو بشرطیکہ اجزاء کے اعتبار سے پانی کو غلبہ ہو،اور پانی کااطلاق اس پر ہوتا ہو۔(ت)

الثالث: یجوز عـه مالم یصلح للصبغ والنقش فی الفتح والحلیه صرح فی التجنیس

تیسرامسلک: اس سے وضو جائز ہے جو رنگنے اور نقش کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ فتح اور

عـه فی الارکان الاربعة للمولی بحر العلوم الکنوی لا یجوز التوضی بماءا لزعفران و العصفر و الزردج اذا کان بحیث یلون البدن او الثوب لانه ذهب اسم الماء حقیقة و اما اذا صار بلیدا فلیس ماء مطلقا ولاماء مقیدا فلا یطلق علیه الماء لا حقیقة ولا مجازا اھ۔

بحرالعلوم کی ارکان اربعہ میں ہے زعفران، عصفر اور زردج کے پانی کے ساتھ وضو جائز نہیں جبکہ وہ بدن یا کپڑے کو رنگ دے کیونکہ اب حقیقۃً پانی کانام اس سے ختم ہوگیااور جب وہ گاڑھا ہوجائے تو نہ مطلق پانی ہے اور نہ مقید پانی ہے اور اس پر نہ تو پانی کاحقیقۃً اطلاق ہوتا ہے اور نہ مجازاً اھ

اقول: فیه(۱) **اوّلا** ان ماصلح منه للصبغ لم یتبدل ذا تا فی الحقیقة انما تغیر وصف له فهوماء حقیقة نعم لم یبق ماء

میں کہتا ہوں اوّلاً اگر پانی رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پانی ذات کے اعتبار سے حقیقۃً نہیں بدلا، صرف اس کا وصف بدلا ہے، تو وہ حقیقۃً پانی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] غنیہ المستملی فصل احکام المیاہ مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص۸۹

[2] منیہ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۳

بان من التفریع علی اعتبار الغلبة بالاجزاء	حلیہ میں ہے، تجنیس میں ہے کہ تفریع باعتبار غلبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مطلقاً الا ان یرید الحقیقة العرفیه المفهومة عند الاطلاق۔ **وثانیا**: (۱) سیغصل عنه الثخین بانه لیس ماء مطلقا ولا مقیدافقدافادان هذا ماء مقید فکیف لایکون ماء حقیقة فان المطلق والمقید صنفان من الماء۔ **وثالثا**: (۲) الثخین وان لم یبق ماء اصلاعلیماافاده فی الفتح فلامانع من اطلاق الماء مجازاباعتبار ماکان۔ **و رابعا**: (۳) الحکم المنقول فی ماء الزردج ماقدمنا فی ۸۱ من ان العبرة بالرقة ولم ارماوقع ههنا لغیره ویظهر لی ان لامحل له لانه لیس مما یصبغ به کما تقدم ثمه وکونه مما یلون الثوب ان اصابه لایجعله نوعاآخرغیرالماء مادام رقیقااذالانواع عندنا بالاغراض الا تری ان التمروالزبیب اذاالقیافی الماء یغیران لونه وطعمه قبل ان یصیرانبیذاویجوز الوضوء به بالاجماع کمامر فی ۱۱۶ مع انهما لواصاباثوبا ابیض لوناه وذلك لان المقصودههنا النبیذدون الصبغ فلا یزول الاسم الا بحصول المقصود علیه الرحمة۔ اربع[۱،۲،۳،۴] معروضات علی المولی بحر العلوم عبدالعلی الکنوی۔

صرف مطلق پانی نہیں رہا، ہاں اگر حقیقۃ عرفیہ کاارادہ کیا جائے جو اطلاق کے وقت سمجھی جاتی ہے تواور بات ہے۔
ثانیا: گاڑھا ہونے سے وہ نہ مطلق پانی رہااور نہ مقید، توانہوں نے بتایا کہ یہ مقید پانی ہے، اس صورت میں وہ حقیقۃً پانی کیوں نہ ہوگا کیونکہ مطلق اور مقید دونوں ہی پانی کی اقسام ہیں۔
ثالثا: گاڑھا اگرچہ فتح کے بقول پانی نہ رہاتو باعتبار ماکان مجازًا اس پر پانی کے اطلاق میں کوئی مانع نہیں۔
رابعا: وہ حکم جو زردج کے پانی کی بابت منقول ہے جو ہم نے ۸۱ میں نقل کیا کہ اعتبار رقّت کا ہے اور میں نے دوسروں کا بیان نہیں دیکھا اور مجھے لگتا ہے کہ اس کا یہاں محل نہیں، کیونکہ اس سے رنگا نہیں جاتا ہے جیسا کہ وہاں گزرااور اس کے کپڑے کو رنگنے سے اگر کپڑے کو لگ جائے اس کا ایک مستقل نوع بنانا لازم نہیں آتا جب تک وہ رقیق ہے دوسری نوع نہیں بنے گا کیونکہ ہمارے نزدیک انواع اغراض سے وجود میں آتی ہیں، مثلاً کھجور اور منقٰی جب پانی میں ڈالے جائیں تو وہ اس کے رنگ اور مزے کو بدل دیتے ہیں، اور ابھی وہ نبیذ نہیں بنا ہوتا ہے، اور اس سے وضو بالاجماع جائز ہوتا ہے جیسا کہ ۱۱۶ میں گزرا حالانکہ اگر یہ دونوں چیزیں سفید کپڑے کو لگ جائیں تو اس کا رنگ بدل دیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود نبیذ ہے نہ کہ رنگ، تو اس کا نام اس وقت تک نہ بدلے گا جب تک مقصود حاصل نہ ہو۔ یہ چار معروضات بحر العلوم پر ہیں۔ (ت)

قول الجرجانی اذاطرح الزاج اوالعفص فی الماء جاز الوضوء به انکان لاینقش اذاکتب فان نقش لایجوز والماء هو المغلوب[1] اھ ومثله فی الهندیه عن البحر عن التجنیس من قوله اذاطرح الی قوله لایجوز وفی القنیه ثم معراج الدرایه ثم البحر ثم الدر ثم فتح الله المعین الزعفران اذاوقع فی الماء ان امکن الصبغ فیه فلیس بماء مطلق[2] اھ

جرجانی کا قول ہے جب زاج یا عفص پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب اس کے ذریعہ لکھنے سے نقش نہ آتا ہو اگر نقش آئے تو جائز نہیں، جبکہ پانی مغلوب ہو اھ، اور اسی کی مثل ہندیہ میں بحر سے تجنیس سے ہے، ان کے قول اذاطرح سے لایجوز تک اور قنیہ، معراج، بحر، در پھر فتح اللہ المعین میں ہے کہ اگر زعفران پانی میں پڑ جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے اھ

الرابع: یجوزمالم یغلب لونهالون الماء فی الشلبیه عن یحیی عن الامام القاضی الاسبیجابی الماء ان اختلط به طاهرفان غیرلونه فالعبرة للون فان کان الغالب لون الماء جازالوضوء به والا فلاوذلك مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء[3] اھ ومثله فی خزانة المفتین والبرجندی۔

چوتھا مسلک: وضو جائز ہے جب تک اس کا رنگ پانی کے رنگ پر غالب نہ ہو، شلبیہ میں یحیٰی سے امام قاضی اسبیجابی سے منقول ہے کہ پانی میں اگر کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے رنگ کو بدل دے تو اعتبار رنگ کا ہوگا اگر پانی کا رنگ غالب ہو تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً دودھ، سرکہ اور زعفران پانی میں مل جائے اھ اسی کی مثل خزانۃ المفتین اور برجندی میں ہے۔(ت)

اقول: قدمنا۱۱۶ اجماع اصحابنارضی الله تعالٰی عنهم علی جوازالوضوء بماء القی فیه تمیرات فحلاولم یصرنبیذاومعلوم قطعاان اللون اسبق تغیرافیه من الطعم فاستقرالاجماع علی ان تغیراللون و

میں کہتا ہوں ہم نے ۱۱۶ میں اپنے اصحاب کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں تو نبیذ بننے سے پہلے پہلے اس میں مٹھاس آجائے اور یہ قطعی معلوم ہے کہ رنگ مزہ کے متغیر ہونے سے پہلے بدل جاتا ہے تو اجماع اس پر قائم ہے کہ

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵
[2] دُرمختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[3] شلبی علی التبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

الطعم بجامد لایضر مالم یزل الاسم فیجب حمل هذاالرابع وکذاالثانی علی الثالث ثم قد انعقد الاجماع والاطباق* من جمیع الحذاق* بغیرخلف وشقاق* ان زول الاسم یسلب الاطلاق* کیف وانما عین الشرع للوضوء الماء* وهذا اذا زال الاسم لیس بماء* فهذا الشرط ملحوظ ابدابلا امتراء* وانکان یطوی ذکره* للعلم بالعلم به اذشاع امره* فیجب حمل عــه الاول ایضًا	رنگ اور مزے کا کسی جامد سے بدلنا اس وقت تک مضر نہیں جب تک کہ نام نہ بدل جائے تو اس چوتھے اور دوسرے کا تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے۔ پھر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جب نام زائل ہو جائے تو اطلاق باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت نے وضو کیلئے پانی کو متعین کر رکھا ہے اور جب نام زائل ہو گیا تو پانی نہ رہا یہ شرط اگرچہ مذکور نہ ہو معتبر رہے گی، تو پہلے کو بھی تیسرے پر حمل کرنا لازم ہے، اس طرح

عــــه: (۱) ولکن العجب من العلامة الخادمی اذرد الثالث بالاول حیث قال عند قول الغررالماریجوزوان غیر اوصافه جامدکزعفران فی الاصح مانصه قیل عن البحران امکن الصبغ به لم یجز کنبیذ التمر لکن الظاهر انه علی الروایه المشار الی نفیهابقوله فی الاصح اذهذا القول اشارة الی نفی ماعن الفقیه احمد بن ابرهیم انه لوظهرلون المخالط فی الکف لایجوز اه فقدعلمت انه لامساس له بنفی الثالث بل یجب رده الی هذا نعم نفی قول الفقیه صحیح وجیه لان ظهور لون الاوراق فی الکف فی ماء الحوض لایزیل عنه اسم الماء بخلاف الزعفران اذاجعله صالحاللصبغ **ثم** (۲) من العجب کلام الفقیه انماکان فی الاوراق

لیکن علامہ خادمی پر تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے سے تیسرے کا رد کیا ہے۔ جہاں انہوں نے غرر کے گزشتہ قول "وان غیر اوصافہ جامد الخ" کے تحت فرمایا کہ بحر سے منقول ہے اگر وہ رنگنے کے قابل ہو تو جائز نہیں، جیسے نبیذ تمر سے، لیکن ظاہر میں روایت مشار پر اس کی نفی ہے اس کے قول فی الاصح سے، کیونکہ یہ قول اشارہ ہے اس کی نفی پر جو فقیہ احمد بن ابراہیم سے منقول ہے کہ اگر ملنے والی چیز کا رنگ ہتھیلی میں ظاہر ہو تو اس پانی سے وضو جائز نہیں اھ آپ جانتے ہیں کہ تیسرے کی نفی سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلاکہ اس کی طرف اس کا رد واجب ہے۔ ہاں فقیہ کے قول کی نفی درست ہے، کیونکہ حوض سے پانی لینے میں ہتھیلی پر پتّوں کے رنگ کے ظہور سے پانی کا نام زائل نہیں ہوتا۔ زعفران کا حکم اس کے برخلاف ہے جبکہ وہ پانی کو رنگنے کے قابل کر دے۔ پھر تعجب ہے کہ فقیہ کا (باقی برصفحہ آیندہ)

علی الثالث فیزول الشقاق* ویحصل الوفاق* واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ مسئلہ متفقہ ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۱۲۳)**اقول:** یونہی رنگت کی پُڑیاں کہ اب چلی ہیں اور ہماری تحقیق میں ان کی طہارت پر فتوٰی ہے جب پانی میں اتنی خفیف ملیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہوجائے اگرچہ رنگت بدل جائے۔

(۱۲۴)یونہی روشنائی جبکہ اس کے ملنے سے پانی لکھنے کے لائق نہ ہوجائے اقول یعنی اُس سے حرف کا نقش نہ بنے جو بعد خشکی پڑھنے میں آئے اگرچہ پھیکا ہو۔

صنف دوم بہتی چیزیں۔

(۱۲۵و۱۲۶)جس پانی میں زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اتنا کم پڑے کہ ان پانیوں کی رنگت اُس سادہ پانی پر غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے۔

قال الامام ملك العلماء فی البدائع الماء المطلق اذاخالطه شیئ من المائعات الطاھرة کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلك ینظر انکان یخالف لونه لون الماء کاللبن	ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا "مطلق پانی میں جب کوئی سیال پاک چیز مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقّٰی کا عرق وغیرہ تو یہ دیکھا جائیگا کہ اس کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہے یا نہیں، مثلاً دودھ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وبدله الفاضل الناقل بالمخالط فعم الزعفران واللہ المستعان **ثم**(۱)العجب کل العجب ان الفاضل نفسه زاد بعد قول الغرر ان بقی رقته لفظة واسمه ایضاً اھ فقدکان یعلم ان الرقة لاتنفع اذازال الاسم فکیف یجعل القول الثالث مبنیاعلی الروایه المنفیه ۱۲ منه غفرله(م)

کلام توپتّوں سے متعلق تھا اور فاضل ناقل نے اسے مخالط سے بدل دیا ہے تواس نے زعفران کو شامل کرلیا ہے واللہ المستعان، پھر بڑا تعجب ہے کہ خود فاضل نے غرر کے قول "وان بقی رقته" کے بعد ایک لفظ "واسمه ایضاً اھ" کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ پانی کے نام کے زوال کے بعد رقت کا کوئی فائدہ نہیں تو قولِ ثالث کو روایت منفیہ پر مبنی کس طرح کیا جائے گا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبة فی اللون [1] اھ وفی الحلیه نقل فخر الدین الزیلعی عن الاسبیجابی ونجم الدین^{عــہ} الزاهدی عن زادالفقهاء قالوا انکان المخالط شیالونه یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران انکانت الغلبة للون الماء یجوز التوضی به وانکان مغلوبالایجوز [2] اھ **اقول:** ولا شك ان هذا الماء یخالف الماء المطلق فی الاوصاف الثلثة فعلی ضابطة الامام الزیلعی یعتبر تغیر وصفین فکان یحتمل ان تقتضی الضابطة خلاف هذاالحکم المنقول فیمااذا غلب علی المطلق طعمه وریحه دون لونه لکنه غیر معقول لان اللون اقوی اوصافه واسرع اثرا فان تغیر شیئ من اوصاف الماء تغیرلونه قبله وان لم یتغیر شیئ فلم یحصل فی جانب الجواز خلاف۔	عُصفر یا زعفران کا پانی، اگر ایسا ہے تو پانی میں رنگت کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ اور حلیہ میں ہے فخر الدین زیلعی نے اسبیجابی سے اور نجم الدین زاہدی نے زاد الفقہاء سے نقل کیا، ان حضرات نے فرمایا کہ اگر ملنے والی اشیاء کا رنگ پانی کے رنگ سے مختلف ہو جیسے دودھ، سرکہ اور زعفران کا پانی، اور ایسی صورت میں غلبہ پانی کے رنگ کو ہو تو وضو جائز ہے اور اگر پانی کا رنگ مغلوب ہو تو وضو جائز نہیں۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس میں شک نہیں کہ یہ پانی مطلق پانی سے تینوں اوصاف میں مختلف ہوگا تو امام زیلعی کے ضابطہ کے مطابق اس میں دو۲ وصفوں کے تغیر کا اعتبار ہوگا، اس میں یہ احتمال تھا کہ اس ضابطہ کی رُو سے مذکور حکم کے برخلاف حکم اس صورت میں ہوتا جبکہ مطلق پانی پر مزہ اور بُو کا غلبہ ہوا ہو نہ کہ رنگ کا۔ مگر یہ بات معقول نہیں ہے کیونکہ رنگ پانی کے اوصاف میں قوی تر اور زُود اثر ہے تو اگر پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف بدلتا تو سب سے پہلے تو رنگ ہی بدلتا، اور رنگ نہیں بدلا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی وصف نہیں بدلا، تو جواز کی صورت میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ (ت)

(۱۲۷) یوں ہی پُڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے اس کی رنگت غالب نہ آئے تو وضو روا ہے۔

اقول: لانه انکان ذاریح فکماء الزعفران والعصفر اولا فذو وصفین	**میں کہتا ہوں** اس لئے اگر وہ چیز خوشبودار ہو تو جیسے زعفران اور عُصفر کا پانی ہے یا نہ ہو تو دو وصف

عــہ بالرفع عطفا علی فخر الدین ۱۲ منه غفرله(م)	رفع کے ساتھ کیونکہ اس کا فخر الدین پر عطف ہے (ت)

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المطلق سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] حلیہ

ولا یتغیر الطعم مالم یتغیر اللون فلا یحصل الخلاف۔	والی ہوگی، اور مزہ اس وقت نہ بدلے گا جب تک رنگ نہ بدلے تو اختلاف نہ ہوا۔ (ت)

(۱۲۸) آبِ تربوز جسے تربوز کا شربت کہتے ہیں جس میٹھے پانی میں اتنا ملے کہ اس کا مزہ پانی پر غالب نہ ہوجائے اس سے بالاتفاق وضو ہوسکتا ہے۔ تبیین الحقائق وفتح القدیر وحلیہ وغنیہ ودرر وبحر وغیرہا میں ہے:

ماء البطیخ تعتبر الغلبة فیه بالطعم [1] اھ اقول ویظهر لی تقییدہ بالماء العذب کما فعلت فان الماء الملح ربما تبلغ ملوحته بحیث لو خلط به ماء الحبحب اکثر من نصفه لم یغلب علی طعمه بل کانت حلاوة هذا هی المغلوبة فاعتبار الطعم ههنا تضییق یؤدی الی توسیع خارج عن القوانین بمرة فلیتنبه۔	آبِ خربوزہ میں مزہ کے غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ اقول اور اس کو میٹھے پانی سے مقید کرنا ضروری ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کیونکہ کھارے پانی کی نمکینی بعض اوقات اس درجہ زیادہ ہوتی ہے کہ اگر اس میں تربوز کا پانی آدھے سے بھی زیادہ ملا دیا جائے تو اس کا مزہ نہیں بدلتا ہے، بلکہ اس کی مٹھاس مغلوب ہوجاتی ہے، تو یہاں مزہ کا اعتبار کرنا بڑی تنگی ہے، اس سے معاملہ بہت پھیل جائے گا جو شرعی قوانین کے بالکل مخالف ہے فلیتنبہ۔ (ت)
اقول: وهو وان کان ذا الاوصاف الثلثة۔ کما سیاتی لکن طعمه اقوی فاذا لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلا یحصل الخلاف فی جانب الجواز واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** وہ پانی اگر تین اوصاف والا ہو (جیسا کہ آئے گا) لیکن اس کا مزہ قوی تر ہو، تو جب مزہ نہ بدلا تو کوئی وصف نہیں بدلے گا تو جواز کی جانب میں کوئی خلاف نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۱۲۹) یوں ہی سپید انگور کا شیرہ اگر شیریں پانی میں ملے مزہ کا اعتبار ہے اگر اُس کا مزہ غالب نہ ہوا قابلِ وضو ہے، بدائع میں ہے:

ان کان لا یخالف الماء فی اللون ویخالفه فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخله تعتبر الغلبة فی الطعم [2] اھ اقول وقیدته بالعذب لما علمت وحصول الوفاق لما سمعت۔	اگر وہ پانی کے رنگ میں مخالف نہ ہو مگر مزہ میں مخالف ہو جیسے شیرہ انگور سفید اور سفید انگور کا سرکہ تو مزہ میں غلبہ کا اعتبار ہوگا اھ میں کہتا ہوں میں نے میٹھے کی قید اس لئے لگائی کہ آپ جان چکے ہیں اور اتفاق کا حاصل ہوجانا بھی آپ کو معلوم ہے۔ (ت)

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

[2] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

(۱۳۰) سپید انگور کا سرکہ اگر اُس کا مزہ اور بُو پانی پر کچھ غالب نہ آئے اُس سے وضو بالاتفاق جائز ہے،

اقول لانه ذووصفين وريحه اقوى فأن تغير ريح الماء دون طعمه لم يجز على قضيه الضابطة خلافا للحكم المنقول المار انفا عن البدائع فلم يحصل الوفاق فى جانب الجواز الا اذالم يتغير شيئ۔	**میں کہتا ہوں** اس لئے کہ اس میں دو وصف ہیں، اور اس کی بُو قوی تر ہے تو اگر پانی کی بُو بدل گئی مزہ نہ بدلا تو ضابطہ کی رُو سے وضو جائز نہ ہوگا لیکن بدائع کے حوالے سے جو حکم ابھی گزرا ہے یہ اُس کے برخلاف ہے تو جواز کی جانب میں اتفاق حاصل نہ ہوا، یہ صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ کوئی وصف نہ بدلے۔ (ت)

(۱۳۱) اور سرکے کہ رنگت بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ملیں کہ اُن کا کوئی وصف پانی پر غالب نہ آئے یا صرف بُو غالب آئے اُس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

اقول: وذلك لانهاذوات الثلاث ومعلوم ان ريح الخل اقوى شيئ فلا يقع ان يتغيرطعم الماء وحده اولونه فقط اوهمامعالا ريحه بل امالا يتغير(۱)شيئ او(۲)يتغيرالكل او(۳)الريح وحده او(۴)مع اللون او(۵)مع الطعم والعبرة فى الضابطة للغلبة بوصفين والمنقول الغلبة باللون وحده كمامر عن حليه عن الزيلعى عن الاسبيجابى وعن النجم الزاهدى عن زاد الفقهاء وتقدم عن الامام ملك العلماء فيتفق المنقول والضابطة فى الصورة الاولى والثالثة على الجواز وفى الثانيه والرابعة على المنع وفى الخامسة تتفرد الضابطة بالمنع۔	**میں کہتا ہوں** اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین وصف والے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ سرکہ کی بُو قوی تر شیئ ہے تو یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف پانی کا مزہ بدلے یا رنگ بدلے یا دونوں بدل جائیں اور بُو نہ بدلے، بلاکلہ یا تو کچھ نہیں بدلے گا یا سب کچھ بدل جائے گا یا صرف بُو بدلے گی یا رنگ کے ساتھ یا مزہ کے ساتھ اور ضابطہ میں اعتبار غلبہ کو ہے دو وصفوں کے ساتھ، اور جو منقول ہے وہ صرف رنگ کا غلبہ ہے جیسا کہ حلیہ سے زیلعی سے اسبیجابی سے اور نجم زاہدی سے زاد الفقہا سے گزرا، اور امام ملک العلماء سے بھی یہی منقول ہوا ہے اس لئے نقل اور ضابطہ میں اتفاق ہوگیا، پہلی صورت اور تیسری میں اتفاق جواز پر ہے اور دوسری اور چوتھی میں عدمِ جواز پر اور پانچویں صورت میں ضابطہ کی رُو سے عدمِ جواز ہے۔ (ت)

(۱۳۲) **اقول:** اگر کوئی ذی لون سرکہ ایسا ہو کہ اُس کا مزہ اس کے سب اوصاف سے اقوی ہو کہ اس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے مزے کو بدلے اُس سے زاید ملے تو بُو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں

اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اس سے وضو بالاتفاق جائز ہے **لعدم غلبة اللون فی المنقول ولا تغیر وصفین فی الضابطة** (کیونکہ رنگ کا غلبہ نہیں ہے منقول میں اور دو وصفوں کا تغیر نہیں ہے ضابطہ میں۔ت)

(**۱۳۳**) اقول اور اگر بالفرض اس کی رنگت سب سے قوی تر اور پہلے اثر کرنے والی ہو تو اس کے ملنے سے وضو بالاتفاق اُسی وقت جائز ہوگا کہ اس کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے **لان ای وصف منه تغیر تغیرلونه وبه العبرة فی المنقول** (کیونکہ اس کا جو وصف بھی بدلے گا اس کا رنگ بھی بدل جائے گا اور منقول میں اسی کا اعتبار ہے۔ت)

(**۱۳۴**) دُودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلا دُودھ کا رنگ اس پر غالب نہ ہو گیا اس سے وضو بالاتفاق روا ہے۔

اقول: یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ فقیر نے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاصل کیا **وذلك لان الاقوال جاء ت ھھنا علی خمسة وجوه** (یہاں پانچ اقوال ہیں) (ا) **یجوز مطلقا**، (ا) مطلق جواز ہے،

اقول: ای مالم یغلب علی الماء اجزاء فانه معلوم الاستثناء اجماعا۔(**ب**) **یجوز ان غیر احد اوصافه** وستعرف ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد هذا فی مرتبة لابشرط شیئ فیشمل ماذاغیر غیر واحد ولو الکل وحینئذ یرجع الی القول الاول اوفی مرتبة بشرط لاشیئ فیتقید بما اذا اقتصر التغیر علی وصف واحد ولولونا۔ (**ج**) **یجوز ان لم یغیر اللون**۔ (**ع**) ان لم یغیر اللون ولا الطعم۔ (**ه**) ان لم یغیرھما معا ففی عمدة ' القاری شرح صحیح البخاری للامام	**میں کہتا ہوں** اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک پانی پر اس کے اجزاء کا غلبہ نہ ہو، کیونکہ یہ اجماعی طور پر معلوم الاستثناء ہے۔ (**ب**) جائز ہے اگر اس کے اوصاف میں سے کسی ایک کو بدلا ہو، اور یہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ علماء نے اس کو لابشرط شیئ کے مرتبہ میں قبول کرنے سے اختلاف کیا ہے تو یہ اس صورت پر بھی صادق آئے گا جب پانی کا ایک سے زاید وصف بدل گیا ہو خواہ سب اوصاف ہی بدل گئے ہوں اور اس وقت پہلے قول کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا یہ **بشرط لاشیئ** کے مرتبہ میں ہو تو یہ صرف اسی صورت میں منحصر رہیگا جبکہ تغیر ایک ہی وصف میں ہو خواہ رنگ ہی بدلا ہو۔ (**ج**) جائز ہے اگر رنگ کو نہ بدلا ہو۔

البدر محمود التوضو بماء خالطه لبن يجوز عندنا خلافا للشافعی [1] اھ وفی متن الھدایہ تجوز الطھارۃ بماء خالطه شیئ طاھر فغیر احد اوصافه کالماء الذی اختلط به اللبن [2] اھ واقرہ فی العنایه وغیرھا وسمعت [3] نصوص الحلیه عمن ذکروا والبدائع ان العبرۃ باللون وقال [4] فی التبیین المخالط ان کان مخالفا للماء فی وصف واحد ووصفین تعتبر الغلبة من ذلك الوجه کاللبن مثلا یخالفه فی اللون والطعم فان کان لون اللبن اوطعمه ھوالغالب فیه لم یجز الوضوء به و الاجاز [3] اھ وھکذا عبربه تبعاله فی الحلیه و البحر وغیرھما بلفظة اوللتردیدواتی به فی الغنیه قاطعا لوھم خطأالکتابة فقال وان خالف الماء فی وصفین کاللبن یخالفه فی اللون والطعم فالمعتبر ظھور غلبة احد الوصفین [4] بل افصح به کذلك الزیلعی

(ع) اگر نہ رنگ بدلا ہو اور نہ مزہ۔

(ھ) اگر رنگ اور مزہ دونوں کو اکٹھا نہ بدلا ہو، امام بدر محمود کی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ ہمارے نزدیک اُس پانی سے وضو جائز ہے جس میں دودھ مل گیا ہو اس میں شافعی کا اختلاف ہے اھ اور متن ہدایہ میں ہے اُس پانی سے طہارت جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اُس نے پانی کے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے وہ پانی جس میں دودھ مل گیا ہو اھ اور اس کو عنایہ وغیرہ میں برقرار رکھا، حلیہ اور بدائع کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ اعتبار رنگ کا ہے، اور تبیین میں ہے کہ ملنے والی چیز اگر پانی سے ایک یا دو اوصاف میں مختلف ہو تو اسی وجہ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا، مثلاً دُودھ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف ہے تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ اس میں غالب ہو تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا، ورنہ جائز ہوگا اھ (ت) اور اسی طرح انہوں نے اس کی تعبیر کی ان کی اتباع کرتے ہوئے حلیہ اور بحر وغیرہ میں او کے کلمہ کے ساتھ جو تردید کے لئے ہوتا ہے اور غنیہ میں اس کو اس انداز سے ذکر کیا کہ کتابت کی غلطی کا وہم نہ رہے چنانچہ فرمایا اور اگر وہ چیز پانی سے دو وصفوں میں مخالف ہو جیسے دودھ کہ پانی سے رنگ اور مزہ میں مختلف

[1] عمدۃ القاری باب لایجوز الوضوء بالنبیذ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۷۹/۳

[2] ہدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز مطبع عربیہ کراچی ۱۸/۱ **نوٹ:** اللبن کی جگہ پر کتاب مذکور میں الزعفران ہے۔

[3] تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ مصر ۲۰/۱

[4] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام الماء مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۹۱

فی اٰخر الکلام لکن⁵ المحقق فی الفتح مع نقله عن التبیین عبر بالواو فقال اوفی بعضها فبغلبة مابه الخلاف کاللبن یخالف فی الطعم واللون فان غلب لونه وطعمه منع والاجاز [1] وکذلك فی الدرر واعترضه الشرنبلالی فقال یجب ان یقال لونه اوطعمه باولا بالواو کما قال الزیلعی المقتحم لهذا الضابط [2] اھ واجاب العلامة عبد الحلیم بانه فی اللبن صفتان یغایر بهما الماء المطلق احدهما اقوی من الاخری لماان تغیر اللون یحصل فیه بالقلیل فکان الغلبة ان توجد الاخری وذا کالبدیهی ومن ذلك لم یقل اوطعمه باو کمافی عبارة الزیلعی ردا علیه [3] اھ

اقول: اولاً (۱) ان ارادالقلیل بالنسبة الی الماء فنعم ولکن لانظر ههنا الی الاجزاء باجماع اهل الضابطة التی صاحب الدرر ههنا بصدد بیانها وانما العبرة بها فیمایوافق الماء فی الاوصاف وقد (۲) مشی

ہوتا ہے تو اعتبار ایک وصف کے غلبہ کے ظہور کا ہوگا، بلاالکہ اسی طرح اس کی وضاحت زیلعی نے کلام کے آخر میں کر دی، لیکن محقق نے فتح القدیر میں تبیین سے نقل کرتے ہوئے واؤ سے تعبیر کیا اور کہا یا بعض میں اختلاف ہو تو اس صورت میں اس چیز کے غلبے کا اعتبار ہوگا جس کی وجہ سے اختلاف ہے جیسے دودھ کہ پانی سے مزہ اور رنگ میں مخالف ہوتا ہے تو اگر اس کا رنگ اور مزہ غالب ہوجائے تو اس سے طہارت نہیں ہوسکتی ہے ورنہ جائز ہے، اسی طرح درر میں ہے، اس پر شرنبلالی نے اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ لونہ **اوطعمہ** کہنا چاہئے **اَو** کے ساتھ، واؤ کا استعمال نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ زیلعی نے کہا جو اس ضابطہ کے تکلف میں پڑنے والے ہیں، علامہ عبدالحلیم نے جواب دیا کہ دودھ میں دو صفات ہیں جن کی وجہ سے وہ مطلق پانی سے ممتاز ہوتا ہے، ایک صفت دوسری سے قوی تر ہے، کیونکہ اس میں رنگ کا تغیر تھوڑی سی مقدار سے ہی حاصل ہوجاتا ہے تو غلبہ یہ ہوگا کہ دوسری صفت پائی جائے اور یہ بدیہی کی طرح ہے اور اس لئے "**اوطعمہ**" نہ کہا "**اَو**" کے ساتھ، جیسے کہ زیلعی میں ہے تاکہ اس پر رَد ہوجائے اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں اول اگر تو وہ اسکو بہ نسبت پانی کے قلیل کہتے ہیں، تو درست ہے، لیکن اہل ضابطہ کے اجماع سے یہاں اجزاء پر نظر نہیں کی جاتی ہے، اس ضابطہ سے مراد وہ ضابطہ ہے جس کو صاحبِ درر یہاں بیان کر رہے ہیں ان اجزاء کا اعتبار اُن اوصاف میں ہے جو پانی

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

[2] حاشیہ علی الدرر للشرنبلالی ابحاث الماء المطبعۃ الکاملیہ بیروت ۱/۲۳

[3] حاشیہ علی الدرر للمولی عبدالحلیم بحث الماء ۱/۱۸

علیه الدرر ههنا فجعله حکم مالایخالف الماء فی صفة وجعل اللبن قسیمه لاسهیمه وان اراد القلیل فی نفسه فهو ههنا المغلوب المستهلك الذی لایظهر له اثر بین واللبن اذا احال الماء الی لونه کیف یعد قلیلا۔

کے موافق ہوں اوصاف میں، اور درر نے یہاں ان کو بیان کیا ہے، تو انہوں نے اس کو اس چیز کا حکم قرار دیا جو پانی کے مخالف نہ ہو کسی صفت میں اور دودھ کو اس کا قسیم قرار دیا نہ کہ اس کا سہیم، اور اگر فی نفسہ کم کا ارادہ کیا تو وہ یہاں نہ ہونے کے برابر ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے جس کا کوئی واضح اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، اور جب پانی دودھ کا رنگ اختیار کرے تو دودھ کو کس طرح کم کہا جاسکتا ہے؟ (ت)

وثانیًا: هذا(۱) هو قضیه القیاس فی الضابط لان ماخالف الماء فی الاوصاف الثلثة اعتبر فیه الغلبة بوصفین لان للاکثر حکم الکل وما خالف فی وصف واحد اعتبر فیه الغلبة به بقی ماخالف فی وصفین فان غلب بهما معا فلا کلام وان غلب باحدهما کان الغلبة بالنصب والنصف احق ان یلحق بالکل من ان یطرح بالکلیه هذا ولکن الحق عندی فی اللبن علی الضابط المذکور ان تعتبر فیه الغلبة بوصفین اثنین لابوصف واحد(۲) لان اللبن مما یخالف الماء فی الاوصاف الثلثة جمیعا ولخفاء رائحته غالبا ولو اغلی لظهرت ذهب الوهم الی انه لایخالف الا فی وصفین وقد قال العلامة الرملی فی حاشیه البحر ثم الشامی فی المنحة وردالمحتار المشاهد فی اللبن مخالفته للماء فی الرائحة ایضا[1] اھ

اور دوم یہ ہے کہ یہ ضابطہ میں قیاس کا تقاضا ہے، کیونکہ جو چیز پانی کے اوصافِ ثلثہ میں پانی سے مختلف ہے اس میں معتبر دو صفوں کا غلبہ ہے، کیونکہ اکثر کیلئے کل کا حکم ہے اور جو چیز پانی سے ایک وصف میں مختلف ہو اس میں ایک وصف کا غلبہ معتبر ہوگا، اب صرف وہ چیز رہ گئی جو دو صفوں میں پانی کے مخالف ہو اگر دونوں وصفوں میں پانی کے مخالف ہو اگر دونوں وصفوں میں اکٹھا غلبہ ہوجائے تب تو بات واضح ہے اور ایک میں غلبہ ہو تو غلبہ آدھے سے ہوگا اور نصف اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو کل سے ملایا جائے نہ یہ کہ اس کو بالکلیہ ساقط کیا جائے، اس کو یاد رکھئے۔ لیکن میرے نزدیک حق، اس ضابطہ کے مطابق یہ ہے کہ اس میں دو وصفوں کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے نہ کہ ایک وصف کا، کیونکہ دُودھ پانی سے تینوں وصفوں میں مخالف ہوتا ہے، چونکہ اس کی بُو بہت ہلکی ہوتی ہے ابالنے پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ صرف دو وصفوں میں مخالف ہوتا ہے، علامہ رملی نے بحر کے حاشیہ میں فرمایا، شامی

[1] منحۃ الخالق علی البحر کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

اقول: غیران اقوی اوصاف اللبن لونه ثم طعمه ثم ریحه ولا یتغیر به فی الماء وصف لاحق الا وقد سبقه سابقه فاذا تغیر شیئ منها فقد تغیر اللون واذا لم یتغیر اللون لم یتغیر شیئ منها فاتفقت الاقوال علی جواز الوضوء بماء خالطه لبن لم یتغیر لونه وبه ظهر ان تردید (ا)الامام الزیلعی مستغنی عنه فان تغیر الطعم مستلزم تغیر اللون فکان ینبغی الاقتصار علی اللون کما فعل المتقدمون وقد نقله الزیلعی عن الاسبیجابی کما علمت واللّٰه تعالٰی اعلم۔	نے منحۃ میں اور ردالمحتار میں فرمایا کہ دُودھ پانی سے بُو میں بھی مخالف ہے اھ (ت) **میں کہتا ہوں** دراصل دُودھ کے اوصاف میں قوی تر اس کا رنگ ہے پھر مزہ اور پھر بُو ہے اور اس سے پانی کا جو وصفِ لاحق بھی متغیر ہوتا ہے اس سے قبل کوئی سابقہ ضرور ہوتا ہے، تو جب ان اوصاف میں کوئی تغیر ہوتا ہے تو رنگ ضرور بدلتا ہے اور جب رنگ نہ بدلے تو کوئی وصف نہیں بدلتا ہے، تو تمام اقوال اس پر متفق ہیں کہ اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں دودھ ملا ہو اور اس کا رنگ نہ بدلا ہو، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام زیلعی کا "اَو" کہنا ضرور کا نہیں کیونکہ مزہ کا بدل جانا رنگ کے بدل جانے کو مستلزم ہے تو رنگ پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا جیسا کہ متقدمین نے کیا ہے، اس کو زیلعی نے اسبیجابی سے نقل کیا، جیسا کہ آپ نے جان لیا واللّٰه تعالٰی اعلم۔ (ت)

تذییل اول: (۱۳۵) انڈے جس پانی میں نیم برشت کے قابلِ وضو ہے اگر انڈے پاک تھے۔

(۱۳۶) آہن تاب، سیم تاب، زرتاب یعنی جس پانی میں لوہا یا چاندی یا سونا تپا کر بجھایا **لبقاء الاسم والطبع اقول:** اگرچہ اس سے پانی کی بعض رطوبات کم ہوں گی اس میں ان فلزات کی قوت آئے گی من وجہ ایک دوا و علاج ہوگا مگر وہ کوئی شے غیر نہ ہو جائیگا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہے گا یہ عمل پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اُس سے کوئی اور چیز بنانے کو۔

(۱۳۷) باوضو شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضاء ٹھنڈے یا میل دُور کرنے کو جس پانی سے وضو یا غسل بے نیت قربت کیا۔

(۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلاوجہ ڈالا یہ پانی قابل وضو رہے گا یہاں تک کہ یہ پانی کسی برتن میں لے لیا تو اس سے وضو میں کوئی عضو دھو سکتے ہیں یا اگرچہ چوتھی بار ہاتھ پر اس طرح ڈالا کہ پاؤں پر گر کر بہہ گیا اُتنا پاؤں پاک ہوگیا۔

(۱۳۹) جسے حاجتِ غسل نہیں اُس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم میں قربت کی نیت کی۔

(۱۴۰) باوضو یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلی کی اور ادائے سنّت کی نیت نہ کی۔

(۱۴۱) باوضو یا نابالغ نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا۔

(۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد اُسے دھو کر رکھنا سنّت ہے کما بیننا فی بارق النور (جیسا کہ "بارق النور" میں بیان کیا گیا۔ت) یہ پانی[1] اگرچہ اس سے ادائے سنّت ہوگا قابلِ وضو رہے گا کما حققنا فی الطرس المعدل ان الشرط استعماله فی بدن الانسان (جیسا کہ ہم نے "الطرس المعدل" میں ثابت کیا ہے کہ پانی کے مستعمل ہونے کیلئے پانی کا بدنِ انسان پر استعمال ہونا شرط ہے۔ت) مگر مکروہ ہوگا کہ لعابِ دہن کو دھوئے گا کما تقدم عن الخانیه،

(۱۴۳) مسواک[2] کرنے سے پہلے بھی اسے دھونا سنّت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہوگا اگر مسواک نئی ہے یا پہلے دُھل چکی ہے۔

(۱۴۴) آداب[3] وضو سے ہے کہ آفتابہ اگر دستہ دار ہے غسل اعضاء کے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے اس کے سر پر نہیں اور دستہ کو تین پانیوں سے دھولے۔ فتح القدیر پھر ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

منها ای من اداب الوضوء ان یغسل عروۃ الابریق ثلثاً ووضع یده حالة الغسل علی عروته لاعلی رأسه [1] اھ ومثله فی الحلیه بغیر ثلثاً۔	ان سے یعنی آدابِ وضو سے یہ ہے کہ لوٹے کے دستے کو تین مرتبہ دھویا جائے اور غسل کے وقت ہاتھ دستے پر ہی رکھا جائے نہ کہ سر پر اور ایسا ہی حلیہ میں ہے مگر ثلثاً کا لفظ نہیں ہے۔(ت)

(۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لئے جیسے ماں باپ کے میلے کپڑے۔

(۱۴۶) کھانے کے برتن جن میں کھانا پکایا یا اتارا تھا دھوئے اگرچہ ان میں سالن وغیرہ کے لگاؤ سے پانی کے اوصاف بدل گئے جب تک رقت باقی رہے اگرچہ اس دھونے سے سنت تنظیف کی نیت ہو۔

(۱۴۷) یوں ہی جس پانی سے سِل یا پتّھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف میں تغیر آیا اور پانی گاڑھا نہ ہوا۔

(۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نے پانی کی رقت پر اثر نہ کیا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۲

(۱۴۹) چیک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے۔
(۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی گاڑھا نہ ہوا۔
(۱۵۱) پکّا فرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا بہ نیت قربت۔
(۱۵۲) ناسمجھ بچّہ نے وضو کیا۔
(۱۵۳) نابالغ کو نہلایا۔
(۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہلایا اگرچہ ان دونوں سے نیت ثواب کی ہو جبکہ ان تینوں کے بدن پر کوئی نجست نہ ہو یہ سب پانی قابلِ وضو ہیں۔
(۱۵۵) دفع نظر کے[1] لئے نظر لگانے والے کے بعض اعضاء دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جس کا مفصل بیان ہماری "کتاب منتهى الآمال فی الاوفاق والاعمال" میں ہے وہ اگر باوضو تھا یہ پانی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگرچہ اس نے یہ امتثال امر وَاذا استغسلتم فاغسلوا (اگر تم سے دھونے کا مطالبہ کیا جائے تو دھو ڈالو۔ت) نیت قربت کی ہو تأمل وراجع ماقررنا من شرائط الاستعمال فی رسالتنا الطرس المعدل (غور کرو اور ہم نے اپنے رسالہ الطرس المعدل میں پانی کے مستعمل ہونے کی جو شرائط بیان کی ہیں ان کی طرف رجوع کرو۔ت)
(۱۵۶) دُلھن کو[2] بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دُلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اور اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کردے واللہ تعالٰی اعلم۔
(۱۵۷) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابلِ وضو ہے۔
(۱۵۸) مرد کے وضو و غسل سے جو پانی بچا قابلِ طہارت بلا کراہت ہے اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت کرے بخلاف عکس کہ مکروہ ہے کما تقدم۔
(۱۵۹) بعض دوائیں مغسول استعمال کی جاتی ہیں جیسے یاقوت و شادنج و حجر ارمنی و گلِ ارمنی ولک و توتیا و شنجرف و مرداسنج وغیرہا کہ خوب باریک پیس کر پانی میں ملاتے ہیں جو غبار سا ہو کر پانی میں مل جائے یا جس میں سنگریزہ رہے پھینک دیا جائے اب یہ آبِ غبار آمیز ڈھانک کر رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ وہ غبار تہ نشین ہو کر پانی سے جُدا ہو جائے اُس وقت پانی نتھار کر دوا استعمال میں لائیں یہ پانی بھی قابلِ وضو ہے اگر بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو۔
(۱۶۰) حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مُوئے مبارک یا جُبۂ مقدسہ یا نعل شریف یا

کاسۂ مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا قابلِ وضو ہے اگرچہ اس میں قصدِ قربت بھی ہوا۔ہاں (۱) پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلافِ ادب ہے اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہوگیا اُن کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وعلٰی اٰله وصحبه وبارك وسلم وعلٰی ابنه الکریم الغوث الاعظم واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔الحمد اللہ ان پاک کرنے والے پانیوں کی ابتداز مزم شریف بلاالکہ اُس آبِ اقدس سے ہُوئی جو انگشتانِ مبارک حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بکمال رحمت جوش زن ہوااور انتہااس پانی پر ہوئی جو حضور کے آثارِ شریفہ کو دھو کر برکاتِ عالیہ کا منبع ومخزن ہُوا والحمد للّٰه رب العٰلمین وصلی اللّٰه تعالٰی علی سیدنا ومولانا واٰله وصحبه اجمعین اٰمین۔

قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں۔

(۱۶۱) آبِ نجس۔ **(۱۶۲)** مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرس المعدل میں جس کا بیان مفصّل۔

(۱۶۳تا۱۶۵) گلاب کیوڑا بید مشک، ہدایہ وخانیہ میں ہے:

لابماء الورد [1] اھ ومثله فی خزانة المفتین عن شرح مجمع البحرین وعد فی السعدیه مع ماء الوردماء الھندباوماء الخلاف واشباھھا [2]۔	نہ گلاب کے پانی سے اھ اور اسی کی مثل خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے اور سعدیہ میں گلاب کے پانی کے ساتھ عرق ہندبا، عرق خلاف وغیرہ کو بھی شمار کیا۔(ت)

منیہ وغنیہ میں ہے:

(لایجوز)الطھارة الحکمیه(بماء الورد)وسائر الازھار [3]۔	طہارت حکمیہ گلاب اور دوسرے پھولوں کے پانی سے جائز نہیں ہے۔(ت)

(۱۶۶) عرق گاؤزبان وعرق بادیان وعرق عنب الثعلب وغیرہا جتنے عرق کشید کئے جاتے ہیں کسی سے وضو جائز نہیں وتقدمت فی ۱۱۱ عبارة البحر فی الماء الذیبؤخذ بالتقطیر من لسان

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیمالایجوزبہ التوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۱

[2] السعدیہ

[3] غنیہ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۹

الثور[1] ولفظ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطير[2]	(بحر کی عبارت اس پانی کی بابت جو عمل تقطیر سے گاؤزبان سے نکالا جائے اور درر میں ہے کہ جڑی بُوٹیوں کا پانی جو تقطیر سے نکالا جائے ۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔ت)

(۱۶۷ و ۱۶۸) آب کاسنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہوں کہ اجزائے کثیفہ جدا ہو کہ زیادہ رقیق ولطیف ہوجاتے ہیں ومر کلام سعدی افندی۔

(۱۶۹) وہ پانی کہ زعفران سے نکالا جائے **وتقدم کلام الغنیہ فی ۱۲۵** (اور غنیہ کا کلام ۱۲۵ میں گزرا۔ت)

(۱۷۰ تا ۱۷۹) خربوزہ، تربوز، ککڑی، کھیرے، سیب، بہی، انار، کدو وغیرہا میووں پھلوں کا عرق کہ اُن سے نکلتا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے، یوں ہی گنّے کا رس اور بالخصوص وہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہے جو پگھل کر پانی نہ ہوا بلکہ ابتداء پانی ہی تھا۔

(۱۸۰) اُس سے بھی زیادہ قابلِ تنبیہ وہ پانی ہے کہ سُنا گیا خطِ استواء کے قریب بعض وسیع ریگستانوں میں جہاں دُور دُور تک پانی نہیں ملتا ریتے کے نیچے ایک تربوز نکلتا ہے جس میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اس کے گھوڑے کو سیراب کردے رحمت نے بے آب جنگل میں حیاتِ انسان کا یہ سامان فرمایا ہو تو کیا دُور ہے مگر وہ پانی اگرچہ نتھرے خالص پانی کی طرح ہو اور اس تربوز میں اس کے سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابلِ وضو نہیں کہ ثمر کا پانی ہے مائے مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا۔ رہا وضو اس کیلئے بحمد اللہ وہ رحمتِ عامہ موجود ہے جو صدیقہ بنت الصدیق محبوبۂ محبوبِ رب العلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وسلم کے صدقہ میں ہر مسلمان کے لئے ہر جگہ موجود ہے کہ

تیمموا صعیدا طیبا جعلت لی الارض مسجد او طھورا[3] **اقول**:(۱) وھنالك یظھر ان الاعتصار لامفھوم له وان احتج به بعض الکبراء علی جواز الوضوء بقاطر الکرم کما سیاتی واللہ تعالٰی اعلم۔	پاک مٹی سے تیمم کرو میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنادی گئی ہے۔ **میں کہتا ہوں** اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعتصار کا کوئی مفہوم مخالف نہیں اگرچہ بعض اکابر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ انگور سے ٹپکنے والے پانی سے وضو جائز ہے، کما سیاتی واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

[2] الدرر الحکام للمولی خسرو بحث الماء الکاملیہ بیروت ۲۳/۱

[3] جامع للبخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۸/۱

خانیہ وہندیہ میں ہے:

لایجوز التوضوء بماء البطیخ والقثاء والقثد [1] اھ وفی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین مکان القثد وماء الخیار [2]	وضوء جائز نہیں ہے خربوز، ککڑی اور کھیرے کے پانی سے اھ اور خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے قثد (کھیرے) کے بجائے ماء الخیار (ککڑی کا پانی) ہے۔(ت)

منیہ وغنیہ میں ہے:

(لاتجوز بماء الثمار) مثل التفاح وشبھه [3] وذکر فی الجوھرۃ ماء الدباء [4] ویاتی۔	طہارت پھلوں کے پانی سے جائز نہیں، جیسے سیب اور اس کے مشابہ اھ اور جوہرہ میں ذکر کیا کدو کا پانی، اور یہ آئیگا۔(ت)

خانیہ میں ہے:

لایجوز التوضوء بماء الفواکه [5]۔	پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں۔(ت)

یونہی وہ پانی کہ کسی درخت کی شاخیں یا پتّے کوٹ کر نکالا جائے۔ خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے:

لایجوز الوضوء بماء القضبان [6]۔	قضبان (کٹی ہوئی شاخوں) کے پانی سے وضو جائز نہیں۔(ت)

(۱۸۳تا۱۸۵) شربتِ انار شیریں، شربتِ انار ترش، شربتِ انگور وغیرہا جتنے شربت قوام میں بنائے جاتے ہیں ہدایہ میں ہے:

لایجوز بالاشربة [7] (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیمالایجوزبہ التوضوء نورانی کتب خانہ کراچی ۲۱/۱

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمالایجوزبہ التوضوء نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[3] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۸۸

[4] جوہرۃ نیرۃ ابحاث الماء امدادیہ ملتان ۱۴/۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فیمالایجوزبہ التوضو نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[6] خزانۃ المفتین

[7] ہدایہ الماء الذی یجوزبہ الوضو عربیہ کراچی ۱۸/۱

عنایہ میں ہے: کشرب الرمان والحماض[1] (جیسے انار اور حماض (ایک قسم کی گھاس) کا پانی۔ت) شلبیہ علی التبیین میں مستصفٰی سے ہے:

الاشربة المتخذة من الشجر کشراب الریباس ومن الثمر کالرمان والعنب[2] اھ ووقع فی الدرر بعد ماقال لابما اعتصر من شجر اوثمر ولا بماء زال طبعه بالطبخ کشراب الریباس مانصه وھذہ العبارة احسن مما قیل کالاشربة فانه علی عمومه مشکل[3] اھ۔	درختوں سے حاصل کے ہوئے عرق جیسے ریباس (چقندر کی طرح ایک سبزی) کا عرق، اور پھلوں کا رس جیسے کہ انگور اور انار کا رس۔اور درر میں لابما اعتصر من شجر اوثمر الخ کے بعد ہے کہ نہ اُس پانی سے جس کی طبیعت پکانے کی وجہ سے بدل گئی ہو جیسے ریباس کا عرق،ان کی عبارت یہ ہے اور یہ عبارت اِس قول سے بہتر ہے کہ کالاشربة، کیونکہ اس کو عموم پر رکھنا مشکل ہے اھ (ت)
اقول: ھو کما تری(۱)نص الھدایہ واقرہ الشراح ومثله فی مختصرالقدوری والوافی والوقایه و الاصلاح والملتقی والبدائع والخانیه والخلاصة وشرح مجمع البحرین وخزانة المفتین والغنیه والھندیه وغیرھامما لایکاد یحصی(۲) سبحٰن ا ﷲ مالی اعد الکتب وھو نص صاحب المذھب ففی الجامع الصغیرمحمد عن یعقوب عن ابی حنیفة رضی ا ﷲ تعالٰی عنھم لایتوضو بشیئ من الاشربة غیرنبیذ التمر[4] اھولا ادری	**میں کہتا ہوں** وہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ہدایہ کا نص ہے اور شراح نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی مثل مختصر القدوری میں ہے نیز وافی،وقایہ،اصلاح،ملتقی، بدائع، خانیہ،خلاصہ، شرح مجمع البحرین،خزانۃ المفتین،غنیہ اور ہندیہ وغیرہ لاتعداد کتابوں میں ہے سبحان اللہ، میں کتابیں کیوں گنواؤں؟ یہ تو صاحب مذہب کی تصریح ہے، چنانچہ جامع صغیر میں روایت ہے، محمد روایت کرتے ہیں یعقوب سے ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ سوائے نبیذ تمر کے کسی عرق سے وضو نہ کیا جائے اھ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کے عموم میں کیااشکال ہے،اور اس کے

[1] عنایہ مع الفتح الماء الذی یجوزبہ الوضوء الخ عربیہ کراچی ۱/۱۸
[2] شلبیہ مع التبیین کتاب الطہارت الامیریہ مصر ۱/۱۹
[3] درر الاحکام کتاب الطہارۃ دار السعادۃ مصر ۱/۲۳
[4] جامع الصغیر فیمالایجوزبہ التوضویوسفی لکھنؤ ص ۸

ای اشکال فی عمومه ولم یتکلم(۱)علیه ناظروه الشرنبلالی وعبدالحلیم والحسن العجیمی واتی الخادمی عــہ بمالایغنی واللّٰه تعالٰی اعلم۔	دیکھنے والوں نے اس پر کلام نہیں کیا جن میں شرنبلالی، عبدالحلیم اور حسن عجیمی شامل ہیں اور خادمی نے بہت سی باتیں کی ہیں جو بے نیاز نہیں کرتیں واللّٰہ تعالٰی اعلم۔(ت)

عــہ: اذقال انه علی عمومه مشکل اذالا شربة فی الاصل اسم لکل مایشرب فشامل لنحو ماء التمر وغیره والمقصود ههنا الاختصاص بشراب الریباس کمافهم من الایضاح فافهم اھ

اقول: ترکهم(۲)التکلم احسن من هذا والمقصود اعطاء حکم عام وتمثیله بجزئی لاتخصیص الکلام بالجزئی والاشربة فی العرف هی هذه المتخذة من الثمار والاشجار والا فالماء ایضا شراب

هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ولا شك ان الحکم یعمها **فان قلت** هو رحمه اللّٰه تعالٰی یمیل الی جواز التوضی بنبیذ التمرلقوله فی سؤر الحمار(یتوضو به ویتیمم ان عدم غیره بخلاف نبیذ التمر)حیث یتوضو به عند ابی حنیفة وان قال ابو یوسف بالتیمم فقط ومحمد جمع بینهما اھ

اقول: انما یستشکل مالایظهر وجه صحته ولیس لمن یختار جانبا من قولین متساویین ان یستشکل علی الاٰخر فضلا

انہوں نے فرمایا یہ اپنے عموم پر مشکل ہے کیونکہ "اشربۃ" ہر اس چیز کا نام ہے جو پی جاتی ہے تو یہ کھجور وغیرہ کے پانی کو شامل ہوگااور یہاں مقصود ریباس کے عرق کی تخصیص ہے جیسا کہ ایضاح سے مفہوم ہے، فافہم اھ۔

میں کہتا ہوں ان کاکلام نہ کرنا اس سے بہتر ہے اور مقصود عام حکم لگانا ہے اور مثال اس کی ایک جزئی سے دی گئی ہے کلام کو جزئی سے خاص کرنا مقصود نہیں،اور اشربہ عرف میں پھلوں اور درختوں سے حاصل شدہ عرقیات ہی کو کہتے ہیں،ورنہ تو پانی بھی شراب ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ،اور کوئی شک نہیں کہ حکم ان سب کو عام ہے، اگر تم کہو کہ وہ رحمہ اللہ نبیذ تمر سے وضو کے جواز کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے گدھے کے جوٹھے کے بیان میں فرمایا(اس سے وضو بھی کرے اور تیمّم بھی اگر اور پانی نہ ہو،بخلاف نبیذ تمر کے) کیونکہ اس سے ابوحنیفہ کے نزدیک وضو کیا جاسکتا ہے اگرچہ ابویوسف صرف تیمّم کے قائل ہیں،اور امام محمد وضو اور تیمّم دونوں کا قول کرتے ہیں۔اھ(ت)

میں کہتا ہوں اشکال صرف اس وقت ہوگا جس کی وجہ صحت ظاہر نہ ہو اور وجود و برابر اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتا ہے اس کیلئے دوسرے (باقی برصفحہ آئندہ)

(۱۸۶و۱۸۷) ہر قسم کا سرکہ اور مقطر

(۱۸۸) آب کامہ جسے عربی میں کامخ بفتح میم ومرّی بتشدید راء ویائے نسبت کہتے ہیں شوربے کی طرح ایک رقیق نانخورش ہے کہ دہی اور سرکے وغیرہ اجزاء سے بنتی ہے۔ اصفہان میں اُس کا زیادہ رواج ہے۔ خانیہ وخزانۃ المفتین وشرح مجمع البحرین میں ہے:

لایجوز الوضوء بالخل والمری [1] اھ وقد ذکر الخل فی الکثیر۔	سرکہ اور نانخورش (شوربا) سے وضو جائز نہیں اھ سرکہ کا ذکر بہت سی کتابوں میں ہے۔ (ت)

(۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک بہ کر ہوتا ہے اس پر اجماع ہے۔

(۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک بن جاتا ہے اس میں اختلاف ہے اور اکثر کا رجحان عدمِ جواز کی طرف ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عمن یختار قیلا ضعیفا مھجور الجمھور واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ ثم رأیت السیر ابا السعود نقل عن العلامۃ نوح افندی وجه الاشکال ماقد اشرت الیه بقولی الماء ایضا شراب ولم یعجبنی ان اجعل مثله تفسیرا لکلام الدرر فقال وجه الاشکال شمول الاشربۃ لغیر المتخذۃ من الشجر والثمر اذا المطلق من الماء شراب قال وانما قال احسن لامکان توجیه العبارۃ بان یقال ارادا لاشربۃ المتخذۃ منھما اھ وانت تعلم (۱) ان مثل ھذا لایستاھل الذکر فضلا عن حمل کلام مثل مولی خسرو علیه ثم تعبیر (۲) التوجیه بالامکان واللہ المستعان ۱۲ منه غفر له۔ (م)

پر کوئی اشکال نہیں، چہ جائیکہ وہ شخص جو ضعیف مخالف جمہور کو لیتا ہے واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ ابوالسعود نے نوح آفندی سے وجہ اشکال وہی نقل کی جس کی طرف میں نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے کہ پانی کو بھی شراب کہتے ہیں اور مجھے اچھا معلوم ہوا کہ میں اسی کی مثل درر کا کلام کروں وہ فرماتے ہیں وجہ اشکال یہ ہے کہ "اشربہ" کا لفظ درخت اور پھلوں کے عرقیات کے علاوہ کو بھی شامل ہے کیونکہ مطلق پانی بھی شراب ہے، جو انہوں نے کہا ہے وہ زیادہ اچھا ہے کیونکہ عبارت کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ "اشربہ" سے وہ مراد ہیں جو ان دونوں سے بنائے جائیں اھ اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کی تاویل قابلِ ذکر بھی نہیں چہ جائیکہ مولی خسرو کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے، پھر توجیہ کو امکان سے تعبیر کرنا، واللہ المستعان ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فیما یجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جمتا ہے اور وہ گرمی میں جمتا جاڑے میں پگھلتا ہے۔ تبیین الحقائق وبحر الرائق وبزازیہ میں ہے:

لایجوز بماء الملح وھو یجمد فی الصیف ویذوب فی الشتاء عکس الماء [1]۔	نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں، نمک گرمی میں جم جاتا ہے اور سردی میں پگھلتا ہے پانی کے برعکس۔

غرر وتنویر ودرر ودر میں ہے:

والنظم للدرر(یجوز ان)ای الوضوء والغسل بماء ینعقد بہ الملح)کذا فی عیون المذاھب(لابماء الملح)الحاصل بذوبان الملح کذا فی الخلاصۃ ولعل الفرق ان الاول باق علی طبیعتہ الاصلیہ والثانی انقلب ؏ الی طبیعۃ	عبارت درر کی ہے وضواور غسل جائز ہے(اس پانی سے جس سے نمک بنا ہے)یہی عیون المذاہب میں ہے(نہ کہ نمک کے پانی سے)جو نمک سے پگھل کر حاصل ہوتا ہے،خلاصہ میں یہی ہے اور غالبًا فرق یہ ہے کہ اوّل اپنی اصل طبیعت پر واقع ہے اور دوسرا دوسری

؏ قال الخادمی اورد الجمد والبخار اھ اقول توھم (۱)الانقلاب فی الجمد انما یتأتی ممن یزعم ان السمن فی الشتاء لایبقی سمنابل ینقلب ماھیہ اکری قال واجیب المراد الطبیعۃ غیر الملائمۃ للمائیہ اھ اقول ومراد الایرادان الماء یجمد ویصیربخارا فلا یتوضو بہ ثم اذا ذاب ذاك وتقاطر ھذا جاز لعودھما الی المائیہ کما کاناعلیھا فلو ان الماء الذی سینعقد ملحا کان باقیا علی طبیعۃ الاصلیہ کما قلتم انما لایجوز الوضوء بہ حین یصیر ملحا فاذا ذاب فقد عاد الی طبیعۃ الاولی فما وجہ الفرق بین

خادمی نے کہا کہ جمد اور بخار سے اعتراض کیا گیا ہے اھ میں کہتا ہوں جمد میں انقلاب کا وہم یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ گھی سردیوں میں گھی نہیں رہتا ہے بلالکہ اس کی ماہیت بدل جاتی ہے فرمایا،جواب دیا گیا ہے کہ مراد وہ طبیعت ہے جو پانی کے مناسب نہ ہو اھ میں کہتا ہوں کہ اعتراض یہ ہے کہ پانی جم کر بخار بنتا ہے تو اس سے وضو نہیں کیا جاتا ہے، پھر جب یہ پگھلتا ہے اور ٹپکتا ہے تو وضو جائز ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں پانی بن جاتے ہیں، تو جو پانی جم کر نمک ہو جاتا ہے اگر بقول آپ کے اپنی اصلی طبیعت پر باقی ہو تو اس سے نمک ہونے کی حالت میں وضو جائز نہ ہوگا، اور جب وہ پگھلے گا تو اپنی پہلی طبیعت کی طرف واپس آجائے گا تو جو

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۹

اخری [1] اھواعترضه محشيه العلامة	طبیعت کی طرف منتقل ہوگیااھ اس پر اس کے محشّی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماسينعقدوماكان انعقد فان ضر تخلل الانقلاب الى طبيعة اخرى فليضر فى الجمد الذائب والسحاب الصائب وحاصل الجواب ان المضر تخلل طبيعة لاتناسب طبيعة الماء وذلك فى الملح بخلاف الجمد والبخار اھ۔ **اقول:**(ا)ويكدره ان ليس بين ماء ملح سينعقد ملحاوبين الملح الا السيلان والجمود وبهذا لقدر لايحصل تباين الطبيعتين وعدم التناسب بينهما كيف وهو حين هو على شرف الانعقاد فيه كل ما فى الملح غير انه لم يجمد وسيجمد كالسمن والعسل فى الصيف والشتاء فكيف يقال ان الطبيعة الملحيه لاتناسب طبيعة ذالك الماء **فانقلت** المراد بطبيعة الماء هى الرقة ولا شك ان الجمود يباينها **اقول:** فيعودالايراد بالجمد فان التباين بين الرقة والجمود لذاتيهما لالمايعرضانه من ماء اوملح فعليك بالتثبت والله تعالٰى اعلم ثم رأيت الجواب المذكور فى الخادمى للدانى افندى قال بعده وهى طبيعة الملحيه فيكون ماؤه

منعقد ہوگا اور جو منعقد ہوچکا ہے اس میں فرق کی کیا وجہ ہے تو اگر پانی کا دوسری طبیعت کی طرف انقلاب خلل پیدا کرتا ہے تو یہ چیز اس جمد میں بھی مضر ہونی چاہئے جو پگھل گیا ہے اور اسی طرح بہنے والے بادل میں اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ مضر ایسی طبیعت کا خلل انداز ہونا جو پانی کی طبیعت سے مناسب نہ ہو، اور یہ چیز نمک میں ہے، بخلاف جمد اور بخار کے۔ میں کہتا ہوں اس کو یہ چیز مکدر کرتی ہے کہ جو نمکین پانی نمک بننے والا ہے اور جو بالفعل نمک ہے اس میں سوائے سیلان اور جمد کے کیا فرق ہے اور دونوں عدمِ مناسبت بھی نہ ہوگی، پھر جب وہ جمنے کے قریب ہوتا ہے تو اس میں وہ تمام خصوصیات ہوتی ہیں جو نمک میں ہوتی ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ابھی جما نہیں ہے اب جم جائیگا جیسے گھی اور شہد گرمی اور جاڑے میں، تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ نمک کی طبیعت اس پانی کے مناسب نہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پانی کی طبیعت سے مراد رقّت ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمود اس کے مخالف ہے۔ میں کہتا ہوں پھر وہی اعتراض ہوگا کہ جمد میں تباین رقّت اور جمود کا ذاتی ہے عارضی نہیں کہ پانی یا نمک کی وجہ سے ہو، تو غور کرنا لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ پھر میں نے مذکور جواب دانی آفندی کی خادمی (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] درر غرر کتاب الطہارۃ دارالسعادۃ مصر ۱/۲۱

نوح افندی کمافی ش بان عبارة الخلاصة ولوتوضو بماء الملح لایجوز ثم نقل عن البزازیه و الزیلعی ماقدمناقال واقره صاحب البحر والعلامةالمقدسی ومقتضاه انه لایجوز بماء الملح مطلقا ای سواء انعقد ملحا ثم ذاب اولا وهو الصواب عندی[1] اھملخصا۔	علامہ نوح آفندی نے اعتراض کیا ہے، جیسا کہ "ش" میں ہے کہ خلاصہ کی عبارت یہ ہے کہ اگر کسی نے نمک کے پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں۔ پھر بزازیہ اور زیلعی سے انہوں نے وہی نقل کیا جو ہم نے بیان کیا اور فرمایا اس کو صاحب بحر اور علامہ مقدسی نے برقرار رکھا اس کا مفہوم وہی ہے کہ نمک کے پانی سے مطلقًا وضو جائز نہیں ہے خواہ نمک بن کر پھر پگھلا ہو یا نہ اور میرے نزدیک یہی صواب ہے اھ ملخصا۔ (ت)

اقول: نمک اقسام ہے ایک وہ رطوبت کہ پہاڑ یا غار سے جوش کرکے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک لاہوری واندرانی اور سانبھریہ ابتداء جب تک بستہ نہ ہوئی تھی یقیناً اُسی کی مانند ہے جب بستہ ہو کر پگھل جائے کہ وہ پانی کی نوع ہی سے نہیں، دوم دریائے نمک کا منجمد حصہ یہ بعض تیز و تند و حار وحاد چشموں کا پانی ہے کہ جب حرارتِ آفتاب اس میں عمل کرتی ہے کناروں کناروں سے جم جاتا ہے بیچ میں بہتا پانی رہتا ہے اس میں جو چیز پڑے ایک مدت کے بعد نمک ہو جاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعد الذوبان کماء الذهب والفضة بخلاف الجمد اذا انقلب ماء فانه ملائم یطبع الماء اھ نقله السید الازهری اقول والرد علی هذااظهر فانه لاینقلب بعد الذوبان الا الی ماکان علیه وقد کان عندکم علی طبیعته الاصلیه فکذالك بعد الزوبان ۱۲ منه غفرله(م)	میں دیکھا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ نمک کی طبیعت ہے تو اس کا پانی پگھلنے کے بعد سونے چاندی کے پانی کی طرح ہوگا۔ بخلاف جمد کے جب وہ پانی ہو جائے کیونکہ یہ پانی کی طبیعت کے مناسب ہے اھ اس کو سید ازہری نے نقل کیا۔ میں کہتا ہوں اس پر رد اظہر ہے کیونکہ وہ پگھلنے کے بعد پہلی ہی حالت کی طرف لَوٹے گا اور تمہارے نزدیک وہ اصل طبیعت پر تھا تو اسی طرح پگھلنے کے بعد ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۲

والذی یظهر لی انه ان(۱)کان ماء حقیقة کما هو الظاهر فلا ینبغی الریب فی جواز الوضوء به لان الماء ماء سواء کان عذبا فراتا او ملحا اجاجا وقد قال فی الخانیة لوتوضأ بماء السیل یجوز وان خالطه التراب اذا کان الماء غالبا رقیقا فراتا کان اواجاجا[1] اھ(۱)وکونه یجمد صیفاویذوب شتاء لا یجعله نوعاآخر غیر الماء فلیس من ارکان ماهیة الماء ولا من شرائطها الجمودشتاء و الذوبان صیفاوانماهذه اوصاف تختلف باختلاف الاصناف هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج هذا ینبت ویروی وهذا لایفعل شیا منه وقد یمکن(۲)عقد الملح بماء البحر بالطبخ ولا یخرجه هذا عن المائیة فکذا لواجتزأ بعض المیاه لشدة حدته عن الطبخ بحرارة الشمس لم یکن فیه اختلاف الماهیة فهزا ربمایقضی لما فی الدر والدرر بالترجیح* لکن لمااختلفوا ولم یتبین الامر قدمت الحاظر علی المبیح*ولکن العجب من العلامة الشرنبلالی علل فی المراقی المنع من ذائب الملح بما مر انه یذوب شتاء ویجمد صیفا ثم قال وقبل انعقاده ملحا طهور[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

میرے نزدیک اگر وہ حقیقۃً پانی ہی تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے کیونکہ پانی تو پانی ہی ہے خواہ سخت میٹھا ہو یا سخت کڑوا ہو، خانیہ میں ہے اگر سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے خواہ اس میں مٹی ملی ہُوئی ہو جبکہ پانی غالب رقیق ہو، میٹھا ہو یا نمکین ہو اھ اور یہ بات کہ وہ گرمیوں میں جم جاتا ہے اور سردیوں میں پگھل جاتا ہے اس کو پانی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بنادیتا ہے کیونکہ جاڑوں میں جمنا گرمیوں میں پگھلنا نہ تو پانی کی ماہیت کے ارکان سے ہے اور نہ شرائط سے ہے اور یہ اوصاف ہیں جو قسموں کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں، کوئی سخت میٹھا، کوئی سخت نمکین، کوئی اُگانے والااور سیراب کرنے والا ہوتا ہے اور کچھ بے فائدہ ہوتا ہے اور کبھی سمندری پانی کو ابال کر نمک بنالیا جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پانی نہیں تھا، اسی طرح اگر کوئی پانی آفتاب کی گرمی سے گرم ہونے کی وجہ سے متحجر ہوگیا تو یہ اس کی ماہیت کو تبدیل نہیں کرتا، اس سے اس چیز کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے جو در اور درر میں ہے لیکن فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے میں نے منع کرنے والی دلیل کو مباح کرنے والی دلیل پر ترجیح دی ہے، مگر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انہوں نے مراقی الفلاح میں منع کی علت پگھلے ہوئے نمک میں یہ بتائی کہ وہ سردی میں پگھلتا اور گرمیوں میں جمتا ہے اور نمک بننے سے قبل وہ پاک ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضی خان فصل فیمالایجوز التوضی نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[2] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ،کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۳

(۱۹۱) نوشادر کا پانی کہ اس کے بہنے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۹۲) آبِ کافور کہ اس کے پگھلنے سے حاصل ہو ریاحی کافور جسے یہاں بھیم سینی کہتے ہیں دھوپ کی گرمی سے پگھل جاتا ہے۔

(۱۹۳) آبِ کافور کہ درخت کافور کاٹتے وقت اس سے ٹپکتا ہے۔

(۱۹۴) آبِ نفط بالکسر ایک روغنی رطوبت تیز رائحہ ہے کہ بعض زمینوں سے اُبلتی ہے۔

(۱۹۵) مٹی کا تیل مثل آبِ نفط ہے۔ بزازیہ میں ہے: ماء الملح لایجوز الوضوء بہ وکذا ماء النفط[1] (نمک کے پانی سے وضو جائز نہیں، اور ایسے ہی ماء النفط (ایک معدنی تیل) سے۔ت)

(۱۹۶) زِفت بالکسر درخت صنوبر نر کامد جو پھل نہیں دیتا۔

(۱۹۷) راتیانج درخت صنوبر مادہ کامد جس میں پھل آتا ہے۔

(۱۹۸) قطران ایک قسم کادرخت سرو کامد۔

(۱۹۹) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے ابلتی ہے۔

(۲۰۰) قفر الیہود ایک بودار رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے۔

(۲۰۱) عنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک معدنی رطوبت ہے بعد کو حرارت آفتاب وغیرہ سے منجمد ہوجاتی ہے۔

(۲۰۲) مومیائی

(۲۰۳) سلاجیت یہ دونوں پتھر کے مد ہیں اور ابتدا میں سیال ہوتے ہیں وکل ذلك فی معنی ماء النفط (یہ سب ماء النفط (ایک معدنی تیل) کے معنی میں ہیں۔ت)

(۲۰۴) نیم وغیرہ درختوں کامد

(۲۰۵) موسم بہار میں انگور کی بیل سے خود بخود پانی ٹپکتا ہے اس میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں۔

فی الھدایۃ (لایجوز بما اعتصر من الشجر والثمر) لانہ لیس بماء مطلق والحکم عند فقدہ منقول الی التیمم اما الماء الذی	ہدایہ میں ہے (وضو اس پانی سے جائز نہیں جو درخت اور پھل سے نچوڑا گیا ہو) کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں رہا، اور جب مطلق پانی نہ ہو تو پھر حکم تیمّم کی طرف منتقل ہوجاتا ہے

[1] فتاوٰی بزازیہ مع العالمگیری نوع فی المستعمل والمطلق والمقید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰

يقطع من الكرم فيجوز التوضى به لانه ماء يخرج من غير علاج ذكره فى جوامع ابى يوسف رحمه الله تعالٰى وفى الكتاب اشارة اليه حيث شرط الاعتصار [1] اھ واقره فى العناية والفتح وغيرهما وتبعه صاحب المجمع فى شرحه وفى التبيين ان كان يخرج من غيرعلاج لم يكمل امتزاجه فجاز الوضوء به كالماء الذى يقطر من الكرم [2] اھ وتبعه المحقق فى الفتح وقال صدرالشريعة وتبعه ابن كمال باشا فى ايضاحه اماما يقطر من شجر فيجوز به الوضوء [3] اھ وهو اختيار الامام الاسبيجابى كما ياتى فى سادس ضوابط الفصل الثالث وادخله العلامة التمرتاشى فى متنه فقال لا بعصير نبات بخلاف مايقطر من الكرم بنفسه [4] اھ واغرب المدقق العلائى فى شرحه فزادبعدقوله من الكرم اوالفواكه ولم اره لغيره والجمهور على المنع ونصواعـــه

بہر حال وہ پانی جو انگور کی بیل سے ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز ہے کہ وہ بغیر عمل کے نکلا ہے اس کو جوامع ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا اور کتاب میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں نچوڑ کی شرط ہے اھ اور اس کو عنایہ اور فتح وغیرہ میں برقرار رکھا اور صاحب المجمع نے اس کی شرح میں اس کی متابعت کی اور تبیین میں ہے کہ بغیر عمل کے اگر عرق نکل آئے تو اس کا امتزاج پورا نہ ہوگا اور اس سے وضو جائز ہے جیسے انگور کی بیل سے ٹپکنے والا پانی اھ محقق نے فتح میں اس کی پیروی کی اور صدر الشریعۃ نے فرمایا ابن کمال پاشا نے اپنی ایضاح میں اس کی پیروی کی فرمایا جو پانی درخت سے ٹپکتا ہے اس سے وضو جائز ہے اھ اور وہ امام اسبیجابی کا مختار ہے جیسا کہ تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئیگا اور علامہ تمرتاشی نے اس کو متن میں داخل کیا اور فرمایا گھاس کے عرق سے جائز نہیں بخلاف اس پانی کے جو انگور کی بیل سے خود بخود ٹپکتا ہے اھ (ت)
اور مدقق علائی نے اپنی شرح میں بڑی عجیب بات کہی یعنی یہ کہ من الکرم کے بعد انہوں نے "اوالفواکہ" کا اضافہ کیا، میں نے ان کے علاوہ کسی اور کے کلام میں

عـــه: وقدمر تأييده فى ۱۸۰ فتذكر ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی تائید گزر چکی ہے ملاحظہ ہو ۱۸۰۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] ہدایۃ باب الماء الذی یجوبہ ومالایجوز مطبع عربیہ کراچی ۱/ ۱۶
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۲۰
[3] شرح الوقایۃ مالایجوزبہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/ ۸۴
[4] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

انه الاوجه الاظهر الاحوط ففی الکافی[۱] ثم ابن الشلبی[۲] علی الزیلعی والانقرویة[۳] لایتوضوء بماء یسیل من الکرم لکمال الامتزاج ذکره فی المحیط[۴] وقیل یجوز لانه خرج من غیر علاج[1] اھ وفی الخانیة[۵] لابالماء الذی یسیل من الکرم فی الربیع وکذا ذکره شمس الائمة الحلوانی[2] اھ وفی الحلیة[۶] والظاهر انه اوجه اھ ثم اعاد فقال الظاهر انه الاوجه[3] اھ وفی الغنیة[۸] هوالاحوط[4] اھ وفی غنیة[۹] ذوی الاحکام هوالاظهر کما فی البرهان[۱۰] وفی نور الایضاح[5] [۱۱] لا یجوز بماء شجر وثمر ولوخرج بنفسه من غیر عصر فی الاظهر[6] اھ وفی مراقی الفلاح[۱۲] احترز به عما قیل انه یجوز بمایقطر بنفسه لانه لیس لخروجه بلا عصر تاثیر فی نفی القید وصحة نفی الاسم عنه[7] اھ وفی الدر[۱۳] هوالاظهر کما فی الشرنبلالیة عن البرهان واعتمده القهستانی[۱۴] فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی	یہ نہ دیکھا، اور جمہور کے نزدیک ممنوع ہے اور صراحت کی ہے کہ یہی اوجہ، اظہر اور احوط ہے، کافی، ابن شلبی علی الزیلعی اور انقرویہ میں ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کرے جو انگور کی بیل سے بہتا ہے کیونکہ اس میں کمال امتزاج پایا جاتا ہے، اس کو محیط میں ذکر کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ بغیر عمل کے نکلا ہے خانیہ میں ہے کہ اس پانی سے جائز نہیں جو موسم ربیع میں انگور کی بیل سے نکلتا ہے، اسی طرح اس کو ذکر کیا ہے شمس الائمہ حلوانی نے اھ اور حلیہ میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اوجہ ہے اھ پھر اعادہ کیا اور فرمایا ظاہر یہی ہے کہ یہ اوجہ ہے اھ اور غنیہ میں ہے کہ یہ احوط ہے اھ اور غنیہ ذوی الاحکام میں ہے یہی اظہر ہے جیسا کہ برہان میں ہے اور نور الایضاح میں ہے وضو جائز نہیں درخت یا پھل کے پانی سے خواہ بلا نچوڑے از خود نکل آئے، اظہر یہی ہے اور مراقی الفلاح میں ہے اس سے اس قول سے احتراز کیا کہ وضو اس پانی سے جائز ہے جو بلا نچوڑے خود نکل آئے، کیونکہ اس کے بلا نچوڑے نکلنے میں نفی قید میں کوئی تاثیر نہیں ہے اسی طرح اس سے

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۲۰
[2] قاضی خان فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹
[3] حلیہ
[4] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۲
[5] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر کتاب الطہارت مطبعۃ الکاملیۃ بیروت ۱/۳۲
[6] نور الایضاح کتاب الطہارۃ علمیہ لاہور ص ۳
[7] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۴

كماء الكرم وكذا ماء الدابوغة عـه والبطيخ بلا استخراج [1]اھ واقرہ ط وفی الهندية ولا بماء يسيل من الكرم كذا فی الكافی والمحيط وفتاوٰی قاضی خان وهو الاوجه هكذا فی البحر [2]اھ وھوالاحوط كذا فی شرح منية المصلی لابرهيم الحلبی اھ وفی البحرالرائق والنهر الفائق المسرح به فی كثير من الكتب انه لايجوز الوضوء به واقتصر عليه قاضی خان فی الفتاوٰی وصاحب المحيط وصدربه فی الكافی وذكرالجواز بصيغة قيل وفی شرح منية المصلی الاوجه عدم الجواز فكان هوالاولی لما انه كمل امتزاجه كما صرح به فی الكافی فما وقع	اس نام کے سلب کرنے میں کوئی تاثیر نہیں ہے اھ اور در میں اسی کو اظہر کہا جیساکہ شرنبلالیہ میں برہان سے ہے اور اسی پر قہستانی نے اعتماد کیا اور کہا نچوڑنا حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہے جیسے انگور کا پانی اسی طرح تربوز کا پانی، اور خربوزے کا پانی بلا نکالے ہوئے اھ اور اس کو 'ط' نے برقرار رکھااور ہندیہ میں ہے نہ اس پانی سے جو انگور کی بیل سے نکلتا ہے اسی طرح کافی، محیط میں ہے اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے یہی اوجہ ہے یہی بحر میں ہے اور یہی احوط ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے جو ابراہیم حلبی کی ہے اھ اور بحر اور نہر میں ہے کہ بہت سی کتب میں صراحت ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں، اور اس پر قاضیخان نے فتاوٰی میں اکتفاء

عـــه: الدا بوغة والدابوقة والحبحب هوالبطيخ الاخضركما فی ش عن بعض المحشين عن كتب الطب وذكر فی التحفة والمخزن دابوقة بالقاف وزعما انه من اسمائه بالعربی وذكرامنهااللاغ و البطيخ الهندی والبطيخ الشامی والبطيخ الفلسطينی وبالفارسية هندوانه وبالهندية تربوز ولم يذكر ادا بوغه بالغين ۱۲ منه۔(م)

دابوغہ، دابوقہ اور حبحب تربوز کو کہتے ہیں جیساکہ شامی میں ہے کہ بعض حاشیہ نگاروں نے کتبِ طب سے اس کی یہی تشریح نقل کی ہے اور تحفہ اور مخزن میں دابوقہ "ق" سے ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ اس کا عربی نام ہے ان دونوں کتب میں لاغ اور بطیخ ہندی، بطیخ شامی اور بطیخ فلسطینی کا ذکر ہے فارسی میں ہندوانہ اور ہندی میں تربوز کہتے ہیں ان دونوں کتابوں میں دابوغہ "غ" کے ساتھ کا ذکر نہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] در مختار کتاب الطہارت مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[2] ہندیۃ فیما لایجوز بہ التوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۱

فی شرح الزیلعی انه لم یکمل امتزاجه ففیه نظر [1] اھ وفی ش[19] عن الرملی[20] علی المنح من راجع کتب المذھب وجدا کثرھا علی عدم الجواز فیکون المعمول علیه فما فی ھذا المتن(یرید التنویر)مرجوع بالنسبة الیه [2] اھ۔	کیا،اسی طرح صاحبِ محیط نے اس پر اکتفاء کیا اور اس کو ابتداء میں ذکر کیا کافی میں اور جواز کا ذکر بصیغہ قیل کیا اور شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ اوجہ عدمِ جواز ہے تو یہی اولٰی ہے کیونکہ اس کا امتزاج مکمل ہوگیا ہے جیسا کہ کافی میں مصرّح ہے تو شرح زیلعی میں اس کے امتزاج کو مکمل نہ بتانا قابلِ اعتراض ہے اھ اور 'ش' میں رملی علی المنح سے منقول ہے کہ جس نے کُتبِ مذہب کو دیکھا ہے اس کو معلوم ہوگا کہ اکثر میں عدم جواز ہے تو اسی پر اعتماد ہوگا،تو جو اس متن(تنویر)میں ہے وہ اس کی نسبت مرجوع ہے اھ۔(ت)

(۲۰۶)تاڑی(۲۰۷)سیندھی

اقول: حتی علی قول من یجوز بقاطر الکرم فانه عـه ماء کان تشربه فاذا ارتوی ردہ	**میں کہتا ہوں** یہاں تک کہ جو حضرات انگور کی بیل سے ٹپکنے والے پانی سے وضو کے جواز کے قائل ہیں تو وہ یہی

عـه ھذا ھو صریح مفاد کلام الزیلعی ومن تبعه لکن فی الارکان الاربعة لبحر العلوم مانصه اختلفوا فی ماء سال من الکرم ونحوہ بنفسه ففی الهدایة یجوز به التوضی وفی الکافی وفتاوی قاضی خان لایجوز لانه لیس ماء انماھو شبیه بالماء ویطلق علیه الماء مجازا اھ **اقول** لیس التعلیل فی الکافی ولا فی الخانیة بل لم ارہ لاحد قبله بل(ا) زعم

یہ صریح مفہوم ہے زیلعی کے کلام کا اور اس کے متبعین کے کلام کا،لیکن بحر العلوم کی ارکانِ اربعہ میں ہے اُس پانی میں اختلاف ہے جو انگور کی بیل سے ٹپکتا ہے،ہدایہ میں ہے اس سے وضو جائز ہے،کافی اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ وضو جائز نہیں کیونکہ وہ پانی نہیں ہے پانی کے مشابہ ہے اور اس پر پانی کا اطلاق مجاز ہے اھ میں کہتا ہوں کہ تعلیل نہ کافی میں ہے اور نہ خانیہ میں ہے بلاکہ میں نے اُن سے پہلے کسی کے کلام (باقی برصفحہ آئندہ)

---
[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفٰی البابی مصر ۱۳۳/۱

کما یدل علیه قول الزیلعی کمال الامتزاج بتشرب النبات الماء بحیث لایخرج منه الابعلاج ثم ذکر قاطر الکرم بما مر بخلاف الرطوبات السائلة من هذہ الاشجار فانها کالقارات النابعة من الاحجار واللہ تعالٰی اعلم۔	کہتے ہیں کہ دراصل یہ پانی تھا جب بیل میں جذب ہونے سے بچا تو بہنے لگا جیسا کہ قول زیلعی سے معلوم ہوتا ہے، امتزاج کا کمال یہ ہے کہ گھاس پانی کو اچھی طرح پی لے کہ بلا نکالے پانی نہ نکلے، پھر انہوں نے انگور کی بیل سے ٹپکنے والے پانی کا ذکر کیا بخلاف ان رطوبتوں کے جو اِن درختوں سے بہتی ہیں کیونکہ یہ ان روغنیات کی طرح ہیں جو پتھروں سے نکلتے ہیں و اللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۲۰۸) ماء الجبن کہ دودھ پھاڑ کر اس کی مائیت نکالتے ہیں۔

(۲۰۹) دہی کا پانی کہ کپڑے میں باندھ کر ٹپکائیں یا اس کے کونڈے میں اس سے چھٹے۔

(۲۱۰) مٹھا جسے چھاچھ بھی کہتے ہیں دہی سے مکھن جُدا ہونے کے بعد جو پانی رہ جائے۔

(۲۱۱) چاولوں کی پیچ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامة ابن کمال الوزیر فی الایضاح عند قول متنه لابما اعتصر من شجر او ثمر الروایة بالقصر کانهم ابوا عن اطلاق اسم الماء علیه ایماء الی قصورہ عن حد الماء المطلق ولذلك لایجوز التوضی به اھ فهذا یوهم بل کمصرح ان کل عصارة ثمر او شجر ماء حقیقة غیر انه مقید لامطلق وهو باطل قطعا والذی یقبله القلب فی ماء الکرم القاطر ایضا ماقاله بحر العلوم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله۔(م)	میں یہ نہیں دیکھا، بلالکہ علامہ ابن کمال وزیر نے ایضاح کے متن کے پاس فرمایا نہ اس پانی سے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو روایت قصر سے ہے، گویا وہ اس پر پانی کے نام کا اطلاق نہیں کرنا چاہتے ہیں، اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ ماءِ مطلق میں شامل نہیں، اور اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہے اھ اس سے وہم ہوتا ہے بلالکہ صراحت ہی کہنی چاہئے کہ درختوں اور پھلوں کا پانی حقیقۃً پانی ہے، البتہ وہ مقید ہے مطلق نہیں ہے، حالانکہ یہ قطعًا باطل ہے اور انگور کی بیل کے پانی کی بابت دل لگتی بات بحر العلوم ہی کی ہے و اللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(۲۱۲) گوشت کاپانی کہ سربند بویام میں بے پانی رکھ کراوپر پانی بھر کرآنچ دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے۔

(۲۱۳) ماء اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت واجزائے مناسبہ سے ٹپکا کرلیتے ہیں۔

المخالطات

(۲۱۴) یخنی کہ پانی میں گوشت کاآبجوش نکالتے ہیں۔

(۲۱۵) ہر قسم کا شوربا۔ہدایہ میں ہے:

لایجوز بالمرق فانه لایسمی ماء مطلقا[1]۔	شوربا سے وضوجائز نہیں کہ اس کو مطلق پانی نہیں کہتے ہیں۔(ت)

(۲۱۶و۲۱۷) جس پانی میں چنے یاباقلا پکایا اگر پانی میں ان کے اتنے اجزاء مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہوجائے گاتو اس سے بالاتفاق وضوناجائز ہے۔

اقول: وذلك ان العبارات الواضحة عـــه جاء ت ھھنا علی ثلثة وجوہ۔ **الاول**: لایجوز مطلقالان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج فیفید التقیید وھذا مایاتی فی ضابطة الامام الزیلعی واتباعه رحمهم الله تعالٰی۔ **الثانی**: لایجوز اذا وجد منه ریح المطبوخ۔ **الثالث**: یجوز مالم یثخن وعلیه الاکثروھو الاشھر والمنصوص	**میں کہتا ہوں** اس سلسلہ میں واضح عبارات تین قسم کی ہیں: **اول**: مطلقًا جائز نہیں کیونکہ پکانے سے مکمل امتزاج حاصل ہوتا ہے لہذا مقید کرنا مفید ہوگا۔امام زیلعی اور ان کے متبعین کے ضابطہ میں اس کا بیان آئیگا،رحمہم اللہ تعالٰی۔ **دوم**: وضو جائز نہیں جبکہ اس میں سے پکی ہوئی چیز کی بُوآتی ہو۔ **سوم**: جب تک گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے،اکثر اسی پر ہیں اور یہی مشہور تر ہے،اور عام متون میں

عـــه ستأتی عبارة اخری مجملة وھی التغیر بالطبخ ویاتی الکلام علیھا ۱۲منه(م)	عنقریب ایک مجمل عبارت آئے گی اور وہ پکانے سے تبدیل ہونا ہے اور اس پر کلام بھی آئیگا ۱۲منہ(ت)

[1] ہدایۃ باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

علیه فی(۱)ھامة المتون وفی الخانیة لوطبخ فیه الحمص اوالباقلاء وریح الباقلاء یوجد منه لایجوز به التوضوء وذکر الناطفی اذالم تذھب رقته ولم یسلب منه اسم الماء جاز [1] اھ وفی(۲)الجامع الکبیر ثم المنیة والینابیع ثم الزیلعی والفتح وتجنیس الامام صاحب الھدایة ثم البحروتجنیس الملتقط ثم الحلیة والفتاوی الظھیریة ثم البرجندی واللفظ للفتح فی الینابیع لو تقع الحمص والباقلاء وتغیر لونه وطعمه وریحه یجوز التوضی به فان طبخ فان کان اذابرد ثخن لایجوزالوضوء به اولم یثخن ورقة الماء باقیة جاز [2] اھ وھذا کما تری اوسع الاقوال فاذا حصل شرطه فی المنع حصل المنع بالاجماع۔ **ثم اقول**: وبالله التوفیق بل لاخلاف اما القولان الاولان فالتوفیق بینھما واضح	یہی ہے، اور خانیہ میں ہے اگر پانی میں چنے یا باقلا پکایا گیا اور باقلا کی بُو اس میں آ گئی تو اس سے وضو جائز نہیں اور ناطفی نے فرمایا اگر اس کا پتلا پن ختم نہیں ہوا ہے اور اس پر پانی کا اطلاق ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں، جامع کبیر، منیہ، ینابیع، زیلعی، فتح، تجنیس (صاحب ہدایہ کی کتاب) پھر بحر، ملتقط کی تجنیس، حلیہ، فتاوٰی ظہیریہ اور برجندی میں ہے، عبارت فتح کی بحوالہ ینابیع ہے اگر چنے اور باقلاء پانی میں نچوڑ لیے گئے اور اس کا رنگ مزہ اور بُو بدل گئے تو اُس سے وضو جائز ہے، تو اگر پکایا گیا اور ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں، اور اگر گاڑھا نہ ہوا اور پانی کی رقت ہنوز باقی ہے تو جائز ہے اھ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اس قول میں سب سے زیادہ گنجائش ہے، تو جب اس کی شرط منع میں حاصل ہو تو بالاجماع منع ثابت ہوگا۔(ت) **پھر میں کہتا ہوں** وب الله التوفیق، بلاکہ کوئی خلاف ہی نہیں، اور دو ۲ پہلے اقوال میں تطبیق واضح ہے

(۱)کالوقایة والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح حیث اعتبر وازوال الطبع بالطبخ ویاتی نصوصھا فی الفصل الثالث ۱۲منه غفرله۔ (۲)ھکذا فی الحلیة وفی نسختی المنیة والجامع الصغیر وعلیھا شرح فی الغنیة ۱۲منه غفرله(م)	جیسے وقایہ، ملتقی، غرر، تنویر اور نورالایضاح، ان حضرات نے پکانے سے طبیعت کے زوال کا اعتبار کیا ہے تیسری فصل میں ان کتب کی عبارات آئیں گی ۱۲منہ غفرلہ اسی طرح حلیہ میں ہے اور میرے پاس موجود منیہ اور جامع صغیر کے نسخوں پر اس کی شرح غنیہ میں ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمالایجوزبہ التوضی مطبع نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱

فانه اذ انضج الباقلی فی الماء وادرك وجدریحه من الماء لامحالة وهذا هومعنی الطبخ کما تقدم فی ۱۰۸(ا)نعم علی هذا یضیع الشرط ولا امکان لحمل الطبخ علی الالقاء بقصده لیکون احترازاعما اذا اُخرج قبل ان یؤثر فی الماء فانه ح یشمل ما اذا اُخرج بعدما غیرریح الماء بل ان ینطبخ فان تغیر الریح لایتوقف علی النضج فعلی هذا یکون مجرد تغیر الریح بدون الطبخ موجباللتقیید وهوخلاف النصوص المذکورة فی ۸۹ فان عندعدم الطبخ لاوجه للفرق بینه وبین النقیع تأمل وامّاالقول الثالث فافاد فی الغنیة مایعطی وفاقه حیث قال التقیید یحصل للماء بکمال الامتزاج بالطبخ بان یطبخ فی الماء شیئ حتی ینضج فحینئذ یخرج الماء عن طبعه وهو سرعة السیلان ولا شك انه اذذاك اذابرد یثخن غالبافکانت القاعدة فی المخالطة بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء وفی المخالطة بدونه ان تزول رقته[1] اھ وتبعه فی مراقی الفلاح فقال لابماء زال طبعه بالطبخ لانه اذابرد ثخن[2]۔

کہ جب باقلا پانی میں اچھی طرح پک جائے تو لامحالہ اس کی بُو پانی میں آئے گی اور پکنے کے یہی معنی ہیں جیسا کہ ۱۰۸ میں گزرا۔ہاں اس تقدیر پر شرط لگانا بے سود ہوگا اور یہ امکان نہیں ہے کہ طبخ کو اس پر محمول کیا جائے کہ پکانے کے ارادہ سے ڈالنا، تاکہ اس صورت سے احتراز کیا جائے جب کہ اُس کو پانی میں اثر انداز ہونے سے قبل نکال لیا جائے کیونکہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جس کو نکالا جائے اس وقت جبکہ اس سے پانی کی بُو تبدیل ہوجائے اور وہ پکنے نہ پائے، کیونکہ بُو کا بدلنا پکنے پر موقوف نہیں اس بناء پر صرف بُو کا بدلنا بلاپکائے موجبِ تقیید ہوگا اور یہ نصوص مذکورہ کے خلاف ہوگا، نصوص ۸۹ میں مذکور ہیں، کیونکہ نہ پکنے کی صورت میں اُس میں اور نقیع (نچوڑا ہوا) میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ مقامِ غور ہے، تیسرا قول، غنیہ کے مطابق وہ ہے جس سے اتفاق معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں تقیید پانی میں اس وقت ہوتی ہے جب پکنے سے مکمل امتزاج حاصل ہوجائے، مثلاً یہ کہ پانی میں کوئی چیز پکائی جائے حتّٰی کہ مکمل طور پر پک جائے، تو اس وقت وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہوجائیگا اور یہ اس کا تیزی سے بہنا ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا ہوجائیگا تو پکانے والی چیز میں مخالطة کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ چیز پانی میں پک جائے، اور پکائے بغیر مخالطة میں یہ ہے کہ

[1] غنیۃ المستملی فصل احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

[2] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریۃ مصر ص ۱۵

اقول : لاطبخ الا بالنضج کما علمت فکان الطبخ نفسه القاعدہ من دون شریطة زائدة وھذا یوافق اھل الضابطة ثم اذاکان الطبخ یورث الثخونة مطلقاحصل توافق الاقوال ومجال المقال فیه من وجوہ۔

الاول: مااقول انه علی ھذالم یبق الفرق بین النیئ والمطبوخ اذصارالمدارفیھماجمیعا الثخونة وکلام الشیخ یؤذن بالتفرقة۔

والثانی: مااقول ایضاتقسیم الطبخ فی الینابیع الی صورة الثخونة وبقاء الرقة یؤذن بان الطبخ لایوجب الثخانة ولا ینفع قوله غالبالانه اذابردفلم یثخن وجب جوازالوضوء به لاحاطة العلم بعدم المانع۔

والثالث: قال المحقق البحر فی البحر لایتوضوء بماء تغیربالطبخ بمالایقصد به التنظیف کماء المرق والباقلاء لانه ح لیس بماء مطلق لعدم تبادرہ عند اطلاق اسم الماء امالوکانت النظافة تقصد به کالسدر والصابون والاشنان یطبخ به فانه یتوضوء به الا اذاخرج الماء عن طبعه من الرقة والسیلان وبماتقرر علم

اس کی رقّت ختم ہو جائے اھ اور یہی بات مراقی الفلاح میں کہی گئی ہے، فرمایا نہ اس پانی سے جس کی طبیعت پکائے جانے کی وجہ سے ختم ہو گئی کیونکہ جب وہ ٹھنڈا ہو گا گاڑھا ہو جائے گا۔(ت)

میں کہتا ہوں طبخ بلا نضج نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے جانا، تو طبخ بجائے خود قاعدہ ہے اس میں کسی زائد شرط کی حاجت نہیں اور یہ ضابطہ والوں کے موافق ہے، پھر جب طبخ سے مطلقًا گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے تو اقوال میں توافق پیدا ہوگا، اور اس میں کئی وجوہ سے کلام ہوسکتا ہے۔**اوّل:** یہ جو میں کہتا ہوں کہ اس بنا پر کچے اور پکے ہوئے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ان دونوں میں دار ومدار گاڑھا ہونا ہے اور شیخ کے کلام سے دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے۔

دوم: میں کہتا ہوں ینابیع میں طبخ کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ صورتًا گاڑھا پن ہو اور رقت باقی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبخ سے گاڑھا پن لازمی نہیں ہوتا ہے، اور ان کے قول غالب کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جب ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے کیونکہ مانع کے نہ ہونے کا علم ہے۔

سوم: محقق نے بحر میں فرمایا کہ اس متغیر پانی سے وضو نہ کیا جائے جس کو کسی ایسی چیز کے ساتھ پکایا گیا ہو جو تنظیف کیلئے نہیں ہوتی ہے جیسے شوربہ اور باقلا کا پانی، کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے اس لئے کہ جب پانی کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے یہ پانی متبادر نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس سے نظافت مقصود ہو جیسے جھربیری، صابون اور اشنان کو پانی کے ساتھ پکایا جائے تو اس پانی سے وضو کیا جائیگا، ہاں اگر

ان ماذکرہ فی التجنیس والینابیع(فاثر مامر اٰنفا)لیس هو المختار بل هو قول الناطفی من مشایخنا رحمهم اﷲ تعالٰی یدل علیه ماذکرہ قاضی خان(فنقل ماتقدم الاٰن)قال وبما قررناہ علم ان الماء المطبوخ بشیئ لایقصد به المبالغة فی التنظیف یصیر مقیدا سواء تغیر شیئ من اوصافه اولم یتغیر فحینئذ لاینبغی عطفه فی المختصر علی بکثرة الاوراق الا ان یقال انه لما صار مقیدا فقد تغیر بالطبخ [1] اھ وتبعه ش فقال فی المرق والباقلاً انه یصیر مقیدا سواء تغیر شیئ من اوصافه اولا وسواء بقیت فیه رقة الماء اولا فی المختار کما فی البحر [2]۔

والرّابع: قال العلامة البرجندی تحت قول النقایة وان تغیر بالمکث اواختلط به طاھر الا اذا اخرجه عن طبع الماء اوغیرہ طبخا [3] نصه واطلاق التغییر وجعله قسیما للاخراج من طبع الماء یتبادر منه ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجه عن

پانی اپنی طبیعت سے نکل جائے یعنی رقت اور سیلان ختم ہوجائے تووضوجائز نہ ہوگا،اور گزشتہ تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ تجنیس اور ینابیع میں ہے(وہ نقل کیا جو ابھی گزرا)وہ مختار نہیں ہے بلالکہ وہ ہمارے مشائخ میں سے ناطفی کا قول ہے، قاضی خان کا قول اس پر دلالت کرتا ہے(جو ابھی گزرا وہ نقل کیا)فرمایا ہماری تقریر سے معلوم ہوا کہ پانی کو اگر کسی ایسی چیز سے جوش دیا جائے جس سے زیادہ تنظیف مقصود نہ ہو تووہ مقید ہوجائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تغیر ہو یا نہ ہو اس صورت میں اس کا عطف مختصر میں "بکثرة الاوراق" پر مناسب نہیں، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب وہ مقید ہوگیا تو پکنے سے متغیر ہوگیا اھ "ش" نے بھی یہی لکھااور شوربا اور باقلاً میں لکھا کہ وہ مقید ہوجائیگا خواہ اس کے اوصاف میں تبدیلی ہو یا نہ ہو، عام ازیں کہ اس میں پانی کی رقّت رہے یا نہ رہے، مختار یہی ہے جیسا کہ بحر میں ہے اھ (ت)

چہارم: علامہ برجندی نے نقایہ کے قول وان تغیر بالمکث الخ کے تحت فرمایا، تغیر کو مطلق رکھنا اور اس کو اخراج من طبع الماء کا قسیم بنانا، اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ مطلق تغیر پکانے کی وجہ سے مانع ہے، خواہ وہ اس کو پانی کی طبیعت سے نکالے یا نہ نکالے، ہدایہ سے یہی مفہوم ہے، اس کی تائید

[1] بحرالرائق بحث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۳
[3] شرح النقایة للبرجندی مسائل الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

طبخ الماء اولا وھذا ھو المفھوم من الھدایۃ ویؤیدہ ما فی الخزانۃ وفتاوٰی قاضی خان انہ اذاطبخ فیہ الباقلی وریح الباقل یوجد منہ لایجوز بہ التوضی وقد ذکر فی الفتاوی الظھیریۃ انہ اذاطبخ الحمص اوالباقلی[1] الی اٰخر ماتقدم عن الفتح۔

خزانہ اور فتاوٰی قاضی خان سے ہوتی ہے کہ اگر اس میں باقلی پکایا گیا اور اس کی بُو پانی میں آگئی تو اس سے وضو جائز نہیں، اور فتاوٰی ظہیریہ میں ہے کہ اذاطبخ الحمص اوالباقلی الخ جو فتح سے نقل ہوا۔ (ت)

وانا اقول: وبا للہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق فعل النار والعیاذ با للہ تعالٰی منھا تفریق الاتصالات فاذاطبخ شیئ تنزیل النارصلابتہ وتفتح منافذہ فیداخلہ الماء وتخرج اجزاؤہ اللطاف فی الماء فتورثہ ثخونۃ اذا کان الماء علی ماھو المعتاد فی طبخ الاشیاء وان لم تظھر اذا کثر الماء جدافان الکلام فی الطبخ المعھود ولا یجعل فیہ من الماء الاقدر معلوم موافق لحصول الامتزاج وھذاماافادالزیلعی واتباعہ ان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج نعم الحرارۃ توجب اللطافۃ فمادام حارا لایظھر ذلك التغیرعلی ماھوعلیہ وبہ ظھر سرما قالوا اذاصاربحیث اذبرد ثخن وھذاھو الفارق بین النیئ و المطبوخ فان النیئ لیس فیہ مایمنع ظھورالثخانۃ فاحیل فیہ علی نفس ذھاب الرقۃ بخلاف

میں کہتا ہوں وبا للہ التوفیق آگ کا کام متصل کو منفصل کرنا ہے جب کوئی چیز آگ پر پکائی جاتی ہے تو آگ اس کی سختی کو زائل کردیتی ہے اور اُس کے سوراخوں کو کھول دیتی ہے جس کی وجہ سے اس میں پانی داخل ہوجاتا ہے اور اس کے لطیف اجزاء پانی میں آجاتے ہیں، اس طرح پانی گاڑھا ہوجاتا ہے جبکہ پانی عادت کے مطابق پکایا جائے اور جب پانی بہت زیادہ ہوتا ہے تو یہ گاڑھاپن ظاہر نہیں ہوتا ہے، کیونکہ گفتگو متعارف پکانے میں ہے اور اس میں ایک معین مقدار کے پانی کی آمیزش کی جاتی ہے تاکہ امتزاج حاصل ہوجائے، زیلعی وغیرہ میں یہی ہے کہ پکانے سے کمال امتزاج حاصل ہوتا ہے، ہاں حرارت لطافت کا موجب ہوتی ہے تو جب تک وہ گرم رہتا ہے تو یہ تغیر ظاہر نہیں ہونے پاتا ہے، اسی سے یہ راز سربستہ بھی منکشف ہوگیا کہ فقہاء فرماتے ہیں جب پانی ٹھنڈا ہوکر گاڑھا ہوجائے، اور یہی چیز مابہ الامتیاز ہے کچّے اور پختہ میں، کیونکہ کچّے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے

[1] شرح النقایۃ للبرجندی مسائل الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

المطبوخ مالم یبرد فیحال فیه علی النظر فان ظھر انه یثخن اذا برد لم یجز الوضوء به والاجاز والمرجع فی ھذا ھو حصول النضج والادراك فان عند ذلك یحصل کمال الامتزاج وھو یوجب فی المعتاد ثخونة الماء فبھذا التقریر و لله الحمد انحلت الاشکالات عن اٰخرھا۔

فالاول: قد ظھر الفرق بین النیئ والمطبوخ۔

والثانی: الطبخ فی کلام الینابیع الاغلاء فی الماء علی النار وان لم ینضج علی سبیل عموم المجاز لابل بیان لحکم یعم المعتاد وغیرہ کمن وضع کفامن حمص فی قدر قربة من الماء فانه لایثخن حین یبرد وان نضج الحمص وادرك وھذا ھو منشؤ التقیید بغالبا فی کلام الغنیة ونظر الشرنبلالی الی المعتاد المعھود فاطلق القول انه اذا برد ثخن وبالله التوفیق۔

والثالث فیه اشیاء۔

فاقول: اولا(۱)تبین ان فرض عدم التغیر اصلا مع حصول الطبخ فرض مالا وقوع له۔

وثانیا:(۲)قد علمت ان مافی الخانیة

جو گاڑھے پن کو ظاہر ہونے سے روکتی ہو تو اس میں دار ومدار صرف رقّت کے ختم ہونے پر ہے۔ برخلاف پکے ہوئے کے جو ٹھنڈا نہ ہوا ہو تو اس کا دار ومدار اس پر ہے کہ دیکھا جائے اگر یہ ظاہر ہو کہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جائیگا تو اس سے وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا، اور دار ومدار اس میں پکنا ہے کیونکہ اسی وقت کمال امتزاج پایا جاتا ہے اور یہی چیز عام طور پر پانی کے گاڑھا ہونے کا موجب ہوتی ہے، اس تقریر سے تمام اشکالات رفع ہوگئے۔

اول: کچے اور پکے کا فرق ظاہر ہوا۔

دوم: ینابیع کی عبارت میں طبخ سے مراد شیئ کو جوش دینا ہے پانی میں آگ پر خواہ پکا ہوا نہ ہو، یہ بطور عموم مجاز کے ہے، نہیں بلالکہ یہ ایسے حکم کا بیان ہے جو معتاد وغیر معتاد دونوں کو عام ہے، مثلاً کسی نے ایک مُٹھی چنے ایک ہانڈی بھر پانی میں ڈال دیئے تو یہ ٹھنڈا ہونے پر گاڑھا نہ ہوگا خواہ چنے کتنے ہی پک جائیں، اور غنیہ کی عبارت میں غالبًا کی قید کا یہی مفاد ہے اور شرنبلالی کی نظر معہود پر گئی تو انہوں نے مطلق قول رکھا کہ جب ٹھنڈا ہوگا تو گاڑھا ہو جائے گا وباللہ التوفیق۔

سوم: اس میں چند اور قابل ذکر باتیں ہیں:

میں کہتا ہوں اول: پکنے کے باوجود یہ مفروضہ قائم کرنا کہ تغیر نہیں ہوا ہے باوجود حصول طبخ کے ایک ایسی چیز کا فرض کرنا ہے جو واقع نہیں ہوئی ہے۔

دوم: خانیہ میں جو ناطفی سے منقول ہے یہ

عن الناطفی لایخالف ماقدمه لاجرم ان عزا العلامة القوام الکاکی شارح الهدایة ثم ابن الشلبی محشی الزیلعی ماعن الناطفی الی قاضی خان ایضافقالا اذا طبخ ولم یثخن بعد ورقة الماء فیه باقیة جازالوضوء به ذکره الناطفی وفی فتاوی قاضی خان[1]اھ والیه یشیرکلام الحلیة اذجعل کلام الناطفی مفاد مافی قاضی خان حیث قال تحت قول الماتن لاتجوزبماء الباقلاء ما نصه سیذکر عن الجامع الکبیر تقیید عدم الجواز بماء الباقلا بما اذا کان مطبوخاوهو بحال اذا برد ثخن وزالت عنه رقة الماء فیحمل هذا الاطلاق وان وقع مثله لغیرالمصنف علی ذلك دفعا للتناقض ومن ثمه لما ذکر القدوری فی غدادما لا یجوزالطهارة به ماء الباقلا قال فی الهدایة المراد ماتغیر بالطبخ و احسن منه حمله علی مااذا کان مسلوبا منه اسم الماء مطبوخا اولا کما یفیده مافی الخانیة فذکر کلامه المارفی النیئ والمطبوخ تماما[2] وفیه حدیث الریح فلوحسبه مخالفالقول الناطفی لکان قوله مرجوحالانه انما یقدم الاظهرالاشهر فلم یکن یحسن نسبة مازیفه الیه ومن

گزشتہ قول کے منافی نہیں، اسی لئے علامہ کاکی شارح ہدایہ اور ابن شلبی محشّی زیلعی نے ناطفی کے قول کو قاضی خان کی طرف بھی منسوب کیا ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا جب پکایا گیااور گاڑھانہ ہوااور پانی کی رقت اس میں باقی رہی تو اس سے وضو جائز ہے، اس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے اھ اس طرف حلیہ میں اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے ناطفی کے کلام کو قاضی خان کی گفتگو کا ماحصل قرار دیا ہے، وہ ماتن کے قول لاتجوز بماء الباقلی کے تحت فرماتے ہیں کہ عنقریب جامع کبیر سے باقلی کے پانی کے ساتھ عدم جواز کے مقید کرنے کی وجہ بیان کرینگے کہ وہ ایسا پکا ہوا ہو کہ جب ٹھنڈا ہو تو گاڑھا ہو جائے اور اس کی رقت زائل ہو جائے تو یہ اطلاق (اگرچہ مصنّف کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا ہے) اس پر محمول کیا جائے گا کہ تناقض مرتفع ہو جائے، اس لئے جب قدوری نے اُن اشیاء کا ذکر کیا جن سے وضو جائز نہیں ہے تو باقلی کے پانی کو ذکر کیا، ہدایہ میں فرمایا اس سے مراد وہ پانی ہے جو پکائے جانے سے بدل گیا ہو اور اس کا حمل اس پر زیادہ اچھا ہوگا جبکہ اس پر پانی کا اطلاق ختم ہوگیا ہو خواہ وہ پکا ہوا ہو یا نہ ہو، جیسا کہ خانیہ سے پتا چلتا ہے، پھر انہوں نے اپنا گزشتہ کلام ذکر کیا جو کچے اور پختہ سے متعلق ہے، اسی میں بُو کا بھی تذکرہ ہے تو اگر وہ اس کو ناطفی کے قول کے

[1] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحث الماء بولاق مصر ۱/۱۹
[2] حلیہ

الدلیل علیه ان الامام قاضی خان نفسه صرح بهذا الذی قاله الامام الناطفی وجزم به فی عامة المعتمدات فی شرحه للجامع الصغیر کما عزاه له فی الغنیة۔	مخالف سمجھتے تو ان کا قول مرجوح ہوتا، کیونکہ وہ اظہر واشہر کو مقدم کرتے ہیں، تو جس قول کو انہوں نے ناپسندیدہ قرار دیا اسی کی نسبت ان کی طرف اچھی نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ خود قاضی خان نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو امام ناطفی نے ذکر کیا ہے اور اسی پر انہوں نے اپنی عام معتمدات میں جامع صغیر کی شرح میں جزم کیا ہے اور غنیہ میں اس کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔
وثالثا العجب(۱)انه رحمه ا لله تعالٰی یحتج بعبارة الخانیة وقد شرط وجود الرائحة ثم یقول سواء تغیر شیئ من اوصافه اولا [1]	**سوم:** تعجب اس پر ہے کہ وہ خانیہ کی عبارت سے استدلال کر رہے ہیں اور انہوں نے بُو کی شرط لگائی ہے پھر فرمایا عام ازیں کہ اس کے اوصاف میں سے کچھ بدلا ہوا ہو یا نہ بدلا ہوا ہو۔
ورابعا: (۲)انکر العطف علی بکثرة الاوراق ولیس ثمه مایصلح لعطفه الاهو فان عبارة المختصر یتوضوء بماء السماء العین والبحر وان غیر طاهر احداوصافه اوانتن بالمکث لابما تغیر بکثرة الاوراق اوبالطبخ [2]فان لم یعطف علی بکثرة یعطف علی بما تغیرای لایتوضوء بالطبخ وهو کلام مغسول	**چہارم:** بکثرۃ الاوراق پر عطف کاانکار کیاہے حالانکہ وہاں صرف اسی پر عطف ممکن ہے کیونکہ مختصر کی عبارت یہ ہے یتوضوء بماء السماء الخ تو اگر بکثرۃ پر عطف نہ کیا جائے تو بما تغیر پر کرنا ہوگا، اور یہ غلط ہے۔
وخامسا: (۳)تأویله بان المراد تغیر طبعه اووصفه بل اطلاقه لایتمشی فی عبارة النقایة والاصلاح تغیر بالطبخ معه وهو مما لایقصد به النظافة اذیفید علی هذا جواز الوضوء بما تغیر من الاطلاق بالطبخ مع المنظف ولیس مرادقطعافانماالامرانه لماتغیر بالطبخ صار مقیدا تغیر بالطبخ۔	**پنجم:** اس کی یہ تاویل کرنا کہ مراد اس کی طبیعت یا وصف کا بدلنا نہیں ہے، بلاکہ ان کی عبارت کا اطلاق اصلاح ونقایہ کی عبارت میں نہیں چل سکتا ہے کہ تغیر بالطبخ معہ ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس سے نظافت مقصود نہ ہو، اس لئے کہ اس بناء پر اُس چیز سے جس سے تغیر واقع ہو وضو جائز ہوگا، یعنی جب کہ نظافت والی چیز کے ساتھ پکانے کو مطلق رکھا جائے،

[1] بحر الرائق بحث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸
[2] کنز الدقائق بحث الماء ایجوکیشنل پریس کراچی ۱/۱۱

اقول: (۱) ووقع فی تعبیر ش تغییر لمفاد البحر فان قوله فی المختار کما فی البحر یوقع من لایراجع البحر فی توهم انه تصحیح منقول فی البحر عن اهله فانه رحمه الله تعالٰی لم یکن من اصحابه کما اعترف به ش فی عقود رسم المفتی وبیناه فی رسالتنا هبة الجبیر فی عمق ماء کثیر ولیس کذلك وانما قال لخلافه من قبل نفسه لیس هو المختار۔	حالانکہ یہ قطعًا مراد نہیں ہے، کیونکہ جب پکانے سے متغیر ہوگیا تو مقید ہوگیا یہ نہیں کہ جب مقید ہوگیا تو پکانے سے متغیر ہوگیا۔(ت) **میں کہتا ہوں** "ش" کی عبارت میں تبدیلی بحر کے مفاد کیلئے ہے کیونکہ ان کا قول فی المختار کما فی البحر ایک ایسے شخص کو جس نے بحر نہ دیکھی ہو اس وہم میں مبتلا کرسکتا ہے کہ یہ بحر کے منقول کی تصحیح ہے جو انہوں نے کسی سے نقل کیا ہے، کیونکہ وہ اس کے اصحاب سے نہیں جیسا کہ اس کا اعتراف "ش" نے عقود رسم المفتی میں کیا ہے اور ہم نے اس کو "ھبۃ الجبیر فی عمق ماء کثیر" میں ذکر کیا ہے جبکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے، یہ بات انہوں نے اس لئے کہی ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کے مخالف ہیں، وہ مختار نہیں سمجھتے(ت)
والرابع: (۲) لماکان زوال الطبع بالطبخ ربمالا یظهر الا اذابرد صح التقسیم فیحال فی النیئ علی عین الثخونة وفی المطبوخ علی دلیلها وکأنه الی هذا یشیر البرجندی بتعقیبه بکلام الظهیریة فاستقران شاء الله تعالٰی وله الحمد عرش التحقیق *بحسن التوفیق* علی التطبیق والتوفیق* وبالله سبحنه وتعالٰی التوفیق۔	**چہارم:** پکنے کی وجہ سے طبیعت کا زائل ہونا کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے، ہاں جب ٹھنڈا ہوتا ہے تو تقسیم صحیح ہے، تو کچے کا دارومدار گاڑھے پن پر ہوگا اور پکے ہوئے میں اس کی دلیل پر ہوگا اور غالبًا برجندی اسی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ وہ اس کے بعد ظہیریہ کے کلام کو لائے ہیں، یہ اس کی مکمل تحقیق ہے۔(ت)

(۲۱۸) پانی میں میوے جوش دے کر اُن کا عرق نچوڑا یہ عرق اگرچہ پانی سے مخلوط ہوگا کہ حرارت نار کے سبب میوے پانی کا تشرب کریں گے خصوصًا جبکہ کُوٹ کر ڈالے اس سے وضو جائز نہیں۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

لایجوز التوضوء بماء الفواکه وتفسیره ان یدق التفاح اوالسفرجل دقاناعما ثم	پھلوں کے پانی سے وضو جائز نہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ سیب یا امرود کو باریک باریک کُوٹ لیا جائے اور

یعصرہ فیستخرج منه الماء وقال بعضھم تفسیرہ ان یدق التفاح اوالسفرجل ویطبخ بالماء ثم یعصر فیستخرج منه الماء وفی الوجھین لایجوز به التوضوء لانه لیس بماء مطلق [1]۔	پھر ان کو نچوڑ کر اُن سے پانی نکالا جائے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ سیب یا امرود کو باریک کرکے پانی کے ساتھ پکایا جائے پھر نچوڑا جائے اور پانی نکالا جائے اور دونوں صورتوں میں اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ مطلق پانی نہیں ہے۔(ت)

(۲۱۹) یہ پانی جس میں میوے جوش دے اس کا حکم ذکر نہ فرمایا۔

واقول: وبہ استعین اگر میوے خفیف جوش دے جس میں قدرے نرم ہو کر نچوڑنے میں اچھی طرح آئیں اور نکال لئے کہ پانی میں اُن کے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اُس پانی سے وضو جائز ہونا چاہئے اور اب یہ پانی نمبر ۱۰۸و۱۰۹ میں داخل ہوگا اور اگر میوے اس میں پک گئے کہ اُسے متغیر کردیا تواُن کے نکال لینے کے بعد بھی اس پانی سے وضو ناجائز ہے یہ ۲۱۹ نمبر ہوگا۔

(۲۲۰) سرپر مہندی یا کوئی خضاب یا ضماد لگا ہوا ہے اور مسح کرتے میں ہاتھ اس پر گزرتا ہوا پہنچا یوں کہ یا تو وہ ضماد (۱) وخضاب رقیق بے جرم مثل روغن ہے تواُسی کی جگہ مسح کیا وہ جرم دار ہے تواس کے باہر چہارم سر کی قدر مسح کیا مگر ہاتھ اس پر ہوتا گزرا اگر اس گزرنے میں ہاتھ کی تری میں اُس خضاب وضماد کے اجزاء ایسے مل گئے کہ اب وہ تری پانی نہ کہلائے گی تو مسح جائز نہ ہوگا ورنہ جائز۔

یہ نمبر **(۲۲۱)** ہوا جس کا جائزات میں اضافہ ہونا چاہئے، وجیز امام کردری فصل مسح میں ہے:

مسحت علی الخضاب ان اختلطت البلة بالخضاب حتی خرجت عن کونھا ماء مطلقا لم یجز [2] اھ **اقول:** ولا بدمن تقیید مفھومه بماذکرت فاعرف۔	خضاب پر مسح کیا اگر تری خضاب سے مل گئی یہاں تک کہ ماءِ مطلق ہونے سے خارج ہو گئی تواُس سے مسح جائز نہیں اھ **میں کہتا ہوں** اس کے مفہوم کو مقید کرنا ضروری ہے اس قید کے ساتھ جو میں نے ذکر کی ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔(ت)

(۲۲۲) پانی میں سَتّو گھُلے ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اُس سے وضو ناجائز ہے، ہدایہ وکافی میں ہے:

الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق	مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو کہ پانی مثل ستوؤں کے ہو جائے،

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمالایجوزبہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۹/۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع العالمگیری الرابع فی المسح، نورانی کتب خانہ پشاور ۴ / ۱۵

لزوال اسم الماء عنه[1]۔	کیونکہ اب اس سے پانی کا نام ختم ہوگیا ہے۔(ت)

خانیہ میں ہے:

وان صار ثخینا مثل السویق لا ۲[2]۔	اور اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو جائز نہیں۔(ت)

المقابلات[عہ]

(۲۲۳) اولے میں اگر اس قدر مٹی کُوڑے وغیرہ کا خلط ہے کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہوگیا تو اُس سے وضو جائز نہیں، خانیہ میں ہے:

توضأ بماء السیل یجوز وانکان ثخینا کالطین لا[3]۔	اگر کسی نے سیلاب کے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے اور اگر کیچڑ کی طرح گاڑھا ہو تو جائز نہیں۔(ت)

اجناس امام ناطفی پھر منیہ میں ہے:

التوضی بماء السیل ان لم تکن رقة الماء غالبة لایجوز[4]۔	اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو سیلاب کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔(ت)

اقول: علمائے کرام پر اللہ عزوجل کی رحمتیں احتیاط کے لئے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں ورنہ سیلاب کا ایسا ہونا بہت بعید ہے وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اس قدر آبِ کثیر وغزیر اتنے اختلاط تراب سے ناقابلِ وضو ہوگیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لوٹے کے پانی کیا ذکر؟

(۲۲۴تا۲۵۱) کاہی آٹا پتّے پھل بیلیں شنجرف یا کسم کی زردیاں کچ چونا ریشم کے کیڑے مینڈک وغیرہ غیر دموی جانور کے اجزا چنے باقلا وغیرہ ناج کے ریزے کولتار روٹی کے ذرّے صابون اُشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کچے خواہ یہ چھ نظافت کیلئے پانی میں پکائے ہوئے غرض کوئی چیز حتی کہ برف جو اصل پانی ہے اگر پانی ہے اگر پانی میں مل کر اُس رقت زائل کردے اُس سے وضو ناجائز ہوگا۔

عہ: یعنی وہ پانی جن کی صورت جواز جائزات میں گزری یہ صورتیں ان کے مقابل ہیں ۱۲(م)

---

[1] ہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸
[2] قاضی خان فیمالایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹
[3] قاضی خان فیمالایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹
[4] متن غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۹۰

اقول: وھذا ھو محمل مافی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین لایجوز الوضوء بماء الباقلی وماء الصابون وماء الاشنان [1] اھ کما ان الاول محمل اطلاق القدوری وغیرہ الجواز فی الصابون والاشنان غیرانہ حمل قریب لان المعھودھو خلطھما قلیلا بحیث لایذھب الرقۃ (ا)وانما البعد فی(ا)مافی شرح المجمع۔	**میں کہتا ہوں** خزانۃ المفتین میں جو شرح مجمع البحرین سے ہے اس کا محمل یہی ہے،اس کی عبارت یہ ہے کہ باقلی اور صابون اور اُشنان کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اھ جیسا کہ اوّل قدوری وغیرہ کے اطلاق کا محمل ہے ان کے اطلاق سے اشنان اور صابون کے پانی سے جواز معلوم ہوتا ہے،یہ حمل قریبی ہے کیونکہ عام طور پر یہ دونوں چیزیں کم مقدار میں ملائی جاتی ہیں کہ اس سے پانی کی رقت ختم نہیں ہوتی ہے،اور شرح مجمع میں جو ہے وہ بعید ہے۔(ت)

ان پر اکثر نصوص ان کے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور ہُوئے اور خانیہ میں فرمایا:

لووقع الثلج فی الماء وصار ثخینا غلیظا لایجوز بہ التوضوء لانہ بمنزلۃ الجمد وان لم یصر ثخینا جاز [2]۔	اگر برف پانی میں گر گئی اور پانی گاڑھا ہوگیا تو اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ جمد کے ہے اور اگر گاڑھا نہ ہو تو جائز ہے۔(ت

یہ برف کا نص ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کردے اس سے وضو ناجائز ہوگا جب تک پگھل کر پانی کی رقت عود نہ کرے اور گاڑھا نہ کرے تو جائز یہ نمبر (**۲۵۲**) ہوا کہ جائزات میں اضافہ ہوگا۔

(**۲۵۳و۲۵۴**) جس پانی میں کوئی دوا یا غذا پکا کر تیار کی متون میں ہے **لابما تغیر بالطبخ** (نہ اس پانی سے جو پکانے سے متغیر ہوجائے۔ت)

(**۲۵۵و۲۵۶**) یوں ہی چائے یاکافی جن کے پکانے سے پانی کی رقت میں فرق آئے اگرچہ ان سے سیلان نہیں جاتا رقّت وسیلان کافرق ضوابط میں مذکور ہوگا اِن شاء اللہ قہوہ میں گاڑھا پن ضرور مشہود ہوا ہے اور اگر اُسے بھی پانی میں اثر کرنے سے پہلے نکال لیا توجواز رہے گا **لعدم الطبخ وبقاء الطبع کما فی ۱۱۰** یہ (**۲۵۷**) بھی جائزات میں زائد کیا جائے۔

(**۲۵۸تا۲۶۲**) عرق گاؤزبان گلاب کیوڑا بید مشک خوشبو ہوں یا اترے ہوئے یوں ہی

---

[1] خزانۃ المفتین

[2] قاضی خان فیمالایجوزبہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹

ہر عرق اوصاف میں پانی کے خلاف ہو یا موافق غرض جو بہتی چیز پانی کی نوع سے نہیں جب پانی کی مقدار سے زیادہ اُس میں مل جائے بالاجماع اُس سے وضو نہ ہوسکے گا۔

فان استویا فی الاجزاء لم یذکر ھذا فی ظاھر الروایۃ وقالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا[1] وقال فی الغنیۃ وکذا ان کانت مساویۃ احتیاطا حتی یضم الیہ التیمم عند المساواۃ[2]۔	اگر دونوں اجزاء میں برابر ہوں تو یہ چیز ظاہر روایت میں نہیں ہے، فقہاء نے فرمایا اس کا حکم احتیاطًا مغلوب پانی کا سا ہے۔غنیہ میں کہا اور اسی طرح ہے جب وہ مساوی ہوں احتیاطًا حتی کہ جب دونوں برابر ہوں تو وضو کے ساتھ تیمّم بھی کرلیا جائے اھ (ت)
اقول: لم یسندہ لاحد ولم ارہ لغیرہ وفیہ نبوء عن القواعد فما(۱) اجتمع حاظر ومبیح الاغلب الحاظر ولا حکم للمغلوب وایضا اذا استویا(۲) فقد تعارضا واذا تعارضا تساقطا وایضا لیس(۳) تسمیتہ ماء باولی من تسمیۃ غیرہ فکیف ینطلق علیہ اسم الماء المطلق وما لیس بماء مطلق لایصح الوضوء بہ اصلا والاشتغال بما لایصح یکرہ تحریما کما فی الدر عن القنیۃ بل ھو اضاعۃ المال فیحرم تأمل وراجع وکانہ فھم من قولھم احتیاطا ان لھم شکا فی کونہ ماء فاحترزوا عنہ للاحتیاط فان لم یکن ماء لم یجز الوضوء بہ وان کان ماء لم یجز التیمم مع وجودہ	**میں کہتا ہوں** اس کو انہوں نے کسی کی طرف منسوب نہیں کیا اور ان کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا، اور یہ قواعد سے دُوری ہے، جس چیز میں بھی حرام کرنیوالی اور مباح کرنیوالی دلیل جمع ہوجائے تو حرام کرنے والی غالب رہے گی اور مغلوب کا کوئی حکم نہ ہوگا اور جب دونوں برابر ہوں تو تعارض ہوگا اور تساقط ہوجائیگا، پھر اس کا پانی کہا جانا کسی دوسرے نام سے اولٰی نہیں ہے تو اس پر مطلق پانی کا نام کیسے بولا جائیگا اور جو مطلق پانی نہ ہو اس سے وضو بالکل جائز نہیں اور جو چیز صحیح نہ ہو اس میں مشغولیت مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ در میں قنیہ سے ہے، بلکہ یہ تو مال کا ضائع کرنا ہے لہٰذا حرام ہوگا، اس پر غور کیجئے اور مراجعت کیجئے، اور شاید انہوں نے ان کے قول احتیاطًا سے یہ سمجھا کہ ان کو اس کے پانی ہونے میں شک ہے

[1] بدائع الصنائع فصل فی الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] غنیۃ المستملی فصل فی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

فیجمع بینهما خروجا عن العهدة بیقین فانه انکان ماء فقد توضأ وان لم یکن فقد تیمم کما فی سؤر(۱)الحمار للشك فی طهوریته ولیس(۲)کذلك بل الاحتیاط ههنا بمعنی العمل باقوی الدلیلین لایستقیم لاحد ان یسمیه ماء مطلقا فهو خارج عنه بالیقین من دون شك ولا تخمین والله تعالٰی اعلم۔	تو احتیاطاً اس سے انہوں نے پرہیز کیا ہے اب اگر وہ پانی نہیں تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر پانی ہے تو اس سے تیمّم جائز نہیں، تو تیمّم اور وضو دونوں کو جمع کیا جائیگا تاکہ یقین سے فریضہ ادا ہوجائے، کیونکہ اگردرحقیقت پانی ہو تو وضو ہوگیااور اگر پانی نہیں تو تیمّم ہوگیا، جیساکہ گدھے کے جُوٹھے کا حکم ہے، کیونکہ اس کے طہور ہونے میں شک ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں یہ احتیاط ہے کہ اقوی الدلیلین پر عمل ہوجائے، کوئی اس کو مطلق پانی نہیں کہتا یہ اس سے یقیناً خارج ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(۲۶۳ تا ۲۶۶)اقول ایسی بے لون چیزیں اگر مزہ پانی کے خلاف رکھتی ہوں کہ نصف سے کم مل کر بدل دیں تو باتفاق منقول وضابطہ اُس سے وضو کا عدمِ جواز چاہئے۔

اما المنقول فلان العبرة بالطعم حیث لالون واما الضابطة فلانها ذوات وصف اووصفین وعلی کل یکفی تغیر وصف واحد فمامر عن البحر من(۳)العبرة بالاجزاء فی ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة[1] ومثله فی الغنیة غیر مسلم فلیتنبه۔	رہی نقل دلیل تو اعتبار مزے کا ہے جہاں رنگ نہ ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ دو وصفوں والی چیز ہے یا ایک وصف والی چیز ہے اور بہر صورت ایک وصف کا بدلنا کافی ہے اور بحر میں جو ہے کہ زبانِ ثور اور گلاب کے پانی میں جس کی خوشبو ختم ہوچکی ہو اجزا کا اعتبار ہے، مسلم نہیں، فلیتنبہ۔(ت)

نوع آخر مقابلات نوع آخر قسم اول

صنفِ اول__ جامدات

(۲۶۷ تا ۲۷۵)نبیذ میں چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت میں شکر بتاسے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیساندہ میں دوا رنگ میں کسم کیسر پڑیا روشنائی میں کسیس مازو خواہ اور اجزاء جب اتنے

[1] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۹/۱

ڈالیں کہ پانی اپنی رقّت پر نہ رہے اس سے بالاجماع وضو ناجائز ہے۔ قدوری وہدایہ ونقایہ وغیرہا عامہ کتب میں ہے:

لا بماء غلب علیه غیره فاخرجه عن طبع الماء [1]۔	نہ اس پانی سے جس پر غیر کا غلبہ ہو تو اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دے۔ (ت)

صنفِ دوم ــ مائعات

(۲۷۶ تا ۲۷۸) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر پانی میں مل کر اُس کی رنگت کے ساتھ مزہ یا بُو بھی بدل دے تو اُس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔

لتغیر اللون علی الحکم المنقول واکثر من وصف علی الضابطة	اس لئے کہ رنگ متغیر ہوگیا، اس حکم پر جو منقول ہوا، اور ایک وصف سے زاید ہے ضابطہ پر۔ (ت)

یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی جب رنگ اور ایک وصف اور بدل دے۔

لانه انکان ذا الثلاثة کفی تغیروصفین للوفاق فکیف اذاکان ذاوصفین۔	اس لئے کہ اگر وہ تین اوصاف والا ہو تو اس میں دو وصفوں کا تغیر کافی ہے اس پر اتفاق ہے تو پھر دو وصفوں کا کیا حال ہوگا؟ (ت)

(۲۷۹) تربوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں پڑ کر رنگ کے ساتھ اس کا ایک وصف اور بدل دے، ہاں رنگ نہ رکھتا ہو تو مزے کا اعتبار ہے۔

وھومحمل قول الزیلعی والافھوذوالثلاثة کماھو معلوم مشاھد وقال فی المنحة قال الرملی لمشاھد فی البطیخ مخالفته للماء فی الرائحة وایضافی البطیخ مالونه احمر وفیه مالونه اصفر [2]اھ **اقول:** ای لون مائه اذفیه الکلام	اور یہی زیلعی کے قول کا مطلب ہے، قول یہ ہے ورنہ وہ تین وصفوں والا ہے، جیسا کہ مشاہد ومعلوم ہے، اور منحہ میں فرمایا رملی نے کہا تربوز میں مشاہدہ یہ ہے کہ وہ بُو میں پانی کے مخالف ہوتا ہے اور بطیخ میں کچھ سرخ رنگ کے اور کچھ پیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اس سے مراد اس کے پانی کا رنگ ہے

[1] ہدایۃ الماء الذی یجوزبہ الوضوء العربیہ کراچی ۱/۱۸

[2] منحۃ الخالق مع البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۰

لالون عینه۔	کیونکہ کلام اسی میں ہے اس سے مراد خود بطیخ ذات کا رنگ نہیں۔(ت)

(۲۸۰) سپید انگور کا شیرہ جب پانی کے مزے پر اس کا مزہ غالب آجائے۔

لتغیر الطعم علی المنقول وھو ذووصفین فیکفی تغیر واحد علی الضابطة فھذا مما لایتأتی فیه الخلاف فی شیئ من جانبی الجواز وعدمه۔	کیونکہ مزہ کا تغیر ہے منقول کے مطابق، اور وہ دو ۲ وصفوں والا ہے تو ایک میں تغیر کافی ہے ضابطہ کے مطابق، یہ وہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں جواز وعدمِ جواز کے جانبین میں۔(ت)
فان قلت بلی فان الحکم لایقتصر عند اھل الضابطة علی الطعم بل کذٰلك لوغلب الریح۔	**اگر یہ کہا جائے** کہ حکم اہلِ ضابطہ کے نزدیک مزہ پر موقوف نہیں بلاالکہ بُو کے غلبہ کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔(ت)
اقول: طعمه اسرع عملا فلا یتغیر الریح مالم یتغیر۔	تو میں کہتا ہوں اس کے مزے کا عمل تیز تر ہوتا ہے تو جب تک مزہ نہ بدلے بُو نہیں بدل سکتی ہے۔(ت)

(۲۸۱) سپید انگور کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا سرکہ کا مزہ اس پر غالب ہوگیا۔لما مر و یتأتی فیه الخلاف کما یاتی (اس کا حکم گزرا اور اس میں اختلاف آتا ہے۔ت)

(۲۸۲) رنگت دار سرکہ جب پانی میں مل کر رنگ اور بُو (اس لئے کہ عام سرکوں کی بُو قوی تر ہوتی ہے ۱۲منہ) دونوں بدل دے۔

لحصول اللون علی المنقول ووصفین علی الضابطة۔	منقول کے مطابق رنگ والا ہے اور ضابطہ کے مطابق دو وصفوں والا ہے۔(ت)

(۲۸۳) ایسے سرکہ کا مزہ اقوی ہو تو جب اُس سے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے۔

(۲۸۴) جس سرکہ کا رنگ قوی تر ہو جب رنگ کے ساتھ ایک وصف اور بدل دے والوجه قد علم (اس کی وجہ معلوم ہے۔ت)

(۲۸۵) دودھ جب اس کا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آجائیں۔

لان العبرة فی المنقول باللون وعند الزیلعی وکثیر من اتباعه باحد وصفین اللون	اس لئے کہ اعتبار منقول میں رنگ ہی کا ہے اور زیلعی کے نزدیک (نیز ان کے اکثر متبعین کے نزدیک)

والطعم وعند المحقق علی الاطلاق وصاحب الدرر بھما معا فاذا تغیر احصل الوفاق علی سلب الاطلاق۔	دو اوصاف میں سے ایک کا اعتبار ہے (یعنی رنگ یا مزہ)، اور محقق علی الاطلاق اور صاحبِ درر کے نزدیک دونوں کا ایک ساتھ اعتبار ہے، اب جبکہ دونوں وصف ہی بدل جائیں تو پانی کا اطلاق نہ ہونے پر اتفاق ہو جائے گا۔ (ت)

یہ ایک عہ۱ سو بائیس وہ ہیں جن سے وضو بالاتفاق عہ۲ ناجائز ہے یعنی نہ ہو سکتا ہے نہ اُس سے نماز جائز ہو و اللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہ وبارك وسلم۔

قسم سوم جن سے صحتِ وضو میں حکم منقول و مقتضائے ضابطہ امام زیلعی کا خلاف ہے **صنف اول** خشک اشیا (۲۸۶ و ۲۸۷) چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہ کوئی میوہ بالاجماع الاماعن الامام الاوزاعی ان ثبت عنہ (مگر وہ جو امام اوزاعی سے مروی ہے اگر ان سے ثابت ہو۔ت) اور مذہب صحیح معتمد مفتی بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ تادیر تر کرنے سے پانی میں اُس میوہ کی کیفیت اس قدر آجائے کہ اب اُسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اس سے وضو نہیں ہو سکتا اگرچہ رقیق ہو، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

قیاس ماذکرنا انہ لایجوز الوضوء بنبیذ التمرلتغیرطعم الماء وصیرورتہ مغلوبابطعم التمرو بالقیاس اخذابویوسف وقال لایجوز التوضوء بہ الا ان ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ترك القیاس بالنص فجوزالتوضوء بہ وروی نوح فی الجامع المروزی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع عن ذلك وقال لایتوضوء بہ	جن چیزوں سے ہم نے وضو کے جائز نہ ہونے کا قول کیا ہے وہ نبیذ تمر پر قیاس کی گئی ہیں، کیونکہ پانی کا مزہ بدل گیا ہے اور وہ کھجور کے مزہ سے مغلوب ہو گیا ہے قیاس پر ابو یوسف نے عمل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اُس سے وضو جائز نہیں، اور امام ابو حنیفہ نے نص کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور اُس سے وضو کو جائز قرار دیا، اور نوح نے جامع مروزی میں ابو حنیفہ سے روایت کی کہ آپ نے اس سے رجوع

عہ۱: ۱۶۰ کے بعد ۱۲۵ ہوئے مگر ان میں تین نمبر ۲۲۱ و ۲۵۷، ۲۵۲ جائزات کے تھے لہٰذا ایک سو بائیس ۱۲۲ رہے ۱۲ (م)

عہ۲: یعنی ضابطہ زیلعی اور اُن احکام کے اتفاق سے جو قول امام محمد پر مبنی ہیں جیسا کہ تنبیہ ضروری میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

وھو الذی استقر علیہ قولہ کذا قال نوح وبہ اخذ ابو یوسف[1]۔	کرلیااور فرمایا کہ اس سے وضو نہ کیا جائے اور ان کے اس قول پر اتفاق ہوا، یہی نوح کا قول ہے اور یہی ابو یوسف نے لیا ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

وجب تصحیح الروایۃ الموافقۃ لقول ابی یوسف لان اٰیۃ التیمم ناسخۃ لہ لتاخرھااذھی مدنیۃ وعلی ھذامشی جماعۃ من المتأخرین[2]۔	اس روایت کی تصحیح جوابویوسف کے قول سے مطابقت رکھتی ہےلازم ہے، کیونکہ آیۃ تیمّم اس کو منسوخ کرنے والی ہے وہ مدنی ہونے کی وجہ سے متاخر ہے،اور متاخرین کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

ذکر نوح الجامع والحسن بن زیاد ان اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجع الی انہ یتیمم ولا یتوضوء کما ھو مختار ابی یوسف وقول اکثر العلماء منھم مالك والشافعی واحمد قال قاضی خان وھو الصحیح[3] اھ	نوح اور حسن بن زیاد نے ذکر کیا کہ ابو حنیفہ نے اس سے رجوع کرلیااور فرمایا بجائے وضو کے تیمّم کرنا چاہئے،یہی ابویوسف کا مختار ہے اور اکثر علماء مثلاً شافعی،مالک اور احمد کا قول ہے اور قاضی خان نے کہایہی صحیح ہےاھ۔(ت)

غنیہ میں شرح جامع صغیر قاضی خان سے ہے:

روای اسد بن عمر ونوح بن ابی مریم والحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع الی قول ابی یوسف والصحیح قول ابی حنیفۃ الاٰخر[4] اھ اقول فھذان متابعان قویان لنوح الجامع فزال ماکان	روایت کیا اسد بن عمرو اور نوح بن ابی مریم اور حسن نے ابو حنیفہ سے کہ انہوں نے ابویوسف کے قول کی طرف رجوع کرلیااور صحیح ابوحنیفہ کا دوسرا قول ہے اھ میں کہتا ہوں یہ دو مضبوط تائیدیں نوح کے حق میں ہیں،اس سے ملک العلماء کی برآت کاخطرہ زائل ہوگیا،ملک العلماء

[1] بدائع الصنائع فصل الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالایجوزبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] حلیہ

[4] شرح جامعہ الصغیر لقاضی خان

یخشی من تبری ملك العلماء اذقال کذا قال نوح۔	نے فرمایا کذا قال نوح۔(ت)

غنیہ میں ہے:

لایتوضوء به ھی الروایة المرجوع الیھاعن ابی حنیفة رضی ا للہ تعالٰی عنه وعلیھاالفتوی لان الحدیث وان صح لکن اٰیة التیمم ناسخة له اذ مفھومھانقل الحکم عند عدم الماء المطلق الی التیمم ونبیذ التمر لیس ماء مطلقا[1]۔	اس سے وضو نہ کیا جائے، یہ ابو حنیفہ کی وہ روایت ہے جس کی طرف رجوع کیا ہے، اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن تیمّم کی آیت اس کی ناسخ ہے کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مطلق پانی نہ ہو تو حکم کو تیمّم کی طرف منتقل کردیا جائے اور نبیذ تمر مطلق پانی نہیں ہے۔(ت)

بحر میں ہے:

لایتوضوء به وھو قوله الاٰخر قدرجع الیه وھو الصحیح واختارہ الطحاوی وبالجملة فالمذھب المصحح المختار المعتمد عندنا عدم الجواز[2]۔	نبیذ سے وضو نہ کیا جائے، یہی امام ابو حنیفہ کا آخری قول ہے، انہوں نے اس کی طرف رجوع کرلیا تھا، یہی صحیح ہے اور اسی کو طحاوی نے اختیار کیا، خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک تصحیح شدہ، مختار، معتمد مذہب وضو کے عدم جواز کا ہے۔(ت)

خانیہ میں ہے:

ھو قول ابی حنیفة الاٰخر[3]۔	یہی ابو حنیفہ کا آخری قول ہے۔(ت)

ہندیہ میں عینی شرح کنز سے ہے:

الفتوی علی قول ابی یوسف[4]۔	فتوٰی ابو یوسف کے قول پر ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

یقدم التیمم علی نبیذ التمر	تصحیح شدہ قول کے مطابق نبیذ تمر پر

[1] غنیۃ المستملی، باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲

[2] بحر الرائق کتاب الطہارۃ سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۳۷

[3] قاضی خان فیمالایجوزبہ التوضی، نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹

[4] ہندیہ فیمالایجوزبہ التوضی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۳

علی المذھب المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذارجع عن قول لایجوز الاخذ بہ[1] اھ وقولہ یقدم ای یرجح ویختار و یوثر فیفعلہ لا الوضوء بہ۔	تیمّم کو مقدم کیا جائیگا،یہی صحیح مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، کیونکہ جب کوئی مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل جائز نہیں،اور ان کا قول "مقدم کیا جائیگا" سے مراد یہ ہے کہ اس کو ترجیح دی جائیگی اور اختیار کیا جائیگا اور نبیذ سے وضونہ کیا جائیگا۔(ت)

بدائع میں ہے:

اما نبیذ الزبیب وسائر الانبذۃ فلایجوز التوضوء بھا لان القیاس یابی الجوازالابالماء المطلق وھذالیس بماء مطلق بدلیل انہ لایجوزالتوضوء بہ مع القدرۃ علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص والنص ورد فی نبیذ التمر خاصۃ فیبقی ماعداہ علی اصل القیاس[2]۔	نبیذ منقٰی اور دوسرے نبیذوں سے وضو جائز نہیں کیونکہ قیاس کی رُو سے وضو صرف مطلق پانی سے ہوسکتا ہے اور یہ مطلق پانی نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مطلق پانی کے موجود ہونے کی صورت میں اس سے وضو جائز نہیں، مگر ہمیں اس کا جواز نص سے معلوم ہوا ہے اور نص خاص نبیذ تمر کی بابت وارد ہوا ہے تو باقی نبیذوں پر قیاس کے مطابق ہی عمل ہوگا۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

لایجوز التوضی بما سواہ من الانبذۃ جریا علی قضیۃ القیاس[3]۔	دوسرے نبیذوں سے وضو قیاس کے مطابق جائز نہ ہوگا۔(ت)

عنایہ میں ہے:

لایجوز نبیذ الزبیب والتین وغیر ذلك[4]۔	منقٰی،انجیر وغیرہ کے نبیذ سے وضو جائز نہیں۔(ت)

غنیہ میں ہے:

سائر الاشربۃ سوی نبیذ التمر لیس فی	نبیذ تمر کے علاوہ باقی نبیذوں سے وضو کے عدمِ جواز

[1] درمختار باب التیمم، مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[2] بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید، سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷
[3] ہدایہ الماء الذی یجوزبہ الوضوء عربیہ کراچی ۱/۳۲
[4] عنایہ مع فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۵

عدم جواز التوضی به خلاف [1]۔	میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔(ت)

اسی طرح عامہ کتب میں ہے۔

فان قلت من این قولك انکان رقیقا قلت لاطلاقھم ویقطع الوھم انھم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء به ماکان رقیقا اما الغلیظ فلا ثم قالوا ولایجوز بما سواہ من الانبذۃ لان نبیذ التمرخص بالاثر فوضح قطعا ان المراد نفی التوضی بالرقیق منھا اما الغلیظ فمعلوم الانتفاء ولا تخالف فیه بین نبیذ التمر وسائر الانبذۃ۔	اگر یہ سوال ہو کہ وان کان رقیقا تم نے کہاں سے لیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فقہاء کے اطلاقات سے مفہوم ہے، اور وہم اس طرح دُور ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وہ نبیذ جس سے وضو کے ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے رقیق ہے اور گاڑھے میں کوئی اختلاف نہیں، پھر فرمایا اس نبیذ کے علاوہ باقی نبیذوں سے جائز نہیں کیونکہ نبیذ تمر نص سے مخصوص ہے، اس سے قطعی طور پر واضح ہوا کہ رقیق نبیذ سے وضو کی نفی مراد ہے کیونکہ گاڑھے میں تو اختلاف پہلے ہی نہیں تھا تو گاڑھے نبیذ میں نبیذ تمر اور باقی نبیذیں برابر ہیں۔(ت)

بالجملہ نبیذ تمر سے مطلقاً وضو صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتمد مفتٰی بہ ہے اور باقی نبیذوں سے نہ ہونے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زیلعیہ کا اقتضا یہ ہے کہ جب تک رقت باقی ہے صحیح ہو لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیذ کہیں گے نہ کہ پانی تو نام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آبِ مطلق ہی سے جائز ہے وبس۔

وبیان ذلك انھا من الجامدات اوضابطة التقیید عندہ فی الجامد زوال الرقة فحسب قال رحمه الله تعالی المخالط انکان جامدا فمادام یجری علی الاعضاء فالماء ھو الغالب [2] اھ وتبعه فی الحلیة والدرر فاقتصرا علی ذکر الجریان۔ **اقول:** (۱) وکان البعد فیه اکثر لان الجریان علی الاعضاء ھو السیلان والرقة اخص منه کما سیاتی فکان یقتضی جواز الوضوء	اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ جامدات سے ہے اور ان کے نزدیک جامد میں تقیید کا ضابطہ یہ ہے کہ رقّت زائل ہو جائے، انہوں نے فرمایا اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو جب تک وہ اعضاء پر بہہ سکے تو پانی ہی غالب ہوگا اھ اور حلیہ اور درر میں اس کی متابعت کی اور دونوں نے جاری ہونے کے ذکر پر اکتفاء کیا۔(ت) **میں کہتا ہوں** اس میں بُعد زائد تھا کہ جاری ہونا اعضاء پر سیلان ہے اور رقّت سیلان سے اخص ہے کما سیاتی تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ اگرچہ

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۲

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۲۰

وان زالت الرقة مع بقاء السيلان لكن الامام الزيلعى وبالنقل عنه الحلبى تداركاه بقولهما بعده فيحمل قول من قال ان كان رقيقا يجوز الوضوء به والا فلا على ما اذا كان المخالط له جامدا [1] اھ ويقرب منه قول المحقق فى الفتح والبحر فى البحر وغيرهما فان كان جامدا فبانتفاء رقة الماء وجريانه على الاعضاء [2] اھ فجمعوا بينهما فابتنى الحكم على انتفائهما معا وعاد المحذور الا ان يقال ان الواو بمعنى او وحينئذ يكون ذكر الجريان والسيلان بعد الرقة مستدركا غير انه قد شاع وذاع والخطب سهل فالاحسن عبارة الغنية المعتبر فى صيرورة الماء مقيدا بمخالطة الجامد زوال رقته [3] اھ والبحر من بعد اذقال فان كان المخالط جامدا فغلبة الاجزاء فيه بثخونته [4] اھ

وانت تعلم ان المدار الباب على زوال الاسم كما اعترف به الامام الضابط بقوله زوال اسم الماء عنه هو المعتبر فى الباب اھ وبخلط الجامد ربما يزول

رقّت زائل ہوجائے اور سیلان باقی رہے تو وضو جائز ہے، مگر امام زیلعی اور ان کی متابعت میں حلبی نے اس شبہ کا تدارک کرتے ہوئے فرمایا، تو جن حضرات نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز ہے اگر رقیق ہو ورنہ نہیں اس کو اس صورت پر محمول کیا جائیگا کہ جب اس میں ملنے والی چیز جامد ہو اھ اور اسی کے قریب قریب محقق کا قول فتح میں اور صاحب بحر کا بحر وغیرہما میں ہے کہ اگر وہ شیئ جامد ہے تو وضو اس وقت جائز نہ ہوگا جب پانی کی رقّت ختم ہوجائے اور وہ اعضاء پر جاری نہ ہوسکے اھ تو فقہاء نے دونوں باتوں کو جمع کردیا اور حکم دونوں کے معًا انتفاء پر ہوا، اور جو محذور تھا وہ لوٹ آیا، ہاں ایک صورت یہ ہے کہ واؤ بمعنی اَو ہو اور اس صورت میں جریان اور سیلان کا ذکر رقت کے بعد اضافی ہوگا، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے تو غنیہ کی عبارت بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی جامد چیز کے ملنے سے پانی کے مقید ہونے میں معتبر اس کی رقت کا زائل ہونا ہے اھ اور بحر نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر ملنے والی چیز جامد ہو تو اس میں اجزاء کے غلبے کا پتا اس کے گاڑھا پڑ جانے سے ہوگا اھ (ت)

آپ کو معلوم ہے کہ اس سلسلہ میں مدار نام کے زائل ہونے پر ہے جیسا کہ امام نے اعتراف کیا ہے انہوں نے ضابطہ یہ بیان کیا کہ اس بات میں نام کا زائل ہونا ہی بہتر ہے اھ اور جب کوئی جامد شیئ پانی میں ملتی ہے

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریہ مصر ۱/ ۲۰

[2] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

[3] غنیۃ المستملی فصل فی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱

[4] بحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

الاسم قبل زوال الرقة کماء الزعفران الصالح للصبغ والنبیذ وقد صرحوا ان الاختلاف انما کان فی نبیذ التمر الرقیق قال فی الهدایة النبیذ المختلف فیه ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء اھ[1] زاد فی الکافی فان کان غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء به اھ[2]۔وفی البدائع وان کان غلیظا کالرب لایجوزالتوضوء به بلاخلاف وکذاان کان رقیقا لکنه غلا و اشتدوقذف بالزبد لانه صارمسکراو المسکرحرام فلایجوزالتوضوء به ولان النبیذ الذی توضأبه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان رقیقاحلوافلا یلحق به الغلیظ المر[3] وھکذا فی الحلیة والغنیة والبحر والدر وعامة الکتب^{عہ} بل فی العنایة النبیذ	تو رقت کے زائل ہونے سے قبل ہی نام زائل ہو جاتا ہے، جیسے زعفران کا پانی جس سے کوئی چیز رنگی جاسکتی ہو،اور نبیذ،اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اختلاف رقیق نبیذ میں ہے۔ہدایہ میں ہے اختلاف اس میں ہے کہ نبیذ میٹھااور پتلا ہو اور اعضاء پر پانی کی طرح بہتا ہو اھ کافی میں یہ اضافہ کیا کہ اگر وہ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلااختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اوراسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آگیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مُسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہذا اس سے وضو جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہذا کڑوا اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں

عـــہ: فی مسکین علی الکنز النبیذ المختلف فیه ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء اھ قال السید ابو السعود ای والغلبة للماء لیوافق ماتقدم عن خزانة الاکمل فان لم یحل فلا خلاف فی جواز الوضوء به نهر اھ اقول (۱) سبحٰن الله اذا کان الغلبة للماء	مسکین علی الکنز میں ہے کہ وہ نبیذ جس میں اختلاف ہے رقیق اور میٹھا ہے جو پانی کی طرح اعضاء پر بہتا ہو اھ ابو السعود نے فرمایا یعنی غلبہ پانی کا ہو تاکہ خزانہ اکمل سے جو منقول ہوا اس کے موافق ہو جائے، کیونکہ اگر میٹھا نہ ہو تو اس سے وضو کے جواز میں کوئی خلاف نہیں، نہر اھ **میں کہتا ہوں** سبحان اللہ جب پانی کا غلب (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۲
[2] کافی
[3] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

المختلف فیه ذکرمحمد فی النوادرهوان تلقی تمیرات فی ماء حتی صارالماء حلوا رقیقا اھ[1]۔	ہوسکتا ہے، یہی حلیہ، غنیہ، بحر، در اور عام کتب میں ہے، بلاالکہ عنایہ میں ہے کہ مختلف فیہ نبیذ کے بارے میں محمد نے نوادر میں لکھا ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں حتی کہ وہ میٹھا پتلا ہو جائے اھ
وزوال اسم الماء عنه مقطوع به مجمع علیه ولاجله صارالمذهب المختارالمعتمدعدم جوازالوضوء به الا تری ان فی قول الامام الاول المرجوع عنه انمایجوزالوضوء به اذالم یجد الماء ولا یجوز الا منویاواذاوجد ماء مطلقاینتقض فهو فی کل ذلك کالتیمم ذکره فی العنایة والفتح والحلیة عن شرح الامام القدوری	اور پانی کا نام اس سے قطعی طور پر ختم ہوجاتا ہے اس پر اجماع ہے، لہٰذا مذہب مختار معتمدیہ ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام کا پہلا قول جس سے انہوں نے رجوع کرلیااس سے وضواُسی صورت میں جائز ہے جبکہ پانی نہ پائے، اور صرف نیت کے ساتھ ہی جائز ہوگا، اور جب مطلق پانی مل جائے تو یہ وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جاز الوضوء به بالاجماع کمامر فی ۱۱٦ وای حاجة الی النقل مع اجماع الشرع والعرف والعقل علی ان العبرة للغالب فکیف یکون مختلفا فیه وانما حقه ان یقول ای والغلبة للتمر فانه الذی کان الامام یعدل به عن سنن القیاس لو ورد الحدیث ثم (۱) نصب خلاف لایوافق قط مافی خزانة الاکمل لانه ارجع الاجوبة کلها الی الاحکام الاجماعیة وقوله ان لم یحل اقول وکذا ان حلا والماء غالب بعد ما تقدم فی ۱۱٦ والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

ہوگا تو بالاجماع وضو جائز ہوگا کما مر فی ۱۱٦ پھر اجماع کے ہوتے ہوئے کسی اور نقل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اجماع شرعی اور عرفی اور عقلی تینوں سے ثابت ہے کہ اعتبار غالب کا ہے، تو پھر یہ مختلف فیہ کیسے ہوگا؟ اسے یوں کہنا چاہئے کہ "یعنی غلبہ کھجوروں کا ہو کیونکہ اس میں امام نے قیاس سے عدول کیا ہے کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے، پھر خلاف کا ذکر مَا فِیْ خِزَانَۃِ الْاَکْمل سے بالکل موافقت نہیں رکھتا ہے، کیونکہ انہوں نے تمام جواب احکامِ اجماعیہ کی طرف راجع کردئے ہیں اور ان کا قول "ان لم یحل" میں کہتا ہوں اگر میٹھا بھی ہو تو اس کا حکم یہی ہے بشرطیکہ پانی غالب ہو جیسا کہ پانی کی قسم ۱۱٦ میں گزرا، و اللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] عنایۃ مع الفتح مطلب الماء المقید نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۵

لمختصر الامام الکرخی عن اصحابنا رضی ا ﷲ تعالٰی عنهم وقال فی الحلیة وجه قول ابی یوسف ان ا ﷲ تعالٰی اوجب التیمم عند عدم الماء المطلق ونبیذ التمرلیس بماء مطلق والا لجاز الوضوء به مع وجود غیرہ من المیاہ المطلقة [1] اھ وتقدم مثله عن البدائع اقول وبه ظهر (ا) الجواب عما تجشمه الامام الزیلعی اذقال اما قولهم لیس بماء مطلق قلنا هو ماء شرعا الاتری الی قوله صلی ا ﷲ تعالٰی علیه وسلم ماء طهورای شرعا فیکون معنی قوله تعالٰی فلم تجدوا ماء ای حقیقة اوشرعا [2] اھ فیاسبحٰن ا ﷲ ان کان هذا معنی الاٰیة فلم لم یجز الوضوء به مع وجود ماء اٰخر ومن اوجب الترتیب بین المائین بتقدیم اللغوی علی الشرعی اما احتجاجه^عه

ٹوٹ جائیگا تو یہ تمام احکام میں مثل تیمّم ہے، یہ عنایہ، فتح اور حلیہ میں شرح قدوری سے منقول ہے جو امام کرخی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں فرمایا ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے تیمّم اس وقت واجب کیا ہے جب مطلق پانی نہ ہو اور نبیذ تمر مطلق پانی نہیں ہے ورنہ دوسرے مطلق پانیوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سے وضو جائز ہو جاتا ہے اھ یہی بدائع سے گزر چکا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے امام زیلعی کی اس گفتگو کا جواب بھی نکل آتا ہے کہ ان کا قول "یہ مطلق پانی نہیں ہے" ہم کہتے ہیں یہ شرعًا پانی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پاک پانی" یعنی شرعًا تو اللہ کے قول "تو تم پانی نہ پاؤ" کا معنی ہوگا یعنی حقیقۃً اور شرعًا پانی نہ پاؤ، تو اگر آیت کے یہی معنی ہیں تو دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس سے وضو کیوں جائز نہیں؟ اور جن حضرات نے دونوں پانیوں میں ترتیب کو لازم قرار دیا ہے

عــه: تبعه فیه المولی بحر العلوم فی الارکان الاربعة فقال قوله صلی ا ﷲ تعالٰی علیه واٰله وسلم تمرة طیبة وماء طهور یفید ان النبیذ لم یخرج عن کونه ماء بوقوع التمر فواجد النبیذ لایصدق علیه انه

بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں ان کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "تمرة طیبة وماء طهور" سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ پانی ہونے سے خارج نہیں ہوا ہے کھجور کے وقوع سے، تو جس شخص کے پاس نبیذ ہو تو اس پر یہ صادق (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] حلیہ
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریۃ بولاق مصر ۱/۳۵

بقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ماء طهور **فاقول**: (۱) الحدیث من اوله تمرة طیبة وماء طهور فانما هولبیان اجزائه التی ترکب منها لاالاخبار عنه بانه ماء والالکان اخبارا ایضا بانها تمرة وهو باطل لغة وعرفا وشرعا وفی صدر الحدیث قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعبدالله رضی الله تعالٰی عنه هل معك ماء اتوضوء به قال لاالانبیذ تمر لایقال انه رضی الله تعالٰی عنه انما نفی الماء اللغوی لان السؤال کان عن الماء الشرعی لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتوضوء به الا ان یقال لم یکن عبدالله اذذاك یعلم انه ماء شرعا وقد (۲) اعترف الامام الزیلعی نفسه انه نفی عنه ابن مسعود اسم الماء [1] اھ اذا ثبت هذا علم ان قصر الحکم فی الجامد علی زوال الرقة غیر صحیح وقد تنبه لهذا البحر فی البحر فقال بعد ایراد الضابطة وههنا تنبیهات مهمة۔

کہ لغوی کو شرعی پر مقدم کیا ہے اور ان کا استدلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ماءٌ طھور" سے تو اس کی بابت میں کہتا ہوں دراصل حدیث کی ابتداء اس طرح ہے "**تمرة طیبة وماء طهور**" تو یہ اس کے اجزاءِ ترکیبیہ کے بیان کے لئے ہے صرف اتنا بتانا مقصود نہیں کہ یہ پانی ہے ورنہ یہ بھی خبر ہوتی کہ یہ کھجور ہے اور یہ عرفاً لغۃً اور شرعاً ہر طرح باطل ہے اور حدیث کی ابتداء میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا "کیا تمہارے پاس پانی ہے تاکہ میں اُس سے وضو کروں؟ انہوں نے کہا نہیں سوائے نبیذ تمر کے"۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حضرت عبداللہ نے صرف لغوی پانی کی نفی کی تھی اس لئے کہ سوال شرعی پانی کی بابت تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا، تاکہ میں اس سے وضو کروں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ یہ شرعاً پانی ہے، اور خود امام زیلعی نے اعتراف کیا ہے کہ ابن مسعود نے اس سے پانی کی نفی کی ہے اھ جب یہ ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ جامد میں حکم کا زوالِ رقّت پر منحصر کردینا صحیح نہیں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لم یجد ماء فلا تعارضه اٰیة التیمم حتی یکون ناسخا هذا ماعندی اھ وکأنه لم یطلع علی کلام الامام الزیلعی رحمهما الله تعالٰی قدس سرہ۔

نہیں آتا کہ وہ پانی کا پانے والا نہیں ہے تو آیہ تیمّم اِس کے معارض نہیں، تاکہ اس کو ناسخ قرار دیا جائے "**هذا ماعندی**" اھ اور غالبًا وہ امام زیلعی کے کلام پر مطلع نہ ہوئے۔ (ت)

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریۃ بولاق مصر ۱/۳۵

الاول: مقتضی ماقالوہ ھناجواز التوضوء بنبیذ التمر والزبیب ولو غیر الاوصاف الثلثۃ وقد صرحوا قبل باب التیمم ان الصحیح خلافہ وان تلك روایۃ مرجوع عنھا وقد یقال ان ذلك مشروط بما اذالم یزل عنہ اسم الماء وفی مسألۃ نبیذ التمر زال عنہ اسم الماء فلا مخالفۃ کمالایخفی۔

الثانی: انہ یقتضی ان الزعفران اذا اختلط بالماء یجوز الوضوء بہ مادام رقیقا سیالا ولو غیر الاوصاف کلھا لانہ من الجامدات والمصرح بہ فی معراج الدرایۃ معزیا الی القنیۃ ان الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیہ فلیس بماء مطلق من غیر نظر الی الثخونۃ ویجاب عنہ بما تقدم من انہ زال عنہ اسم الماء [1] اھ وردہ اخوہ وتلمیذہ المحقق فی النھر کما فی ط بان الزیلعی لم یذکر ذلك وان ھذا التقیید لایجدی نفعا [2] اھ واجاب عنہ السید العلامۃ ابو السعود الازھری

صاحب بحر کو بحر میں اس پر تنبہ ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے ضابطہ کے بعد فرمایا،

یہاں چند اہم تنبیہات ہیں:

تنبیہ اول: جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس کا مقتضٰی نبیذ تمر اور نبیذ منقی سے وضو کا جواز ہے خواہ اوصاف ثلثہ ہی کیوں نہ بدل گئے ہوں، اور تیمّم کے باب سے پہلے انہوں نے تصریح کی ہے کہ صحیح اس کے برخلاف ہے اور اس روایت سے رجوع کرلیا ہے، اور یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس پر سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، اور نبیذ تمر کے مسئلہ میں اس سے پانی کا نام زائل ہوگیا ہے تو کوئی مخالفت نہیں، کمالایخفی۔

تنبیہ ثانی: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زعفران جب پانی میں مل جائے تو اس سے اس وقت تک وضو جائز ہو جب تک وہ سیال و رقیق ہو خواہ اس کے تمام اوصاف بدل گئے ہوں، کیونکہ وہ جامدات سے ہے، اور معراج الدرایہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران پانی میں ڈال دی جائے تو اگر اس سے رنگنا ممکن ہو تو وہ مطلق پانی نہیں ہے، اس میں گاڑھے پن کا کوئی اعتبار نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پانی کا نام زائل ہوگیا ہے اھ (ت)

اس کو ان کے بھائی اور شاگرد محقق نے نہر میں رد کیا ہے جیسا کہ ط میں ہے کہ زیلعی نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس تقیید سے کچھ نفع نہ ہوگا اھ اس کا جواب علامہ ابوالسعود نے فتح اللہ المعین میں دیا ہے،

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۷۰

[2] طحطاوی علی الدر باب المیاہ بیروت ۱/ ۱۰۳

فی فتح اللہ المعین وتبعه ط بان الکلام فیما اذالم یزل عنه اسم الماء کما ذکرہ الزیلعی فتنظیرالنهر ساقط وما ذکر فی البحر من الجواب ماخوذ من صریح کلام الزیلعی [1]۔فهؤلاء ثلثة اجلاء اختلف انظارهم فی کلام الامام الزیلعی اماالاخوان العلامتان فاتفقاعلی ان الزیلعی لم یذکر فی الجامد قید بقاء الاسم غیران البحر یقول انه مطوی منوی فالمعنی انکان جامدافمادام باقیاعلی رقته فالماء هو الغالب یشرط ان لایزول عنه اسم الماء والنهر یقول انه لم یذکرہ کما تری ولم یردہ لانه لایجدی نفعاواماالسید فزعم انه مذکور فی صریح کلام الزیلعی وان کلامه انما هو فیه وان البحر انما اخذہ منه۔هکذا اختلفو واناانقله لك کل کلام الزیلعی لتجلی لك جلیة الحال قال رحمه اللہ تعالٰی بعد مانقل اقوالًا متخالفة هکذا جاء الاختلاف فلابد من ضابط وتوفیق فنقول ان الماء اذابقی علی اصل خلقه ولم یزل عنه اسم الماء جاز الوضوء به وان زال وصار مقیدا لم یجز والتقیید اما بکمال الامتزاج اوبغلبة الممتزج فکمال الامتزاج بالطبخ بطاهر لایقصد به التنظیف اوبتشرب النبات وغلبة الممتزج

اور اس کی پیروی ط نے کی ہے کہ گفتگو اس میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو جیسا کہ زیلعی نے ذکر کیا ہے، تو نہر کا نظیر دیناساقط ہے درست نہیں، اور جو جواب بحر میں ہے وہ زیلعی کے صریح کلام سے ماخوذ ہے۔(ت) تو یہ تین جلیل القدر علماء ہیں جن کی آراء زیلعی کے کلام کی بابت مختلف ہیں، دونوں برادران اس پر متفق ہیں کہ زیلعی نے جامد میں نام کے بقا کی قید ذکر نہیں کی ہے، البتہ بحر کہتے ہیں یہ نیت میں مضمر ہے، تو معنی یہ ہے کہ اگر وہ جامد ہے تو جب تک وہ رقیق ہے تو پانی ہی غالب ہے بشرطیکہ اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو، اور نہر کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کو انہوں نے رَد نہیں کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اور سید کا گمان ہے کہ یہ زیلعی کے کلام میں صریحًا مذکور ہے اور ان کا کلام اسی میں ہے اور بحر نے اُسی سے اخذ کیا ہے۔(ت)

اسی طرح انہوں نے اختلاف کیا ہے، اور اب میں زیلعی کا کلام نقل کرتا ہوں تاکہ بات پُوری طرح واضح ہو جائے، انہوں نے پہلے تو مخالف اقوال ذکر کئے، پھر فرمایا، اسی طرح اختلاف ہوا ہے، تو کوئی ضابطہ اور توفیق ضروری ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ پانی جب اپنی اصلی خلقت پر ہو اور اس سے پانی کا نام سلب نہ ہوا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر نام زائل ہو جائے

[1] فتح اللہ المعین ابحاث الماء سعید کمپنی کراچی ۱/۶۴

بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات ثم المخالط ان جامدا فمادام یجری علی الاعضاء فالماء الغالب وان مائعا فان لم یکن مخالفا فی شیئ کالماء المستعمل تعتبر بالاجزاء وان مخالفا فیہا فان غیر اکثرھا لایجوز الوضوء بہ والا جاز وان خالف فی وصف او وصفین تعتبر الغلبۃ من ذلك الوجہ کاللبن یخالفہ فی اللون والطعم فان کان بون اللبن اوطعمہ ھو الغالب لم یجز والا جاز وماء البطیخ یخالفہ فی الطعم فتعتبر الغلبۃ فیہ بالطعم فعلی ھذا یحمل ماجاء منھم علی مایلیق بہ فقول من قال ان کان رقیقا یجوز والا لاعلی ما اذا کان المخالط جامدا ومن قال ان غیر احد اوصافہ جاز علی ماخالفہ فی الثلثۃ ومن قال اذا غیر احد اوصافہ لایجوز علی ماخالفہ فی وصف او وصفین ومن اعتبر بالاجزاء علی مایخالفہ فی شیئ فاذا نظرت وتأملت وجدت ماقالہ الاصحاب لایخرج عن ھذا و وجدت بعضھا مصرحا بہ وبعضھا مشارا الیہ [1] اھ ھذا کل کلامہ قد لخصتہ ولم اخرم منہ حرفا غیر ماذکر فی التشرب من الفرق بین الخروج والاستخراج فانہ غیر صحیح

اور مقید ہو جائے تو جائز نہیں، اور تقیید یا تو کمالِ امتزاج کے ساتھ یا ملی ہوئی چیز کے غلبہ کے ساتھ ہو گی، تو کمالِ امتزاج یہ ہے کہ پانی میں ایسی پاک چیز ڈال کر پکائے جس سے تنظیف مقصود نہ ہو یا گھاس میں پانی جذب ہو جائے اور ملی ہوئی چیز کا غلبہ یہ ہے کہ پانی کا اختلاط بلا پکائے ہو اور گھاس میں پانی جذب کیے بغیر ہو پھر ملنے والی چیز اگر جامد ہو تو جب تک وہ اعضاء پر بہے تو پانی غالب ہوگا، اور اگر ملنے والی چیز بہنے والی ہے تو وہ اگر کسی چیز میں پانی کے مخالف نہیں ہے، جیسے مستعمل پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزا سے ہوگا، اور اگر وہ پانی کے مخالف ہو تو اگر اکثر اوصاف کو بدل دے تو اس سے وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے، اور اگر ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے تو اسی وجہ سے غلبہ معتبر ہوگا، جیسے دودھ کہ پانی کے مخالف ہے رنگ اور مزے میں، تو اگر دودھ کا رنگ یا مزہ غالب ہو تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہوگا۔ اور خربوزہ کا پانی، پانی سے صرف مزہ میں مختلف ہے تو اس میں غلبہ باعتبار مزہ ہوگا، لہٰذا فقہاء کی نصوص کو انہی مفاہیم پر محمول کرنا چاہئے جو اس کے لائق ہوں، اب جو یہ کہتا ہے کہ اگر وہ رقیق ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملنے والی اگر جامد ہے تو یہ حکم ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں وصفوں میں مخالف ہے، اور جو کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک وصف کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے،

[1] تبیین الحقائق بحث الماء بولاق مصر ۱/۲۰

ولا یتعلق به الغرض ههنا۔

اقول: فقد بان لك من کلامه ثلثة امور الاول(۱) لاذکر فی کلامه لتقیید حکم الجامد ببقاء الاسم حتی بالاشارة فضلا عن التصریح انماقال مادام یجری علی الاعضاء فالماء غالب ای مطلق غیر مقید فهذا کما تری مطلق غیر مقید ثم اذا اتی علی تطبیق الضابطة علی الروایات المختلفة حمل علی الجامد قول من قال ان کان رقیقا یجوزوالا لا والقول فی الاصل مرسل وفی الحمل مرسل ارسالا فمتی جنح الی التقیید وکذلك تلونا علیك کلام الاٰخذین عنه اصحاب الفتح والحلیة والغنیة والدرر ونور الایضاح حتی البحر الذی ابدی هذا التقیید لم یلم احد منهم فی تلخیص الضابطة الیه لاجرم ان صرح الشامی بانه من زیادات البحر الثانی ذکر رحمه الله تعالٰی اولا اصلا مجمعا علیه ان الوضوء انما یجوز بالماء المطلق وهو الذی لم یزل عنه طبعه

اور جو کہتا ہے کہ اگر اس کے اوصاف میں سے کسی وصف کو بدل دیا تو جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ چیز پانی کے ساتھ تینوں وصفوں میں مخالف ہے، اور جو کہتا ہے کہ جب اس کے اوصاف میں سے ایک وصف کو بدل دے تو جائز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز پانی سے ایک یا دو وصفوں میں مخالف ہے، اور جس نے غلبہ باعتبار اجزاء لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز پانی کے ساتھ کسی چیز میں مخالف نہ ہو، تو جب آپ غور کریں گے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جو کچھ اصحاب نے فرمایا ہے وہ اس بیان سے خارج نہیں، ان میں سے بعض امور تو کتب میں بصراحت مذکور ہیں اور بعض کا ذکر اشارتًا ہے اھ یہ ان کا مکمل کلام ہے جو بلاکم وکاست میں نے نقل کر دیا ہے، صرف تَشَرُّب میں جو فرق خروج واستخراج میں ہے، وہ صحیح نہیں، اور نہ ہی اس سے کوئی غرض یہاں متعلق ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں اُن کی گفتگو سے آپ کو تین باتیں معلوم ہوئیں:

اول: ان کے کلام میں جامد کے حکم کو نام کی بقاء سے مقید کرنے کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے صراحت تو الگ رہی اشارہ تک نہیں، انہوں نے صرف یہ فرمایا ہے کہ جب تک وہ اعضاء پر جاری رہے تو پانی غالب ہے یعنی مطلق ہے مقید نہیں، تو جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ مطلق ہے مقید نہیں، پھر جب وہ ضابطہ کو مختلف روایات پر منطبق کرنے لگے، تو جن لوگوں نے کہا ہے کہ اگر رقیق ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں انکے اس قول کو جامد پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور حمل میں بھی مرسل ہے تو قید لگانے کی طرف کب مائل ہوئے؟ اسی طرح ہم نے اُن حضرات کا کلام بھی نقل کردیا جنہوں نے اس سے لیا ہے یعنی فتح، حلیہ، غنیہ، درر اور نور الایضاح کے مصنفین، یہاں تک کہ صاحبِ بحر جنہوں نے یہ قید لگائی، ان میں سے کسی نے ضابطہ کا خلاصہ یہ نہیں کیا، اس لئے شامی نے تصریح کر دی کہ یہ زیادات بحر سے ہے۔

دوم: پہلے تو انہوں نے ایک متفق علیہ اصل

ولااسمه دون المقید الزائل عنه اسمه۔

اقول: ولم یذکر الطبع لان زوال الطبع یوجب زوال الاسم فذکرہ اولا ایضاحا وحذفه اٰخرا اجتزاء فهذاالقدر ممالاخلاف فیه لاحد انما الشان فی معرفة المطلق والمقید ای معرفة انه متی یزول الاسم فیحصل التقیید فتشمر لاعطاء ضابطة ذلك تتمیز بها مواضع زوال الاسم عن محال بقائه فقال التقیید باحدامرین کمال الامتزاج اوغلبة الممتزج الخ فلاشك انه کلام فیمالم یزل عنه اسم الماء کماذکرہ السید کانه مسوق لبیان مایحصل به التقیید والتقیید انما یکون للمطلق فان تقیید المقید تحصیل الحاصل وما المطلق الامالم یزل عنه اسم الماء ففیه الکلام وماکان انکرہ احد لکنه(۱)لایدفع الایراد بل انما منه منشؤہ فانه افادان الماء المطلق لایتقید فی خلط الجامد الابالثخونة والحکم خلافه فانه ربما یتقید قبل ان یثخن کما فی الزعفران والنبیذ وثبوت الحصر اولابالقصر کماعلمت **واقول ثانیا** محال ان یزول اسم الماء عنه مع بقاء رقته الا بتغیر وصف لانه اذابقی طبعه واوصافه

ذکر کی اور وہ یہ کہ وضو مطلق پانی سے جائز ہوتا ہے، اور مطلق پانی وہ ہے جس کی طبیعت اور نام زائل نہ ہوا ہو نہ کہ مقید پانی سے جس کا نام زائل ہوگیا ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں انہوں نے طبیعت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ طبیعت کے زائل ہونے سے نام بھی زائل ہوجاتا ہے تو پہلے بطور وضاحت ذکر کیا ہے، اور بعد میں اختصارًا حذف کیا ہے، اور اس میں کسی کا خلاف نہیں، مسئلہ دراصل مطلق ومقید کی پہچان کا ہے، یعنی یہ جاننے کا ہے کہ کب نام زائل ہوگا اور تقیید حاصل ہوگی، تو انہوں نے ایک ضابطہ بیان کیا جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ کب زائل ہوگا اور کب باقی رہے گا، یا تو کمالِ امتزاج یا ملنے والی چیز کے غلبہ سے الخ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کا کلام اس پانی میں ہے جس سے پانی کا نام زائل نہیں ہوا ہے جیسا کہ سید نے ذکر کیا اس لئے کہ کلام اُس چیز کے بیان کیلئے ہے جس سے تقیید پیدا ہوتی ہے اور تقیید تو مطلق کی ہوتی ہے کیونکہ مقید کی تقیید تو تحصیل حاصل ہے، اور مطلق تو وہی ہے جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا ہو، تو گفتگو اسی میں ہے اور اس کا کسی نے انکار نہیں کیا، مگر اس سے اعتراض مرتفع نہیں ہوتا ہے، بلاالکہ اس سے تو پیدا ہوتا ہے، کیونکہ اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ مطلق پانی جامد کے ملنے سے تب ہی مقید ہوگا جبکہ گاڑھا ہوجائے حالانکہ حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ بسااوقات وہ گاڑھا ہونے سے پہلے ہی مقید ہوجاتا ہے جیسا کہ زعفران اور نبیذ۔ اور حصر کا ثبوت اولًا تو یہ ہے کہ اس میں قصر ہے

فزوال اسمه عنه یکون بغیر موجب وهو باطل اما امامتزج به غیره ممالایخالف عـــه وصفاله مساویا له فی الاجزاء اواکثر فانما یزول فیه اسم الماء عن الکل المرکب من الماء وغیره المساوی له اوالغالب علیه لاعن الماء الذی فیه حتی لوامکن افراز الماء عن ذلك المخالط لکان ماء جائزابه الوضوء وهو رحمه الله تعالٰی لم یذکر فی الجامد غیرالثخونة ولم یعتبر فیه الاوصاف انما اعتبرها فی مقابله المائع والمقابلة تنا فی الخلط فقد افاد قطعا ان لاغلبة فی الجامد بالاوصاف وقد افصح به الشرنبلالی فی تلخیص ضابطته اذقال ولایضر تغیراوصاف کلها [1] اھ وما کان زوال الاسم الالاحد امرین زوال الرقة	جیسا کہ آپ نے جانا، اور میں ثانیا کہتا ہوں، یہ امر محال ہے کہ رقت کے باقی رہتے ہوئے اس سے پانی کا نام زائل ہو، الّا یہ کہ اس کا کوئی وصف متغیر ہوجائے اس لئے کہ جب اس کی طبیعت باقی ہو اور اس کے اوصاف باقی ہوں تو اس سے اس کے نام کا زائل ہونا بغیر موجب کے ہوگا اور یہ باطل ہے، اور جو غیر اس کے ساتھ مل جائے اور یہ غیر اُن چیزوں میں سے ہو جو کسی وصف میں اس پانی کے مخالف نہ ہو، اور وہ غیر اس کے اجزاء میں مساوی ہو یا زیادہ ہو تو اس میں پانی کا نام کل مرکب سے زائل ہوجائیگا جو پانی اور اس کے غیر سے مرکب ہو اور اس کے مساوی ہو یا اس پر غالب ہو نہ کہ اُس پانی سے جو اس میں ہے، یہاں تک کہ اگر اس آمیزش سے پانی کا جدا کرنا ممکن ہوتا تو اس پانی سے وضو جائز ہوتا، اور انہوں نے (رحمہ اللہ) جامد میں صرف گاڑھے پن کا ذکر کیا ہے، اور اس میں اوصاف کا اعتبار نہیں کیا ہے،

عـــه: **اقول:** ای ان وجداما امثلوابه من ماء لسان الثور وماء الورد المنقطع الرائحة فلیس منه للاختلاف فی الطعم ومامثلوابه من الماء المستعمل فهو بنفسه علی تحقیقنا من الماء المطلق فکیف یجعل امتزاجه بالمطلق المطلق مقیدا ۱۲ منه غفرله۔ (م)	**میں کہتا ہوں** یعنی اگر پایا جائے، اور لسان ثور، اور گلاب کا پانی جس میں خوشبو نہ رہی ہو، کی مثالیں جو انہوں دی ہیں وہ اس سے نہیں ہے، کیونکہ مزہ کی تبدیلی میں اختلاف ہے، اور مستعمل پانی کی مثال جو دی ہے تو وہ خود ہماری تحقیق کے مطابق مطلق پانی ہے تو مطلق کو مطلق سے ملا کر مقید کیونکر کیا جاسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

[1] نورالایضاح کتاب الطهارۃ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳

اوتغیر الوصف وقد نفی ھذا فی خلط الجامد فلم یبق الا الاول وظھر انه یقول لایزول الاسم فیه بوجه من الوجوہ مادامت الرقة باقیة وھذا ھومحل الایراد فاین المحیص نعم ذکر فی صدر الکلام لفظ زوال الاسم و ھو انما ھو تمھید ضابطته خارجاعنھابیانا للمحوج الیھا کما علمت فضلا عن ان یکون قیدا فی حکم الجامد۔

فان قلت: الیس قدقال قبل ھذا تحت قول المختصر اوبالطبخ ان زوال الاسم ھو المعتبر فی الباب کماتقدم فکان صریح منطوقه الادارة علیه حیث کان **اقول** بلی وھو جملة القول فی الباب وماالضابطة الا لتفصیله وبیان انه متی یحصل وقدصرح فیھاانه لایحصل فی خلط الجامد الا بالثخونة فانی تنفع الادارة۔

الثالث: ھو بصدد اعطاء ضابط یمیز بین المقید والمطلق وما الضابط الا مایحیط بالصور فیجب ان یستوعب کلامه بیان کل مایحصل به التقیید ای کل مایزول به الاسم اذلاتقیید الابه

اِن اوصاف کا اعتبار اس کے مقابل مائع میں کیا ہے اور مقابلالہ ملاوٹ کے خلاف ہے، تو انہوں نے قطعًا یہ بات بتائی ہے کہ جامد میں اوصاف سے غلبہ نہیں ہوتا ہے، اور یہی بات شرنبلالی نے اپنے ضابطہ کے خلاصہ میں کہی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو تمام اوصاف کا متغیر ہو جانا مضر نہیں اھ اور نام کا زائل ہونا دو چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے ہے، یا تو رقّت کا ختم ہونا یا وصف کا تبدیل ہونا اور یہ چیز جامد کے ملنے کی صورت میں نہیں، تو صرف پہلی صورت میں باقی رہے اور یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ کہتے ہیں جب تک رقت باقی رہے گی نام کسی طرح زائل نہ ہوگا، یہ اعتراض کی صورت ہے، تو چھٹکارے کی کیا سبیل ہوگی؟ ہاں ابتداءِ کلام میں نام کے زائل ہونے کا ذکر کیا تھا، یہ ان کے ضابطہ کی تمہید ہے اس میں داخل نہیں، اس چیز کا بیان ہے کہ ضابطہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ جیسا کہ آپ نے جان لیا، یہ جامد کے حکم میں قید نہیں۔ (ت) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے اس سے قبل مختصر کے قول "اوبالطبخ" کے تحت فرمایا تھا کہ اس باب میں نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے جیسا کہ گزرا، تو انہوں نے اسی چیز کو صریحًا مدار بنایا جہاں بھی یہ پایا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے اور اس باب کا خلاصہ یہی ہے، اور ضابطہ تو اس کے بیان اور تفصیل کے لئے ہے اور یہ بتانے کیلئے ہے کہ یہ صورت کب پیدا ہوتی ہے، اور انہوں نے اس میں تصریح کی ہے کہ یہ جامد کے مل جانے میں صرف گاڑھا ہونے سے حاصل ہوتی ہے، تو اس پر مدار رکھنا مفید نہیں۔ **سوم:** وہ ایک ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو مقید اور مطلق کے درمیان تمیز پیدا کردے اور ضابطہ وہی ہوتا ہے جو تمام صورتوں کا احاطہ کرے تو لازم ہے

(۱)فتقييد شيئ من احكامه بان لايزول الاسم افساد لمقصوده واخراج للضابط عن ان يكون ضابطاوارجاع للتميز الى التجهيل،وللتفصيل الى التعطيل،فانه يؤل الى ان فى خلط الجامد بدون الثخونة لايزول الاسم بشرط ان لايزول الاسم وهوكلام مغسول،لايرجع الى طائل و محصول، هذامعنى قول النهرانه لايجدى نفعا فتبين انه لامذكو ر ولامطوى ولامنوى وان الحق فيه بيدالنهر،وان هذا شيئ سقط عن الفخر،فلقعه البحر ،وذكره فى تنبيه على حدة فجاء الدر فنظمه فى سلك الضابطة اذقال فلوجامدا فبثخانة مالم يزل الاسم كنبيذتمر [1] اھ ونعمافعل لانه صح الحكم وان انحلت عرى الضابطة،واحتاج مطّلعها الى ضابط اٰخر يلقط له ساقطه،هكذا ينبغى التحقيق،وا لله تعالٰى ولى التوفيق،وكان الحرى بنا ان نؤخر هذا البحث الى الفصل الرابع حيث نتكلم ان شاء ا لله تعالٰى على الضابطة ولكن الحاجة مست اليه ههناكيلا يعترى احداشك فيما نبدى من المخالفات بين الاحكام المنقولة وقضية الضابطة وبا لله تعالى التوفيق۔

کہ ان کا کلام اُن تمام صورتوں کااحاطہ کرے جن سے تقیید پیدا ہوتی ہے یعنی وہ تمام صورتیں جن میں زائل ہوجاتا ہے کہ تقیید تواسی سے حاصل ہوگی، تواس کے احکام میں سے کسی کو اس سے مقید کرناکہ نام زائل نہیں ہوااس کے مقصود کو فاسد کرنااور ضابطہ کو ضابطہ ہونے سے خارج کرنا ہے،اور بجائے اس کے کہ امتیاز پیداہوابہام پیدا کرنا ہے،اور تفصیل کو ختم کرنا ہے،اوراس کاانجام یہ ہوگاکہ جامد کی آمیزش میں گاڑھانہ ہونے کی صورت میں نام زائل نہ ہو بشرطیکہ نام زائل نہ ہو،اور یہ کلام لغو بے فائدہ ہے، نہر کے قول کہ "یہ مفید نہیں" کا یہی مطلب ہے، یہ بھی ظاہر ہوگیاکہ نہ توکچھ مذکور ہےاور نہ منوی ہےاوراس بارے میں حق نہر کے ساتھ ہےاور یہ وہ چیز ہے جو فخر سے رہ گئی تھی اور بحر نے اس کو لیاتھااور اس پر الگ تنبیہ کی تھی اور صاحبِ در نے اس کو ضابطہ کی شکل میں پیش کردیا،وہ فرماتے ہیں "اگرآمیزش جامد کی ہو تو دارومدار گاڑھا ہونے پر ہے جب تک نام زائل نہ ہو جیسے نبیذ تمر اھ اور انہوں نے یہ اچھاکام کیاہے کہ حکم صحیح ہوگیاہے اگرچہ اس سے ضابطہ ڈھیلاپڑ گیااوراس صورت میں ایک مزید ضابطہ کی حاجت ہوگئی، تحقیق کایہ طریقہ ہوناچاہئے، ہمیں یہ بحث چوتھی فصل تک مؤخر کرنی چاہئے تھی جہاں ہم ضابطہ پر گفتگو کریں گے، مگر یہاں ضرورۃً بحث کرنا پڑی ہے تاکہ احکام منقولہ اور ضابطہ میں کسی کو شک وشبہ لاحق نہ ہوجائے وب اللہ التوفیق۔(ت)

[1] الدرالمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

(۲۸۸) یوں ہی شربت سے وضو ناجائز ہے شکّر، بتاشے، مصری، شہد کسی چیز کا ہو نمبر ۱۸۵ میں ہدایہ وغیرہا کتابوں سے گزرا:
لایجوز بالاشربة[1] (شربتوں سے وضو جائز نہیں۔ت) اس پر عنایہ وبنایہ وکفایہ وغایہ میں فرمایا:

ان ارادبالا شربة الحلوالمخلوط بالماء کالدبس والشھد المخلوط بہ کانت نظیر الماء الذی غلب علیہ غیرہ[2]۔	اگر ان کی مراد "اشربہ" سے میٹھے شربت ہیں جیسے شیرہ اور شہد جو پانی میں ملے ہوں تو اس پانی کی نظیر ہے جس پر کوئی دوسری چیز غالب ہو گئی ہو۔(ت)

مجمع الانہر میں ہے:

قال صاحب الفرائد المراد من الاشربة الحلوا لمخلوط بالماء کالدبس والشھد[3]۔	صاحب الفرائد نے فرمایا اشربہ سے مراد میٹھا شربت ہے جو پانی میں شامل ہو گیا ہو جیسے شیرہ اور شہد۔(ت)

مگر اصحاب ضابطہ غیر بحر وڈُر پر لازم کہ اُس سے وضو جائز مانیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو اور یہ شربت میں عادۃً نہیں ہوتا شکّر، بتاشے، مصری تو ظاہر ہیں اور یوں ہی شہد جبکہ جما ہوا ہو مگر یہ اُسی وجہ سے صحیح نہیں کہ شربت کو پانی نہیں کہتے نام بدل گیا تو آب مطلق نہ رہا۔

(۲۸۹) یوں ہی دوا کا خیساندہ قابلِ وضو نہیں اگر گاڑھا نہ ہو گیا ہو کہ وہ دوا کہلائیگی نہ پانی مگر اہل ضابطہ پر جواز لازم۔

(۲۹۰ تا ۲۹۵) یونہی کسم، کیسر، رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اس قدر ملیں کہ رنگنے کے قابل ہو جائے کسیس، مازو، روشنائی مل کر حرف کا نقش بننے کے لائق ہو جائے بحکم تجنیس وفتح القدیر وحلیہ ومعراج الدرایہ وبحر الرائق وڈر مختار وقنیہ وہندیہ وفتح اللہ المعین وامام جرجانی جس کی عبارت نمبر ۱۲۴ میں گزریں اُس سے وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کہلائے گا نہ پانی مگر بحکم ضابطہ جواز ہے خصوصًا پڑیا کا پانی کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہو سکتا۔

اقول: وھو وان کان ظاھر عامة الکتب	میں کہتا ہوں اگرچہ ظاہر عام کتب کا وہی ہے

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالا یجوزبہ مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸
[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالا یجوزبہ مطبع نوریہ رضویہ
[3] الکفایۃ مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ومالا یجوزبہ مطبع نوریہ رضویہ

کمامر ثمہ لکن ھذاھو قضیۃ الاصل المجمع علیہ الغیر المنخرم ان زوال الاسم یسلب الاطلاق واللہ تعالٰی اعلم۔	جو گزرا لیکن اس اصل کا یہی تقاضا ہے جس پر قطعی اجماع ہے کہ نام کے زائل ہونے سے اطلاق کی کیفیت ختم ہوجاتی ہے۔(ت)

ہاں روشنائی وغیرہ کا گاڑھا پانی بروئے ضابطہ بھی قابلِ وضو نہیں۔

صنف دوم سیال اشیاء

(۲۹۶تا۲۹۸)اقول: گلاب کیوڑا بید مشک بلاشبہ مزہ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان کی بُو قوی تر ہے گھڑے بھر پانی میں تولہ بھر اُسے خوشبُودار کردیتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اُس سے وضو جائز رہے گا جب تک اس قدر کثرت سے نہ ملے کہ پانی پر اُس کا مزہ غالب آجائے مگر اہلِ ضابطہ کے نزدیک اُس سے وضو ناجائز ہونا لازم لانہ ذووصفین وقد تغیر واحد (کیونکہ دو وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ت) مگر یہ سخت بعید بلالکہ بداہۃً باطل ہے عرفاً لغۃً شرعاً اُس گھڑے بھر پانی کو جس میں چند قطرے گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائے گا تو وہ یقیناً آب مطلق ہے اور اس سے بلاشبہ وضو جائز۔

(۲۹۹و۳۰۰) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم مذکور نمبر ۱۲۶ سے وہ پانی قابلِ وضو نہ رہے گا اور اہلِ ضابطہ جائز کہیں گے۔

لانھما من ذوات الثلثۃ فلایکفی تغیروصف واحد ولونھمااقوی اوصافھمافیعمل قبل ان یعمل الباقیان۔	کیونکہ یہ تین اوصاف والا ہے تو اس میں ایک کا تغیر کافی نہ ہوگا اور اس کے اوصاف میں سے رنگ قوی تر ہے تو باقی دو کے مؤثر ہونے سے قبل ہی یہ مؤثر ہوجائیگا۔(ت)

(۳۰۱) یوں ہی پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں پڑ کر صرف رنگت بدل دے تو کتب مذکورہ کے حکم سے قابلِ وضو نہیں اور اہلِ ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بُو نہ رکھتی ہو ورنہ جائز کہیں گے۔

(۳۰۲) آب تربوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہل ضابطہ نے عدمِ جواز وضو کی تصریح کی کمامر فی ۱۲۸ مگر اُن کا ضابطہ جواز چاہتا ہے۔

لانہ ذوالثلثۃ فلایکتفی بوصف وطعمہ اغلب اوصافہ فلایستلزم غلبتہ غلبۃ احد الباقیین۔	کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے، تو ایک وصف پر اکتفاء نہ کیا جائے گا، اور اس کا مزہ اس کے اوصاف میں قوی تر ہے تو اس کے غلبہ سے دو

باقیماندہ وصفوں میں سے کسی ایک کا غلبہ لازم نہیں آئے گا۔(ت)

(۳۰۳) سپید انگور کے سرکہ کی جب صرف بُو پانی میں آجائے غالب نہ ہو بحکم بدائع منقول نمبر ۱۳۰ قابل وضو ہے مگر بروئے ضابطہ جواز نہ چاہئے **لانہ ذو وصفین وقد تغیر احدھما** (کیونکہ یہ دو وصفوں والا ہے اور ایک وصف بدل چکا ہے۔ت)

(۳۰۴) سرکہ کہ رنگت بھی رکھتا ہے اور اُس کی بُو سب اوصاف سے اقوی ہے اگر پانی میں اُس کا مزہ اور بُو آجائے اور رنگ نہ بدلے بحکم منقول مصرح امام ملک العلماء وامام اسبیجابی وامام فخر الدین زیلعی ونجم الدین زاہدی وزاد الفقہاء وامام ابن امیر الحاج حلبی مذکور نمبر ۱۲۶ قابلِ وضو ہے مگر اتباعِ ضابطہ نے عدمِ جواز کی تصریح کی، غنیہ میں ہے:

ان کان یخالفہ فی الاوصاف کلھا کالخل فالمعتبر غلبۃ اکثرھا [1]۔	اگر وہ پانی کے تمام اوصاف میں اس کے مخالف ہے جیسے سرکہ تو معتبر ان میں سے اکثر کا غالب ہونا ہوگا۔(ت)

نور الایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

الغلبۃ توجد بظھور وصفین من خل لہ لون وطعم وریح ای وصفین منھا ظھرا منعا صحۃ الوضوء ولو واحد لایضر لقلتہ [2]۔	سرکہ کے وصفوں میں سے دو کے ظہور سے غلبہ پایا جائیگا کیونکہ اس کے تین اوصاف ہیں مزہ، رنگ اور بُو، کوئی سے دو وصف ان میں سے غالب ہوجائیں تو اس سے وضو نہیں ہوسکتا ہے اور اگر ایک وصف متغیر ہوتا ہے تو کم ہونے کی وجہ سے مضر نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فالغلبۃ بتغیر اکثرھا وھو الوصفان فلا یضر ظھور وصف واحد فی الماء من اوصاف الخل [3] اھ **اقول:** وقد کان ملک العلماء قدس سرہ احال الامر اولا علی زوال الاسم	تو اعتبار اکثریت کے تغیر کا ہے اور یہ دو وصف ہیں تو سرکہ کے صرف ایک وصف کا پانی میں ظاہر ہونا کچھ مضر نہ ہوگا۔(ت) **میں کہتاہوں** ملک العلماء نے پہلے تو مدار نام کے زائل ہونے پر رکھا تھا، اور یہی صحیح بھی تھا، وہ فرماتے ہیں

[1] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۱
[2] مراقی الفلاح کتاب الطہارت الامیریۃ ببولاق مصر ص ۱۶
[3] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۴

وھی الجادۃ الواضحۃ حیث قال الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاھرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید [1] اھ لکن ثم عاد عــہ الی اعتبار اللون فی مثلہ فقال متصلا بہ ثم ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء یعتبر الغلبۃ فی اللون [2]۔	مطلق پانی میں جب کوئی سیال شَے مل جائے جیسے دودھ، سرکہ، منقی کاپانی وغیرہ، اور اس سے پانی کا نام زائل ہوجائے کہ پانی مغلوب ہو تواب یہ پانی مقید ہے اھ لیکن پھر وہ اس جیسی صورت میں رنگ کے اعتبار کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ اسی کے متصل فرماتے ہیں، پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہے تو رنگ میں غلبہ معتبر ہوگا۔

(۳۰۵) جس سرکہ کا مزہ رنگ وبُو سے اقوی ہو جب اس کے مزہ وبُو پانی پر غالب آئیں اور رنگ نہ بدلے بحکم مذکور ائمہ قابلِ وضو ہے اور ضابطہ مخالف۔

(۳۰۶) جس سرکہ کا رنگ غالب تر ہو جب اُس سے صرف رنگ بدلے تو اس کا عکس ہے یعنی بحکم ائمہ اُس سے وضو ناجائز اور ضابطہ مقتضی جواز۔

(۳۰۷) دُودھ سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بحکم ائمہ مذکورین قابلِ وضو نہیں اور عجب کہ امام زیلعی نے بھی اُن کی موافقت کی حالانکہ اُن کا ضابطہ مقتضی جواز ہے لانہ ذوالثلثۃ ولونہ اقوی فلایکفی وصف واحد (کیونکہ یہ تین وصفوں والا ہے اور اس کے اوصاف میں رنگ قوی تر ہے تو ایک وصف پر اکتفاء نہ کیا جائیگا۔ت) ہاں امام ابن الہمام ودُرر وقدوری وہدایہ وعنایہ وعمدۃ القاری جانب جواز ہیں کما تقدم کل ذلک ۱۳۴ واللہ تعالٰی اعلم (اس کی پُوری بحث ۱۳۴ میں گزر چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

تکمیل جزئیات نامحصور ہیں بہتی ہوئی چیز کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف ہے اس کے بارے میں اس اختلاف واتفاق کا ضابطہ ملاحظہ چند امور سے واضح:

(۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابلِ وضو ہے۔

عــہ: سیاتی بحمداللہ تعالٰی تحقیق السر فی ذلک فی سادس ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)	اس کی حکمت تیسری فصل کے چھٹے ضابطہ میں آئے گی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

[2] بدائع الصنائع الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵

(۲) مخالفت اگر صرف رنگ یا مزہ میں ہے اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابلِ وضو نہیں۔

تنبیہ: بدلنے سے کیا مراد ہے اس کی تحقیق اِن شاء اللہ العزیز فصل سوم میں آئے گی۔

(۳) اگر دو وصف میں مخالفت ہے اور دونوں بدل جائیں بالاتفاق عدمِ جواز ہے۔

(۴) اگر صرف رنگ ومزہ یا رنگ وبُو میں تخالف ہے اور رنگ بدلے تو بالاتفاق نا قابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور بروئے ضابطہ ناجائز۔

(۵) اگر صرف مزہ وبُو میں اختلاف ہے اور مزہ بدلے تو بالاتفاق اور بُو بدلے تو صرف بروئے ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز۔

(۶) اگر تینوں وصف مختلف ہیں اور سب بدل جائیں بالاتفاق ناجائز۔

(۷) اگر اس صورت میں صرف مزہ یا بُو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز اور حکم ضابطہ جواز۔

(۸) اسی صورت میں اگر رنگ ومزہ یا رنگ وبُو بدلیں بالاتفاق ناجائز اور مزہ وبُو بدلیں تو ضابطہ پر ناجائز اور منقول جواز۔

(۹) تخالف و تبدل دونوں کی جمیع صور کا احاطہ توان آٹھ میں ہوگیا، رہا یہ کہ تبدل کی کون سی صورت کہاں ممکن ہے اُس کا بیان یہ کہ جو ایک ہی وصف میں مخالف ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اُسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو میں تخالف ہے تو تین صورتیں ہیں اوّل اقوی ہوگا یا دوم یا دونوں مساوی، یعنی بدلیں تو دونوں ایک ہی ساتھ بدلیں اُن میں آگا پیچھا نہیں اگر ایک قوی ہے تو ایک کے تغیر میں اُسی کا تغیر ہوگا صرف دوسرے کو متغیر فرض نہیں کر سکتے ہاں دونوں کا بدلنا تینوں صورتوں میں ہوسکتا ہے۔

(۱۰) اگر تینوں وصف مختلف ہیں تو اس میں سات احتمال ہیں: اوّل اقوی ہو یا دوم یا سوم یا اول ودوم یا اول وسوم یا دوم وسوم یا سب مساوی جن میں ایک اقوی ہو تنہا ایک کے تبدل میں وہی مفروض ہوسکتا ہے اور دو کے تبدل میں ایک وہ ہونا ضرور۔ اُس کے بغیر باقی دونوں کا تنہا یا معًا تغیر فرض نہیں کر سکتے اور دو اقوی ہیں تو اُسی میں نہ ایک کا تبدل ہوسکتا ہے نہ ایسے دو کا جن میں ایک وہ تیسرا ہو، ہاں تینوں بدل سکتے ہیں اور جہاں تینوں مساوی ہیں وہاں یہی صورت فرض ہوسکتی ہے کہ سب بدل جائیں یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد الکریم الاکرم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

فصل ثانی مطلق ومقید کی تعریف میں

یہاں عبارات علما مختلف آئیں،

اما لفظا اومعنی ایضا فمنها صحیح وخلافه و الصحیح منها حسن واحسن فنذکرها ومالها وعلیها لیتبین المنتجب من المجتنب، فیراعی معیارا فی کل مطلب، والله الموفق ماغیرہ رب۔	یا تو لفظًا یا معنیً بھی، ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ اس کے برخلاف صحیح میں سے کچھ حسن اور کچھ احسن ہیں، تو اب ہم انہیں اور ان پر جو ابحاث ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ صحیح اور غلط ظاہر ہو تاکہ ہر بحث میں معیار کی رعایت کی جاسکے (ت)

اوّل مطلق وہ کہ شے کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھ نہ نفیا نہ اثباتًا قالہ فی الکفایۃ (یہ تعریف کفایہ میں ہے۔ت) اور مقید وہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی دال ہو، عنایہ میں ہے:

ان الله تعالٰی ذکر الماء فی الاٰیة مطلقا والمطلق مایتعرض للذات دون الصفات ومطلق الاسم ینطلق علی ھذہ المیاہ [1] اھ ای ماء السماء والاودیة والعیون والاٰبار ذکرہ مستدلا علی جواز التوضی بھا بقوله تعالٰی وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ **اقول:** (۱) ھذا ھو المطلق الاصولی ولیس مراداھٰنا قطعا فانه مقسم المقیدات وھذا قسیمھا وھو ینطلق علی جمیع المقیدات فیلزم جواز التوضی بھا بل المطلق ھھنا مقید بقید الاطلاق فی مرتبة بشرط لاشیئ ای مالم یعرض له مایسلب عنه اسم الماء	اللہ تعالٰی نے آیہ مبارکہ میں پانی کو **مطلق** ذکر کیا ہے، اور مطلق وہ ہے جس میں صرف ذات کا ذکر ہو صفات کا نہ ہو، اور پانی کا **مطلق** نام انہی پانیوں پر بولا جاتا ہے اھ یعنی آسمان، وادیوں، چشموں اور کنوؤں کے پانیوں پر، اس کا ذکر وضو کے جواز کے سلسلہ میں کیا ہے فرمانِ الٰہی ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ (ت) **میں کہتا ہوں** یہ اصولی مطلق ہے اور وہ یہاں قطعًا مراد نہیں کیونکہ وہ مقیدات کا مقسم ہے اور یہ اُن کا قسیم ہے اور یہ تمام مقیدات پر جاری ہے تو ان تمام سے وضو کا جواز لازم آتا ہے بلاکہ **مطلق** یہاں بقید اطلاق مقید ہے اور بشرط لاشیئ کے مرتبہ میں ہے، یعنی اس کو جب تک ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس سے

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب الماالذی یجوز بہ الوضو ومالا یجوز نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۰

المرسل ولاشك ان هذا متعرض لوصف زائد علی نفس الذات فالمطلق ههنا قسم من المقید وقسیم لسائر المقیدات وقد تنبه لهذا السید العلامة الشامی فنبه علیه بقوله واعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء لاخذ الاطلاق فیه قیداولذا صح اخراج المقید به واما مطق ماء فمعناه ای ماء کان فیدخل فیه المقید المذکور ولایصح ارادته ههنا[1] اھ ووقع فی البحر بعدماعرف المطلق بما یاتی والمطلق فی الاصول هوالمتعرض للذات دون الصفات لابالنفی ولا بالاثبات کماء السماء والعین والبحر[2] اھ فقدکان یفهم بالمقابلة انه لیس مراداههنا لکن(۱) جعل المیاہ المطلقة مثالا صرف الکلام الی الایهام فالاحسن مافی الکافی عـہ والبنایة

مطلق پانی کا نام سلب کرلے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ نفس ذات پر ایک زائد وصف کی طرف اشارہ ہے، تو مطلق یہاں مقید کی قسم ہے اور باقی مقیدات کا قسیم ہے علامہ شامی نے اس کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا "جاننا چاہئے کہ ماءِ مطلق مطلق ماء سے اخص ہے کیونکہ اس میں اطلاق کی قید ہے، اس لئے مقید کا اس سے خارج کرنا درست ہے، اور مطلقِ ماء کے معنی ہیں کوئی بھی پانی ہو تو اس میں مذکور مقید بھی داخل ہوگا، اور یہاں اس کا ارادہ صحیح نہیں ہے اھ بحر میں مطلق کی تعریف کے بعد ہے "مطلق اصول میں معترض ذات کو بیان کرتا ہے نہ کہ صفات کو، نہ نفی سے نہ اثبات سے، جیسے آسمان، چشمہ اور دریان کا پانی اھ مقابلالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں مراد نہیں ہے لیکن مطلق پانیوں کی اس کی مثال بنانا کلام میں ایہام پیدا کرنا ہے تو احسن وہی ہے جو کافی، بنایہ اور مجمع الانہر میں ہے، اِن

عـہ وفی غایة البیان المراد هنامایفهم بمجرد اطلاق اسم الماء والافالمیاہ المذکورة لیست بمطلقة لتقییدهابصفة وفی اصطلاح اهل الاصول هو المتعرض للذات دون الصفة اھ **اقول:** لاوجود للمطلق فی الاعیان الا فی ضمن للمقید فلاتخصیص للمیاہ والمذکورة ۱۲ منه غفرله۔(م)

اور غایۃ البیان میں ہے کہ مراد یہاں پر وہ ہے جو محض ماء کے نام کے اطلاق سے سمجھا جاتا ہے ورنہ مذکورہ پانی مطلق پانی نہیں کیونکہ یہ پانی کسی صفت سے مقید ہیں، اور اصولیین کے نزدیک مطلق وہ ہے جو صرف ذات کو بتائے نہ کہ صفت کو اھ میں کہتا ہوں مطلق کا وجود اعیان میں نہیں مقید کے ضمن ہی میں ہوتا ہے، تو مذکورہ پانیوں میں تخصیص نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۳۲
[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۶

ومجمع الانھر اذاذکروا المطلق الاصولی ثم قالوا واریدھھنامایسبق الی الافھام [1] الخ	سب نے اصولی مطلق کاذکر کیا ہے، پھر فرمایا ہے، یہاں وہی مراد جوذہنوں کی طرف سبقت کرتا ہے الخ (ت)

دوم مطلق: وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شَے کامحتاج نہ ہواور مقید وہ کہ جس کی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے۔

ذکرہ فی مجمع الانھرعلی جھۃ التمریض فقال ویقال المطلق مالایحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اٰخروالمقید مالایتعرف ذاتہ الابالقید [2]اھ **اقول:** وھوبظاھرہ افسدمن الاول فان شیأاماقط لایحتاج فی تعریف ذاتہ الٰی شیئ اٰخرو لکن المقصودانہ الباقی علی طبیعۃ الماء وصرافۃ المائیۃ لم یداخلہ مایخرجہ عن طبعہ اویجعلہ فی العرف مرکبامع غیرہ فیصیرذاتااخری غیر ذات الماء لایطلق علیہ محض اسم الماء ولاتعرف ذاتہ باطلاقہ واوضح منہ قول الغنیۃ ھومایسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی تقیید فی تعریف ذاتہ [3] اھ وھوماخوذعن الامام حافظ الدین فی المستصفی کماسیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔	اس کو مجمع الانہر میں ناپسندیدہ قول کے طور پر بیان کیا ہے فرمایااور کہاجاتاہے کہ مطلق وہ ہے جو اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کامحتاج نہیں ہوتا ہےاور مقید وہ ہے جس کی ذات قید کے بغیر نہیں جانی جاتی ہے اھ (ت) **میں کہتاہوں**، یہ بظاہر پہلے سے بھی زیادہ غلط ہے کیونکہ کوئی چیز بھی اپنی ذات کی تعریف میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں ہوتی ہے، لیکن مقصود یہ ہے کہ وہی پانی کی طبیعت پر باقی ہے،اور پانی کی طبیعت میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہوئی جواس کواس کی طبیعت سے خارج کردے یاعرف میں اس کے غیرکے ساتھ مرکب کردے تووہ پانی کے علاوہ دوسری چیز بن جائے جس پر محض پانی کے نام کااطلاق نہ ہو،اور اس کے اطلاق سے اس کی ذات نہ پہچانی جائے اور اس سے زیادہ واضح غنیہ کی عبارت ہے کہ وہ،وہ ہے جو عرف میں پانی کہلاتا ہے،اس کی ذات کی تعریف میں کسی تقیید کی حاجت نہ ہو اھ یہ تعریف امام حافظ الدین نے مستصفٰی میں کی ہے، جیساآئیگااِن شاء اللہ تعالٰی۔(ت)

[1] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبعہ عامرہ مصر ۱/ ۲۷

[2] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبعہ عامرہ مصر ۱/ ۲۷

[3] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

سوم: مطلق وہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو، خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے:

هو الباقی علی اوصاف خلقته[1] **اقول:** ان ارید(۱) بالاوصاف الاوصاف الثلثة خاصة اومع الرقة والسیلان انتقض بمنقوع الحمص والباقلا وماخلط بصابون واشنان ولو طبخ بهما اوبسدر مادام باقیا علی رقته وکذا ماالقی فیه تمیرات فحلا ولم یصر نبیذ التغیر اوصافها کلا اوبعضا مع جواز الوضوء بها اتفاقا(۲) وکذا بما خلط بمائع موافق فی الاوصاف اکثر منه اومساویا مع امتناع الوضوء به وفاقا فانتقض طرادوعکسا وان ارید الاعم اتسع الخرق فانتقض بنحو الحمیم ایضا۔	یہ وہ ہے جو اپنے پیدائشی اوصاف پر باقی ہے، میں کہتا ہوں اگر اوصاف سے محض اوصاف ثلثہ مراد ہیں، یا مع رقت وسیلان کے، تو اس پر چنوں اور باقلی کے پانی سے اعتراض ہے، اور اس پانی سے اعتراض ہے جس میں صابون اور اُشنان ملایا گیا ہو، اگرچہ ان دونوں کے ساتھ پکایا گیا ہو، یا جھربیری کے ساتھ پکایا گیا ہو جب تک اس میں رقّت باقی ہو، اور اسی طرح وہ پانی جس میں کھجوریں ڈالی گئی ہوں اور میٹھا ہوگیا ہو اور نبیذ نہ بنا ہو کیونکہ اس کے اوصاف میں کُلی یا جزوی تغیر پیدا ہوگیا ہے حالانکہ اس کے ساتھ وضو اتفاقاً جائز ہے اور اسی طرح وہ پانی جو کسی مائع (سیال) سے مل گیا ہو جو پانی کے اکثر اوصاف میں اس کے مشابہ ہو یا مساوی ہو حالانکہ اس سے وضو اتفاقاً ناجائز ہے یہ طرداً وعکساً منتقض ہوگیا، اور اگر عام کا ارادہ کیا ہو تو نقض وسیع ہوجائیگا تو گرم پانی کی مثل سے بھی نقض وارد ہوگا۔ (ت)

چہارم مطلق وہ کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو شلبیہ علی الزیلعی میں ہے:

الماء المطلق مابقی علی اصل خلقته من الرقة والسیلان فلو اختلط به طاهرا وجب غلظه صار مقیدا[2] اھ یحیی اھ **اقول:**(۳) هذا افسد وقد تضمن سابقه الرد علیه ویزید هذا انتقاضا بما خلط بکل مائع لایسلبه رقته وان	مطلق پانی جب تک ہے کہ اپنی اصل خلقت پر ہو، یعنی اس میں رقّت اور سیلان باقی ہو اور جب اس میں کوئی پاک چیز مل کر اس میں گاڑھاپن پیدا کردے تو وہ مقید ہوجائیگا اھ یحیی اھ (ت) **میں کہتا ہوں** یہ اور بھی زائد فاسد ہے، اور گزشتہ بحث میں اس پر رد ہوچکا ہے اور اس پر یوں بھی اعتراض وارد ہوتا ہے اُس کے ساتھ کہ

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ بیروت ۱/ ۱۰۲

[2] شلبی علی التبیین کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۹

غیر اوصافه کاللبن والخل والعصیر ونحو ذلک۔	اس میں کوئی ایسی مائع شے شامل ہوجائے جو اس کی رقت کو ختم نہ کرے خواہ اُس کے دوسرے اوصاف میں تغیر پیدا کردے، جیسے دودھ، سرکہ، عرق وغیرہ۔(ت)

پنجم: مطلق وہ جس کے لئے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا، ہدایہ میں فرمایا:

قال الشافعی رحمه الله تعالٰی لایجوز التوضی بماء الزعفران واشباهه مما لیس من جنس الارض لانه ماء مقید الاتری انه یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لایخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الاتری انه لم یتجدد له اسم علی حدة واضافته الی الزعفران کاضافته الی البئر والعین[1] اھ	امام شافعی نے فرمایا وہ اشیاء جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں جیسے زعفران کا پانی وغیرہ اُن سے وضو جائز نہیں، کیونکہ وہ مقید پانی ہے، اس لئے اس کو زعفران کا پانی کہتے ہیں، بخلاف زمینی اجزاء کے، کیونکہ عام طور پر کوئی پانی زمینی اجزاء سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اور اس کا کوئی نیا نام وضع نہیں ہوا ہے اور اس کی اضافت زعفران کی طرف ایسی ہی ہے جیسے پانی کی اضافت کنویں یا چشمے کی طرف ہوتی ہے اھ (ت)
اقول:(۱) ظاهره منتقض بالحمیم فقد حدث له اسم لم یکن فان قلت اسم الماء باق علیه فالمراد ماتجدد له اسم مع انتفاء اسم الماء الاتری الی قوله ان اسم الماء باق علی الاطلاق اقول اولا قوله قدس سره لم یتجدد له مفصول عماقبله الا تری الی قوله الا تری فقد جعله دلیلا علی بقاء الاسم لاان بقاء الاسم ماخوذ فیه وثانیا بقاء الاسم علی الاطلاق کاف علی الاطلاق لایحتاج بعده الی عدم حدوث ولا یضر معه الف حدوث فضمه الیه یجعله لغوا۔ هذا اوردہ الفاضل عصام فی حاشیة بانه منقوض	**میں کہتا ہوں** بظاہر اس پر گرم پانی کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ اس پر ایک ایسا نام بولا جارہا ہے جو پہلے نہ تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں بھی پانی کا نام باقی ہے، تو مراد یہ ہے کہ جس کا نیا نام پڑ گیا ہو اور پانی کا نام ختم ہوگیا ہو، چنانچہ انہوں نے فرمایا "پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے۔ **میں کہتا ہوں اوّل** تو ان کا قول "لم یتجدد له" ماقبل سے منفصل اور الگ ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے "الاتری" تو اس کو انہوں نے نام کے باقی رہنے پر دلیل بنایا ہے یہ نہیں کہ نام کا باقی رہنا اس میں ماخوذ ہے، ثانیا نام کا علی الاطلاق باقی رہنا اطلاق کے لئے کافی ہے اس کے بعد وہ عدم حدوث کا محتاج نہیں اور اس کے ہوتے ہوئے ہزار حدوث بھی مضر نہیں، تو

[1] الہدایة باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالایجوز بہ مطبع عربیہ کراچی ۱/ ۱۸

بماء الباقلاء حیث لم یتجددله اسم ولم یبق ماء مطلقاثم قال والجواب ان المراد ھو الاستلزام الاکثری فان الغالب فی المقید تجدد الاسم کالخبز عـــہ۱ المرقۃ والصبغ ونحو ذلك بخلاف المطلق وھذاالقدرکاف فی غرضنا اذالاولی فی الفرد عـــہ۲ الذی یشتبہ حالہ ان یلحق بالاکثر الاغلب [1] اھ وتعقبہ العلامۃ سعدی افندی بقولہ لك ان تمنع الاکثریۃ الاتری الی ماء الورد وماء الھندباء وماء الخلاف واشباھھا [2] اھ

اقول: السؤال والجواب والتعقب کل ذلك نداء من وراء حجاب(۱) اما التعقب فلان کثرۃ مایقال لہ ماء کذا لاتنفی اکثریۃ ماتجددت لہ الاسماء وھی معلومۃ قطعابلا امتراء واما الجواب **فاولا** (۲) حاصل الجدل ان الامام الشافعی رضی اللہ

اِس کا اُس کے ساتھ ملادینا اس کو لغو قرار دیگا۔ یہ عصام نے اپنے حاشیہ میں لکھا کہ اس پر باقلاء کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا اس لئے کہ اس کا کوئی نام نیا نہیں پیدا ہوا اور مطلق پانی بھی نہ رہا پھر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مراد استلزام اکثری ہے، کیونکہ مقید میں عام طور پر نام نیا ہوجاتا ہے، جیسے روٹی، شوربہ اور رنگ وغیرہ بخلاف مطلق کے، اتنی مقدار ہماری غرض میں کافی ہے، کیونکہ اولیٰ اُس فرد میں جس کا حال مشتبہ ہو یہ ہے کہ اس کو اکثر واغلب سے لاحق کیا جائے اھ اس پر علامہ سعدی آفندی نے تعاقب کیا، اور فرمایا اس میں اکثریت کے وجود کا انکار کیا جاسکتا ہے، جیسے گلاب کا پانی، کاسنی کا پانی، اور بید کا پانی اور اسی طرح دوسری اشیا کا پانی اھ (ت)

میں کہتا ہوں سوال وجواب اور تعقب یہ سب پردے کو پیچھے پکارنا ہے، تعقب تو اس لئے کہ جن اشیاء کو کہا جاتا ہے کہ "فلاں چیز کا پانی" ان کی کثرت، اُن اشیاء کے اکثر ہونے کے منافی نہیں جن کے نام نئے پڑ گئے ہوں اور یہ بلاشبہ معلوم ہیں، اور جواب کی بابت اول تو یہ ہے کہ جھگڑے کا حاصل یہ ہے

عـــہ۱: **اقول:** من العجب عدالخبز من المیاہ المقیدۃ۔(م)

عـــہ۲: ای فیلحق ماء الزعفران بالماء المطلق وماء الباقلاء لتبین حالہ بالمقید وان لم یتجددلہ ایضا اسم اذلا تدع ان کل لامتجدد مطلق ۱۲ منہ غفرلہ۔

میں کہتا ہوں بڑے تعجب کی بات ہے کہ روٹی کو مقید پانیوں میں شمار کیا ہے۔(ت)

یعنی زعفران کے پانی کو مطلق پانی اور باقلی کے پانی سے ملحق کیا جائیگا تاکہ اس کا حال مقید سے جدا ہوجائے، اگرچہ اس کا بھی کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے کیونکہ ہمارا یہ دعوی نہیں ہے کہ ہر وہ پانی جس کا نیا نام نہ ہو وہ مطلق ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔(ت)

[1] حاشیۃ سعدی چلپی مع الفتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳

[2] اشیۃ سعدی چلپی مع الفتح القدیر نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴

تعالٰی عنه استدل علی کونه ماء مقیدا بانه یقال له ماء الزعفران فاحتاج الی التقیید وکل مااحتاج الی التقیید مقید واجاب عنه الشیخ قدس سره بمنع ومعارضة اماالمنع فقول واضافته الی الزعفران الخ ای لانسلم ان کل اضافة للاحتیاج بل ربما یکون لتعریف شیئ وراء الذات کماء البئر والعین واما المعارضة فقوله ان اسم الماء باق الخ فاستدل علی الاطلاق ببقاء اسم الماء المطلق وعلی ببقائه بانه لم یتجدد له اسم فلا بدمن ضم الکلیة القائلة ان کل مالم یتجدد له اسم فاسم المطلق باق علیه فنقض المعترض الکلیة بماء الباقلاء ونحوہ ولایمسه الجواب بالاکثریة لانتفاء التعدید(۱) **وثانیا** اللازم من قوله الغالب فی المقید تجدد الاسم اکثریة الاستلزام للتجدد من جهة التقییدای اکثرالمقیدات متجددات والنافع له عـہ اکثریة الاستلزام للاطلاق من جهة عدم التجددای اکثر مالم یتجددله اسم فهو مطلق لیلحق هذا الذی لم یتجددله اسم بالاکثرالاغلب لکن لایلزم هذامن ذلك بل یمکن ان یکون اکثر ماتقید تجدد

کہ امام شافعی نے اس کے مقید پانی ہونے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے تو اس میں قید کی ضرورت ہوئی اور ہر وہ چیز جس میں قید کی ضرورت ہو مقید ہوتی ہے تو اس کا جواب شیخ قدس سرہ، نے منع اور معارضہ کے ساتھ دیا ہے۔ منع تو اس اعتبار سے، پس ان کا قول واضافتہ الی الزعفران الخ یعنی ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر اضافت احتیاج کیلئے ہے، بلاالکہ اضافت کبھی کسی شے کی تعریف کیلئے ہوتی ہے، ذات کے علاوہ جیسے کنویں کا پانی چشمے کا پانی، باقی رہا معارضہ تو ان کا قول ان اسم الماء باق الخ تو انہوں نے اطلاق پر مطلع پانی کے نام کے باقی ہونے سے استدلال کیا ہے اور اس کے باقی رہنے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے، تو اس میں یہ قاعدہ کلیہ ملانے کی ضرورت ہے کہ مُردہ پانی جس کا نیا نام نہ پڑا ہو تو مطلق کا نام اس پر باقی ہے تو معترضِ نے اس کلیہ پر نقض وارد کیا ہے باقلی وغیرہ کے پانی سے، اور اکثریت والے جواب کا اس سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اس میں "تعدیہ" نہیں پایا جاتا ہے، اور ثانیا، لازم ان کے قول "مقید میں غالب نام کا تجدد ہے" سے تجدد من جهة التقیید کے استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر مقیدات، متجدد ہیں حالانکہ ان کے حق میں نفع بخش اطلاق من جهة عدم التجدد کے

عـہ ای فی توجیه کلام الامام المصنف قدس سرہ لجعل ماء الزعفران من المیاہ المطلقة ۱۲ منه غفرله(م)

یعنی مصنف کے کلام کی توجیہ میں، زعفران کے پانی کو مطلق پانیوں میں شمار کرنے کیلئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ولایکون اکثر مالم یتجدد لم یتقید فان القضیۃ الاکثریۃ لایجب ان تنعکس بعکس النقیض کنفسھالجوازان تکون افراد مالم یتجددله اسم اقل بکثیر من افراد المقید و یکون اکثرھاداخلا فی المقید فیکون اکثر افرادالمقید متجدداواکثر افراد اللامتجدد مقیدامثلا یکون المقید من المیاہ الفاقد تجددالاسم لثمانمائۃ منھادون مائتین ومالم یتجدد له الاسم من المیاہ سواء کان مطلقا او مقیدا ثلثمائۃ مائۃ منھامن الماء المطلق والباقی من المقید فیصدق ان اکثر المقید متجدد ولایصدق ان اکثر اللامتجدد لامقید بل اکثرہ مقید کماعلمت۔

فان قلت بل نقررھکذا لوکان ھذا مقید التجدد له اسم بالنظر الی الغالب لکن لم یتجدد له اسم فلیس بمقید ظناوالظن یکفی لانه مشتبه الحال فیحال علی الغالب والغالب فی المقید التجدد فانتفاء اللازم الاکثری یدل علی انتفاء الملزوم ظنا کماان انتفاء اللازم الکلی یدل علی انتفاء الملزوم قطعا وحاصله

استلزام کی اکثریت ہے، یعنی اکثر وہ کہ جن کا کوئی نیا نام نہیں پڑا ہے تو وہ مطلق ہے تاکہ یہ جس کا نام نیا نہیں ہے اس کو اکثر واغلب سے لاحق کیا جاسکے، لیکن یہ اُس سے لازم نہیں آتا ہے، بلاالکہ ممکن ہے کہ جو چیزیں مقید ہیں ان میں سے اکثر کا نیا نام ہوگیا ہو اور اکثر وہ چیزیں جن کا نیا نام نہ ہو متقید نہ ہوئی ہوں، کیونکہ جو قضیہ اکثر یہ ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کا عکس نقیض اس کے مساوی ہو، اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ جن کا نام نیا نہیں ہے ان کے افراد مقید کے افراد سے بہت ہی کم ہوں اور ان کے اکثر مقید میں داخل ہوں تو مقید کے اکثر افراد نئے نام والے ہوجائیں گے اور لامتجدد کے اکثر افراد مقید ہوجائیں گے، مثلاً وہ مقید پانی جس کے لئے ہزار نام ہو، ان میں سے آٹھ سو افراد کا نام بدل گیا ہو، دو سو کا نہ بدلا ہو، اور جن پانیوں کا نام نہ بدلا ہو خواہ وہ مطلق ہوں یا مقید تین سو ہوں، سو ان میں سے مطلق پانی کے اور باقی دو سو مقید پانی کے ہوں تو اب یہ قضیہ تو صادق ہے کہ اکثر مقید متجدد ہے اور یہ صادق نہیں کہ اکثر لامتجدد لامقید ہے، بلاالکہ اس کا اکثر مقید ہے، جیسا کہ آپ نے جانا۔(ت)

اگر کہا جائے کہ ہم اس کی تقریر اس طرح کرتے ہیں کہ اگر یہ مقید ہوتا تو اس کا کوئی نیا نام ہوتا، غالبًا ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس کا نیا نام نہیں ہوا اس لئے وہ ظنی اعتبار سے مقید نہیں اور اس میں ظن کافی ہے کیونکہ اس کا حال مشتبہ ہے تو اس کا دار ومدار غالب پر رکھا جائے گا اور غالب مقید میں تجدد ہے، تو لازم اکثری کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر ظنی طور پر

التمسك بغلبة التجدد فی المقید من دون حاجة الی غلبة الاطلاق فی اللامتجدد۔

انما یظن ماھو اکثر والاکثریة فی استلزام وجود ا لوجود ب لاتستلزم اکثریة استلزام انتفاء ب لانتفاء افغی مثله انما یظن بوجود اللازم عند تحقق الملزوم لابانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم۔

وثالثا:(۱)ماالفارق بین ماء الباقلاء وماء الزعفران حتی کان ھذا مشتبھا فالحق بالغالب وذاك متعینافلم یلحق واما السؤال(عـہ)فلان ماء الباقلاء اسم جدید

دلالت کرتا ہے، جیسا کہ لازم کلی کا انتفاء ملزوم کے انتفاء پر قطعًا دلالت کرتا ہے،اور اس کا حاصل مقید میں غلبہ تجدد سے استدلال ہے،اور لامتجدد میں غلبہ اطلاق کی حاجت نہیں ہے۔(ت)

میں کہتا ہوں جو اکثر ہو اسی کا ظن ہوتا ہے اے وجود کی اکثریت کاب کے وجود کی اکثریت کو مستلزم ہونا اکے انتفاء کی وجہ سے ب کے انتفاء کے استلزام کی اکثریت کو مستلزم نہیں ہے تو اس جیسی صورت میں ملزوم کے وجود کے تحقق کے وقت لازم کے وجود کا ظن ہوتا ہے نہ کہ انتفاء ملزوم بوقت انتفاء لازم کے۔(ت)

ثالثًا، یافرق ہے باقلی کے پانی اور زعفران کے پانی میں، کہ اس کو مشتبہ قرار دیا جائے،اور غالب سے لاحق کیا جائے اور وہ متعین ہے تو لاحق نہ کیا جائے گا باقی رہا سوال تو باقلاء کا پانی نیا نام ہے، پانی کے نام

عـہ ثم رأیت اجاب عنه فی البنایة بان المضاف ھھناخارج من المضاف الیه بالعلاج فلایجوز وان لم یتجدد له اسم اھ

اقول:(۲)تسلیمه عدم تجدد الاسم قدعرفت مافیه و ماقاله مبنی علی ماذکرہ فی تعریف اضافة التقیید(۳) و سیاتی مافیه،بعونه تعالی وعلی کل فقد سلم ان التعریف بتجدد الاسم غیر جامع ثم قال وقال تاج الشریعة الدلیل یقتضی الجواز ولکن الطبخ والخلط یثبتان نقصانا فی کونه

پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے بنایہ میں اس کا جواب دیا کہ یہاں مضاف، مضاف الیہ سے خارج ہے علاج کی وجہ سے تو جائز نہیں اگرچہ اس کا نیا نام نہ ہوا اھ

میں کہتا ہوں نام کے نیا نہ ہونے کا تسلیم کرنا،اس پر جو اعتراض ہے وہ آپ نے جان لیا،اور جو انہوں نے کہا ہے وہ اس چیز پر مبنی ہے جس کو انہوں نے اضافت تقیید کی تعریف میں ذکر کیا ہے،اور یہ عنقریب آئے گا اور بہرحال یہ تعریف کہ نام نیا ہوجائے جامع نہیں اس کو انہوں نے تسلیم کیا ہے پھر کہا کہ تاج الشریعۃ نے فرمایا دلیل جواز کا تقاضا کرتی ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

غیر اسم الماء وکون اسم الماء جزء منه لاینافی الجدۃ الاتری انه لایصلح ان یقال له ماء لکونه ثخیناوالماء رقیق بخلاف ماء الزعفران فان المرادبه مالم یثخن وھذابالوفاق بل مالم یصلح للصبغ وھذاعندالتحقیق کما تقدم فی ۱۲۰ھذا ماظھرلی ثم رأیت المحقق ابن امیر الحاج اشارالیه فی الحلیة اذ قال ذات ماء الورد مرثلا لاتعرف من مجرد قول القائل ماء حتی یضیفه الی الورد ولھذا کانت الاضافة لازمة لکونھااضافة الی مالا بدمنه وبواسطة ھذا اللزوم حدث له اسم آخر علحدۃ فلا تسوغ تسمیته ماء علی الاطلاق الا علی سبیل المجاز اھ وا ﷲ الموفق لارب سواہ۔**ثم اقول**: ان تحقق عـه ان(ا)من المیاہ

کا غیر ہے اور پانی کا اس کے نام کا جُزئ ہونا جِدّت کے منافی نہیں،اس لئے اس کو پانی نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ گاڑھا ہے اور پانی پتلا ہوتا ہے.بخلاف زعفران کے پانی کے، کیونکہ اس سے مراد وہ ہے جو گاڑھا نہ ہوا ہو،اور یہ اتفاقاً ہے، بلاالکہ جب تک رنگنے کے لائق نہ ہو،اور یہ تحقیق کی بناپر ہے جیسا کہ پانی کی تقسیم ۱۲۰ میں گزرا یہ مجھ پر ظاہر ہوا پھر میں نے محقق ابن امیر الحاج کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی طرف حلیہ میں اشارہ فرمایا،وہ فرماتے ہیں گلاب کے پانی کی ذات مثلاً کسی قائل کے صرف اس قول سے معلوم نہیں ہوتی ہے کہ "پانی" جب تک کہ وہ اسے گلاب کی طرف مضاف نہ کرے،اس لئے اضافت لازم ہوئی کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جس کی طرف اضافت ضروری ہے اور اس لزوم کے واسطہ سے اس کا الگ نام پڑگیا،تو اس کو مطلقاً پانی کہنا درست نہ ہوگا،ہاں مجازًا کہا جاسکتا ہے اھ و ﷲ الموفق (ت) **پھر میں کہتا ہوں** اگر یہ ثابت ہوجائے کہ بعض مقید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مائعا اھ۔**اقول**: ھذا یوافق ماذکر الحقیر حیث اشار الی ان المنع لاجل الثخن ۱۲ منه غفرله(م)

عـه قاله لانه یتصور علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف الصحیح علی مایاتی

لیکن پکانا اور مل جانا پانی کے مائع ہونے میں خلل پیدا کرتے ہیں اھ **میں کہتا ہوں** یہ اس کے مطابق ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ منع گاڑھے ہونے کی وجہ سے ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

یہ بات انہوں نے اس لئے کہی ہے کہ یہ محمد کے قول پر متصور ہے لیکن ابویوسف کے قول پر، جیسا کہ ہم (باقی برصفحہ آئندہ)

المقیدة مالا یتجددله اسم فی العرف لعدم تعلق الغرض به مثلا انمایزول عنه اسم الماء المطلق کان ذلك نقضا علی المنع کما کان الحمیم نقضا علی الجمع(۱) ویکون هذا اظهر عہ وروداعلی الفتح اذقال فیه فی بیان التقیید هوبان یحدث له اسم علیحدة ولزوم التقیید یندرج فیه وانما یکون ذلك اذا کان الماء مغلوبا اذفی اطلاقه علی المجموع حینئذ اعتبار الغالب عدماوهوعکس الثابت لغة وعرفا وشرعا اھ۔ **اقول:**(۲) انما الثابت به انه کلما تجدد الاسم کان الماء مغلوبا اما فی جهت العکس فانما ثبت انه کلما کان الماء مغلوبا لم یصح اطلاق الماء المطلق علیه لا انه یحدث له اسم برأسه ولابد فحصر التقیید فی حدوث الاسم محل نظر والله تعالٰی اعلم۔	پانی ایسے ہیں جن کیلئے کوئی نیا نام عرف میں مقرر نہیں ہوا ہے، کیونکہ اس سے کوئی غرض متعلق نہیں، مثال کے طور پر، اس سے مطلق پانی کا نام زائل ہوگا تو یہ نقض ہوگا منع پر، جیسا کہ حمیم نقض ہوگا جمع پر اور یہ فتح پر ورود زیادہ ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے بیانِ تقیید میں فرمایا، تقیید یہ ہے کہ اس کا نیا نام پڑ جائے، اور لزوم تقیید اسی میں شامل ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ پانی مغلوب ہو کیونکہ اس کے مجموعہ پر اطلاق ہونے میں اس وقت غالب کا اعتبار ہوگا عدمی طور پر اور یہ لغت سے ثابت شدہ کا اور عرف وشرع سے ثابت شدہ کا برعکس ہے اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اس کا نیا نام ہوگا تو پانی مغلوب ہوگا، اور اس کے عکس میں یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب بھی پانی مغلوب ہوگا تو اس پر مطلق پانی کا اطلاق صحیح نہ ہوگا یہ نہیں کہ اُس کے لئے کوئی نیا نام وضع کرلیا جائے گا، اور یہ ضروری ہے، تو تقیید کو نئے نام پڑ جانے میں منحصر کردینا محلِ نظر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) من العبد الضعیف تحقیقه ان شاء الله تعالٰی بعد تمام سرد التعریفات فلا یتقید الا اذا صلح المقصود اٰخر فح یسمی باسم مایقصد به ذلك المقصود تأمل ۱۲ منه غفرله۔(م) عـــہ فان حصر التقیید فی حدوث الاسم فی الفتح منطوق وعن الهدایة مفهوم ۱۲ منه غفرله۔(م)	تحقیق سے پیش کرینگے، تو یہ مقید نہ ہوگا مگر جبکہ مقصود آخر کیلئے صالح ہو، تو اس وقت اس کا نام وہی ہوگا جو اُس کا مقصود ہے، غور کرو ۱۲منہ غفرلہ (ت) فتح میں تقیید کا نام کے نئے ہونے میں منحصر ہونا منطوق ہے، اور ہدایہ سے مفہوم ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ششم مطلق عـــہ وہ ہے جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کہے خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے:

المطلق ماَاذانظر الناظر الیہ سماہ ماء علی الاطلاق [1] اھ اقول: (۱) رب ماء لایدرك البصر تقییدہ ولااطلاقہ کالمخلوط بمائع موافق فی اللون یتوقف الامر فیہ علی غلبۃ الطعم او الاجزاء (۲) وماالقی فیہ تمراوزبیب یتوقف علی صیرورتہ نبیذ اولا یضر مجرد اللون وما خلط بعصفراوزعفران یتوقف علی صلوحہ للصبغ وشیئ من ذلك لایدرك بالبصر فلایصح جمعاولا منعا۔	مطلق وہ ہے کہ جب دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس کو مطلق پانی کا نام دے اھ **میں کہتا ہوں** بہت سے پانی ایسے ہیں کہ نگاہ سے نہ تو ان کا مقید ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ مطلق ہونا جیسے وہ پانی جو کسی سیال میں مخلوط ہو اور دونوں ہم رنگ ہوں، اس میں دارومدار مزے اور اجزاء کے غلبہ پر ہوگا، اور جس میں کھجور اور منقٰی ڈالا جائے اس میں دارومدار اسی کے نبیذ ہونے پر ہوگا، محض رنگ مضر نہیں، اور جو عُصفر اور زعفران میں ملایا جائے تو اس میں یہ دیکھا جائیگا کہ آیا اس سے کوئی دوسری چیز رنگی جاسکتی ہے یا نہیں، اور ان میں سے کوئی چیز آنکھ سے معلوم نہیں ہوسکتی، تو یہ جمع و منع کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ (ت)

ہفتم مطلق وہ ہے جسے بے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدیر میں ہے:

الخلاف فی ماء خالطہ زعفران ونحوہ مبنی علی انہ تقیید بذلك اولا فقال الشافعی وغیرہ تقید لانہ یقال ماء الزعفران ونحن لاننکرانہ یقال ذلك ولکن لایمتنع مع ذلك مادام المخالط مغلوبا ان یقول القائل فیہ ھذا ماء من غیر زیادۃ [2] اھ۔	جس پانی میں زعفران یا اسی کے مثل کوئی چیز مل جائے اس میں اختلاف اس امر پر مبنی ہے کہ وہ اس کے ساتھ مقید ہوا یا نہیں، امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں مقید ہوگیا، کیونکہ اس کو زعفران کا پانی کہا جاتا ہے اور ہم اس کے منکر نہیں کہ اس کو ماءِ زعفران کہا جاتا ہے، لیکن جب تک مخلوط پانی ہونے والی چیز پانی سے مغلوب ہو یہی کہا جائیگا کہ یہ پانی ہے، اس میں کچھ اضافہ نہیں اھ (ت)

عـــہ: ویشیر الیہ قول البنایۃ فی ماتغیر بالطبخ لان الناظر لونظر الیہ لایسمیہ ماء مطلقا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)	بنایہ کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کے بارہ میں جو پکانے سے متغیر ہوجائے کیونکہ اگر دیکھنے والا اس کی طرف دیکھے تو اسے مطلق پانی نہیں کہے گا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خزانۃ المفتین

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز بہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

اقول: لاشك ان الماء المقيد قسم من الماء وحمل المقسم على القسم لايمتنع ابدا واين عدم التقييد من التقييد بعدم التقييد والكلام فی هذالا ذاك والجواب انه ماء لغة لاعرفالصحة النفی تقول ليس ماء بل صبغ والكلام فی العرف۔	میں کہتا ہوں مقید پانی، پانی ہی کی ایک قسم ہے اور مقسم کو قسم پر حمل کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور عدم تقیید کو تقیید بعدم التقیید سے کیا نسبت؟ اور گفتگو اس میں ہے نہ کہ اُس میں۔اور جواب یہ ہے کہ وہ لغۃً پانی ہے نہ کہ عرفاً، کیونکہ نفی صحیح ہے،آپ کہہ سکتے ہیں یہ پانی نہیں ہے بلاکہ رنگ ہے اور کلام کادارومدار عرف پر ہوتا ہے۔(ت)

ہشتم مطلق وہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہوسکے یعنی نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں۔

اقول: وهذا معنى سابقه غيران صحة الاطلاق وامتناع النفی قديتفارقان فيما كان ذاجهتين يصح فيه الحمل من وجه والسلب من وجه اٰخر۔	میں کہتا ہوں یہ گزشتہ معنی ہیں،البتہ صحتِ اطلاق اور امتناعِ نفی،جب دو جہت والے ہوں تو کبھی ایک دوسرے سے جُدا ہوتے ہیں من وجہ حمل اور من وجہ سلب صحیح ہوتا ہے۔(ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

اضافة الى الزعفران للتعريف بخلاف ماء البطيخ ولهذا ينفی اسم الماء عنه ولايجوز نفيه عن الاول [1] اھ۔**اقول:** ان اريد نفی الماء المطلق داراومطلق الماء فلايجوز نفی المقسم عن القسم قط والماء الذی يخرج من البطيخ ليس من جنس الماء فالحق انه ليس ماء مقيدابل خارج من مطلقه كالادهان والجواب الجواب۔	پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کیلئے ہے بخلاف "ماء البطیخ"کے اس لئے اس سے پانی کے نام کی نفی کی جاتی ہے اور پہلے سے اس کی نفی جائز نہیں ہے اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** اگر ماءِ مطلق کی نفی کاارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا یا مطلقِ ماء کی نفی کی جائے تو مقسم کی نفی قسم سے قطعًا جائز نہیں اور وہ پانی جو بطیخ سے نکلتا ہے جنس ماء سے نہیں ہے تو حق یہ ہے کہ وہ مقید پانی نہیں ہے بلاکہ مطلقِ ماء سے خارج ہے جیسے تیل والجواب الجواب۔(ت)

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبع الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۱

نہم: مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہو،

وھو معنی سابقه واشیرالیه فی کثیر من الکتب ففی التبیین زوال اسم الماء عنه ھو المعتبر فی الباب [1] اھ وفی الھدایة والکافی الا ان یغلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنه [2] اھ افی المنیة عن شرح القدوری للاقطع اذا اختلط الطاھر بالماء ولم یزل اسم الماء عنه فھو طاھر وطھور [3] اھ۔

اقول: ھذا حق فی نفسه لکن لایصلح تعریفا اذلو ارید بالماء الماء المطلق دارو الافلا زوال عن المقید ایضا اصلا کما علمت مع جوابه وفسرہ فی الغنیة مرة بالسادس اذقال تحت قول الماتن اذالم یزل عنه اسم الماء مانصه بحیث لوراٰہ الرائی یطلق علیه اسم الماء [4] اھ

اقول: (۱) وقد علمت فسادہ ومرة زاد فیه الخامس اذقال تحت قول الاقطع ولم یتجدد له اسم اُخر بان سمی شرابا

یہ اس کے سابقہ معنے ہیں، اس کی طرف بہت سی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے، تبیین میں ہے اس سے پانی کے نام کا زائل ہونا ہی معتبر ہے اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے مگر یہ کہ وہ پانی پر غالب ہو تو ستّو کی طرح ہو جائے، کیونکہ اس سے پانی کا نام زائل ہو گیا اھ اور منیہ میں ابو نصر اقطع کی شرح قدوری سے ہے کہ جب پاک چیز پانی میں مل جائے اور اس سے پانی کا نام زائل نہ ہو تو وہ طاہر بھی ہے طہور بھی ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ فی نفسہ حق ہے لیکن یہ تعریف نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اگر پانی سے مطلق پانی کا ارادہ کیا جائے تو دور لازم آئے گا ورنہ مقید سے بھی زوال نہ ہوگا جیسا کہ آپ نے مع جواب کے جانا، اور اس کی تفسیر غنیہ میں ایک جگہ "چھٹے" سے کی کیونکہ انہوں نے ماتن کے قول کہ جب اس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا، کے تحت فرمایا کہ اگر دیکھنے والا اس کو دیکھے تو اس پر پانی کا نام بولے اھ (ت)

میں کہتا ہوں اس کا فساد آپ کو معلوم ہو چکا ہے اور کبھی اس میں پانچویں کو زیادہ کیا کیونکہ انہوں نے اقطع کے قول کے تحت فرمایا اس کا کوئی نیا نام نہیں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارت مطبعۃ الامیریہ مصر ۱/۱۹

[2] ہدایۃ الماء الذی یجوزبہ الوضوالخ مطبعہ عربیہ کراچی ۱/۱۸

[3] منیۃ المصلی فی المیاہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ص ۶۴

[4] غنیۃ المستملی فی المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

اونبیذا اونحو ذلك [1] اھ اقول ان(ا)عطفه تفسیرافموقوف علی ثبوت ان کل مازال عنه اسم الماء وجب ان یوضع بازائه اسم اٰخر اوان اراد الزیادة کان المعنی ان الاطلاق یتوقف علی اجتماع العدمین فان وجد احدھماکأن زال عنه اسم الماء ولم یتجدد اسم اٰخر اوتجدد اسم اٰخر ولم یزل اسم الماء کان مقیدا وھذا الثانی باطل کمافی الحمیم۔	پڑامثلاً یہ کہ شربت یا نبیذ وغیرہ کہا جائے اھ میں کہتا ہوں اس کا عطف تفسیری ہے اور اس امر پر موقوف ہے کہ ہر وہ چیز جس سے پانی کا نام زائل ہوا ہو لازم ہے کہ اُس کے بالمقابل کوئی اور نام وضع کیا جائے اور اگر زیادتی کا ارادہ کیا تو معنٰی یہ ہوں گے کہ اطلاق موقوف ہے دو عدموں کے اجتماع پر تو اگر ان میں سے کوئی ایک پایا جائے مثلاً یہ کہ اس سے پانی کا نام زائل ہو جائے اور اس کا کوئی نیا نام نہ پڑے یا نیا نام پڑ جائے مگر پانی کا نام زائل نہ ہو تو مقید ہو جائیگا اور یہ دوسری شق باطل ہے جیسا کہ گرم پانی میں۔(ت)

دہم: مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن سبقت کرے بشرطیکہ اُس کا کوئی اور نام نہ پیدا ہوا ہو اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے حلیہ میں ہے:

الماء المطلق فیه عبارات من احسنها مایتسارع افهام الناس الیه عند اطلاق الماء مالم یحدث له اسم علی حدة والماء المقید مالاتتسارع الیه افهام الناس من اطلاق لفظ الماء اوما حدث له اسم علیحدة [2] اھ **اقول: اولا** ھذا اصلح من سابقه فی العکس فانه لاینتقض منعاوان وجد مقید لم یحدث له اسم(ا)واقبل ایرادا منه فی الطرد فانه صرح بان تسارع الافهام	مطلق پانی کے متعلق کئی عبارتیں ہیں، سب سے عمدہ یہ ہے کہ مطلق پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو ذہن اُس کی طرف منتقل ہو جائیں، جب تک کہ اس کیلئے کوئی نیا نام نہ پڑے اور مقید پانی وہ ہے کہ جب صرف پانی کا لفظ بولا جائے تو ذہن اس کی طرف نہ جائے یا وہ کہ جس کا کوئی نیا نام ہو اھ (ت) **میں کہتا ہوں** اوّلاً مانعیت کے اعتبار سے یہ تعریف پہلی سے بہتر ہے کیونکہ اس پر ایسے مقید پانی کا اعتراض نہ ہوگا جس کو ابھی نیا نام نہیں دیا گیا اور جامعیت کے اعتبار سے یہ پہلی سے زیادہ قابل اعتراض ہے اگر اس کا نیا نام پڑ جائے تو ذہنوں کا اس کی طرف سبقت رکھنا کچھ مفید نہ ہوگا، اور ثانیاً اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ شرط فضول اور بے محل ہے کیونکہ اس نام کا

[1] غنیۃ المستملی فی المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰

[2] حلیۃ

الیه لایجدی عنه حدوث اسم اٰخر **وثانیاً**(۱)مع قطع النظر عنه لاشك ان هذا الشرط ضائع لامحل له اصلا فان حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لاامکان لاجتماعه مع تسارع الافهام الیه عند الاطلاق۔	پیدا ہونا جو مقید میں ہے اُس کا، اُس کے ساتھ مجتمع ہونے کا کوئی امکان نہیں، حالانکہ اذہان اُس کی طرف عندالاطلاق سبقت کرتے ہیں۔(ت)

یازدھم مطلق وہ ہے جس کی طرف نامِ آب سے ذہن سبقت کرے اور اس میں نہ کوئی نجاست ہو اور نہ اور کوئی بات مانع جواز نماز یہ قیدیں بحر میں اضافہ کیں تاکہ آبِ نجس و مستعمل کو خارج کردیں۔

اقول: ولوا کتفی بالاٰخر لکفی ونصه المطلق مایسبق الی الافهام بمطلق قولنا ماء ولم یقم به خبث ولامعنی یمنع جواز الصلاة قال فخرج الماء المقید والمتنجس والمستعمل[1] اھ **اقول:**(۱)هل المستعمل واخوه داخلان فیما یسبق الیه الذهن باطلاق الماء ام لاعلی الثانی ضاع القیدان وسقط تفریع خروجهما علی زیادة القیدین وعلی الاول(۲)لاشك انهما من الماء المطلق اذلا نعنی بالمطلق الا هذاوعلیه اقتصر الائمة قبله بل(۳)هو نفسه فیمابعد ذلك بورقة اذقال لانعنی بالمطلق الا مایتبادر عند اطلاق اسم الماء[2] اھو هذه	میں کہتا ہوں اگر وہ آخر پر اکتفا کرتے تو کافی ہوتا اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ مطلق وہ ہے جس کی طرف اذہان مطلق ماء کے بولنے سے منتقل ہوجاتے ہیں، اور یہ وہ پانی ہے جس میں کوئی ناپاکی نہ ہو اور نہ ایسا کوئی وصف ہو جو جواز صلوٰۃ کے منافی ہو تو اس قید سے مقید، متنجس اور مستعمل پانی خارج ہوگیا اھ(ت) **میں کہتا ہوں** کیا مستعمل اور اس کا مثل پانی اُس پانی میں داخل ہیں جن کی طرف لفظِ ماء بولتے ہی ذہن فوری طور پر منتقل ہوجاتا ہے یا نہیں، دوسری صورت میں دونوں قیدیں ضائع ہوجائیں گی، اور دو قیدوں کی زیادتی پر ان دونوں کے خروج کی تفریع ساقط ہوجائے گی، اور بر تقدیر اول اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں مطلق پانی سے ہیں کیونکہ مطلق سے یہی مراد ہے اور اُن سے قبل ائمہ نے اسی پر اکتفا کیا

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

[2] بحر الرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

اھ۔ مناقضة(۱)بل فی نفس الکلام ایضا شوب منها اذ یقول فخرج المقید والمتنجس والمستعمل ولذا قال ش ظاھرہ ان المتنجس والمستعمل غیر مقید مع عــہ۱ انه منه لکن عند العالم بالنجاسة او الاستعمال ولذا قید بعض العلماء التبادر بقوله بالنسبة للعالم بحاله[1] اھ **اقول:**(۲)رحمك ﷲ اذا کان ھذا عارضا خفیا لایظھر لمن لم یعلم بحاله الا بالاخبار من خارج ظھران الماء فیھماباق علی صرافة مائیته لم یعرضه مایخرجه عنهاوالالظھر لمن نظر وسیرفان الانسان فی معرفة الماء من غیرہ لایحتاج الی تعلیم من خارج فکیف یکون مقیدا وبالجملة ھذا شیئ تفرد به البحر لم ارہ عــہ۲ لغیرہ وتبعه عــہ۳ علیه ش وکذا محشی الدرر عبدالحلیم	بلاالکہ انہوں نے خود ہی ایک ورق بعد فرمایا ہماری مراد مطلق سے وہ پانی ہے کہ جب پانی کا لفظ بولا جائے تو اسی کی طرف ذہن متبادر ہو اور یہ مناقضہ ہے بلاالکہ نفس کلام میں اس کی ملاوٹ ہے، وہ فرماتے ہیں تو مقید، متنجس اور مستعمل اس سے نکل گئے اور اس لئے "ش" نے فرمایا کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ متنجس اور مستعمل غیر مقید ہے حالانکہ یہ مقید سے ہے، مگر اس کے نزدیک جس کو نجاست یا استعمال کا علم ہو، اس لئے بعض علماء نے متبادر میں بالنسبۃ للعالم بحالہ کی قید بڑھائی ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** جب یہ چیز ایسی مخفی ہے کہ صرف واقف حال ہی جان سکتا ہے یا خارج سے اطلاع پر معمول ہو سکتی ہے تو یہ ظاہر ہوا کہ پانی اُن دونوں میں اپنے اطلاق پر باقی ہے اس کو کوئی ایسی چیز عارض نہ ہوئی جو اُس کو پانی ہونے سے خارج کردے ورنہ ہر صاحبِ نظر کو ظاہر ہو جاتا، کیونکہ پانی کے بارے میں جاننے کیلئے انسان کو باہر سے جاننے کی ضرورت نہیں، تو یہ کیسے مقید ہوگا؟ خلاصہ یہ کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں بحر متفرد ہیں میں نے اور کسی کے کلام میں اس کو

عــہ۱ ای المذکور اوکل منهما ۱۲ منه غفرله۔(م) عــہ۲ ثم رأیت السید الشریف العلامة رحمه ﷲ تعالٰی سبقه الیه فی التعریفات کما سیاتی ۱۲ منه غفرله۔(م)۔عــہ۳ وکذا تلمیذہ شیخ الاسلام الغزی فی المنح واقرہ علیه ط فصار واسبعة	یعنی مذکور یا ان دونوں میں سے ہر ایک ۱۲منہ غفرلہ۔(ت) پھر میں نے دیکھا کہ سید شریف نے التعریفات میں بھی یہی لکھا ہے، جیسا کہ آئے گا، ۱۲منہ غفرلہ(ت) اور اسی طرح اُن کے شاگرد شیخ الاسلام غَزی نے منح میں ذکر کیا اور اس کو ط نے برقرار رکھا تو یہ سات (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۴

والخادمی وذلك حین قول الدرر زوال اطلاقه اما بکمال الامتزاج اوبغلبة الممتزج	نہیں دیکھا اور انکی متابعت ش نے کی اسی طرح درر کے محشی عبدالحلیم اور خادمی نے کی، صاحبِ درر فرماتے ہیں اس کے اطلاق کازوال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السید والبحر والغزی وعبدالحلیم والخادمی و ط و ش رحمة الله تعالٰی علیھم وعلینا اجمعین قال علامة ط علی قول الدر ھومایتبادر عندالاطلاق ای یبدر للذھن فھمه بمجرد سماعه مطلقاوھو بمعنی قول المنح ھو الباقی علی اوصاف خلقته ولم یخالطه نجاسة ولم یغلب علیه شیئ اھ ولفظ السید فی التعریفات ھو الماء الذی بقی علی اصل خلقته ولم تخالطه نجاسة ولم یغلب علیه شیئ طاھر اھ۔
اقول: وھواحسن ممافی المنح بوجھین احدھما(۱)انه قیدالشیئ بالطاھرفلم یصرقوله لم تخالطه نجاسة مستدرکابخلاف عبارة المنح فان ماخالطه نجاسة فقدغلبه شیئ **والاٰخر** انه(۲)اتی بالاصل مکان الاوصاف فلا یردعلیه(۳)الجمد بخلاف المنح فان الماء بانجماده لایتغیر اللون ولا طعم ولا رائحة وھی المتبادرة من ذکرالاوصاف والمعتبر فی التعریف ھو المتبادروظاھر انه لم یخالطه نجس ولا

ہوگئے، سید، بحر، غزی، عبدالحلیم، خادمی، ط اور ش رحمہم اللہ تعالٰی علیہم وعلینا اجمعین، علّامہ 'ط' نے در کے قول پر فرمایا، وہ عندالاطلاق متبادر ہوتا ہے، یعنی ذہن کی طرف فہم سبقت کرتا ہے محض سننے سے مطلقاً، اور یہ منح کے قول "وہی باقی ہے اپنے خلقی اوصاف پر اور اس میں کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی شے غالب نہیں ہوئی ہے اھ کے مطابق ہے، اور سید کے لفظ التعریفات میں یہ ہیں یہ وہی پانی ہے جو اپنی اصلی خلقت پر باقی ہے اور اس کو کوئی نجاست نہیں ملی ہے اور اس پر کوئی پاک شے غالب نہیں ہوئی ہے اھ
میں کہتا ہوں یہ منح کی عبارت سے دو طرح اچھا ہے ایک تو یہ کہ انہوں نے شیئ کو طاہر سے مقید کیا تو ان کا قول "نہیں ملی اس سے نجاست" زائد نہ ہوگا بخلاف عبارت منح کے، کیونکہ جس میں نجاست ملی تو بلاشبہ اس پر کوئی چیز غالب ہو گئی، اور دوسرے یہ کہ وہ اصل کو لائے بجائے اوصاف کے تو ان پر جمد کے ذریعہ اعتراض وارد نہ ہوگا بخلاف منح کے کہ پانی منجمد ہونے کے باعث نہ تو رنگ کو بدلتا ہے اور نہ مزے اور بو کو اور اوصاف کے ذکر سے متبادر یہی ہے اور تعریف میں متبادر ہی معتبر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی نجس (باقی اگلے صفحہ پر)

قالا علیہ اورد علی الحصر الماء المستعمل واجاب الاول بان کلام المصنف فی زوالہ باختلاط المحسوس[1] اھ۔

یا تو کمالِ امتزاج سے ہوگا یا ممتزج کے غلبہ سے ہوگا، اس پر ان دونوں نے اعتراض کیا ہے کہ حصر اعتراض مستعمل پانی سے کیا گیا ہے، اور پہلے نے جواب دیا کہ مصنف کا کلام اُس کے زوال میں ہے کسی محسوس چیز کے اختلاط کی وجہ سے اھ (ت)

اقول: کیف(۱) وقد ذکر المستقطر من النبات والثانی بان المقسم الماء الطاھر والمستعمل کالنجس فلاغبار[2] اھ۔

میں کہتا ہوں یہ کیسے، حالانکہ انہوں نے گھاس سے ٹپکائے جانے والے کا ذکر کیا ہے اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ مقسم پاک پانی ہے اور مستعمل نجس کی طرح ہے تو اس پر کوئی غبار نہیں اھ (ت)

اقول: (۲) قد علمت ان کلام الائمۃ یؤذن بدخول المتنجس فی المطلق فضلا عن المستعمل وکذلك کلام اھل الضابطۃ قبل البحر حیث لم یزیلو الاطلاق الا بالامرین ثم رأیت فی کلام ملك العلماء مایدل علیہ صریحا اذقال قدس سرہ اما شرائط ارکان الوضوء فمنھا ان یکون الوضوء بالماء ومنھا انیکون بالماء المطلق ومنھا ان یکون الماء

میں کہتا ہوں کہ ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناپاک مطلق میں داخل ہے چہ جائیکہ مستعمل، اور اسی طرح اہلِ ضابطہ کا کلام بحر سے پہلے، کیونکہ ان کے نزدیک اطلاق زوال صرف دو امروں سے ہے پھر میں نے ملک العلماء کے کلام میں اس کی صراحت پائی، وہ فرماتے ہیں بہر حال ارکانِ شرائطِ وضو، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وضو پانی سے ہو اور یہ کہ ماء مطلق سے ہو اور پانی پاک ہو تو نجس پانی سے جائز نہیں، ایک یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غلبہ شیئ الا ان یعمم الاوصاف الرقۃ والسیلان ولوان السیداسقط قولہ لم تخالطہ نجاسۃ لم یخالطہ نکارۃ وکان من احسن التعریفات الا مافی معنی الغلبۃ من الخفاء کمالایخفی ۱۲منہ غفرلہ۔ (م)

اس سے ملا نہیں اور کوئی شیئ اس پر غالب نہ ہُوئی، ہاں اگر اوصاف کو عام کر لیا جائے اور رقّت وسیلان کو اس میں شامل کرلیا جائے، اور اگر سید اپنا قول لم تخالطہ نجاسۃ ساقط کردیتے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا، اور یہ بہترین تعریف ہوتی، ہاں صرف غلبہ کے معنی میں کچھ پوشیدگی ہے، کمالایخفی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر لعبد الحلیم بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ۱/۱۸

[2] الحاشیۃ علی الدرر شرح الغرر لابی سعید الخادمی بحث الماء مکتبہ عثمانیہ بیروت ص ۲۱

طاھرافلایجوز بالماء النجس ومنھا ان یکون طھورا فلایجوز بالماء المستعمل [1] اھ ملتقطا فھو صریح فی ان اشتراط اطلاق الماء لم یخرجھما حتی احتیج الی شرطین اُخرین وکذلك کلام المنیة اذیقول تجوزالطھارۃ بماء مطلق طاھر [2] اھ فافادعموم المطلق للطاھر وغیرہ واستدرك علیہ فی الحلیة بقولہ کان الاولی ان یقول طھورمکان طاھرلان الطھارۃ لاتجوز بماء طاھر فقط [3] اھ فافاد عمومہ المستعمل وقد صرح بہ فی الغنیة فقال یسمی المتنجس ماء مطلقافاحتاج الی الاحترازعنہ بقولہ طاھرولوکانت المجاورۃ تکسبہ تقییدالماء احتیج بعد ذکر الاطلاق الیٰ ذکر الطاھرا [4] اھ والیہ اشار فی البنایة اذقال التوضی بہ جائز مادامت صفة الاطلاق باقیة ولم تخالطہ نجاسة [5] اھ

اقول: ولعل الحامل للبحر علیہ

کہ طہور ہو تو مستعمل پانی سے جائز نہیں اھ ملتقطا، تو یہ اس میں صراحت ہے کہ مطلق پانی کی شرط نے ان دونوں کو خارج نہیں کیا، تاکہ دو دوسری شرطوں کی حاجت پڑے، اور یہی گفتگو منیہ میں ہے وہ فرماتے ہیں ماءِ مطلق طاہر کے ساتھ طہارت جائز ہے اھ تو عموم مطلق نے طاہر اور غیر طاہر کا افادہ کیا اور حلیہ میں اس پر یہ استدراک کیا ہے، فرمایا بہتر یہ تھا کہ طہور کہتے بجائے طاہر کے، کیونکہ طہارت صرف طاہر پانی سے نہیں ہوتی ہے اھ تو انہوں نے اس کے مستعمل کو عام ہونے کا افادہ کیا اور غنیہ میں اس کی تصریح کی فرمایا ناپاک پانی کو مطلق پانی کہا جاتا ہے پھر ان کو اس سے احتراز کی حاجت ہوئی تو فرمایا طاہر ہو اور اگر مجاورۃ سے اس میں تقیید ہوجاتی تو اطلاق کے بعد طاہر کے ذکر کی ضرورت نہ ہوتی اھ اور بنایہ میں اسی طرف اشارہ کیا، فرمایا اس سے وضو جائز ہے جب تک اس میں صفت اطلاق باقی ہو اور اس میں نجاست نہ ملی ہو اھ۔ (ت)

میں کہتا ہوں غالبًا بحر کو یہ کہنے کی ضرورت اس لئے

---

[1] بدائع الصنائع ارکان الوضوء سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۶۱

[3] حلیہ

[4] غنیۃ المستملی فصل فی بیان احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۸

[5] بنایہ شرح ہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ ملک سنز فیصل آباد ۱/۱۸۷

قول بعضھم تجوز الطھارۃ بالماء المطلق ارسلہ ارسالا فلوشملھما اوھم جواز الطھارۃ بھما ولیس بشیئ فان امثال القیود تطوی عادۃ للعلم بھا فی محلہ الاتری ان الاکثرین لم یقیدوا بالاطلاق ایضا انما قالوا تجوز بماء السماء والاودیۃ الخ	پڑی کہ بعض فقہائے نے فرمایا مطلق پانی سے طہارۃ جائز ہے، اس کو انہوں نے مطلق رکھا، تو اگر یہ ان دونوں کو شامل ہوتا تو ان دونوں سے طہارت کے جواز کا وہم ہوتا، اور یہ کچھ نہیں، کیونکہ قیود کی مثالیں عام طور پر ذکر نہیں کی جاتی ہیں کہ ان کا علم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء نے اس کو اطلاق کی قید سے بھی مقید نہیں کیا ہے پس فرمایا ہے طہارت جائز ہے آسمان کے پانی سے وادیوں کے پانی سے الخ۔ (ت)

دوازدھم: حلیہ وبحر کی قیدوں سے آزاد مطلق صرف وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن جاتا ہے **ملک العلماء بدائع** میں فرماتے ہیں:

الماء المطلق ھو الذی تتسارع افھام الناس الیہ عند اطلاق اسم الماء کماء الانھار والعیون و الاٰبار والسماء والغدران والحیاض والبحار۔	مطلق پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہوجائیں، جیسے نہروں، چشموں، کنوؤں، بادلوں، تالابوں، حوضوں اور دریاؤں کا پانی۔ (ت)

پھر فرمایا:

واما المقید فھو مالا تتسارع الیہ الافھام عند اطلاق اسم الماء وھو الماء الذی یستخرج من الاشیاء بالعلاج کماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلك[1] اھ۔ **اقول:** والحصر المستفاد من قولہ ھو الماء الذی یستخرج غیر مراد قطعا وانما المعنی کالماء الذی فلیتنبہ۔	بہرحال مقید پانی وہ ہے کہ جب پانی کا نام لیا جائے تو ذہن اس کی طرف سبقت نہ کرے، اور یہ وہ پانی ہے جو کسی عمل کے ذریعہ چیزوں سے نکالا جائے جیسے درختوں، پھلوں اور گلاب وغیرہ کا پانی اھ۔ (ت) **میں کہتا ہوں** وہ حصر جو ان کے کلام "یہ وہ پانی ہے جو نکالا جائے" میں ہے، مراد نہیں ہے قطعًا، اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ مثل اُس پانی کے، تو متنبہ رہنا چاہئے۔ (ت)

درمختار میں ہے: (یرفع الحدث بماء مطلق) ھو ما یتبادر عند الاطلاق[2] (حدث کو رفع

[1] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵

[2] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

کیا جائے مطلق پانی سے، یہ وہ ہے جو اطلاق کے وقت متبادر ہو۔ت) بحر سے گزرا: لانعنی بالمطلق الا مایتبادر عنداطلاق اسم الماء [1] (ہم مطلق سے وہی مراد لیتے ہیں جو ماء کااطلاق کرتے وقت متبادر ہوتا ہے۔ت) کافی وبنایہ ومجمع الانہر میں ہے: المرادبه ھھنامایسبق الی الافھام بمطلق قولناالماء [2] (اس سے مراد یہاں وہ ہے جو ہمارے قول پانی کے اطلاق سے فوری سمجھا جائے۔ت) عنایہ وبنایہ میں ہے:

لایجوز بماا عتصر لانه لیس بماء مطلق لانه عند اطلاق الماء لاینطلق علیه وتحقیق ذلك انالوفرضنا فی بیت انسان ماء بئراوبحراوعین وماء اعتصر من شجر اوثمر فقیل له ھات ماء لایسبق الی ذھن المخاطب الا الاول ولا نعنی بالمطلق والمقید الاھذا [3]۔	جو پانی نچوڑا جائے اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ وہ مطلق پانی نہیں کیونکہ جب ماء کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص کے گھر میں پانی کا کنواں ہے یا دریا چشمہ ہے اور وہ پانی بھی ہے جو درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہے، پھر ہم اس سے پانی مانگیں تو مخاطب کا ذہن پہلے پانی ہی کی طرف منتقل ہوگا، اور مطلق ومقید سے یہی مراد ہے۔(ت)

اقول: یہی اصح واحسن تعریفات ہے کماقال فی الحلیة لولا مازاد (جیسا کہ حلیہ میں کہا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو زیادتی نہ ہوتی۔ت) مگر محتاج توضیح وتنقیح ہے

واقول: (۱) وباﷲ التوفیق العوارض لاھی تفھم عندالاطلاق* ولاھی مطلقاتسلب الاطلاق* فان الذات ھی المفھومة من الاطلاق کمااذاقلت انسان لایتسارع الفھم منه الی الرومی والزنجی اوالعالم والجاھل اوالطویل والقصیر اوالحسین	**اقول:** وباﷲ التوفیق عوارض نہ تو عندالاطلاق مفہوم ہوتے ہیں اور نہ مطلقًا سلب ہوتے ہیں، کیونکہ عندالاطلاق ذات ہی مفہوم ہوتی ہے، جیسے آپ انسان کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن رومی، حبشی، عالم، جاہل، لمبے، چھوٹے، حسین، بدشکل وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، مگر اس سے یہ بھی

[1] بحر الرائق کتاب الطہارت سعید کمپنی کراچی ۱/۶۸

[2] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مکتبہ عامرہ مصر ۱/۲۷

[3] العنایۃ مع الفتح الماء الذی یجوزبہ الوضوءنوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۱

والدمیم وامثال ذلك من العوارض ولا یلزم منه خروج ھؤلاء عن الانسان المطلق فان ذاتھم لیست الامافھم من لفظ الانسان ولم یعرضھم مایقعدھم عن الدخول فیماتتسارع الیه الافھام بسماع لفظ الانسان ولوان العوارض مطلقا تمنع الدخول لعدم انفھامھامن المطلق لما دخل تحته شیئ من افرادہ لان لکل فرد تشخصالایسبق الیه الذھن عند ذکر اسم المطلق فکان ھذا یقتضی التسویة بین مطلق الماء والماء المطلق لکن ثمه عوارض تمنع ذویھاعن الدخول تحت الشیئ المطلق ویقال فیھاان اسم المطلق لم یتناولھالکونھا ممالا تتسارع الیه الافھام کمقطوع الیدین والرجلین فی الرقبة فان المفھوم الذات الکاملة ونبیذ التمر وماء العصفر الصالح الصبغ فان اسم الماء المطلق لایطلق علیھماولایسبق الافھام عند اطلاقه الیھمامع ان اصحاب تلك العوارض ایضا لیست ذاتھاالامافھم من الاطلاق وعدم انفھام العوارض مشترك فی کل عارض فلابد من الفرق ولم ارمن حام حول ھذا۔	لازم نہیں آتا کہ یہ لوگ مطلق انسان کے زمرے سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی ذات وہی ہے جو لفظ انسان سے مفہوم ہے اور ان کو کوئی ایسا مانع درپیش نہیں کہ یہ لوگ اس مفہوم میں داخل نہ ہوں جو لفظ انسان سنتے ہیں ذہن میں آجاتا ہے،اور اگر عوارض مطلقًا دخول سے مانع ہوتے، کیونکہ یہ مطلق سے سمجھے نہیں جاتے ہیں تو مطلق کے تحت اس کے افراد میں سے کوئی شیئ داخل نہ ہوتی کیونکہ ہر ایک فرد کیلئے تشخص ہے جس کی طرف مطلق نام کے ذکر کرنے سے ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ مطلقِ ماء اور ماء مطلق کے درمیان مساواۃ ہے لیکن وہاں ایسے عوارض موجود ہیں جو ان کے ذوات کو مطلق شی کے تحت داخل ہونے سے مانع ہیں،اور ان میں کہا جاتا ہے کہ مطلق اسم اُن کو شامل نہیں ہے کیونکہ ذہن ان کی طرف تیزی سے منتقل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ رقبۃ میں مقطوع الیدین والرجلین، کیونکہ مفہوم ذات کاملہ ہے اور نبیذ تمر اور عُصفر کا پانی جو رنگائی کے لائق ہو کیونکہ ماءِ مطلق ان دونوں پر نہیں بولا جاتا ہے اور اطلاق کے وقت ذہن ان دونوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ان عوارض والے ان کی ذات نہیں ہیں، مگر وہ جو اطلاق کے وقت مفہوم ہو اور عوارض کا مفہوم نہ ہونا ہر عارض میں مشترک ہے،تو فرق ہونا ضروری ہے، مگر میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ فرق بتایا ہو۔(ت)
فاقول: علی مابی من قلة البضاعة*	پھر میں علمی بے بضاعتی کے باوجود **کہتا ہوں**

وقصور الصناعة* مستعينا بربي ثم بصاحب الشفاعة* صلى الله تعالٰى عليه واٰله وسلم توضع الاسماء بازاء الحقائق وتمايز الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا كان بعض الاوصاف تجري مجرى الاجزاء كالاطراف في الحيوان والاغصان في الاشجار لان بفواتها فوات منافع الذات والشيئ اذا خلا عن مقصوده بطل فيتطرق به التغير الى الذوات المدلول عليها عرفا بالاسماء ومعلوم ان المركب من الشيئ وغيره غيره ان العرف بل والشرع واللغة جميعا تلاحظ الغلبة فاذا كان الممازج اكثر قدرا من الشيئ كان المركب احق باسم الممازج من اسم الشيئ وان تساويا تساقطا فلم يكن المركب مفهوما من اطلاق اسم شيئ منهما لان وضع الاسمين بازاء كل بحياله لا بازاء الكل مجموعا نعم ان كان اقل لم يعتبر الا ان تحدث بامتزاجه حقيقة عرفية مركبة ممتازة مقصودة لمقاصد منحازة فيصير المركب ذاتا اخرى عرفا لاختلاف المقاصد فلا يبقى داخلا تحت المفهوم عرفا من الاطلاق فثبت ان عـــه المتفاهم

اسماء کی وضع حقائق کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور حقائق میں امتیاز مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس لئے بعض اوصاف اجزاء کے قائم مقام ہوتے ہیں جیسے حیوانات کے اعضاء اور درختوں کی ٹہنیاں کیونکہ ان چیزوں کے خاتمہ سے ذات کی منفعتیں بھی ختم ہوجاتی ہیں، اور جب کسی چیز کا مقصود ہی فوت ہوجائے تو وہ چیز باطل ہوجاتی ہے اور اس طرح ذات بھی متغیر ہوجاتی ہے جس پر اسماء کے ذریعہ عرفاً دلالت کی جاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو چیز کسی چیز اور اُس کے غیر سے مرکب ہوتی ہے وہ اس کا غیر ہوتی ہے، لیکن عرف، شریعت اور لغۃ سب ہی میں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے تو جب ملنے والی چیز اصلی شَے سے مقدار میں زیادہ ہو تو مرکب پر وہ نام پڑنا چاہئے جو اس ملنے والی اکثر شَے کا ہے نہ کہ اصل شے کا اور اگر دونوں میں برابری ہو تو تساقط ہوگا تو ان میں سے جب کسی شَے کا اطلاق ہوگا تو مرکب مفہوم نہ ہوگا کیونکہ نام تو ہر ایک کے مقابل مستقلاً ہے، مجموعہ کے مقابل نہیں، ہاں اگر وہ کم ہو تو معتبر نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ملنے سے ایک نئی حقیقت عرفیہ وجود میں آجائے جو مرکب اور ممتاز ہو، اور خاص مقاصد کیلئے ہو تو مرکب عرفاً ایک نئی ذات ہوگا، اس لئے کہ مقاصد مختلف ہوگئے، تو وہ اطلاق سے عرفاً مفہوم کے تحت داخل نہ ہوگا، پس ثابت ہوا کہ لفظ کے اطلاق

عــه **اقول** وبهذا (۱) ولله الحمد ظهر

میں کہتا ہوں اس سے فقہائے کے اس قول کے معنی (باقی برصفحہ آئندہ)

من اطلاق اللفظ هی الذات الموضوع لها من دون نقص ولازیادۃ یغیرانها فکل عارض لایعتری بها المعروض تغیر فی ذاته وان کان هناك نقص اوزیادۃ فی امرخارج فهو لایمنع المعروض من الدخول تحت الشیئ المطلق والامنع وبه علم ان بطلان	سے وہی ذات مراد ہوتی ہے جس کے لئے لفظ وضع کیا گیا ہو، اس میں نہ تو کوئی کمی نہ زیادتی، جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر آتا ہو، توہر وہ عارض جس کی وجہ سے ذات میں کوئی تغیر نہ ہو خواہ کسی خارجی امر میں کمی بیشی ہو تو یہ چیز معروض کے مطلق شیئ کے تحت آنے میں منخل نہ ہوگی ورنہ مانع ہوگی۔اسی سے یہ بھی معلوم ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

معنی قولهم المطلق ینصرف الی الفرد الکامل وقولهم المطلق ینصرف الی الادنی وتبین انه لاخلاف بینهما فالمطلق ینصرف فی الطلب الی ادنی مایطلق علیه سواء کان مطلوب الفعل اذیکفی لبراءۃ الذمة اوالترك اذ الممنوع جنسه فلایجوز شیئ منه لکن ینصرف الی فرد کامل فی الذات لم یعرضه مایجعله ناقصافی ذاته بالمعنی المذکور لعدم انفهامه ح من المطلق فالمنصرف الیه ادنی ماکمل فیه الذات هذا هو التحقیق الانیق اما ما قال الشامی ان انصراف المطلق الی الفرد الکامل یذکر فی مقام الاعتذار فمحله اذاحمل المطلق علی کامل فی وصف اٰخر وراء الکمال فی الذات اتقنه فانه علم نفیس وبالله التوفیق ۱۲منه غفرله حفظه ربه تعالٰی۔(م)

واضح ہوگئے کہ مطلق سے مراد فرد کامل ہوتا ہے، نیز یہ کہ مطلق کو ادنٰی کی طرف پھیرا جاتا ہے اور یہ کہ دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ طلب میں مطلق سے ادنٰی مراد ہوتا ہے، عام ازیں کہ مطلوب فعل ہو کہ وہ برات ذمہ کیلئے کافی ہوتا ہے یا ترک ہو کر ممنوع اس کی جنس ہوتی ہے تو اس میں سے کچھ بھی جائز نہیں ہوتا ہے لیکن فرد کامل فی الذات مراد ہوتا ہے، اس میں کوئی چیز ایسی نہ ہونی چاہئے جو اس کی ذات میں مذکور معنی کے اعتبار سے موجب نقص ہو کیونکہ اس صورت میں وہ مطلق سے مفہوم نہ ہوگا، تو جس کی طرف پھیرا جاتا ہے وہ ادنٰی ہے اس چیز کا جس میں ذات مکمل ہوئی ہو یہ تحقیق انیق ہے، اور شامی نے جو کہا ہے کہ مطلق کا فرد کامل کی طرف پھرنا مقامِ اعتذار میں ذکر کیا جائیگا تو اس کا محل یہ ہے کہ مطلق جب کسی ایسے امر پر محمول ہو جو کسی دوسرے وصف میں کامل ہو ذات کے علاوہ۔اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ نفیس علم ہے ۱۲منہ غفرلہ حفظہ رب تعالٰی۔(ت)

الحقیقة فی المرکب مع المساوی والغالب لغة وعرفاوشرعامطلقاومع القلیل المذکورعرفامع بقاء الحقیقة اللغویة ولذا کان المقید قسما من مطلق الماء وفی جهة النقص قدتبطل مطلقااذاکان ذلك الوصف جاریامجری الرکن فی الوضع اللغوی ایضاکالسیلان للماء وقد تبقی لغة وتبطل عرفااعنی عن المتفاهم العرفی عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت المقاصد العرفیة کالرقبة علی الاقطع فانها حقیقة فیه لغة ولایفهم منهاعرفااذاعلمت هذا فالنقص فی الماء بزوال سیلانه اورقته فالثخین لایسمی ماء فضلا عن الجمد والزیادة باختلاطه باکثر منه قدرااومساواوبمایصیر به مرکبامتازا منحازابالغرض کالمنقوع فیهالتمراذاصارنبیذا والمطبوخ فیه اللحم اذاصارمرقا والمحلول فیه الزعفران اذاصار صبغاوالمخلوط فیه اللبن اذاصارضیاحافعن هذا تتشعب(۱)الفروع جمیعاعلی مذهب قاضی الشرق والغرب الصحیح المصحح کما تقدم عن الهدایة والخانیة ولاشك ان فی هذه الوجوه الاربعة تبدل الذات حقیقة اوعرفاومحمد زادخامساوهوماشبه المائع الممازج له بحیث یکاد یحسبه الذی

کہ حقیقت کا مرکب میں باطل ہونا مساوی اور غالب کے ساتھ ہے لغۃً، عرفاً اور شرعاً، مطلقاً، اور قلیل مذکور کے ساتھ عرفاً مع حقیقت لغویہ کے باقی رہنے کے اس لئے مقید، مطلق ماء کی قسم ہوتا ہے، اور نقص کی جہت میں کبھی حقیقۃً مطلقاً باطل ہوجاتی ہے جبکہ وصف وضع لغوی اعتبار سے بھی رکن کے قائم مقام ہو جیسے پانی کیلئے سیلان، اور کبھی حقیقۃً لغۃً تو باقی رہتی ہے اور عرفاً باطل ہوجاتی ہے، یعنی نام کو بولے جانے کے وقت عرف کے فہم میں نہیں آتی، اور یہ اُسی وقت ہوتا ہے جب مقاصد عرفیہ بدل جائیں جیسے "رقبۃ" اقطع پر کیونکہ یہ اس میں حقیقۃً ہے لغۃً لیکن عرفاً اس سے نہیں سمجھا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو پانی میں نقص کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا سیلان یا اس کی رقت ختم ہوجائے تو گاڑھے کو پانی نہیں کہیں گے چہ جائیکہ جمد کو، اور اس میں زیادتی کی صورت یہ ہوگی کہ وہ کسی ایسی چیز میں مخلوط ہوجائے جو مقدار میں اُس سے زیادہ یا اس کے برابر ہو یا اُس چیز سے جس سے مرکب ہو کر وہ ممتاز ہوجائے اور مقصد کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوجائے، جیسے وہ پانی جس میں کھجوریں بھگوئی جائیں تو وہ نبیذ بن جائے، اور جس میں گوشت پکایا جائے اور وہ شوربہ ہوجائے، اور جس میں زعفران ملایا جائے اور وہ رنگ بن جائے اور جس کو دودھ میں ملایا جائے یہاں تک کہ وہ لسّی ہوجائے، اسی اصل پر قاضی شرق وغرب کے مذہب پر تمام فروع متفرع ہوتی ہیں، جیسا کہ ہدایہ اور خانیہ سے گزرا، اور اس میں شک

لایعلم حالہ ذلك المائع ویظن انہ لیس بماء فمثل ھذالایدخل عندہ فی المتفاھم من مطلق الماء فمناط المنع عند ابی یوسف صیر ورتہ غیر الماء ولوظناوبالجملۃ یرتاب فی کونہ ماء وعلیہ بناء ضابطۃ الامامین الاسبیجابی وملك العلماء رحمھما اللہ تعالٰی وھی التی قابلناھا بالضابطۃ الزیلعیۃ وبینا فی القسمین الاولین ماا تفقتا فیہ علی الجواز اوالمنع وفی الثالث مااختلفتا فیہ وسیأتی بیان کل ذلك ان شاء اللہ الکریم الوھاب۔

فان قلت: علی ماقررت یلزم خروج الماء المتنجس والمستعمل من الماء المطلق فان من اعظم مقاصد الماء حصول التطھیر بہ قال اللہ تعالٰی وینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہ وقد سقط ھذا منھما فیزاد فی جانب النقص علی زوال السیلان والرقۃ زوال صفۃ الطھوریۃ

اقول:(۱)الحقائق الشرعیۃ للمقاصد الشرعیۃ فبفواتھاتفوت کالصوم والصلاۃ اما الماء

نہیں کہ ان چاروں صورتوں میں ذات حقیقۃ یا عرفاً تبدیل ہوجاتی ہے،اور امام محمد نے ایک پانچویں صورت کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ،وہ پانی ہے جو اس سیال شَے سے مشابہ ہو جو اس میں ملائی گئی ہے،اور وہ ایسا ہوجائے کہ ناواقف حال اس کو وہی شیئ سمجھے پانی نہ سمجھے،اس قسم کی چیز ان کے نزدیک مطلق ماء کے مفہوم میں داخل نہیں،توابویوسف کے نزدیک منع کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ پانی کا غیر ہوجائے خواہ عرفاً ہی۔اور امام محمد کے نزدیک اس پر ہے کہ اس کو استعمال کرنے والا پانی کے علاوہ کوئی اور مائع سمجھنے لگے خواہ صرف گمان ہی ہو۔خلاصہ یہ کہ وہ اس کے پانی ہونے میں شک کرے،اور اسی پر ضابطہ مبنی ہے،یہ ضابطہ امام اسبیجابی اور ملک العلماء نے بیان کیا ہے،یہی وہی ضابطہ ہے جس کا مقابلہ ہم نے ضابطہ زیلعیہ سے کیا ہے اور پہلی دو قسموں میں بیان کیا ہے کہ ان کا اتفاق جواز اور منع میں ہے اور تیسرے میں وہ جس میں ان کا اختلاف ہے اس کا بیان اِن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔**اگر یہ اعتراض کیا جائے** کہ اس بناپر ناپاک اور مستعمل پانی کا ماء مطلق سے خارج ہونا لازم آتا ہے،کیونکہ پانی کا سب سے بڑا مقصد پاکی کا حصول ہے فرمانِ الٰہی ہے "وہ تم پر آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے تاکہ اس سے تم کو پاک کرے" اور یہ وصف اُن دونوں پانیوں سے ختم ہوگیا،تو جانب نقص میں زوالِ سیلان ورقت پر صفتِ طہوریۃ کے زوال کا اضافہ کیا جائیگا۔میں کہتا ہوں حقائقِ شرعیہ مقاصد شرعیہ کیلئے ہوتے ہیں،توجب مقاصد شرعیہ فوت ہوجائیں

فحقیقة عینیة والمعتبر فی بقائها المقاصد العرفیة الاتری ان اعظم المقصود من الانسان العبادة قال تعالٰی وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون وقد فاتت الکافر اذلیس اھلالها ومع ذلك لم یخرج من المتفاھم باطلاق الانسان قال تعالٰی ان الانسان لفی خسر الاالذین اٰمنو اوقال تعالٰی قتل الانسان مآا کفرہ۔	تو حقائق بھی فوت ہوجاتے ہیں، جیسا کہ روزہ اور نماز اور پانی حقیقتِ عینیہ ہے اور اسی کی بقاء میں مقاصد عرفیہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ انسان کا بڑا مقصود عبادت ہے فرمانِ الٰہی ہے "اور میں نے انس وجن کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے" اور یہ چیزیں کافر میں نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ عبادت کا اہل نہیں، اس کے باوجود جب لفظ انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے تو مفہوم انسان سے خارج نہیں ہوتا ہے فرمانِ الٰہی ہے "بلاشبہ انسان خسارے میں ہے سوائے ایمان والوں کے"۔ فرمانِ الٰہی ہے "لعنت ہو انسان پر کتنا ناشکرا ہے۔ (ت)

بالجملہ تحقیق (۱) فقیر غفرلہ، میں مائے مطلق کی تعریف عــہ یہ ہے کہ وہ پانی کہ اپنی رقتِ طبعی پر باقی ہے اور اس کے ساتھ کوئی ایسی شے مخلوط وممتزج نہیں جو اُس سے مقدار میں زائد یا مساوی ہے نہ ایسی جو اُس کے ساتھ مل کر مجموع ایک دوسری شے کسی جُدا مقصد کے لئے کہلائے ان تمام مباحث بلالکہ فہیم کیلئے جملہ فروع مذکورہ وغیر مذکورہ کو ان دوبیت میں منضبط کریں ؎

مطلق آبے ست کہ بر رقتِ طبعی خود ست ۔۔۔ نہ دروممزج دگر چیز مساوی یا بیش

نہ بخلطے کہ بترکیب کُند چیز دگر ۔۔۔ کہ بود ز آب جُدا در لقب ومقصد خویش

عــہ: منح وسید کی تعریفیں کہ حاشیہ پر گزریں ۱۳ و ۱۴ تھیں اور یہ تعریف رضوی بحمدہ تعالٰی **پانزدھم**

ثم وجدت عن المجتبی تعریفاًاٰخر ذکرہ عنه فی انجاس البحران الماء المقید مااستخرج بعلاج کماء الصابون والحرض والزعفران والاشجار والاثمار والباقلاء اھ فالمطلق خلافه **اقول:** (۲) لیس بشیئ ویوافقه اول الاقوال الاٰتیة فی الاضافات وسیاتی ردہ ثمه ۱۲ منه غفرله۔ (م)	پھر میں نے مجتبٰی سے ایک اور تعریف بحر کے انجاس میں دیکھی کہ مقید پانی وہ ہے جو کسی عمل کے ذریعہ نکالا جائے، جیسے صابون کا پانی اور حرض، زعفران، درختوں، پھلوں اور باقلی کا پانی اھ اور مطلق اس کے خلاف ہے، میں کہتا ہوں یہ کچھ بھی نہیں، اس کی موافقت اضافات میں وارد شدہ پہلے قول سے ہوتی ہے، اس کی تردید وہاں ہوگی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وباﷲ التوفیق* وله الحمد علی اراءۃ الطریق* وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی الحبیب الرفیق* واٰله وصحبه اولی التحقیق وسائر من دانه بالایمان والتصدیق* اٰمین* والحمد ﷲ رب العٰلمین۔

اضافات (ا) بہت چیزوں پر پانی کا نام کسی شَے کی طرف مضاف کرکے بولا جاتا ہے اُن میں بعض تو جنسِ آب سے خارج ہیں اور اطلاق آب محض بطور تشبیہ جیسے آبِ زر آبِ کافور اور جو حقیقۃً پانی ہیں ان میں کچھ مائے مطلق ہیں جیسے آبِ باراں آب دریا اور کچھ مائے مقید جیسے ماء العسل ماء الشعیر اول کو اضافت تعریف کہتے ہیں اور دوم کو اضافتِ تقیید۔ علماء نے ان میں چند طرح فرق فرمایا:

اوّل جو پانی کسی شے سے بذریعہ تدبیر نکالا جائے اُس کی طرف پانی کی اضافتِ تقیید ہوگی ورنہ اضافتِ تعریف، عنایہ وبنایہ میں ہے:

اضافته الی الزعفران للتعریف لاللتقیید الفرق بینهماان المضاف ان لم یکن خارجا عن المضاف الیه بالعلاج فالاضافة للتعریف وانکان خارجامنه فللتقیید کماء الورد [1] اھ **اقول:** ان(۲)کان المراد حدوثه بالتدبیر کما هو فی ماء الوردو سائر المستقطرات ورد ماء النارجیل وماء الجبحب وماء النخل الهندی المسمی تارفانهاموجودة وانما التدبیر لاخراجهاکالفصد لاخراج الدم وان ارید ظهوره به فان لم یرد ماء البئر لان ظهوره من الارض بالتدبیر بحفر البئر لامن المضاف الیه ورد ماء العسل فان الماء	پانی کی اضافت زعفران کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقیید کیلئے، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ سے عمل کے ذریعہ نہ نکالا گیا ہو تو اضافت تعریف کیلئے ہے اور اگر تدبیر سے خارج ہو تو تقید کیلئے ہے جیسے گلاب کا پانی اھ میں کہتا ہوں اگر ان کی مراد اس کا حدوث ہے تدبیر سے جیسے گلاب کے پانی میں یا دوسرے اُن پانیوں میں ہے جو نچوڑ کر نکالے جاتے ہیں تو ناریل کا پانی، تربوز کا پانی، تاڑی کا پانی، اس کے علاوہ ہیں کہ یہ پانی سے ہی موجود ہوتے ہیں تدبیر صرف ان کے نکالنے کیلئے کی جاتی ہے جیسے خون نکالنے کیلئے فصد کھلوائی جاتی ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ اس کا اس کے ذریعہ ظہور ہو، پس اگر کنویں کے پانی سے اعتراض نہ ہو کہ اس کا ظہور بھی زمین کے کھودے

[1] العنایۃ مع الفتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضو نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳

فان الماء ظاھر بنفسه انما التدبیر فی امتزاجه طبخا بالعسل فانارید [عہ] ماء العسل من حیث ھو ماء العسل فحدوثه بالتدبیر لامجرد ظھورہ۔	سے ہوتا ہے مضاف الیہ سے نہیں ہوتا تو شہد کے پانی کے ذریعہ اعتراض وارد ہوگا، کیونکہ پانی بنفسہ ظاہر ہے تدبیر تو اس کو شہد میں ملا کر پکانے سے ہوتی ہے اور اگر شہد کا پانی من حیث ھو مراد ہو تو اس کا حدوث تدبیر سے ہوگا نہ کہ محض ظہور سے۔ (ت)

دوم جہاں ماہیت مضاف کامل ہو اضافت تعریف کیلئے ہے جیسے نماز فجر اور قاصر ہو تو تقیید کیلئے جیسے نمازِ جنازہ کہ رکوع و سجود وقراءت و قعود نہیں رکھتی، کفایہ و مجمع الانہر میں ہے:

علامة اضافة التقیید قصور الماھیة فی المضاف کأن قصورھا قیدہ کیلا یدخل تحت المطلق مثاله(۱) حلف لا یصلی فصلی الظھر یحنث لانھا صلاة مطلقة واضافتھا الی الظھر التعریف ولایحنث بصلاة الجنازة لانھا لیست بصلاة مطلقة واضافتھا الیھا للتقیید [1]۔	تقیید کی اضافت کی علامت مضاف میں ماہیت کا ناقص ہونا ہے، گویا اس کا ناقص ہونا اس کی قید ہے تاکہ مطلق کے تحت داخل نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے حلف اٹھایا کہ وہ نماز نہ پڑھے گا پھر اس نے ظہر کی نماز پڑھی تو حانث ہوجائیگا کہ وہ مطلق نماز ہے اور اس کی اضافت ظہر کی طرف تعریف کیلئے ہے اور نماز جنازہ پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ مطلق نماز نہیں ہے اور اس کی اضافت جنازہ کی طرف تقیید کیلئے ہے۔ (ت)

اسی طرح شلبیہ علی الزیلعی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے نیز اُسی میں مشکلات امام خواہر زادہ

عـــہ: ھذا ھو مفاد کلام الامام العینی اذجعل ماء الباقلی خارجا بالتدبیر والا فالماء لاحدث به ولاظھر بل کان موجودا ظاھرا من قبل انما حدث الممزوج من حیث ھو ممزوج فتعین فی کلامه الشق الاول ۱۲ منه غفرله۔ (م)	یہ عینی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے، انہوں نے باقلی کے پانی کو تدبیر سے خارج ہونے والا پانی قرار دیا ہے ورنہ تو پانی میں نہ کوئی حدوث ہے اور نہ ظہور، بلکہ وہ موجود وظاہر پہلے تھا البتہ ممزوج من حیث الممزوج بعد میں پیدا ہوا، تو ان کے کلام میں شق اول متعین ہوگئی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] شلبیہ علی التبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۱

سے ہے:

کل ماکانت الماھیة فیه کاملة فالاضافة فیه للتعریف وماکانت ناقصة فالاضافة للتقیید نظیر الاول ماء السماء وماء البحر وصلاة الکسوف ونظیر الثانی ماء الباقلاء وصلاة الجنازة[1] اھ **اقول**: (۱) قصور الماھیة انما ھو فی ماء الباقلا ونحوہ عما ثخن وزالت رقته اما فی المتغیر بالزیادة کالانبذة والمذق فتبدلت لانقصت الا ان یراد بالقصور والنقص مایعم الانتفاء مجازا (۲) تقول العرب قل ای عدم کما فی نسیم الریاض۔	ہر وہ چیز جس میں ماہیت کامل ہو تو اس میں اضافت تعریف کیلئے ہے اور جس میں ماہیت ناقص ہو تو اس میں اضافت تقیید کیلئے ہے پہلے کی نظیر ماء السماء اور ماء البحر اور صلٰوۃ الکسوف ہے اور دوسری کی مثال ماء الباقلی اور صلاۃ الجنازہ ہے اھ **میں کہتا ہوں** ماہیت کا ناقص ہونا ماء الباقلی میں ہے یا اس قسم کے اور پانیوں میں جو گاڑھے پڑگئے ہوں اور اُن میں سے رقت ختم ہوگئی ہو لیکن وہ پانی جو کسی زیادتی کے باعث متغیر ہوگئے ہوں جیسے نبیذ ومذق تو یہ تبدیل ہوئے ہیں کم نہیں ہوئے۔ہاں اگر قصور و نقص سے مراد وہ ہو جو انتفاء کو عام ہو مجازًا، عرب کے لوگ کہتے ہیں قَلَّ یعنی معدوم ہوگیا، نسیم الریاض میں ایسا ہی ہے۔(ت)

سوم: جسے بے حاجت ذکر قید پانی کہہ سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہے اور جہاں پانی کہنے میں ذکر قید ضروری ہو تقیید کی، مراقی الفلاح میں ہے:

الفرق بین الاضافتین صحة اطلاق الماء علی الاول دون الثانی اذلا یصح ان یقال لماء الورد ھذا ماء من غیر قید بالورد بخلاف ماء البئر لصحة اطلاقه فیه۔[2]	دونوں اضافتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی پر پانی کااطلاق صحیح ہے دوسری پر نہیں ہے کیونکہ گلاب کے پانی کو ھٰذا ماءٌ کہنا صحیح نہیں، اس میں وردٌ کی قید لگانا ضروری ہے، ہاں کنویں کے پانی کو ھذا ماءٌ کہہ سکتے ہیں۔(ت)

بحر میں ہے:

ماء البحر الاضافة فیه للتعریف بخلاف الماء المقید فان القید لازم له لایجوز	ماء البحر اس میں اضافت تعریف کے لئے ہے بخلاف مقید پانی کے، کیونکہ قید اس کو لازم ہے

---

[1] شلبیة علی التبیین الحقائق کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۲۱/۱

[2] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ مطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۳

اطلاق الماء علیہ بدون القید کماء الورد[1] اھ **اقول:** ھذا ھو السابع فی تعریفات المطلق والکلام الکلام فیقال ماء الورد لیس ماء حقیقة فعلی التحقیق لیس من المقید اما المقید کماء الزعفران الصالح للصبغ فماء قطعا ویصح ان یقال ھذا ماء لان صحة حمل المقسم علی القسم من الضروریات نعم لایفھم من اطلاق قولنا الماء وھذا شیئ غیر الحمل ولایصح ارادة حمل الماء المطلق فیرجع الی ان المقید یحمل علیہ الماء المطلق مع ذکر القید وھذا جمع بین النقیضین والجواب مامر۔	اس پر پانی کا اطلاق بلاذکر قید جائز نہیں جیسے گلاب کا پانی اھ۔(ت) **میں کہتا ہوں** یہ مطلق کی ساتویں تعریف ہے اور اس پر وہی گفتگو ہے جو گزری، کہا جاتا ہے گلاب کا پانی، حالانکہ درحقیقت یہ پانی نہیں ہے تو تحقیقی طور پر یہ مقید نہیں مقید جیسے ماء الزعفران جو رنگنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ قطعًا پانی ہے اور اس کو **ھذا ماءٌ** کہہ سکتے ہیں کیونکہ مقسم کا قسم پر محمول ہونا بدیہیات میں سے ہے، ہاں جب ہم **الماء** اور **ھذا** کہتے ہیں تو اس سے سوائے حمل کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور ماء مطلق کے حمل کا ارادہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقید پر **الماء المطلق** محمول ہوگا اور قید بھی ذکر کی جائے گی اور یہ جمع بین النقیضین ہے اور جواب وہ ہے جو گزرا۔(ت)

چہارم جس سے پانی کی نفی کرسکیں یعنی کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقیید کی ہے ورنہ تعریف کی، تبیین میں ہے:

اضافتہ الی الزعفران ونحوہ للتعریف کاضافتہ الی البئر بخلاف ماء البطیخ ونحوہ حیث تکون اضافتہ للتقیید ولھذا ینفی اسم الماء عنہ ولایجوز نفیہ عن الاول[2] اھ **اقول:** ھذا ھو ثامن تعریفات المطلق	اس کی اضافت زعفران وغیرہ کی طرف تعریف کیلئے ہے جیسے پانی کی اضافت کنویں کی طرف، بخلاف ماء البطیخ وغیرہ کے، وہاں اضافت تقیید کیلئے ہے، اس لئے پانی کا نام اُس سے منفی کیا جاتا ہے اور اس کی نفی اول سے جائز نہیں اھ(ت) **میں کہتا ہوں** یہ مطلق کی آٹھویں تعریف ہے

[1] بحرالرائق کتاب الطہارت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۱

والبحث البحث فیقال ان القسم لایصح نفی المقسم عنه حقیقة ابداوان ارید نفی الماء المطلق مع بعده عن ظاهر العبارة یرجع الی ان اضافة التقیید فی الماء المقید وهذا لایجدی شبه الحمل الاولی والجواب مامر۔	اور اس میں جو بحث ہے وہ بحث ہے اس میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قسم سے مقسم کی نفی صحیح نہیں حقیقۃً، اور اگر ماءِ مطلق کی نفی کا ارادہ کیا جائے، حالانکہ بظاہر عبارۃ سے یہ بعید ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اضافتِ تقیید ماءِ مقید میں ہے، اور یہ پہلے حمل کی طرح غیر مفید ہے اور جواب وہ ہے جو گزرا۔ (ت)

پنجم: جہاں امور خارجہ عن الذات مثل محل یا صفت یا مجاور کی طرف اضافت ہو تعریف ذات اُس کی محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف ہے غنیہ میں ہے:

مایسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی التقیید فی تعریف ذاته فاضافته الی محل کماء البئر اوصفته کماء المد ا ومجاوره کماء الزعفران لیست بقید[1]۔	وہ جس کو عرف میں پانی کہا جاتا ہے جس کی ذات کی تعریف میں تقیید کی ضرورت نہیں، تو اس کی اضافت اس کے محل کی طرف ہے جیسے ماء البئر یا اس کی صفت کی طرف ہے جیسے ماء المد یا اس کے مجاور کی طرف ہے جیسے ماء الزعفران یہ قید نہیں ہے۔ (ت)

ششم: جہاں ماہیت بے قید نہ پہچانی جائے اضافت تقیید ہے ولہذا اُس پر بلاقید لفظ آب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر قید اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریف ہے، حلیہ میں ہے:

المقید لاتعرف ذاته الابالقید ولهذا کانت الاضافة لازمة فلایسوغ تسمیته ماء علی الاطلاق بخلاف اضافة الماء المطلق الی نحو البئر والعین فانها اضافة الی مامنه بدفهی عارضة لافادة عارض من عوارضه وهو بیان محله الکائن فیه اوالخارج منه الذی یمکن الاستغناء عن ذکره فی صحة اطلاق لفظ الماء علیه و	مقید کی ذات کی معرفت بلاقید نہیں ہوتی ہے اس لئے اضافت لازم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو مطلق پانی کہنا جائز نہیں، بخلاف ماء مطلق کی اضافت کے کنویں اور چشمے کی طرف، کیونکہ یہ ایسی چیز کی طرف اضافت ہے جو ضروری نہیں، تو یہ عارضی ہے، کیونکہ یہ اُس کے عوارض میں سے کسی ایک عرض کا فائدہ دے رہی ہے، اور یہ اس کے محل کا بیان ہے جس میں کہ وہ ہے یا جس سے وہ خارج ہو کہ اس کے ذکر سے استغنا ممکن

[1] غنیۃ المستملی، فصل فی بیان احکام المیاہ، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۸

لهذا ساغ ان يطلق القائل عليه ماء اطلاقا حيقيقيا من غير تقييد بالبئر ونحوها وقد ظهر من هذا التقييد انه لم يمنع اندراج المقيد به تحت الماء المطلق بخلاف الاول[1] اھ۔	ہو اور اس پر صرف ماء کا اطلاق صحیح ہو، اس لئے اس پر ماء کا اطلاق حقیقی بئر وغیرہ کی قید کے بغیر بھی جائز ہے، اس تقیید سے ظاہر ہوا کہ جو اس قید کے ساتھ مقید ہو اس کا ماءِ مطلق میں داخل ہونا ممنوع نہیں بخلاف اول کے اھ (ت)
اقول: اقتصر لغنية على الثانى من تعريفات المطلق وجمع الحلية بينه وبين السابع فمشى على الثانى فى تحديد اضافة التقييد وعلى السابع فى تعريف اضافة التعريف ولا غزو فالامر قريب۔	**میں کہتا ہوں** غنیہ نے مطلق کی دوسری تعریف پر اکتفا کیا ہے اور حلیہ نے اس کو اور ساتویں کو جمع کیا ہے، اور اضافتِ تقیید کی تعریف میں انہوں نے دوسری کو ملحوظ رکھا ہے اور اضافتِ تعریف میں ساتویں کو، مگر یہ قریب قریب درست ہے۔ (ت)

ہفتم عـہ جس کی ماہیت بے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آب لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقیید کی۔ شلبیہ علی الزیلعی میں امام حافظ الدین کی مستصفٰی سے ہے:

فان قيل مثل هذه الاضافة يعنى ماء الباقلاء واشباهه موجود فيما ذكرت من المياه المطلقة لانه يقال ماء الوادى وماء العين قلنا اضافته الى الوادى والعين اضافة تعريف لاتقييد لانه تتعرف ماهيته	اگر کہا جائے کہ اس جیسی اضافت یعنی ماء الباقلی وغیرہ کی مذکورہ مطلق پانیوں میں بھی موجود ہے، اس لئے کہ ماء الوادی اور ماء العین کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں پانی کی اضافت وادی اور عین کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقیید کیلئے، کیونکہ ان کی ماہیت کو

عـہ **اقول:** هذه سبع عبارات الثلاث الأخرى منها متقاربة المعنى بل متحدة المآل مختلفة المبنى والثالثة والرابعة تعريفان بما يستلزم هذا المعنى والنقص و القصور فى الاوليين والله تعالٰى اعلم ۱۲ منه غفرله۔ (م)	**میں کہتا ہوں** یہ سات عبارتیں ہیں ان میں سے آخری تین معنوی اعتبار سے قریب ہیں بلکہ انجام کے اعتبار سے متحد ہیں، عبارت میں مختلف ہیں، تیسری اور چوتھی تعریفیں اُس چیز کے ساتھ ہیں جو اس معنی کو مستلزم ہیں، اور نقص و قصور پہلی دو تعریفوں میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] حلیہ

بدون ھذہ الاضافۃ وتفھم بمطلق قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباھه فانه لاتتعرف ماھیته بدون ذلك القید ولاینصرف الوھم الیه عند الاطلاق ولھذا صح نفی اسم الماء عنه فیقال فلان لم یشرب الماء وان کان شرب الباقلاء اوالمرق ولوکان ماء حقیقۃ لماصح نفیه لان الحقیقۃ لاتسقط عن المسمی ابدا ویکذب نافیھا وھذا کمایقال صلاۃ الجمعۃ ولحم الابل وصلاۃ الجنازۃ(ا) ولحم السمك [1] اھ وقد ذکر نحوہ فی کافیه وجلال الدین فی کفایته والبدر محمود فی بنایته **اقول:** جمع بین الثانی والثانی عشر بل والثامن ارشادا الی تقاربھا ولو اکتفی بالوسط عـــه لکفی وصفا عن

اس قید کے بغیر بھی سمجھا جاسکتا ہے اور **مطلق** لفظ ماء سے سمجھ میں آجاتے ہیں بخلاف باقلی وغیرہ کے پانیوں کے، کیونکہ ان کی ماہیت اس قید کے بغیر سمجھ میں نہیں آتی ہے اور جب مطلق لفظ ماء بولا جاتا ہے تو ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے پانی کے لفظ کی نفی ان پانیوں سے درست ہے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ فلاں نے پانی نہیں پیا، اگرچہ اس نے شوربہ یا باقلی کا پانی پیا ہو، اور اگر یہ حقیقۃ پانی ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔ کیونکہ حقیقت کبھی اپنے مسمّٰی سے ساقط نہیں ہوتی ہے اور جو شخص اس کی نفی کرے اس کی تکذیب کی جاتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ **صلٰوۃ الجمعۃ**، **لحم الابل**، **صلاۃ الجنازۃ** اور **لحم السمك** کہا جاتا ہے اھ اسی قسم کی چیز انہوں نے اپنی کافی میں ذکر کی اور جلال الدین نے کفایہ

عـــه: ثم رأیت الامام العینی کذلك فعل فی البنایۃ اذقال الاضافۃ نوعان اضافۃ تعریف کغلام زید وانه لایغیر المسمی واضافۃ تقیید کماء العنب وانه یغیرہ وانه لایفھم من مطلق اسم الماء اھ **اقول:** استدلال انی والمراد بماء العنب مانقع فیه العنب لانه الماء المقید لامایخرج بعصرہ فانه لیس من الماء اصلا کما قدمنا فی حاشیته ۲۰۷ خلافا

اقول: پھر امام عینی نے بنایہ میں ایسا ہی کیا ہے فرمایا اضافت کی دو قسمیں ہیں ایک اضافت تعریف کیلئے ہے جیسے غلام زید، یہ مسمّٰی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتی ہے اور دوسری اضافت برائے تقیید، جیسے ماء العنب، یہ مسمّٰی کو متغیر کردیتی ہے اور مطلق ماء کے نام سے مفہوم نہیں ہوتا ہے اھ **میں کہتا ہوں** یہ استدلال "اِنّی" ہے اور ماء العنب سے مراد وہ پانی ہے جس میں انگور پڑے ہوئے ہوں کیونکہ یہی ماءِ مقید ہے وہ نہیں جو (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شلبیہ مع تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۲۰

مجال کل جدال۔	میں اور بدر محمود نے بنایہ میں۔ میں کہتا ہوں انہوں نے دوسرے اور بارہ کو یکجا کر دیا ہے بلاالکہ آٹھ کو بھی، تاکہ ان کے قریب ہونے کا پتا چل جائے، اور اگر درمیانی پر اکتفا کر لیتے تو کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔ (ت)

بالجملہ اصح واحسن وہی تعریف اخیر مائے مطلق پر یہاں بھی حوالہ ہے کہ جس کی طرف مطلق آب کہنے سے افہام سبقت کریں اُس کی اضافت اضافتِ تعریف ہے ورنہ اضافتِ تقیید اقول یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے خارج نہ ہو ورنہ اضافتِ تقیید بھی نہیں مجاز ہے جیسے آبِ زر و اللہ تعالٰی اعلم۔

فصل ثالث ضوابط جزئیہ متون وغیرہا

اقول: وباللہ التوفیق اوّل چند مسائل اجماعیہ ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ اُن کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لما اوھم العلامۃ ابن کمال ثم رأیت فی نص الکفایۃ التصریح بما ذھبت الیہ اذقال لایجوز بما اعتصر لانہ لیس بماء حقیقۃ ثم اقول احال الامام العینی امر التعریف والتقیید علی التغیر وعدمہ وعللہ بالانفھام من المطلق وعدمہ وھذا اجلی من التغیر المبھم فکان الاولی الارادۃ علیہ کما فعل قبلہ فی غایۃ البیان اذقال واضافتہ الی البئر للتعریف لاللتقیید اذا یفھم بمطلق قولنا الماء اھ والعجب ان العینی مشی ھھنا علی ھذا الصحیح ثم بعد ورقتین عاد الی الاول الجریح ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

نچوڑنے سے نکلے، کیونکہ وہ تو پانی ہے ہی نہیں، جیسا کہ ہم نے ۲۰۷ کے حاشیہ میں ذکر کیا، یہ علامہ ابن کمال کے وہم کے برخلاف ہے پھر مجھے کفایہ میں یہی تصریح مل گئی، وہ فرماتے ہیں اس پانی سے وضو جائز نہیں جو نچوڑا گیا ہو کیونکہ وہ درحقیقت پانی نہیں ہے۔ پھر میں کہتا ہوں امام عینی نے تعریف وتقیید کا دارومدار تغیر وعدمِ تغیر پر رکھا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ وہ مطلق سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں، اور یہ تغیر مبہم سے زیادہ واضح ہے تو اولٰی یہ ہے کہ اسی پر دارومدار کیا جائے جیسا کہ اس سے قبل غایۃ البیان میں کیا ہے فرمایا اس کی اضافت کنویں کی طرف تعریف کیلئے ہے نہ کہ تقیید کیلئے کیونکہ وہ مطلق المائ سے مفہوم ہوجاتا ہے اھ اور تعجب ہے کہ عینی نے اس صحیح قول کو اختیار کیا، پھر دو ۲ ورق بعد وہ پہلے مجروح قول کی طرف آگئے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(۱) اجماعِ اُمّت ہے کہ پانی کے سوا کسی مائع سے وضو و غسل یعنی ازالہ نجاست حکمیہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) اجماع ہے کہ وہ پانی مائے مطلق ہونا چاہئے مائے مقید سے وضو نہیں ہوسکتا سوائے نبیذ تمر کے کہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتداءً نظر بحدیث اُس سے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمائی اور اُس سے بھی عدم جواز پر اجماع منعقد ہوگیا الا مایذکر من امام عـــہ۱ الشام الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی من التجویز بکل نبیذ ان ثبت عنہ واللہ تعالٰی اعلم (مگر وہ جو امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ ہر نبیذ سے وضو جائز ہے بشرطیکہ یہ روایت ان کی طرف درست منسوب ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

(۳) اجماع ہے کہ غسل بالفتح یعنی کسی عضو کے دھونے میں اُس پر پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہوجانا کافی نہیں کہ وہ مسح ہے اور حضرت عزت عزجلالہ، نے غسل و مسح دو وظیفے جُدا رکھے ہیں الا ما عـــہ۲ حکی عن الامام الثانی رحمہ اللہ وھو مؤول کما تقدم (مگر وہ جو امام یوسف سے منقول ہے وہ مؤول ہے جیسا گزرچکا۔ت) تو پانی کا اپنے سیلان پر باقی رہنا قطعاً لازم۔

عـــہ۱ وقال فی البنایۃ شذ الحسن بن صالح وجوز الوضوء بالخل وماجری مجراہ ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)

بنایہ میں ہے کہ حسن بن صالح نے شذوذ کرتے ہوئے سرکہ اور اس قسم کی دوسری اشیاء سے وضو کو جائز قرار دیا ۱۲ منہ غفرلہ،۔(ت)

عـــہ۲ وقال فی البنایۃ التوضی بالثلج یجوز ان کان ذائبا یتقاطر والا فلا ثم قال وفی مسألۃ الثلج اذا قطر قطرتان فصاعدا جاز اتفاقا والا فعلی قولھما لایجوز وعلی قول ابی یوسف یجوز اھ

اقول: (۱) ماکان ینبغی ان یقال قولہ الموھم خلاف الواقع فانما ھی حکایۃ نادرۃ عنہ وقد قال قبلہ فی البنایۃ السیلان شرط فی ظاھر الروایۃ فلایجوز الوضوء مالم یتقاطر الماء وعن ابی یوسف انہ لیس بشرط اھ ثم الروایۃ مؤولۃ کما علمت

بنایہ میں ہے کہ برف سے وضو جائز ہے بشرطیکہ پگھل کر ٹپک رہا ہو ورنہ نہیں، پھر برف کے مسئلہ میں فرمایا جب اُس سے دو یا زائد قطرے ٹپکیں تو وضو جائز ہے اتفاقاً ورنہ طرفین کے قول پر جائز نہیں ہے اور ابو یوسف کے قول پر جائز ہے اھ

میں کہتا ہوں یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ ان کا وہم پیدا کرنے والا قول خلاف واقع ہے کیونکہ یہ تو ان سے ایک نادر حکایت ہے اور اس سے قبل وہ بنایہ میں فرماچکے ہیں کہ سیلان ظاہر روایت میں شرط ہے تو جب تک پانی کے قطرے نہ ٹپکیں وضو جائز نہیں، اور ابو یوسف سے ہے کہ سیلان (باقی برصفحہ آئندہ)

(۴) اجماع لغت وعرف وشرع ہے کہ دو۲ چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کیلئے ہے وقد قدمناہ عن المحقق علی الاطلاق فی التعریف الخامس للماء المطلق (اور ہم نے محقق علی الاطلاق سے مطلق پانی کی پانچویں تعریف میں اس کو پہلے ذکر کردیا ہے۔ت) تو پانی میں جب اُس کا غیر اُس سے زائد مقدار میں مل جائے بحکمِ اجماع اوّل قابلِ وضو نہ رہے گا۔

(۵) اجماع عقل ونقل ہے کہ تعارض موجب تساقط ہے اور اجتماع حاضر ومبیح میں حاضر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملے گی قابلِ وضو نہ رکھے گی وقد عـہ تقدم فی ۲۶۲ (جیسا کہ ۲۶۲ میں گزر چکا۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثمہ(۱) فلاینبغی ذکرھاالابتاویلھا کیلا یتجرأ جاھل علی مخالفۃ امر اللہ تعالٰی متشبثابھا ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)

شرط نہیں اھ یہ روایت مؤول ہے جیسا آپ نے جانا تو اس کو بلاتاویل ذکر کرنا درست نہیں تاکہ کوئی اس کو دیکھ کر اللہ تعالٰی کے حکم کی مخالفت کی جُرات نہ کر بیٹھے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ تقدم هناك قول الغنية يضم اليه التيمم عند المساواة اھ وماتعقبتها به والاٰن رأيت فی البناية حين ارسل الی نقل هذا الباب منها بعض اصحابی مانصه حكی عن ابی طاهر الدباس انه قال انما اختلف(۲) اجوبة ابی حنيفة رضی اللہ تعالٰی عنه لاختلاف الاسئلة فانه سئل عن(۳) التوضوئ اذا كانت الغلبة للحلاوة قال يتيمم ولا يتوضو وسئل عنه ايضا كان الماء والحلاوة سواء ولم يغلب احدهما علی الاٰخر قال يجمع بينهما وقال السغناقی وعلی هذه الطريقة لايختلف الحكم بين نبيذ التمر وسائر

یہاں غنیہ کا قول گزر چکا ہے کہ اس کے ساتھ مساوات کے وقت تیمّم کو بھی شامل کرلینا چاہئے اھ اور اس پر جو اعتراضات میں نے کئے ہیں وہ بنایہ میں بھی ہیں، میرے ایک دوست نے بنایہ کا یہ حصہ مجھے نقل کرکے بھیجا ہے اس میں ہے ابو طاہر الدباس سے منقول ہے کہ اس سلسلہ میں ابو حنیفہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے اُن سے دریافت کیا گیا کہ مٹھاس کا غلبہ ہو تو کیا کریں تو فرمایا تیمم کرے وضو نہ کرے ان سے دریافت کیا گیا کہ جب پانی مٹھاس برابر ہو تو کیا کریں؟ فرمایا وضو اور تیمم دونوں کریں، سغناقی نے فرمایا اس انداز میں نبیذ تمر اور دوسرے نبیذوں کا حکم مختلف نہ ہوگا، یہ (باقی برصفحہ آیندہ)

(٦) اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ قلیل مستہلک کا خلط مزیل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارض سے نہ ہو، ہدایہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الانبذة وسئل عنه ایضا اذا کانت الغلبة للماء فقال یتوضو به ولا یتیمم اھ۔

اقول: الحلاوة ان لم تبلغ مبلغا تجعله نبیذا کانت مغلوبة وان بلغت فقد غلبت ولا واسطة بینهما وایضا لامعنی التساوی الماء والحلاوة فان التساوی والتفاضل فی کمین متجانسین فوجب ان المراد المساواة فی الاحتمال ای لایغلب علی الظن احدطرفی صیر ورته نبیذا اوبقائه ماء بل یحتملان علی السواء فالحاصل حصول الشك والتردد وبه عبر غیره ففی التبیین والفتح عن خزانة الاکمل وفی الحلیة عنها وعن غیرها قال مشایخنا انما اختلفت اجوبته رضی ا لله تعالٰی عنه لاختلاف المسائل سئل مرة ان کان الماء غالبا قال یتوضو وسئل مرة ان کانت الحلاوة غالبة قال یتیمم ولا یتوضو وسئل مرة اذالم یدر ایهما الغالب قال یجمع بینهما اھ هذا لفظ الفتح وقال بعده وعلی هذایجب التفضیل فی الغسل ان کان النبیذ غالب الحلاوة قریبا من سلب الاسم لایغتسل به اوضده فیغتسل الحاقا بطریق الدلالة

سوال کیا گیا کہ جب پانی کا غلبہ ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا وضو کرلے اور تیمم نہ کرے۔

میں کہتا ہوں کہ مٹھاس اگر اس درجہ نہ ہو کہ پانی کو نبیذ بنادے تو مٹھاس مغلوب سمجھی جائے گی، اور اگر اس درجہ ہو تو غالب ہوگی اور ان دونوں میں کوئی واسطہ نہیں، نیز پانی اور مٹھاس کی مساوات کے کوئی معنٰی نہیں، کیونکہ تساوی اور تفاضل دو ہم جنس کمیتوں میں ہوتے ہیں، تو ضروری ہوا کہ یہ مساواۃ احتمال ہے یعنی اس کا نبیذ ہونا یا پانی رہنا، غالب گمان میں نہیں ہے بلالکہ دونوں چیزوں میں برابر کا احتمال ہے، تو حاصل شک وتردد کا حصول ہے، اور ان کے غیر نے اس کی یہی تعبیر کی ہے۔ تبیین اور فتح میں خزانۃ الاکمل سے اور حلیہ میں خزانہ وغیرہا سے ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کے مختلف ہونے کی وجہ سوالات کا اختلاف ہے۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اگر پانی غالب ہو، تو آپ نے فرمایا وضو کرے اور جب یہ پوچھا کہ اگر مٹھاس غالب ہو، تو جواب میں فرمایا کہ وضو اور تیمّم دونوں کو جمع کرے اھ، یہ فتح کے الفاظ ہیں اور اس پر پھر یہ کہا اس بناپر غُسل میں بھی ضرور تفصیل ہوگی کہ اگر نبیذ میں مٹھاس اتنی غالب ہوجائے کہ پانی کا نام اس پر نہ بولا جائے تو اس سے

میں ہے:

الخلط القلیل لامعتبر به لعدم امکان	پانی میں معمولی ملاوٹ کا اعتبار نہیں کیونکہ مٹّی کے اجزاء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

او متردد افیه یجمع بین الغسل والتیمم اھ۔

اقول:(۱)لاحاجة الی الالحاق مع بقاء الاطلاق اما الذین اختلفوا فی جواز الغسل به فصحح فی المبسوط الجواز وصحح فی المفید عدمه لان الجنابة اغلظ کما ذکرہ فی الفتح بعدہ۔

فاقول: کلامھم فی ماصار نبیذا وھو غیر ھذا التوفیق الانیق وعلیه یضطر القائل بجواز الاغتسال به الی الحاقه بالوضوء دلالة لاقیاسالان الجواز فی نبیذ التمر معدول به عن سنن القیاس وماکان کذا یجوز الالحاق به دلالة لاقیاسا اما علی ھذا التوفیق فلاشك ان الوضوء والغسل سیان فی جوازھما بالماء المطلق فلایجعل احدھما اصلا والاٰخر ملحقا به ھذا ومثله لفظ التبیین والحلیة اذالم یدرایھما الغالب فھذا فی المشکوك دون المخالط المساوی

غسل نہ کیا جائے اور اگر اس کے خلاف ہو کہ مٹھاس مغلوب ہو اور اس کو پانی کہا جائے تو غسل کرے کیونکہ دلالت کے طور پر غسل کا حکم وضو سے ملحق قرار پائے گا اور اگر نبیذ میں غلبہ کے بارے میں تردّد ہو تو غسل اور تیمّم کو جمع کرے اھ (ت)

میں کہتا ہوں کہ اطلاق کی موجودگی میں الحاق کی ضرورت نہیں، نبیذ سے غسل کے جواز کے بارے میں اختلاف کرنے والوں نے جیسا کہ مبسوط میں جواز کی صحت کی ہے اور مفید میں عدمِ جواز کو صحیح کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت زیادہ غلیظ ہے جیسا کہ بعد میں اسے فتح میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

پس میں کہتا ہوں کہ ان کا کلام اس صورت میں ہے جب نبیذ بن جائے تو اس میں مذکورہ توفیق جاری نہ ہوگی لہٰذا غسل کے جواز کے قائل وضو کے ساتھ الحاق کرنے میں دلالت کے قول پر مجبور ہیں اور وہ قیاس کو یہاں استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے قاعدہ پر نہیں ہے، جو قیاس کے خلاف ہو تو اس سے الحاق بطور دلالت ہوسکتا ہے اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا پس اس طرح وضو اور غسل دونوں مطلق پانی سے جواز میں مساوی ہیں ایک کو اصل اور دوسرے کو ملحق نہیں قرار دیا جاسکتا، ہذا، تبیین اور حلیہ کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں، توجب (باقی اگلے صفحہ پر)

الاحتراز عنه کما فی اجزاء الارض [1]۔	کی طرح ایسی ملاوٹ سے پانی کا محفوظ ہونا مشکل ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

قدرأیناہ یقال فی ماء المد والنیل حال غلبة لون الطین علیه وتقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان ویقول احدھما للاٰخر ھنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقه مع تغیر اوصافه بانتقاعھا فظهرلنا من اللسان ان المخلوط المغلوب لایسلب الاطلاق فوجب ترتیب حکم المطلق علی الماء الذی ھو کذلك وقد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یوم الفتح من قصعة فیھا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک	مد اور نیل کے پانی میں مٹی کا رنگ غالب ہوتا ہے اور حوضوں میں موسم خزاں کے پتّے گرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے دیکھا کہ دو ساتھی وہاں سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے ہیں یہ پانی ہے آؤ پئیں اور وضو کریں اسی کو مطلق پانی قرار دیتے ہیں حالانکہ ان چیزوں کے ملنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف متغیر ہوچکے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ملنے والی مغلوب چیز پانی کو اپنے اطلاق سے خارج نہیں کرتی لہٰذا ایسے پانی پر مطلق کا حکم مرتّب ہوگا نیز فتح مکّہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے پیالے سے وضو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قدرا فلیس فیه مایمیل الی مافی الغنیة فتثبت ولله الحمد۔

اقول:(۱)ونظیر ھذاالاختلاف عن الامام مافی الحدیث انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سئل عن تقبیل الصائم عرسه فاجاز فسئل اخری فنهی فاذا الذی اباہ له شیخ والذی نهاہ عنه شاب ۱۲ منه غفرله(م)

دونوں میں سے کسی کا غلبہ معلوم نہ ہو، تو یہ مشکوک کی بات ہوئی مقدار کے اعتبار سے مساوی مخلوط کی بات نہیں ہے، یہاں غنیہ والی بات کی طرف میلان ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے ایک بار یہ سوال ہوا کہ اگر روزے والا اپنی بیوی کا بوسہ لے تو کیا حکم ہے، تو جواب میں اجازت فرمائی۔ اور دوسری بار یہی سوال کیا گیا تو آپ نے منع فرمایا۔ تو اسی ایک سوال کے مختلف جوابات کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ روزے والا بوڑھا ہو تو جائز فرمایا اور اگر وہ جوان ہے تو منع فرمایا، اس طرح امام ابو حنیفہ نے نبیذ کے بارے میں مختلف قول فرمائے کیونکہ ہر جواب علیحدہ نقطہ سے متعلق ہے۔(ت)

[1] الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبع عربیہ کراچی ۱/۱۸

يتغير ولم يعتبر المغلوبية [1]۔	فرمایا جس میں آٹا لگا ہوا تھا، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور پانی اس آٹے کی وجہ سے متغیر ہوتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کچھ پروانہ کی۔(ت)

(۷) اجماع عرف وشرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے وقد تقدم فی تعاریف المطلق لاسیما التاسع (مطلق کی تعریفوں خصوصًا نویں تعریف میں گزر چکا ہے۔ت) وللہذا نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقّت پر رہے وقد تقدم فی ۲۸۶ (۲۸۶ میں گزر چکا۔ت)

(۸) اجماع ائمہ حنفیّہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں وقد تقدم فی ۱۱۶ (۱۱۶ میں گزر چکا ہے۔ت)

یہ آٹھ اجماع واجب بالاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع ہیں اور یہی بحمد اللہ تعالٰی وہ معیار کامل ہے جو مائے مطلق کی تعریف رضوی میں گزرا وللہ الحمد یہ احکام منقحہ ہاتھ میں رکھ کر ضوابط کی طرف چلئے۔

ضابطہ ۱: کسی پھل یا پیڑ یا بیل یا پتّوں یا گھاس کے عرق یا عصارے سے وضو جائز نہیں۔ قدوری ہدایہ وقایہ نقایہ کنز اصلاح غرر نور الایضاح متون وغیرہا عامہ کتب میں ہے لایجوز بمااعتصر من شجر اوثمر [2] (درخت اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو جائز نہیں۔(ت) اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطر ومستقطر ومعتصر سب کو عام ہے کما تقدم فی ۲۰۵ (جیسا کہ بحث ۲۰۵ میں گزر چکا ہے۔(ت)

اقول: هو عندی من فروع الاجماع الاول حتی فی قاطر الکرم وقد تقدم فی حاشیة ۲۰۷۔	میں کہتا ہوں کہ یہ میرے نزدیک پہلے اجماع کے فروعات میں سے ہے حتی کہ انگور کے درخت سے نکلنے والے قطروں کو شامل ہے اور یہ بات بحث ۲۰۷ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔(ت)

ضابطہ ۲ تا ۴: مطہر پانی کے ناقابل وضو ہو جانے کیلئے متون معتمدہ میں تین سبب ارشاد ہوئے:

(۱) زوال طبع آب

(۲) غلبہ غیر

(۳) طبخ باغیر۔ اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے اجمالًا سب، اور ان سے تعبیر میں بھی عبارات

[1] فتح القدیر، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء، مطبع عربیہ کراچی ۱/۶۴

[2] نور الایضاح، کتاب الطہارۃ، مطبع علمیہ لاہور ص ۳

مختلف آئیں مگر عند التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی سب اُسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات میں یہ ہیں:

(۱) **قدوری** لایجوز بما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلی والمرق وماء الزردج[1] (وضو جائز نہیں ہے اُس پانی سے جس پر کسی دوسری شے کا غلبہ ہوگیا ہو اور اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دیا ہو، جیسے باقلی کا پانی اور زردج کا پانی۔ت)

(۲) **ہدایہ** مثلہ وانما اخذ عنہ وان زاد بعض الامثلۃ[2] (ہدایہ میں اسی کی مثل ہے انہوں نے قدوری سے لیا ہے اگرچہ بعض مثالوں کا اضافہ کیا ہے۔ت)

(۳) **وقایہ** ولابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء اوبالطبخ کماء الباقلی والمرق[3] (وقایہ میں ہے اور نہ اس پانی سے جس پر غیر کا بصورت اجزاء یا پکانے کی وجہ سے غلبہ ہوگیا ہو جیسے باقلی کا پانی اور شوربہ۔ت)

(۴) **نقایہ** یتوضو بماء السماء والارض وان اختلط بہ طاھر الا اذا اخرجہ عن طبع الماء اوغیرہ طبخا وھو مما لایقصد بہ النظافۃ[4] (نقایہ میں ہے آسمان اور زمین کے پانی سے وضو کرے اگرچہ اس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو، الّا یہ کہ اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کردیا ہو یا پکنے کی وجہ سے اس کو پانی کی طبیعت سے خارج کردیا ہو اور وہ غیر چیز ایسی نہ ہو جس سے نظافت مطلوب ہوتی ہے۔ت)

(۵ و ۶) **کنزووافی** لابما تغیر بکثرۃ الاوراق اوبالطبخ اوغلب علیہ غیرہ اجزاء[5] (کنزووافی میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو پتّوں کی کثرت یا پکنے یا غلبہ اجزاء کی وجہ سے بدل گیا ہو۔ت)

(۷) **اصلاح** لابماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء اوتغیر بالطبخ معہ وھو مما لایقصد بہ النظافۃ[6] (اصلاح میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو دوسرے کے اجزاء کے غلبہ سے یا پکنے کی وجہ سے اور وہ چیز ایسی ہو جس سے نظافت کا ارادہ نہ کیا جاتا ہو۔ت)

---

[1] قدوری کتاب الطہارت مطبع مجتبائی کانپور ص ۶

[2] بدایۃ المبتدی

[3] شرح الوقایۃ کتاب الطہارت مطبع رشیدیہ دہلی ۱/ ۸۵

[4] جامع الرموز کتاب الطہارت مطبع الاسلامیہ گنبد ایران ۱/ ۴۵

[5] کنزالدقائق میاہ الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱

[6] اصلاح

(۸) ملتقٰی لابماء خرج عن طبعه بكثرة الاوراق اوبغلبة غيره اوبالطبخ كماء الباقلاء والمرق [1] (ملتقٰی میں ہے اس پانی سے وضو جائز نہیں جو پتّوں کی کثرت یا غیر کے غلبہ یا پکانے کے سبب اپنی طبیعت کھو بیٹھا ہو جیسے باقلا کا پانی اور شوربہ۔ت)

(۹) غرر لابماء زال طبعه بالطبخ كالمرق اوبغلبة غيره عليه [2] (غرر میں ہے جس پانی کی طبیعت زائل ہوچکی ہو اس سے وضو جائز نہیں خواہ پکنے کی وجہ سے یا غیر کے غلبہ کی وجہ سے۔ت)

(۱۰) تنویر لابماء مغلوب بطاهر ولا بمازال طبعه بطبخ كمرق [3] (تنویر میں ہے جو پانی کسی پاک چیز کے ملنے سے مغلوب ہوچکا ہو یا پکنے سے طبیعت کھوچکا ہو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ت)

(۱۱) نورالایضاح لابمازال طبعه بالطبخ اوبغلبة غيره عليه [4] اھ (نورالایضاح میں ہے جس پانی کی طبیعت پکنے یا غیر کے غلبہ کی بناپر زائل ہوچکی ہو اس سے وضو جائز نہیں۔ت)

اقول: وتركنا ماذكر بعده من تلخيص الضابطة الزيلعية فان (۱) وضع المتون لنقل المذهب دون الابحاث الحادثة۔	میں کہتا ہوں انہوں نے اس کے بعد جو ضابطہ زیلعیہ کی تلخیص ذکر کی ہے ہم نے اسے ترک کردیا ہے کیونکہ متون کو مذہب نقل کرنے کے لئے وضع کیا ہے نئی ابحاث کیلئے نہیں۔(ت)

---

[1] ملتقی الابحر تجوز الطہارت بالماء المطلق عامرہ مصر ۱/ ۲۸

[2] غرر فرض الغسل دار السعادۃ مصر ۱/ ۲۳

[3] تنویر الابصار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[4] نورالایضاح کتاب الطہارۃ علمیہ لاہور ص ۳


www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

ماٰخذومراجع

نام		مصنف	سن وفات ہجری
ا			
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

ب

ت

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التھذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الصّلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الھدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲۔	الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوہرۃ النیّرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۶۷۔	حاشیة علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸۔	حاشیة ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹۔	حاشیة علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰۔	حاشیة علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۷۱۔	حاشیة علی المقدمة العشماویة	علّامہ سفطی	۰
۷۲۔	الحاشیة لسعدی آفندی	سعداللہ بن عیسٰی الاآفندی	۹۴۵
۷۳۔	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیة	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴۔	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵۔	حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶۔	حلیة الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷۔	حلیة المجلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸۔	خزانة الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹۔	خزانة الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰۔	خزانة المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱۔	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲۔	خلاصة الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴۔	الدرایة فی تخریج احادیث الھدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۸۶۔	الدرالمختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷۔	الدرالنثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸ـ	ذخیرۃالعقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ـ	ذخیرۃالفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ـ	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ـ	الرحمانیۃ		
۹۲ـ	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ـ	رحمۃالامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ـ	رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ـ	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶ـ	ردعلی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ـ	زادالفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸ـ	زادالفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ـ	زواہرالجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ـ	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ـ	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالیمنی	۸۰۰
۱۰۲ـ	السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ـ	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ـ	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ـ	السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ـ	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۳۱۔	شرح الھدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸۔	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹۔	الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲۔	الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المروف برکلی	۹۸۱
۱۴۳۔	طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴۔	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵۔	العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶۔	عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸۔	عقود الدریّۃ	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹۔	عدّۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰۔			

غ

ف

۱۷۳۔	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴۔	الفتوحات المکّیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵۔	فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶۔	الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷۔	فوائد المخصِّصة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹۔	فوائد سمویة	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰۔	القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲۔	القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳۔	القرآن		

ک

۱۸۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵۔	الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸۔	کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالمحاسن محمد بن علی	
۱۹۰۔	کتاب السواک	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۱۹۱۔	کتاب الھدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲۔	کتاب الطھور	لابی عبید	
۱۹۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقه	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵۔	کتاب الوسوسة	ابوبکر بن ابی داؤد	

۱۹۶ـ	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷ـ	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ـ	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ـ	کنزالعمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ـ	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱ـ	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکّی	۹۷۳
۲۰۲ـ	کنزالدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ـ	الکنٰی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ـ	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ـ	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ـ	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ـ	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ـ	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ـ	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ـ	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ـ	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲ـ	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ـ	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ـ	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ـ	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶ـ	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ـ	مجموع النوازل	احمد بن موسٰی بن عیسٰی	۵۵۰
۲۱۸ـ	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۲۲۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶۔	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰۔	المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱۔	المستصفی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲۔	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳۔	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داوٗد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴۔	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵۔	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶۔	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷۔	مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸۔	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹۔	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰۔	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱۔	المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲۔	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳۔	مصنّف عبدالرزاق	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴۔	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

۲۴۵۔	معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹۔	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰۔	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲۔	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳۔	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶۔	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۲۵۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱۔	المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲۔	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵۔	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۶۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷۔	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸۔	المبسوط	عبدالعزی بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

و

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایة	محمود بن صدر الشریعة	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الھدایة فی شرح البدایة	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفة الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

